www.KitaboSunnat.com

المصباح المنیر

تہذیب وتحقیق

تفسیر ابن کثیر (اردو)

قرآن مجید، صحیح احادیث اور آثار سلف کی روشنی میں

سورۂ فاتحہ —— سورۂ آل عمران

امام ابوالفداء عماد الدین حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ
۷۰۱-۷۷۴ھ

ترجمہ: مولانا محمد خالد سیف حفظہ اللہ

ترجمہ قرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ، مولانا محمد عبدالجبار حفظہ اللہ

تہذیب، تخریج، تحقیق ونظرثانی:
شعبہ تحقیق وتصنیف وترجمہ دارالسلام

دار السلام
DARUSSALAM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقيق الاسلامى کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبيه ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

المصباح المنیر

تہذیب و تحقیق

تفسیر ابن کثیر (اردو)

قرآن مجید صحیح احادیث اور آثار سلف کی روشنی میں

5

بسم الله الرحمن الرحيم

المِصباح المُنیر

تہذیب و تحقیق

تفسیر ابنِ کثیر (اُردُو)

قرآن مجید صحیح احادیث اور آثارِ سلف کی روشنی میں

5

سورۂ سبا ـــ سورۂ نجم

امام ابو الفداء عماد الدین حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ

٧٠١ — ٧٧٤ھ

ترجمہ: مولانا محمد خالد سیف حفظہ اللہ

ترجمہ قرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ، مولانا محمد عبد الجبار حفظہ اللہ

تخریج، تحقیق و نظر ثانی: شعبہ تحقیق و تصنیف و ترجمہ دار السلام، لاہور

دار السلام
DARUSSALAM

جملہ حقوق اشاعت برائے دارالسلام محفوظ ہیں

دارالسلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الرياض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com
Website: www.darussalam.com

- الرياض۔ العليا۔ فون: 4614483 01 فیکس: 4644945 • الملز فون: 4735220 01 فیکس: 4735221 • سویلم فون: 2860422 01
- مندوب الرياض: موبائل: 0503459695-0505196736 • قصیم (بریدہ): فون/فیکس: 3696124 06 موبائل: 0503417156
- مکہ مکرمہ۔ موبائل: 0502839948-0506640175 • مدینہ منورہ فون: 8234446 04 فیکس: 8151121 موبائل: 0503417155
- جدہ فون: 6879254 02 فیکس: 6336270 • الخبر فون: 8692900 03 فیکس: 8691551
- ینبع البحر فون/فیکس: 3908027 04 موبائل: 0500887341 • خمیس مشیط فون/فیکس: 2207055 07 موبائل: 0500710328

شارجہ فون: 5632623 6 00971 امریکہ • ہوسٹن فون: 7220419 713 001 • نیویارک فون: 6255925 718 001
لندن فون: 4885 539 208 0044 آسٹریلیا فون: 4040 9758 2 0061

پاکستان (ہیڈ آفس ومرکزی شوروم)

- 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ شاپ، لاہور

فون: 7240024-7232400-7111023-7110081 42 0092 فیکس: 7354072 موبائل: 0322-8484569
- غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 موبائل: 0322-4439150
- 260-Y بلاک کمرشل ایریا، فیز III ڈیفنس، لاہور فون: 042-5084895 موبائل: 0321-4212174

Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون/فیکس: 2281513 51 0092 موبائل: 5370378 0321
کراچی مین طارق روڈ، (D.C.HS / 110,111-Z) ڈالمن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی
فون: 4393936 21 0092 فیکس: 4393937 موبائل: 0321-2441843

ⓒ مكتبة دار السلام، ١٤٣٠ هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
الدمشقي، ابي الفداء الحافظ اسماعيل ابن كثير
المصباح المنير في تهذيب تفسير ابن كثير - الجزء الخامس. /
ابي الفداء الحافظ اسماعيل ابن كثير الدمشقي - الرياض، ١٤٣٠ هـ
ص: ٦٥٠ مقاس: ١٧×٢٤ سم
ردمك: ٥-٨٩-٠٠٠-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨ (النص باللغة الاردية)
١ - القرآن - التفسير بالماثور أ. العنوان
ديوي ٢٢٧,٣٢ ١٤٣٠/٨٥

رقم الإيداع: ٨٥/ ١٤٣٠
ردمك: ٥-٨٩-٠٠٠-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨

اجمالی فہرست

سورۂ سبا 27
سورۂ فاطر 66
سورۂ یٰسٓ 95
پارہ:23 105
سورۂ صٰفّٰت 135
سورۂ صٓ 181
سورۂ زمر 214
پارہ:24 235
سورۂ مومن 269
سورۂ حٰمٓ سجدہ 314
پارہ:25 339
سورۂ شوریٰ 344
سورۂ زخرف 376
سورۂ دخان 408
سورۂ جاثیہ 427
پارہ:26 442
سورۂ احقاف 442
سورۂ محمد 467
سورۂ فتح 492
سورۂ حجرات 533
سورۂ قٓ 555
سورۂ ذٰریٰت 577
پارہ:27 585
سورۂ طور 592
سورۂ نجم 608

ارشادِ باری تعالیٰ

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

اور سب مِل کر مضبوطی سے اللہ کی رَسّی کو تھامے رہو اور فِرقوں میں نہ بٹ جاؤ۔
(آل عمران 103:3)

فرمانِ نبوی

فَإِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ سَبَبٌ طَرَفُهُ بِيَدِ اللّٰهِ وَطَرَفُهُ بِأَيْدِيكُمْ
فَتَمَسَّكُوا بِهٖ فَإِنَّكُمْ لَنْ تَضِلُّوا وَلَنْ تَهْلِكُوا بَعْدَهٗ أَبَدًا

پس یقیناً یہ قرآن رَسّی ہے، اِس کا ایک سِرا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اور دُوسرا تُمہارے ہاتھ میں ہے، لہٰذا اِسے مضبُوطی سے تھام لو پس اِس کے ہوتے ہوئے یقیناً تم کبھی نہ گُمراہ ہو گے اور نہ ہلاک ہو گے۔ (صحیح ابن حبان: 122)

گر تو می خواہی مُسلماں زیستن
نیست ممکن جُز بہ قُرآں زیستن

فہرست

سورۂ سبا

عنوانات	آیات	صفحہ
سب طرح کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے	2,1	27
علم غیب صرف اللہ ہی جانتا ہے	2,1	27
روز قیامت ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا	6-3	28
کفار کا حیات بعد الممات کا انکار اور اس پر ان کی تردید	9-7	30
حضرت داود علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم	11,10	32
حضرت سلیمان علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم	13,12	34
سلیمان علیہ السلام کی وفات کی روشنی میں مسئلہ علم غیب	14	36
قوم سبا کا کفرانِ نعمت اور ان کی سزا	17-15	37
وادیٔ مأرِب اور شدید سیلاب	17-15	38
نقشہ: قوم سبا کا مسکن اور وادیٔ مأرب		39
سبا کی تجارت اور اس کا خاتمہ	19,18	42
ابلیس نے کفار کے بارے میں اپنا خیال سچ کر دکھایا	21,20	44
مشرکین کے معبودوں کی عاجزی ودرماندگی	23,22	45
کسی بھی معاملے میں اللہ کا کوئی شریک نہیں	27-24	48
ہر کوئی اپنے اعمال کا جواب دے گا	27-24	49
نبی ﷺ کی عالمگیر بعثت	30-28	50

عنوانات	آیات	صفحہ
کفار کا قیامت کے وقت کے بارے میں سوال اور اس کا جواب	30-28	51
کفار کا دنیا میں انکارِ حق پر اتفاق اور روزِ قیامت آپس میں جھگڑا	33-31	52
امرائے وقت کی انبیائے کرام علیہم السلام سے محاذ آرائی	39-34	54
قیامت کے دن فرشتوں کا اپنی پوجا کرنے والوں سے اعلان براءت	42-40	58
انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کافروں کی باتیں اور ان کی تردید	45-43	59
نبی اکرم ﷺ پر جنون کے الزام کا فیصلہ	46	60
میں تم سے تبلیغ دین کا کوئی صلہ نہیں مانگتا	50-47	62
روز قیامت کفار ایمان لانے کی خواہش کریں گے لیکن......	54-51	64

سورۂ فاطر

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر	1	66
اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کوئی روکنے والا نہیں	2	67
توحید کی دلیل	3	68
رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی کہ سابقہ انبیاء کی بھی تکذیب کی گئی تھی	6-4	69
قیامت آکر رہے گی	6-4	69
اپنے ازلی دشمن کو پہچانیے!	6-4	69
روز قیامت کافر اور مومن کا بدلہ	8,7	70
مرنے کے بعد زندہ ہونے کی دلیل	11-9	71
دنیا و آخرت میں عزت کے طلب گار کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے	11-9	72
عملِ صالح اللہ تعالیٰ کی طرف بلند ہوتا ہے	11-9	72
اللہ تعالیٰ خالق اور علام الغیوب ہے	11-9	73
اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور نشانیاں	12	75
مشرکین کے معبود کسی چیز کے مالک نہیں	14,13	76
سب لوگ اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں	18-15	78

عنوانات	آیات	صفحہ
قیامت کو ہر شخص اپنا بوجھ اٹھائے گا	18-15	78
مومن اور کافر برابر نہیں	26-19	79
اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت کا بیان	28,27	81
علماء کی تین قسمیں	28,27	83
مسلمان ہی آخرت کے تاجر ہیں	30,29	83
قرآن مجید اللہ کی سچی کتاب ہے	31	84
قرآن مجید کے وارثوں کی تین قسمیں	32	84
علماء کی فضیلت	32	85
علمائے ربانی فردوسِ بریں میں	35-33	86
جنت میں داخلہ رحمت الٰہی کا مرہون منت ہے	35-33	87
کافروں کی سزا اور جہنم میں ان کا حال	37,36	87
عذر بہانے ختم ہونے کی عمر	37,36	89
اللہ تعالیٰ ہی زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بناتا ہے	39,38	90
شریکوں کا عجز اور اللہ تعالیٰ کی قدرت	41,40	91
رسول کی آمد کے لیے کفار کی تمنا	43,42	92
انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کے برے نتائج	45,44	94
مؤاخذے میں تاخیر کی حکمت	45,44	94

سورۂ یٰسٓ

عنوانات	آیات	صفحہ
رسول اللہ ﷺ ہادیٔ اعظم	7-1	95
بدبختوں کا حال	12-8	96
اصحاب القریہ کی پیغمبروں کے ساتھ بدسلوکی	17-13	101
کیا رسول بشر نہیں ہو سکتے ؟	17-13	102
انبیائے کرام علیہم السلام کو دھمکی دینا	19,18	103

عنوانات	آیات	صفحہ
حبیب نجار کی اپنی قوم کو دعوت	21,20	104
	25-22	105

پارہ: 23

کاش! میری قوم جان لے	29-26	106
تکذیب کرنے والوں پر افسوس	32-30	110
عقیدۂ تناسخ کی تردید	32-30	110
خالق کائنات کا وجود اور حیات بعد الممات کا ثبوت	36-33	111
اللہ تعالیٰ کی قدرت، لیل ونہار اور شمس وقمر جیسی عظیم الشان نشانیاں	40-37	112
چاند کے حساب سے راتوں کے متعدد نام	40-37	115
کشتی کی سواری بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے	44-41	116
مشرکین کی گمراہی	47-45	118
کفار کا یوم بعثت کو محال سمجھنا	50-48	118
جب تیسری دفعہ صور میں پھونکا جائے گا	54-51	119
اہل جنت کا عیش ونشاط	58-55	121
حشر میں کافروں کی جگہ	62-59	121
قیامت کے دن مجرموں کے مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی	67-63	123
اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو شعر گوئی نہیں سکھائی	70-68	126
چوپائے قدرت کی نشانی بھی ہیں اور نعمت بھی	73-71	127
معبودانِ باطلہ مشرکین کی نصرت کی قدرت نہیں رکھتے	76-74	128
رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی	76-74	128
حیات بعد الممات کا انکار اور اس کی تردید	80-77	129

سورۂ صٰفّٰت

فضیلت		135

عنوانات	آیات	صفحہ
فرشتے اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں	5-1	135
اللہ تعالیٰ ہی معبود حقیقی ہے	5-1	136
آسمان کی تزئین وحفاظت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے	10-6	137
حیات بعدالممات کا ثبوت	19-11	139
قیامت کے دن کی ہولناکیاں	26-20	140
روزِ قیامت مشرکین کا باہمی جھگڑا	37-27	142
مشرکین کی سزا اور مخلصین کی جزا	49-38	144
اہل جنت کی باہمی میل ملاقات	61-50	147
دو اسرائیلیوں کا قصہ	61-50	149
تھوہر کا درخت	70-62	150
ڈرائے گئے لوگوں کا انجام؟	74-71	153
نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر	82-75	154
ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ	87-83	155
بت شکن؟	98-88	156
ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت اور آزمائش	113-99	159
ذبیح کون؟	113-99	163
حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کا ذکر	122-114	166
الیاس علیہ السلام کا ذکر	132-123	167
قوم لوط کی ہلاکت کا ذکر	138-133	168
یونس علیہ السلام کا قصہ	148-139	169
اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرنے والوں کی تردید	160-149	173
مشرکین کی بات کو وہی قبول کرسکتا ہے جو ان سے بھی زیادہ گمراہ ہو	170-161	175
فرشتوں کا مقام اور صفیں باندھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا	170-161	175

عنوانات	آیات	صفحہ
قریش کی تمنا کہ ان کے پاس کوئی کتاب نصیحت ہوتی!	170-161	176
نصرت کا وعدہ اور قریش سے اعراض کا حکم	179-171	177
اللہ رب العزت کی تسبیح و تحمید اور رسولوں پر سلام	182-180	179

سورۂ ص

عنوانات	آیات	صفحہ
پیغمبروں کی تکذیب کرنے والوں پر کیا گزری؟	3-1	181
مشرکین کا رسالت، توحید اور قرآن سے تعجب	11-4	183
آیات کریمہ: 5-11 کا سبب نزول	11-4	184
ہلاک کردہ سابقہ قوموں سے عبرت	16-12	187
حضرت داود علیہ السلام کا تذکرہ	20-17	188
دو جھگڑا کرنے والوں کا قصہ	25-21	191
سورۂ ﴿ص﴾ کا سجدہ	25-21	192
حکام اور سلاطین کو وصیت	26	193
دنیا کے پیدا کرنے میں حکمت	29-27	194
سلیمان بن داود علیہما السلام کا ذکر	33-30	195
حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش	40-34	198
حضرت ایوب علیہ السلام کا تذکرہ	44-41	201
چند منتخب انبیائے کرام علیہم السلام کا تذکرہ	49-45	204
سعادت مندوں کا عمدہ مقام	54-50	205
بدبختوں کے انجام کا بیان	64-55	207
اہلِ دوزخ کا جھگڑنا	64-55	208
رسول اللہ ﷺ کی رسالت عظیم الشان خبر ہے	70-65	209
قصۂ آدم و ابلیس	85-71	211
”کیوں نہ الگ تھلگ رہوں بزم تکلفات سے“	88-86	212

عنوانات	آیات	صفحہ
کچھ وقت کے بعد تم خود ہی جان لو گے	88-86	213

سورۂ زمر

عنوانات	آیات	صفحہ
سورۂ زمر کی فضیلت		214
توحید کا حکم اور شرک کی تردید	4-1	214
اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید کے دلائل	6,5	217
اللہ کفر سے ناراض اور شکر سے راضی ہوتا ہے	8,7	219
سختی میں اللہ کا ذکر اور کشادگی میں شرک	8,7	220
فرماں بردار و نافرمان برابر نہیں	9	221
تقویٰ، ہجرت اور اخلاصِ عبادت کا حکم	12-10	222
اللہ کے عذاب سے ڈر	16-13	223
نیک لوگوں کے لیے بشارت	18,17	224
جنت کے بالا خانے کیسے لوگوں کے منتظر ہیں؟	20,19	225
دنیاوی زندگی کی مثال	22,21	227
اہل حق اور اہل باطل برابر نہیں	22,21	228
قرآن مجید کی تعریف	23	228
تکذیب کرنے والوں کا انجام	26-24	232
شرک کی مثالیں	31-27	233
رسول اللہ ﷺ کی وفات اور قریش.....؟	31-27	234

پارہ:24

عنوانات	آیات	صفحہ
جھوٹے اور سچے لوگوں کا بدلہ	35-32	236
اللہ اپنے بندے کو کافی ہے	40-36	237
مشرکین کا توحید ربوبیت کا اعتراف	40-36	238

عنوانات	آیات	صفحہ
اللہ تعالیٰ ہی مارتا اور زندہ کرتا ہے	42,41	240
سفارش اللہ ہی کے اختیار میں ہے	45-43	241
دعا کا طریقہ	48-46	242
روز قیامت کوئی فدیہ قبول نہیں ہوگا	48-46	243
انسان کی مختلف حالتیں	52-49	244
عذاب کے آنے سے قبل توبہ کی دعوت	59-53	246
مایوسی کی ممانعت کے بارے میں احادیث	59-53	249
اللہ کو جھٹلانے والوں اور ماننے والوں کا انجام	61,60	251
اللہ تعالیٰ ہی خالق و متصرف ہے	66-62	252
مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی قدر شناسی نہ کی	67	253
صور میں پھونکنے، فیصلے اور بدلے کا بیان	70-68	255
کفار کو جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا	72,71	259
گروہ در گروہ جنت میں داخلہ اور نبی ﷺ کے شرف و فضل کا ایک عظیم پہلو	74,73	261
جنت کے دروازوں کی وسعت اور دربان	74,73	265
اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے	74,73	266
حمد ہی سے افتتاح اور حمد ہی پر اختتام	75	267

سورۂ مومن

عنوانات	آیات	صفحہ
حوامیم کی فضیلت		269
حٰمٓ کی ایک اور فضیلت	3-1	269
بخشنے میں بھی بے مثل اور عذاب دینے میں بھی لاثانی	3-1	270
کفار کی نشانی، اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑنا	6-4	271
حاملین عرش اللہ کی حمد اور مومنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں	9-7	272
دوزخ میں داخل ہونے کے بعد کفار کی ندامت	14-10	275

عنوانات	آیات	صفحہ
ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کا حکم	14-10	277
وحی الٰہی کا مقصد	17-15	278
قیامت کے دن کا ڈر	20-18	281
جھٹلانے والوں کا انجام	22,21	283
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ	27-23	284
آلِ فرعون کے ایک مومن شخص کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کی تائید	29,28	286
آلِ فرعون میں سے ایمان لانے کے بعد قوم کا درد رکھنے والا شخص	35-30	290
فرعون کا ربِ کائنات سے استہزا	37,36	291
مومن آلِ فرعون کے خطاب کی چند اور باتیں	40-38	292
خطاب کا اختتام اور فریقین کا انجام	46-41	293
عذاب قبر کا ثبوت	46-41	295
اہل دوزخ کا باہمی جھگڑا	50-47	297
رسولوں اور مومنوں کی مدد	56-51	298
رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کی کامیابی کی طرف اشارہ	56-51	300
موت کے بعد زندگی	59-57	301
دعا کا حکم	60	302
اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید کی نشانیاں	65-61	304
شرک کی ممانعت اور توحید کا حکم	68-66	306
انکار اور تکذیب کرنے والوں کا انجام	76-69	307
صبر کا حکم اور فتح کی بشارت	78,77	309
چار پائے بھی اللہ تعالیٰ کے انعامات و آیات میں سے ہیں	81-79	311
سابقہ لوگوں کے حال سے عبرت	85-82	312

سورۂ حم سجدہ

عنوانات	آیات	صفحہ
قرآن مجید کی شان اور اعراض کرنے والوں کے اقوال	5-1	314
دعوتِ توحید	8-6	315
تخلیقِ کائنات کی بعض تفصیلات	12-9	317
تکذیب کرنے والوں کو سرزنش	18-13	321
حشر کے دن مجرموں کے اعضاء گواہی دیں گے	24-19	324
مشرکین کے ہم نشین انھیں برے اعمال خوشنما بنا کر دکھاتے ہیں	29-25	327
کفار کی قرآن نہ سننے کے بارے میں ایک دوسرے کو وصیت	29-25	327
استقامت سے سرشار موحدین کے لیے خوشخبری	32-30	329
دعوت الی اللہ کی فضیلت	36-33	331
دعوت و تبلیغ میں حکمت	36-33	332
اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں	39-37	334
کج روی کرنے والوں کی سزا	43-40	336
قرآن کا انکار، عناد اور سرکشی ہے	45,44	337
موسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے تسلی دینا	45,44	338
ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا	46	338

پارہ:25

عنوانات	آیات	صفحہ
قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے	48,47	339
تنگ دستی کے بعد خوش حالی سے انسان میں تبدیلی	51-49	340
قرآن مجید کی صداقت کے دلائل	54-52	342

سورۂ شوریٰ

عنوانات	آیات	صفحہ
وحی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت	6-1	344

عنوانات	آیات	صفحہ
قرآن مجید ڈرانے اور تنبیہ کرنے کے لیے نازل کیا گیا ہے	8,7	346
اللہ تعالیٰ ہی کارساز، حاکم اور خالق ہے	12-9	349
تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ایک ہی ہے	14,13	350
اختلاف کا سبب	14,13	351
دس (10) اوامر واحکام پر مشتمل آیت مبارکہ	15	352
دین میں جھگڑنے والوں کو تنبیہ	18-16	353
دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کا رزق عطا فرمانا	22-19	356
بندوں کی دین سازی شرک ہے	22-19	357
میدان حشر میں مشرکین کی گھبراہٹ	22-19	358
اہل ایمان کے لیے جنت کی نعمتوں کی بشارت	24,23	358
﴿اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ کا مفہوم	24,23	358
نبی اکرم ﷺ پر از خود قرآن بنانے کا الزام اور اس کی تردید	24,23	359
اللہ تعالیٰ توبہ اور دعا کو قبول فرماتا ہے	28-25	360
رزق کی عدمِ فراخی میں حکمت	28-25	362
آسمانوں اور زمین کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے	31-29	362
مصیبتوں کا سبب نافرمانی ہے	31-29	363
سمندر کی تسخیر اور اس میں بحری جہازوں کا چلنا	35-32	364
اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کے مستحق لوگوں کی صفات	39-36	365
ظالم کو معاف کرنا یا اس سے بدلہ لینا	43-40	367
قیامت کے دن ظالموں کا حال	46-44	369
قیامت سے قبل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب	48,47	370
بیٹیاں اور بیٹے عطا کرنے یا ان سے محروم رکھنے والا کون ہے؟	50,49	373
وحی کی کیفیت	53-51	373

سورۂ زخرف

عنوانات	آیات	صفحہ
قرآن مجید نصیحت وموعظت کی عمدہ ترین کتاب	8-1	376
قریش کی تکذیب پر نبی ﷺ کو تسلی	8-1	377
توحید خلق کے بارے میں مشرکین کا اعتراف	14-9	379
اللہ تعالیٰ کی اولاد مقرر کرنے پر مشرکین کی تردید	20-15	380
مشرکین کے پاس کوئی دلیل نہیں	25-21	383
خلیل اللہ کا اعلانِ توحید	35-26	385
اہل مکہ کا رسول اللہ ﷺ پر اعتراض	35-26	385
مال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی علامت نہیں	35-26	386
شیطان رحمان سے منہ موڑنے والے کا دوست ہے	45-36	389
اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کے دشمنوں سے ضرور انتقام لے گا	45-36	390
وحی کو مضبوطی سے تھامنے کی تلقین	45-36	390
موسیٰ علیہ السلام کی فرعون اور اس کی قوم کی طرف توحید کے ساتھ بعثت	50-46	391
فرعون کا اپنی قوم سے خطاب اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا مواخذہ	56-51	393
قریش کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین وتحقیر کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا درجہ	65-57	396
قیامت اچانک آئے گی	73-66	401
اللہ کے سوا کسی اور کے لیے کی گئی رفاقت دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی	73-66	401
پرہیزگاروں کے لیے روز قیامت بشارت اور جنت میں داخلہ	73-66	401
بدبختوں کا برا انجام	80-74	403
اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں	89-81	405
رب تعالیٰ کی توحید کا بیان	89-81	405
بتوں کی شفاعت کی نفی	89-81	406
مشرکین کا اعتراف کہ خالق صرف اللہ ہی ہے	89-81	406

عنوانات	آیات	صفحہ
نبی ﷺ کا شکوہ اللہ تعالیٰ کے حضور	89-81	406

سورۂ دخان

سورۂ دخان کی فضیلت		408
قرآن مجید لیلۃ القدر میں نازل ہوا	8-1	408
مشرکین کو اس دن سے ڈرانا جس میں آسمان سے دھواں نکلے گا	16-9	410
﴿ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ﴾ کی تفسیر	16-9	415
بنی اسرائیل کی نجات	33-17	415
منکرین قیامت کی تردید	37-34	419
تُبَّع کون تھا؟	37-34	419
دنیا بے مقصد نہیں پیدا کی گئی	42-38	421
قیامت کے دن مشرکین کے لیے عذاب	50-43	422
پرہیزگاروں کے لیے جنت کی نعمتیں	59-51	423

سورۂ جاثیہ

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور وفکر کی طرف راہنمائی	5-1	427
جھوٹے گناہ گار کی علامات اور سزا	11-6	428
تسخیر دریا وغیرہ میں بھی نشانی ہے	15-12	430
مشرکین کی ایذا پر صبر کا حکم	15-12	430
اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل پر فضل	20-16	432
بنی اسرائیل کے طریقے پر چلنے کی ممانعت	20-16	432
مومن اور کافر کی موت وحیات برابر نہیں	23-21	433
خواہشات کے پجاری	23-21	434
کافر کا عقیدہ، دلیل اور اس کی تردید	26-24	434
قیامت کے دن کے ہولناک مناظر	29-27	437

عنوانات	آیات	صفحہ
روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کا مجرمین کے ساتھ مکالمہ	37-30	439

سورۂ احقاف

پارہ:26

عنوانات	آیات	صفحہ
قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے	6-1	442
مشرکین کی تردید	6-1	443
قرآن وصاحب قرآن کے بارے میں مشرکین کے اقوال اور ان کی تردید	9-7	444
قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا سچا کلام ہے	14-10	447
اللہ تعالیٰ کی والدین کے بارے میں وصیت	16,15	450
نافرمان اولاد کا انجام	20-17	453
قومِ عاد کا قصہ	25-21	456
ہلاک شدہ اقوام کا تذکرہ اس لیے ہے کہ لوگ پلٹ آئیں	28-26	459
جنوں کے قرآن سننے کا قصہ	32-29	460
نقشہ: نَصیبین سے جِنّوں کی آمد اور وادیٔ نخلہ		461
حیات بعد الممات کی دلیل	35-33	465
نبیٔ اکرم ﷺ کو صبر کا حکم	35-33	465

سورۂ محمد

عنوانات	آیات	صفحہ
کافروں اور مومنوں کی جزا	3-1	467
کفار کی گردنیں اڑانے کا حکم	9-4	469
شہداء کی فضیلت	9-4	470
نقشہ: شام (عہد نبوی میں)		471
تم اللہ کی مدد کرو، وہ تمھاری مدد کرے گا	9-4	473
جہنم کفار کے لیے اور جنت ابرار کے لیے	13-10	474

عنوانات	آیات	صفحہ
حق تعالیٰ کی عبادت کرنے والا اور خواہش نفس کا پجاری برابر نہیں	15,14	477
جنت اور اس کی نہریں	15,14	477
منافقین کا حال، نیز توحید و استغفار کا حکم	19-16	479
حکم جہاد کے وقت مومنِ صادق اور بیمار دل انسان کا حال	23-20	482
صلہ رحمی احادیث کی روشنی میں	23-20	483
قرآن مجید میں تدبر کا حکم	28-24	485
ارتداد کی مذمت	28-24	486
منافقین کی پردہ دری	31-29	487
کفار کے عمل کو اکارت کردینا	35-32	488
دنیا کے حقیر ہونے کا بیان	38-36	490

سورۂ فتح

سورۂ فتح کی فضیلت		492
سورۂ فتح کا سبب نزول	3-1	492
مومنوں کے دلوں پر سکینت کا نزول	7-4	496
رسول اللہ ﷺ کی صفات	10-8	498
بیعت رضوان	10-8	498
حدیبیہ کی تفصیل	10-8	499
نقشہ: حدیبیہ		450
اس عظیم الشان بیعت کا سبب	10-8	501
حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والوں کا جھوٹا عذر اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید	14-11	507
آیت مبارکہ میں ﴿ كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ ﴾ سے کیا مراد ہے؟	15	508
ایک اور جہاد کی خبر جس سے مومنوں اور منافقوں میں امتیاز ہو جائے گا	17,16	509
ترک جہاد کے لیے شرعی عذر	17,16	510

عنوانات	آیات	صفحہ
اہل بیعت رضوان کے لیے خوشنودی اور غنیمتوں کی بشارت	19,18	510
بہت سی غنیمتوں کا وعدہ	24-20	512
قیامت تک کی تمام فتوحات کی بشارت	24-20	512
کفارِ مکہ حدیبیہ میں لڑائی کرتے تو بھاگ جاتے اور نہ ٹھہرتے	24-20	513
صلح حدیبیہ کی مصلحتیں	26,25	514
قصۂ صلح حدیبیہ، احادیث کی روشنی میں	26,25	515
نبی ﷺ کے خواب کی صداقت	28,27	525
دنیا پر مسلمانوں کے غلبے کی بشارت	28,27	529
مومنین کی صفات	29	530

سورۂ حجرات

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے پیش قدمی کی ممانعت	3-1	533
آیت کا سببِ نزول اور تعظیم نبی ﷺ	3-1	534
تعظیم نبی ﷺ کا ایک اور پہلو	3-1	535
تعظیم نبی ﷺ کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو اعمال ضائع ہو جاتے ہیں	3-1	535
نبی ﷺ کو حجروں کے باہر سے آواز دینے والوں کی مذمت	5,4	536
بدکردار کی خبر کی تحقیق کا حکم	8-6	537
نبی ﷺ کا حکم ہی سب سے زیادہ بہتر ہے	8-6	539
اسلام اور ایمان میں فرق	8-6	539
لڑنے والے مومنوں میں صلح کرا دینے کا حکم	10,9	541
اخوت اس کو کہتے ہیں	10,9	543
تمسخر کرنے اور حقیر جاننے کی ممانعت	11	544
برے نام رکھنے اور پکارنے کی ممانعت	11	545
بدگمانی کی ممانعت	12	545

عنوانات	آیات	صفحہ
غیبت اور چغلی کرنے والے کی توبہ کا طریقہ	12	549
تمام انسان آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہیں	13	549
اللہ کے ہاں عزت کا معیار تقویٰ ہے	13	550
ایک اور حدیث	13	550
ایک اور حدیث	13	550
مومن اور مسلم میں فرق	18-14	552

سورۂ ق

مفصل سورتوں کا آغاز		555
سورۂ ''ق'' کی فضیلت		555
ایک اور حدیث		555
کفار کا رسالت وآخرت پر تعجب اور ان کی تردید	5-1	556
اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا بیان جو آخرت سے بھی بڑی ہے	11-6	558
سابقہ امتوں کی ہلاکت اور قریش کو نصیحت	15-12	560
دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے	15-12	561
انسان کے پاس جو کچھ ہے، اللہ تعالیٰ اس کا احاطہ وحفاظت کیے ہوئے ہے	22-16	562
سکرات موت، نفخ صور اور حشر کے ساتھ نصیحت	22-16	563
فرشتے کی گواہی اور اللہ تعالیٰ کا کافر کو جہنم میں گرانے کا حکم	29-23	566
اللہ تعالیٰ کے پاس انسان اور شیطان کا جھگڑا	29-23	567
جنت وجہنم کے حالات	35-30	568
دوسری حدیث	35-30	568
ایک اور روایت	35-30	569
کفار کو عذاب کی دھمکی اور نبی ﷺ کو صبر اور نماز کا حکم	40-36	570
روز قیامت کے بعض حقائق کے ساتھ نصیحت	45-41	574

عنوانات	آیات	صفحہ
نبی ﷺ کو تسلی	45-41	575

سورۂ ذریت

آخرت اور حساب کی خبر کی صداقت	14-1	577
مشرکین کی باتوں میں اختلاف	14-1	578
پرہیزگاروں کی جزا اور ان کی صفات	23-15	580
زمین اور نفس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں	23-15	583
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا قصہ	30-24	584

پارہ:27

قوم لوط کی تباہی کے لیے فرشتوں کی آمد	37-31	586
باعثِ عبرت واقعات	46-38	587
توحید باری تعالیٰ کے دلائل	51-47	589
ہر قوم نے اپنے رسول کی ایک ہی طرح تکذیب کی ہے	60-52	590
جنوں اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے	60-52	590

سورۂ طور

فضیلت		592
عذاب کے وقوع پذیر ہونے پر اللہ تعالیٰ کی قسم	16-1	593
یوم عذاب، یعنی روز قیامت کا حال	16-1	594
سعادت مندوں کا انجام	20-17	595
مومن کی اولاد بھی اسی کے ہم مرتبہ ہوگی	28-21	597
گناہ گاروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا عدل	28-21	598
جنت کی شراب اور اہل جنت کی نعمتوں کا تذکرہ	28-21	598
مشرکین کی بہتان بازیوں سے رسول اللہ ﷺ کی براءت	34-29	600

عنوانات	آیات	صفحہ
توحید باری تعالیٰ کے اثبات اور مشرکین کی حیلہ سازیوں کی نفی کے بارے میں چند سوالات۔	43-35	602
مشرکین کے سرکشی کی وجہ سے مبتلائے عذاب ہونے کا بیان	49-44	604
رسول اللہ ﷺ کو تسبیح اور صبر کا حکم	49-44	605

سورۂ نجم

یہ پہلی سورت ہے جس میں سجدۂ تلاوت نازل کیا گیا		608
رسول اللہ ﷺ کے برحق ہونے پر اللہ تعالیٰ کی قسم	4-1	608
رحمۃ للعالمین ﷺ خواہشِ نفس سے گفتگو نہیں فرماتے	4-1	609
رسول امین ﷺ کے مُعلّم روح الامین	18-5	610
﴿قَابَ قَوْسَيْنِ﴾ کی تفسیر	18-5	611
کیا نبی ﷺ نے شبِ معراج اپنے رب کا دیدار کیا؟	18-5	613
جبریل علیہ السلام کے کتنے پر ہیں؟	18-5	614
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دیدارِ الٰہی کے متعلق موقف	18-5	614
محمد رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو کتنی دفعہ دیکھا؟	18-5	615
سدرۃ المنتہیٰ پر فرشتوں، روشنیوں اور رنگوں کا جمگھٹ	18-5	615
بتوں کے پجاریوں کی تردید اور لات، عزّیٰ اور منات کا بیان	26-19	617
ہر ایک قبیلے کا صنم خانہ	26-19	618
معبودانِ باطلہ کو مذکر اور فرشتوں کو مؤنث قرار دینے پر مشرکین کی تردید	26-19	619
خواہشات سے خیر حاصل نہیں ہوتی	26-19	620
اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شفاعت نہیں	26-19	620
فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینے پر مشرکین کی تردید	30-27	621
اہل باطل سے اعراض کا حکم	30-27	621
اللہ تعالیٰ ہر چھوٹی بڑی چیز کو جانتا ہے	32,31	622
محسنین کے اوصاف	32,31	622

عنوانات	آیات	صفحہ
توبہ کی ترغیب اور اپنے آپ کو پاک قرار دینے کی ممانعت	32,31	623
اطاعت سے روگردانی اور بخل کرنے والے کی مذمت	41-33	625
صحف موسیٰ وابراہیم علیہما السلام کا بیان	41-33	626
قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا	41-33	627
اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا ذکر	55-42	628
انذار وتنبیہ اور سجدہ وخضوع کا حکم	62-56	630
تحقیق وتخریج کے مصادر ومراجع		633

تفسیر
سُوْرَۃُ سَبَا

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس کا وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، اور آخرت میں بھی حمد اسی کے لیے ہے، اور وہ نہایت

الْخَبِیْرُ ① یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ

حکمت والا، خوب باخبر ہے ① وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں

وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ②

چڑھتا ہے، اور وہ نہایت رحم کرنے والا، بہت بخشنے والا ہے ②

تفسیر آیات: 2,1

سب طرح کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات گرامی کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ دنیا و آخرت میں حمدِ مطلق کا مستحق صرف وہی ہے کیونکہ دنیا و آخرت میں حقیقی منعم اور فضل و کرم سے نوازنے والا بھی ہے اور حاکمِ مطلق بھی وہی ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ ز وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ ﴾ (القصص 70:28) ”اور وہی اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے اور اسی کے لیے فرماں روائی ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“ اور یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ﴾ ”تمام تعریفیں اُس اللہ ہی کے لیے ہیں جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔“ سب مخلوقات اس کے مملوک اور غلام ہیں اور ان میں صرف اسی کا غلبہ و تصرف کارفرما ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی ○ ﴾ (الّیل 13:92) ”اور یقیناً آخرت اور دنیا (دونوں ہی) ہماری ہیں۔“ اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ ﴾ ”اور آخرت میں بھی اس کی تعریف ہے۔“ یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے معبود بھی وہی ہے اور محمود بھی۔

علم غیب صرف اللہ ہی جانتا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ الْحَكِیْمُ ﴾ ”اور وہ حکمت والا ہے۔“ اپنے تمام اقوال و افعال اور شرع و قدر میں، ﴿ الْخَبِیْرُ ① ﴾ ”خبر رکھنے والا ہے۔“ یعنی اس سے کوئی چیز مخفی ہے نہ غائب۔

امام مالک رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے بارے میں خبردار ہے اور

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ

اور کافروں نے کہا: ہم پر قیامت نہیں آئے گی، کہہ دیجیے: کیوں نہیں! میرے عالم الغیب رب کی قسم! بلاشبہ وہ تم پر ضرور آئے گی، آسمانوں میں اور نہ

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرُ

زمین میں، ذرہ برابر کوئی چیز بھی اس سے چھپی نہیں رہ سکتی، اور اس (ذرے) سے کوئی چھوٹی اور بڑی چیز ایسی نہیں جو واضح کتاب (لوح محفوظ) میں (درج)

اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ③ ۙ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

نہ ہو③ تاکہ اللہ ان لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، وہی لوگ ہیں جن کے لیے مغفرت اور باعزت روزی ہے④ اور

وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ⑤

جن لوگوں نے ہماری آیتوں میں (ہمیں) عاجز کرنے کی کوشش کی، انھی لوگوں کے لیے سخت ترین، دردناک عذاب ہے⑤ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا

وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطِ

وہ دیکھتے (یقین رکھتے) ہیں کہ جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ برحق ہے، اور وہ غالب، تعریف والے (اللہ) کے

الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ⑥

راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے⑥

اپنے امر میں حکیم ہے۔① اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا﴾ ''جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اس میں سے نکلتا ہے، سب اس کو معلوم ہے۔'' حتیٰ کہ زمین کے ذرات پر نازل ہونے والے بارش کے قطرات اور زمین میں بوئے جانے والے دانوں کی تعداد کو بھی جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ ان بوئے جانے والے دانوں سے کتنے دانے پیدا ہوں گے اور ان کی کیفیات وصفات کیا ہوں گی، ﴿وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ﴾ ''اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے (وہ سب اس کو معلوم ہے۔)'' آسمان سے نازل ہونے والی بارش اور رزق کو اور آسمان پر چڑھنے والے اعمال صالحہ اور اس کے علاوہ کو بھی وہ خوب جانتا ہے۔ ﴿وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ②﴾ ''اور وہ مہربان (اور) بخشنے والا ہے۔'' یعنی وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے، اس لیے نافرمانوں کو فوراً سزا نہیں دیتا اور اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والوں اور اپنے پر بھروسا کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

تفسیر آیات: 3-6

روز قیامت ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا: یہ ان تین آیات میں سے ایک ہے، اور اس مفہوم کی چوتھی آیت نہیں ہے، جن میں اس چیز کا بیان ہے کہ جب اہل کفر وعناد نے آخرت کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ قیامت کے وقوع پذیر ہونے کو اپنے عظیم رب کی قسم کھا کر بیان کریں۔ ان میں سے پہلی سورۂ یونس کی درج ذیل آیت ہے: ﴿وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؔ ۚ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝﴾ (یونس 10:53) ''اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا وہ (قیامت کے دن کا عذاب) واقعی سچ ہے؟ کہہ دیجیے: ہاں! اللہ کی قسم! بے شک وہ سچ ہے اور تم (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکو گے۔'' اور دوسری آیت یہ ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ

---

① تفسیر الطبری: 73/22 عن قتادۃ رحمہ اللہ.

لَتَاْتِيَنَّكُمْ ﴾ ”اور کافر کہتے ہیں کہ قیامت کی گھڑی ہم پر نہیں آئے گی، کہہ دیجیے: کیوں نہیں! میرے پروردگار کی قسم! وہ تم پر ضرور آ کر رہے گی۔“ اور تیسری سورۂ تغابن کی حسب ذیل آیت ہے: ﴿ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○ ﴾ (التغابن 64:7) ”جو لوگ کافر ہیں انھوں نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ (دوبارہ) ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے، کہہ دیجیے: ہاں ہاں! میرے پروردگار کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر جو کام تم کرتے رہے ہو وہ تمھیں بتائے جائیں گے اور یہ (بات) اللہ پر بہت آسان ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ﴾ ”کہہ دیجیے: کیوں نہیں! وہ تم پر ضرور آ کر رہے گی۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کچھ صفات کا یہاں ذکر فرمایا ہے جن سے قیامت کے آنے کی مزید توثیق وتاکید ہو جاتی ہے، چنانچہ فرمایا ہے: ﴿ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ③ ﴾ ”(وہ پروردگار) غیب کا جاننے والا (ہے) ذرہ بھر چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں (نہ) آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور کوئی چیز اس سے چھوٹی یا بڑی نہیں مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔“ مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ ﴾ کے معنی ہیں کہ اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ① یعنی سب کچھ اس کے علم میں ہے، اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، ہڈیاں خواہ گل سڑ کر بکھر جائیں، ذرہ ذرہ ہو جائیں، وہ جانتا ہے کہ وہ کہاں ہیں اور ان کے ذرات کہاں کہاں بکھرے ہوئے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کا اسی طرح اعادہ فرمائے گا جس طرح اس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا فرمایا تھا کیونکہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ پیدا کرنے اور قیامت برپا کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ ﴾ ”اس لیے کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے انھیں بدلہ دے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔ اور جنھوں نے ہماری آیتوں میں کوشش کی کہ ہمیں ہرا دیں۔“ یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کے رستے سے روکنے اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرنے کی کوشش کی ﴿ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ⑤ ﴾ ”یہی لوگ ہیں جن کے لیے سخت درد دینے والے عذاب کی سزا ہے۔“ تاکہ وہ سعادت مند مومنوں کو خوش وخرم رکھے اور بد بخت کافروں کو عذاب دے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ○ ﴾ (الحشر 59:20) ”اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں، اہل بہشت تو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ○ ﴾ (صٓ 38:28) ”جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے کیا انھیں ہم ان کی طرح کر دیں گے جو زمین میں فساد کرتے ہیں یا پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے؟“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ﴾ ”اور جن کو علم دیا گیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جو (قرآن) آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے۔“ پہلی بات پر عطف کی یہ

---

① تفسیر الطبری: 75/22.

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ

اور کافروں نے کہا: کیا ہم تمھیں ایک ایسا شخص بتائیں جو تمھیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم بالکل ہی پارہ پارہ کر دیے جاؤ گے تو بے شک

خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ ⑦ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

تم البتہ از سر نو پیدا کیے جاؤ گے؟ ⑦ کیا اس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا ہے یا اسے جنون (لاحق) ہے؟ (قطعاً نہیں!) بلکہ جو لوگ آخرت پر

فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ⑧ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ

ایمان نہیں رکھتے (وہ) عذاب اور دور کی گمراہی میں پڑے ہیں ⑧ کیا پھر انھوں نے اپنے آگے اور پیچھے آسمان و زمین کی طرف نہیں

وَالْاَرْضِ ۭ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

دیکھا؟ اگر ہم چاہیں تو انھیں زمین میں دھنسا دیں یا ہم ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں، بلاشبہ اس میں ہر رجوع کرنے والے بندے

لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ⑨ ع ‏1 ع 9/7

کے لیے ضرور ایک نشانی ہے ⑨

دوسری حکمت بیان کی جا رہی ہے کہ رسولوں پر نازل کیے جانے والے دین و شریعت پر ایمان لانے والے جب قیامت کے برپا ہونے اور نیکوکاروں اور بدکاروں کے انجام کو دیکھیں گے جو انھیں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں کی روشنی میں دنیا ہی میں معلوم تھا اور اب جب اسے یقین کی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو پکار اٹھیں گے: ﴿ لَقَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ ﴾ (الأعراف 43:7) ”بے شک ہمارے پروردگار کے رسول حق بات لے کر آئے تھے۔“ یہ بھی کہا جائے گا: ﴿ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ○ ﴾ (یٰسٓ 52:36) ”یہ وہی تو ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔“ اور ﴿ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۡ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ ﴾ (الروم 56:30) ”اللہ کی کتاب کے مطابق تم قیامت تک رہے ہو اور یہ قیامت ہی کا دن ہے۔“ ﴿ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ⑥ ﴾ ”اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جو (قرآن) آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اور نہایت غالب (اور) لائق تعریف (اللہ) کا رستہ بتاتا ہے۔“ ﴿ الْعَزِيْزِ ﴾ وہ ذات جو اس قدر غالب ہو کہ اسے کوئی مغلوب نہ کر سکے اور نہ اس کے حکم کو ٹال سکے بلکہ اس نے ہر چیز پر تسلط جما کر اسے مغلوب و مقہور کر رکھا ہو۔ اور ﴿ الْحَمِيْدِ ⑥ ﴾ وہ ذات اقدس جو اپنے تمام اقوال و افعال اور شرع و قدر میں قابل تعریف ہو۔ اور اللہ جل و علا بلاشبہ تمام امور میں قابلِ ستائش ہے۔

تفسیر آیات: 9-7

کفار کا حیات بعد الممات کا انکار اور اس پر ان کی تردید: اللہ عزوجل نے ان آیات کریمہ میں بیان فرمایا ہے کہ کفار اور ملحدین قیامت کے برپا ہونے کا انکار کرتے اور قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی خبر دینے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑاتے ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ ﴾ ”اور کافروں نے کہا کہ بھلا ہم تمھیں وہ آدمی بتائیں جو تمھیں خبر دیتا ہے کہ جب تم (مر کر) بالکل پارہ پارہ کر دیے جاؤ گے۔“

یعنی تمھارے جسم کے ذرات خاک میں مل جائیں گے ﴿ اِنَّكُمْ ﴾ ”بے شک تم“ اس حالت کے بعد ﴿ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝٧ ﴾ ”نئے سرے سے پیدا ہو گے“ یعنی دوبارہ زندہ کر دیے جاؤ گے اور تم کھاؤ پیو گے۔ اور وہ یہ بات جو کر رہے ہیں تو یہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہے یا تو رسول اللہ ﷺ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف کذب وافترا پر مبنی اس بات کو منسوب کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی ہے یا وہ جان بوجھ کر تو ایسا نہیں کر رہے لیکن ایک دیوانے اور مجنون شخص کی طرح ان پر معاملہ خلط ملط ہو گیا ہے، اسی لیے ان کفار نے کہا: ﴿ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ ﴾ ”کیا اس نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے یا اسے جنون (لاحق) ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ۝٨ ﴾ ”(قطعاً نہیں!) بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ عذاب اور پرلے درجے کی گمراہی میں (مبتلا) ہیں۔“ یعنی بات اس طرح نہیں جو یہ کہتے ہیں کیونکہ حضرت محمد ﷺ تو صادق، نیکوکار اور ہادیٔ برحق ہیں جس بات کو پیش فرماتے ہیں وہ حق ہے اور یہ کافر ہی کاذب، جاہل اور نادان ہیں ﴿ فِي الْعَذَابِ ﴾ ”عذاب میں (مبتلا) ہیں۔“ یعنی اس کفر میں جس کی وجہ سے یہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہو جائیں گے ﴿ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ۝٨ ﴾ ”اور پرلے درجے کی گمراہی میں (پڑے) ہیں۔“ آخرت میں یہ عذاب میں مبتلا ہوں گے اور دنیا میں حق و ہدایت سے دور ہو کر پرلے درجے کی جہالت اور گمراہی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

اس جواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بارے میں اپنی قدرت کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ ﴾ ”کیا پھر انھوں نے اپنے آگے اور پیچھے آسمان و زمین کی طرف نہیں دیکھا؟“ یعنی یہ جہاں بھی جائیں اور جس طرف کا بھی رخ کریں آسمان کو اپنے اوپر اور زمین کو اپنے نیچے پائیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالسَّمَاۗءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ○ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ○ ﴾ (الذّٰریٰت 51:47,48) ”اور آسمانوں کو ہم ہی نے قوت سے بنایا اور بلاشبہ ہم بہت وسعت والے ہیں اور زمین کو ہم ہی نے بچھایا تو (دیکھو!) ہم کیا ہی خوب بچھانے والے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ ۭ ﴾ ”اگر ہم چاہیں تو انھیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں۔“ یعنی اگر ہم چاہیں تو ان کے ظلم اور ان پر اپنی قدرت کی وجہ سے ہم ایسا کر دیں لیکن عفو و درگزر اور حلم و بردباری کی وجہ سے ہم نے ان کی سزا کو مؤخر کر دیا ہے، پھر فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝٩ ﴾ ”بلاشبہ اس میں ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے ایک نشانی ہے۔“ معمر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿ مُّنِيْبٍ ۝٩ ﴾ کے معنی توبہ کرنے والے کے ہیں۔① اور قتادہ ہی سے روایت ہے کہ اس کے معنی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے والے کے ہیں۔② یعنی آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی طرف دیکھنے والے ذہین و فطین اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہر انسان کے لیے انسانوں کے دوبارہ زندہ کیے جانے اور قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی دلیل موجود ہے،

---

① تفسیر الطبری: 80/22. ② فضائل القرآن لأبی عبید، ص:163.

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ

اور یقیناً ہم نے داود کو اپنی طرف سے فضیلت عطا کی، (ہم نے حکم دیا:) اے پہاڑو! اس کے ساتھ تسبیح دہراؤ، اور (اے) پرندو! (تم بھی) اور ہم نے اس

الْحَدِيْدَ ۙ⑩ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ

کے لیے لوہا نرم کر دیا⑩ کہ تو کامل کشادہ (زرہیں) بنا اور کڑیاں جوڑنے میں (مناسب) اندازہ رکھ، اور تم (سب) نیک عمل کرو، تم جو کرتے ہو بلاشبہ

اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ⑪

اسے میں خوب دیکھنے والا ہوں ⑪

یعنی جو ذات پاک ان بلند و بالا آسمانوں اور اس وسیع و عریض اور پست زمین کے پیدا کرنے پر قادر ہے، وہ بلاشبہ اس بات پر بھی قدرت تامّہ رکھتا ہے کہ جسموں کو دوبارہ پیدا کر دے اور خاک میں بکھری ہوئی ہڈیوں کے ذرات میں دوبارہ جان پیدا کر دے جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۭ بَلٰي ۤ ﴾ (یٰسٓ 81:36) ”کیا وہ (اللہ) جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس بات پر قادر نہیں کہ وہ ان جیسے (انسان) پیدا کرے؟ کیوں نہیں!“ اور فرمایا: ﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمن 57:40) ”آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بہت بڑا (کام) ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

تفسیر آیات: 11,10

حضرت داود علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت داود علیہ السلام کو جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا، ان آیات کریمہ میں ان کا ذکر ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا بے حد فضل و کرم فرمایا، انھیں نبوت اور بادشاہت سے سرفراز کیا اور ایسے لشکر عطا فرمائے جن کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی اور جن کے پاس ساز و سامان بھی بہت تھا، اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت خوب صورت آواز بھی عطا فرمائی تھی کہ جب وہ خوش الحانی کے ساتھ اللہ کی تسبیح کرتے تو بلند و بالا پہاڑ اور مضبوط و مستحکم چٹانیں بھی ان کے ساتھ تسبیح پڑھنا شروع کر دیتی تھیں حتی کہ فضا میں اڑنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ آنے جانے والے پرندے بھی رک جاتے اور مختلف بولیوں میں ان کے ساتھ گفتگو شروع کر دیتے تھے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی آواز کو سنا جبکہ وہ رات کے وقت قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے، آپ نے کھڑے ہو کر ان کی قراءت کو سننا شروع کر دیا، پھر فرمایا: [لَقَدْ أُوتِيَ هٰذَا مِزْمَارًا مِّنْ مَّزَامِيرِ آلِ دَاوٗدَ علیہ السلام] ”اس شخص کو تو آل داود کی سی خوش الحانی عطا کی گئی ہے۔“① ابوعثمان نہدی کہتے ہیں کہ میں نے کسی طبلے، باجے یا کسی تانت کی آواز نہیں سنی جو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی آواز سے زیادہ خوب صورت ہو۔② اور ﴿ اَوِّبِيْ ﴾ کے معنی ہیں: تسبیح بیان کرو، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر رحمہ اللہ کا قول ہے۔③ تأویب کے لغوی معنی لوٹانے کے ہیں، پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا گیا تھا

---

① تفسیر الطبری: 80/22. ② سنن النسائی، الافتتاح، باب تزیین القرآن بالصوت، حدیث: 1022. ③ تفسیر الطبری: 81,80/22.

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ

اور ہوا کو سلیمان کے (تابع کیا)، اس کا صبح کا چلنا ایک ماہ (کی مسافت) تھا اور اس کا شام کا چلنا بھی ایک ماہ (کی مسافت) تھا، اور ہم نے اس کے لیے

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ

پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا، اور بعض جن (اس کے تابع کر دیے) جو اس کے سامنے اس کے رب کے حکم سے کام کرتے تھے، اور ان میں سے جو

اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ⑫ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ

ہمارے حکم سے سرکشی کرتا تو ہم اسے خوب بھڑکتی آگ کا عذاب چکھاتے ⑫ جو وہ (سلیمان) چاہتا وہ (جن) اس کے لیے وہی بنا دیتے، عالی شان

وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ

عمارتیں اور مجسمے اور حوضوں جیسے (بڑے بڑے) لگن اور ایک ہی جگہ (چولہوں پر) جمی ہوئی دیگیں، اے آل داود! شکرانے کے طور پر (نیک) عمل کرو، اور

مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ⑬

میرے بندوں میں سے شکر گزار تھوڑے ہی ہیں ⑬

کہ داود علیہ السلام کی آواز سن کر وہ بھی ان کے ساتھ ساتھ پڑھیں۔

﴿ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ⑩ ﴾ ''اور ان کے لیے ہم نے لوہے کو نرم کر دیا۔'' امام حسن بصری، قتادہ، اعمش اور دیگر کئی علماء رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ انھیں اس بات کی ضرورت نہ ہوتی تھی کہ وہ لوہے کو آگ میں داخل کریں یا اسے ہتھوڑے کے ساتھ کوٹیں بلکہ اسے ہاتھ سے اسی طرح استعمال میں لے آتے تھے جیسے ہاتھ سے دھاگوں کو بٹ لیا جاتا ہے۔ ① اس لیے ارشاد فرمایا: ﴿ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ ﴾ ''کہ کامل کشادہ (زرہیں) بناؤ۔'' ﴿ سٰبِغٰتٍ ﴾ زرہوں کو کہتے ہیں، امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ساری مخلوق میں سب سے پہلے حضرت داود علیہ السلام ہی نے زرہیں بنائی تھیں، ان سے پہلے لوہے کی صرف تختیاں استعمال کی جاتی تھیں۔ ② ﴿ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ ﴾ ''اور کڑیوں کو اندازے سے جوڑو۔'' زرہوں کی صنعت سکھانے کے سلسلے میں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی داود علیہ السلام کے لیے رہنمائی تھی اور امام مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ان الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ اس قدر آہستہ نہ ٹھونکو کہ وہ حلقے میں ہلتا رہے اور نہ اس قدر زور سے ٹھونکو کہ وہ اسے پھاڑ دے بلکہ اسے ایک محتاط اندازے کے ساتھ ٹھونکو۔ ③ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ﴿ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ ﴾ میں ''سرد'' سے مراد لوہے کے حلقے ہیں ④ اور بعض نے کہا ہے کہ درع مسرودة اس صورت میں کہا جاتا ہے، جب اس کے حلقوں میں کیل لگائے گئے ہوں اور انھوں نے شاعر کے درج ذیل شعر کو بطور استشہاد پیش کیا ہے:

وَ عَلَيْهِمَا مَسْرُودَتَانِ قَضَاهُمَا دَاوُدُ أَوْ صَنَعَ السَّوَابِغَ تُبَّعٌ

''ان دونوں پر کیلوں اور میخوں سے ٹھونکی ہوئی دو زرہیں ہیں جنھیں داود نے بنایا ہے یا شاید ان زرہوں کو تبع (یمن کے بادشاہ) نے بنایا ہے۔'' ⑤

---

① تفسير الطبری: 82/22 و تفسير القرطبی: 266/14. ② تفسير الطبری: 82/22. ③ تفسير الطبری: 83/22.
④ تفسير الطبری: 83/22. ⑤ تفسير الطبری: 83/22.

اور فرمایا: ﴿ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ﴾ ''اور تم سب نیک عمل کرو۔'' ان نعمتوں کے سلسلے میں جن سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں نوازا ہے۔ ﴿ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ⑪ ﴾ ''جو عمل تم کرتے ہو بلاشبہ اسے میں خوب دیکھنے والا ہوں۔'' تمھارا نگہبان ہوں، تمھارے اعمال واقوال کو دیکھنے والا ہوں اور تمھاری کوئی بات بھی مجھ سے مخفی نہیں ہے۔

تفسیر آیات: 13,12

حضرت سلیمان علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم: حضرت داود علیہ السلام پر اپنے انعامات کے ذکر کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے اپنے ان انعامات کا ذکر فرمایا ہے جن سے اس نے ان کے صاحبزادے سلیمان علیہ السلام کو نوازا تھا اور وہ یہ کہ ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا جس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ ہوتی اور شام کی منزل بھی مہینے بھر کی ہوتی، امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام صبح کے وقت دمشق سے اپنے تخت پر سفر شروع کرتے اور دوپہر کا کھانا اصطخر میں تناول فرماتے، پھر اصطخر سے سفر شروع کرتے تو رات کابل میں بسر فرماتے۔ ① یاد رہے کہ دمشق اور اصطخر کے درمیان اور اصطخر اور کابل کے درمیان تیز رفتار سواری ہو تو پورے ایک ایک مہینے کی مسافت ہے۔ ②

﴿ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ﴾ ''اور اس کے لیے ہم نے (پہاڑوں سے) تانبے کا چشمہ بہا دیا۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، عطاء خراسانی، قتادہ، سدّی، مالک از زید بن اسلم، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اور کئی ایک ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ قِطر کے معنی تانبے کے ہیں۔ ③ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ چشمہ یمن میں تھا۔ ④ اب لوگ جس قدر بھی تانبا استعمال کرتے ہیں، اس کا تعلق اسی تانبے سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے لیے نکالا تھا۔ ﴿ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ﴾ ''اور جنوں میں سے ایسے تھے جو ان کے پروردگار کے حکم سے ان کے آگے کام کرتے تھے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے کام کرتے اور سلیمان علیہ السلام جن عمارتوں کو بنوانا چاہتے وہ ان کی خواہش کے مطابق بنا دیتے تھے اور دیگر کئی کام بھی سرانجام دیتے تھے۔ ﴿ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا ﴾ ''اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے سرکشی کرتا۔'' یعنی حکم عدولی اور نافرمانی کرتا ﴿ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ⑫ ﴾ ''تو ہم اسے خوب بھڑکتی آگ کا عذاب چکھاتے۔'' سعیر کے معنی آگ کے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ ﴾ ''وہ (سلیمان) جو کچھ چاہتا یہ (جن) اس کے لیے وہی بناتے، عالی شان عمارتیں اور مجسمے۔'' ﴿ مَحَارِيْبَ ﴾ سے مراد خوبصورت عمارت ہے، سکونت کے لیے قلعے چونکہ سب سے اشرف ونمایاں ہوتے ہیں، جبکہ ابن زید کہتے ہیں کہ اس سے مراد رہائشی مکانات ہیں۔ ⑤ عطیہ عوفی، ضحاک اور سدی کا قول ہے کہ ﴿ تَمَاثِيْلَ ﴾ کے معنی تصویریں ہیں۔ ⑥ اور فرمایا: ﴿ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ﴾ ''اور (بڑے بڑے)

---

① تفسیر الطبری: 85/22. ② اصطخر سے دمشق اور اصطخر سے کابل دونوں کا فضائی فاصلہ قریباً سترہ سترہ سو (1700) کلومیٹر ہے۔ اصطخر ساسانی سلطنت کا پہلا دارالحکومت تھا۔ اب اس کے کھنڈر ایران کے صوبہ فارس کے دارالحکومت شیراز کے شمال مشرق میں 66 کلومیٹر کے فاصلے پر پائے جاتے ہیں۔ ③ تفسیر الطبری: 85/22 و تفسیر القرطبی: 270/14. ④ تفسیر الطبری: 85/22.

⑤ تفسیر الطبری: 86/22. ⑥ تفسیر الطبری: 87/22 و تفسیر الماوردی: 438/4.

حوضوں کی طرح ٹب اور ایک ہی جگہ جمی ہوئی دیگیں۔'' جواب، جابیۃ کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ حوض ہے جس میں پانی جمع کیا جائے اور القدور الراسیات سے مراد دیگیں ہیں جو اپنی جگہ ہی پر رہیں اور اتنی بڑی ہوں کہ انھیں ان کی جگہ سے ہلایا اور ہٹایا نہ جا سکے۔ مجاہد، ضحاک اور دیگر کئی ائمہ تفسیر رحمہم اللہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ ①

﴿اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا١ؕ﴾ ''اے داود کی اولاد! شکرانے کے طور پر (نیک) عمل کرو۔'' یعنی ان سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں دین اور دنیا کی جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے ان پر شکر ادا کرو۔ ﴿شُكْرًا١ؕ﴾ غیر فعل سے مصدر ہے، یا مفعول لہٗ ہے، دونوں صورتوں میں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شکر فعل کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور قول و نیت کے ساتھ بھی، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

أَفَادَتْكُمُ النَّعْمَآءُ مِنِّي ثَلَاثَةً   يَدِي وَلِسَانِي وَالضَّمِيرَ الْمُحَجَّبَا

''تمھارے احسانات نے میری طرف سے تمھیں تین چیزوں کا فائدہ دیا ہے، یعنی میرے ہاتھ، میری زبان اور میرے پوشیدہ دل کا (کہ ان تینوں سے میں تمھارا شکر گزار رہوں۔)''

ابوعبدالرحمٰن حُبُلی کہتے ہیں کہ نماز شکر ہے، روزہ شکر ہے، ہر نیکی جسے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرے شکر ہے اور افضل شکر حمد ہے۔ اسے ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ ②

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَحَبَّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ، وَأَحَبَّ الصَّلَاةِ إِلَى اللّٰهِ صَلَاةُ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَيَقُومُ ثُلُثَهٗ، وَيَنَامُ سُدُسَهٗ، وَكَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَّ يُفْطِرُ يَوْمًا (وَّلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقٰى)] ''بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ روزے داود علیہ السلام کے روزے ہیں اور سب سے زیادہ پسندیدہ نماز داود علیہ السلام کی نماز ہے، وہ آدھی رات سوتے اور (رات کا) تیسرا حصہ قیام کرتے، پھر اس (رات) کا چھٹا حصہ سو جاتے تھے، وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے تھے اور میدان جنگ میں دشمن کے مقابلے سے بھاگتے نہیں تھے۔'' ③

ابن ابو حاتم نے فضیل سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا١ؕ﴾ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ داود علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں تیرا شکر کس طرح ادا کر سکتا ہوں جبکہ شکر ادا کرنا بھی تو تیری نعمت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب تم نے میرا شکر ادا کر دیا جب تمھیں یہ معلوم ہو گیا کہ تمام نعمتیں میری ہی طرف سے ہیں۔ ④ ﴿وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ۠۝۱۳﴾ ''اور میرے بندوں میں سے شکر گزار بہت ہی تھوڑے ہیں۔'' اور یہ امر واقع کو بیان کیا گیا ہے۔

---

① تفسير الطبري: 89/22. ② تفسير الطبري: 89/22. ③ صحيح البخاري، التهجد، باب من نام عند السحر، حديث: 1131 وصحيح مسلم، الصيام، باب النهي عن صوم الدهر لمن تضرر به......، حديث: (189)-1159 واللفظ له جبکہ قوسین والے الفاظ صحيح البخاري، الصوم، باب صوم داود عليه السلام، حديث: 1979 وصحيح مسلم، الصيام، باب النهي عن صوم الدهر......، حديث: (187)-1159 عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما میں ہیں۔ ④ الدر المنثور: 430/5.

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ

پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا فیصلہ (نافذ) کیا تو ان (جنوں) کو زمین کے کیڑے (دیمک) کے سوا کسی چیز نے بھی سلیمان کی موت کی اطلاع نہ دی،

فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۭ ⑭

وہ اس کی لاٹھی کو کھاتا رہا، پھر جب وہ گر پڑا تو جنوں نے جان لیا کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو وہ اس رسوا کن عذاب (مشقت) میں مبتلا نہ رہتے ⑭

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۭ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ

سبا (قوم) کے لیے ان کی بستی میں یقیناً ایک عظیم نشانی تھی، دائیں اور بائیں طرف دو باغ تھے، (ہم نے کہا:) تم اپنے رب کے رزق سے کھاؤ، اور اس کا

وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ⑮ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ

شکر ادا کرو، (یہ) پاکیزہ شہر ہے، اور رب بڑا بخشنے والا ہے ⑮ پھر انھوں نے (جب ہدایت سے) منہ موڑا تو ہم نے ان پر بند (ڈیم) کا سیلاب بھیج دیا، اور

بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ⑯ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ

ان کے دونوں باغوں کے بدلے میں ہم نے انھیں دو ایسے باغ دیے جو بدمزہ پھل، (بکثرت) جھاؤ اور کچھ بیریوں والے تھے ⑯ یہ ہم نے انھیں ان کی

وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ⑰

ناشکری کی سزا دی، اور ہم ناشکروں ہی کو سزا دیتے ہیں ⑰

تفسیر آیت: 14

سلیمان علیہ السلام کی وفات کی روشنی میں مسئلہ علم غیب: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی موت کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ اس نے کس طرح ان کی موت سے ان جنوں کو بے خبر رکھا جو سخت مشقت کے کام سرانجام دینے کے لیے ان کے تابع فرمان تھے۔ سلیمان علیہ السلام اپنے عصا پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ مِنْسَأَةٌ کے معنی لاٹھی ہی کے ہیں جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن، قتادہ اور دیگر کئی ایک ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ کا قول ہے۔① اور آپ قریباً ایک سال کی طویل مدت تک عصا کے ساتھ ٹیک لگائے رہے، جب عصا کو گھن نے کھا لیا تو عصا کمزور ہو کر زمین پر گر گیا اور اس سے معلوم ہوا کہ آپ تو بہت مدت قبل وفات پا گئے تھے اور اس سے جنوں اور انسانوں کے سامنے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ وہ غیب نہیں جانتے اور ان کا جو یہ وہم ہے جس میں انھوں نے دوسرے لوگوں کو بھی مبتلا کر رکھا ہے یہ بالکل غلط ہے کیونکہ وہ قطعاً غیب نہیں جانتے اور یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۭ⑭﴾ ”ان (جنوں) کو زمین کے کیڑے (دیمک) کے سوا کسی چیز نے بھی اس (سلیمان) کی موت کی اطلاع نہ دی، وہ اس کے عصا کو کھاتا رہا، پھر جب وہ گر پڑا تب جنوں نے جان لیا (اور کہنے لگے) کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو ذلت کی تکلیف میں نہ رہتے۔“ اور لوگوں کے سامنے ان کی حقیقت واضح ہو گئی کہ یہ جو کہتے تھے کہ وہ غیب جانتے ہیں تو یہ جھوٹ بولتے تھے (کیونکہ اگر یہ غیب جانتے ہوتے تو سلیمان علیہ السلام کی وفات طویل عرصے تک ان سے مخفی نہ رہتی۔)

---

① تفسیر الطبری: 90/22.

تفسیر آیات:15-17

قوم سبا کا کفرانِ نعمت اوران کی سزا: سبا یمن کے بادشاہ اور وہاں کے رہائشی تھے، قومِ تُبّع کا تعلق انھی سے ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے والی ملکہ بلقیس بھی سبا کی رہنے والی تھی۔ قوم سبا کو پھلوں کی بہتات اور رزق کی فراوانی حاصل تھی اور انھیں اپنے علاقے میں ہی خوشحالی اور عیش و عشرت کی زندگی میسر تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی طرف کئی رسولوں کو مبعوث فرمایا جنھوں نے انھیں حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کا رزق کھائیں، اس کا شکر بجالائیں، اس کی توحید کے گیت گائیں اور اس کی بندگی کو اختیار کریں، کچھ عرصہ یہ لوگ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے لیکن پھر انھوں نے اس سے منہ موڑ لیا تو انھیں یہ سزا دی گئی کہ ایک بہت بڑا اسیلاب بھیج کر ان کا شیرازہ منتشر کر دیا گیا جیسا کہ عنقریب اسے تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ إن شاء اللّٰه.

ابن جریر نے فروہ بن مُسَیک غُطَیفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! سبا کے بارے میں بتائیں کہ وہ کسی جگہ کا نام ہے یا عورت کا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَيْسَ بِأَرْضٍ وَّلَا امْرَأَةٍ وَّلٰكِنَّهٗ رَجُلٌ وَّلَدَ عَشْرَةً مِّنَ الْعَرَبِ، فَتَيَامَنَ مِنْهُمْ سِتَّةٌ وَّتَشَاءَمَ مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ، فَأَمَّا الَّذِينَ تَشَاءَمُوا: فَلَخْمٌ وَّجُذَامٌ وَّغَسَّانُ وَعَامِلَةُ، وَأَمَّا الَّذِينَ تَيَامَنُوا فَالْأَزْدُ وَالْأَشْعَرُونَ وَحِمْيَرُ وَكِنْدَةُ وَمَذْحِجٌ وَّأَنْمَارُ، فَقَالَ رَجُلٌ يَّارَسُولَ اللّٰهِ! وَمَا أَنْمَارُ؟ قَالَ: اَلَّذِينَ مِنْهُمْ خَثْعَمُ وَ بَجِيلَةُ] ”وہ کسی جگہ یا عورت کا نام نہیں ہے بلکہ یہ عربوں میں سے ایک آدمی کا نام ہے جس کے دس بیٹے تھے جن میں سے چھ یمن میں اور چار شام میں آباد ہو گئے تھے۔ شام میں آباد ہونے والے لخم، جُذام، عاملہ اور غسان تھے اور یمن میں آباد ہونے والے کندہ، اشعری، ازد، مَذحج، حِمیَر اور انمار تھے۔ اس شخص نے عرض کی: انمار کون؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انمار وہ ہیں جن سے خثعم اور بجیلہ خاندان تعلق رکھتے ہیں۔“① اسے امام ترمذی نے جامع میں اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔②

علمائے نسب، جن میں امام محمد بن اسحاق بھی شامل ہیں، کہتے ہیں کہ سبا کا نام عبد شمس بن یشجب بن یعرب بن قحطان ہے، اسے سبا نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کیونکہ یہی وہ سب سے پہلا شخص تھا جس نے عربوں میں لوگوں کو قیدی بنایا تھا۔ اسے رائش بھی کہا جاتا تھا کیونکہ یہی وہ پہلا شخص تھا جس نے جنگ میں مال غنیمت حاصل کیا تھا، اس نے اپنی قوم کو بھی مال غنیمت میں سے حصہ دیا اور عرب مال کو ریش اور ریاش بھی کہتے ہیں۔ قحطان کے بارے میں تین اقوال ہیں: (1) یہ ارم بن سام بن نوح کی نسل سے ہے اور تین واسطوں سے اس کا ان کے ساتھ نسب ملتا ہے۔ (2) یہ عابر کی نسل سے ہے اور عابر سے مراد حضرت ہود علیہ السلام ہیں اور ہود علیہ السلام سے بھی ان کا تین واسطوں سے نسب ملتا ہے۔ (3) یہ اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی نسل سے ہے اور ان سے بھی آپ کا نسب تین واسطوں سے ملتا ہے۔ حافظ ابو عمر بن عبدالبر نمری رحمہ اللہ نے اسے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب

---

① تفسیر الطبری: 94/22. ② جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة سبا، حدیث: 3222.

الإنباه علی ذکر أصول القبائل الرواۃ میں بیان فرمایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان: [كَانَ رَجُلًا مِّنَ الْعَرَبِ] ”وہ عربوں میں سے ایک شخص تھا۔“① کے معنی ہیں کہ وہ ان عرب عاربہ میں سے تھا جو حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے پہلے تھے اور جن کا تعلق سام بن نوح کی نسل سے تھا، تیسرے قول کے مطابق اس کا تعلق حضرت خلیل علیہ السلام کی نسل سے تھا لیکن یہ بات اہل نسب کے ہاں مشہور نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. لیکن صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ خاندان اسلم کے کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے، آپ نے فرمایا: [اِرْمُوا بَنِي إِسْمَاعِيلَ! فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا] ”اے بنی اسماعیل! تیر اندازی کرو، تمھارا باپ بھی تیر انداز تھا۔“② اسلم ایک انصاری قبیلہ ہے اور اوس وخزرج دونوں انصاری قبائل غسان، یعنی سبا کے عرب یمن میں سے ہیں، جب سبا کے لوگ شدید سیلاب کی وجہ سے مختلف علاقوں میں پھیل گئے تو یہ یثرب میں آ بسے تھے، ان میں سے ایک جماعت نے شام میں سکونت اختیار کر لی تھی، انھیں غسان پانی کے اس چشمے کی وجہ سے کہا گیا جس کے پاس انھوں نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ غسان نامی پانی کا یہ چشمہ یمن میں تھا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ مشلّل کے قریب تھا جیسا کہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا ہے:

إِمَّا سَأَلْتَ فَإِنَّا مَعْشَرٌ نُّجُبٌ   اَلْأَزْدُ نِسْبَتُنَا وَالْمَآءُ غَسَّانُ

”اگر تم نے ہمارے بارے میں پوچھا ہے تو ہم بہت معزز لوگ ہیں، ہماری نسبت ازدی ہے اور ہمارے پانی (کے چشمے) کا نام غسّان ہے۔“③

آپ نے جو یہ فرمایا: [وَلَدَ عَشَرَةً مِّنَ الْعَرَبِ] یعنی عرب یمن کے یہ دس قبائل ان کی نسل سے ہیں جو قبائل عرب کی اصل ہیں، اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اس کی صُلب سے پیدا ہوئے ہیں کہ ان کے اور اس (عبد شمس بن یشجب) کے مابین کم وبیش دو یا تین واسطے ہیں جیسا کہ کتب نسب میں اس کی تفصیل موجود ہے اور آپ نے جو یہ ارشاد فرمایا: [فَتَيَامَنَ مِنْهُمْ سِتَّةٌ وَّتَشَاءَمَ مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ] ”ان میں سے چھ یمن میں اور چار شام میں بس گئے۔“ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر شدید سیلاب بھیجا تو ان میں سے کچھ تو اپنے علاقے ہی میں رہے اور کچھ وہاں سے چلے گئے اور دوسرے علاقوں میں جا کر آباد ہو گئے۔

وادئ مأرب اور شدید سیلاب: اس وادی میں پانی دو پہاڑوں کے درمیان سے آتا تھا، علاوہ ازیں یہاں سیلابوں، بارشوں اور وادیوں سے آنے والا پانی بھی جمع ہو جاتا تھا۔ قدیم بادشاہوں نے یہاں ایک عظیم اور بہت مضبوط ڈیم بنا دیا تھا حتی کہ پانی کی سطح بلند ہو کر ان دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچ گئی، انھوں نے یہاں بہت سے درخت بھی اُگا دیے جن میں بہت

---

① المعجم الكبير للطبراني: 245/22، حديث: 639 ومجمع الزوائد، التفسير، سورة سبا: 94/7، حديث: 11287.

② صحيح البخاري، المناقب، باب نسبة اليمن إلى إسمٰعيل......، حديث: 3507 عن سلمة بن الأكوع ﵁.

③ مروج الذهب، ذكر ملوك الشام من اليمن: 116/2.

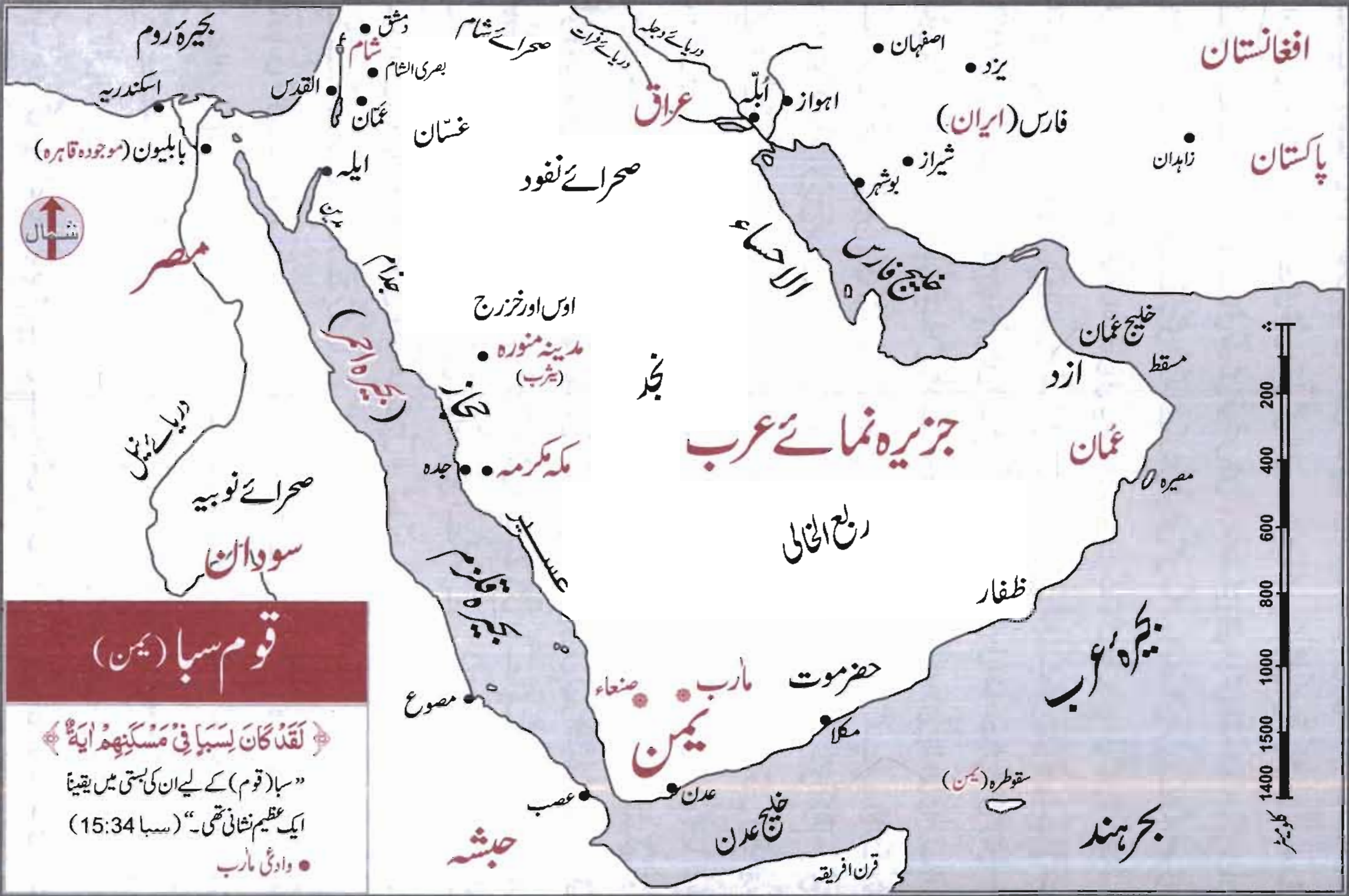
افغانستان
پاکستان
زاہدان
اصفہان
یزد
فارس (ایران)
شیراز
بوشہر
اہواز
اُبلّہ
عراق
دریائے دجلہ
دریائے فرات
صحرائے شام
دمشق
شام
بصری الشام
القدس
عمّان
غسّان
ایلہ
مدین
بحیرۂ روم
اسکندریہ
بابلیون (موجودہ قاہرہ)
شمال
مصر
دریائے نیل
صحرائے نوبیہ
سوڈان
صحرائے نفود
الاحساء
خلیج فارس
جذام
اوس اور خزرج
مدینہ منورہ
(یثرب)
نجد
حجاز
(بحیرۂ احمر)
مکہ مکرمہ
جدہ
جزیرہ نمائے عرب
ربع الخالی
عسیر
بحیرۂ قلزم
مصوع
صنعاء
مارب
یمن
حضرموت
مکلا
عدن
عصب
خلیج عدن
حبشہ
قرن افریقہ
سقوطرہ (یمن)
ظفار
بحیرۂ عرب
بحر ہند
مصیرہ
عُمان
ازد
مسقط
خلیج عُمان
کلومیٹر
1400
1500
1000
800
600
400
200
0

قوم سبا (یمن)

﴿ لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِیْ مَسْكَنِهِمْ اٰیَةٌ ﴾

”سبا (قوم) کے لیے ان کی بستی میں یقیناً ایک عظیم نشانی تھی۔“ (سبا 15:34)

● وادئ مارب

خوبصورت اور بڑی کثرت سے پھل لگنے لگے جیسا کہ کئی ایک ائمۂ سلف نے، جن میں امام قتادہ ؒ بھی ہیں، یہ ذکر کیا ہے کہ عورت اپنے سر پر ایک خالی ٹوکرا رکھ کر جب ان درختوں کے نیچے چلتی تو پکے ہوئے پھل اس قدر کثرت سے گرتے کہ ٹوکرا بھر جاتا اور پھلوں کو خود توڑنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی تھی، اس سے اندازہ لگائیے کہ پھل کس قدر کثرت سے ہوتے اور کتنی عمدگی کے ساتھ پکتے تھے۔ ① یہ ڈیم مأرب نامی جگہ میں تھا جس میں اور صنعاء میں تین مراحل کا فاصلہ تھا اور یہ سد مأرب کے نام سے معروف تھا۔ کچھ دیگر ائمۂ سلف نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس شہر میں مکھی، مچھر، پسو اور اس طرح کے دیگر موذی جانور نہ تھے کیونکہ ہوا معتدل اور موسم خوشگوار تھا اور اللہ تعالیٰ کی یہ سب عنایات ان کے شامل حال اس لیے تھیں تاکہ یہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو اختیار کریں اور اس کی بندگی میں اپنی زندگی صرف کریں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ ﴾ ”(قوم) سبا کے لیے ان کے مقام بود و باش میں ایک نشانی تھی۔“ اور پھر اس نشانی کی وضاحت اس طرح فرمائی: ﴿ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ۥ ﴾ ”(یعنی) دو باغ ایک دائیں طرف اور (ایک) بائیں طرف۔“ یعنی دونوں پہاڑوں کی طرف دو باغ تھے اور ان کے درمیان شہر تھا ﴿ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ⑮ ﴾ ”اپنے پروردگار کے رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو (یہاں تمھارے رہنے کو یہ) پاکیزہ شہر ہے اور (وہاں بخشنے کو) رب غفار۔“ یعنی اگر تم اس کی توحید کو اختیار کیے رکھو گے تو وہ تمھیں بخش دے گا۔ ﴿ فَاَعْرَضُوْا ﴾ ”تو انھوں نے منہ پھیر لیا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی عبادت اور اس کی نعمتوں کی شکر گزاری سے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انھوں نے سورج کی پوجا شروع کر دی جیسا کہ ہدہد نے حضرت سلیمان ؑ کی خدمت میں عرض کی تھی: ﴿ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۢ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ○ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ○ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ○ ﴾ (النمل 27:22-24) ”اور میں آپ کے پاس سبا سے ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں، میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان لوگوں پر بادشاہت کرتی ہے اور ہر چیز اسے میسر ہے اور اس کا ایک بڑا تخت بھی ہے، میں نے دیکھا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال انھیں آراستہ کر دکھائے ہیں اور ان کو رستے سے روک رکھا ہے پس وہ رستے پر نہیں آتے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ ﴾ ”پس ہم نے ان پر بند (ڈیم) کا سیلاب چھوڑ دیا۔“ عرم سے مراد پانی ہے اور یہ اسم کی اپنی صفت کی طرف اضافت کے باب سے ہے جیسا کہ مسجد الجامع اور سعید کرز کہا جاتا ہے، یہ سُہَیلی نے بیان کیا ہے۔ جبکہ کئی ایک ائمۂ تفسیر نے، جن میں سے ابن عباس ؓ، وہب بن منبہ، قتادہ اور ضحاک ؒ بطور خاص قابل ذکر ہیں، یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انھیں سیلاب کی صورت میں سزا دینے کا ارادہ فرمایا تو ڈیم پر زمین کا ایک جانور بھیج دیا، جسے چوہا کہا جاتا ہے، اس نے ڈیم میں سوراخ کر دیا۔ ② وہب بن منبہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ان

---

① تفسیر الطبری: 95/22. ② تفسیر الطبری: 97/22، 98.

لوگوں کی کتابوں میں بھی یہ لکھا ہوا تھا کہ اس ڈیم کی تباہی کا سبب چوہا ہوگا، لہٰذا کچھ عرصے تک وہ وہاں بلیاں رکھتے رہے لیکن جب تقدیر آ گئی تو چوہے بلیوں پر غالب آ گئے، وہ ڈیم کے اندر داخل ہو گئے، انھوں نے اس میں سوراخ کر دیا اور وہ اس کو ان پر لے گرے۔ ①

امام قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے کہ چوہے سے مراد چھچھوندر ہے جس نے ڈیم کے نچلے حصے میں سوراخ کر دیے تھے جس کی وجہ سے اس کی دیواریں کمزور ہو گئیں اور جب سیلاب کے دن آئے اور سیلاب کا پانی زور سے ڈیم کی دیواروں کے ساتھ ٹکرایا تو وہ گر گئیں اور وادی کے زیریں حصے میں زوردار سیلاب آ گیا جس کی زد میں جو بھی عمارتیں یا درخت وغیرہ آئے، سب تباہ و برباد ہو گئے۔ ② اور جب پانی خشک ہوا تو دونوں پہاڑوں کے دائیں اور بائیں طرف کے تمام درخت خشک ہو گئے اور گل سڑ چکے تھے اور وہ درخت جو کبھی بڑے ثمر بار، پر بہار اور سرسبز و شاداب تھے، اب اس طرح تھے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ﴾ ''اور انھیں ان کے باغوں کے بدلے دو کسیلے (بدمزہ) میوے والے باغ دیے۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، عطاء خراسانی، حسن، قتادہ اور سدی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد پیلو کے درخت اور ان کے بدمزہ پھل ہیں۔ ③ ﴿وَّاَثْلٍ﴾ ''اور جن میں کچھ تو جھاؤ تھا۔'' عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ﴿اَثْلٍ﴾ کے معنی جھاؤ کے ہیں۔ ④ کچھ دیگر لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک ایسا درخت ہے جو جھاؤ کے مشابہ ہے۔ ⑤ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ببول (کیکر) کا درخت ہے۔ ⑥ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

﴿وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ⑯﴾ ''اور تھوڑی سی بیریاں۔'' تباہ و برباد کیے جانے والے درختوں کے بدلے میں ملنے والے درختوں میں سب سے بہتر بیری کے درخت تھے، اسی وجہ سے ان کا یہاں بطور خاص ذکر کیا گیا ہے، بہر حال ان دو باغوں کا حشر یہ ہوا کہ ان کے عمدہ و شیریں پھلوں، حسین و جمیل نظاروں، ٹھنڈے اور گھنے سایوں اور ان میں رواں دواں نہروں کو پیلو، جھاؤ اور بیری کے ایسے درختوں سے بدل دیا گیا جن میں کانٹے زیادہ اور پھل کم ہوتے ہیں اور یہ سب ان کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر و شرک، حق کی تکذیب اور باطل کی طرف مائل ہو جانے کی وجہ سے تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ⑰﴾ ''یہ ہم نے انھیں ان کی ناشکری کی سزا دی اور ہم ناشکرے ہی کو سزا دیا کرتے ہیں۔'' یعنی ہم نے انھیں ان کے کفر کی سزا دی۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کافر ہی کو سزا دی جاتی ہے۔ ⑦ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ عظیم نے سچ فرمایا ہے کہ کافر اور ناشکرے ہی کو اس کے فعل کے مثل سزا دی جاتی ہے۔ ⑧

---

① تفسیر القرطبی: 285/14. ② تفسبر الطبری: 98/22 و تفسیر القرطبی: 285/14. ③ تفسیر الطبری:
99/22. ④ تفسیر الطبری: 100/22. ⑤ تفسیر القرطبی: 288,287/14. ⑥ تفسیر القرطبی: 287/14.
⑦ تفسیر القرطبی: 288/14 و تفسیر الطبری: 101/22 مختصراً. ⑧ تفسیر القرطبی: 288/14.

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا

اور ہم نے ان (اہل سبا) کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی تھی، کئی بستیاں باہم متصل (سرِ راہ آباد) رکھی تھیں، اور ان میں ہم نے

السَّيْرَ ؕ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ⑱ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا

چلنے (آنے جانے) کی منزلیں مقرر کر دی تھیں، (ہم نے کہا:) تم ان میں راتوں اور دنوں کو امن سے سفر کرو⑱ پھر انھوں نے کہا: اے ہمارے رب!

وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

ہمارے سفروں میں دوری پیدا کر دے، اور انھوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا، چنانچہ ہم نے انھیں افسانے بنا ڈالا اور انھیں مکمل طور پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا،

لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ⑲

بلاشبہ اس میں ہر صابر و شاکر کے لیے عظیم نشانیاں ہیں⑲

تفسیر آیات: 19,18

سبا کی تجارت اور اس کا خاتمہ: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس نعمت، شاد کامی، خوش و خرم زندگی، ترقی یافتہ علاقے، پر امن مقامات اور ان کی ان شاد و آباد بستیوں کا ذکر کیا ہے جن کا وسیع پیمانے پر جال بچھا ہوا تھا، پھر انھیں بہت سے درختوں، فصلوں اور پھلوں سے بھی نواز دیا گیا تھا، خوش حالی و فراوانی کا اس قدر دور دورہ تھا کہ مسافر کو کسی قسم کے زادِ راہ اور پانی کو اپنے ہمراہ لے جانے کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ وہ جہاں بھی پڑاؤ ڈالتا، اسے پانی اور پھل میسر آ جاتے تھے۔ ایک بستی میں اگر وہ دو پہر گزارتا تو رات ہونے تک وہ دوسری بستی میں پہنچ جاتا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ﴾ ’’اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دی تھی (متصل بستیاں) بنا دیں۔‘‘ مجاہد، حسن، سعید بن جبیر، مالک از زید بن اسلم، قتادہ، ضحاک، سدی، ابن زید اور دیگر بہت سے ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ کا قول ہے کہ ان سے شام کی بستیاں مراد ہیں، یعنی جب وہ یمن سے شام کی طرف سفر کرتے تو ان کے رستے میں مبارک اور مسلسل بستیوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔①

عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان بابرکت بستیوں سے مراد بیت المقدس ہے۔② ﴿ قُرًى ظَاهِرَةً ﴾ ’’ایک دوسرے کے متصل دیہات۔‘‘ جو بہت نمایاں اور واضح تھے، مسافر انھیں جانتے پہچانتے تھے، اگر وہ ان میں سے کسی ایک بستی میں دو پہر گزارتے تو رات ہونے تک دوسری بستی میں پہنچ جایا کرتے تھے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ؕ ﴾ ’’اور ان میں ہم نے آمد و رفت کی منزلیں مقرر کر دی تھیں۔‘‘ یعنی ان میں فاصلہ مسافروں کی ضرورت کے مطابق رکھا تھا۔ ﴿ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴾ ’’تم ان میں رات دن بے خوف و خطر چلتے رہو۔‘‘ یعنی دن ہو یا رات ہر وقت سفر پُر امن ہے۔ ﴿ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ﴾ ’’تو انھوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہماری مسافتوں میں بُعد (اور طول پیدا) کر دے اور (اس سے) انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔‘‘ کچھ لوگوں نے ان الفاظ کو [بَعِّدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا]

---

① تفسیر الطبری: 103,102/22 وتفسیر القرطبی: 289/14. ② تفسیر الطبری: 102/22.

بھی پڑھا ہے، یعنی انھوں نے اس نعمت کی ناقدری اور ناشکری کی جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن اور دیگر کئی ایک ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ ① اور انھوں نے ایسے صحراؤں اور جنگلوں کو پسند کیا جن میں سفر کے لیے انھیں زادِ راہ اور سواریوں کی ضرورت ہوتی، نیز گرم موسموں اور پر خطر راستوں میں سفر کو پسند کیا ﴿ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ط ﴾ ”تو ہم نے انھیں مکمل طور پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے افسانے بنا دیا۔“ یعنی ہم نے انھیں نیست و نابود کر کے قصے کہانیوں اور افسانوں کا موضوع بنا دیا اور لوگ ان کے حالات بیان کرنے لگے کہ ان کی اجتماعیت و الفت اور خوش حالی و فراوانی کی زندگی کے بعد اللہ تعالیٰ نے کس طرح انھیں ان کی ناقدری و ناشکری کی سزا دی اور کس طرح ان کے شیرازے کو منتشر کر دیا اور وہ مختلف شہروں اور علاقوں میں تتر بتر ہو کر رہ گئے، اسی لیے لوگوں کے منتشر ہونے کے موقع پر عربوں نے کہنا شروع کر دیا: تَفَرَّقُوا أَيْدِي سَبَأ اسی طرح أَيَادِي سَبَأ اور تَفَرَّقُوا شَذَرَ مَذَرَ ان سب ضرب الامثال کا مطلب یہ ہے کہ فلاں لوگ سبا کے لوگوں کی طرح منتشر اور متفرق ہو گئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ⑲ ﴾ ”یقیناً اس میں ہر صابر و شاکر کے لیے نشانیاں ہیں۔“ یعنی ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی جس ناراضی اور عذاب میں مبتلا ہونا پڑا اور کفر اور گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے نعمتوں اور خوش حالیوں کے بجائے سزا کا مستحق بننا پڑا، اس میں ہر اس بندے کے لیے عبرت کا سامان ہے جو مصائب پر صبر کرے اور نعمتوں پر شکر بجا لائے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [عَجِبْتُ مِنْ قَضَاءِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَهٗ خَيْرٌ حَمِدَ رَبَّهٗ وَشَكَرَ وَ إِنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ حَمِدَ رَبَّهٗ وَصَبَرَ، اَلْمُؤْمِنُ يُؤْجَرُ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى فِي اللُّقْمَةِ يَرْفَعُهَا إِلٰى فِي امْرَأَتِهٖ] ”میں نے مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر بہت تعجب کیا ہے کہ اگر اسے کوئی خیر پہنچے تو وہ اپنے رب کی حمد کرتا اور شکر ادا کرتا ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف و مصیبت پہنچے تو وہ اپنے رب کی حمد کرتا ہے اور صبر کا مظاہرہ کرتا ہے، مومن کو ہر چیز پر اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے حتی کہ اس لقمہ پر بھی جسے وہ اپنی بیوی کے منہ تک پہنچاتا ہے۔“ ② اور امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی عمل الیوم و اللیلۃ میں روایت کیا ہے۔ ③ اور اس حدیث کا صحیحین میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ شاہد بھی ہے: [عَجَبًا (لِّلْمُؤْمِنِ لَا يَقْضِي اللّٰهُ لَهٗ شَيْئًا إِلَّا كَانَ خَيْرًا لَّهٗ) وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ] ”مرد مومن کا معاملہ بہت ہی تعجب خیز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جو بھی فیصلہ فرماتا ہے وہ اس کے لیے بہتر ہے اور یہ بات مومن کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں ہے، اگر اسے خوشی و مسرت حاصل ہو تو شکر ادا کرتا ہے اور یہ شکر ادا کرنا اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر

---

① تفسیر الطبری: 104/22 و تفسیر القرطبی: 291,290/14 . ② مسند أحمد : 173/1. ③ السنن الکبریٰ للنسائی، عمل الیوم و اللیلة، باب ما یقول إذا أصابته مصیبة ؟263/6، حدیث: 10906 .

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑳ وَمَا كَانَ

اور ابلیس نے ان پر اپنا خیال یقیناً سچ کر دکھایا، چنانچہ سوائے مومنوں کی ایک جماعت کے سب نے اسی کی اتباع کی⑳ اور اس (ابلیس) کا ان

لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ

پر کوئی زور نہ تھا مگر اس لیے کہ ہم جان لیں کہ کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس سے (الگ ہو کر) جو آخرت کے متعلق شک میں ہے؟ اور آپ کا

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ㉑ ع

ع 2 12 8

رب ہر چیز پر خوب نگہبان ہے㉑

اسے کوئی تکلیف و مصیبت پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ صبر کرنا اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔''①

﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ⑲ ﴾ ''یقیناً اس میں ہر صابر و شاکر کے لیے نشانیاں ہیں۔'' قتادہ رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ مطرف کہا کرتے تھے: کیا خوب ہے وہ صابر و شاکر بندہ کہ جب اسے دیا جائے تو وہ شکر بجالائے اور جب اسے تکلیف میں مبتلا کر دیا جائے تو وہ صبر کرے۔②

تفسیر آیات: 21,20

ابلیس نے کفار کے بارے میں اپنا خیال سچ کر دکھایا: اللہ تعالیٰ نے جب سبا کا قصہ ذکر کیا اور قوم سبا کے بارے میں بیان فرمایا کہ انھوں نے نفسانی خواہشات اور شیطان کی پیروی کی تو اب انھی جیسے دیگر لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا جنھوں نے ابلیس اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کی اور رشد و ہدایت کی مخالفت کی: ﴿ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ ﴾ ''اور ابلیس نے ان کے بارے میں اپنا خیال سچ کر دکھایا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ یہ آیت اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ جب ابلیس نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا: ﴿ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ﴾ (بنی إسرآءیل 62:17) ''دیکھ تو یہی وہ ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں تھوڑے لوگوں کے سوا اس کی (تمام) اولاد کی ضرور جڑ کاٹ دوں گا۔'' اور کہا: ﴿ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 17:7) ''پھر میں ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے (غرض ہر طرف سے) ان کے پاس ضرور آؤں گا (اور ان کی راہ ماروں گا) اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔'' اس موضوع سے متعلق اور بھی بہت سی آیات ہیں۔③

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ﴾ ''اور اس کا ان پر کوئی زور نہ تھا۔'' کے بارے

---

① صحيح مسلم، الزهد، باب المؤمن أمره كله خير، حديث: 2999، جبکہ قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 24/5 میں ہیں۔ نوٹ: صحیح بخاری میں یہ حدیث ہمیں نہیں ملی۔ ② تفسير الطبري: 106/22. ③ تفسير الطبري: 107/22 عن ابن زيد رحمه الله.

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا

(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: انھیں پکارو جنھیں تم نے اللہ کے سوا (معبود) خیال کیا تھا، وہ آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر اختیار نہیں رکھتے، اور

فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ㉒ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ

نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس (اللہ) کا مددگار ہی ہے㉒ اور اس کے ہاں صرف اس شخص کی سفارش نفع دے گی

عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا

جسے اللہ اجازت دے گا، حتی کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کردی جاتی ہے تو (باہم) کہتے ہیں: تمھارے رب نے کیا کہا ہے؟ وہ کہتے ہیں:

الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ㉓

حق (سچ کہا) اور وہ بہت بلند، بہت بڑا ہے㉓

میں فرماتے ہیں کہ سلطان کے معنی حجت کے ہیں۔ ﴿ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ۭ ﴾ ’’مگر اس کے لیے کہ ہم جان لیں کہ کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس سے (الگ ہو کر) جو آخرت کے متعلق شک میں ہے۔‘‘ یعنی ہم نے اسے ان پر اس لیے مسلط کیا تا کہ ان لوگوں کا معاملہ ظاہر ہو جائے جو آخرت کے قائم ہونے، اس میں حساب کتاب کے ہونے اور جزا و سزا ملنے پر ایمان رکھتے ہیں، پھر اس وجہ سے دنیا میں اپنے رب تعالیٰ کی عبادت احسن انداز میں کرتے ہیں اور اس سے ان لوگوں کا معاملہ بھی واضح ہو جائے جو آخرت کے متعلق شک میں مبتلا ہیں۔ ﴿ وَرَبُّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ㉑ ﴾ ’’اور آپ کا پروردگار ہر چیز پر خوب نگہبان ہے۔‘‘ یعنی اس کی نگہبانی میں ابلیس کے پیروکار گمراہ ہو گئے اور اسی کی حفاظت و نگہبانی کے ساتھ مومن اور انبیائے کرام علیہم السلام کے پیروکار گمراہی سے محفوظ رہے۔

تفسیر آیات: 23,22

مشرکین کے معبودوں کی عاجزی و درماندگی: اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اکیلا، واحد معبود، یکتا و بے نیاز ہے، جس کا کوئی نظیر اور شریک نہیں، حکم بھی اسی وحدہ لاشریک کا ہے جس کا کوئی شریک نہیں، کوئی تنازع کرنے والا نہیں اور کوئی اس کی مخالفت کرنے والا نہیں، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ ﴾ ’’کہہ دیجیے: جنھیں تم اللہ کے سوا (معبود) خیال کرتے ہو انھیں بلاؤ۔‘‘ یعنی ان معبودان باطلہ کو جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔ ﴿ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ﴾ ’’وہ آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۭ ﴾ (فاطر 13:35) ’’اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے جتنا بھی اختیار نہیں رکھتے۔‘‘ ﴿ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ ﴾ ’’اور نہ ان کا دونوں میں کوئی حصہ ہے۔‘‘ یعنی وہ نہ تو مستقل طور پر کسی چیز کے مالک ہیں اور نہ شراکت کے طور پر ﴿ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ㉒ ﴾ ’’اور نہ ان میں سے کوئی اس (اللہ) کا مددگار ہی ہے۔‘‘ یعنی ان شریکوں میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا مددگار بھی نہیں ہے جس سے وہ امور و معاملات میں مدد لے سکے بلکہ تمام مخلوقات اس کی محتاج اور اس کی غلام ہیں۔

پھر فرمایا: ﴿ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ ﴾ ''اور اللہ کے ہاں (کسی کے لیے) سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لیے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت، جلالت اور کبریائی کی وجہ سے کسی کو بھی اس کی اجازت کے بغیر کسی چیز کے بارے میں سفارش کی جرأت نہ ہوگی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ ﴾ (البقرة 255:2) ''کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں (کسی کی) سفارش کر سکے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ○ ﴾ (النجم 26:53) ''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اس وقت کہ اللہ جس کے لیے چاہے اجازت بخشے اور (سفارش) پسند کرے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ○ ﴾ (الأنبيآء 28:21) ''اور وہ (اس کے پاس) صرف اس کی سفارش کریں گے جس کے لیے اللہ پسند کرے اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔''

صحیحین میں کئی ایک سندوں سے رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ساری اولاد آدم کے سردار ہیں اور مقام محمود پر فائز ہونے کے وقت آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑے سفارشی ہوں گے اور ساری مخلوق کے لیے یہ سفارش فرمائیں گے کہ اللہ رب ذوالجلال والإکرام ان کا فیصلہ فرما دیں۔ آپ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: [وَقَعْتُ لَهٗ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَاشَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّدَعَنِي، ثُمَّ يُقَالُ لِي: اِرْفَعْ مُحَمَّدُ! قُلْ يُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَحْمَدُ رَبِّي بِمَحَامِدَ عَلَّمَنِيهَا] ''اور میں اس (اللہ) کے لیے سجدے میں گر جاؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے چھوڑ دے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا: محمد (ﷺ!) سر اٹھائیں اور کہیں! سنا جائے گا اور مانگیں! وہ آپ کو عطا کیا جائے گا اور سفارش کریں! آپ کی سفارش قبول کی جائے گی، پھر میں اپنے پروردگار کی حمد وثنا ان کلمات کے ساتھ کروں گا جنھیں وہ مجھے سکھائے گا۔''①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ ﴾ ''یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے تو وہ (باہم) کہتے ہیں کہ تمھارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ (فرشتے) کہتے ہیں کہ حق (فرمایا ہے۔)'' یہ بھی عظمت کے اعتبار سے ایک بہت بلند مقام ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے سے جب کلام فرماتا ہے تو آسمانوں والے اس کا کلام سن لیتے ہیں اور سنتے ہوئے ہیبت کی وجہ سے اس طرح لرزنے لگتے ہیں کہ ان پر غشی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، یہ ابن مسعود ؓ، مسروق اور دیگر ائمہ نے اس کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے۔② ﴿ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ ﴾ یعنی ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے۔

ابن عباس، ابن عمر ؓ، ابوعبدالرحمٰن السُّلَمی، شعبی، ابراہیم نخعی، ضحاک، حسن اور قتادہ ؒ نے اس ارشاد باری تعالیٰ کے بارے میں فرمایا ہے کہ ﴿ فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ ﴾ کے معنی یہ ہیں: گھبراہٹ کو ان کے دلوں سے دور کر دیا جاتا ہے۔③ بعض

---

① صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللّٰه تعالٰی : ﴿ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ ﴾ (صٓ 75:38)، حدیث: 7410 و صحیح مسلم، الإیمان، باب أدنٰی أهل الجنة منزلة فیها، حدیث: 193 عن أنس ؓ. ② تفسیر الطبری: 110/22. ③ تفسیر الطبری: 113,110,109/22 و تفسیر القرطبی: 295/14.

سلف نے [فُرِّغَ] بھی پڑھا ہے۔ ① اور ایک مرفوع روایت میں بھی یہ قراءت آئی ہے۔ ② اور دونوں کے معنی ایک ہی ہیں اور جب یہ بات ہوتی ہے تو پھر وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمھارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ تو حاملین عرش فرشتے اپنے ساتھ والوں کو یہ بتاتے ہیں اور وہ اپنے سے نیچے کے فرشتوں کو بتاتے ہیں حتی کہ وہ خبر آسمان دنیا کے فرشتوں تک پہنچ جاتی ہے، اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قَالُوا الْحَقَّ ﴾ ''وہ (فرشتے) کہتے ہیں کہ حق فرمایا ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہوتا ہے وہ کسی بھی کمی بیشی کے بغیر اسے بتا دیتے ہیں، ﴿ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴾ ''اور وہ عالی مرتبہ (اور) گرامی قدر ہے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[إِذَا قَضَى اللّٰهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ، ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِّقَوْلِهِ، كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلٰى صَفْوَانٍ، فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا: مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا۔لِلَّذِي قَالَ۔: الْحَقَّ وَهُوَالْعَلِيُّ الْكَبِيرُ، فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُ السَّمْعِ، وَمُسْتَرِقُوا السَّمْعِ هٰكَذَا بَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ۔ وَصَفَهُ سُفْيَانُ بِكَفِّهٖ فَحَرَفَهَا وَ بَدَّدَ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ۔ فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيُلْقِيهَا إِلٰى مَنْ تَحْتَهٗ ثُمَّ يُلْقِيهَا الْآخَرُ إِلٰى مَنْ تَحْتَهٗ حَتّٰى يُلْقِيَهَا عَلٰى لِسَانِ السَّاحِرِ أَوِالْكَاهِنِ، فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُّلْقِيَهَا وَ رُبَّمَا أَلْقَاهَا قَبْلَ أَنْ يُّدْرِكَهٗ، فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ، فَيُقَالُ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، كَذَا وَكَذَا؟ فَيُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِي سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ]

''جب اللہ تعالیٰ آسمانوں میں کسی امر کے بارے میں فیصلہ فرماتے ہیں تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے سامنے جھکتے ہوئے اپنے پروں کو جھٹکنے لگتے ہیں اور اس طرح آواز آتی ہے جیسے پتھر پر زنجیر کو مارنے کی آواز ہو اور جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ کو دور کر دیا جاتا ہے تو وہ پوچھتے ہیں: تمھارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ اس نے حق فرمایا ہے اور وہ عالی رتبہ وگرامی قدر ہے۔ اسے بات کو چرانے والا بھی سن لیتا ہے اور بات کو چرانے والے ایک دوسرے کے اوپر اس طرح ہیں، سفیان نے اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے اپنے ہاتھ کو ٹیڑھا کر دیا، اور اپنی انگلیوں کو کھول دیا، وہ بات کو سن لیتا ہے اور اسے اپنے سے نیچے والے تک پہنچا دیتا ہے، پھر وہ اسے اپنے سے نیچے والے تک پہنچا دیتا ہے حتی کہ وہ اسے ساحر یا کاہن کی زبان پر ڈال دیتا ہے اور بسا اوقات اسے بات ڈالنے سے قبل ہی شہاب لگ جاتا ہے اور کئی دفعہ شہاب لگنے سے قبل وہ اسے آگے پہنچانے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور وہ ساحر یا کاہن اس ایک بات کے ساتھ سو جھوٹ اور بھی ملا لیتا ہے اور کہا جاتا ہے

---

① تفسير القرطبي: 298/14 وتفسير الطبري: 113/22 میں فُرِغَ ''ر'' مخفف کے ساتھ ہے۔ ② صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ ...... ﴾ ......، حديث: 7481 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ.

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ

کہہ دیجیے: تمھیں آسمانوں اور زمین سے کون رزق دیتا ہے؟ کہہ دیجیے: اللہ (ہی)، اور بلاشبہ ہم یا تم البتہ ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ㉔ کہہ دیجیے:

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ㉔ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ㉕ قُلْ يَجْمَعُ

جو ہم نے جرم کیا تم سے اس کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا اور نہ ہم سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا جو تم عمل کرتے ہو ㉕ کہہ دیجیے: ہمارا رب ہم سب

بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ㉖ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ

کو جمع کرے گا، پھر وہ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا، اور وہی بہتر فیصلہ کرنے والا، خوب جاننے والا ہے ㉖ کہہ دیجیے: تم مجھے وہ (معبود)

اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ㉗

دکھاؤ جنھیں تم نے شریک ٹھہرا کر اس (اللہ) کے ساتھ ملا دیا ہے، (ایسا) ہرگز نہیں! بلکہ وہی اللہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ㉗

کہ کیا اس نے فلاں فلاں دن ہمیں وہ بات نہیں بتائی تھی؟ پس اس ایک بات کی وجہ سے جو آسمان سے سنی گئی ہوتی ہے اسے سچا قرار دیا جاتا ہے۔ ''① اس روایت کو صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے امام مسلم نے نہیں، البتہ اسے امام ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ② وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

تفسیر آیات: 24-27

کسی بھی معاملے میں اللہ کا کوئی شریک نہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صرف اسی نے ساری کائنات کو پیدا فرمایا، صرف وہی اپنی ساری مخلوقات کو رزق عطا فرماتا ہے اور الوہیت میں بھی وہی واحد و یکتا ہے۔ مشرکین اعتراف کرتے تھے کہ آسمان و زمین سے اس کے سوا کوئی انھیں رزق نہیں دیتا، یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جو آسمان سے بارش نازل فرما کر زمین سے فصلوں کو پیدا فرماتا ہو جس طرح وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں، اسی طرح انھیں یہ حقیقت بھی معلوم ہونی چاہیے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ﴿وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ㉔﴾ ''اور بے شک ہم یا تم یا تو سیدھے رستے پر ہیں یا صریح گمراہی میں۔'' یہ لف و نشر مرتب کے باب سے ہے جس کی رو سے ہدایت کا تعلق ﴿اِنَّاۤ﴾ سے اور ضلال کا تعلق ﴿اِيَّاكُمْ﴾ سے بنتا ہے۔ یعنی دو فریقوں میں سے ایک باطل پر ہے اور دوسرا حق پر ہے، یہ نہیں ہو سکتا تم اور ہم دونوں ہدایت پر ہوں یا گمراہی پر، بلکہ ہم میں سے ایک حق کو پہنچا ہے، جبکہ ہم نے دلائل قائم کر کے اللہ کی توحید کو ثابت کیا ہے جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تم لوگ جس شرک پر ہو وہ باطل ہے۔ امام قتادہ کہتے ہیں کہ اصحاب محمد ﷺ نے یہ بات مشرکین سے کہی تھی کہ اللہ کی قسم! ہم اور تم ایک ہی بات پر نہیں ہیں بلکہ ہم دونوں میں سے ایک فریق ہی ہدایت پر ہو سکتا ہے۔ ③ عکرمہ اور زیاد بن ابو مریم نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم ہی ہدایت پر ہیں اور تم صریح گمراہی میں مبتلا ہو۔ ④

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا﴾ ...... (سبا 34 : 23)، حديث: 4800.

② سنن أبي داود، الحروف والقراءات، باب، حديث: 3989 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب و من سورة سبا، حديث: 3223، و سنن ابن ماجه، السنة، باب فيما أنكرت الجهمية، حديث: 194. ③ تفسير الطبري: 114/22.

④ تفسير الطبري: 114/22.

ہر کوئی اپنے اعمال کا جواب دے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ㉕ ﴾ ”کہہ دیجیے: جو ہم نے جرم کیا تم سے اس کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا اور نہ ہم سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا جو تم عمل کرتے ہو۔“ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان سے اظہار براءت کیا جا رہا ہے، یعنی نہ تمھارا ہم سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہمارا تم سے کوئی تعلق، ہم تو تمھیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں کہ اس کی توحید کو اختیار کرو اور صرف اور صرف اس کی عبادت کرو اگر تم ہماری اس دعوت کو قبول کر لو گے تو پھر تم ہمارے اور ہم تمھارے اور اگر تم اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کرو تو ہم تم سے بری اور تم ہم سے بیزار جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّاۤ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (یونس 10:41) ”اور اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو کہہ دیں کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمھارے لیے تمھارا عمل، تم اس سے بری ہو جو میں عمل کرتا ہوں اور میں اس سے بری ہوں جو تم عمل کرتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝ ﴾ (الکفرون 109:1-6) ”(اے پیغمبر! ان منکرانِ اسلام سے) کہہ دیجیے کہ اے کافرو! جنھیں تم پوجتے ہو انھیں میں نہیں پوجتا اور جس (اللہ) کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت کرنے والے نہیں اور (میں پھر کہتا ہوں کہ) جن کی تم پرستش کرتے ہو ان کی میں پرستش کرنے والا نہیں ہوں اور نہ تم اس کی بندگی کرنے والے ہو جس کی میں بندگی کرتا ہوں، تمھارے لیے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین۔“

ارشاد ربانی ہے: ﴿ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ﴾ ”کہہ دیں کہ ہمارا پروردگار ہم سب کو جمع کرے گا۔“ یعنی قیامت کے دن وہ تمام مخلوقات کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا، پھر وہ ہمارے مابین عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، اگر عمل اچھا ہوا تو اچھی جزا عطا فرمائے گا اور اگر عمل برا ہوا تو بری سزا دے گا اور اس دن تم جان لو گے کہ عزت، نصرت اور ابدی سعادت کن لوگوں کو حاصل ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓىِٕكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ۝ ﴾ (الروم 30:14-16) ”اور جس دن قیامت قائم ہو گی اس روز لوگ (کافر اور مومن) الگ الگ ہو جائیں گے، پھر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ (بہشت کے) باغ میں خوش حال ہوں گے اور جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا وہ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ㉖ ﴾ ”اور وہ خوب فیصلہ کرنے والا، خوب جاننے والا ہے۔“ یعنی وہ حاکم عادل اور امور کے حقائق کا علم رکھنے والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ ﴾ ”آپ کہہ دیں: مجھے وہ (معبود) تو دکھاؤ جنھیں تم نے اس (اللہ) کا شریک بنا کر اس کے ساتھ ملا دیا ہے۔“ یعنی تم مجھے وہ معبودانِ باطلہ تو دکھاؤ جنھیں تم نے اللہ کا شریک اور ہمسر بنا رکھا ہے، ﴿ كَلَّا ﴾ ”ہرگز (ایسا کوئی) نہیں۔“ یعنی کوئی اس کا

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ㉘ وَيَقُوْلُوْنَ

اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہی بنا کر بھیجا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے㉘ اور وہ کہتے ہیں:

مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ㉙ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ

اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا؟ ㉙ کہہ دیجیے: تمھارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے کہ نہ تم اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکو گے اور نہ

سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ㉚ ع ع 3 9 9

تم آگے بڑھ سکو گے ㉚

ہم مثل، ساجھی، شریک اور برابری کرنے والا نہیں ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿بَلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ ''بلکہ وہی (اکیلا) اللہ ہے۔'' جو واحد و یکتا ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں، ﴿الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ㉗﴾ ''نہایت غالب، خوب حکمت والا۔'' یعنی وہ غالب ہے جس نے ہر چیز کو مغلوب و مقہور کر رکھا ہے اور وہ اپنے افعال و اقوال اور شرع و قدر میں حکمت والا ہے اور مشرکین اس کے بارے میں جو کہتے ہیں وہ ان سے مقدس و منزہ، بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 30-28

نبی ﷺ کی عالمگیر بعثت: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ ''اور (اے محمد!) ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' یعنی تمام مکلّف مخلوقات کی طرف آپ کو مبعوث فرمایا گیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (الأعراف 158:7) ''(اے محمد!) کہہ دیجیے: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا (بھیجا ہوا اس کا) رسول ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝﴾ (الفرقان 1:25) ''وہ (اللہ عزوجل) بہت ہی بابرکت ذات ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ جہان والوں کے لیے ڈرانے والا بنے۔'' ﴿بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ یعنی جو آپ کی اطاعت کرے اس کے لیے آپ جنت کی بشارت سنانے والے ہیں اور جو آپ کی نافرمانی کرے اسے آپ آتش دوزخ سے ڈرانے والے ہیں، ﴿وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ㉘﴾ ''اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (یوسف 103:12) ''اور بہت سے آدمی گو آپ (کتنی ہی) خواہش کریں ایمان لانے والے نہیں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ﴾ (الأنعام 116:6) ''اور اگر آپ اہل زمین کی اکثریت کی بات مان لیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے۔'' محمد بن کعب قرظی نے آیت کریمہ: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ﴾ کے بارے میں فرمایا ہے کہ آپ کو تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے اور امام قتادہ نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو تمام عرب و عجم کی طرف بھیجا ہے، آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والے بھی۔ ①

---

① تفسیر الطبری: 117/22.

صحیحین میں جابر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أُعْطِيتُ خَمْسًا لَّمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ (مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ) قَبْلِي: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَّجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُورًا، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ مِّنْ قَبْلِي، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَّبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً] ''مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو بھی نہیں دی گئی تھیں: (1) میری ایک مہینے کی مسافت سے رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے (2) میرے لیے ساری زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے، میری امت سے کوئی شخص بھی جہاں نماز کو پائے وہ وہاں نماز پڑھ لے (3) میرے لیے غنیمت کو حلال قرار دے دیا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے حلال نہ تھی (4) مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے اور (5) ہر نبی کو بطور خاص ان کی قوم ہی کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔''① صحیح حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَبُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ] ''مجھے ہر سیاہ و سرخ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔'' مجاہد نے کہا ہے کہ اس سے مراد جن و انس ہیں۔② اور دیگر لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد عرب و عجم ہیں اور یہ دونوں معنی ہی صحیح ہیں۔

کفار کا قیامت کے وقت کے بارے میں سوال اور اس کا جواب: اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے وقت کو بعید سمجھتے ہیں: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝29 ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو وہ (قیامت کا) وعدہ کب (پورا) ہوگا؟'' یہ آیت اسی طرح ہے جس طرح یہ آیت ہے: ﴿ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ...... ﴾ الآية (الشورٰی 18:42) ''جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لیے جلدی کر رہے ہیں اور جو مومن ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے......۔''

اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝30 ﴾ ''کہہ دیں کہ ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے نہ تم ایک گھڑی پیچھے رہ سکو گے اور نہ تم آگے بڑھ سکو گے۔'' یعنی تمھارے لیے ایک مقررہ اور طے شدہ میعاد مقرر ہے جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی اور جب وہ گھڑی آ جائے گی تو اس میں ذرہ بھر تقدیم و تاخیر نہیں کی جائے گی جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ﴾ (نوح 4:71) ''بلاشبہ جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آتا ہے تو وہ مؤخر نہیں کیا جاتا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۝ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ۝ ﴾ (ھود 105,104:11) ''اور ہم ایک وقت معین تک اس (کے لانے) میں تاخیر کر رہے ہیں، (جب) وہ دن آ جائے گا تو کوئی متنفس اللہ کے حکم کے بغیر بول بھی نہیں سکے گا، پھر ان میں سے کچھ بدبخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت۔''

---

① صحیح البخاری، التیمم، باب:1، حدیث: 335 و صحیح مسلم، کتاب وباب المساجد ومواضع الصلاة، حدیث: 521 جبکہ قوسین والا جملہ صحیح البخاری، الصلاة، باب قول النبی ﷺ: [جعلت لی الأرض مسجدا وطهورا]، حدیث: 438 میں ہے۔ ② مسند أحمد: 145/5 عن أبی ذر ؓ.

وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ بِهٰذَا الۡقُرۡاٰنِ وَلَا بِالَّذِيۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ ؕ وَلَوۡ تَرٰۤى

اور جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے کہا: ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ان (کتابوں) پر جو اس سے پہلے آئیں،

اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ مَوۡقُوۡفُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۖۚ يَرۡجِعُ بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضِ ۣالۡقَوۡلَ ۚ

اور (اے نبی!) کاش آپ دیکھیں! جب ظالم لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے، جبکہ ان کا بعض بعض کی بات رد کر رہا

يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا لَوۡلَاۤ اَنۡتُمۡ لَكُنَّا مُؤۡمِنِيۡنَ ㉛ قَالَ

ہوگا تو جو لوگ (دنیا میں) کمزور سمجھے جاتے تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو تکبر کرتے تھے: اگر تم نہ ہوتے تو یقیناً ہم مومن ہوتے ㉛ وہ

الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡۤا اَنَحۡنُ صَدَدۡنٰكُمۡ عَنِ الۡهُدٰى بَعۡدَ

لوگ جو تکبر کرتے تھے ان لوگوں سے کہیں گے جو کمزور سمجھے جاتے تھے: کیا ہم نے تمھیں ہدایت سے روکا تھا جب وہ تمھارے پاس آگئی

اِذۡ جَآءَكُمۡ بَلۡ كُنۡتُمۡ مُّجۡرِمِيۡنَ ㉜ وَقَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا

تھی؟ بلکہ تم (خود ہی) مجرم تھے ㉜ اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے ان لوگوں سے کہیں گے جو تکبر کرتے تھے: (نہیں!) بلکہ (تمھاری) رات

بَلۡ مَكۡرُ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ اِذۡ تَاۡمُرُوۡنَنَاۤ اَنۡ نَّكۡفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجۡعَلَ لَهٗۤ اَنۡدَادًا ؕ

اور دن کی چالوں ہی نے (ہمیں روکا تھا) جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لیے شریک ٹھہرائیں، اور وہ

وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ ؕ وَجَعَلۡنَا الۡاَغۡلٰلَ فِيۡۤ اَعۡنَاقِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ؕ

(سب دل میں) ندامت چھپائیں گے جب عذاب دیکھیں گے، اور ہم ان لوگوں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے جنھوں نے کفر کیا،

هَلۡ يُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ㉝

انھیں صرف اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ عمل کرتے تھے ㉝

تفسیر آیات: 31-33

کفار کا دنیا میں انکارِ حق پر اتفاق اور روزِ قیامت آپس میں جھگڑا: اللہ تعالیٰ نے کفار کی بغاوت و سرکشی، عناد اور قرآن کریم اور قیامت کے متعلق بتائی ہوئی اس کی خبروں کے بارے میں عدم ایمان پر اصرار کی خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ بِهٰذَا الۡقُرۡاٰنِ وَلَا بِالَّذِيۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ ؕ ﴾ ”اور جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے کہا کہ ہم نہ تو اس (قرآن) پر ایمان لائیں گے اور نہ ان (کتابوں) پر جو اس سے پہلے آئیں۔“ اللہ تعالیٰ نے انھیں سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے اور ذلت و خواری کی حالت میں اس کے سامنے کھڑے ہو کر آپس میں ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ يَرۡجِعُ بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضِ ۣالۡقَوۡلَ ۚ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا ﴾ ”ان کا بعض بعض کی بات کا رد کر رہا ہوگا، جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے وہ کہیں گے۔“ یعنی پیروی کرنے والے ﴿ لِلَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا ﴾ ”ان لوگوں سے جو تکبر کرتے تھے۔“ یعنی اپنے قائدین اور سرداروں سے کہ ﴿ لَوۡلَاۤ اَنۡتُمۡ لَكُنَّا مُؤۡمِنِيۡنَ ㉛ ﴾ ”اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہوتے۔“ یعنی اگر تم ہمیں نہ روکتے تو ہم رسولوں کی اتباع کرتے اور ان کے لائے ہوئے دین و شریعت پر ایمان لے آتے تو قائدین و

سردار، یعنی بڑے لوگ ان سے کہیں گے: ﴿ اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ ﴾ ”بھلا ہم نے تمھیں ہدایت اختیار کرنے سے روک دیا تھا جب وہ تمھارے پاس آچکی تھی؟“ یعنی ہم نے اس سے زیادہ تو کچھ نہیں کیا کہ تمھیں دعوت دی اور تم نے کسی دلیل و برہان کے بغیر ہماری اتباع شروع کردی تھی اور ان دلائل و براہین کی تم نے مخالفت کی جو انبیائے کرام علیہم السلام لے کر آئے تھے اور اپنی خواہش اور اپنے اختیار سے تم نے ایسا کیا تھا، اسی لیے انھوں نے کہا: ﴿ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝۳۲ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ﴾ ”بلکہ تم ہی مجرم تھے اور کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے: (نہیں) بلکہ (تمھاری) دن رات کی چالوں نے (ہمیں روک رکھا تھا۔)“ یعنی دن رات تم ہمارے ساتھ چالیں چلتے تھے، ہمیں مبتلائے فریب کرتے، جھوٹی امیدیں دلاتے اور ہمیں یہ بتاتے تھے کہ ہم ہی ہدایت پر ہیں جبکہ تمھاری یہ ساری باتیں باطل، جھوٹ اور فریب پر مبنی تھیں۔ قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں: ﴿ بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ تم دن رات چالیں چلتے تھے۔ ① مالک نے زید بن اسلم سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

﴿ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ﴾ ”جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور اس کا شریک بنائیں۔“ یعنی اس کی نظیر اور اس کے ساتھ اوروں کو معبود بنالیں اور تم ہمیں گمراہ کرنے کے لیے طرح طرح کے شکوک و شبہات پیش کیا کرتے تھے، ﴿ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ ﴾ ”اور جب وہ عذاب دیکھیں گے تو ندامت چھپائیں گے۔“ یعنی سردار اور ان کی اتباع کرنے والے تمام لوگ اپنے اعمال پر نادم اور پشیمان ہوں گے۔

﴿ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْۤ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ ﴾ ”اور ہم ان لوگوں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے جنھوں نے کفر کیا۔“ اور زنجیروں کے ساتھ ان کے ہاتھوں کو گردنوں کے ساتھ باندھ دیں گے، ﴿ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۳۳ ﴾ ”بس جو عمل وہ کرتے تھے انھیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا۔“ یعنی ہم تم میں سے ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیں گے، بڑے لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق عذاب ہوگا اور ان کی پیروی کرنے والے لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق۔ ﴿ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ○ ﴾ (الأعراف 38:7) ”وہ (اللہ) فرمائے گا کہ (تم میں سے) ہر ایک کے لیے دگنا (عذاب) ہے مگر تم نہیں جانتے۔“

ابن ابوحاتم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ جَهَنَّمَ لَمَّا سِيقَ إِلَيهَا أَهْلُهَا، تَلَقَّتهُم، فَلَفَحَتهُم لَفحَةً لَّم تَدَع لَحمًا عَلٰى عَظمٍ إِلَّا أَلقَتهُ عَلَى العُرقُوبِ] ”بے شک جہنم کی طرف جب جہنمیوں کو لایا جائے گا تو جہنم کے شعلے ان کا استقبال کریں گے، پھر آگ کا ایک جھونکا انھیں اس طرح لپیٹ میں لے لے گا جس سے ان کے جسم کا سارا گوشت گل کر ان کی ایڑیوں پر گر جائے گا۔“②

---

① تفسیر الطبری: 119/22 و الدر المنثور: 446/5. ② المعجم الأوسط للطبرانی: 197/1، حدیث: 280 یہ حدیث ضعیف ہے۔ مزید دیکھیے الترغیب والترهیب، صفة الجنة والنار، فصل فی تفاوتهم فی العذاب وذکر أهونهم عذابا: 488/4، حدیث: 87 و مجمع الزوائد، صفة النار، باب تلقی النار أهلها: 389/10، حدیث: 18586.

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ㉞

اور ہم نے جس بستی میں بھی کوئی ڈرانے والا (رسول) بھیجا تو اس کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا: بلاشبہ جس چیز کے ساتھ تمھیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار

وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ㉟ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ

کرتے ہیں㉞ اور انھوں نے کہا: ہم (تم سے) مال اور اولاد میں زیادہ ہیں، اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا㉟ آپ کہہ دیجیے: بلاشبہ میرا رب جس کے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ㊱ ع وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ ع 4 6 10

لیے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے اور (جس کے لیے چاہے) تنگ کرتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے㊱ اور تمھارے مال اور تمھاری اولاد ایسے نہیں جو تمھیں

اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ

درجے میں ہمارے قریب کر دیں، مگر (مقرب وہ ہے) جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کے اعمال کا دگنا بدلہ ہے،

الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ㊲ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ

اور وہ بالا خانوں میں امن سے رہیں گے㊲ اور جو لوگ ہمیں عاجز کرنے کے لیے ہماری آیتوں (کو جھٹلانے) میں کوشش کرتے ہیں وہی لوگ عذاب

اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ㊳ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

میں حاضر کیے جائیں گے㊳ کہہ دیجیے: بے شک میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے جس کے

وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ㊴

لیے (چاہے)، اور تم کوئی چیز بھی خرچ کرتے ہو تو وہ اس کا عوض دیتا ہے، اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے㊴

تفسیر آیات: 34-39

امرائے وقت کی انبیائے کرام علیہم السلام سے محاذ آرائی: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اسوۂ حسنہ کو پیشِ نظر رکھیں کہ اس نے جس نبی کو بھی کسی بستی میں بھیجا تو بستی کے خوش حال لوگوں نے تو اس نبی کی تکذیب کی مگر کمزور لوگوں نے اتباع کی جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا: ﴿ اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۭ﴾ (الشعرآء 26:111) ”کیا ہم تجھ پر ایمان لے آئیں، حالانکہ تیرے پیروکار تو کمی کمین لوگ ہیں۔“ اور کہا: ﴿ وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ﴾ (ھود 11:27) ”اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ہمارے کمی کمین لوگوں نے بے سوچے سمجھے تیری پیروی کی۔“ اور قوم صالح کے متکبر امراء نے کہا: ﴿ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ○ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ○﴾ (الأعراف 7:75,76) ”ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے، ان میں سے جو ایمان لے آئے تھے۔ کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ کیا واقعی صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ انھوں نے کہا: (ہاں) بلاشبہ ہم اس چیز پر ایمان لانے والے ہیں جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے۔ جن لوگوں نے تکبر کیا، کہنے لگے: بے شک ہم اس چیز کا انکار کرنے والے ہیں جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے۔“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ۭ

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰکِرِیْنَ○﴾ (الأنعام 53:6) ’’اور اسی طرح ہم نے بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے سے آزمائش میں ڈالا ہے کہ وہ (انھیں دیکھ کر) کہیں: کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم میں سے احسان کیا ہے؟ (اللہ نے فرمایا:) بھلا اللہ شکر کرنے والوں سے خوب واقف نہیں؟‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا فِیْ کُلِّ قَرْیَۃٍ اَکٰبِرَ مُجْرِمِیْھَا لِیَمْکُرُوْا فِیْھَا ط ﴾ (الأنعام 123:6) ’’اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں بڑے لوگوں کو مجرم بنا دیا کہ وہ اس میں مکاریاں کرتے رہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّھْلِکَ قَرْیَۃً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْھَا فَفَسَقُوْا فِیْھَا فَحَقَّ عَلَیْھَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰھَا تَدْمِیْرًا○﴾ (بنیٓ إسرآ ء یل 16:17) ’’اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے متکبر امراء کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ اس میں نافرمانی کرنے لگتے ہیں، چنانچہ اس بستی پر (عذاب کی) بات ثابت ہو جاتی ہے، تب ہم اسے مکمل طور پر تباہ کر ڈالتے ہیں۔‘‘ اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ ﴾ ’’اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا۔‘‘ یعنی کوئی نبی یا رسول ﴿ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْھَآ ﴾ ’’مگر اس کے خوش حال لوگوں نے کہا۔‘‘ یعنی ان لوگوں نے جنھیں ہم نے نعمت، حشمت، ثروت اور ریاست عطا کی تھی۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے ان کے جابر لوگ اور قائدین شر مراد ہیں۔① ﴿ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِہٖ کٰفِرُوْنَ ﴿٣٤﴾ ﴾ ’’جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو، بلاشبہ ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔‘‘ ہم اس پر ایمان نہیں لائیں گے اور نہ اس کی اتباع کریں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان خوش حال اور تکذیب کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَقَالُوْا نَحْنُ اَکْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا لا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿٣٥﴾ ﴾ ’’اور (یہ بھی) کہنے لگے کہ ہم (تم سے) مال واولاد میں زیادہ ہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔‘‘ انھوں نے اموال واولاد کی کثرت پر فخر کیا اور یہ عقیدہ رکھا کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے محبت اور ان کے ساتھ خصوصی تعلق ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ دنیا میں تو انھیں مال واولاد کثرت سے نوازے، پھر آخرت میں انھیں عذاب دے، حالانکہ ان کا یہ خام خیال ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّھُمْ بِہٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ ○لا نُسَارِعُ لَھُمْ فِی الْخَیْرٰتِ ط بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ○﴾ (المؤمنون 56,55:23) ’’کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بے شک ہم جو بھی ان کے مال واولاد میں اضافہ کیے جا رہے ہیں (تو) کیا ہم ان کے لیے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں، (نہیں نہیں) بلکہ وہ (اصل حقیقت کا) شعور نہیں رکھتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ ط اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ بِھَا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَتَزْھَقَ اَنْفُسُھُمْ وَھُمْ کٰفِرُوْنَ○﴾ (التوبۃ 55:9) ’’چنانچہ ان کے مال اور ان کی اولاد آپ کو حیرت میں نہ ڈالیں، اللہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں سے دنیا کی زندگی میں ان کو عذاب دے اور (جب) ان کی جان نکلے تو (اس وقت بھی) وہ کافر ہی ہوں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ○لا وَّجَعَلْتُ لَہٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ○لا وَّبَنِیْنَ شُھُوْدًا ○لا وَّمَھَّدْتُّ لَہٗ تَمْھِیْدًا ○لا ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ○لا کَلَّا ط اِنَّہٗ کَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ○ط سَاُرْھِقُہٗ صَعُوْدًا ○ط﴾ (المدثر 17-11:74) ’’مجھے اور اس شخص کو چھوڑ دیجیے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا اور میں نے اس کے لیے مال پھیلا دیا اور (ہر وقت اس کے پاس) حاضر رہنے والے بیٹے (دیے) اور میں نے اسے ہر طرح کی وسعت دی، ابھی خواہش رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں، ہرگز نہیں! بلاشبہ یہ ہماری آیتوں کا

---

① تفسیر الطبري : 120/22 و 79/25 والدر المنثور : 447/5.

دشمن ہے، میں اسے عنقریب ایک دشوار گزار گھاٹی پر چڑھاؤں گا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ان دو باغوں والے کا واقعہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اس کے پاس مال، پھل اور اولاد تھی مگر ان میں سے کوئی چیز بھی اس کے کام نہ آئی بلکہ آخرت سے پہلے دنیا ہی میں اسے ان تمام چیزوں سے محروم کر دیا گیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں بیان فرمایا ہے: ﴿قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ﴾ ’’کہہ دیں کہ میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔‘‘ یعنی مال تو وہ اسے بھی دیتا ہے جسے پسند کرتا ہے یا جسے وہ پسند نہیں کرتا، جسے چاہتا ہے وہ فقیر بنا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے غنی کر دیتا ہے اور یہ سب کچھ اس کی حکمت کاملہ اور حجت بالغہ کے تحت ہوتا ہے۔ ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۶﴾ ’’لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘

پھر فرمایا: ﴿وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓي﴾ ’’اور تمھارا مال اور اولاد ایسی چیزیں نہیں کہ تمھیں ہمارا مقرب بنا دیں۔‘‘ یعنی اگر ہم نے تمھیں اولاد اور مال دیا ہے تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ ہمیں تم سے محبت اور خصوصی تعلق ہے۔ امام احمد ؒ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ إِنَّمَا يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ] ’’بے شک اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور تمھارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمھارے دلوں اور عملوں کی طرف دیکھتا ہے۔‘‘① اسے امام مسلم اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔②

اسی لیے فرمایا: ﴿اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ’’ہاں! (ہمارا مقرب وہ ہے) جو ایمان لایا اور نیک عمل کرتا رہا۔‘‘ یعنی ایمان اور عمل صالح ہی ایسی چیزیں ہیں جو تمھیں ہمارا مقرب بنا سکتی ہیں، ﴿فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا﴾ ’’چنانچہ ایسے ہی لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب دگنا بدلہ ملے گا۔‘‘ یعنی نیکی کا بدلہ دس سے لے کر سات سو گنا تک دیا جائے گا۔ ﴿وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ۝۳۷﴾ ’’اور وہ بالا خانوں میں امن و سکون سے رہیں گے۔‘‘ یعنی وہ جنت کے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ مکانات میں ہر ڈر، خوف، ایذا اور شر سے محفوظ ہو کر سکونت پذیر ہوں گے۔

امام ابن ابو حاتم نے حضرت علی ؓ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَغُرَفًا يُّرٰى ظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا وَبُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا فَقَامَ إِلَيْهِ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: لِمَنْ هِيَ يَانَبِيَّ اللّٰهِ؟ قَالَ: هِيَ لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ وَأَدَامَ الصِّيَامَ وَصَلّٰى لِلّٰهِ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ] ’’بلاشبہ جنت میں ایسے بالا خانے ہوں گے جن کا بیرونی منظر اندر کی جانب سے اور اندرونی منظر باہر کی جانب سے نظر آتا ہوگا، ایک اعرابی کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ کس کے لیے ہوں گے؟ فرمایا: اس کے لیے جو پاکیزہ گفتگو کرے، کھانا کھلائے، روزہ رکھنے کو معمول بنا لے اور رات کو اس وقت نماز پڑھے جب لوگ سو رہے ہوں۔‘‘③ ﴿وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ﴾ ’’اور جو

---

① مسند أحمد : 539/2 . ② صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم ظلم المسلم......، حديث : (33)-2564 و سنن ابن ماجه، الزهد، باب القناعة، حديث:4143 . ③ تفسير ابن أبي حاتم:3077/9 عن أبي مالك الأشعري ؓ و جامع الترمذي، صفة الجنة، باب ماجاء في صفة غرف الجنة، حديث : 2527 و اللفظ له عن علي ؓ، مزید دیکھیے مسند أحمد : 156,155/1.

لوگ (ہمیں) عاجز کرنے کے لیے ہماری آیتوں (کی مخالفت) میں کوشش کرتے ہیں۔'' یعنی جو اللہ کے رستے سے، اس کے رسولوں کی اتباع سے اور اس کی آیات کی تصدیق سے روکتے ہیں، ﴿ أُولَٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴾ ''وہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔'' یعنی ایسے سب لوگوں کو ان کے برے اعمال کے مطابق سزا دی جائے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ﴾ ''کہہ دیں کہ میرا پروردگار (اپنے بندوں میں سے) جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔'' یعنی اپنی حکمت و مصلحت سے جسے چاہتا ہے مال کثیر عطا فرما دیتا ہے اور جس کے رزق کو چاہتا ہے بے حد تنگ کر دیتا ہے اور اس سلسلے میں اس کی حکمت و مصلحت کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 21:17) ''دیکھیں ہم نے کس طرح ان کے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے اور آخرت درجوں میں (دنیا سے) بہت برتر اور برتری میں کہیں بڑھ کر ہے۔'' یعنی جس طرح دنیا میں ان میں فرق ہے کہ ان میں سے کوئی نان جویں تک کو ترسنے والا فقیر ہے اور کوئی بے شمار مال و دولت والا امیر، اسی طرح آخرت میں بھی ان میں سے کچھ لوگ جنت کے ارفع و اعلیٰ درجات میں بلند پایہ بالا خانوں میں سکونت پذیر ہوں گے اور کچھ جہنم کے سب سے نچلے طبقوں میں غوطے کھا رہے ہوں گے اور دنیا میں سب سے زیادہ پاکیزہ تو وہ شخص ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَّقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا آتَاهُ] ''بے شک کامیاب ہے وہ شخص جو مسلمان ہو اور اُسے بقدرِ کفایت رزق مل جائے، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے جو کچھ دیا ہو، اس پر قناعت بھی عطا فرما دے۔'' اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔①

﴿ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ﴾ ''اور تم جو چیز خرچ کرتے ہو تو وہ اس کا (تمھیں) عوض دیتا ہے۔'' یعنی جو چیز بھی تم خرچ کرو گے، جہاں اس نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور اسے تمھارے لیے مباح قرار دیا ہے تو وہ تمھیں دنیا ہی میں اس کا بدل عطا فرمائے گا اور آخرت میں اس کی بہترین جزا اور بے پایاں اجر و ثواب سے نوازے گا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: [أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ] ''(اے ابن آدم!) تو خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔''② ایک اور حدیث میں ہے کہ ہر روز دو فرشتے صبح کرتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے: [اَللّٰهُمَّ! أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَّيَقُولُ الْآخَرُ: اَللّٰهُمَّ! أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا] ''اے اللہ! جو مال کو خرچ کرنے والا ہے اسے اس کا بدل عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! جو مال کو روک کر رکھتا ہے اس کے مال کو تباہ و برباد کر دے۔''③ اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال ؓ سے فرمایا تھا: [أَنْفِقْ بِلَالُ! وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِقْلَالًا] ''بلال! خرچ کرو اور صاحب عرش سے فقر کا خوف نہ کرو۔''④

---

① صحیح مسلم، الزکاۃ، باب فی الکفاف والقناعۃ، حدیث: 1054 عن عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب قولہ: ﴿ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ ﴾ (ھود 7:11)، حدیث: 4684 و صحیح مسلم، الزکاۃ، باب الحث علی النفقۃ......، حدیث: 993 عن أبی ہریرۃ ؓ. ③ صحیح البخاری، الزکاۃ، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ...... ﴾ (اللیل 92: 5-10)، حدیث: 1442 و صحیح مسلم، الزکاۃ، باب فی المنفق والممسک، حدیث: 1010 عن أبی ہریرۃ ؓ. ④ المعجم الکبیر للطبرانی: 192,191/10، حدیث: 10300.

وَيَوۡمَ يَحۡشُرُهُمۡ جَمِيۡعًا ثُمَّ يَقُوۡلُ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمۡ كَانُوۡا يَعۡبُدُوۡنَ ㊵ قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ

اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا، پھر وہ فرشتوں سے کہے گا: کیا یہی لوگ تمھاری عبادت کیا کرتے تھے؟ ㊵ وہ کہیں گے:

اَنۡتَ وَلِيُّنَا مِنۡ دُوۡنِهِمۡ ۚ بَلۡ كَانُوۡا يَعۡبُدُوۡنَ الۡجِنَّ ۚ اَكۡثَرُهُمۡ بِهِمۡ مُّؤۡمِنُوۡنَ ㊶ فَالۡيَوۡمَ

تو پاک ہے، تو ہی ان کے ماسوا ہمارا کارساز ہے، بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے، ان کے اکثر انھی پر ایمان رکھتے تھے ㊶ چنانچہ

لَا يَمۡلِكُ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ نَّفۡعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَنَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيۡ

(کہا جائے گا:) آج تمھارا کوئی بھی کسی کے لیے کسی نفع و نقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتا، اور ہم ان ظالموں (مشرکوں) سے کہیں گے: اس

كُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ ㊷

آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے ㊷

تفسیر آیات: 40-42

قیامت کے دن فرشتوں کا اپنی پوجا کرنے والوں سے اعلان براءت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے دن ساری مخلوقات کے سامنے مشرکین کو ڈانٹ پلائے گا، پھر ان کے سامنے ان فرشتوں سے بھی پوچھے گا جن کے بارے میں مشرکین یہ گمان رکھتے تھے کہ وہ ان معبودوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کی صورتوں میں ہیں اور وہ ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں تاکہ وہ انھیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے: ﴿ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمۡ كَانُوۡا يَعۡبُدُوۡنَ ㊵ ﴾ ”کیا یہی لوگ ہیں جو صرف تمھاری پوجا کرتے تھے۔“ یعنی کیا تم نے انھیں حکم دیا تھا کہ وہ تمھاری عبادت کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فرقان میں فرمایا ہے: ﴿ ءَاَنۡتُمۡ اَضۡلَلۡتُمۡ عِبَادِيۡ هٰٓؤُلَآءِ اَمۡ هُمۡ ضَلُّوا السَّبِيۡلَ ؕ ﴾ (الفرقان 17:25) ”کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود راستے سے بھٹک گئے تھے۔“ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے بھی فرمائیں گے: ﴿ ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِيۡ وَاُمِّيَ اِلٰهَيۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبۡحٰنَكَ مَا يَكُوۡنُ لِيۡۤ اَنۡ اَقُوۡلَ مَا لَيۡسَ لِيۡ ۗ بِحَقٍّ ؕ ﴾ (المآئدة 116:5) ”کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو دو معبود مقرر کر لو؟ وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے میرے لیے (جائز) نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں۔“ اسی طرح فرشتے بھی کہیں گے: ﴿ سُبۡحٰنَكَ ﴾ ”پاک ہے تو۔“ تو اس بات سے بہت بلند اور پاک ہے کہ تیرے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہو۔ ﴿ اَنۡتَ وَلِيُّنَا مِنۡ دُوۡنِهِمۡ ۚ ﴾ ”تو ہی ہمارا کارساز ہے ان کے ماسوا۔“ یعنی ہم تو تیرے بندے ہیں اور تیرے سامنے ان لوگوں سے براءت کا اظہار کرتے ہیں، ﴿ بَلۡ كَانُوۡا يَعۡبُدُوۡنَ الۡجِنَّ ۚ ﴾ ”بلکہ یہ جنات کی پوجا کرتے تھے۔“ یعنی شیطانوں کی کیونکہ انھوں نے ان کے لیے بتوں کی عبادت کو مزین کر کے انھیں گمراہ کر دیا تھا، ﴿ اَكۡثَرُهُمۡ بِهِمۡ مُّؤۡمِنُوۡنَ ㊶ ﴾ ”ان میں سے اکثر انھی پر ایمان رکھتے تھے۔“ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنۡ يَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَاِنۡ يَّدۡعُوۡنَ اِلَّا شَيۡطٰنًا مَّرِيۡدًا ۙ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ ﴾ (النسآء 118,117:4) ”وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو پکارتے ہیں، اور دراصل وہ سرکش شیطان ہی کو پکارتے ہیں۔ اللہ نے اس پر لعنت کی ہے۔“

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا

اور جب ان پر ہماری واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں (تو) وہ کہتے ہیں: یہ ایک ایسا آدمی ہی تو ہے جو چاہتا ہے کہ تمھیں ان (معبودوں) سے روک دے

كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ

جن کی تمھارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے، اور وہ کہتے ہیں: یہ (قرآن) ایک گھڑا ہوا جھوٹ ہی تو ہے، اور جب ان کافر لوگوں کے پاس حق آیا تو

لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ㊸ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ

انھوں نے اس کے بارے میں کہا: یہ تو کھلا جادو ہی ہے ㊸ اور ہم نے ان (مشرکین عرب) کو کوئی کتابیں نہیں دی تھیں کہ وہ انھیں پڑھتے ہوں، اور ہم نے

اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ۭ ㊹ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ

آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈرانے والا (بھی) نہیں بھیجا ㊹ اور ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی (حق کو) جھٹلایا تھا جبکہ یہ تو اس کے دسویں حصے کو بھی

5 ع 9 11 مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ㊺ ع

نہیں پہنچتے جو ہم نے ان کو دیا تھا، پس انھوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو کیسا ہوا (ان پر) میرا (عبرتناک) عذاب؟ ㊺

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ﴾ ''چنانچہ آج تمھارا کوئی بھی کسی کے لیے کسی نفع ونقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔'' یعنی آج تمھیں ان مشرکوں اور بتوں کی عبادت سے، جسے تم نے آج کے دن کی مشکلات سے بچنے کے لیے انجام دیا تھا، کوئی نفع حاصل نہ ہوگا اور یہ جن سے تم نفع کی امید رکھتے تھے آج تمھارے کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں۔ ﴿وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''اور ہم ان ظالموں سے کہیں گے۔'' یعنی مشرکوں سے: ﴿ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ㊷﴾ ''اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے۔'' یعنی یہ ہم ان سے سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر کہیں گے۔

تفسیر آیات: 43-45

انبیاء کے بارے میں کافروں کی باتیں اور ان کی تردید: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ سنگین سزا اور دردناک عذاب کے مستحق ہوں گے کیونکہ انھیں جب اس کی واضح اور روشن آیات، رسول اللہ ﷺ کی زبانی تازہ تازہ سنائی جاتی ہیں تو ﴿قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ﴾ ''وہ کہتے ہیں: یہ ایک ایسا شخص ہی تو ہے جو چاہتا ہے کہ جن چیزوں کی تمھارے باپ دادا پرستش کیا کرتے تھے ان سے تمھیں روک دے۔'' اس سے ان کا مقصود یہ تھا کہ ان کے آباء واجداد کا دین ہی حق ہے اور رسول اللہ ﷺ ان کے پاس جو دین لے کر آئے ہیں وہ باطل ہے، ان پر اور ان کے آباء واجداد پر اللہ کی لعنت ہو۔ ﴿وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ﴾ ''اور (یہ بھی) کہتے ہیں کہ یہ ایک گھڑا گھڑایا جھوٹ ہی تو ہے۔'' یعنی قرآن مجید، ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ㊸﴾ ''اور کافروں کے پاس جب حق آیا تو اس کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہی تو ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ㊹﴾ ''اور ہم نے نہ تو ان (مشرکوں) کو کتابیں دیں کہ جنھیں وہ پڑھتے ہوں اور نہ ہم نے

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۣ

کہہ دیجیے: بس میں تو تمھیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے دو دو اور ایک ایک (ہو کر) کھڑے ہو جاؤ، پھر تم غور و فکر کرو، تمھارے

مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿46﴾

ساتھی (نبی) میں کوئی دیوانگی (کی بات) نہیں، وہ تو صرف تمھیں ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والا ہے ﴿46﴾

آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈرانے والا بھیجا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے عربوں پر قرآن مجید کے علاوہ کوئی اور کتاب نازل نہیں فرمائی اور نہ محمد ﷺ سے پہلے ان کی طرف کسی نبی ہی کو مبعوث فرمایا ہے گویا وہ اس کی خواہش ضرور رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آجائے یا ہم پر کوئی کتاب نازل کر دی جائے تو ہم دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ ہدایت یافتہ ثابت ہوں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان فرما کر اپنے نبی کو ان کی طرف مبعوث فرما دیا تو انھوں نے اس کی تکذیب کی، اس کا انکار کیا اور اس سے معاندانہ سلوک کیا۔

پھر فرمایا: ﴿ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ ﴾ ''اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انھوں نے بھی تکذیب کی تھی۔'' یعنی سابقہ امتوں نے، ﴿ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ ﴾ ''اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا تھا یہ اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ قوت ہے جو انھیں دنیا میں دی گئی تھی۔ ① قتادہ، سُدّی اور ابن زید رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ ② جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۟ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ﴾ (الأحقاف 46:26) ''اور یقیناً ہم نے انھیں اس چیز کی قدرت دی تھی جس کی تمھیں قدرت نہیں دی اور ہم نے انھیں کان اور آنکھیں اور دل دیے تھے، تو ان کے کانوں اور ان کی آنکھوں اور ان کے دلوں نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا، جبکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہے اور انھیں اس (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً ﴾ (المؤمن 40:82) ''کیا پس وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا ہوا؟ وہ ان سے کہیں زیادہ اور زور و قوت میں کہیں بڑھ کر تھے۔'' یہ سب چیزیں ان سے اللہ کے عذاب کو نہ ٹال سکیں بلکہ انبیائے کرام کی تکذیب کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں تباہ و برباد کر دیا، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿45﴾ ﴾ ''تو انھوں نے میرے پیغمبروں کو جھٹلایا، سو میرا عذاب کیسا ہوا؟'' یعنی دیکھو کہ میرا عذاب اور میری طرف سے آنے والی سزا کتنی شدید تھی اور میں نے کس طرح سے اپنے رسولوں کی مدد کی۔

تفسیر آیت: 46

نبی اکرم ﷺ پر جنون کے الزام کا فیصلہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد (ﷺ!) ان کافروں سے کہہ دیں جو آپ کو

---

① تفسیر الطبری : 125/22. ② تفسیر الطبری : 125/22.

مجنون کہتے ہیں: ﴿ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمۡ بِوَاحِدَةٍ ۚ ﴾ ’’سوائے اس کے نہیں میں تمھیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں۔‘‘ یعنی ایک ہی بات کا حکم دیتا ہوں ﴿ اَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلّٰهِ مَثۡنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوۡا ۗ مَا بِصَاحِبِكُمۡ مِّنۡ جِنَّةٍ ؕ ﴾ ’’کہ تم اللہ کے لیے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ، پھر غور کرو کہ تمھارے ساتھی کو کوئی جنون ہے۔‘‘ یعنی کسی ہوس و حرص اور عصبیت کے بغیر خالص اللہ عزوجل کے لیے کھڑے ہو جاؤ، پھر ایک دوسرے سے پوچھو: کیا محمد ﷺ کو جنون ہے؟ نہیں! انھیں کوئی جنون نہیں، لہٰذا تمھیں چاہیے کہ آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کرو ﴿ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوۡا ۗ ﴾ ’’پھر غور کرو۔‘‘ تم میں سے ہر شخص کو محمد ﷺ کے بارے میں غور کرنا چاہیے اور اگر اسے کوئی دشواری پیش آئے تو دوسروں سے پوچھ لے اور خود بھی خوب غور و فکر کر لے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ اَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلّٰهِ مَثۡنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوۡا ۗ مَا بِصَاحِبِكُمۡ مِّنۡ جِنَّةٍ ؕ ﴾ ’’کہ تم اللہ کے لیے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ، پھر غور کرو کہ تمھارے ساتھی کو کوئی جنون ہے۔‘‘ مجاہد، محمد بن کعب، سدی، قتادہ اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ نے یہی مفہوم بیان کیا ہے اور اس آیت سے واقعی یہ مفہوم مراد ہے۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِيۡرٌ لَّكُمۡ بَيۡنَ يَدَىۡ عَذَابٍ شَدِيۡدٍ ﴿46﴾ ﴾ ’’وہ تو تمھیں سخت عذاب (کے آنے) سے پہلے صرف ڈرانے والے ہیں۔‘‘ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک دن کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور آپ نے قریش کو طلب کرتے ہوئے فرمایا: [يَاصَبَاحَاهُ!] ② جب قریش جمع ہو گئے تو انھوں نے پوچھا: کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: [أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ الْعَدُوَّ يُصَبِّحُكُمْ أَوْيُمَسِّيكُمْ أَمَا كُنْتُمْ تُصَدِّقُونِي؟] ’’اگر میں تم سے یہ کہوں کہ ایک دشمن صبح یا شام کے وقت تم پر حملہ آور ہو رہا ہے تو کیا تم کو یقین آ جائے گا؟‘‘ سب نے کہا: کیوں نہیں! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَإِنِّي نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ] ’’میں تمھیں عذاب شدید سے پہلے ڈرانے والا ہوں۔‘‘ ابولہب نے کہا: تم پر افسوس کیا تم نے ہمیں اس لیے جمع کیا تھا، اسی کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿ تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ ﴾ (اللھب 1:111) ’’ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں۔‘‘ ③ اس سارے واقعے کی تفصیل آیت کریمہ: ﴿ وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ ۙ ﴾ (الشعرآء 214:26) کی تفسیر میں قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔ ④

---

① تفسیر الطبری : 126/22 و تفسیر القرطبی : 311/14. ② یاصباحاہ کے ساتھ اہل عرب اس وقت فریاد کرتے تھے جب انھیں کسی حملہ آور ہونے والے کے مقابلے یا لوٹ مار کرنے والے سے دفاع کے لیے مدد کی ضرورت ہوتی تھی، چونکہ زیادہ تر وہ صبح کے وقت حملہ کرتے تھے اور انھوں نے حملے والے دن کو یوم الصباح کا نام دے رکھا تھا، گویا یاصباحاہ پکارنے والا یہ دہائی دے رہا ہوتا ہے: ہمیں دشمن نے آلیا (ہماری مدد کو پہنچو۔) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب رات ہو جاتی تو جنگجو لڑائی بند کر دیتے اور اپنے پڑاؤ کی جگہ لوٹ جاتے، پھر جب دن ہوتا تو اپنے محاذ کی طرف واپس آتے اور یاصباحاہ کا نعرہ بلند کرتے، گویا کہہ رہے ہوتے: صبح ہو گئی لڑائی کے لیے پھر تیار ہو جاؤ۔ دیکھیے النہایۃ لابن الأثیر :7,6/3 ، مادۃ: ”صبح“ ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِيۡرٌ لَّكُمۡ بَيۡنَ يَدَىۡ عَذَابٍ شَدِيۡدٍ ۝ ﴾ (سبا 46:34)، حدیث: 4801. ④ دیکھیے الشعرآء، آیت: 214 کے ذیل میں عنوان: ”قریبی رشتہ داروں کو ڈرانے کا حکم“

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ

آپ کہہ دیجیے: میں نے تم سے جو کوئی صلہ مانگا ہو تو وہ تمھارے ہی لیے ہے، میرا صلہ تو اللہ کے ذمے ہے، اور وہ ہر شے پر شاہد ہے ㊼ کہہ دیجیے: بلاشبہ

شَهِیْدٌ ㊼ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ㊽ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ

میرا رب ہی (پیغمبر پر) حق بات ڈالتا ہے، (وہ) چھپی باتیں خوب جانتا ہے ㊽ آپ کہہ دیجیے: حق آ گیا اور باطل نہ پہلی بار ابھرا نہ دوبارہ ابھرے

الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ ㊾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِیْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَیْتُ فَبِمَا

گا ㊾ کہہ دیجیے: اگر میں بہکا ہوا ہوں تو بلاشبہ میرے بہکنے کا وبال مجھی پر ہوگا اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو یہ اس وحی کی وجہ سے ہے جو میرا رب میری

یُوْحِیْٓ اِلَیَّ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ ㊿

طرف کرتا ہے، بے شک وہ خوب سننے والا، نہایت قریب ہے ㊿

تفسیر آیات: 47-50

میں تم سے تبلیغ دین کا کوئی صلہ نہیں مانگتا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ مشرکین سے یہ کہہ دیں: ﴿مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ﴾ ''میں نے تم سے جو بھی صلہ مانگا ہو تو وہ تمھارے لیے ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے پیغام کو تم تک پہنچا دینے، تمھاری ہمدردی و خیر خواہی کرنے اور تمھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دینے کا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا ﴿اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ﴾ ''میرا صلہ تو اللہ کے ذمے ہے۔'' یعنی میں اللہ تعالیٰ ہی سے اس کے اجر و ثواب کا طالب ہوں ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ㊼﴾ ''اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے۔'' یعنی وہ ان تمام امور کو جانتا ہے جو میں اس کے بارے میں تمھیں بتا رہا ہوں اور یہ کہہ رہا ہوں کہ اس نے مجھے تمھاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور جو تمھارے حالات ہیں وہ ان سب سے باخبر ہے۔ ﴿قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ㊽﴾ ''کہہ دیں کہ میرا پروردگار حق بات ڈالتا ہے (اور وہ) غیب کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ (المؤمن 15:40) ''اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے روح (وحی) ڈالتا ہے۔'' یعنی زمین میں رہنے والے اپنے بندوں میں سے وہ جس کی طرف چاہتا ہے فرشتے کو بھیج دیتا ہے اور وہ تمام مخفی باتوں کو جاننے والا ہے اس سے آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔ ﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ ㊾﴾ ''کہہ دیں کہ حق آ چکا اور باطل نہ پہلی بار ابھرا اور نہ دوبارہ ابھرے گا۔'' یعنی اللہ کی طرف سے حق اور عظیم شریعت آ چکی ہے اور باطل چلا گیا اور نیست و نابود ہو گیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَیَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ﴾ (الأنبیاء 18:21) ''نہیں بلکہ ہم حق کو باطل پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا سر پھوڑ دیتا ہے، پھر باطل اسی وقت نابود ہو جاتا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن جب مسجد حرام میں تشریف لائے اور آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کعبہ کے ارد گرد بت رکھے ہوئے ہیں تو آپ دست مبارک میں پکڑی ہوئی کمان کے ساتھ بتوں کو گرا رہے تھے اور ساتھ ہی ان آیات کی تلاوت بھی فرما رہے تھے: ﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۝﴾ (بنی إسرآءیل 81:17) ''اور کہہ دیں کہ حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا، بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔'' اور ﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ

وَلَوۡ تَرٰۤى اِذۡ فَزِعُوۡا فَلَا فَوۡتَ وَاُخِذُوۡا مِنۡ مَّكَانٍ قَرِيۡبٍ ۙ‏ (51) وَّقَالُوۡۤا اٰمَنَّا

اور کاش! آپ دیکھیں جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے، تو وہ (بھاگ کر) بچ نہ سکیں گے اور وہ قریب ہی کی جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے (51) اور وہ کہیں

بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنۡ مَّكَانٍۢ بَعِيۡدٍ ۖ ۚ (52) وَّقَدۡ كَفَرُوۡا بِهٖ مِنۡ قَبۡلُ ۚ

گے: ہم (اب) اس پر ایمان لائے ہیں، اور ان کے لیے (اتنی) دور کی جگہ سے (ایمان کا) حصول کہاں (ممکن) ہوگا! (52) حالانکہ یقیناً انھوں نے اس سے پہلے

وَيَقۡذِفُوۡنَ بِالۡغَيۡبِ مِنۡ مَّكَانٍۢ بَعِيۡدٍ (53) وَحِيۡلَ بَيۡنَهُمۡ وَبَيۡنَ مَا يَشۡتَهُوۡنَ كَمَا

(دنیا میں) اس کا انکار کیا تھا، اور وہ دور کی جگہ سے بن دیکھے ہی (اٹکل کے تیر) پھینکتے رہے (53) اور ان کے اور ان چیزوں کے درمیان جنھیں وہ چاہتے ہیں، آڑ

فُعِلَ بِاَشۡيَاعِهِمۡ مِّنۡ قَبۡلُ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا فِىۡ شَكٍّ مُّرِيۡبٍ (54) ع 6 9 12

حائل کردی جائے گی، جیسے اس سے پہلے ان جیسوں کے ساتھ کیا گیا تھا، بلاشبہ وہ ایسے شک میں مبتلا تھے جو تردد میں ڈالنے والا ہے (54)

﴿وَمَا يُعِيۡدُ (49)﴾ ”کہہ دیں کہ حق آچکا اور باطل نہ پہلی بار ابھرا اور نہ دوبارہ ابھرے گا۔“ امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے۔ ①

اور فرمایا: ﴿قُلۡ اِنۡ ضَلَلۡتُ فَاِنَّمَاۤ اَضِلُّ عَلٰى نَفۡسِىۡ ۚ وَاِنِ اهۡتَدَيۡتُ فَبِمَا يُوۡحِىۡۤ اِلَىَّ رَبِّىۡ ؕ﴾ ”کہہ دیں کہ اگر میں گمراہ ہوں تو میری گمراہی کا ضرر مجھی پر ہے اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو یہ اس کی وجہ سے ہے جو میرا پروردگار میری طرف وحی بھیجتا ہے۔“ یعنی ساری کی ساری خیر اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس وحی اور واضح حق کو نازل فرمایا ہے اس میں ہدایت بھی ہے، واضح بیان بھی اور رشد و بھلائی بھی تو اس کے باوجود جو گمراہ ہوتا ہے وہ از خود گمراہی کو اختیار کرتا ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب اس عورت کی بابت مسئلہ پوچھا گیا جس نے حق مہر مقرر کرنے کا اختیار اپنے خاوند کو دے دیا تھا (اور خاوند فوت ہوگیا تھا) تو انھوں نے فرمایا کہ میں اپنی رائے سے جواب دیتا ہوں، اگر درست ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہو تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے، اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔ ② ﴿اِنَّهٗ سَمِيۡعٌ قَرِيۡبٌ (50)﴾ ”بے شک وہ خوب سننے والا، نہایت نزدیک ہے۔“ یعنی وہ اپنے بندوں کے اقوال کو سننے والا اور دعا کرنے والے کی دعا کو قبول فرمانے والا ہے۔ امام نسائی نے یہاں ابو موسیٰ کی اس روایت کو بھی بیان کیا ہے جو صحیحین میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [فَإِنَّكُمۡ لَا تَدۡعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، إِنَّمَا تَدۡعُونَ سَمِيعًا (قَرِيبًا) (مُّجِيبًا)] ”تم کسی بہرے اور غائب کو تو نہیں پکارتے بلکہ اس ذات پاک سے دعا کرتے ہو جو سمیع، قریب اور مجیب ہے۔“ ③

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ ......﴾ (بنیٓ إسرآء يل 81:17)، حديث: 4720 و صحيح مسلم، الجهاد ......، باب إزالة الأصنام من حول الكعبة ، حديث: 1780، 1781 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة بنیٓ إسرآء يل، حديث: 3138 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله: ﴿جَآءَ الۡحَقُّ وَمَا يُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ وَمَا يُعِيۡدُ (49)﴾ : 438/6، حديث: 11428. ② سنن أبي داود، النكاح، باب فيمن تزوج ولم يسم لها صداقا حتى مات، حديث: 2116 و صحيح ابن حبان، النكاح، باب الصداق: 411,410/9 ، حديث: 4101 و مسند أحمد: 448,447/1. ③ السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿اِنَّهٗ سَمِيۡعٌ قَرِيۡبٌ (50)﴾: 438/6، حديث: 11427 و صحيح البخاري، القدر، ◀◀

تفسیر آیات: 51-54

روز قیامت کفار ایمان لانے کی خواہش کریں گے لیکن......: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) اگر آپ اس وقت ان تکذیب کرنے والوں کو دیکھیں جو قیامت کے دن گھبرائے ہوئے ہوں گے مگر ان کے لیے کوئی جائے فرار اور کوئی ملجا و ماویٰ نہیں ہوگا، ﴿ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ (51) ﴾ ''اور نزدیک ہی کی جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے۔'' یعنی انھیں بھاگنے کا کوئی موقع ہی نہیں دیا جائے گا بلکہ فوراً پکڑ لیا جائے گا۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جونہی وہ اپنی قبروں سے باہر نکلیں گے تو انھیں فوراً جکڑ لیا جائے گا، ① ﴿ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ﴾ ''اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لے آئے۔'' یعنی روز قیامت وہ کہیں گے کہ ہم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ○ ﴾ (السجدة 12:32) ''اور کاش! آپ دیکھیں جب گناہ گار اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے کہ) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو ہمیں (دنیا میں) واپس بھیج دے کہ ہم نیک عمل کریں، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔'' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ (52) ﴾ ''اور ان کے لیے (اتنی) دور کی جگہ سے (ایمان کا) حصول کہاں (ممکن) ہوگا!'' یعنی اب انھیں ایمان کی کیسے توفیق ہو سکتی ہے جب وہ ایمان کی قبولیت کے وقت سے ہی بہت دور ہو کر اب آخرت میں پہنچ چکے ہیں، جو ابتلا کا نہیں بلکہ جزا کا گھر ہے۔ اگر وہ دنیا میں ایمان لے آتے تو وہ ان کے لیے نفع بخش ہوتا لیکن اب ان کے آخرت میں آ جانے کے بعد ایمان کی قبولیت کی کوئی سبیل نہیں جیسے دور سے کوئی انسان کسی چیز کو نہیں پکڑ سکتا اسی طرح اب یہ لوگ ایمان کو حاصل نہیں کر سکتے۔ مجاہد کہتے ہیں: ﴿ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ ﴾ کے معنی ہیں کہ یہ لوگ اب اسے کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ ② زہری کہتے ہیں کہ ﴿ التَّنَاوُشُ ﴾ کے معنی ہیں ایمان کو لے لینا جبکہ وہ آخرت میں ہوں گے اور دنیا میں مدت ختم ہو گئی ہوگی۔ حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ انھوں نے معاملے کو ایسی جگہ سے طلب کیا ہے جہاں سے اسے حاصل ہی نہیں کیا جا سکتا، گویا انھوں نے ایمان کو بہت دور سے لینے کی کوشش کی ہے۔ ③

﴿ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ﴾ ''حالانکہ انھوں نے اس سے پہلے اس کا انکار کیا تھا۔'' تو اب آخرت میں ان کو ایمان کیسے حاصل ہو سکتا ہے، حالانکہ انھوں نے دنیا میں حق کا انکار اور رسولوں کی تکذیب کی، ﴿ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ (53) ﴾ ''اور بن دیکھے دور ہی سے (اٹکل پچو کے تیر) چلاتے رہے۔'' امام مالک نے زید بن اسلم سے ﴿ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ ﴾ کے معنی گمان کے کیے ہیں، یہ ایسے ہے جیسے کہ فرمایا: ﴿ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ﴾ (الکهف 22:18) ''بن دیکھے (نشانے کے لیے) پتھر چلانا۔''

» باب لا حول ولا قوة إلا بالله، حديث: 6610 واللفظ له جبکہ پہلی قوسین والا لفظ صحیح مسلم، الذکر والدعاء......، باب استحباب خفض الصوت بالذکر إلا فی المواضع......، حدیث: 2704 میں اور دوسری قوسین والا لفظ مسند أحمد: 403/4 میں ہے۔ ① تفسیر الطبری: 130/22. ② الدر المنثور: 454/5. ③ تفسیر الماوردی: 459/4.

کہ کبھی تو وہ آپ کو شاعر کہتے، کبھی کاہن، کبھی ساحر، کبھی مجنون اور کبھی اس طرح کی دیگر باطل باتیں او بعث بعد الموت حشر نشر اور آخرت کی تکذیب کیا کرتے تھے اور کہتے تھے: ﴿اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ۝﴾ (الجاثية 32:45) ''ہم تو اس کو محض ظنی خیال کرتے ہیں اور ہمیں یقین نہیں آتا۔'' قتادہ اور مجاہد کہتے ہیں کہ وہ ظن کے تیر چلاتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ بعث بعد الموت نہیں ہے اور نہ جنت اور دوزخ ہی کا کوئی وجود ہے۔ ① ﴿وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ﴾ ''اور ان کے اور ان چیزوں کے درمیان جنھیں وہ چاہتے ہیں آڑ حائل کردی جائے گی۔'' حسن بصری اور ضحاک وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ایمان ہے۔ ② سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد توبہ ہے۔ ③ ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ④ مجاہد کہتے ہیں کہ خواہش کی چیزوں سے مراد مال و دولت اور اہل و عیال ہیں۔ ⑤ حضرت ابن عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم اور ربیع بن انس رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اور ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ ⑥ اور صحیح بات یہ ہے کہ دونوں اقوال میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ دنیا میں ان کی خواہشوں میں اور آخرت کی چاہتوں میں پردہ حائل کر دیا گیا مگر ان کی آخرت کی خواہشوں کو پورا نہیں کیا جائے گا۔ ﴿كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ط﴾ ''جیسا کہ پہلے ان کے ہم جنسوں سے کیا گیا۔'' یعنی جیسا کہ رسولوں کی تکذیب کرنے والی سابقہ امتوں کے ساتھ ہوا تھا کہ جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا تو انھوں نے خواہش کی کہ اے کاش! وہ ایمان لے آتے مگر ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔ ﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ط سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ج وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ۝﴾ (المؤمن 85,84:40) ''پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے، ان سب کا ہم انکار کرتے ہیں، پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو ان کے ایمان نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا، اللہ کا یہی طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزرا اور کافر اس وقت سخت نقصان میں رہ گئے۔'' ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ (54)﴾ ''بے شک وہ بھی الجھن میں ڈالنے والے شک میں (پڑے ہوئے) تھے۔'' یعنی دنیا میں شک و ریب میں مبتلا تھے، لہٰذا عذاب دیکھنے کے وقت ان کا ایمان قبول نہیں کیا جائے گا اور قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شک و ریب سے بچو کیونکہ جو شخص حالتِ شک میں فوت ہوا اسے شک ہی پر اٹھایا جائے گا اور جو شخص یقین کی حالت میں فوت ہوا تو اسے یقین کی حالت پر اٹھایا جائے گا۔ ⑦

تفسیر سورۂ سبا اختتام پذیر ہوئی۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالَى الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ.

---

① تفسير الطبرى: 134/22. ② تفسير الطبرى: 135,134/22. ③ تفسير الماوردى: 460/4 والدر المنثور: 454/5. ④ تفسير الطبرى: 135,134/22. ⑤ تفسير الطبرى: 135/22. ⑥ صحيح البخارى، التفسير، سورة سبا، قبل الحديث: 4800. ⑦ الدر المنثور: 457/5.

تفسیر

سُوْرَۃُ فَاطِر

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے جو دو دو، تین تین اور چار چار پروں والے

وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ①

ہیں، وہ جو چاہے (اپنی) مخلوق میں زیادہ کرتا ہے، بلاشبہ اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ①

تفسیر آیت: 1

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ ﴿ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ کا کیا مفہوم ہے حتی کہ میرے پاس دو دیہاتی آئے جن کا ایک کنویں کے بارے میں جھگڑا تھا، ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ أَنَا فَطَرْتُهَا یعنی میں نے اسے شروع کیا تھا۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ ﴿ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ کے معنی ہیں: آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا۔ ② ضحاک کا قول ہے کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی ﴿ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ کے الفاظ آئے ہیں، وہ آسمانوں اور زمین کے خالق کے معنی میں ہیں۔ ③ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا ﴾ ''(وہ) فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے۔'' یعنی اپنے اور اپنے انبیاء کے درمیان۔ ﴿ اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ ﴾ ''پروں والے۔'' جن کے ساتھ وہ اڑتے ہیں تاکہ وہاں وہ جلد پہنچ جائیں، جہاں پہنچنے کا انھیں حکم دیا گیا ہوتا ہے۔ ﴿ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ ﴾ ''دو دو اور تین تین اور چار چار۔'' یعنی ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن کے دو دو پر ہیں، کچھ ایسے جن کے تین تین اور کچھ ایسے جن کے چار چار پر ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے ان سے بھی زیادہ پر ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج جبریل علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں۔ ④ اور ہر دو پروں کے مابین اس طرح فاصلہ ہے جس طرح مشرق و مغرب میں

---

① تفسير القرطبي: 319/14 وتفسير الطبري: 211/7. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3170/10. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 3170/10. ④ صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۟ ﴾ (النجم 9:53)، حديث: 4856 وصحيح مسلم، الإيمان، باب معنى قول الله عزوجل: ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۟ ﴾ (النجم 13:53)، حديث: 174 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ.

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ

اللہ لوگوں کے لیے (اپنی) رحمت سے جو کھول دے تو کوئی اسے بند کرنے والا نہیں، اور جسے وہ بند کر دے تو اس کے بعد کوئی اسے بھیجنے (کھولنے) والا نہیں،

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ②

اور وہ غالب، خوب حکمت والا ہے ②

ہے۔① اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① ﴾ ''وہ (اپنی) مخلوقات میں جو چاہتا ہے، بڑھاتا ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' سدی کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ جس قدر چاہتا ہے، پروں میں اضافہ فرما دیتا ہے۔②

تفسیر آیت: 2

اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کوئی روکنے والا نہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ جو چاہے صرف وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے وہ نہیں ہو سکتا، وہ جو عطا فرمائے، اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے روک لے، اسے کوئی دینے والا نہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے وَرّاد مولیٰ مغیرہ بن شعبہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنا ہو وہ مجھے لکھ کر بھیج دیں، حضرت مغیرہ نے مجھے بلایا اور یہ لکھوایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کہ آپ نماز کے بعد یہ کلمات پڑھا کرتے تھے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اَللّٰهُمَّ! لَامَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ] ''اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں، اس کا (سارا) ملک ہے اور اسی کی (سب) تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! جو تو عطا فرمائے، اس کو کوئی منع کرنے والا نہیں اور جو تو نہ دے، اس کا کوئی دینے والا نہیں اور کسی دولت مند کو اس کی دولت (تیری گرفت سے) نہیں بچا سکتی۔'' اور میں نے یہ بھی سنا کہ آپ نے فضول گفتگو، کثرتِ سوال، مال کے ضائع کرنے، بچیوں کے زندہ درگور کرنے، ماؤں کی نافرمانی کرنے اور (کسی کا حق) روکنے اور (ناحق) مانگنے سے منع فرمایا ہے۔③

اسے امام بخاری اور امام مسلم نے بھی مختلف طرق سے روایت کیا ہے۔④

اور صحیح مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ کلمات پڑھا کرتے تھے: [(سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ !)، رَبَّنَا! لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ (السَّمَآءِ) وَمِلْءَ الْأَرْضِ، وَمِلْءَ مَاشِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، أَحَقُّ مَاقَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ، اَللّٰهُمَّ! لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ

---

① مسند أحمد :407/1 . ② تفسیر ابن أبی حاتم :3170/10 . ③ مسند أحمد :251,250/4 یاد رہے یہاں یہ الفاظ دو علیحدہ علیحدہ سندوں سے بیان ہوئے ہیں۔ ④ صحیح البخاری، الاعتصام بالکتاب والسنة، باب مایکرہ من کثرة السؤال......، حدیث: 7292 و صحیح مسلم، المساجد......، باب استحباب الذکر......، حدیث: (138)-593 والأقضیة، باب النهی عن کثرة المسائل من غیر حاجة، حدیث: 593 بعد الحدیث: (11)-1715.

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ

اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دے؟ اس کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں،

وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③

پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟③

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ④ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ

اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو تحقیق آپ سے پہلے (بھی) کئی رسول جھٹلائے گئے ہیں، اور سب امور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں④ اے لوگو!

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ⑤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، چنانچہ تمھیں دنیوی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے، اور تمھیں بڑا دھوکے باز (شیطان بھی) اللہ کے بارے میں دھوکے میں نہ

لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ؕ ⑥

ڈالے⑤ بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے، لہٰذا تم اسے دشمن ہی جانو، بس وہ تو اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے کہ وہ جہنم والوں میں سے ہو جائیں⑥

لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ] ”اللہ نے اس شخص کی (تعریف) سن لی (اور قبول کر لی) جس نے اس کی تعریف کی، اے اللہ! تیرے ہی لیے تعریف ہے آسمان اور زمین کو بھر دینے کے بقدر اور (ان کے بعد) ہر اس چیز کے بھر دینے کے بقدر جس کو تو (بھرنا) چاہے، حمد وثنا اور بزرگی کے مالک، جو کسی بندے نے (حمد بیان کرتے ہوئے) کہا تو اس سے زیادہ کا مستحق ہے اور ہم سب تیرے ہی بندے ہیں، اے اللہ! جو تو عطا فرمائے، اسے کوئی منع کرنے والا نہیں اور جو تو منع فرما دے، اسے کوئی دینے والا نہیں اور (تیرے عذاب وگرفت سے) کسی دولت مند کو اس کی دولت نہیں بچا سکتی۔“① یہ آیت کریمہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ ﴾ (یونس 107:10) ”اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے، تو اس کے سوا اس کو کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تم سے بھلائی کرنا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔“ اس آیت کریمہ کی نظیر اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

تفسیر آیت: 3

توحید کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی توحید عبادت کے استدلال کی طرف راہنمائی فرمائی ہے کہ جس طرح پیدا فرمانا اور رزق دینا اسی کی ذات پاک کے ساتھ خاص ہے، اسی طرح عبادت بھی صرف اسی کی ذات گرامی کی ہونی چاہیے اور بتوں اور شریکوں میں سے کسی کو اس کا ساجھی نہیں بنانا چاہیے، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③ ﴾ ”اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں بہکے پھرتے ہو۔“ یعنی اس بیان اور اس واضح برہان کے بعد تم کہاں بہکے ہو اور تعجب ہے کہ اس کے بعد بھی تم شریکوں اور بتوں کی پوجا کرتے ہو! وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

---

① صحیح مسلم، الصلاة، باب مايقول إذا رفع رأسه من الركوع، حديث: 477. پہلی قوسین والے الفاظ دیکھیے اسی باب کے تحت حدیث: (202)-476، اور دوسری قوسین والا لفظ بھی حدیث: (204)-476 عن ابن أبي أوفى ؓ میں ہے۔

تفسیر آیات:6-4

رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی کہ سابقہ انبیاء کی بھی تکذیب کی گئی تھی: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) اگر یہ مشرکین آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ انھیں جس توحید کی دعوت دیتے ہیں، یہ اس کی مخالفت کرتے ہیں تو سابقہ انبیائے کرام آپ کے لیے اسوہ ہیں، وہ بھی اپنی قوموں کے پاس دلائل اور براہین لے کر آئے تھے اور انھوں نے بھی اپنی اپنی قوموں کو توحید کا حکم دیا تھا مگر ان کی قوموں نے ان کی مخالفت اور تکذیب کی تھی ﴿ وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ④ ﴾ ’’اور (سب) کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے‘‘ اور ہم انھیں اس کی پوری پوری جزا دیں گے۔

قیامت آکر رہے گی: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ ﴾ ’’لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔‘‘ یعنی آخرت ہر صورت میں برپا ہونے والی ہے، ﴿ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا ﴾ ’’تو تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے۔‘‘ یعنی دنیا کی یہ زندگی جو اُس زندگی کے مقابلے میں بہت ہی گھٹیا ہے جو خیر عظیم پر مشتمل ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں اور اپنے رسولوں کے پیروکاروں کے لیے تیار فرما رکھا ہے، لہٰذا اس فانی دنیا کی دل فریبیوں میں کھو کر ابدی و سرمدی زندگی سے غافل نہ ہو جاؤ، ﴿ وَلَا يَغُرَّنَّكُمۡ بِاللّٰهِ الۡغَرُوۡرُ ⑤ ﴾ ’’اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمھیں اللہ کے بارے میں فریب دے۔‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس فریب دینے والے سے مراد شیطان ہے۔① یعنی شیطان تمھیں فتنے میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی اتباع اور اس کی باتوں کی تصدیق سے دور نہ ہٹا دے کیونکہ وہ بے حد دھوکے باز، جھوٹا اور افترا پرداز ہے، یہ آیت کریمہ سورۂ لقمان کی آخری سے پہلی اس آیت کی طرح ہے: ﴿ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمۡ بِاللّٰهِ الۡغَرُوۡرُ ۝ ﴾ (لقمٰن 31:33) ’’پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمھیں اللہ کے بارے میں (کسی طرح کا) فریب دے۔‘‘

اپنے ازلی دشمن کو پہچانیے! پھر اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی ابن آدم سے عداوت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لَكُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡهُ عَدُوًّا ﴾ ’’بلاشبہ شیطان تمھارا دشمن ہے سو تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو۔‘‘ یعنی وہ تمھارے ساتھ دشمنی رکھتا ہے تم بھی اسے اپنا شدید دشمن سمجھو اور اس کی ہر بات کی مخالفت اور تکذیب کرو کیونکہ وہ تمھیں دھوکا دینا چاہتا ہے۔ ﴿ اِنَّمَا يَدۡعُوۡا حِزۡبَهٗ لِيَكُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ ⑥ ﴾ ’’وہ تو صرف اپنے (پیروؤں کے) گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخ والوں میں سے ہو جائیں۔‘‘ یعنی اس کا مقصد تمھیں گمراہ کرنا ہے تاکہ اس کے ساتھ تم بھی دوزخ کے عذاب میں داخل ہو جاؤ، پس یہ تمھارا کھلم کھلا دشمن ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے جو طاقت ور اور غالب ہے، یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں شیطان کا دشمن بنا دے، کتاب اللہ کی اتباع کی توفیق عطا فرما دے اور اپنے رسول ﷺ کے نقش قدم پر چلا دے۔ وہ ہر چیز پر قادر اور دعاؤں کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمانے والا ہے، یہ آیت کریمہ حسبِ ذیل آیت کے مانند ہے: ﴿ وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ كَانَ مِنَ الۡجِنِّ فَفَسَقَ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوۡنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗۤ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِيۡ وَهُمۡ لَكُمۡ عَدُوٌّ ؕ

---

① تفسیر الطبری: 140/22.

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۥ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ

جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے، اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے⑦ کیا

كَبِيْرٌ ⑦ ع اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ ع 1 7 13

پھر وہ شخص جس کے لیے اس کا برا عمل پرکشش بنا دیا گیا، سو وہ اسے اچھا دیکھتا ہے (ہدایت یافتہ شخص کی طرح ہو سکتا ہے؟) چنانچہ بے شک اللہ جسے چاہے گمراہ

مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ⑧

کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے، لہٰذا آپ کی جان ان پر افسوس کرتے ہوئے نہ جاتی رہے، یقیناً اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں⑧

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ

اور اللہ ہی وہ ذات ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے، وہ بادل اٹھاتی ہیں تو ہم اسے مردہ شہر کی طرف ہانک لے جاتے ہیں، پھر ہم اس کے ذریعے سے زمین کو

بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ⑨ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ

اس کے مردہ (بنجر) ہو جانے کے بعد زندہ کرتے ہیں، اسی طرح (انسانوں کا) دوبارہ جی اٹھنا ہے⑨ جو شخص عزت چاہتا ہے، پس عزت تو ساری کی

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ

ساری اللہ ہی کے لیے ہے، اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور عمل صالح انھیں اوپر اٹھاتا ہے، اور جو لوگ بری چالیں چلتے ہیں ان کے لیے

عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ⑩ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ

سخت عذاب ہے، اور انھی لوگوں کی چال ہی برباد ہو کے رہے گی⑩ اور اللہ ہی نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر اس نے تمھیں جوڑے

جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ

جوڑے بنایا، اور جو بھی مادہ حاملہ ہوتی اور بچہ جنتی ہے اسے اس کا علم ہوتا ہے اور بڑی عمر والے کو عمر دی جاتی ہے یا اس کی عمر کم کی جاتی ہے (وہ) ایک

وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑪

کتاب (لوح محفوظ) میں (درج) ہے، بلاشبہ یہ (بات) اللہ پر نہایت آسان ہے⑪

بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ○ ﴾ (الکھف 50:18) ”اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس (نے نہ کیا) وہ جنات میں سے تھا، اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا، پھر کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو؟ حالانکہ وہ تمھارے دشمن ہیں اور شیطان کی دوستی ظالموں کے لیے (اللہ کی دوستی کا) برا بدل ہے۔“

تفسیر آیات: 8,7

روز قیامت کافر اور مومن کا بدلہ: اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ ذکر فرمایا کہ شیطان کے پیروکاروں کا ٹھکانا دوزخ ہے، پھر یہ ذکر فرمایا کہ کافروں کے لیے شدید عذاب ہے کیونکہ انھوں نے شیطان کی اطاعت اور رب رحمان کی نافرمانی کی تھی اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ﴿ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ﴾ ”اور نیک عمل کرتے رہے، ان کے لیے بخشش ہے“ ان سے سرزد ہونے والے گناہوں کی ﴿ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑦ ﴾ ”اور بہت بڑا ثواب ہے“ ان کے اعمال صالحہ کا۔ ﴿ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ

سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ﴾ ”پس بھلا جس شخص کو اس کے اعمالِ بد آراستہ کر کے دکھائے جائیں، پھر وہ ان کو عمدہ سمجھنے لگے؟“ جیسا کہ کفار و فجار کے اعمال تو برے ہیں مگر وہ گمان یہ رکھتے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں تو کیا جو شخص اس طرح ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر رکھا ہو تو اس کے لیے تمھارا کوئی حیلہ کارگر ثابت ہو سکتا ہے؟ اس کے بارے میں کوئی حیلہ کارگر ثابت نہیں ہو سکتا۔ ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ﴾ ”پھر بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔“ یعنی یہ سب کچھ اس کی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے۔ ﴿ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ﴾ ”تو ان لوگوں پر افسوس کر کے آپ کا دم نکل نہ جائے۔“ یعنی آپ اس پر افسوس نہ کریں اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر میں حکیم ہے اور اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ جس کو چاہے گمراہ کر دے اور جس کو چاہے ہدایت عطا فرما دے کیونکہ یہ سب کچھ اس کی غالب حجت اور مکمل علم کے مطابق ہوتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ⑧﴾ ”یہ جو کچھ کرتے ہیں بلاشبہ اللہ اس سے واقف ہے۔“

تفسیر آیات: 9-11

مرنے کے بعد زندہ ہونے کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے آخرت کے بارے میں زمین کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کر دینے سے بکثرت استدلال فرمایا ہے جیسا کہ سورۂ حج کی ابتداء میں بندوں کو توجہ دلائی ہے کہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں کہ زمین مردہ اور بنجر ہوتی ہے، اس میں نباتات نہیں ہوتی، پھر جب اللہ تعالیٰ بادلوں کو بھیج کر ایسی زمین پر باران رحمت نازل فرما دیتا ہے تو ﴿ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ۝﴾ (الحج 5:22) ”وہ شاداب ہو جاتی اور ابھرنے لگتی ہے اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اگاتی ہے۔“ اسی طرح اللہ تعالیٰ جب مردہ جسموں کو ان کی قبروں سے اٹھانا چاہے گا تو عرش کے نیچے سے ساری زمین پر بارش نازل فرمائے گا جس سے قبروں سے مردہ جسم اس طرح زندہ ہو کر اٹھیں گے جس طرح زمین میں دانہ اگتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے: [كُلُّ ابْنِ آدَمَ يَبْلٰى وَيَأْكُلُهُ التُّرَابُ، إِلَّا عَجَبَ الذَّنَبِ، مِنْهُ خُلِقَ وَفِيهِ يُرَكَّبُ] ”دمچی کے سوا ابن آدم کا سارا جسم بوسیدہ ہو جائے گا اور اسے مٹی کھا جائے گی، اسی سے اسے پیدا کیا گیا تھا اور اسی سے اس کے جسم کو دوبارہ جوڑا جائے گا۔“① اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ⑨﴾ ”اسی طرح (مردوں کو جی) اٹھنا ہو گا۔“ ابورزین کی حدیث میں ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ مردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا؟ اور مخلوق میں اس کی کیا نشانی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَمَا مَرَرْتَ بِوَادِي أَهْلِكَ (مُمْحِلًا؟) قَالَ: بَلٰى! قَالَ: أَمَا مَرَرْتَ بِهِ يَهْتَزُّ خَضِرًا؟ قَالَ: قُلْتُ: بَلٰى! ...... قَالَ: فَكَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰى] ”کیا تم کبھی اپنی قوم کی وادی کے پاس سے نہیں گزرے جو بنجر ہو چکی ہوتی ہے؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں! (تو آپ نے) فرمایا: پھر جب تم (دوبارہ) اس کے پاس سے گزرتے ہو تو وہ سرسبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگتی ہے؟ کہتے ہیں: میں نے عرض کی: جی ہاں! ...... (تو رسول اللہ ﷺ نے)

---

① دیکھیے صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ......﴾ (النبا 18:78)، حدیث: 4935 و صحیح مسلم، الفتن و أشراط الساعة، باب مابین النفختین، حدیث: (142)-2955 و مسند أحمد: 428/2 و اللفظ له عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ.

فرمایا: پس اسی طرح اللہ تعالیٰ مُردوں کو بھی زندہ فرمادے گا۔‘‘①

دنیا و آخرت میں عزت کے طلب گار کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ﴾ ’’جو شخص عزت کا طلب گار ہے تو عزت تو سب اللہ ہی کی ہے۔‘‘ یعنی جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ وہ دنیا و آخرت میں معزز ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو لازم پکڑنا چاہیے، اس سے اسے گوہر مقصود مل جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کا مالک ہے اور عزت ساری اسی کی ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ﴾ (النسآء 4:139) ’’جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں، کیا یہ ان کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ تو عزت تو سب اللہ ہی کی ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ﴾ (یونس 10:65) ’’اور آپ کو ان کی بات غمگین نہ کرے، بے شک عزت سب اللہ کے لیے ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (المنٰفقون 63:8) ’’اور (حالانکہ) عزت تو اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی اور مومنوں کی لیکن منافق نہیں جانتے۔‘‘ مجاہد کہتے ہیں: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ﴾ ’’جو شخص عزت کا طلب گار ہے‘‘ بتوں کی عبادت کر کے، تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ عزت تو سب اللہ ہی کی ہے۔② امام قتادہ کہتے ہیں کہ جو شخص عزت کا طلب گار ہو تو وہ اس بات کو کبھی بھی فراموش نہ کرے کہ عزت تو سب اللہ ہی کی ہے، لہٰذا اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے عزت حاصل کرنی چاہیے۔③

عمل صالح اللہ تعالیٰ کی طرف بلند ہوتا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ ’’اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں۔‘‘ یعنی ذکر، تلاوت اور دعا جیسا کہ کئی ایک ائمۂ سلف نے فرمایا ہے۔ ابن جریر نے مُخارِق بن سُلَیم سے روایت کیا ہے کہ ہم سے عبداللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا کہ جب ہم تم سے کوئی حدیث بیان کریں تو کتاب اللہ سے اس کی تصدیق بھی پیش کر دیں گے، جب کوئی مسلمان یہ کلمات کہتا ہے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ ’’اللہ پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ۔ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ بابرکت ہے۔‘‘ تو فرشتہ ان کلمات کو لے کر اپنے پر کے نیچے کر لیتا ہے، پھر انھیں لے کر آسمان کی طرف چڑھ جاتا ہے اور وہ جب بھی فرشتوں کی کسی جماعت کے پاس سے گزرتا ہے تو وہ ان کلمات کے کہنے والے کے لیے استغفار کرتے ہیں حتی کہ وہ کلمات کو لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جاتا ہے، پھر کتاب اللہ سے تصدیق کے طور پر عبداللہ بن مسعود ؓ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ﴾ ’’اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتے ہیں۔‘‘④

---

① مسند أحمد: 4/11 حدیث ضعیف ہے۔ مزید دیکھیے کتاب السنة لابن أبی عاصم، ص: 298,299، حدیث: 639 اور قوسین والا لفظ بھی مسند أحمد: 4/11 میں حضرت ابورزین ؓ کی حدیث میں ایک اور سند سے مروی ہے۔ ② تفسیر الطبری: 22/143,144. ③ تفسیر الطبری: 22/144. ④ تفسیر الطبری: 22/144.

امام احمد رحمہ اللہ نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلَّذِینَ یَذْکُرُونَ مِنْ جَلَالِ اللّٰہِ مِنْ تَسْبِیحِہٖ وَتَحْمِیدِہٖ وَتَکْبِیرِہٖ وَتَہْلِیلِہٖ یَتَعَاطَفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ، لَھُنَّ دَوِیٌّ کَدَوِیِّ النَّحْلِ یُذَکِّرْنَ بِصَاحِبِھِنَّ، أَلَا یُحِبُّ أَحَدُکُمْ أَنْ لَّا یَزَالَ لَهٗ عِنْدَ اللّٰہِ شَیْءٌ یُّذَکِّرُ بِہٖ؟] ”جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کی وجہ سے اس کا ذکر کرتے ہوئے تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰہِ)، تکبیر (اَللّٰہُ أَکْبَرُ)، تحمید (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ) اور تہلیل (لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ) پڑھتے ہیں تو یہ کلمات عرش الٰہی کا طواف کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی آواز جیسی ہوتی ہے اور وہ ان کلمات کے کہنے والے کو بھی یاد کرتے ہیں تو کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اللہ کے ہاں کوئی چیز اس کی یاد دلاتی رہے۔“① اور اسی طرح اسے ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ﴾ ”اور نیک عمل ان کو بلند کرتا ہے۔“ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ پاکیزہ کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتا ہے اور عمل صالح سے مراد فرائض کو ادا کرنا ہے تو جو شخص فرائض ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو اس کا عمل اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اٹھا لیتا اور اسے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچا دیتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر تو کرے مگر فرائض ادا نہ کرے تو اس کے کلام کو اس کے عمل کی طرف لوٹا دیا جائے گا اور وہی اس کا زیادہ مستحق ہوگا۔③

﴿وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ ”اور جو لوگ برے برے مکر کرتے ہیں۔“ مجاہد، سعید بن جبیر اور شہر بن حوشب کا قول ہے کہ ان سے مراد اعمال میں ریاکاری کرنے والے ہیں۔④ یعنی وہ لوگوں کے ساتھ مکر کرتے ہوئے یہ تاثر دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ان سے سخت نفرت ہے کیونکہ وہ تو ریاکاری کے لیے عمل کرتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ⑩﴾ ”ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کا مکر تباہ و برباد ہو جائے گا۔“ یعنی ان کا مکر فاسد اور باطل ہو جائے گا اور اہل عقل و بصیرت کے لیے عنقریب ان کی ملمع سازی ظاہر ہو جائے گی کیونکہ جو شخص کسی بھی بات کو چھپائے، اللہ تعالیٰ اسے اس کے چہرے کے نشانات اور زبان کی ہفوات سے ظاہر فرما دیتا ہے، اور جو شخص کسی بھی بات کو چھپائے، اللہ تعالیٰ اس کی چادر اسے پہنا دے گا، اگر اچھی بات ہوئی تو اچھی چادر اور اگر بری بات ہوئی تو بری چادر، ریاکاری کا معاملہ کسی بے وقوف شخص ہی سے مخفی رہ سکتا ہے، صاحب فراست مومنوں سے کبھی بھی مخفی نہیں رہ سکتا بلکہ عنقریب واضح ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک تو عالم الغیب ہے، اس سے کوئی خفیہ معاملہ مخفی رہ ہی نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ خالق اور علام الغیوب ہے: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾ ”اور اللہ ہی نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے۔“ یعنی تمھارے باپ آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے فرمائی، پھر اس کی نسل خلاصے سے، یعنی حقیر پانی سے پیدا کی ﴿ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ﴾ ”پھر تم کو جوڑا جوڑا بنا دیا۔“ یعنی اس نے تم کو مرد اور عورت بنا دیا

---

① مسند أحمد: 268/4. ② سنن ابن ماجه، الأدب، باب فضل التسبيح، حديث: 3809. ③ تفسير الطبري: 145/22. ④ تفسير الطبري: 146/22.

اور اپنے لطف و رحمت سے تمھاری ہی جنس سے تمھارے لیے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو ﴿ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ط ﴾ ''اور کوئی عورت نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ (بچہ) جنتی ہے مگر اس کے علم سے۔'' یہ سب کچھ اس کے علم میں ہوتا ہے اور اس سے کوئی چیز بھی تو مخفی نہیں بلکہ ﴿ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ (الأنعام 59:6) ''اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔'' اور اس بارے میں گفتگو قبل ازیں حسب ذیل آیت کریمہ کی تفسیر میں گزر چکی ہے: ﴿ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ط وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ ﴾ (الرعد 9,8:13) ''اللہ جانتا ہے جو ہر مادہ (اپنے پیٹ میں) اٹھائے پھرتی ہے اور پیٹ کے سکڑنے اور بڑھنے سے بھی (واقف ہے) اور ہر چیز کا اس کے ہاں ایک اندازہ مقرر ہے، وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، (سب سے) بزرگ (اور) عالی مرتبہ ہے۔''①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ط ﴾ ''اور نہ کسی عمر پانے والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔'' یعنی بعض نطفوں کو جو طویل عمر عطا کی جاتی ہے، وہ اس کے علم میں اور اس کے پاس تقدیر میں لکھی ہوتی ہے۔ ﴿ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ ﴾ ''ہ'' ضمیر جنس کی طرف عائد ہے نہ کہ اس شخص کی طرف جس کو (طویل) عمر دی گئی ہے کیونکہ طویل عمر (جس کو عطا کی جائے وہ) اللہ کی کتاب اور اس کے علم میں ہے، وہ عمر کم نہیں کی جاتی۔ اس آیت کریمہ کے بارے میں بطریق عوفی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس شخص کے لیے بھی طویل عمر اور درازی حیات کا فیصلہ کر دیا گیا ہو تو وہ اس عمر تک ضرور پہنچ کر رہتا ہے جس کا اس کے بارے میں فیصلہ کیا گیا ہوتا ہے اور جو فیصلہ کیا گیا ہوتا ہے، وہ اس سے زیادہ عمر نہیں پا سکتا اور جس کے لیے کم عمر اور کم زندگی کا فیصلہ کر دیا گیا ہوتا ہے وہ جب اس عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اس میں اضافہ نہیں ہو سکتا گویا اس کا ہر قسم کا معاملہ تقدیر کے مطابق ہوتا ہے، یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ط اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑪ ﴾ ''اور نہ کسی عمر پانے والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے، بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔'' یعنی یہ سب کچھ اللہ کے پاس کتاب میں لکھا ہوا ہے۔② ضحاک بن مُزاحم نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ ﴿ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ ﴾ کے معنی یہ ہیں: جو بھی اس کی عمر لکھ دی جاتی ہے اور ﴿ وَلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ پھر وہ آہستہ آہستہ ختم ہوتی رہتی ہے۔ سال کے بعد ایک سال، مہینے کے بعد ایک مہینہ، جمعے کے بعد ایک جمعہ، دن کے بعد ایک دن اور گھنٹے کے بعد ایک گھنٹے کے حساب سے کم ہوتی رہتی ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس کتاب میں لکھا ہوا ہے، اسے ابن جریر نے ابو مالک سے نقل کیا ہے۔③ سدی اور عطاء خراسانی کا بھی یہی مذہب ہے۔

---

① دیکھیے الرعد، آیات: 9,8 کے تحت عنوان: ''عالم الغیب اللہ تعالیٰ ہی کی ذات گرامی ہے'' ② تفسیر الطبری: 147,146/22.

③ تفسیر الطبری: 147/22 مختصرًا.

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ

اور دو دریا برابر نہیں، یہ (ایک) میٹھا خوب میٹھا پینے میں خوشگوار ہے اور یہ (دوسرا) کھارا سخت کڑوا ہے، اور ہر ایک میں سے تم تازہ

تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا

گوشت (مچھلی) کھاتے ہو اور زیور نکالتے ہو جنھیں تم پہنتے ہو، اور آپ اس (دریا) میں پانی کو پھاڑ کر چلنے والی کشتیاں دیکھیں گے،

مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑫

تاکہ تم اس (اللہ) کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو ⑫

امام نسائی نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں انس بن مالک ؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: [مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يُّبْسَطَ (لَهٗ) فِي رِزْقِهٖ أَوْيُنْسَأَ (لَهٗ) فِي أَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ] ”جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق کو کشادہ کر دیا جائے اور اس کی عمر کو دراز کر دیا جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔“ ① اسے امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداود نے بھی روایت کیا ہے۔ ② ﴿ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑪ ﴾ ”بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔“ تمام مخلوق کے بارے میں یہ علم اور یہ تفصیل اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے کیونکہ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور اس سے کوئی چیز بھی تو مخفی نہیں۔

تفسیر آیت :12

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور نشانیاں: اللہ تعالیٰ نے مختلف اشیاء کے پیدا فرمانے کے بارے میں اپنی عظیم الشان قدرت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے دو دریا پیدا فرمائے ہیں جن میں سے ایک میٹھا اور پیاس بجھانے والا ہے اور اس سے مراد یہ چھوٹی بڑی نہریں ہیں جو حسب ضرورت ملکوں شہروں، آبادیوں، جنگلوں اور صحراؤں میں رواں دواں ہیں اور ان کا پانی میٹھا ہے جو پینے والوں کے لیے بڑا خوشگوار ہے۔ ﴿ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ ﴾ ”اور یہ (دوسرا) کھارا ہے سخت کڑوا۔“ اور اس سے مراد وہ سمندر ہے جو ساکن ہے اور جس میں بڑے بڑے بحری جہاز چلتے ہیں اور ان کا پانی نمکین، کھارا اور کڑوا ہوتا ہے، پھر فرمایا: ﴿ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا ﴾ ”اور ہر ایک سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو۔“ یعنی مچھلی کا۔ ﴿ وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ ﴾ ”اور زیور نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو۔“ جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ ﴾ (الرحمٰن 55 : 23,22) ”ان دونوں (دریاؤں) سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔“

---

① السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله: ﴿ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ ...... ﴾ :438/6، حديث: 1429، البتہ دونوں قوسوں والے الفاظ بخاری کے آمدہ حوالے میں ہیں۔ ② صحيح البخاري، البيوع، باب من أحب البسط في الرزق، حديث : 2067 و صحيح مسلم، البر والصلة، باب صلة الرحم......، حديث:2557 و سنن أبي داود، الزكاة، باب في صلة الرحم، حديث:1693.

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ

وہ رات کو دن میں داخل کرتا اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا ہے، ہر ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے، یہی اللہ

لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ

تمھارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے، اور جنھیں تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کی باریک جھلی جتنا بھی اختیار نہیں رکھتے ⑬ اگر تم انھیں پکارو تو وہ

قِطْمِيْرٍ ⑬ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

تمھاری پکار نہیں سنیں گے، اور اگر وہ سن بھی لیں تو وہ تمھیں جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن وہ تمھارے (اس) شرک کا انکار کر دیں گے، اور

يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ⑭ ع

کوئی آپ کو خوب باخبر (اللہ) کے مانند خبر نہیں دے گا ⑭

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ ﴾ ”اور آپ اس (دریا) میں کشتیوں کو دیکھتے ہیں کہ (پانی کو) پھاڑتی چلی آتی ہیں“ اور وہ اسے اپنے اگلے حصے کے ساتھ پھاڑتی ہیں اور اس سے مراد کشتی کا وہ اگلا حصہ ہے جو پرندے کی چونچ جیسا ہوتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ہوا کشتیوں کو پھاڑ دیتی ہے اور وہ بڑی بڑی کشتیوں ہی کو پھاڑتی ہے۔ ① ﴿ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ ”تاکہ تم اس کے فضل سے (معاش) تلاش کرو“ ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک تک تجارت کی غرض سے کیے جانے والے سفروں کے ذریعے سے ﴿ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑫ ﴾ ”اور تاکہ تم شکر کرو۔“ یعنی تم اپنے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ سمندر جیسی عظیم ترین مخلوق کو اس نے تمھارے لیے مسخر کر دیا ہے، تم جس طرح چاہو اس میں تصرف کر سکتے ہو، جس طرف ارادہ کرو اس میں جا سکتے ہو، اسے ذرہ بھر انکار کی مجال نہیں بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اس نے اپنی قدرت کے ساتھ تمھارے لیے مسخر کر دیا ہے اور یہ سب کچھ اس کے فضل اور اس کی رحمت کا کرشمہ ہے۔

تفسیر آیات: 14,13

مشرکین کے معبود کسی چیز کے مالک نہیں: یہ بھی اللہ تعالیٰ کی زبردست قدرت اور عظیم الشان سلطنت کی دلیل ہے کہ اس نے رات کو اس کے اندھیرے سمیت اور دن کو اس کی روشنی کے ساتھ مسخر کر رکھا ہے، دن کے طول میں سے کچھ حصہ لے کر رات میں داخل کر دیتا ہے جس سے آہستہ آہستہ دن رات دونوں معتدل ہو جاتے ہیں، پھر رات سے کچھ حصہ لے کر دن میں داخل کر دیتا ہے جس سے دن لمبا اور رات چھوٹی ہو جاتی ہے اور موسم سرما و گرما میں دونوں اسی طرح ایک دوسرے کو کاٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ ﴿ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ ﴾ ”اور اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ہے۔“ یعنی تمام نجوم و کواکب، ستارے اور سیارے اور دیگر تمام اجرام فلکی اپنی روشنیوں سمیت مسخر ہیں اور یہ سب کے سب ایک معین مقدار کے ساتھ ایک طے شدہ اور تحریر شدہ رستے پر چل رہے ہیں اور یہ سب اندازے اس اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ہیں جو غالب اور علم والا ہے۔

---

① صحيح البخاري، البيوع، باب التجارة في البحر، قبل الحديث: 2063.

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ⑮ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ

اے لوگو! تم (سب) اللہ ہی کے محتاج ہو، اور اللہ ہی بالکل بے نیاز، قابل تعریف ہے⑮ اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے (فنا کردے) اور

وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑯ ۚ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ⑰ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ

(تمھاری جگہ) ایک نئی مخلوق لے آئے⑯ اور اللہ کے لیے یہ (بات) کچھ مشکل نہیں⑰ اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے

وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ

گا، اور اگر کوئی بوجھ لدا شخص اپنا بوجھ اٹھانے کو بلائے گا تو اس (کے بوجھ میں) سے کچھ بھی اٹھایا نہ جائے گا اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہو، بس آپ تو

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ

اُنھی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ نماز قائم کرتے ہیں، اور جو پاک ہوا تو وہ اپنے ہی لیے پاک ہوتا ہے،

وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ⑱

اور (سب کو) اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے⑱

﴿ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ﴾ ''ہر ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔'' یعنی قیامت تک ﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ﴾ ''یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے'' جس کے یہ سارے کام ہیں اور وہ رب عظیم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ﴿ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ﴾ ''اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو۔'' یعنی تمھارے تمام اصنام و انداد جن کو تم نے اپنے زعم میں ملائکہ مقربین کی صورتوں کے مطابق بنا رکھا ہے ﴿ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ⑬ ؕ ﴾ ''وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی تو مالک نہیں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، عطاء، عطیہ عوفی، حسن، قتادہ اور دیگر کئی ائمہ نے فرمایا ہے کہ ﴿ قِطْمِيْرٍ ⑬ ؕ ﴾ کے معنی اس چھلکے کے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے اوپر ہوتا ہے۔① یعنی وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی آسمانوں اور زمین کی کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔

پھر فرمایا: ﴿ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ ﴾ ''اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمھاری پکار نہ سنیں۔'' یعنی یہ معبودان باطلہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، یہ تمھاری پکار کو نہیں سن سکتے کیونکہ یہ جَماد اور بے روح ہیں۔ ﴿ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ ﴾ ''اور اگر وہ سن بھی لیں تو وہ تمھیں جواب نہیں دے سکتے۔'' یعنی جو تم ان سے تقاضا کرتے ہو وہ اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ﴿ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ ﴾ ''اور قیامت کے روز تمھارے شرک سے انکار کردیں گے۔'' یعنی تم سے براءت کا اظہار کردیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ○ ﴾ (الأحقاف 46:5,6) ''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے، جو اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتا ہے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتا؟ جبکہ وہ ان کی پکار سے غافل ہیں اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۙ○ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ

---

① تفسیر الطبری : 150/22.

ضِدًّا ﴾ (مریم 82,81:19) ''اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے ہیں تا کہ وہ ان کے لیے (موجب عزت و) مدد ہوں۔ ہرگز نہیں! وہ (معبودان باطلہ) ان کی پرستش سے انکار کریں گے اور ان کے دشمن (ومخالف) ہوں گے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ⑭ ﴾ ''اور (اللہ) باخبر کی طرح تم کو کوئی خبر نہیں دے گا۔'' یعنی امور کے عواقب وانجام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرح تمھیں کوئی اور خبر نہیں دے سکے گا کیونکہ وہ تو ہر چیز سے باخبر ہے۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اپنی ہی ذات پاک کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ اسی نے ان امور کے بارے میں خبر دی ہے جو لامحالہ وقوع پذیر ہونے والے ہیں۔ ①

تفسیر آیات: 18-15

سب لوگ اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنی ذات پاک کے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے جبکہ تمام مخلوقات اس کی محتاج اور اس کے سامنے عاجز ودرماندہ ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ ﴾ ''لوگو! تم (سب) اللہ کے محتاج ہو۔'' تم سب اپنی تمام حرکات وسکنات میں اس کے محتاج ہو جبکہ وہ ذات پاک تم سب سے بے نیاز ہے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ⑮ ﴾ ''اور اللہ ہی بے پروا، حمد (وثنا) کے لائق ہے۔'' یعنی صرف وہ وحدہ لاشریک ہی بے نیاز ہے اور اپنے تمام افعال، اقوال، تقدیر اور شریعت میں حمد وثنا کے لائق ہے ﴿ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑯ ۚ ﴾ ''اگر چاہے تو تم کو لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے۔'' یعنی اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تم کو نیست ونابود کر دے اور تمھارے سوا اور لوگوں کو لے آئے اور یہ اس کے لیے کوئی مشکل یا محال نہیں ہے ﴿ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ⑰ ﴾ ''اور یہ اللہ کو کچھ مشکل نہیں۔''

قیامت کو ہر شخص اپنا بوجھ اٹھائے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ﴾ ''اور کوئی بوجھ اٹھانے والا (نفس) کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔'' یعنی قیامت کے دن ﴿ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا ﴾ ''اور اگر کوئی بوجھ میں دبا ہوا (نفس) اپنا بوجھ بٹانے کے لیے کسی کو بلائے۔'' یعنی اپنے گناہوں کے بوجھ تلے دب چکا ہو اور کسی کو بلائے کہ وہ اس کے گناہوں کا سارا یا کچھ بوجھ اٹھا لے ﴿ لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ ﴾ ''تو اس (کے بوجھ) میں سے کچھ بھی نہیں اٹھایا جائے گا اگرچہ وہ قرابت دار ہی ہو۔'' یعنی اگرچہ اس کا قریبی رشتہ دار ہو، خواہ وہ اس کا باپ یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس وقت ہر ایک پر نفسا نفسی کی کیفیت طاری ہوگی۔

﴿ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ ﴾ ''(اے پیغمبر!) آپ تو صرف ان ہی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے اور نماز (بالالتزام) پڑھتے ہیں۔'' یعنی آپ جس پیغام کو لائے ہیں، اس سے وہ اہل بصیرت ودانش ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اس نے انھیں جو حکم دیا ہے اسے پورا کرتے

---

① تفسیر الطبری: 151/22.

وَمَا يَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِيْرُ ۙ⑲ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۙ⑳ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۚ㉑

اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں (ہوسکتے) ⑲ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی ⑳ اور نہ سایہ اور نہ دھوپ ㉑ اور نہ زندے اور نہ مردے برابر

وَمَا يَسْتَوِی الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ

ہو سکتے ہیں، بے شک اللہ جسے چاہے سنوا دیتا ہے، اور آپ ان کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں ㉒ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں ㉓

مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ㉒ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ㉓ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ

بلاشبہ ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا

اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ㉔ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

(آیا) ہو ㉔ اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو ان لوگوں نے بھی تو جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے ہوئے، ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں

بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ㉕ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۧ㉖ 3 ع 12 15

اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے ㉕ پھر میں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جنھوں نے کفر کیا، پس (دیکھو) میرا عذاب کیسا (عبرتناک) تھا؟ ㉖

ہیں۔ ﴿ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ ﴾ ''اور جو شخص پاک ہوتا ہے تو وہ اپنے ہی لیے پاک ہوتا ہے۔'' یعنی جو شخص نیک عمل کرتا ہے تو اس کا فائدہ اسے ہی پہنچتا ہے۔ ﴿ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ⑱ ﴾ ''اور (سب کو) اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' یعنی اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے اور وہ جلد حساب لینے والا ہے اور وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، اگر اچھا عمل کیا تو اچھا بدلہ اور اگر برا عمل کیا تو برا بدلہ دے گا۔

تفسیر آیات: 26-19

مومن اور کافر برابر نہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس طرح یہ مختلف اور متضاد اشیاء برابر نہیں ہوسکتیں، مثلاً: نابینا اور بینا برابر نہیں ہوسکتے بلکہ دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے اور جس طرح اندھیرا اور روشنی، سایہ اور دھوپ برابر نہیں ہوسکتے، اسی طرح زندے اور مردے بھی برابر نہیں ہوسکتے، یہ مثال اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کے لیے بیان فرمائی ہے کہ مومن اس طرح ہیں جیسے زندہ انسان ہوں اور کافر اس طرح ہیں جیسے مردہ انسان۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ ﴾ (الأنعام 122:6) ''بھلا وہ شخص جو (پہلے) مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لیے روشنی کر دی جس کے ذریعے سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کہیں اس شخص جیسا ہوسکتا ہے جو اندھیرے میں پڑا ہوا اور اس سے نکل ہی نہ سکے؟'' اور فرمایا: ﴿ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰی وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ ﴾ (ھود 24:11) ''دونوں فریقوں (کافر و مومن) کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور ایک دیکھتا اور سنتا، بھلا دونوں کا حال یکساں ہوسکتا ہے؟'' مومن دیکھتا، سنتا اور دنیا و آخرت میں صراط مستقیم پر روشنی میں چلتا ہے حتی کہ وہ ایسے باغہائے بہشت میں پہنچ جائے گا جن میں گھنے سائے اور ٹھنڈے میٹھے چشمے ہوں گے جبکہ کافر اندھا، بہرا اور اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا ہے کہ ان سے کبھی نکل نہ سکے گا بلکہ وہ دنیا و آخرت میں اپنی سرکشی و گمراہی میں حیران و ششدر

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهَا ؕ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس کے ذریعے سے ایسے پھل نکالے جن کے رنگ مختلف

وَمِنَ الۡجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيۡضٌ وَّحُمۡرٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهَا وَغَرَابِيۡبُ سُوۡدٌ ㉗ وَمِنَ النَّاسِ

ہیں، اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ گھاٹیاں ہیں، ان کے رنگ مختلف ہیں، اور بہت گہری سیاہ (بھی) ㉗ اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں

وَالدَّوَآبِّ وَالۡاَنۡعَامِ مُخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ

اور چوپایوں میں سے بھی (ایسے ہیں کہ) ان کے رنگ مختلف ہیں، بس اللہ سے اس کے بندوں میں سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں، بلاشبہ اللہ

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ غَفُوۡرٌ ㉘

نہایت غالب، بہت بخشنے والا ہے ㉘

رہے گا حتی کہ وہ جہنم کی گرمی، دوزخ کی لپٹ، کھولتے ہوئے پانی اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں پہنچ جائے گا جو نہ ٹھنڈا ہے اور نہ خوش نما۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُسۡمِعُ مَنۡ يَّشَآءُ ۚ ﴾ ”بلاشبہ اللہ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے۔“ یعنی وہ دلیل کے سننے، اسے قبول کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی ہدایت عطا فرما دیتا ہے۔ ﴿ وَمَاۤ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِى الۡقُبُوۡرِ ㉒ ﴾ ”اور تم ان کو جو قبروں میں (مدفون) ہیں سنا نہیں سکتے“ جس طرح مردے، یعنی کفار مرنے اور قبروں میں جانے کے بعد ہدایت اور اس کی طرف دعوت سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے، اسی طرح ان مشرکین کے بارے میں، جن کے مقدر میں حقارت لکھ دی گئی ہے، آپ کا کوئی حیلہ کارآمد ثابت نہیں ہو سکتا اور نہ آپ انھیں ہدایت دے سکتے ہیں، ﴿ اِنۡ اَنۡتَ اِلَّا نَذِيۡرٌ ㉓ ﴾ ”آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔“ یعنی آپ کے ذمے پہنچا دینا اور ڈرا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے ہدایت عطا فرما دے۔ ﴿ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَـقِّ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا ؕ ﴾ ”بلاشبہ ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔“ یعنی مومنوں کے لیے خوش خبری سنانے والا اور کافروں کے لیے ڈرانے والا، ﴿ وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ ㉔ ﴾ ”اور کوئی امت نہیں مگر اس میں ڈرانے والا گزر چکا ہے۔“ یعنی انسانوں کی جتنی بھی امتیں گزری ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سب میں اپنے پیغمبر بھیجے ہیں اور اس طرح ان سب کے عذر دور کر دیے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُنۡذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ ۝ ﴾ (الرعد 7:13) ”(اے محمد!) آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر ایک قوم کے لیے رہنما ہوا کرتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِىۡ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ هَدَى اللّٰهُ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ حَقَّتۡ عَلَيۡهِ الضَّلٰلَةُ ؕ ﴾ (النحل 36:16) ”اور یقیناً ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو، تو ان میں سے بعض ایسے تھے جن کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض ایسے تھے جن پر گمراہی ثابت ہو گئی۔“ اس موضوع سے متعلق اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

﴿ وَاِنۡ يُّكَذِّبُوۡكَ فَقَدۡ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۚ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ ﴾ ”اور اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو جو

لوگ ان سے پہلے تھے تحقیق وہ بھی تکذیب کر چکے ہیں، ان کے پاس ان کے پیغمبر نشانیاں لے کر آتے رہے۔" نشانیوں سے مراد واضح معجزات اور قطعی دلائل ہیں، ﴿ وَ بِالزُّبُرِ وَ بِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ㉕ ﴾ "اور صحیفے لے کر اور روشن کتاب لے کر۔" زبر سے مراد صحیفے اور کتاب منیر سے مراد واضح اور روشن کتابیں ہیں۔ ﴿ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ "پھر میں نے کافروں کو پکڑ لیا۔" یعنی اس سب کچھ کے باوجود جب ان لوگوں نے پیغمبر کی تعلیمات کی تکذیب کی تو میں نے انھیں اپنے عذاب کی گرفت میں لے لیا، ﴿ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ㉖ ﴾ "پھر (دیکھو کہ) میرا عذاب کیسا ہوا۔" یعنی دیکھو کہ میں نے انھیں اپنے جس عذاب کی گرفت میں لیا تھا وہ کتنا زبردست، ہولناک اور خطرناک تھا! وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 28,27

اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت کا بیان: اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ ایک ہی چیز سے مختلف اور متنوع قسم کی اشیاء کو پیدا فرماتا ہے اور وہ چیز پانی ہے جسے وہ آسمان سے نازل فرماتا ہے اور وہ اس کے ساتھ پیلے، سرخ، سبز اور دیگر مختلف رنگوں کے پھل پیدا فرماتا ہے جیسا کہ ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک ہی پانی سے پیدا ہونے والے ان پھلوں کے رنگ، ذائقے اور خوشبوئیں ایک دوسرے سے کس قدر مختلف ہیں جیسا کہ ایک اور آیت کریمہ میں فرمایا ہے:

﴿ وَ فِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۙ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ ﴾ (الرعد 4:13) "اور زمین میں کئی طرح کے ٹکڑے ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور انگوروں کے باغات اور کھیتیاں اور کھجور کے درخت، بعض کی بہت سی شاخیں ہیں اور بعض کی اتنی نہیں ہوتیں، پانی سب کو ایک ہی ملتا ہے اور ہم بعض پھلوں کو بعض پر لذت میں فضیلت دیتے ہیں اور اس میں سمجھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا ﴾ "اور پہاڑوں میں طرح طرح کی سفید اور سرخ دھاریاں ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں۔" یعنی اسی طرح اس نے پہاڑ بھی مختلف رنگوں کے پیدا فرمائے ہیں جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان میں سے بعض سفید اور بعض سرخ ہیں اور بعض میں مختلف رنگوں کے قطعات ہیں ﴿ جُدَدٌ ﴾ جُدَّةٌ کی جمع ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ جُدَدٌ ﴾ کے معنی دھاریاں ہیں۔ ① ابو مالک، حسن، قتادہ اور سدی رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ ② اور بعض کالے سیاہ ہیں۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ ﴿ غَرَابِيْبُ ﴾ ان پہاڑوں کو کہتے ہیں جو لمبے اور سیاہ ہوں۔ ③ ابو مالک، عطاء خراسانی اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ ④ ابن جریر کہتے ہیں کہ عرب جب کسی چیز کے بارے میں یہ کہنا چاہیں کہ وہ کالی سیاہ ہے تو اس کے لیے وہ أَسْوَدُ غَرِبِيبٌ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ⑤

---

① تفسیر روح المعانی: 280/12. ② تفسیر الطبری: 157/22 وتفسیر ابن أبی حاتم: 3180,3179/10. ③ الکشاف: 609/3. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 3180,3179/10 وتفسیر عبدالرزاق: 70/3، رقم: 2442. ⑤ تفسیر الطبری: 157/22.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ﴾ ’’اور انسانوں اور جانوروں اور چوپاؤں کے بھی اسی طرح مختلف قسم کے رنگ ہیں۔‘‘ یعنی اسی طرح انسانوں اور جانوروں کے بھی مختلف رنگ ہیں۔ دوابّ ان سب جانوروں کو کہتے ہیں جو اپنے پاؤں پر چلیں اور أنعام چوپاؤں کو کہتے ہیں یہ گویا خاص کے عام پر عطف کے باب سے ہے، مقصود یہ ہے کہ انسانوں، جانوروں اور چوپاؤں کے بھی مختلف رنگ ہیں، مثلاً: بَرْ بَرْ (مراکش، الجزائر اور تیونس کے باشندے) حبشی (سوڈان کی ایک نسل) اور سسلی بے حد کالے ہیں، صقالبہ (روم / قسطنطنیہ کے شمالی پہاڑی علاقوں اور بلاد خزر (جنوبی روس) کے مغرب میں آباد قوم یوکرینی، رومانی، بلغاری اور سرب وغیرہ) اور رومی لوگ حد درجہ سفید ہیں۔ عرب ان دونوں کے بین بین ہیں جبکہ ہندوستان کے لوگ ان سے بھی کم سفید ہیں، اسی وجہ سے ایک اور آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ (الروم 30:22) ’’اور تمھاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا بے شک اہل دانش کے لیے اس میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔‘‘ اسی طرح جانور اور چوپائے بھی مختلف رنگوں کے ہیں حتی کہ ایک جنس یا ایک نوع کے جانوروں کے رنگ بھی مختلف ہیں بلکہ بسا اوقات ایک ہی جانور میں بھی مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ.

اسی لیے ان سب باتوں کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۭ ﴾ ’’اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں۔‘‘ یعنی جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے قدر شناس علماء ہی اس سے ڈرتے ہیں کیونکہ جس قدر اس عظیم وقدیر اور علیم ذات، جو صفاتِ کمال سے موصوف اور اسمائے حسنٰی کے ساتھ منعوت ہے، کی معرفت حاصل ہوگی اور اس کے بارے میں زیادہ علم حاصل ہوگا، اسی قدر دل میں اس کی خشیت بھی زیادہ ہوگی۔

علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔① ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے عالم وہ ہے جو اس کا کسی کو شریک نہ بنائے، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھے، اس کی وصیت کو یاد رکھے اور اسے یقین ہو کہ وہ اپنے رب سے ملنے والا ہے جو اس سے اس کے تمام اعمال کا حساب لے گا۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ خشیت سے مراد وہ جذبہ ہے جو تمھارے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے بن دیکھے ڈرتا ہے، اس چیز سے رغبت رکھے جس کی اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے اور اس چیز سے بے نیاز ہو جائے جس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہو، پھر امام حسن بصری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿28﴾ ﴾ ’’اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں، بے شک اللہ غالب، بڑا بخشنے والا ہے۔‘‘②

---

① تفسیر الطبری :158/22 و تفسیر ابن أبی حاتم :3180/10. ② الدر المنثور:470/5 و تفسیر ابن أبی حاتم :3180/10.

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

بلاشبہ جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دے رکھا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ

وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۙ ㉙ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ

ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو ہرگز تباہ نہیں ہوگی ㉙ تاکہ وہ (اللہ) انھیں ان کے اجر پورے دے، اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ دے، بے شک

اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ㉚

وہ بہت بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے ㉚

وَالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور (اے نبی!) ہم نے جو کتاب آپ کی طرف وحی کی وہی حق ہے، ان (کتب) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہیں، بے شک اللہ اپنے

بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ㉛

بندوں سے خوب باخبر، (انھیں) خوب دیکھنے والا ہے ㉛

علماء کی تین قسمیں: سفیان ثوری نے ابوحَیّان تَیمی سے اور انھوں نے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ علماء کی تین قسمیں ہیں: (1) عالم باللہ بھی ہو اور عالم بامر اللہ بھی (2) عالم باللہ تو ہو مگر عالم بامر اللہ نہ ہو اور (3) عالم بامر اللہ تو ہو مگر عالم باللہ نہ ہو۔ عالم باللہ اور عالم بامر اللہ سے مراد وہ عالم ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور حدود و فرائض کو جانتا ہو، جو عالم باللہ تو ہو مگر عالم بامر اللہ نہ ہو تو اس سے مراد وہ ہے جو اللہ سے تو ڈرتا ہو مگر حدود و فرائض کو نہ جانتا ہو اور جو عالم بامر اللہ تو ہو مگر عالم باللہ نہ ہو تو اس سے مراد وہ عالم ہے جو حدود و فرائض کو تو جانتا ہو مگر اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرتا ہو۔ ①

تفسیر آیات: 30,29

مسلمان ہی آخرت کے تاجر ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مومن بندوں کے بارے میں فرمایا ہے جو اس کی کتاب کی تلاوت کرتے، اس پر ایمان رکھتے اور اس کے مطابق عمل کرتے ہوئے نماز قائم کرتے اور رات دن کے مشروع اوقات میں خفیہ اور علانیہ طور پر اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں ﴿ يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۙ ㉙ ﴾ ”وہ اس تجارت (کے فائدے) کے امیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہیں ہوگی۔“ یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کے امیدوار ہیں جو انھیں یقیناً حاصل ہو کر رہے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ ﴾ ”تاکہ وہ (اللہ) انھیں ان کے پورے پورے اجر دے اور اپنے فضل سے انھیں زیادہ بھی دے۔“ یعنی ان کے عمل کا انھیں نہ صرف پورا پورا بدلہ دے گا بلکہ اس قدر زیادہ دے گا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا۔ ﴿ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ㉚ ﴾ ”یقیناً وہ تو بڑا بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے۔“ یعنی ان کے گناہوں کو بخشنے والا اور ان کے تھوڑے عمل کا بھی قدر دان ہے۔

تفسیر آیت: 31

---

① تفسير ابن أبي حاتم : 3180/10 .

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ

پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث بنایا جنھیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا، پھر بعض تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں، اور بعض

وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿32﴾ ؕ

ان میں میانہ رو ہیں، اور بعض ان میں اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں، یہی بہت بڑا فضل ہے ﴿32﴾

قرآن مجید اللہ کی سچی کتاب ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ ﴾ ”اور وہ کتاب جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے۔“ یعنی اے محمد (ﷺ!) جو قرآن ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے ﴿ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ ﴾ ”وہی حق ہے، ان کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے کی ہیں۔“ یعنی سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جیسا کہ سابقہ کتابوں میں بھی اس کا ذکر ہے، لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب اللہ رب العالمین کی نازل کردہ ہے، ﴿ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿31﴾ ﴾ ”بے شک اللہ اپنے بندوں سے خبردار (اور ان کو) دیکھنے والا ہے۔“ یعنی وہ ان کے بارے میں باخبر ہے کہ ان میں سے کون مستحق ہے کہ اسے دوسروں کی نسبت فضل و شرف سے نوازا جائے، اسی لیے اس نے انبیاء اور رسولوں کو تمام انسانوں پر فضیلت دی، نبیوں کو بھی ایک دوسرے پر فضیلت دی اور ان میں سے بعض کے درجات کو بلند کر دیا، پھر اس نے محمد ﷺ کا مقام و مرتبہ سب سے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ کر دیا۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ .

تفسیر آیت: 32

قرآن مجید کے وارثوں کی تین قسمیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اس کتاب عظیم کو قائم کرنے والا ہم نے اس امت میں سے اپنے ان بندوں کو بنایا ہے جن کو ہم نے برگزیدہ کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں: ﴿ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ ﴾ ”تو کچھ تو ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں“ اور وہ بعض واجبات کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتے اور بعض محرمات کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ ﴿ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ ﴾ ”اور کچھ ان میں سے میانہ رَو ہیں۔“ اور وہ واجبات کو ادا کرتے اور محرمات کو ترک کرتے ہیں لیکن بعض مستحبات کو بھی ترک کر دیتے اور بعض مکروہات کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ ﴿ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ”اور کچھ ان میں سے اللہ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں“ اور وہ واجبات کے ساتھ مستحبات کو بھی سرانجام دیتے ہیں اور نہ صرف محرمات و مکروہات بلکہ بعض مباحات کو بھی ترک کر دیتے ہیں۔

علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ اس سے امت محمدیہ کے لوگ مراد ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں ہر اس کتاب کا وارث بنا دیا ہے جسے اس نے نازل فرمایا تو ان میں سے جو ظالم ہے اسے بخش دیا جائے گا، میانہ رو سے آسان حساب لیا جائے گا اور سبقت کرنے والوں کو حساب کے بغیر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ ① امام ابوالقاسم طبرانی

---

① تفسیر الطبری: 160/22.

نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [شَفَاعَتِی لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِی] ”میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لیے ہوگی۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نیکیوں میں سبقت کرنے والے بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے اور میانہ رو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے اور اپنے آپ پر ظلم کرنے والے اور اصحاب اعراف حضرت محمد ﷺ کی شفاعت کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔ ① کئی ایک ائمۂ سلف سے مروی ہے کہ اس امت کے برگزیدہ لوگوں میں سے ظالم وہ ہیں جن میں کچھ کجی اور کوتاہی ہوگی، کچھ دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ ان ظالموں کا تعلق اس امت سے نہیں اور نہ ان کا تعلق اس کتاب کا وارث بننے والے برگزیدہ لوگوں سے ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ان لوگوں کا تعلق بھی اس امت سے ہے۔

علماء کی فضیلت: علماء اس نعمت سے فیض یاب ہونے کے اعتبار سے سب سے زیادہ قابل رشک اور اس رحمت سے سرفراز کیے جانے کے سب سے زیادہ مستحق ہیں جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے قیس بن کثیر سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ مدینہ کا ایک شخص حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق آیا تو انھوں نے پوچھا: بھائی! یہاں کیسے تشریف لائے؟ انھوں نے جواب دیا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بیان فرماتے ہیں، انھوں نے پوچھا: آپ تجارت کے لیے تو نہیں آئے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں، انھوں نے پوچھا: آپ کسی اور ضرورت سے تو نہیں آئے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں، انھوں نے پھر پوچھا: آپ صرف اس حدیث کے لیے آئے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: جی ہاں، تو ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

[مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَّطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا، سَلَكَ اللّٰهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِّطَالِبِ الْعِلْمِ، وَإِنَّهٗ لَيَسْتَغْفِرُ لِلْعَالِمِ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ حَتَّى الْحِيتَانُ فِي الْمَاءِ، وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، إِنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، (وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ) لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّإِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَ بِهٖ أَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ]

”جو شخص طلب علم کے لیے کسی رستے پر چلا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے رستے پر چلا دے گا اور بے شک فرشتے طالب علم کی رضا کے لیے (اس کے قدموں کے نیچے) اپنے پر بچھاتے ہیں اور بلاشبہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے حتی کہ پانی میں مچھلیاں عالم کی مغفرت کے لیے دعا کرتی ہیں، عالم کو عابد پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح چاند کو تمام ستاروں پر فضیلت حاصل ہے، بے شک علماء ہی انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اور بے شک انبیاء نے دینار یا درہم کا وارث نہیں بنایا بلکہ انھوں نے علم کا وارث بنایا ہے، پس جس نے اسے لے لیا، اس نے وافر حصہ لے لیا۔“ ② اسے امام ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ

---

① المعجم الكبير للطبرانی :189/11، حديث: 11454 مزید دیکھیے سنن أبی داود، السنة، باب فی الشفاعة، حديث: 4739 و جامع الترمذی، صفة القيامة......، باب منه [حديث شفاعتی......]، حديث: 2435 عن أنس رضی اللہ عنہ مختصرًا۔ ② مسند أحمد: 196/5 جبکہ قوسین والے الفاظ جامع الترمذی، العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه......»

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿33﴾

ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، وہاں انھیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے، اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا ﴿33﴾

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ ﴿34﴾ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا

اور وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہم سے غم دور کر دیا، بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا، خوب قدر دان ہے ﴿34﴾ جس نے

دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿35﴾

اپنے فضل سے ہمیں ہمیشہ رہنے کے گھر میں اتارا، اس میں ہمیں کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، اور اس میں ہمیں کوئی تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی ﴿35﴾

نے بھی روایت کیا ہے۔ ①

تفسیر آیات: 33-35

علمائے ربانی فردوسِ بریں میں: اللہ تعالیٰ نے اپنے ان برگزیدہ بندوں کے بارے میں فرمایا ہے جنھیں رب العالمین کی طرف سے نازل ہونے والی کتاب کا وارث بنایا گیا کہ انھیں قیامت کے دن بہشت جاوداں کا ٹھکانا عطا کیا جائے گا، یعنی ایسے باغہائے بہشت کا جن میں وہ قیامت کے دن اس وقت داخل ہوں گے، جب وہ اپنے رب تعالیٰ کی ملاقات کے لیے آئیں گے، ﴿ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ ﴾ ”وہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔“ جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوَضُوءُ] ”مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا، جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔“ ② ﴿ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿33﴾ ﴾ ”اور ان کی پوشاک وہاں ریشمی ہوگی۔“ دنیا میں ریشم کو ان کے لیے ممنوع قرار دیا گیا تھا مگر آخرت میں ان کے لیے مباح ہوگا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ لَّبِسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ] ”جس نے دنیا میں ریشم پہنا، وہ اسے آخرت میں نہیں پہن سکے گا۔“ ③ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: [هِيَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْآخِرَةِ] ”یہ ان (کافروں) کے لیے دنیا میں اور تمھارے لیے آخرت میں ہے۔“ ④ ﴿ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ ﴾ ”اور وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم سے غم دور کیا۔“ قابلِ احتراز و اجتناب چیز سے ڈرنے کو حزن کہتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کے ان تمام غموں اور فکروں کو دور کر دیا جن سے ہم ڈرتے اور خوف کھاتے تھے۔

« حدیث: 2682 میں ہیں۔ یاد رہے مدینہ منورہ سے دمشق کا فاصلہ تقریباً 1300 کلومیٹر ہے۔ ① سنن أبي داود، العلم، باب فی فضل العلم، حدیث: 3641 و جامع الترمذی، العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه......، حدیث: 2682 و سنن ابن ماجه، السنة، باب فضل العلماء......، حدیث: 223. ② صحیح مسلم، الطهارة، باب تبلغ الحلیة......، حدیث: 250. ③ صحیح البخاری، اللباس، باب لبس الحریر للرجال ......، حدیث: 5834 عن عمر ؓ و صحیح مسلم، اللباس والزینة، باب تحریم لبس الحریر......، حدیث: 2074 عن أبی أمامة ؓ. ④ صحیح البخاری، اللباس، باب لبس الحریر للرجال......، حدیث: 5831 و صحیح مسلم، اللباس والزینة، باب تحریم استعمال إناء الذهب والفضة......، حدیث: 2067-(4).

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، ان کے متعلق یہ فیصلہ نہیں کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس (جہنم) کا عذاب ہلکا کیا

عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۚ ﴿36﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ

جائے گا، ہم ہر ناشکرے کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ﴿36﴾ اور وہ اس (جہنم) میں چلائیں گے (اور کہیں گے:) اے ہمارے رب! تو ہمیں (اس سے) نکال،

اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ

(اب) ہم نیک عمل کریں گے نہ کہ وہ جو (پہلے) کرتے تھے، (اللہ فرمائے گا:) کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہتا

مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۧ ﴿37﴾ 4 ع 11 16

تو نصیحت حاصل کر لیتا؟ اور تمھارے پاس ڈرانے والا بھی آیا، اب تم (عذاب کا مزہ) چکھو، پس ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ﴿37﴾

جنت میں داخلہ رحمت الٰہی کا مرہون منت ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی اہل علم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے کثیر گناہوں کو معاف فرما دے گا اور ان کی تھوڑی نیکیوں کی بھی قدر دانی فرمائے گا۔ ﴿ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ ﴾ ''جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر میں اتارا۔'' وہ کہیں گے کہ سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے فضل و کرم اور اپنی رحمت سے ہمیں یہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا ورنہ ہمارے اعمال ایسے نہ تھے کہ ہم اس مقام کو حاصل کر سکتے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَنْ يُّدْخِلَ أَحَدًا (مِّنْكُمْ) عَمَلُهُ الْجَنَّةَ، قَالُوا: وَلَا أَنْتَ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِفَضْلٍ وَّرَحْمَةٍ] ''تم میں سے کسی کو بھی اس کا عمل جنت میں ہرگز داخل نہیں کر سکے گا، صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ (کا عمل) بھی (آپ کو جنت میں داخل) نہیں (کر سکے گا؟) فرمایا: میں بھی نہیں، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور اپنے فضل کے ساتھ مجھے ڈھانپ لے۔''① ﴿ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿35﴾ ﴾ ''یہاں نہ تو ہمیں رنج پہنچے گا اور نہ ہمیں تکان ہی ہوگی۔'' یعنی ہمیں یہاں کوئی تکلیف اور تکان نہیں ہوگی۔ ﴿ نَصَبٌ ﴾ اور ﴿ لُغُوْبٌ ﴿35﴾ ﴾ میں سے ہر ایک تھکاوٹ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، دونوں کی نفی سے مقصود یہ ہے کہ اہل جنت کو نہ تو بدنوں کی تھکاوٹ محسوس ہوگی اور نہ روحوں کی۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. وہ چونکہ دنیا میں اپنے بدنوں کو اللہ کی عبادت میں تھکاتے تھے، اس لیے جنت میں داخل ہونے کے ساتھ ہی ان سے تکلیف ساقط ہو جائے گی اور وہ دائمی اور ابدی راحت میں ہوں گے اور اللہ تبارک و تعالیٰ ان سے فرمائے گا: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝ ﴾ (الحآقة 24:69) ''جو (عمل) تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو، اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔''

تفسیر آیات: 37,36

کافروں کی سزا اور جہنم میں ان کا حال: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے سعادت مند بندوں کا حال بیان فرمایا تو اب بدبخت

---

① صحیح البخاري، المرض، باب تمنی المریض......، حدیث: 5673، البتہ قوسین والا لفظ صحیح مسلم، صفات المنافقین......، باب لن یدخل أحد الجنة......، حدیث: (75)-2816 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ میں ہے۔

لوگوں کا حال بیان کرنا شروع کیا ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے، نہ ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا کہ مر جائیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ ﴾ (الأعلى 13:87) ''وہاں نہ مرے گا اور نہ جیے گا۔'' صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَمَّا أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا، فَإِنَّهُمْ لَا يَمُوتُونَ فِيهَا وَلَا يَحْيَوْنَ] ''وہ دوزخی جو دوزخ ہی کے رہنے والے ہوں گے تو بلاشبہ وہ اس میں نہ مریں گے اور نہ زندہ رہ سکیں گے۔''① اور فرمایا: ﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۝ ﴾ (الزخرف 77:43) ''اور پکاریں گے: اے مالک! آپ کا پروردگار ہمیں موت دے دے، وہ کہے گا: بے شک تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے۔'' اس حالت میں موت کو راحت سمجھیں گے لیکن انھیں کسی طرح بھی موت نہیں آئے گی۔ ﴿ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ ﴾ ''نہ ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا کہ مر جائیں اور نہ اس کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ۚ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝ۚ ﴾ (الزخرف 75,74:43) ''بے شک گناہ گار ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہیں گے، جو ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اس میں ناامید ہو کر پڑے رہیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآء يل 97:17) ''جب (اس کی آگ) بجھنے کو ہو گی تو ہم ان کو (عذاب دینے کے لیے) اور بھڑکا دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۝ ﴾ (النبا 30:78) ''سو (اب مزہ) چکھو، پس ہم تم پر عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے۔''

پھر فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝ ﴾ ''ہم ہر ایک ناشکرے کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔'' یعنی یہ بدلہ ہے ہر اس شخص کا جو اپنے رب کا ناشکرا اور حق کو جھٹلانے والا ہو۔ ﴿ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ ﴾ ''اور وہ اس میں چلائیں گے۔'' یعنی بلند آواز سے چیخیں چلائیں گے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے: ﴿ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! ہم کو نکال لے (اب) ہم نیک عمل کیا کریں گے، نہ کہ وہ جو ہم (پہلے) کرتے تھے۔'' یعنی وہ درخواست کریں گے کہ انھیں ایک بار پھر دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تاکہ وہ اپنے پہلے عملوں سے ہٹ کر عمل کریں اور اللہ رب ذوالجلال کو معلوم ہے کہ اگر وہ انھیں دنیا میں واپس بھیج دے تو یہ پھر وہی عمل کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا ہے اور یہ بالکل جھوٹے ہیں، لہٰذا وہ ان کے اس سوال کو پورا نہیں فرمائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ کہیں گے: ﴿ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ۚ ﴾ (الشورٰی 44:42) ''کیا (دنیا میں) واپسی کا کوئی راستہ ہے؟'' اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ ﴾ (المؤمن 12:40) ''یہ اس لیے کہ جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جاتا تھا، تو تسلیم کر لیتے تھے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ تمھاری درخواست کو قبول نہیں فرمائے گا کیونکہ تم اس طرح کے تھے اور اگر تم دنیا میں دوبارہ بھیج بھی دیے جاؤ تو تم پھر وہی عمل کرنے لگو جن سے تمھیں منع کیا گیا تھا، اسی

---

① صحيح مسلم، الإيمان، باب إثبات الشفاعة وإخراج الموحدين من النار، حديث : 185 عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه.

لیے یہاں فرمایا: ﴿ اَوَلَمۡ نُعَمِّرۡكُمۡ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيۡهِ مَنۡ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيۡرُ ؕ﴾ ’’کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو سوچنا چاہتا سوچ لیتا اور تمھارے پاس ڈرانے والا بھی آیا۔‘‘ یعنی تم کیا دنیا میں اتنی عمر تک زندہ نہیں رہے کہ اگر تم حق کے ساتھ نفع حاصل کرنا چاہتے تو اس مدت عمر میں ضرور نفع حاصل کر لیتے۔

عذر بہانے ختم ہونے کی عمر: امام احمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [لَقَدۡ أَعۡذَرَ اللّٰهُ إِلَى عَبۡدٍ أَحۡيَاهُ حَتّٰى بَلَغَ سِتِّينَ أَوۡ سَبۡعِينَ سَنَةً، لَّقَدۡ أَعۡذَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى إِلَيۡهِ، لَقَدۡ أَعۡذَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى إِلَيۡهِ] ’’بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لیے عذر کو ختم کر دیا ہے، جسے زندگی عطا فرمائی حتی کہ وہ ساٹھ یا ستر سال کی عمر کو پہنچ گیا، یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے عذر کو ختم کر دیا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے عذر کو ختم کر دیا ہے۔‘‘① اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح اپنی صحیح کی کتاب الرقاق میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَعۡذَرَ اللّٰهُ إِلَى امۡرِئٍ أَخَّرَ أَجَلَهٗ حَتّٰى بَلَّغَهٗ سِتِّينَ سَنَةً] ’’اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے عذر کو ختم کر دیا ہے جس کی موت میں اس قدر تاخیر فرمائی کہ اسے ساٹھ سال تک پہنچا دیا۔‘‘② اور ابن جریر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنۡ عَمَّرَهُ اللّٰهُ سِتِّينَ سَنَةً، فَقَدۡ أَعۡذَرَ اللّٰهُ إِلَيۡهِ فِي الۡعُمُرِ] ’’اللہ تعالیٰ جس شخص کو ساٹھ سال عمر عطا فرما دے تو اللہ تعالیٰ نے عمر کے اعتبار سے اس کے عذر کو ختم کر دیا۔‘‘③ اور امام احمد نے بھی اسے روایت کیا جبکہ نسائی نے اسے کتاب الرقاق میں بیان کیا ہے۔④ جب ساٹھ سال وہ عمر ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے عذروں کو ختم اور ان کے بہانوں کو دور کر دیتا ہے تو یہی وجہ ہے کہ اس امت کے اکثر لوگوں کی عمر ساٹھ سال ہے جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَعۡمَارُ أُمَّتِي مَا بَيۡنَ السِّتِّينَ إِلَى السَّبۡعِينَ وَأَقَلُّهُمۡ مَّنۡ يَّجُوزُ ذٰلِكَ] ’’میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہوں گی اور اس سے تجاوز کرنے والے لوگ بہت کم ہوں گے۔‘‘⑤ ترمذی اور ابن ماجہ دونوں نے اسے کتاب الزہد میں بیان کیا ہے۔⑥

﴿ وَجَآءَكُمُ النَّذِيۡرُ ؕ﴾ ’’اور تمھارے پاس ڈرانے والا بھی آیا۔‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، ابو جعفر باقر، قتادہ اور سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ اس ڈرانے والے سے مراد بڑھاپا ہے۔⑦ سدی اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں اور ابن زید نے یہاں اس آیت کو بھی پڑھا: ﴿ هٰذَا نَذِيۡرٌ مِّنَ النُّذُرِ الۡاُوۡلٰى ○﴾ (النجم 56:53) ’’یہ (محمد ﷺ) بھی اگلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والے ہیں۔‘‘⑧ صحیح روایت کے مطابق قتادہ سے بھی یہی قول مروی

---

① مسند أحمد :275/2. ② صحيح البخاري، الرقاق، باب من بلغ ستين سنة......، حديث: 6419. ③ تفسير الطبري: 170/22. ④ مسند أحمد :417/2 واللفظ له، جبکہ نسائی میں یہ روایت نہیں ملی۔ ⑤ صحيح ابن حبان، الجنائز، فصل في أعمار هذه الأمة :246/7، حديث: 2980. ⑥ جامع الترمذي، الدعوات، باب: [أعمار أمتي بين الستين......] حديث: 3550 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب الأمل والأجل، حديث: 4236، البتہ یہ روایت ترمذی میں کتاب الزہد کے بجائے کتاب الدعوات میں ہے۔ ⑦ تفسير ابن أبي حاتم: 3185/10 وتفسير البغوي :699/3. ⑧ تفسير الطبري :171/22 وتفسير ابن أبي حاتم: 3185/10.

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿38﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ

بلاشبہ اللہ آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں جانتا ہے، بے شک وہ سینوں کے بھید خوب جانتا ہے﴿38﴾ وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں جانشین

خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

بنایا، پھر جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا، اور کافروں کو ان کا کفران کے رب کے ہاں ناراضی ہی میں زیادہ کرتا ہے، اور کافروں کو

اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿39﴾

ان کا کفر نقصان ہی میں زیادہ کرتا ہے﴿39﴾

ہے جیسا کہ شیبان نے ان سے روایت کیا ہے کہ عمر اور رسولوں کو ان کے خلاف بطور دلیل پیش کیا گیا ہے۔① امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔② اور بظاہر یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ○ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ○ ﴾ (الزخرف 43:77,78) ”اور پکاریں گے: اے مالک! آپ کا پروردگار ہمیں موت دے دے، وہ کہے گا: بے شک تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے، البتہ تحقیق ہم تمھارے پاس حق لے کر پہنچے لیکن تم میں سے اکثر حق سے ناخوش ہوتے رہے۔“ یعنی رسولوں کی زبانی ہم نے تمھارے سامنے حق واضح کر دیا تھا مگر تم نے انکار اور مخالفت ہی کی روش کو اختیار کیے رکھا اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ○ ﴾ (بنی إسراء یل 17:15) ”اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب نہیں دیا کرتے۔“ اور فرمایا: ﴿ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ○ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ○ ﴾ (الملك 67:8,9) ”جب بھی اس میں (ان کی) کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے داروغے ان سے پوچھیں گے: کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! ضرور ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے (اسے) جھٹلایا اور ہم نے کہا کہ اللہ نے تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی، تم تو بڑی غلطی میں (پڑے ہوئے) ہو۔“ ﴿ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿37﴾ ﴾ ”تو (اب مزے) چکھو پس ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔“ یعنی مدت عمل میں انبیاء کی مخالفت کی وجہ سے اب آتش دوزخ کے مزے چکھو پس آج تمھارا کوئی حامی و ناصر نہیں ہے جو اس عذاب، اس سزا اور جہنم کی بیڑیوں سے تمھیں بچا سکے۔

تفسیر آیات: 39,38

اللہ تعالیٰ ہی زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بناتا ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، وہ دلوں کے بھیدوں اور ضمیروں کے اندرونی رازوں سے آگاہ ہے اور ہر انسان کو وہ اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا ﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ ﴾ ”وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں (پہلوں کا) جانشین بنایا۔“ یعنی

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 3185/10. ② تفسیر الطبري: 171/22.

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ

آپ کہہ دیجیے: بھلا بتاؤ تو اپنے جن شریکوں (معبودوں) کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین سے کیا کچھ پیدا کیا ہے یا ان کا

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ

آسمانوں (کی پیدائش) میں کوئی حصہ ہے؟ یا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے تو وہ اس کی کسی واضح دلیل پر (قائم) ہیں؟ بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے کو محض

بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ㊵ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ

پُر فریب وعدہ دیتے ہیں ㊵ بلاشبہ اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے (کہیں) وہ دونوں (اپنی جگہ سے) ہٹ نہ جائیں، اور فی الواقع اگر وہ ہٹ

اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ㊶

جائیں تو اس کے بعد انھیں کوئی بھی تھام نہیں سکے گا، بلاشبہ وہ بڑا حلم والا، بہت بخشنے والا ہے ㊶

ایک قوم اپنے سے پہلی قوم اور ایک نسل اپنے سے پہلی نسل کی جانشین بنتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ﴾ ''اور تم کو زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے۔'' (النمل 62:27) ﴿ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ ﴾ ''تو جس نے کفر کیا اس کے کفر کا ضرر اسی کو ہے۔'' یعنی اس کا وبال اسی پر لوٹے گا، کسی اور پر نہیں۔ ﴿ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ ﴾ ''اور کافروں کے حق میں ان کے کفر سے پروردگار کے ہاں ناخوشی ہی بڑھتی ہے۔'' یعنی جیسے وہ کفر پر قائم رہتے ہیں، ایسے ہی ان سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور جیسے وہ کفر پر قائم رہتے ہیں، ایسے ہی وہ روز قیامت اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے خسارے کا سبب ہوں گے، جبکہ اس کے برعکس مومنوں میں سے جب کسی کی عمر طویل اور عمل صالح ہوتا ہے، ایسے ہی جنت میں اس کا درجہ و مرتبہ بلند اور اس کا اجر و ثواب زیادہ ہوتا ہے اور اللہ رب العالمین اس سے محبت فرماتا ہے۔

تفسیر آیات: 41,40

شریکوں کا عجز اور اللہ تعالیٰ کی قدرت: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا ہے کہ وہ مشرکوں سے یہ کہہ دیں: ﴿ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''بھلا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا، جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو؟'' یعنی بتوں اور شریکوں کو۔ ﴿ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ ﴾ ''مجھے دکھاؤ کہ انھوں نے زمین سے کون سی چیز پیدا کی ہے یا (بتاؤ کہ) آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے۔'' یعنی وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی تو کسی چیز کے مالک نہیں! ﴿ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ ﴾ ''یا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے، تو وہ اس کی سند رکھتے ہیں؟'' یعنی شرک اور کفر کی جو یہ باتیں کہتے ہیں کیا ہم نے اس کی ان پر کوئی کتاب نازل کی ہے؟ حالانکہ معاملہ اس طرح نہیں۔ ﴿ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ㊵ ﴾ یعنی ظالم جو ایک دوسرے کو وعدہ دیتے ہیں محض فریب ہے اور انھوں نے اس سلسلے میں اپنی خواہشات، آراء اور تمناؤں کی پیروی کی ہے جو سراسر فریب، باطل اور جھوٹ ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی اس عظیم قدرت کا ذکر فرمایا ہے جس کے ساتھ آسمان اور زمین قائم ہیں اور جس کے ساتھ

وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ لَئِنۡ جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ لَّيَكُوۡنُنَّ اَهۡدٰى مِنۡ اِحۡدَى الۡاُمَمِ ۚ

اور انھوں نے اللہ کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آیا تو وہ ضرور ہر ایک امت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے، پھر جب ان

فَلَمَّا جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ مَّا زَادَهُمۡ اِلَّا نُفُوۡرَا ۙ ㊷ اسۡتِكۡبَارًا فِى الۡاَرۡضِ وَمَكۡرَ السَّيِّئِ ؕ

کے پاس ڈرانے والا آیا تو اس (کی آمد) نے ان کو (حق سے) نفرت ہی میں زیادہ کیا ㊷ زمین میں تکبر کرنے اور بری چال کی وجہ سے، اور بری چال اس

وَلَا يَحِيۡقُ الۡمَكۡرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهۡلِهٖ ؕ فَهَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا سُنَّتَ الۡاَوَّلِيۡنَ ۚ فَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ

کے چلنے والے ہی کو گھیرتی ہے، پھر وہ پہلے لوگوں کے (بارے میں اللہ کے) طریقے کا انتظار ہی تو کرتے ہیں، چنانچہ آپ اللہ کا طریقہ بدلتا ہرگز نہ پائیں

اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا ۚ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحۡوِيۡلًا ㊸

گے، اور آپ اللہ کا طریقہ ٹلتا ہرگز نہ پائیں گے ㊸

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں قوت ماسکہ (تھام کر رکھنے کی قوت) پیدا فرما دی ہے۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُمۡسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا ۚ ﴾ ”بلاشبہ اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے رکھتا ہے کہ ٹل (نہ) جائیں۔“ یعنی اپنی اپنی جگہ سے ہل نہ جائیں جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَيُمۡسِكُ السَّمَآءَ اَنۡ تَقَعَ عَلَى الۡاَرۡضِ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ ؕ ﴾ (الحج 65:22) ”اور وہ آسمان کو (اس طرح) تھامے رکھتا ہے کہ اس کے حکم کے بغیر زمین پر نہیں گر سکتا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ تَقُوۡمَ السَّمَآءُ وَالۡاَرۡضُ بِاَمۡرِهٖ ؕ ﴾ (الروم 25:30) ”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔“ ﴿ وَلَئِنۡ زَالَتَاۤ اِنۡ اَمۡسَكَهُمَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ ﴾ ”اور اگر وہ ٹل جائیں تو اس (اللہ) کے بعد کوئی ایسا نہیں جو ان کو تھام سکے۔“ یعنی اس کے سوا انھیں قائم و دائم رکھنے پر کوئی اور قادر نہیں ہے، اس کے باوجود بردبار اور بخشنے والا بھی ہے، وہ اپنے بندوں کو کفر اور نافرمانی کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو بردباری سے کام لیتے ہوئے انھیں مہلت دیے رکھتا ہے اور فوراً اپنی گرفت میں نہیں لیتا اور دوسروں کی پردہ پوشی کرتا اور انھیں معاف فرما دیتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيۡمًا غَفُوۡرًا ㊶ ﴾ ”بے شک وہ بڑا بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔“

تفسیر آیات: 43,42

رسول کی آمد کے لیے کفار کی تمنا: اللہ تعالیٰ نے قریش اور عربوں کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے رسول کی بعثت سے قبل بہت سخت قسمیں کھا کر کہا تھا: ﴿ لَئِنۡ جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ لَّيَكُوۡنُنَّ اَهۡدٰى مِنۡ اِحۡدَى الۡاُمَمِ ۚ ﴾ ”البتہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آیا تو ضرور وہ ہر ایک امت سے بڑھ کر ہدایت پر ہوں گے۔“ یعنی ان تمام امتوں سے جن کی طرف رسولوں کو بھیجا گیا۔ یہ ضحاک وغیرہ کا قول ہے۔① یہ آیت کریمہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ اَنۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِنَا ۪ وَاِنۡ كُنَّا عَنۡ دِرَاسَتِهِمۡ لَغٰفِلِيۡنَ ۙ ○ اَوۡ تَقُوۡلُوۡا لَوۡ اَنَّاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا الۡكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهۡدٰى مِنۡهُمۡ ۚ فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ ۚ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنۡهَا ؕ ﴾ (الأنعام 157,156:6) ”(اور اس لیے اتاری ہے) تاکہ تم یوں (نہ) کہو کہ ہم سے پہلے دو ہی گروہوں پر کتاب اتاری گئی تھی اور بے شک

---

① تفسیر الطبری: 125/8 عن السدی رحمہ اللہ.

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ط

کیا وہ زمین میں چلتے پھرتے نہیں کہ وہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے جبکہ وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے، اور اللہ (ایسا) نہیں کہ اسے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ط اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿44﴾

کوئی چیز آسمانوں میں اور زمین میں عاجز کر دے، بلاشبہ وہ خوب جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے ﴿44﴾ اور اگر اللہ لوگوں کو اس وجہ سے پکڑتا جو انھوں

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى

نے کمایا تو وہ اس (زمین) کی پشت پر چلنے والا کوئی جاندار نہ چھوڑتا، لیکن وہ انھیں ایک مقررہ وقت تک ڈھیل دیتا ہے، پھر جب ان کا مقررہ وقت آ جائے

اَجَلٍ مُّسَمًّى ج فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ع ﴿45﴾ 5 ع 8 17

گا (تو وہی انھیں سزا دے گا) یقیناً اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے ﴿45﴾

ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے (معذور اور) بے خبر تھے یا (یہ نہ) کہو کہ بلاشبہ اگر ہم پر بھی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان (لوگوں) کی نسبت کہیں زیادہ سیدھے رستے پر ہوتے، تو تحقیق تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل اور ہدایت اور رحمت آگئی ہے، تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے اور ان سے اعراض کرے؟'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ۝ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 37:167-170) ''اور بے شک یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس پہلے لوگوں کی نصیحت (کی کوئی کتاب) ہوتی تو ہم ضرور اللہ کے خالص بندے ہوتے، لیکن (اب) اس سے کفر کرتے ہیں سو عنقریب ان کو (اس کا نتیجہ) معلوم ہو جائے گا۔'' اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ ﴾ ''پھر جب ان کے پاس ڈرانے والا آیا۔'' یعنی محمد ﷺ اس کتاب عظیم، یعنی قرآن مبین کے ساتھ جو ان پر نازل کیا گیا تو ﴿ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿42﴾ ﴾ ''اس نے ان کی (حق سے) نفرت میں اور اضافہ کر دیا۔'' یعنی اس سے ان کے کفر میں اضافہ ہو گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: ﴿ اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ ﴾ ''(انھوں نے) زمین میں غرور کرنا (اختیار کیا۔)'' یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات کی اتباع سے غرور کیا ﴿ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ط ﴾ ''اور بری چال چلنا (اختیار کیا۔)'' یعنی اللہ تعالیٰ کے رستے سے لوگوں کو روکنے میں بری چال چلے ﴿ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ط ﴾ ''اور بری چال کا وبال اس کے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔'' یعنی اس کا وبال انھیں پر پڑے گا، دوسروں پر نہیں ﴿ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ج ﴾ ''سو نہیں وہ انتظار کرتے مگر (اللہ کے) طریقے کا (جو) پہلے لوگوں کے (بارے میں تھا۔)'' یعنی اس سزا کے جو اللہ نے ان کو رسولوں کی تکذیب اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے دی تھی، یہ منتظر ہیں۔ ﴿ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ج ﴾ ''پس آپ اللہ کی عادت میں ہرگز تبدیلی نہ پائیں گے۔'' یعنی اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں بلکہ وہ ہر تکذیب کرنے والے کے بارے میں جاری ہے۔ ﴿ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿43﴾ ﴾ ''اور آپ اللہ کا طریقہ ہرگز نہ ٹلتا پائیں گے۔'' یعنی ﴿ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ج ﴾ (الرعد 13:11) ''اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی (عذاب) کا ارادہ کرتا ہے تو پھر وہ پھر نہیں سکتی'' اللہ کے سوا کوئی اسے ان سے دور نہیں کر سکتا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 45,44

انبیائے کرام کی تکذیب کے برے نتائج: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) ان تکذیب کرنے والوں سے کہہ دیں جن کے پاس آپ پیغام الٰہی لے کر آئے ہیں کہ زمین میں چلو اور دیکھو کہ پیغمبروں کی تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں کس طرح تباہ و برباد کیا، اور اسی طرح کا عذاب ان کافروں کو ہوگا، ان کے مکان خالی ہو گئے ہیں، کمال قوت اور ساز و سامان کی کثرت کی صورت میں جو نعمتیں ان کو دی گئی تھیں، وہ ان سے محروم کر دیے گئے ہیں، اموال و اولاد کی کثرت ان کے کچھ کام نہ آئی اور نہ ان سے اللہ کے عذاب کو ٹال سکی کیونکہ اللہ تعالیٰ جب آسمانوں اور زمین میں کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرمالیتا ہے تو اسے کوئی چیز اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے سے روک نہیں سکتی۔ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا۝۴۴ ﴾ ''بے شک وہ بڑا علم والا، نہایت قدرت والا ہے۔'' وہ تمام کائنات کا علم رکھتا ہے اور ساری کائنات پر اسے قدرت حاصل ہے۔

مواخذے میں تاخیر کی حکمت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ ﴾ ''اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب پکڑنے لگتا، تو روئے زمین پر ایک چلنے پھرنے والے کو نہ چھوڑتا۔'' یعنی اگر وہ ان کو ان کے تمام گناہوں کے سبب پکڑنا چاہتا تو روئے زمین کے تمام لوگوں کو، ان کے جانوروں اور رزق کو تباہ کر دیتا۔ سعید بن جبیر اور سدی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں بارش کے پانی سے محروم کر دیتا جس کی وجہ سے تمام جاندار چیزیں مر جاتیں۔ ① ﴿ وَلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ ''لیکن وہ ان کو ایک وقت مقرر تک مہلت دیے جاتا ہے۔'' یعنی اس نے ان کو روز قیامت تک مہلت دے رکھی ہے، پھر اس دن وہ ان کا حساب لے گا اور ہر انسان کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔ اطاعت و فرماں برداری کرنے والوں کو ثواب عطا فرمائے گا اور نافرمانی کرنے والوں کو عذاب دے گا، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا۝۴۵ ﴾ ''پھر جب ان کا مقرر وعدہ آ گیا تو بے شک اللہ تو اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔''

سورۂ فاطر کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔
وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

① دیکھیے تفسیر القرطبی: 361/14.

تفسیر
سُوْرَۂ یٰسٓ

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جونہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

يٰسٓ ۚ ① وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ ② اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ ③ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۭ ④

یٰسٓ ① قسم ہے قرآن حکیم کی ② بلاشبہ آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں ③ راہ راست پر ہیں ④ (یہ قرآن) نہایت غالب، خوب رحم کرنے والے (اللہ)

تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۙ ⑤ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَاۗؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ⑥

کا اتارا ہوا ہے ⑤ تا کہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جس کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے، لہٰذا وہ (دین سے) غافل ہیں ⑥ بلاشبہ ان کی اکثریت پر (اللہ کا)

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓي اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑦

قول ثابت ہو گیا ہے، چنانچہ وہ ایمان نہیں لائیں گے ⑦

تفسیر آیات:1-7

رسول اللہ ﷺ ہادیٔ اعظم: حروف مقطعات کے بارے میں قبل ازیں سورۂ بقرہ کی ابتدا میں بحث گزر چکی ہے۔ ﴿ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ② ﴾ ’’حکمت والے قرآن کی قسم ہے!‘‘ یعنی اس قرآن محکم کی قسم! جس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے ﴿ اِنَّكَ ﴾ ’’بے شک آپ‘‘ اے محمد ﷺ! ﴿ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ③ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ④ ﴾ ’’پیغمبروں میں سے ہیں، سیدھے رستے پر۔‘‘ یعنی سیدھے رستے، دین اور شریعتِ مستقیم پر ہیں، ﴿ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ⑤ ﴾ ’’یہ (سب پر) بڑے غالب، نہایت مہربان کا نازل کیا ہوا ہے۔‘‘ یعنی یہ رستہ، طریقہ اور دین جسے آپ لائے ہیں اللہ رب العالمین نے اپنے مومن بندوں کے لیے نازل فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ○ ﴾ (الشوریٰ 42:52,53) ’’اور بے شک (اے محمد!) آپ سیدھے رستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اس اللہ کے رستے کی طرف کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے۔ خبر دار (رہو!) سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں (اور وہی ان میں فیصلہ کرے گا۔)‘‘

﴿ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَاۗؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ⑥ ﴾ ’’تا کہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادا کو ڈرایا نہیں گیا تھا، پس وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔‘‘ ان سے مراد عرب ہیں کہ ان کی طرف آپ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا اور یہاں اکیلے عربوں کا ذکر دوسروں کی نفی نہیں کرتا جیسا کہ بعض افراد کا ذکر عموم کی نفی نہیں کیا کرتا، قبل ازیں آیت کریمہ: ﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا

اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ⑧ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ

بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیے ہیں اور وہ (ان کی) ٹھوڑیوں تک ہیں، لہٰذا وہ سر اوپر اٹھائے ہوئے ہیں⑧ اور ہم نے ان کے آگے

اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ⑨ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ

ایک دیوار بنا دی، اور ان کے پیچھے بھی ایک دیوار، پھر ہم نے ان (کی آنکھوں) کو ڈھانک دیا، لہٰذا وہ دیکھ نہیں سکتے⑨ اور ان پر برابر ہے، خواہ آپ

ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑩ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ

انھیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے⑩ بس آپ تو صرف اس شخص کو ڈراتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمٰن سے بن دیکھے

بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ⑪ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا

ڈرے، لہٰذا آپ اسے مغفرت اور باعزت اجر کی بشارت دے دیجیے⑪ بلاشبہ ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے، اور جو (اعمال) وہ آگے بھیج چکے انھیں ہم

وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ⑫ ع 1 12 18

لکھ رہے ہیں اور ان کے آثار (نشاناتِ قدم) کو بھی، اور ہم نے ہر شے کو واضح کتاب میں محفوظ کر رکھا ہے⑫

النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾ (الأعراف 7:158) ”(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے: لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ کا (بھیجا ہوا) پیغمبر ہوں۔“ کی تفسیر میں ان آیات کریمہ اور احادیث متواترہ کا ذکر کیا جا چکا ہے جو آپ کی عالمگیر بعثت کے بارے میں ہیں۔① ﴿ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ ﴾ ”البتہ تحقیق ان میں سے اکثر پر (اللہ کی) بات ثابت ہو چکی ہے۔“ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان میں سے اکثر پر عذاب واجب ہو چکا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ام الکتاب میں ان کے بارے میں حتمی فیصلہ فرما دیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے ﴿ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑦ ﴾ لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے اور اس کے رسولوں کی تصدیق بھی نہیں کریں گے۔②

تفسیر آیات: 8-12

بدبختوں کا حال: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ بدبخت لوگ جن کے مقدر میں بدبختی لکھ دی گئی ہے ان کا ہدایت کی طرف پہنچنا ایسے ہے جیسے وہ شخص ہو جس کی گردن میں طوق ڈال دیا گیا ہو اور اس کے دونوں ہاتھوں کو اس کی گردن کے ساتھ اس کی ٹھوڑی کے نیچے باندھ دیا گیا ہو اور وہ سر کو اٹھائے تو اس کا سر اوپر کو اٹھا رہ جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ⑧ ﴾ ”تو وہ سر اوپر کو اٹھائے ہوئے ہیں۔“ مقمح اسے کہتے ہیں جس نے اوپر کی طرف سر اٹھایا ہوا ہو، جیسا کہ ام زرع نے اپنی گفتگو میں کہا تھا: وَأَشْرَبُ فَأَتَقَمَّحُ یعنی میں پیتی ہوں تو سیر ہو جاتی ہوں اور سیر ہو کر فخر سے اپنے سر کو اٹھا لیتی ہوں۔③ اور ہاتھوں کے ذکر کے بجائے گردن میں طوق کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے گو یہاں دونوں ہی مراد ہیں۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما

---

① دیکھیے الأعراف، آیت: 158 کے ذیل میں عنوان: ”حضور سرور کائنات ﷺ کی عالمگیر نبوت“ ② تفسیر الطبری: 180/22.

③ صحیح البخاری، النکاح، باب حسن المعاشرة مع الأهل، حدیث: 5189 و السنن الکبری للنسائی، عشرة النساء، باب شکر المرأة لزوجها: 355,354/5، حدیث: 9138 عن عائشة رضی اللہ عنہا.

سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ: ﴿ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ⑧ ﴾ ”بلاشبہ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال رکھے ہیں، پس وہ ٹھوڑیوں تک (پھنسے ہوئے) ہیں، تو وہ سر اوپر کو اٹھائے ہوئے ہیں۔“ اس آیت کی طرح ہے: ﴿ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 17:29) ”اور نہ تو اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا کر لے۔“ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے ہاتھ ان کی گردنوں سے بندھے ہوئے ہوں گے وہ انھیں بھلائی کے لیے پھیلا نہیں سکیں گے۔ ① مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ⑧ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے ہوں گے اور ان کے ہاتھ ان کے مونہوں پر رکھے ہوئے ہوں گے اور وہ ہر خیر سے روک دیے گئے ہوں گے۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا ﴾ ”اور ہم نے ان کے آگے ایک آڑ بنا دی۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ ایسی آڑ جس نے انھیں حق سے روک رکھا ہے۔ ③ ﴿ وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا ﴾ ”اور ایک آڑ ان کے پیچھے بھی۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ اس نے انھیں حق سے روک رکھا ہے اور وہ حیران و پریشان پھر رہے ہیں۔ ④ قتادہ کہتے ہیں کہ وہ گمراہیوں میں مبتلا ہیں۔ ⑤ ﴿ فَاَغْشَيْنٰهُمْ ﴾ ”پھر ہم نے انھیں ڈھانپ لیا ہے۔“ یعنی ہم نے ان کی آنکھوں کو ڈھانپ لیا ہے تاکہ وہ حق کو دیکھ نہ سکیں۔ ﴿ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ⑨ ﴾ ”تو یہ دیکھتے نہیں۔“ یعنی نہ خیر و بھلائی سے نفع حاصل کر سکتے ہیں اور نہ خیر و بھلائی کی ہدایت پا سکتے ہیں۔ ابن جریر نے کہا ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ اسے [فَأَعْشَيْنَاهُمْ] عین مہملہ کے ساتھ عَشَا سے مشتق پڑھا کرتے تھے جو آنکھ کی ایک بیماری ہے۔ ⑥ اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دیوار ان کے اور اسلام و ایمان کے درمیان بنائی ہے کہ وہ اسلام و ایمان تک پہنچ ہی نہیں سکتے، پھر انھوں نے یہ آیت: ﴿ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑩ ﴾ ”اور ان پر برابر ہے آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔“ پڑھی اور بعد میں یہ: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ ﴾ (یونس 10:96,97) ”یقیناً جن لوگوں کے بارے میں آپ کے رب کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ہر طرح کی نشانی آ جائے حتی کہ وہ عذاب الیم دیکھ لیں۔“ آیات پڑھیں، پھر فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ اسلام و ایمان سے روک دے اسے اس کی قبولیت کی استطاعت ہی نہیں ہو سکتی۔ ⑦ اور عکرمہ کہتے ہیں کہ ابوجہل نے لاف زنی کی تھی کہ اگر میں محمد ﷺ کو دیکھ لوں تو یہ کروں، وہ کروں، اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ⑧ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ⑨ ﴾ لوگ کہتے: ابوجہل دیکھو! یہ محمد ﷺ ہیں تو وہ کہتا: وہ کہاں ہے، وہ کہاں ہے؟ وہ آپ کو دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ اسے ابن جریر نے بھی بیان کیا ہے۔ ⑧

---

① تفسیر الطبری: 181/22. ② تفسیر الطبری: 182,181/22. ③ تفسیر الطبری: 182/22. ④ تفسیر الطبری: 182/22. ⑤ تفسیر الطبری: 182/22. ⑥ تفسیر الطبری: 183/22. ⑦ تفسیر الطبری: 182/22. ⑧ تفسیر الطبری: 183/22.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑩﴾ ’’اور ان پر برابر ہے، خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر گمراہی کی مہر لگا دی ہے، لٰہذا ان کے لیے ڈرانا مفید نہیں اور نہ وہ اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اس کی نظیر سورۂ بقرہ کے آغاز میں گزر چکی ہے۔① اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ○﴾ (یونس 10 : 97,96) ’’یقیناً جن لوگوں کے بارے میں آپ کے رب کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آ جائے حتیٰ کہ وہ عذاب الیم دیکھ لیں۔‘‘

﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ﴾ ’’بس آپ تو صرف اسی شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے۔‘‘ یعنی آپ کی نصیحت سے وہ مومن ہی فائدہ اٹھائیں گے جو نصیحت، یعنی قرآن عظیم کی اتباع کرتے ہیں ﴿وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ﴾ ’’اور اللہ سے بن دیکھے ڈرے‘‘ کہ جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا اور کوئی اسے دیکھتا نہ ہو اور اسے یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ اس سے مطلع اور اس کے فعل سے باخبر ہے، ﴿فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ⑪﴾ ’’پس آپ اسے مغفرت اور باعزت اجر کی بشارت سنا دیں۔‘‘ یعنی گناہوں کی مغفرت اور بہت خوبصورت اور بے پایاں اجر و ثواب کی بشارت۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ○﴾ (الملك 12:67) ’’بے شک جو لوگ اپنے پروردگار سے بن دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔‘‘

پھر فرمایا: ﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى﴾ ’’بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے۔‘‘ یعنی قیامت کے دن، اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو ان کفار کے دلوں کو زندہ فرما دے جو ضلالت و گمراہی کے باعث مردہ ہو چکے ہیں اور انھیں حق کی ہدایت عطا فرما دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دلوں کی سختی ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○﴾ (الحدید 17:57) ’’جان رکھو کہ اللہ ہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے، یقیناً ہم نے تمھارے لیے (اپنی) نشانیاں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں تاکہ تم سمجھو۔‘‘

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ﴾ ’’اور ہم لکھ رہے ہیں جو کچھ وہ آگے بھیج چکے اور ان کے آثار (نشانات قدم) کو بھی۔‘‘ یعنی ہم ان کے اعمال کو بھی لکھ لیتے ہیں جو انھوں نے خود سرانجام دیے اور ان کے ان نشانات کو بھی جو انھوں نے اپنے بعد پیچھے چھوڑے، ہم انھیں ان کا بدلہ دیں گے، اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھا بدلہ اور اگر برے ہوئے تو برا بدلہ جیسا کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: [مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَّمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ] ’’جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اسے

---

① دیکھیے البقرة، آیت: 6 کے ذیل میں۔

اس کا اجر ملے گا اور ان لوگوں کا اجر بھی جو اس کے بعد اسی کے مطابق عمل کریں گے لیکن عمل کرنے والوں کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کیا تو اسے اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا گناہ بھی جو اس کے بعد اس کے مطابق عمل کریں گے لیکن ان کے گناہ میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔'' امام مسلم نے اس حدیث کو جریر بن عبداللہ بَجَلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس سے متعلق خاندان مضر کے مفلس اور قلاش لوگوں کا واقعہ بھی ہے۔ ① اور امام ابن ابوحاتم نے بھی اس حدیث کو جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی سے مفصل واقعہ کے ساتھ روایت کیا ہے، پھر انھوں نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ ﴾ ② اور امام مسلم نے اس حدیث کو ایک اور طریق سے بھی روایت کیا ہے۔ ③

اور اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْعِلْمٍ يُّنْتَفَعُ بِهٖ، أَوْوَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُوْلَهٗ] ''جب انسان فوت ہوتا ہے تو تین کے سوا اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں: (1) صدقہ جو اس کے بعد بھی جاری رہنے والا ہو (2) اور وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے اور (3) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو۔'' ④ اور سفیان ثوری نے ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ میں نے مجاہد سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ ﴾ کے بارے میں سنا ہے کہ اس سے مراد وہ ضلالت ہے جس کا انھوں نے بعد میں آنے والوں کو وارث بنایا۔ ⑤

ابن ابونجیح وغیرہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ﴿ مَا قَدَّمُوْا ﴾ ''جو کچھ وہ آگے بھیج چکے'' سے مراد اعمال ہیں۔ ﴿ وَاٰثَارَهُمْ ۭ ﴾ ''اور ان کے آثار (نشانِ قدم) بھی۔'' یعنی ان کے قدموں کے نشانات۔ ⑥ حسن وقتادہ کا بھی یہی قول ہے کہ اس سے مراد ان کے قدموں کے نشانات ہیں۔ ⑦ اور امام قتادہ کہتے ہیں کہ اے ابن آدم! اگر اللہ تعالیٰ سے تیرا کوئی معاملہ مخفی ہوتا تو تیرے قدموں کے یہ نشانات مخفی ہوتے جنھیں ہوائیں مٹا دیتی ہیں۔ ⑧ لیکن ابن آدم کے ہر عمل اور اس کے نشان کو حتی کہ قدم کے نشان کو بھی محفوظ کر دیا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اٹھا ہے یا اس کی نافرمانی میں، لہٰذا کوشش کرو کہ تمھارا نقش قدم اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لکھا جائے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مسجد نبوی کے اردگرد کے کچھ علاقے خالی ہوئے تو بنوسلمہ کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ وہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں، رسول اللہ ﷺ کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا: [إِنَّهٗ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟ قَالُوا: نَعَمْ، يَارَسُولَ اللّٰهِ! قَدْ أَرَدْنَا ذٰلِكَ، فَقَالَ: يَا بَنِي سَلِمَةَ!

---

① صحیح مسلم، الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ......، حدیث: 1017. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 3191,3190/10. ③ صحیح مسلم، العلم، باب من سن سنۃ حسنۃ......، حدیث: (6800)15-1017، بعد الحدیث: (14)-2673. ④ صحیح مسلم، الوصیۃ، باب مایلحق الإنسان......، حدیث: 1631. ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم: 3190/10 والدر المنثور: 489/5. ⑥ تفسیر الطبری: 185,184/22. ⑦ تفسیر الطبری: 186/22. ⑧ تفسیر الطبری: 186/22.

دِيَارَكُمْ! تُكْتَبُ آثَارُكُمْ، دِيَارَكُمْ! تُكْتَبُ آثَارُكُمْ] ”مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کر رہے ہو؟“ انھوں نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول! ہمارا یہ ارادہ ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے بنو سلمہ! تم اپنے گھروں میں ہی رہو، تمھارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں، تم اپنے گھروں ہی میں رہو، تمھارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔“ ① اسے امام مسلم نے بھی جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ②

اور امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مدینہ میں ایک شخص فوت ہوا تو نبی ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھایا اور فرمایا: [يَالَيْتَهُ! مَاتَ فِي غَيْرِ مَوْلِدِهِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ النَّاسِ: لِمَ؟ يَارَسُولَ اللّٰهِ! فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا تُوُفِّيَ فِي غَيْرِ مَوْلِدِهِ، قِيسَ لَهُ مِنْ مَّوْلِدِهِ إِلٰى مُنْقَطَعِ أَثَرِهِ فِي الْجَنَّةِ] ”اے کاش! یہ اپنی جائے پیدائش کے علاوہ کسی اور جگہ فوت ہوتا، ایک آدمی نے عرض کی: کیوں؟ اے اللہ کے رسول! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی جب اپنی جائے پیدائش کے علاوہ کسی اور جگہ فوت ہوتا ہے تو جنت میں اس کی جائے پیدائش سے لے کر اس کے قدم کے آخری نشان تک کی جگہ کی پیمائش کی جاتی ہے۔“ ③ اسے امام نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ④

اور ابن جریر نے ثابت سے روایت کیا ہے کہ میں انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا میں نے تیز چلنا شروع کیا تو انھوں نے میرے ہاتھ کو پکڑ لیا، پھر ہم آہستہ چلے، پھر جب ہم نے نماز ادا کر لی تو انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا، میں نے تیز چلنا شروع کیا تو انھوں نے فرمایا: انس! تمھیں معلوم نہیں کہ قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔ ⑤ اس میں اور پہلے قول میں کوئی تضاد نہیں بلکہ اس میں بطریق اولیٰ تنبیہ و دلالت ہے کہ جب قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں تو خیر و شر کے وہ نشانات جن میں لوگوں کو نمونہ بنا لیا گیا ہو، بالاولیٰ لکھے جائیں گے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَم.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ⑫ ﴾ ”اور ہر چیز کو ہم نے کتاب روشن میں محفوظ کر رکھا ہے۔“ یعنی تمام کائنات کو کتاب مسطور اور لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے۔ امام مبین سے یہاں ”ام الکتاب“ مراد ہے اور یہ مجاہد، قتادہ اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے۔ ⑥ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ ۚ ﴾ (بنٓی إسرآء یل 71:17) میں بھی ”امام“ سے مراد ان کی کتاب اعمال ہے جو ان کے اچھے یا برے عملوں کی شاہد ہوگی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ ﴾ (الزمر 69:39) ”اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائے گی اور پیغمبر اور گواہ لائے جائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ

---

① مسند أحمد: 333,332/3. ② صحيح مسلم، المساجد......، باب فضل كثرة الخطا......، حديث: 665.

③ مسند أحمد: 177/2. ④ السنن الكبرى للنسائي، الجنائز، باب الموت بغير مولده: 602/1، حديث: 1958 و سنن النسائي، الجنائز، باب الموت بغير مولده، حديث: 1833 و سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ما جاء فيمن مات غريبًا، حديث: 1614. ⑤ تفسير الطبرى: 185/22. ⑥ تفسير الطبرى: 186/22.

وقف لازم

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۚ ⑬ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ

اور آپ ان کے لیے بستی والوں کی مثال بیان کیجیے جب ان کے پاس (اللہ کے) بھیجے ہوئے آئے ⑬ جب ہم نے ان کی طرف دو (رسول) بھیجے تو انھوں

فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ⑭ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ

نے انھیں جھٹلایا، پھر ہم نے (انھیں) تیسرے کے ساتھ تقویت دی، تب انھوں نے کہا: بلاشبہ ہم تمھاری طرف بھیجے گئے (رسول) ہیں ⑭ وہ کہنے لگے: تم

وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ⑮ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ

ہم جیسے بشر ہی تو ہو، اور رحمٰن نے (تم پر) کوئی چیز (بھی تو) نازل نہیں کی، تم تو نرا جھوٹ بولتے ہو ⑮ انھوں نے کہا: ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم یقیناً تمھاری

لَمُرْسَلُوْنَ ⑯ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑰

ہی طرف بھیجے گئے ہیں ⑯ اور ہمارے ذمے تو صرف کھول کر پہنچا دینا ہے ⑰

اَحَدًا ○ ﴾ (الکھف 49:18) ''اور (عملوں کی) کتاب (کھول کر) رکھی جائے گی تو آپ گناہ گاروں کو دیکھیں گے کہ جو کچھ اس میں (لکھا) ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے، ہماری شامت! اس کتاب کو کیا ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو مگر اس نے اسے شمار کر رکھا ہے اور جو عمل انھوں نے کیے ہوں گے حاضر پائیں گے اور آپ کا پروردگار کسی پر بھی ظلم نہیں کرے گا۔''

تفسیر آیات: 13-17

اصحاب القریہ کی پیغمبروں کے ساتھ بدسلوکی: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: ﴿ وَاضْرِبْ لَهُمْ ﴾ یعنی اے محمد (ﷺ!) اپنی قوم کے ان لوگوں سے جنھوں نے آپ کی تکذیب کی ہے بیان کیجیے: ﴿ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۚ ⑬ ﴾ ''بستی والوں کی ایک مثال جب اس میں کئی رسول آئے۔'' ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ انھیں ابن عباس رضی اللہ عنہما، کعب احبار اور وہب بن منبہ کی روایات پہنچی ہیں کہ یہ انطاکیہ کا شہر تھا جس میں انطیخس بن انطیخس بن انطیخس (انتیوکس/Antiochus) نامی ایک بادشاہ رہتا تھا جو بتوں کی پوجا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف تین رسول بھیجے جن کے نام صادق، صدوق اور شلوم تھے مگر بادشاہ نے ان کی تکذیب کی۔ ① بریدہ بن حُصَیب، عکرمہ، قتادہ اور زہری رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ یہ شہر انطاکیہ تھا۔ ② مگر بعض ائمہ نے اس کے انطاکیہ ہونے میں اشکال کا اظہار کیا ہے جیسا کہ قصے کی تفصیل بیان کرنے کے بعد ہم ذکر کریں گے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا ﴾ ''جب ہم نے ان کی طرف دو (پیغمبر) بھیجے تو انھوں نے انھیں جھٹلایا۔'' یعنی فوراً تکذیب کر دی۔ ﴿ فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ ﴾ ''پھر ہم نے تیسرے سے تقویت دی۔'' یعنی ہم نے ان کی

---

① تفسیر الطبری: 187/22 طبری کے طبع شدہ نسخے میں ''صدوق، شلوم اور انطیخس'' کے بجائے ''مصدوق، سلوم اور انطیحس'' ہے جبکہ ابن کثیر رحمہ اللہ کے دیگر نسخوں اور قرطبی وغیرہ میں ''صدوق، شلوم اور انطیخس'' ہی ہے۔ ② تفسیر الطبری: 186/22 تفسیر ابن أبی حاتم: 3191/10.

تائید وحمایت کے لیے ایک تیسرے رسول کو بھیج دیا۔ ابن جریج نے مصعب بن سلیمان سے اور انھوں نے شعیب جبائی سے روایت کیا ہے کہ پہلے دو رسولوں کا نام شمعون اور یوحنا تھا اور تیسرے کا نام بولص ① تھا اور بستی کا نام انطاکیہ تھا۔ ﴿فَقَالُوْٓا﴾ ''تو انھوں نے کہا۔'' ان بستی کے لوگوں سے: ﴿اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ⑭﴾ ''بلاشبہ ہم تمھاری طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجے گئے ہیں۔'' یعنی ہم تمھارے پروردگار اور خالق کی طرف سے پیغمبر ہیں اور اس نے تمھیں حکم دیا ہے کہ صرف اسی وحدہ لاشریک کی عبادت کرو، یہ ابو العالیہ کا قول ہے۔ ② اور قتادہ بن دِعامہ نے گمان کیا ہے کہ یہ اہل انطاکیہ کی طرف مسیح علیہ السلام کے قاصد تھے۔ ③

کیا رسول بشر نہیں ہو سکتے؟ ﴿قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ﴾ ''وہ بولے کہ تم (اور کچھ) نہیں ہو مگر ہماری طرح کے آدمی۔'' یعنی تمھاری طرف کیسے وحی کی گئی جبکہ تم تو آدمی ہو اور ہم بھی آدمی ہیں تو پھر ہماری طرف وحی کیوں نہ بھیجی گئی جس طرح تمھاری طرف بھیجی ہے؟ اگر تم پیغمبر ہوتے تو ضرور فرشتے ہوتے۔ تکذیب کرنے والی بہت سی امتوں نے اسی قسم کے شبہات پیش کیے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں ان کی اس بات کی خبر دی ہے: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ﴾ (التغابن 64:6) ''یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آتے تو یہ کہتے کہ کیا آدمی ہمیں راہ دکھائیں گے۔'' یعنی انھوں نے اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ○﴾ (إبراهيم 14:10) ''وہ بولے کہ تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو، تمھارا یہ ارادہ ہے کہ جن چیزوں کو ہمارے بڑے پوجتے رہے ہیں، ان (کے پوجنے) سے ہمیں روک دو تو (اچھا) ہمارے پاس کوئی کھلی دلیل لاؤ (معجزہ دکھاؤ۔)'' اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَلَىِٕنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ○ۙ﴾ (المؤمنون 23:34) ''اور البتہ اگر تم نے اپنے ہی جیسے آدمی کا کہا مان لیا تو اس وقت تم البتہ گھاٹے میں پڑ گئے۔'' اور فرمایا: ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ○﴾ (بنی إسرآء یل 17: 94) ''اور لوگوں کو نہیں منع کیا (اس سے) کہ وہ ایمان لائیں جب ان کے پاس ہدایت آگئی مگر اس بات نے کہ انھوں نے کہا: کیا اللہ نے آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔'' اور اسی طرح ان لوگوں نے بھی کہا: ﴿مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ⑮ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ⑯﴾ ''کہ تم (اور کچھ) نہیں ہو مگر ہماری ہی طرح کے آدمی اور اللہ نے کوئی چیز بھی نازل نہیں کی، تم محض جھوٹ بولتے ہو، انھوں نے کہا: ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ ہم تمھاری ہی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجے گئے ہیں۔'' یعنی تینوں رسولوں نے انھیں یہ جواب دیا کہ اللہ جانتا ہے کہ ہم اس کی طرف سے تمھاری طرف بھیجے ہوئے رسول ہیں اور اگر

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 3192/10، البتہ بعض ''بولص'' کے بجائے ''بولس'' سین کے ساتھ لکھتے ہیں جیسا کہ روح المعاني: 330/12 وغیرہ میں ہے۔ ② تفسیر ابن أبي حاتم: 3191/10۔ ③ تفسیر الطبري: 186/22۔

قَالُوْۤا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ

وہ کہنے لگے: ہم تو تمھیں منحوس خیال کرتے ہیں، اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمھیں ضرور سنگسار کر دیں گے اور تمھیں ہماری طرف سے ضرور دردناک

مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑱ قَالُوْا طَآىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَىِٕنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ

سزا پہنچے گی⑱ انھوں نے کہا: تمھاری نحوست تو تمھارے ساتھ ہی ہے، کیا اگر تمھیں نصیحت کی جائے (تو یہ نحوست ہے؟ ہرگز نہیں!) بلکہ تم لوگ

قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ⑲

ہی حد سے بڑھنے والے ہو⑲

ہم جھوٹ بول رہے ہوں تو وہ ہم سے شدید ترین انتقام لے سکتا ہے لیکن ہم سچے رسول ہیں، اس لیے وہ ہمیں عزت عطا فرمائے گا اور تمھارے خلاف ہمیں فتح و نصرت سے سرفراز فرمائے گا، پھر تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ آخرت میں اچھا انجام کس کا ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ ﴾ (العنکبوت 52:29) ''کہہ دیں کہ میرے اور تمھارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے، جو چیز آسمانوں اور زمین میں ہے وہ جانتا ہے اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور اللہ سے انکار کیا، وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔'' ﴿ وَمَا عَلَيْنَاۤ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑰ ﴾ ''اور ہمارے ذمے تو بس صاف صاف پہنچا دینا ہے۔'' یعنی ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم تم تک وہ پیغام پہنچا دیں جس کے ساتھ ہمیں تمھاری طرف بھیجا گیا ہے، اگر تم اسے مان لو گے تو اس میں تمھاری دنیا و آخرت کی سعادت و کامرانی ہے اور اگر اسے نہیں مانو گے تو اس کے انجام کو بھی عنقریب جان لو گے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 19,18

انبیائے کرام علیہم السلام کو دھمکی دینا: یہ بات سن کر ان گاؤں والوں نے اللہ تعالیٰ کے نبیوں سے کہا: ﴿ اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ ﴾ ''بلاشبہ ہم نے تمھیں نامبارک خیال کیا ہے۔'' ہم نے اپنی زندگی میں تمھارے چہروں پر کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی، قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ہمیں شر پہنچا تو وہ آپ کی وجہ سے ہوگا۔① مجاہد کہتے ہیں کہ ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تمھارے جیسا آدمی جب بھی کسی بستی میں داخل ہوا تو اس کے باشندوں پر عذاب نازل ہو گیا۔ ﴿ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ ﴾ ''البتہ اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمھیں ضرور سنگسار کر دیں گے۔'' قتادہ کہتے ہیں کہ ہم تمھیں پتھروں کے ساتھ سنگسار کر دیں گے۔② ﴿ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑱ ﴾ ''اور البتہ تمھیں ہم سے ضرور دردناک سزا پہنچے گی۔'' یعنی ہم تمھیں شدید سزا دیں گے تو ان کے رسولوں نے انھیں جواب دیا: ﴿ طَآىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ ﴾ ''تمھاری نحوست تمھارے ساتھ ہے۔'' یعنی تمھاری نحوست تم پر لوٹائی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کے بارے میں فرمایا: ﴿ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ

---

① تفسیر الطبری: 188/22. ② تفسیر الطبری: 188/22.

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ⑳ اتَّبِعُوْا

اور شہر کے پرلے سرے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے میری قوم! تم رسولوں کی پیروی کرو⑳ تم ان کی پیروی کرو جو تم سے کوئی صلہ نہیں

مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ㉑

مانگتے جبکہ وہ (خود) ہدایت یافتہ ہیں㉑

﴿وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ (الأعراف 7:131) ’’پھر جب ان پر خوشحالی آتی تو کہتے: یہ ہمارے ہی لیے ہے اور اگر انھیں بدحالی آلیتی تو اسے موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست ٹھہراتے خبردار! یقینًا ان کی نحوست تو اللہ کے ہاں ہے۔‘‘ قوم صالح نے کہا تھا: ﴿اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ (النمل 27:47) ’’ہم تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔ صالح نے کہا: تمھاری نحوست تو اللہ کے پاس (اس کے اختیار میں) ہے۔‘‘ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا۝﴾ (النسآء 4:78) ’’اور ان لوگوں کو اگر کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی گزند پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ (گزند) آپ کی وجہ سے ہے، کہہ دیں کہ (رنج وراحت) سب اللہ ہی کی طرف سے ہے، پس کیا حال ہے ان لوگوں کا جو بات سمجھنے کے قریب نہیں پھٹکتے!‘‘ ﴿اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ⑲﴾ ’’کیا اگر تم نصیحت کیے جاؤ (تو یہ نحوست ہے؟) بلکہ تم لوگ ہی حد سے بڑھنے والے ہو۔‘‘ یعنی کیا اس وجہ سے کہ ہم نے تم کو نصیحت کی اور تمھیں یہ حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو اختیار کرو، اس کی اخلاص کے ساتھ عبادت کرو تو اس کے جواب میں تم نے ہمیں ڈانٹ ڈپٹ اور دھمکیاں دینا شروع کر دیں ہیں۔ بات یہ ہے کہ تم حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہو۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ہم تمھیں اللہ کے بارے میں نصیحت کریں تو مزید تم ہمارے ساتھ بدشگونی پکڑتے ہو اور یہ اس لیے ہے کہ تم حد سے بڑھ جانے والے لوگ ہو۔①

تفسیر آیات: 21,20

حبیب نجار کی اپنی قوم کو دعوت: ابن اسحاق نے کہا ہے کہ انھیں ابن عباس رضی اللہ عنہما، کعب احبار اور وہب بن منبہ سے روایت پہنچی ہے کہ ان بستی والوں نے جب اپنے رسولوں کے قتل کا ارادہ کیا تو شہر کے پرلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا تا کہ اپنی قوم کے خلاف ان کی مدد کرے، اس آدمی کا نام حبیب تھا، وہ ریشم کا کام کرتا تھا اور وہ جذام کے مرض میں مبتلا ایک مریض آدمی تھا لیکن صدقہ بہت کرتا تھا حتی کہ اپنی آدھی کمائی صدقہ کر دیا کرتا تھا اور وہ ایک سلیم الفطرت انسان تھا۔② اور شبیب بن بشر نے عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۂ یٰس میں جس شخص کا ذکر ہے وہ حبیب نجار تھا اور اسے اس کی قوم نے قتل کر دیا تھا۔③ ﴿قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ⑳﴾ ’’کہنے لگا کہ اے میری قوم! پیغمبروں کے پیچھے چلو۔‘‘ اس

---

① تفسیر الطبری: 189/22. ② تفسیر الطبری: 190/22. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 3192/10.

وَمَا لِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ㉒ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً

اور مجھے کیا ہے کہ میں اس ذات کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا؟ اور تم (سب) اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ㉒ کیا میں اس (اللہ) کے

اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ㉓ اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ

سوا (دوسروں کو) معبود بنالوں؟ اگر رحمٰن مجھے تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے تو ان کی شفاعت میرے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ وہ مجھے چھڑا سکیں گے ㉓

ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ㉔ اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ㉕ ط

یقیناً میں اس وقت کھلی گمراہی میں ہوں گا ㉔ بلاشبہ میں تمھارے رب پر ایمان لایا ہوں، لہٰذا تم میری بات سنو ㉕

نے اپنی قوم کو ان پیغمبروں کی اتباع کی ترغیب دی جو ان کے پاس آئے تھے۔ ﴿ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا ﴾ ''ان کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتے۔'' تبلیغ رسالت پر اور وہ جو تمھیں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں تو اس میں وہ راہ راست پر ہیں۔

تفسیر آیات: 22-25

﴿ وَمَا لِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ﴾ ''اور مجھے کیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا۔'' یعنی مجھے اس سے کون سی چیز منع کرتی ہے کہ میں اخلاص کے ساتھ اسی وحدہ لاشریک کی عبادت کروں جس نے مجھے پیدا فرمایا ہے۔ ﴿ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ㉒ ﴾ ''اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' یعنی قیامت کے دن پھر وہ تمھیں تمھارے اعمال کا بدلہ دے گا، اچھے اعمال کا اچھا بدلہ اور برے اعمال کا برا بدلہ۔ ﴿ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ﴾ ''کیا میں اس کے سوا ایسے معبود بناؤں؟'' یہ استفہام انکاری ہے جو زجر و توبیخ کے لیے ہے۔ ﴿ اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ㉓ ﴾ ''اگر رحمان میرے بارے میں نقصان کا ارادہ کرے تو ان کی سفارش میرے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ وہ مجھے چھڑا ہی سکیں گے۔'' یعنی یہ معبود جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، یہ کسی بھی چیز کے مالک نہیں، اگر اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کسی بھی برائی کا ارادہ فرمائے، ﴿ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ج ﴾ (الأنعام 6:17) ''تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں۔'' یہ بت کسی تکلیف یا برائی کو دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتے اور نہ یہ مجھے کسی تکلیف سے بچا سکتے ہیں ﴿ اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ㉔ ﴾ ''یقیناً تب تو میں صریح گمراہی میں مبتلا ہوگیا۔'' یعنی اگر میں نے اللہ کے سوا انھیں معبود بنالیا تو میں گمراہی میں مبتلا ہوگیا۔

اور فرمایا: ﴿ اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ㉕ ط ﴾ ''بے شک میں تمھارے پروردگار پر ایمان لایا ہوں، تو میری بات سنو۔'' ابن اسحاق کو ابن عباس رضی اللہ عنہما، کعب اور وہب سے یہ روایت پہنچی کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تمھارے پروردگار پر ایمان لایا ہوں جس کے ساتھ تم کفر کر رہے ہو تو میری بات سنو۔ ① اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس کا یہ خطاب رسولوں سے ہو

---

① تفسیر الطبری: 192/22.

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۙ㉖ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ㉗

کہا گیا: تو جنت میں داخل ہو جا، اس نے کہا: کاش! میری قوم جان لے㉖ (یہ بات) کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا ہے اور اس نے مجھے معزز لوگوں

وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ㉘ اِنْ كَانَتْ

میں (شامل) کر دیا ہے㉗ اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی فوج نازل نہیں کی اور نہ ہم نازل ہی کرنے والے تھے㉘ وہ تو صرف

اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ㉙

ایک (ہولناک) چیخ تھی، پھر یکا یک وہ سب بجھ کر رہ گئے㉙

اور معنی یہ ہو کہ میں تمھارے اس پروردگار پر ایمان لایا ہوں جس نے تمھیں مبعوث فرمایا ہے تو تم اللہ تعالیٰ کے پاس میرے بارے میں اس کی گواہی دینا، ابن جریر نے اس قول کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اس نے اپنی اس بات کے ذریعے سے پیغمبروں کو مخاطب کیا اور ان سے کہا کہ میری بات سنو تا کہ تم اس کی میرے حق میں اللہ تعالیٰ کے پاس گواہی دے سکو اور وہ بات یہ ہے کہ میں تمھارے پروردگار کے ساتھ ایمان لایا ہوں اور میں نے تمھاری پیروی کو اختیار کر لیا ہے۔① ابن جریر کا بیان کردہ یہ قول معنی کے اعتبار سے بالکل واضح ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ابن اسحاق نے اس روایت کے مطابق کہا ہے جو انھیں ابن عباس رضی اللہ عنہما، کعب اور وہب سے پہنچی ہے کہ جب اس نے یہ بات کی تو قوم کے سب لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے شہید کر دیا اور اس کا دفاع کرنے والا کوئی ایک شخص بھی نہ تھا۔② اور قتادہ بیان کرتے ہیں کہ قوم کے لوگوں نے اسے پتھروں کے ساتھ مارنا شروع کر دیا اور وہ کہہ رہا تھا: اے اللہ! میری قوم کو ہدایت عطا فرما دے، وہ جانتے نہیں ہیں۔ قوم کے لوگ اسے مسلسل پتھر مارتے رہے حتی کہ شہید کر دیا اور وہ آخر دم تک اسی طرح کہتا رہا۔③ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

تفسیر آیات: 26-29

کاش! میری قوم جان لے: محمد بن اسحاق نے اپنے بعض اصحاب سے اور انھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اسے اپنے پاؤں تلے اس طرح کچلا کہ اس کی انتڑیاں دبر کے رستے سے خارج ہوگئیں۔④ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: ﴿ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ﴾ ''بہشت میں داخل ہو جا۔'' تو وہ بہشت میں داخل ہو گیا جس میں اسے رزق دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے دنیا کی بیماری اور غم و فکر دور فرما دیا ہے۔ اور مجاہد کہتے ہیں کہ حبیب نجار سے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جا، اس لیے کہ وہ شہید ہوا اور اس کے لیے جنت واجب ہو گئی تھی، جب اس نے جنت میں اجر و ثواب دیکھا تو: ﴿قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ㉖﴾ ''کہنے لگا: کاش! میری قوم جان لے۔''⑤ اور قتادہ کہتے ہیں کہ مومن سے ہمدرد و خیر خواہ بن کر ہی ملاقات کرو،

---

① تفسير الطبرى : 192/22. ② تفسير الطبرى : 193,192/22. ③ تفسير الطبرى : 192/22. ④ تفسير الطبرى : 193/22. ⑤ تفسير الطبرى : 194,193/22 و تفسير ابن أبي حاتم : 3193,3192/10.

اسے دھوکا دینے والے بن کر اس سے ملاقات نہ کرو۔ حبیب نجار نے جب اس اعزاز واکرام کو دیکھا جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے سرفراز فرمایا تو ﴿قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۙ㉖ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ㉗﴾ ''کہنے لگا: کاش! میری قوم (اس کو) جان لے کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور اس نے مجھے عزت والوں میں سے کر دیا۔'' اللہ کی قسم! اس نے اس تمنا کا اظہار کیا کہ اے کاش! اس کی قوم بھی اسے جان لے جس اعزاز واکرام سے اللہ تعالیٰ نے اسے سرفراز فرمایا اور اس پر نعمتوں کا ہجوم کر دیا۔ ① اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس نے زندگی میں اپنی قوم کی ہمدردی و خیر خواہی کرتے ہوئے کہا: ﴿يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ۝﴾ (یٰسٓ 20:36) اور فوت ہونے کے بعد کہا: ﴿يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۙ㉖ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ㉗﴾ اسے ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔

اور سفیان ثوری نے عاصم احول سے اور انھوں نے ابومجلز سے ﴿بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ㉗﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لیے بخشا اور عزت والوں میں کیا ہے کہ میں اپنے رب پر ایمان لایا اور میں نے رسولوں کی تصدیق کی تھی۔ ② بہر حال اس کا اس سے مقصود یہ تھا کہ اے کاش! اس کی قوم کے لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کس بے پایاں اجر و ثواب اور کن ابدی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے تو یہ چیز انھیں رسولوں کی اتباع کی طرف کھینچ لے جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور اس سے خوش ہو جائے۔ وہ اپنی قوم کی ہدایت کا کس قدر خواہش مند تھا!

ابن ابوحاتم نے عبدالملک، یعنی ابن عمیر سے روایت کیا ہے کہ عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نے نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے اپنی قوم کی طرف بھیج دیں تاکہ میں انھیں اسلام کی دعوت دوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَّقْتُلُوكَ] ''یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمھیں قتل کر دیں گے۔'' انھوں نے عرض کی کہ (وہ میرا اس قدر احترام کرتے ہیں کہ) اگر وہ مجھے سویا ہوا پائیں تو بیدار نہیں کرتے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اِنْطَلِقْ] ''چلے جاؤ۔'' تو وہ چلے گئے اور لات و عزّٰی کے پاس سے گزرے تو کہنے لگے کہ کل ایسی صورت حال ہوگی جو تیرے لیے بہت بری ہوگی، اس سے ثقیف کے لوگ ناراض ہو گئے تو انھوں نے کہا کہ اے گروہ ثقیف! لات کوئی لات اور عزّٰی کوئی عزّٰی نہیں ہے، اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے، اے گروہ احلاف! عزّٰی کوئی عزّٰی اور لات کوئی لات نہیں، اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے، یہ بات انھوں نے تین بار کہی تو ایک شخص نے انھیں تیر مارا جو ان کے بازو کے درمیان ایک رگ میں لگا اور وہ شہید ہو گئے، رسول اللہ ﷺ کو ان کی شہادت کی خبر جب معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: [هٰذَا مَثَلُهُ كَمَثَلِ صَاحِبِ يٰسٓ ﴿قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۙ㉖ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ㉗﴾] ''عروہ کی مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس کا سورۂ یٰسٓ میں ذکر ہے: ''اس نے کہا: کاش! میری قوم جان لے کہ اللہ نے مجھے بخش دیا اور اس نے مجھے عزت والوں میں سے کر دیا۔'' ③

---

① تفسير الطبري: 193/22. ② تفسير الطبري: 194/22. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 3191/10 والمستدرك

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی قَوۡمِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنۡزِلِيۡنَ ㉘ ﴾ ”اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم اتارنے والے تھے۔“ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب اس کی قوم نے اسے شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ناراض ہوتے ہوئے اس قوم سے انتقام لیا کیونکہ انھوں نے اس کے پیغمبروں کی تکذیب کی اور اس کے ایک ولی کو شہید کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے انھیں ہلاک کرنے کے لیے کوئی لشکر نازل نہ فرمایا اور نہ اسے انھیں ہلاک کرنے کے لیے فرشتوں کے نازل کرنے کی ضرورت ہی تھی بلکہ معاملہ اس سے زیادہ آسان تھا۔

ابن اسحاق نے اپنے بعض اصحاب سے روایت کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت: ﴿ وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی قَوۡمِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنۡزِلِيۡنَ ㉘ ﴾ کے بارے میں فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے انھیں جماعتیں بھیج کر تباہ نہیں کیا کیونکہ ہمارے لیے انھیں تباہ کرنا بہت آسان تھا۔ ﴿ اِنۡ كَانَتۡ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمۡ خٰمِدُوۡنَ ㉙ ﴾ ”وہ تو صرف ایک چنگھاڑ ہی تو تھی سو وہ (اس سے) ناگہاں بجھ کر رہ گئے۔“ اللہ تعالیٰ نے اس بادشاہ کو اور اہل انطاکیہ کو اس طرح ہلاک کر دیا کہ وہ صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گئے اور ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ ① ﴿ وَمَا كُنَّا مُنۡزِلِيۡنَ ㉘ ﴾ کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم جب قوموں کو ہلاک کرتے ہیں تو ان پر فرشتے نازل نہیں کرتے بلکہ ان پر کوئی ایسا عذاب نازل کر دیتے ہیں جو ان کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ ﴿ وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی قَوۡمِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ السَّمَآءِ ﴾ کے یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ ہم نے ان کے لیے کوئی دوسرا پیغام نہیں بھیجا، یہ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے۔ ② قتادہ کہتے ہیں کہ واللہ! اس کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کی قوم کو ڈانٹا تک نہیں بلکہ ﴿ اِنۡ كَانَتۡ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمۡ خٰمِدُوۡنَ ㉙ ﴾ ”وہ تو صرف ایک چنگھاڑ ہی تو تھی سو وہ ناگہاں بجھ کر رہ گئے۔“ ③ ابن جریر کہتے ہیں کہ پہلے معنی زیادہ صحیح ہیں کیونکہ رسالت کو جُند (لشکر) کے نام سے موسوم نہیں کیا جاتا۔ ④

مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف جبریل علیہ السلام کو بھیجا تو انھوں نے ان کے شہر کے دروازے کی دونوں دہلیزوں کو پکڑ لیا، پھر ایک بہت خوفناک چیخ ماری جس سے وہ سب کے سب یک دم بجھ کر رہ گئے اور کسی ایک جسم میں بھی حرکت کرنے کے لیے روح باقی نہ تھی۔ بہت سے سلف کے حوالے سے یہ بات قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے کہ یہ بستی انطاکیہ تھی ⑤ اور اس کی طرف آنے والے یہ تین شخص مسیح ابن مریم علیہما السلام کے بھیجے ہوئے تھے جیسا کہ امام قتادہ وغیرہ سے یہ بات صراحت کے ساتھ منقول ہے۔ ⑥ لیکن ان کے سوا متاخر مفسرین میں سے کسی اور نے یہ بات ذکر نہیں کی اور یہ کئی وجوہ سے

» للحاکم، معرفة الصحابة، باب ذکر عروة بن مسعود الثقفی رضی اللہ عنہ: 616,615/3، حدیث: 6579 و المعجم الکبیر للطبرانی: 148,147/17، حدیث: 374 یہ حدیث ضعیف ہے۔ دیکھیے السلسلة الضعیفة: 146,145/4، حدیث: 1642 البتہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنِّی أَخَافُ أَن يَقْتُلُوكَ] سے .... بیدار نہیں کرتے“ تک کے الفاظ تفسیر ابن أبی حاتم کے بجائے المستدرك اور المعجم الکبیر کے مذکورہ حوالوں میں ہیں۔ ① تفسیر الطبری: 4,3/23. ② تفسیر الطبری: 4,3/23. ③ تفسیر الطبری: 3/23. ④ تفسیر الطبری: 4/23. ⑤ اسی سورت میں دیکھیے، آیات: 13-17 کے ذیل میں عنوان: ”اصحاب القریہ کی پیغمبروں کے ساتھ بدسلوکی“ ⑥ تفسیر الطبری: 186/22.

ہے بھی محلِ نظر، مثلاً:

(أ) اس قصے سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین شخص اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، حضرت مسیح علیہ السلام کے قاصد نہیں تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهِمُ اثۡنَيۡنِ فَكَذَّبُوۡهُمَا فَعَزَّزۡنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلَيۡكُمۡ مُّرۡسَلُوۡنَ ○ قَالُوۡا مَاۤ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا ۙ وَمَاۤ اَنۡزَلَ الرَّحۡمٰنُ مِنۡ شَیۡءٍ ۙ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا تَكۡذِبُوۡنَ ○ قَالُوۡا رَبُّنَا يَعۡلَمُ اِنَّاۤ اِلَيۡكُمۡ لَمُرۡسَلُوۡنَ ○ وَمَا عَلَيۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ○ ﴾ (یٰسٓ 36:14-17) ”جب ہم نے ان کی طرف دو (پیغمبر) بھیجے تو انھوں نے ان کو جھٹلایا، پھر ہم نے تیسرے سے (انھیں) تقویت دی تو انھوں نے کہا: بلاشبہ ہم تمھاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ وہ کہنے لگے: تم ہم جیسے بشر ہی تو ہو، اور رحمٰن نے (تم پر) کوئی چیز (بھی تو) نہیں اتاری، تم تو نرا جھوٹ بولتے ہو۔ انھوں نے کہا: ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ ہم تمھاری ہی طرف بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمے تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔“ اگر یہ حواری ہوتے تو وہ ایسے مناسب الفاظ استعمال کرتے جن سے معلوم ہوتا کہ وہ مسیح علیہ السلام کے قاصد ہیں۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ. پھر اگر وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے قاصد ہوتے تو ان کے بارے میں وہ لوگ یہ نہ کہتے: ﴿ مَاۤ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا ۙ ﴾ (یٰسٓ 36:15) ”تم اور کچھ نہیں مگر ہماری طرح کے آدمی ہو۔“

(ب) اہل انطاکیہ مسیح علیہ السلام کے قاصدوں پر ایمان لے آئے تھے اور یہ پہلا شہر تھا جس کے باشندے مسیح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے، یہی وجہ ہے کہ انطاکیہ بھی ان چار شہروں میں سے ایک ہے جن میں عیسائیوں کے پوپ ہوتے ہیں اور وہ چار شہر ہیں: (1) قدس، کیونکہ یہ مسیح علیہ السلام کا شہر ہے۔ (2) انطاکیہ، کیونکہ وہ پہلا شہر ہے جس کے سارے باشندے مسیح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے۔ (3) اسکندریہ، کیونکہ اس شہر میں انھوں نے بتارِکہ، مطارنہ، اَساقِفہ، قَساوِسہ، شَمامِسہ اور رَہابین جیسے مذہبی رہنماؤں کے بارے میں فیصلہ کیا تھا، پھر (4) رومیہ، کیونکہ یہ اس شاہ قسطنطین کا شہر تھا جس نے دین عیسائیت کی بہت زیادہ نصرت واعانت کی تھی۔ اور جب اس نے قسطنطنیہ کا شہر آباد کیا تو انھوں نے پوپ کو رومیہ شہر سے یہاں منتقل کر دیا تھا جیسا کہ عیسائیت کی تاریخ پر لکھنے والے کئی اہل کتاب اور مسلمان مؤرخین نے لکھا ہے، مثلاً: سعید بن بطریق وغیرہ، لہٰذا جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ انطاکیہ وہ پہلا شہر تھا جس کے لوگ مسیح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے تو اس نبی کے لوگوں کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے جب اس کے رسولوں کی تکذیب کی تو اس نے انھیں ایک ایسی چنگھاڑ کے ذریعے سے ہلاک کر دیا جس نے انھیں چشم زدن میں بجھا کر رکھ دیا تھا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

(ج) انطاکیہ کے لوگوں کا حواریوں، یعنی اصحاب مسیح علیہ السلام کے ساتھ قصہ نزول تورات کے بعد کے زمانے سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور کئی ایک ائمۂ سلف نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نزول تورات کے بعد کسی قوم کو عذاب بھیج کر مکمل طور پر تباہ و برباد نہیں کیا بلکہ مومنوں کو بھی مشرکوں سے جنگ کا حکم اس کے بعد دیا گیا تھا۔ بہت سے ائمۂ تفسیر نے حسب ذیل آیت کریمہ: ﴿ وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَهۡلَكۡنَا الۡقُرُوۡنَ الۡاُوۡلٰى ﴾ (القصص 28:43) ”اور البتہ تحقیق ہم نے پہلی امتوں کے ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی۔“ کے تحت اس کو بیان کیا ہے، اس تفصیل سے یہ بات

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑳ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا

ہائے افسوس بندوں پر! ان کے پاس جو بھی رسول آیا وہ اس کا مذاق ہی اڑاتے رہے ⑳ کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے ان سے پہلے

قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ㉛ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ㉜ ع 2 20 1

کتنی امتیں ہلاک کر دیں؟ بے شک وہ ان کے پاس نہیں لوٹیں گی ㉛ اور سارے کے سارے (لوگ) ہی ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے ㉜

واضح ہوگئی کہ قرآن مجید میں یہاں جس بستی کا ذکر ہے، یہ انطاکیہ کے علاوہ کوئی اور بستی تھی جیسا کہ کئی ایک ائمۂ سلف نے ذکر کیا ہے یا یوں کہہ لیجیے کہ اگر اس بستی کا نام بھی انطاکیہ ہی ہے تو وہ مشہور و معروف انطاکیہ شہر کے علاوہ کوئی اور ہے کیونکہ یہ بات ثابت نہیں کہ عیسائیوں یا غیر عیسائیوں کی کسی انطاکیہ بستی کو تباہ کیا گیا ہو۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 30-32

تکذیب کرنے والوں پر افسوس: علی بن ابو طلحہ نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ ﴾ کے یہ معنی بیان فرمائے ہیں کہ بندوں پر افسوس ہے۔ ① اور قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بندے اپنے نفسوں پر افسوس کریں گے کہ انھوں نے اللہ کے حکم کو ضائع کر دیا اور اللہ کی جناب میں کوتاہی کی، بعض قراءتوں میں یہ بھی ہے: [يَا حَسْرَةَ الْعِبَادِ عَلٰى أَنْفُسِهَا] ② اس کے معنی یہ ہیں کہ بندے جب قیامت کے دن عذاب دیکھیں گے تو حسرت و ندامت کا اظہار کریں گے کہ انھوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کیوں کی اور اللہ کے حکم کی مخالفت کیوں کی۔ وہ دنیا میں اللہ کے رسولوں کی تکذیب کرنے والے تھے ﴿ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑳ ﴾ ”ان کے پاس جو بھی رسول آیا وہ اس کا مذاق ہی اڑاتے رہے۔“ اس کی تکذیب کرتے، اس کا مذاق اڑاتے اور اس حق کا انکار کرتے تھے جس کے ساتھ رسولوں کو بھیجا گیا تھا۔

عقیدۂ تناسخ ③ کی تردید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ㉛ ﴾ ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کر دیں بے شک وہ ان کے پاس نہیں لوٹیں گے۔“ یعنی کیا انھوں نے ان لوگوں سے نصیحت حاصل نہیں کی جنھوں نے ان سے پہلے رسولوں کی تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا تھا اور وہ اس دنیا میں دوبارہ لوٹ کر نہیں آئے اور نہ بات اس طرح ہے جیسا کہ ان میں سے بہت سے جاہل اور فاجر و فاسق لوگ کہتے ہیں: ﴿ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا ﴾ (المؤمنون 23:37) ”یہ ہماری دنیاوی زندگی ہی تو ہے کہ (اسی میں) ہم مرتے اور زندہ رہتے ہیں۔“ یہ دہریہ لوگ دور اور تسلسل کے قائل ہیں اور جاہل لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ

---

① تفسیر الطبری: 5/23. ② تفسیر الطبری: 4/23. ③ یہ ”نسخ“ سے مشتق ہے، یعنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا۔ عقیدۂ تناسخ یہ ہے کہ مرنے کے بعد روح کا جسم سے نکل کر کسی دوسرے بدن میں منتقل ہو جانا، یہ نُصَیرِیہ اور دُرُوز (اسماعیلی فرقہ) کے عقائد میں سے ہے۔ (معجم لغة الفقهاء، ص: 147 و موسوعة الأديان، الدروز، ص: 243-245.) اور ہندوؤں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ (الأديان والفرق والمذاهب المعاصرة لعبد القادر شيبة الحمد، من عقائد الهندوس، ص: 63)

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ㉝ وَجَعَلْنَا

اوران کے لیے مردہ زمین ایک (عظیم) نشانی ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور ہم نے اس سے (اناج کا) دانہ نکالا، پھر وہ اسی سے کھاتے ہیں ㉝ اور ہم نے

فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ㉞ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا

اس (زمین) میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کیے، اور ہم نے ان میں چشمے جاری کیے ㉞ تاکہ وہ اس کے پھلوں سے کھائیں اور وہ (پھل) ان

عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ㉟ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ

کے ہاتھوں نے نہیں بنائے، پھر کیا وہ شکر نہیں کرتے؟ ㉟ پاک ہے وہ ذات جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کیے، ان چیزوں کے بھی جنھیں زمین

وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ㊱

اگاتی ہے اور خود ان (انسانوں) کے اپنے بھی، اور ان کے بھی جنھیں وہ نہیں جانتے ㊱

وہ مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں واپس آجاتے ہیں جیسا کہ پہلے دنیا میں تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس باطل عقیدے کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ㉛ؕ ﴾ ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کردیں، بے شک وہ ان کے پاس نہیں لوٹیں گے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ㉜ ﴾ ”اور سب کے سب ہمارے روبرو حاضر کیے جائیں گے۔“ یعنی تمام سابقہ اور آئندہ امتوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب کتاب کے لیے پیش کیا جائے گا اور ان کے اچھے اور برے اعمال کا انھیں بدلہ دیا جائے گا جیسا کہ اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ ﴾ (هود 11:111) ”اور بلاشبہ آپ کا پروردگار ضرور ہر ایک کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔“

تفسیر آیات:33-36

خالق کائنات کا وجود اور حیات بعد الممات کا ثبوت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ ﴾ ”اور ایک نشانی ان کے لیے۔“ یعنی اس جہان کے پیدا کرنے والے کے وجود، اس کی قدرت کاملہ اور مردوں کو زندہ کردینے کی ایک دلیل: ﴿ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖۚ ﴾ ”مردہ زمین ہے“ کہ جب وہ بنجر اور بے آباد ہوتی ہے اور اس میں کوئی نباتات نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس پر باران رحمت نازل فرماتا ہے اور وہ شاداب ہو جاتی، ابھرنے لگتی اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اگاتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ㉝ ﴾ ”کہ ہم نے اسے زندہ کیا اور اس میں سے اناج اگایا، پھر وہ اسی سے کھاتے ہیں۔“ یعنی اسے ہم نے ان کے لیے اور ان کے چوپایوں کے لیے رزق بنادیا ہے: ﴿ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ㉞ ﴾ ”اور اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کیے اور ہم نے اس میں چشمے جاری کردیے۔“ یعنی ان میں ہم نے ان مقامات پر نہریں رواں دواں کردیں جہاں ان کی ضرورت تھی تاکہ وہ ان کے پھلوں کو کھائیں، جب اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اس احسان کا ذکر فرمایا کہ اس نے ان کے لیے فصلیں پیدا فرمائی ہیں تو اب اس کے ساتھ انواع واقسام کے پھلوں کا بھی ذکر فرمادیا ہے۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿37﴾ۙ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ

اوران کے لیے ایک نشانی رات ہے، ہم اس سے دن کو کھینچ نکالتے ہیں، پھر (دن ختم ہونے پر) یکا یک وہ اندھیرے میں ڈوب جاتے ہیں ﴿37﴾ اور سورج

لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿38﴾ؕ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ

اپنے ٹھکانے (پر پہنچنے) کے لیے رواں دواں رہتا ہے، یہ نہایت غالب، خوب جاننے والے (اللہ) کا اندازہ ہے ﴿38﴾ اور چاند کی ہم نے (اٹھائیس) منزلیں

كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿39﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ

مقرر کر رکھی ہیں حتی کہ وہ کھجور کے خوشے کی پرانی ٹیڑھی ڈنڈی کی طرح ہو جاتا ہے ﴿39﴾ نہ سورج کے یہ لائق ہے کہ وہ چاند کو پالے اور نہ رات دن سے

النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿40﴾

پہلے آسکتی ہے اور ہر ایک (اپنے اپنے) مدار میں تیرتا پھرتا ہے ﴿40﴾

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ ﴾ ''اور وہ ان کے ہاتھوں نے نہیں بنائے۔'' یعنی یہ سب کچھ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث ہے، یہ ان کی سعی و کاوش اور طاقت و قوت کی وجہ سے نہیں ہے، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کا قول ہے۔ ① اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿35﴾ ﴾ ''پھر کیا وہ شکر نہیں کرتے؟'' یعنی جب اللہ تعالیٰ نے انھیں ان بے شمار اور ان گنت نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے تو یہ اس کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے، ابن جریر کے سوا دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ احتمال ہے کہ ما نافیہ ہو اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ما موصولہ ہو ② لیکن ابن جریر نے پورے وثوق کے ساتھ کہا ہے کہ یہ ما بمعنی الذی، یعنی ما موصولہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ تاکہ یہ ان کے پھل کھائیں اور اس کے پھل جو ان کے ہاتھوں نے محنت کی ہے۔ یعنی باغات کو اپنے ہاتھوں سے لگایا ہے اور ان پر محنت کی ہے، انھوں نے کہا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں بھی یہ اس طرح ہے: ﴿ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿35﴾ ﴾ ③

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ ﴾ ''وہ ذات پاک ہے جس نے سب کے سب جوڑے بنائے، ان چیزوں کے بھی جنھیں زمین اگاتی ہے۔'' یعنی فصلوں، پھلوں اور تمام نباتات کے اس نے جوڑے بنائے ہیں ﴿ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ ﴾ ''اور خود ان کے'' بھی جوڑے بنائے اور مرد اور عورت کو بنا دیا ﴿ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿36﴾ ﴾ ''اور ان کے بھی جنھیں وہ نہیں جانتے۔'' یعنی مختلف مخلوقات جن کے بارے میں وہ نہیں جانتے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ ﴾ (الذّٰریٰت 49:51) ''اور ہم نے ہر (جاندار) چیز سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

تفسیر آیات: 37-40

اللہ تعالیٰ کی قدرت، لیل و نہار اور شمس و قمر جیسی عظیم الشان نشانیاں: اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کی عظیم الشان

---

① تفسیر القرطبی: 25/15. ② تفسیر القرطبی: 25/15. ③ تفسیر الطبری: 7,6/23.

قدرت کی یہ بھی نشانیاں ہیں کہ اس نے رات اور دن کو پیدا فرمایا، ان میں سے ایک کو تاریک اور دوسرے کو منور بنایا، پھر دونوں کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا کہ رات آتی ہے تو دن چلا جاتا ہے اور دن چلا جاتا ہے تو رات آجاتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ﴾ (الأعراف 7:54) ’’وہ دن کو رات سے اس طرح ڈھانپتا ہے کہ وہ (رات) جلدی سے اس (دن) کو آلیتی ہے۔‘‘ اور اللہ عزوجل نے یہاں فرمایا ہے: ﴿ وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ ﴾ ’’اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے کہ اس میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں۔‘‘ یعنی دن کو کھینچ لیتے ہیں، وہ چلا جاتا ہے اور رات آجاتی ہے ﴿ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿37﴾ ﴾ ’’تو پھر (دن ختم ہونے پر) یکایک وہ اندھیرے میں ڈوب جاتے ہیں۔‘‘ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَاهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ] ’’جب ادھر سے رات آجائے اور ادھر سے دن چلا جائے اور سورج غروب ہوجائے تو روزے دار نے روزہ افطار کرلیا۔‘‘ ① آیت سے بھی بظاہر یہی معلوم ہو رہا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿38﴾ ﴾ ’’اور سورج اپنے ٹھکانے (پر پہنچنے) کے لیے رواں دواں رہتا ہے، یہ (اللہ) نہایت غالب (اور) خوب جاننے والے کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے۔‘‘ مستقر کے معنی کے بارے میں دو قول ہیں: (1) اس سے مراد اس کا مکانی مستقر ہے اور وہ عرش کے نیچے اس جانب ہے جو زمین سے ملتی ہے اور وہ جہاں بھی ہو تو یہ بھی اور دیگر ساری مخلوقات بھی عرش کے نیچے ہی ہیں کیونکہ عرش ساری مخلوقات کی چھت ہے اور کروی شکل میں نہیں ہے جیسا کہ بہت سے ہیئت دانوں کا خیال ہے بلکہ وہ قبہ ہے جس کے پائے ہیں جنھیں فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے اور وہ سارے جہان کے اوپر ہے، سورج جب دوپہر کے وقت قبۂ فلک میں (عین سر پر) ہوتا ہے تو اس وقت وہ عرش کے قریب ترین ہوتا ہے اور اس مقام کے بالمقابل جب وہ مدار چہارم میں گردش کرتا ہے تو وہ نصف رات کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت وہ عرش سے بعید ترین ہوتا ہے، اسی وقت وہ سجدہ کرتا ہے اور طلوع ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

امام بخاری نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں غروب آفتاب کے وقت نبی اکرم ﷺ کے پاس مسجد میں تھا، آپ نے فرمایا: [يَا أَبَا ذَرٍّ! أَتَدْرِي أَيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: ﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿38﴾ ﴾] ’’اے ابوذر! کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے۔ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: سورج چلا جاتا ہے حتی کہ وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے۔‘‘ اور یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿38﴾ ﴾ ’’اور سورج اپنے ٹھکانے (پر پہنچنے) کے لیے رواں دواں ہے، یہ (اللہ) نہایت غالب (اور)

---

① صحیح البخاري، الصوم، باب : متٰی یحل فطر الصائم؟ حدیث:1954 وصحیح مسلم، الصیام، باب بیان انقضاء الصوم……، حدیث:1100 عن عمر رضی اللہ عنہ.

خوب جاننے والے کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے۔''① اور اسی طرح ابوذر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَالشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ﴾ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: [مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ] ''اس کا مستقر عرش کے نیچے ہے۔''②

(2) سورج کے مستقر سے مراد اس کے چلنے کی انتہا ہے اور وہ روز قیامت ہے کہ اس دن اس کا چلنا ختم ہو جائے گا، اس کی حرکت ختم ہو جائے گی اور اسے لپیٹ لیا جائے گا اور اس کے ساتھ ہی دنیا کی بساط بھی لپیٹ دی جائے گی اور یہ ہے اس کا زمانی مستقر۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ مستقر سے مراد اس کا وہ وقت اور مقررہ مدت ہے جس سے یہ تجاوز نہ کر سکے گا۔③ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے کہ یہ سورج موسم گرما میں طلوع ہونے والی اپنی جگہوں کی طرف ایک مدت تک منتقل ہوتا رہتا ہے جس میں اضافہ نہیں ہو سکتا، پھر یہ موسم سرما میں طلوع ہونے والی اپنی جگہوں کی طرف ایک مدت تک منتقل ہوتا رہتا ہے اور اس میں بھی اضافہ نہیں ہو سکتا، یہ قول عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا ہے۔④

ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے اسے اس طرح بھی پڑھا ہے: [وَالشَّمْسُ تَجْرِي لَا مُسْتَقَرَّ لَهَا] یعنی اس کے لیے کوئی قرار اور سکون نہیں بلکہ یہ رات دن چلتا رہتا ہے۔⑤ اور چلنے سے اکتاتا ہے نہ رکتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ دَآئِبَيۡنِ ۚ ﴾ (إبراهيم 14: 33) ''اور تمھارے لیے سورج اور چاند مسخر کیے جو مسلسل چل رہے ہیں۔'' کہ قیامت تک نہ اکتائیں گے اور نہ چلنے سے رکیں گے۔ ﴿ ذٰلِكَ تَقۡدِيۡرُ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ ﴿٣٨﴾ ﴾ ''یہ (اللہ) نہایت غالب (اور) خوب جاننے والے کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے۔'' اس غالب ہستی کا جس کی مخالفت کی جا سکتی ہے اور نہ اس کے فیصلے کو ٹالا جا سکتا ہے اور اس ہستی کا جو اس کی تمام حرکات وسکنات سے آگاہ ہے اور اس نے ایسے طریقے سے اس کے وقت اور اس کے اندازے کو مقرر فرمایا ہے کہ جس میں کوئی اختلاف اور تضاد نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيۡلَ سَكَنًا وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ حُسۡبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقۡدِيۡرُ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ ○ ﴾ (الأنعام 6: 96) ''وہی (رات کے اندھیرے سے) صبح کی روشنی پھاڑ نکالتا ہے اور اسی نے رات کو سکون کا باعث بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ (بنایا) یہ سب نہایت غالب، خوب علم والے کا اندازہ ہے۔'' اسی طرح سورۂ حٰمٓ سجدہ کی ایک آیت بھی انھی الفاظ: ﴿ ذٰلِكَ تَقۡدِيۡرُ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ ○ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41: 12) پر ختم ہوتی ہے۔

اس کے بعد اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَالۡقَمَرَ قَدَّرۡنٰهُ مَنَازِلَ ﴾ ''اور چاند کی ہم نے (اٹھائیس) منزلیں مقرر کر دیں۔'' یعنی وہ ایک اور اندازے سے چلتا ہے جس سے مہینوں کے گزرنے کا اندازہ لگایا جاتا ہے جبکہ سورج کے چلنے سے

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَالشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ...... ﴾ (يٰس 36: 38)، حديث: 4802. ② صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَالشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ...... ﴾ (يٰس 36: 38)، حديث: 4803. ③ تفسير الطبري: 8/23. ④ تفسير ابن أبي حاتم: 3195/10. ⑤ تفسير القرطبي: 28/15.

رات اور دن کا پتا چلتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ ﴾ (البقرة 2 :189) ’’(اے محمد ﷺ!) لوگ آپ سے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے) کہہ دیں کہ وہ لوگوں کے لیے اور حج کے لیے اوقات مقررہ ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ ﴾ (یونس 10: 5) ’’وہی تو ہے جس نے سورج کو نہایت روشن اور چاند کو منور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کا شمار اور (کاموں کا) حساب معلوم کرو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَجَعَلْنَا الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَآ اٰیَةَ الَّیْلِ وَجَعَلْنَآ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 17 : 12) ’’اور ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا، پھر ہم نے رات کی نشانی تو محو (بے نور) کر دی اور دن کی نشانی روشن بنائی تا کہ تم اپنے پروردگار کا فضل (روزی) تلاش کرو اور برسوں کا شمار اور حساب جانو اور ہم نے ہر چیز خوب تفصیل سے بیان کر دی ہے۔‘‘

سورج کی اس نے خاص روشنی اور چاند کا اپنا خاص نور بنایا اور دونوں کی رفتار میں فرق کر دیا، سورج ہر روز طلوع اور اس کے آخر میں ایک جیسی روشنی ہی پر غروب ہوتا ہے لیکن اس کے موسم گرما و سرما میں طلوع ہونے کی جگہیں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ اسی کے سبب دن لمبا اور رات چھوٹی ہوتی ہے، پھر رات لمبی اور دن چھوٹا ہو جاتا ہے، سورج کی بادشاہت دن کے وقت رکھی کہ یہ دن کا ستارہ ہے اور چاند کی اس نے منزلیں مقرر فرما دی ہیں کہ وہ ہر مہینے کی پہلی رات جب طلوع ہوتا ہے تو کمزور اور کم روشنی والا ہوتا ہے، پھر دوسری رات اس کی روشنی میں اضافہ اور مقام اونچا ہو جاتا ہے، پھر وہ جیسے جیسے اونچا ہوتا جاتا ہے، اس کی روشنی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے حتی کہ چودھویں رات اس کی روشنی بالکل مکمل ہو جاتی ہے اور پھر کم ہونا شروع ہو جاتا ہے حتی کہ مہینے کے آخر تک کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ عرجون کھجور کی اصل شاخ کو کہتے ہیں۔ ①

چاند کے حساب سے راتوں کے متعدد نام: عرب ہر تین راتوں کا نام چاند کے اعتبار سے رکھتے ہیں، پہلی تین راتوں کو ’’غُرَر‘‘ پھر اگلی تین راتوں کو ’’نُفَل‘‘ پھر ’’تُسَع‘‘ کیونکہ ان کی آخری رات نویں ہوتی ہے، اس کے بعد ’’عُشَر‘‘ کیونکہ ان کی پہلی رات دسویں رات ہوتی ہے، اس کے بعد ’’بِیض‘‘ کیونکہ ان میں چاند کی روشنی ان کے آخر تک ہوتی ہے، اس کے بعد ’’دُرَع‘‘ جو درعاء کی جمع ہے کیونکہ ان کی پہلی رات سیاہ ہوتی ہے، ان میں سے پہلی رات میں چاند دیر سے طلوع ہوتا ہے شَاةٌ دَرْعَاء اس بکری کو کہتے ہیں جس کا سر سیاہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد کی تین راتوں کو ’’ظُلَم‘‘، پھر اس کے بعد کی تین راتوں کو ’’حَنَادِس‘‘، پھر تین کو ’’دَآدِی‘‘ پھر تین کو ’’مِحَاق‘‘ کہتے ہیں کیونکہ ان میں چاند کی روشنی غائب ہوتی ہے۔ ابو عبید (قاسم بن سلاّم) تسع اور عشر ناموں کا انکار کرتے تھے۔ کتاب الغریب المصنف میں بھی اسی طرح ہے۔

---

① تفسیر الطبری : 9/23.

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿41﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ

اور ان کے لیے ایک نشانی (یہ) ہے کہ بے شک ہم نے ان کی نسل کو (نوح کی) بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا﴿41﴾ اور ہم نے ان کے لیے ویسی ہی (اور

مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿42﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ

چیزیں) پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں﴿42﴾ اور اگر ہم چاہیں تو انھیں غرق کر دیں، پھر نہ تو کوئی ان کی فریاد سننے والا ہوگا اور نہ وہ چھڑائے ہی

يُنْقَذُوْنَ ﴿43﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿44﴾

جا سکیں گے﴿43﴾ مگر (ان کی نجات) ہماری رحمت ہی سے ہے اور ایک مدت تک فائدہ (اٹھانے کے لیے) ہے﴿44﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ ﴾ ”نہ تو سورج کے لیے لائق ہے کہ چاند کو جا پکڑے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کی ایک حد مقرر ہے جس سے وہ نہ تجاوز کر سکتا ہے اور نہ اس سے پیچھے رہ سکتا ہے، جب ایک کی بادشاہی کا وقت آتا ہے تو دوسرا چلا جاتا ہے اور جب دوسرے کی بادشاہی کا وقت چلا جاتا ہے تو پہلا آ جاتا ہے۔① عکرمہ نے اس آیت: ﴿ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی بادشاہت کا وقت مقرر ہے، سورج کے لیے ممکن ہی نہیں کہ وہ رات کو طلوع ہو سکے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ﴾ ”اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے۔“ کے بارے میں کہا ہے کہ جب رات ہو تو اس وقت تک دوسری رات آ نہیں سکتی جب تک دن نہ ہو جائے، سورج کی بادشاہت دن کے وقت ہے اور چاند کی بادشاہت رات کے وقت۔② ضحاک کہتے ہیں کہ رات یہاں سے جا نہیں سکتی جب تک دن وہاں سے آ نہ جائے اور یہ کہتے ہوئے انھوں نے ہاتھوں سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔③ اور مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے دوڑے چلے آتے ہیں اور ایک کو دوسرے سے کھینچ لیا جاتا ہے۔④ اس کے معنی یہ ہیں کہ رات اور دن میں کوئی وقفہ نہیں بلکہ مہلت اور کسی تاخیر کے بغیر دونوں ایک دوسرے کے پیچھے آتے جاتے ہیں کیونکہ دونوں ایک دستور کے مطابق چل رہے ہیں اور ایک دوسرے کے پیچھے دوڑے چلے آتے ہیں۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿40﴾ ﴾ ”اور وہ سب (اپنے اپنے) مدار میں تیر رہے ہیں۔“ یعنی رات اور دن، سورج اور چاند یہ سب فلک آسمان میں گردش کر رہے ہیں، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، ضحاک، حسن، قتادہ اور عطاء خراسانی رحمہم اللہ کا قول ہے۔⑤ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی ایک ائمۂ سلف فرماتے ہیں کہ یہ اس طرح گردش کر رہے ہیں جس طرح چرخا گھومتا ہے۔⑥

تفسیر آیات: 41-44

کشتی کی سواری بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کے لیے اس کی قدرت کی ایک یہ نشانی بھی ہے کہ اس نے دریا اور سمندر کو ان کے لیے مسخر کر دیا ہے تاکہ وہ ان کی کشتیوں کو اٹھا سکے، ان میں سے سب سے پہلی کشتی تو نوح علیہ السلام کی تھی جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو بچا لیا تھا اور ان

---

① تفسیر الطبری: 11/23 عن قتادة. ② تفسیر عبدالرزاق: 84,83/3، رقم: 2482. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 3196/10. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 3195/10. ⑤ تفسیر الطبری: 12,11/23. ⑥ تفسیر الطبری: 11/23.

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿45﴾ وَمَا تَأْتِيهِم

اور جب ان سے کہا جاتا ہے: اس (عذاب) سے بچو جو تمھارے سامنے (دنیا میں) اور جو تمھارے پیچھے (آخرت میں) ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے ﴿45﴾ اور ان

مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿46﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنفِقُوا

کے رب کی نشانیوں میں سے جو بھی نشانی ان کے پاس آتی ہے تو وہ اس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں ﴿46﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے: اللہ نے

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ

تمھیں جو رزق دیا ہے تم اس میں سے خرچ کرو (تو) وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان لوگوں سے جو ایمان لائے، کہتے ہیں: کیا ہم اسے کھلائیں جسے اگر اللہ

إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿47﴾

چاہتا تو کھلا دیتا؟ تم تو کھلی گمراہی میں ہو ﴿47﴾

کے سوا آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی اور روئے زمین پر باقی نہیں بچا تھا، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿وَآيَةٌ لَّهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ ”اور ایک نشانی ان کے لیے یہ (بھی) ہے کہ یقیناً ہم نے ان کی اولاد کو سوار کیا۔“ یعنی ان کے آباء کو ﴿فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿41﴾﴾ ”بھری ہوئی کشتی میں۔“ یعنی اس کشتی میں جو ساز و سامان اور حیوانات سے بھری ہوئی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ ہر قسم کے جانداروں میں سے جوڑا جوڑا، ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ کو کشتی پر سوار کر لیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مَشْحُون کے معنی بوجھل کے ہیں۔ ① سعید بن جبیر، شعبی، قتادہ اور سدی کا بھی یہی قول ہے۔ ② ضحاک، قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں کہ اس سے مراد نوح علیہ السلام کی کشتی ہے۔ ③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَخَلَقْنَا لَهُم مِّن مِّثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ ﴿42﴾﴾ ”اور ہم نے ان کے لیے ایسی ہی اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔“ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد اونٹ ہیں جو ریگستان کے جہاز ہیں اور ان سے وہ سواری اور بار برداری کا کام لیتے ہیں۔ ④ ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اس آیت کے بارے میں پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ ویسی ہی اور چیزوں سے کیا مراد ہے، ہم نے عرض کی: ہم نہیں جانتے، فرمایا: اس سے مراد وہ کشتیاں ہیں جو نوح علیہ السلام کے بعد انھی کی کشتی کی طرح بنائی گئی ہیں۔ ⑤ اور ابو مالک، ضحاک، قتادہ، ابوصالح اور سدی کا بھی یہی قول ہے کہ اس آیت کریمہ میں ﴿مِّثْلِهِ﴾ سے مراد کشتیاں ہی ہیں۔ ⑥ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِن نَّشَأْ نُغْرِقْهُمْ﴾ ”اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں۔“ یعنی ان لوگوں کو جو کشتیوں میں سوار ہیں ﴿فَلَا صَرِيخَ لَهُمْ﴾ ”پھر نہ تو کوئی ان کا فریاد رس ہو۔“ جو اس مشکل میں ان کی فریاد رسی کر سکے ﴿وَلَا هُمْ يُنقَذُونَ ﴿43﴾﴾ ”اور نہ وہ چھڑائے جا سکیں۔“ اس مشکل سے جس میں وہ مبتلا ہو چکے ہوں ﴿إِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا﴾ ”مگر یہ ہماری رحمت ہے“ کہ ہم تمھیں بر و بحر میں چلاتے اور ایک وقت مقررہ تک سلامت رکھتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ﴿44﴾﴾ ”اور ایک مدت تک کے فائدے ہیں۔“ اس

---

① تفسیر الطبری: 113/19. ② تفسیر الطبری: 114/19 و 12/23. ③ تفسیر الطبری: 13/23. ④ تفسیر الطبری: 14/23. ⑤ تفسیر الطبری: 13/23. ⑥ تفسیر الطبری: 14,13/23.

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ㊽ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ

اور وہ کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ ㊽ وہ تو صرف ایک (ہولناک) چیخ کا انتظار کر رہے ہیں جو انھیں آ پکڑے گی جبکہ وہ (آپس میں)

وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ㊾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ㊿ ع 3 18 2

جھگڑ رہے ہوں گے ㊾ پھر نہ تو وہ کسی وصیت کرنے کی طاقت رکھیں گے اور نہ اپنے اہل وعیال کے پاس لوٹ ہی سکیں گے ㊿

معلوم وقت تک جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما رکھا ہے۔

تفسیر آیات: 45-47

مشرکین کی گمراہی: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی سرکشی وضلالت، اپنے سابقہ گناہوں سے نہ ڈرنے اور قیامت کے دن پیش آنے والے واقعات کے بارے میں فکر مند نہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ﴾ ”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو تمھارے آگے اور جو تمھارے پیچھے ہے اس سے بچو۔“ مجاہد نے کہا کہ اس سے مراد گناہ ہیں۔ ① اور کچھ دیگر لوگوں نے اس کے برعکس مراد لیا ہے۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ㊺﴾ ”تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“ یعنی شاید اللہ تعالیٰ تمھارے اس ڈرنے کی وجہ سے تم پر رحم فرمائے اور تمھیں اپنے عذاب سے بچا لے اور مقدر کلام اس طرح ہے کہ وہ اس بات کا جواب نہیں دیں گے بلکہ اس سے اعراض کریں گے اور اسے بیان کرنے کے لیے اللہ عزوجل نے اس بات پر اکتفا فرمایا: ﴿وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ﴾ ”اور ان کے پاس ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی۔“ توحید اور رسولوں کی صداقت کی نشانی ﴿اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ㊻﴾ ”مگر اس سے اعراض کرنے والے ہوتے ہیں۔“ یعنی اس پر غور نہیں کرتے، اسے قبول نہیں کرتے اور اس سے نفع حاصل نہیں کرتے۔

ارشاد باری ہے: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ﴾ ”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو رزق اللہ نے تمھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔“ یعنی جب انھیں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق کو فقیر اور محتاج مسلمانوں پر خرچ کرنے کا کہا جاتا ہے ﴿قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ ”تو کافر مومنوں سے کہتے ہیں۔“ یعنی وہ مال خرچ کرنے کے متعلق حکم دینے والے مومنوں سے فقیر مومنوں کے بارے میں جھگڑا کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ﴾ ”بھلا ہم اسے کھلائیں جسے اگر اللہ چاہتا تو کھلا دیتا؟“ یعنی جن لوگوں پر خرچ کرنے کے بارے میں تم نے ہمیں حکم دیا ہے اگر اللہ چاہتا تو انھیں غنی کر دیتا اور انھیں اپنے رزق سے عطا فرما دیتا، لہٰذا ہم بھی ان سے اللہ تعالیٰ کی ان کے بارے میں مشیت کے مطابق معاملہ کرتے ہیں۔ ﴿اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ㊼﴾ ”تم تو کھلی گمراہی میں ہو۔“ جو ہمیں ان پر خرچ کرنے کا کہہ رہے ہو۔

تفسیر آیات: 48-50

کفار کا یوم بعث کو محال سمجھنا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ کفار قیامت کے برپا ہونے کو محال سمجھتے ہوئے کہتے ہیں کہ

---

① تفسیر الطبری: 16/23.

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ﴿51﴾ قَالُوا يَاوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا

اور (جب) صور پھونکا جائے گا تو یکایک وہ (اپنی) قبروں سے (نکل کر) اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑیں گے (51) وہ کہیں گے: ہائے ہماری

مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ سکتۃ هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿52﴾ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً

وقف لازم

بربادی! کس نے ہمیں ہماری خواب گاہ سے اٹھادیا؟ یہی تو ہے جو رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا (52) وہ تو بس ایک (ہولناک) چیخ

وَّاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿53﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ

ہوگی، پھر یکایک وہ سب ہمارے سامنے حاضر کردیے جائیں گے (53) چنانچہ آج کسی جان (شخص) پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور تمھیں صرف

إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿54﴾

اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم عمل کرتے تھے (54)

﴿مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ﴾ ''یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا؟'' جیسا کہ فرمایا: ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۚ﴾ (الشوریٰ 42: 18) ''جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کو جلدی مانگتے ہیں۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿49﴾﴾ ''یہ تو ایک چیخ کے منتظر ہیں جو ان کو اس حال میں کہ باہم جھگڑ رہے ہوں گے آ پکڑے گی۔'' یعنی یہ ایک چنگھاڑ کے منتظر ہیں اور اس سے مراد نفخۂ فزع، یعنی پہلا نفخہ ہے۔① وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ صور میں جب نفخۂ فزع ہوگا تو لوگ حسب عادت بازاروں اور اپنے کاروباروں میں مصروف اور لڑائی جھگڑوں میں مشغول ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اسرافیل کو حکم دیں گے اور وہ صور میں بہت طویل اور دراز پھونک ماریں گے جس کی وجہ سے روئے زمین کا ہر شخص ایک طرف سے گردن جھکائے گا اور دوسری طرف سے اٹھائے گا اور آسمان کی طرف سے آواز سنے گا② اور پھر زمین پر موجود تمام لوگوں کو چاروں طرف سے آگ گھیر کر میدان حشر کی طرف لے جائے گی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً﴾ ''تب نہ تو وہ وصیت کرنے کی طاقت رکھیں گے۔'' اپنی ملکیت کی چیزوں کے بارے میں کیونکہ معاملہ اس سے کہیں زیادہ اہم ہوگا ﴿وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿50﴾﴾ ''اور نہ وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ سکیں گے۔'' اس سے متعلق بہت سے آثار و احادیث وارد ہیں جنھیں ہم نے کسی دوسری جگہ ذکر کیا ہے،③ پھر اس کے بعد نفخۂ صعق ہوگا جس میں زندۂ جاوید ذات گرامی کے سوا تمام زندہ چیزیں مرجائیں گی، پھر اس کے بعد نفخۂ بعث ہوگا۔

تفسیر آیات: 51-54

جب تیسری دفعہ صور میں پھونکا جائے گا: یہ تیسرا نفخہ ہے جس سے قبروں میں مدفون سب لوگ باہر نکل آئیں گے، اسی لیے فرمایا: ﴿فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ﴿51﴾﴾ ''تو یکایک وہ قبروں سے (نکل کر) اپنے پروردگار کی طرف دوڑ پڑیں

---

① كتاب العظمة لأبي الشيخ الأصبهاني:3/821-823، حديث:386. ② صحيح مسلم، الفتن……، باب في خروج الدجال ومكثه في الأرض……، حديث: 2940 وصحيح ابن حبان، التاريخ، ذكر البيان بأن الساعة تقوم……:15/259، حديث:6845. البتہ ''طویل اور دراز پھونک'' کا ذکر تفسیر الطبري: 23/18 میں ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ ③ دیکھیے النمل، آیت:87 کے ذیل میں اور الزمر، آیت: 68 کے ذیل میں، مزید دیکھیے مفصل تفسیر ابن کثیر الأنعام، آیت: 73 کے ذیل میں۔

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ۚ (55) هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ

بے شک اہل جنت آج ایک شغل میں خوش وخرم ہوں گے (55) وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں تختوں پر ٹیک لگائے ہوں گے (56) ان کے لیے

مُتَّكِـُٔوْنَ (56) لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ۚۖ (57) سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (58)

وہاں (ہر قسم کے) پھل ہوں گے اور ان کے لیے وہ ہوگا جو وہ مانگیں گے (57) (انھیں) نہایت مہربان رب کی طرف سے سلام کہا جائے گا (58)

گے۔” نسلان تیز چلنے کو کہتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۙ﴾ (المعارج 43:70) “جس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے جیسے (اپنے بتوں کے) آستانوں کی طرف دوڑ رہے ہیں۔” ﴿ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ ﴾ “وہ کہیں گے: ہائے افسوس ہم پر! ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے (جگا) اٹھایا؟” خواب گاہوں سے مراد قبریں ہیں جن کے بارے میں وہ دنیا میں یہ خیال کیا کرتے تھے کہ انھیں ان سے اٹھایا نہیں جائے گا لیکن جب حشر میں لوگ یہ دیکھ لیں گے کہ ان کا خیال غلط ثابت ہوا تو کہیں گے کہ ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے جگا اٹھایا ہے، اس سے عذاب قبر کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ عذاب قبر بعد والے عذاب کی نسبت نیند ہی کی طرح ہوگا۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، مجاہد، حسن اور قتادہ رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ بعث (اٹھنے) سے کچھ دیر پہلے وہ سوئیں گے۔① قتادہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں نفخوں کے درمیان ہوگا، اس لیے وہ کہیں گے کہ ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے جگا اٹھایا۔② جب وہ یہ کہیں گے تو مومن انھیں یہ جواب دیں گے جیسا کہ کئی ایک ائمۂ سلف نے کہا ہے: ﴿ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ (52) ﴾ “یہ وہی تو ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔” حسن نے کہا ہے کہ انھیں یہ جواب فرشتے دیں گے۔ اور ان دونوں اقوال میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ دونوں ہی کی طرف سے یہ جواب ممکن ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ (53) ﴾ “صرف ایک زور کی آواز ہی ہوگی کہ سب کے سب ہمارے روبرو حاضر کیے جائیں گے۔” جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۭ ﴾ (النّٰزعٰت 14,13:79) “پس وہ تو صرف ایک ڈانٹ ہوگی، اس وقت وہ (سب) میدان (حشر) میں (آجمع) ہوں گے۔” اللہ جل شانہ نے فرمایا: ﴿ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۭ ﴾ (النّحل 16: 77) “اور (اللہ کے نزدیک) قیامت کا معاملہ آنکھ کے جھپکنے کی طرح ہی تو ہے یا وہ اس سے بھی قریب تر ہے۔” اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 17:52) “جس دن وہ تمھیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ جواب دو گے اور خیال کرو گے کہ تم (دنیا میں) بہت کم (مدت) رہے۔” ہم تو انھیں ایک ہی حکم دیں گے جس سے سب کے سب ہمارے روبرو آحاضر ہوں گے۔ ﴿ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ﴾ “پس آج کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔” اس کے عمل کے حوالے سے ﴿ وَلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (54) ﴾ “اور تم وہی بدلہ دیے جاؤ گے جو تم عمل کرتے تھے۔”

تفسیر آیات: 55-58

---

① تفسیر الطبری: 21,20/23. ② تفسیر الطبری: 20/23.

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ⑤⑨ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ

اور اے مجرمو! آج الگ ہو جاؤ (59) اے بنی آدم! کیا میں نے تمھیں (اس بات کی) تاکید نہیں کی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا، بلاشبہ

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (60) وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (61) وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ

وہ تمھارا کھلا دشمن ہے (60) اور یہ کہ تم میری ہی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے (61) اور بلاشبہ اس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ

جِبِلًّا كَثِيْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ (62)

کر دیا، کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے تھے؟ (62)

اہل جنت کا عیش ونشاط: اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے دن جب میدان حشر سے روانہ ہوں گے تو باغہائے بہشت میں فروکش ہوں گے اور دوسروں سے بے نیاز ہو کر عیش و نشاط کے مشغلوں، ابدی نعمتوں، کامیابیوں اور کامرانیوں سے شاد کام ہوں گے۔ حسن بصری اور اسماعیل بن ابو خالد کا قول ہے کہ ﴿ فِيْ شُغُلٍ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ دوزخیوں کے عذاب کے بجائے اہل جنت عیش ونشاط کے مشغلے میں ہوں گے۔ ① مجاہد کہتے ہیں: ﴿ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴾ کے یہ معنی ہیں کہ وہ جنت کی نعمتوں سے خوش ہوں گے۔ ② قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ ③ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ فٰكِهُوْنَ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ خوش ہوں گے۔ ④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ ﴾ ''وہ اور ان کی بیویاں بھی سایوں میں (ہوں گے۔)'' یعنی جنت کے درختوں کے سایوں میں، یہ مجاہد کا قول ہے۔ ⑤ ﴿ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ (56) ﴾ ''تختوں پر ٹیک لگائے ہوں گے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، محمد بن کعب، حسن، قتادہ، سدی اور خُصیف رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ ﴿ الْاَرَآئِكِ ﴾ ان پلنگوں کو کہتے ہیں جو مسہریوں کے نیچے ہوں۔ ⑥ اور فرمایا: ﴿ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ﴾ ''وہاں ان کے لیے پھل ہوں گے۔'' تمام انواع واقسام میں سے ﴿ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ (57) ﴾ ''اور ان کے لیے وہ ہوگا جو وہ مانگیں گے۔'' یعنی لذتوں کے طرح طرح کے وہ تمام سامان ان کے لیے موجود ہوں گے جو وہ طلب کریں گے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (58) ﴾ ''(انھیں) پروردگار مہربان کی طرف سے سلام کہا جائے گا۔''

ابن جریج نے روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ کے بارے میں فرمایا کہ خود اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہی اہل جنت کے لیے سلامتی کا باعث ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ایسے ہی ہے جیسے یہ آیت کریمہ ہے: ﴿ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ ﴾ (الأحزاب 44:33) ''جس روز وہ اس سے ملیں گے تو ان کی دعا ''سلام'' ہوگی۔''

تفسیر آیات: 59-62

حشر میں کافروں کی جگہ: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کافروں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کو حکم دیا جائے گا

---

① تفسیر الطبری: 23/23. ② تفسیر الطبری: 24/23. ③ تفسیر عبدالرزاق: 86/3، رقم: 2492. ④ تفسیر الطبری: 24/23. ⑤ تفسیر الطبری: 25/23. ⑥ تفسیر الطبری: 26/23.

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (63) اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (64)

یہ وہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا (63) آج کے دن اس میں داخل ہو جاؤ کیونکہ تم کفر کیا کرتے تھے (64) آج ہم ان کے مونہوں پر مہر

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا

لگا دیں گے، اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے، اور ان کے پیر گواہی دیں گے اس کی جو کچھ وہ کماتے تھے (65) اور اگر ہم چاہیں تو ان کی

يَكْسِبُوْنَ (65) وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ (66) وَلَوْ

آنکھیں مٹا دیں، پھر وہ دوڑیں راستہ (تلاش کرنے) کو، تو وہ کیوں کر دیکھ سکیں گے! (66) اور اگر ہم چاہیں تو انھی کی جگہوں پر ان کی صورتیں مسخ کر

نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ (67) ع 4 17 3

دیں، پھر وہ (آگے) چلنے کی طاقت نہ رکھیں اور نہ وہ لوٹ سکیں (67)

کہ مومنوں سے الگ ہو جاؤ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ﴾ (یونس 10: 28) ''اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا کہیں گے کہ تم اور تمھارے شریک اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو، پھر ہم ان کے درمیان جدائی ڈال دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ○ ﴾ (الروم 30: 14) ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس روز لوگ (مومن اور کافر) الگ الگ ہو جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ○ ﴾ (الروم 30:43) ''اس روز (سب) لوگ علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے۔'' یعنی منتشر ہو کر مختلف گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ اور فرمایا: ﴿ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ○ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ○ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 37: 23,22) ''(اے فرشتو!) اکٹھا کرو ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو اور (ان کو) جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے، اللہ کے سوا، پھر انھیں دوزخ کی راہ دکھا دو۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (60) ﴾ ''اے اولادِ آدم! کیا میں نے تمھیں تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، بلاشبہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈانٹ ڈپٹ ہو گی ان کافروں کو جنھوں نے شیطان کی اطاعت کی تھی، حالانکہ وہ ان کا واضح دشمن ہے اور انھوں نے رحمان کی نافرمانی کی، حالانکہ وہ ان کا خالق و رازق ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (61) ﴾ ''اور یہ کہ تم میری ہی عبادت کرو، یہی سیدھا رستہ ہے۔'' میں نے تمھیں دنیا میں شیطان کی نافرمانی کا حکم دیا تھا اور تمھیں کہا تھا کہ میری ہی عبادت کرو اور یہی سیدھا رستہ ہے مگر تم نے اس سیدھے رستے کو چھوڑ دیا اور شیطان کا حکم مانتے ہوئے اس کی پیروی کی۔ ﴿ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ﴾ ''اور البتہ تحقیق اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو گمراہ کر دیا۔'' اس سے مراد بہت سی خلقت ہے جیسا کہ مجاہد، قتادہ، سدی اور سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ ① اور فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ (62) ﴾

---

① تفسیر الطبری: 29/23.

''کیا پھر تم سمجھتے نہیں تھے؟'' کیا اپنے رب کے حکم کہ اسی وحدہ لاشریک کی عبادت کرو، کی مخالفت اور تمھارے شیطان کی اتباع کی طرف پھرنے کے وقت تمھاری عقل کام نہیں کر رہی تھی۔

تفسیر آیات: 63-67

اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن کافروں سے زجر وتوبیخ کے طور پر جہنم کو ان کے سامنے پیش کرتے ہوئے فرمائے گا: ﴿ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۝۶۳ ﴾ ''یہی وہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔'' یعنی اس جہنم سے رسولوں نے تم ڈرایا تھا مگر تم نے ان کی تکذیب کی۔ ﴿ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۝۶۴ ﴾ ''آج کے دن تم اس میں داخل ہو جاؤ کیونکہ تم کفر کیا کرتے تھے۔'' جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّاؕ۝ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ۝ اَفَسِحْرٌ هٰذَاۤ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَۚ۝ ﴾ (الطور52: 13-15) ''جس دن وہ آتش جہنم کی طرف سختی سے دھکیل دھکیل کر لے جائے جائیں گے، یہی وہ جہنم ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے (ذرا بتاؤ) تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟''

قیامت کے دن مجرموں کے مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝۶۵ ﴾ ''آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور جو کچھ یہ کماتے رہے، ان کے ہاتھ ہم سے بیان کر دیں گے اور ان کے پاؤں (اس کی) گواہی دیں گے۔'' یہ کفار و منافقین کا قیامت کے دن حال ہوگا جب وہ دنیا میں اپنے کیے ہوئے جرائم کا انکار کر دیں گے اور قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ انھوں نے تو یہ جرائم نہیں کیے تھے تو اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا اور ان کے اعمال کے بارے میں اعضا سے گفتگو کرائے گا۔

امام ابن ابو حاتم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے بیان کیا ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ آپ ہنسنے لگے حتی کہ آپ کی داڑھیں نمایاں ہو گئیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[أَ تَدْرُونَ مِمَّا أَضْحَكُ؟ قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ، قَالَ: مِنْ مُّجَادَلَةِ الْعَبْدِ رَبَّهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُولُ: يَارَبِّ! أَلَمْ تُجِرْنِي مِنَ الظُّلْمِ؟ فَيَقُولُ: بَلٰى! فَيَقُولُ: لَا أُجِيزُ عَلَيَّ شَاهِدًا إِلَّا مِنْ نَّفْسِي، فَيُقَالُ: كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ وَبِالْكِرَامِ عَلَيْكَ شَهِيدًا، فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيهِ، وَيُقَالُ لِأَرْكَانِهٖ: اِنْطِقِي، فَتَنْطِقُ بِعَمَلِهٖ ثُمَّ يُخَلّٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَلَامِ، فَيَقُولُ: بُعْدًا لَّكُنَّ وَسُحْقًا، فَعَنْكُنَّ كُنْتُ أُنَاضِلُ]

''کیا تم جانتے ہو کہ میں کس بات پر ہنس رہا ہوں۔ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن بندے کے اپنے رب سے مباحثے (جھگڑنے) کی وجہ سے ہنس رہا ہوں۔ بندہ کہے گا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ تو اللہ فرمائے گا: کیوں نہیں! تو بندہ کہے گا کہ میں تو اپنے نفس ہی

سے شاہد کو قبول کروں گا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اپنا آپ ہی شاہد (گواہ) کافی ہے اور کراما کاتبین بھی گواہ کافی ہیں، پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضا سے کہا جائے گا کہ بولو تو وہ اس کے اعمال کے بارے میں بول کر بتائیں گے، پھر اسے بھی اعضا سے ہم کلام ہونے کا موقع دیا جائے گا تو وہ اپنے اعضا سے کہے گا کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار ہو، میں تمھاری ہی وجہ سے تو لڑتا جھگڑتا تھا۔'' ① اسے مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ②

اور ابن جریر نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مومن کو قیامت کے دن جب حساب کے لیے بلایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ خلوت میں اس کے سامنے اس کے اعمال پیش فرمائے گا تو مومن اعتراف کرتے ہوئے عرض کرے گا: ہاں میرے رب! میں نے یہ عمل کیا تھا، میں نے یہ عمل کیا تھا، میں نے یہ عمل کیا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دے گا اور ان پر پردہ پوشی فرمائے گا، روئے زمین کی کوئی چیز اس کے کسی گناہ کو بھی دیکھ نہیں سکے گی، البتہ اس کی نیکیاں نظر آئیں گی، وہ پسند کرے گا کہ سب لوگ اس کی نیکیوں کو دیکھ لیں، اسی طرح کافر اور منافق کو بھی جب حساب کے لیے بلایا جائے گا تو رب تعالیٰ اس کے سامنے اس کے اعمال کو پیش فرمائے گا تو وہ انکار کر دے گا اور کہے گا کہ اے میرے رب! مجھے تیری عزت کی قسم! اس فرشتے نے میرے نامہ میں ایسے اعمال لکھ دیے ہیں جو میں نے کیے ہی نہیں تھے، فرشتہ جواب دے گا: کیا تو نے فلاں دن فلاں جگہ یہ عمل نہیں کیا تھا؟ وہ کہے گا: نہیں، مجھے تیری عزت کی قسم اے میرے رب! میں نے یہ عمل نہیں کیا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اس کے منہ پر مہر لگا دے گا۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ سب سے پہلے اس کی دائیں ران بات کرے گی، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٦٥﴾ ﴾ ''آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور جو کچھ یہ کماتے رہے تھے ان کے ہاتھ ہم سے بیان کر دیں گے اور ان کے پاؤں (اس کی) گواہی دیں گے۔'' ③

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿٦٦﴾ ﴾ ''اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیں، پھر یہ رستے کو (تلاش کرنے کے لیے) دوڑیں تو کہاں دیکھ سکیں گے؟'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو ہدایت کے بجائے انھیں گمراہ کر دیں تو یہ کس طرح ہدایت یاب ہو سکیں گے۔ ④ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے یہ معنی بھی بیان کیے ہیں کہ اگر ہم انھیں اندھا کر دیں تو یہ کیسے دیکھ سکیں گے۔ ⑤ اور حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگر اللہ چاہے تو ان کی آنکھوں کو مٹا دے اور انھیں اندھا بنا دے کہ ڈگمگاتے

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2559/8. ② صحیح مسلم، الزهد......، باب: [الدنیا سجن للمؤمن وجنة للکافر]، حدیث: 2969 و السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب سورة الانفطار: 508/6، حدیث: 11653. ③ تفسیر الطبری: 30/23. ④ تفسیر الطبری: 31/23. ⑤ تفسیر الطبری: 31/23 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3199/10.

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ۞68 وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا

اور جس شخص کو ہم (زیادہ) عمر دیں (گویا) ہم اسے (حالت) پیدائش کی طرف لوٹا دیتے ہیں، کیا پھر وہ عقل نہیں رکھتے؟ ۞68 اور ہم نے اس (رسول) کو شعر

يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۞69 لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا

کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ اس کے لائق ہی تھا، یہ (کلام الٰہی) تو سراسر نصیحت اور واضح قرآن ہے ۞69 تاکہ وہ اسے ڈرائے جو زندہ ہے اور کافروں پر (اللہ

وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۞70

کے عذاب کی) بات ثابت ہو جائے ۞70

پھریں۔ ① مجاہد، ابو صالح، قتادہ اور سدی رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ صراط کے معنی رستے کے ہیں۔ ② ابن زید کہتے ہیں کہ صراط سے یہاں حق مراد ہے اور جب ہم نے ان کی آنکھوں کو مٹا دیا ہوگا تو یہ کہاں دیکھ سکیں گے! عوفی نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کیا ہے کہ یہ حق کو دیکھ نہیں سکیں گے۔ ③

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ ﴾ ”اور اگر ہم چاہیں تو انھی کی جگہ پر ان کی صورتیں مسخ کر دیں۔“ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کو ہلاک کر دیں۔ ④ اور سدی نے کہا ہے کہ ہم ان کی شکلیں بدل دیں۔ ⑤ ابو صالح نے کہا ہے کہ ہم انھیں پتھر بنا دیں، امام حسن بصری اور قتادہ نے فرمایا ہے کہ ہم انھیں ان کے پاؤں پر بٹھا دیں۔ ⑥ اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ۞67 ﴾ ”پھر وہ چلنے کی طاقت نہ رکھیں اور نہ وہ (پیچھے) لوٹ سکیں۔“ یعنی آگے پیچھے نہ ہو سکیں گے بلکہ ایک ہی جگہ جم کر رہ جائیں گے۔

تفسیر آیات: 68-70

اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے بارے میں فرمایا ہے کہ جیسے جیسے اس کی عمر طویل ہوتی جاتی ہے ایسے ہی اسے قوت کے بعد ضعف اور نشاط کے بعد عاجزی و درماندگی لاحق ہوتی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ○ ﴾ (الروم 30: 54) ”اللہ وہ ذات ہے جس نے تمھیں کمزوری (کی حالت) سے پیدا کیا، پھر اس نے کمزوری کے بعد طاقت عنایت کی، پھر اس نے طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ خوب جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ ﴾ (الحج 22: 5) ”اور بعض تم میں سے ناکارہ عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تاکہ وہ (بہت کچھ) جاننے کے بعد کچھ بھی نہ جانیں۔“ اس سے مراد یہ بتانا مقصود ہے، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، کہ یہ دنیا زوال اور انتقال کا مقام ہے، یہ دوام و استقرار کی جگہ نہیں ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ۞68 ﴾ ”کیا پھر وہ عقل نہیں رکھتے؟“ یعنی کیا یہ اپنی عقلوں سے کام لیتے ہوئے غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ابتدا میں کس

---

① تفسیر الطبری: 31/23. ② تفسیر الطبری: 32/23. ③ تفسیر الطبری: 32/23. ④ تفسیر الطبری: 33/23.

⑤ تفسیر الماوردی: 29/5. ⑥ تفسیر الطبری: 33,32/23.

طرح پیدا فرمایا تھا، پھر کس طرح جوانی کی عمر اور جوانی سے بڑھاپے کی عمر کو پہنچا دیا تاکہ یہ جان لیں کہ انھیں کسی اور گھر کے لیے پیدا کیا گیا ہے جسے کبھی زوال نہ ہوگا، جہاں سے کبھی کوچ کرنا نہ ہوگا اور وہ گھر آخرت کا گھر ہے۔

اللہ نے اپنے رسول کو شعر گوئی نہیں سکھائی: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ ﴾ ’’اور ہم نے اس (پیغمبر) کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ ہی یہ اس کے لائق ہے۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اس نے انھیں شاعری نہیں سکھائی اور نہ شاعری ان کے شایان شان ہے نہ آپ اسے پسند فرماتے ہیں اور نہ آپ کی جبلت ہی اس سے مناسبت رکھتی ہے، اسی لیے مروی ہے کہ آپ کسی شعر کو اس کے صحیح وزن کے ساتھ یاد نہیں رکھتے تھے بلکہ اگر آپ کبھی شعر پڑھتے تو اسے بے وزن کر کے پڑھتے یا پورا نہ پڑھ سکتے تھے۔

امام بیہقی نے دلائل النبوہ میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عباس بن مرداس سُلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا یہ شعر تم نے کہا ہے۔

أَتَجْعَلُ نَهْبِي وَنَهْبَ الْعُبَيْدِ بَيْنَ الْأَقْرَعِ وَعُيَيْنَةَ؟

’’کیا آپ نے مال غنیمت میں سے میرا اور میرے گھوڑے عبید کا حصہ اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کے مابین تقسیم کر دیا ہے؟‘‘

انھوں (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے عرض کی: (میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس نے یہ شعر) ایسے نہیں کہا اور اللہ کی قسم! آپ نہ شاعر ہیں اور نہ آپ کے شایان شان ہی ہے، چنانچہ نبیٔ اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: پھر کیسے ہے؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اس طرح نہیں بلکہ عُيَيْنَةَ وَالْأَقْرَعِ ہے (اقرع بعد میں ہے)، آپ نے فرمایا: [اَلْكُلُّ سَوَاءٌ] ’’ہر ایک برابر ہے۔‘‘ یعنی دونوں کے معنی ایک ہی ہیں (عیینہ پہلے ذکر ہو یا اقرع۔)① صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

اللہ تعالیٰ نے آپ کو شعر گوئی اس لیے نہیں سکھائی کہ آپ کو تو اس نے اس قرآن عظیم کی تعلیم فرمائی ہے ﴿ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ ﴾ (حٰمٓ السجدة 42:41) ’’جس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے، بڑے حکمت والے قابل تعریف کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔‘‘ یعنی وہ شعر نہیں ہے جیسا کہ جاہل، کفار قریش کی ایک جماعت کہتی تھی اور نہ کہانت ہے نہ قصے کہانیاں ہے اور نہ جادو ہے جیسا کہ گمراہ اور جاہل لوگوں نے قرآن مجید کے بارے میں اس طرح کی مختلف باتیں کہی تھیں۔ نبیٔ کریم ﷺ کی تو طبیعت ہی شرعی اور طبعی طور پر شعر گوئی کا انکار کرتی تھی۔ ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ ﴾ ’’یہ تو محض نصیحت اور صاف صاف قرآن ہے۔‘‘ یعنی ہم نے آپ کو جو قرآن سکھایا ہے یہ روشن، واضح اور غور و فکر کرنے والے کے لیے جلی ہے ﴿ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا ﴾ ’’تاکہ وہ اس شخص کو جو زندہ ہو ڈرائے۔‘‘ تاکہ یہ صاف صاف اور پُرحکمت قرآن روئے زمین کے ہر زندہ شخص کو ڈرائے جیسا کہ فرمایا: ﴿ لِاُنْذِرَكُمْ

---

① دلائل النبوة للبيهقي، رجوع النبي ﷺ إلى الجعرانة……:5/181,182 البتہ مذکورہ حوالے میں [اَلْكُلُّ سَوَاءٌ] کے بجائے [سَوَاءٌ هُمَا] کے الفاظ ہیں۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَآ أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُونَ ⑦①

کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے جو چیزیں بنائیں ان میں یقیناً ہم نے ان کے لیے چوپائے بھی پیدا کیے؟ پھر وہ ان کے مالک (بن گئے)

وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ⑦② وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ

ہیں⑦① اور ہم نے انھیں ان کے تابع کر دیا، چنانچہ ان میں سے کچھ ان کی سواریاں ہیں، اور ان میں سے کچھ کو وہ کھاتے ہیں⑦② اور ان کے لیے ان (چوپایوں)

وَمَشَارِبُ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ⑦③

میں (اور بھی) فائدے اور پینے کی چیزیں ہیں، کیا پھر وہ شکر نہیں کرتے؟⑦③

بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۚ ﴾ (الأنعام 19:6) ”تاکہ اس کے ذریعے سے تمھیں اور جس شخص تک پہنچ سکے میں ڈراؤں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ ﴾ (هود 17:11) ”اور (ان) گروہوں میں سے جو کوئی اس (قرآن) کا انکار کرے تو آگ ہی اس کا ٹھکانا ہے۔“ اور قرآن کی نصیحت سے وہ شخص فائدہ حاصل کر سکے گا جس کا دل زندہ اور جس کی بصیرت منور ہوگی جیسا کہ امام قتادہ نے فرمایا کہ جو زندہ دل اور زندہ نظر والا ہوگا۔ ① اور ضحاک نے کہا ہے کہ جو عقل مند ہوگا۔ ② ﴿ وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ⑦⓪ ﴾ ”اور کافروں پر (اللہ کے عذاب کی) بات ثابت ہو جائے“ کہ قرآن مومنوں کے لیے رحمت اور کافروں کے خلاف حجت ہے۔

تفسیر آیات: 71-73

چوپائے نشانی بھی ہیں اور نعمت بھی: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر اپنے اس انعام کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ان چوپایوں کو پیدا کر کے ان کے لیے مسخر کر دیا ہے ﴿ فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ⑦① ﴾ ”تو یہ ان کے مالک ہیں۔“ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے چوپایوں کو مغلوب کر رکھا ہے اور یہ ان کے مطیع فرمان ہیں، ان سے انکار نہیں کرتے۔ ③ حتی کہ اگر ایک چھوٹا بچہ بھی اونٹ کو بٹھانا چاہے تو بٹھا دے، کھڑا کرنا چاہے تو کھڑا کر دے اور اگر انھیں چلانا چاہے تو چلا دے، یہ اس کا مطیع وفرماں بردار ہے، ایک اونٹ کیا اگر سو یا اس سے بھی زیادہ اونٹوں کی قطار ہو تو سب کے سب ایک چھوٹے بچے کے چلانے سے چل پڑیں ﴿ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ⑦② ﴾ ”پھر کچھ ان میں سے ان کی سواریاں ہیں اور کسی کو ان میں سے وہ کھاتے ہیں۔“ یعنی کچھ ایسے ہیں جن پر یہ اپنے سفروں میں سواری کرتے ہیں اور تمام اطراف و جوانب کی طرف اپنے سامان ان پر لاد کر لے جاتے ہیں اور ان میں سے جن کو جب چاہیں ذبح کر کے کھا جائیں۔ ﴿ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ ﴾ ”اور ان میں ان کے لیے (اور) فائدے ہیں۔“ اور ان کی اون اور ریشم اور بالوں سے تم اسباب اور برتنے کی چیزیں بناتے ہو جو مدت تک کام دیتی ہیں، ﴿ وَمَشَارِبُ ﴾ ”اور پینے کی چیزیں ہیں۔“ یعنی ان کے دودھ اور دوائی کے طور پر استعمال کرنے کے لیے پیشاب وغیرہ ﴿ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ⑦③ ﴾ ”تو کیا پھر وہ شکر نہیں کرتے؟“ یعنی کیا یہ ان کے پیدا کرنے اور مسخر کرنے

---

① تفسير الطبرى: 35/23 و تفسير ابن أبى حاتم: 3200/10. ② تفسير الطبرى: 35/23. ③ تفسير ابن أبى حاتم: 3201/10 بالفاظ دیگر۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ؕ (74) لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ

اور انھوں نے اللہ کے سوا کئی معبود بنا لیے تاکہ ان کی مدد کی جائے (74) وہ (معبود) ان کی مدد کی طاقت نہیں رکھتے جبکہ وہ (مشرکین) تو خود ان (بتوں) کے

جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ (75) فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ (76) وقف لازم

حاضر باش لشکری (حمایتی) ہیں (75) لہٰذا ان کی باتیں آپ کو غمگین نہ کریں، بلاشبہ ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں (76)

والے کو وحدہ لاشریک نہیں سمجھتے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے؟

تفسیر آیات: 76-74

معبودانِ باطلہ مشرکین کی نصرت کی قدرت نہیں رکھتے: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس بات کی تردید کی ہے جو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ معبودانِ باطلہ کو اختیار کر رکھا ہے اور یہ چاہتے ہیں کہ وہ ان کی مدد کریں، ان کو رزق دیں اور انھیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ﴾ ”وہ ان کی مدد کی (ہرگز) طاقت نہیں رکھتے۔“ یعنی یہ معبودان باطلہ اپنے عابدوں کی مدد کی ہرگز طاقت نہیں رکھتے کیونکہ یہ تو اس سے کمزور، قلیل، حقیر اور فروتر ہیں کہ کسی کی مدد کر سکیں، کسی کی مدد تو کجا یہ تو خود آپ اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے جو ان کے بارے میں کوئی برا ارادہ کرے اس سے انتقام نہیں لے سکتے کیونکہ یہ تو جمادات ہیں، نہ سن سکتے ہیں، نہ عقل و شعور رکھتے ہیں۔ ﴿وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ (75)﴾ ”اور یہ (معبودانِ باطلہ) ان (مشرکین) کے حاضر کیے گئے لشکر ہوں گے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ حساب کے وقت حاضر کیے جائیں گے۔① یعنی ان بتوں کو بھی اس وقت جمع کر کے حاضر کیا جائے گا جب قیامت کے دن ان کی عبادت کرنے والوں سے حساب لیا جا رہا ہوگا تاکہ ان کے غم و فکر میں مزید اضافہ ہو جائے اور ان پر زیادہ مضبوط طریقے سے حجت قائم کی جا سکے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ﴾ ”وہ ان کی مدد کی (ہرگز) طاقت نہیں رکھتے۔“ یعنی معبودان باطلہ۔② ﴿وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ (75)﴾ ”اور وہ (معبودانِ باطلہ) ان (مشرکین) کی فوج بنا کر حاضر کیے جائیں گے۔“ مشرکین دنیا میں اپنے معبودوں کی وجہ سے لوگوں سے ناراض ہوتے تھے، حالانکہ یہ انھیں نہ کوئی بھلائی پہنچا سکتے ہیں اور نہ کسی برائی کو ان سے دور کر سکتے ہیں کیونکہ یہ تو بے جان بت ہیں، حسن بصری رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح کہا ہے اور یہ ایک اچھا قول ہے۔③ ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔④

رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ﴾ ”تو ان کی باتیں آپ کو غم ناک نہ کر دیں۔“ یعنی ان کا آپ کی تکذیب کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا آپ کو غم میں مبتلا نہ کرے کیونکہ ﴿اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ (76)﴾ ”وہ جو کچھ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں بے شک ہم (سب) جانتے ہیں۔“ ہم ان کے تمام حالات سے آگاہ ہیں اور ان کے اعمال کا انھیں بدلہ دیں گے جبکہ اس دن ان کے سارے اعمال ان کے سامنے ہوں گے اور کسی بھی جلیل یا حقیر، چھوٹے یا بڑے عمل کو گم نہیں پائیں گے بلکہ ان کے پرانے اور نئے تمام کے تمام اعمال ان کے سامنے پیش کر دیے

---

① تفسیر الطبری: 37/23. ② تفسیر الطبری: 37/23. ③ تفسیر ابن أبي حاتم: 3202/10. ④ تفسیر الطبری: 37/23.

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ⑦⑦ وَضَرَبَ

کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا ہے؟ پھر یکا یک وہ کھلا جھگڑالو ہو گیا⑦⑦ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان

لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ⑦⑧ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ

کی اور وہ اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا: ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جبکہ وہ گلی سڑی ہوں گی؟⑦⑧ آپ کہہ دیجیے: انھیں وہی (اللہ) زندہ کرے گا

اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ⑦⑨ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ

جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کے پیدا کرنے کو خوب جانتا ہے⑦⑨ وہ (اللہ) جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ بنادی، پھر

الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ⑧⓪

یکا یک تم اس سے آگ سلگا لیتے ہو⑧⓪

جائیں گے۔

تفسیر آیات: 80-77

حیات بعد الممات کا انکار اور اس کی تردید: مجاہد، عکرمہ، عروہ بن زبیر، سدی اور قتادہ رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ اُبیّ بن خلف۔ اللہ اس پر لعنت کرے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے ہاتھ میں ایک بوسیدہ ہڈی پکڑی ہوئی تھی وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہوا میں اڑا رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے محمد! کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بوسیدہ ہڈی کو بھی دوبارہ زندہ کر دے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَللّٰهُ يُحْيِيهِ، ثُمَّ يُمِيتُهُ، ثُمَّ يُدْخِلُكَ النَّارَ] ”اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے گا، پھر اسے مارے گا، پھر تجھے جہنم رسید کر دے گا۔“ اس موقع پر سورۂ یٰس کی ﴿ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ ﴾ ”کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا۔“ سے لے کر آخر تک کی آیات نازل ہوئی تھیں۔ ①

اور امام ابن ابو حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عاص بن وائل نے بطحاء سے ایک ہڈی کو پکڑا اور اسے ہاتھ سے توڑ دیا، پھر اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میں یہ جو کچھ دیکھ رہا ہوں، کیا اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ، يَبْعَثُ اللّٰهُ هٰذَا، ثُمَّ يُمِيتُكَ، ثُمَّ يُحْيِيكَ، ثُمَّ يُدْخِلُكَ نَارَ جَهَنَّمَ] ”ہاں، اللہ تعالیٰ اسے اٹھائے گا، پھر تجھے مارے گا، پھر تجھے زندہ کرے گا، پھر تجھے جہنم کی آگ میں داخل کرے گا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس موقع پر سورۂ یٰس کی آخری آیات نازل ہوئی تھیں، ② اسے ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔ ③

یہ آیات کریمہ خواہ اُبیّ بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی ہوں یا عاص بن وائل کے بارے میں یا دونوں کے بارے میں، اپنے مضمون کے اعتبار سے عام ہیں اور ہر اس شخص کے بارے میں ہیں جو بعث بعد الموت کا منکر ہو کیونکہ ﴿ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ ﴾

---

① تفسیر الطبری: 38/23 اور دیکھیے صحیح السیرۃ النبویۃ للألبانی، ص: 201,200 یہ حدیث مرسل ہے۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم: 3203/10 و المستدرك للحاكم، التفسیر، باب تفسیر سورۃ یٰسٓ: 429/2، حدیث: 3606 مزید دیکھیے صحیح السیرۃ النبویۃ للألبانی، ص: 201. ③ تفسیر الطبری: 38/23.

میں ﴿ الْاِنْسَانُ ﴾ کا الف لام جنس کے لیے ہے اور ہر منکر بعث اس میں شامل ہے۔ ﴿ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝٧٧ ﴾ ”بے شک ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا، پھر وہ کھلم کھلا جھگڑنے لگا۔“ یعنی کیا بعثت کا انکار کرنے والے نے اس سے استدلال نہیں کیا کہ جس نے اسے پہلی مرتبہ پیدا فرمایا وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کی ابتدا حقیر پانی کے خلاصے سے کی، یعنی اسے ایک حقیر، ضعیف اور بے وقعت چیز سے پیدا کیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ﴾ (المرسلٰت 77:20-22) ”کیا ہم نے تمھیں حقیر پانی سے نہیں پیدا کیا؟ پھر ہم نے اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا، ایک وقت معین تک۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ﴾ (الدهر 76:2) ”بلاشبہ ہم ہی نے انسان کو نطفۂ مخلوط سے پیدا کیا۔“ یعنی ایسے نطفے سے جو مختلف اخلاط سے مرکب ہے تو جس ذات پاک نے اسے اس کمزور سے نطفے سے پیدا فرمایا ہے کیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ وہ اسے موت کے بعد دوبارہ زندہ کر دے۔

امام احمد نے اپنی مسند میں بسر① بن جحاش سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنی ہتھیلی پر لعابِ دہن رکھا، پھر اس پر اپنی انگلی رکھتے ہوئے فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ابْنَ آدَمَ! أَنّٰى تُعْجِزُنِي وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ مِّثْلِ هٰذِهِ، حَتّٰى إِذَا سَوَّيْتُكَ وَعَدَلْتُكَ، مَشَيْتَ بَيْنَ بُرْدَيْنِ، وَلِلْأَرْضِ مِنْكَ وَئِيدٌ، فَجَمَعْتَ وَمَنَعْتَ، حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ، قُلْتَ: أَتَصَدَّقُ، وَأَنّٰى أَوَانُ الصَّدَقَةِ؟] ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم! تو مجھے کہاں عاجز کر سکے گا، میں نے تجھے اس طرح کی چیز سے پیدا کیا ہے حتی کہ میں نے جب تیرے اعضا کو ٹھیک کیا اور تیری قامت کو معتدل رکھا تو تو (فخر سے) اپنی چادروں میں چلنے لگا اور زمین پر تیری دھمک تھی، پھر تو نے مال جمع کیا اور خرچ نہ کیا حتی کہ جب وہ (جان) ہنسلیوں تک پہنچ گئی تو تو کہتا ہے کہ میں صدقہ کرتا ہوں مگر اب صدقے کا وقت کہاں؟“② اور اسے ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔③ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝٧٨ ﴾ ”اور ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، کہنے لگا: ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جب وہ گلی سڑی ہوں گی؟“ یعنی اس نے اس اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے اپنی عظیم الشان قدرت کے ساتھ آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے اس بات کو بعید سمجھا کہ وہ بوسیدہ جسموں اور ہڈیوں کو دوبارہ زندہ فرما سکے اور وہ اپنی پیدائش کو بھول گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے عدم سے وجود بخشا ہے، اس طرح انسان نے جس چیز کو بعید از قیاس سمجھتے ہوئے انکار کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اس سے بھی بڑی بات اس کے اپنے نفس سے سمجھا دی ہے اور فرمایا: ﴿ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۝٧٩ ﴾ ”کہہ دیں کہ اسے وہی زندہ کرے گا جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ سب قسم کے پیدا کرنے کو خوب جانتا ہے۔“ یعنی

---

① حافظ ابن حجر تقریب التهذیب: 125/1 پر لکھتے ہیں: يقال فيه: بِشْر، بكسر أوله والمعجمة (بُسر کو) ”بِشر“ با کے کسرے اور (سین کے بجائے) شین کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ ② مسند أحمد: 210/4. ③ سنن ابن ماجه، الوصايا، باب النهي عن الإمساك في الحياة……، حديث: 2707.

وہ اطراف واکنافِ زمین کی تمام ہڈیوں کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ کہاں گئیں، کہاں منتشر ہوگئیں اوران کے ذرات کہاں کہاں بکھر گئے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ربعی سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ ہمیں کوئی حدیث نہ بیان کریں گے جوآپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [إِنَّ رَجُلًا حَضَرَهُ الْمَوْتُ، فَلَمَّا أَيِسَ مِنَ الْحَيَاةِ أَوْصٰى أَهْلَهُ: إِذَا أَنَا مُتُّ فَاجْمَعُوا لِي حَطَبًا كَثِيرًا جَزْلًا ، ثُمَّ أَوْقِدُوا فِيهِ نَارًا حَتّٰى إِذَا أَكَلَتْ لَحْمِي وَخَلَصَ إِلٰى عَظْمِي فَامْتَحَشْتُ فَخُذُوهَا (ثُمَّ اسْحَقُونِي) فَاذْرُوهَا فِي الْيَمِّ، فَفَعَلُوا فَجَمَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَقَالَ لَهُ: لِمَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ؟ قَالَ: مِنْ خَشْيَتِكَ! قَالَ: فَغَفَرَ اللّٰهُ لَهُ] ”ایک شخص کی موت کا وقت قریب آیا اور جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہوگیا تو اس نے اپنے اہل خانہ کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو بہت زیادہ ایندھن اکٹھا کرلینا، پھر اسے آگ لگا دینا (اور مجھے اس میں جلا دینا) حتی کہ جب آگ میرے گوشت کو کھا جائے اور میری ہڈیوں تک پہنچ جائے اور میں جل کر کوئلہ بن جاؤں تو اسے پکڑ کر پیس دینا اوراس کے ذرات کو سمندر میں بہا دینا، اس کے اہل خانہ نے اس کی موت کے بعد ایسا ہی کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کے ذرات کو جمع کر کے اسے دوبارہ انسان بنا کر اپنے پاس لا حاضر کیا اوراس سے فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کی: تیرے خوف کی وجہ سے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے اسے بخش دیا۔“ عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ یہ شخص کفن چور تھا۔ ①

صحیحین میں یہ حدیث قدرے طویل ہے اور وہ اس طرح کہ اس نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ اسے جلا دیں، پھر اس کی ہڈیوں کو پیس لیں، پھر اس کا نصف حصہ خشکی میں اڑا دیں اور نصف حصہ کسی تیز آندھی والے دن دریا میں بہا دیں، اس کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا، اس میں جس قدر اس کے جسم کے ذرات تھے، اس نے جمع کر دیے، اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا اوراس نے بھی اس کے تمام ذرات کو جمع کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ تو (زندہ) ہوجا تو وہ ایک آدمی کی صورت میں کھڑا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ اس نے عرض کی کہ اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے تیرے ڈر کی وجہ سے ایسا کیا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اسے اسی وقت معاف فرما دیا۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ﴿80﴾ ﴾ ”وہی جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی، پھر تم اس سے آگ جلاتے ہو۔“ یعنی جس ذات پاک نے اس درخت کو پانی سے پیدا فرمایا

---

① مسند أحمد: 395/5 جبکہ قوسین والا لفظ صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب: 54، حدیث: 3478 و صحیح مسلم، التوبة، باب فی سعة رحمة اللّٰہ تعالٰی......، حدیث: 2757 عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ② صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب: 54، حدیث: 3478 و6481 و صحیح مسلم، التوبة، باب فی سعة رحمة اللّٰہ تعالٰی......، حدیث: 2757 عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ و (25,24)-2756 عن أبی ہریرة رضی اللہ عنہ.

اَوَلَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ ؕ بَلٰی ٭ وَهُوَ

کیا وہ (اللہ) جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس بات پر قادر نہیں کہ وہ ان جیسے (انسان) پیدا کر دے؟ کیوں نہیں! وہی تو (سب کچھ) پیدا کرنے

الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ (81) اِنَّمَاۤ اَمۡرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡـًٔا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَهٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ (82) فَسُبۡحٰنَ

والا، خوب جاننے والا ہے (81) جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس کا حکم صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اس سے کہتا ہے: ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے (82) چنانچہ

الَّذِیۡ بِیَدِهٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ (83) ع 5 16 4

پاک ہے وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے، اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے (83)

حتی کہ وہ سرسبز و شاداب ہو کر ثمر بار ہو گیا، پھر ایک ایسا وقت آیا کہ وہ خشک ہو کر ایندھن بن گیا اور اس سے آگ جلائی جانے لگی، اسی طرح وہ جو چاہے اسے کرنے پر قادر ہے، وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کی طاقت رکھتا ہے، کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ امام قتادہ نے اس آیت کے معنی بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ جس نے اس آگ کو اس درخت سے نکالا، وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے۔ ① یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت میں مذکور درخت سے مراد مرخ اور عفار ہیں جو سرزمین حجاز میں پیدا ہوتے ہیں۔ جو شخص آگ جلانا چاہے اور اس کے پاس چقماق کا پتھر نہ ہو تو وہ ان میں سے کسی بھی درخت کی دو شاخیں لے کر ان کو ایک دوسری پر رگڑتا ہے تو ان سے آگ پیدا ہو جاتی ہے جس طرح چقماق کے رگڑنے سے آگ پیدا ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ② اسی لیے ضرب المثل ہے: لِکُلِّ شَجَرٍ نَّارٌ وَّاسۡتَمۡجَدَ الۡمَرۡخُ وَالۡعَفَارُ ’’ہر درخت میں آگ ہے، البتہ مرخ اور عفار میں زیادہ ہے۔‘‘ اور حکماء کہتے ہیں کہ عُنّاب کے سوا ہر درخت میں آگ ہے۔

تفسیر آیات: 81-83

اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم الشان قدرت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے ساتوں آسمانوں کو ثوابت اور سیاروں کے ساتھ پیدا فرمایا اور ساتوں زمینوں کو ان کے پہاڑوں، صحراؤں، دریاؤں اور جنگلوں کے ساتھ وجود بخشا ہے اور اپنی اس عظیم الشان قدرت کے حوالے سے اس استدلال کی طرف اس نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے کہ جس ذات پاک نے ان عظیم الشان اشیا کو تخلیق فرمایا ہے وہ مرنے کے بعد ان جسموں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَخَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اَکۡبَرُ مِنۡ خَلۡقِ النَّاسِ﴾ (المؤمن 40: 57) ’’آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت زیادہ بڑا (کام) ہے۔‘‘ اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَوَلَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ ؕ﴾ ’’بھلا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ (ان کو پھر) ویسے ہی پیدا کر دے۔‘‘ یعنی انسانوں کو جس طرح اس نے پہلے پیدا کیا تھا، کیا وہ اس طرح ان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے؟ امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَلَمۡ یَعۡیَ بِخَلۡقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یُّحۡیِۦَ

---

① تفسیر الطبری: 39/23 وتفسیر ابن أبی حاتم: 3203/10. ② تفسیر البغوی: 24/4.

الْمَوْتٰی ؕ بَلٰۤی اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝﴾ (الأحقاف 33:46) ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے اکتایا نہیں وہ اس (بات) پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کردے۔ ہاں، بلاشبہ وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿بَلٰی ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ۝٨١ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝٨٢﴾ ”کیوں نہیں! اور وہ تو بڑا پیدا کرنے والا، خوب جاننے والا ہے، اس کا معاملہ تو بس یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے۔“ یعنی وہ کسی چیز کو صرف ایک ہی بار حکم دیتا ہے، اسے تکرار یا تاکید کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ کسی شاعر نے بھی کہا ہے:

إِذَا مَا أَرَادَ اللّٰهُ أَمْرًا فَإِنَّمَا
يَقُولُ لَهُ كُنْ قَوْلَةً فَيَكُونُ

”اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے ایک ہی بار فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔“

اور امام احمد رحمہ اللہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ: يَاعِبَادِي! كُلُّكُمْ مُّذْنِبٌ إِلَّا مَنْ عَافَيْتُ، فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْلَكُمْ...... وَكُلُّكُمْ فَقِيرٌ إِلَّا مَنْ أَغْنَيْتُ...... لِأَنِّي جَوَادٌ مَّاجِدٌ وَّاجِدٌ، أَفْعَلُ مَا أَشَاءُ، عَطَائِي كَلَامٌ وَّعَذَابِي كَلَامٌ، إِذَا أَرَدْتُّ شَيْئًا فَإِنَّمَا أَقُولُ لَهُ: كُنْ فَيَكُونُ] ”یقیناً اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! تم میں سے ہر شخص گناہ گار ہے سوائے اس کے جسے میں بچا لوں تو تم مجھ سے گناہوں کی بخشش مانگو، میں تمھیں معاف فرما دوں گا...... اور تم میں سے ہر ایک فقیر ہے، سوائے اس کے جس کو میں غنی کر دوں......، بے شک میں جواد، ماجد اور واجد ہوں، میں وہ کرتا ہوں جو میں چاہتا ہوں، میں نے عطا کرنا ہو تو فرما دیتا ہوں اور عذاب دینا ہو تو پھر بھی فرما دیتا ہوں اور جب کسی بھی چیز کا ارادہ کرتا ہوں، تو بس اسے فرما دیتا ہوں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔“①

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝٨٣﴾ ”تو وہ ذات پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اسی کی طرف تمھیں لوٹ کر جانا ہے۔“ یعنی ہر قسم کی برائی سے منزہ، مقدس اور پاک ہے، وہ زندہ اور قائم ہے جس کے ہاتھوں میں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں اور اس کی طرف سارا معاملہ لوٹتا ہے، سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور سب حکم بھی اسی کا ہے، روز قیامت تمام بندے بھی اسی کے پاس لوٹ کر جائیں گے، وہ ہر کام کرنے والے کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا، وہ عدل فرمانے والا، انعام سے نوازنے والا اور اپنے فضل وکرم سے سرفراز فرمانے والا ہے۔ ﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ﴾ کے معنی اس آیت کریمہ کی طرح ہیں: ﴿قُلْ مَنْۢ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ﴾ (المؤمنون 23: 88) ”کہہ دیں کہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے۔“ یا اس آیت کریمہ کی طرح ہیں: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ز﴾ (الملك 67:1) ”وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے، بابرکت ہے۔“ ملك اور ملکوت کے ایک ہی معنی ہیں جس طرح رحمت اور رحموت، رھبة اور رھبوت، جبر اور جبروت کے ایک ہی

---

① مسند أحمد: 177/5.

معنی ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ''ملک'' سے مراد عالم اجسام اور ''ملکوت'' سے مراد عالم ارواح ہے لیکن صحیح پہلی بات ہے اور جمہور مفسرین وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قیام کیا تو آپ نے سات رکعتوں میں سات طویل سورتوں کی تلاوت فرمائی، آپ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ پڑھتے: [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ] پھر یہ کلمات پڑھتے: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ذِی الْمَلَكُوتِ وَالْجَبَرُوتِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْعَظَمَةِ] ''سب تعریفیں اس اللہ ہی کے لیے ہیں جو وسیع سلطنت، عظیم اقتدار اور بڑائی و بزرگی کا مالک ہے۔'' آپ کا رکوع بھی قیام کی طرح طویل اور سجدہ بھی رکوع کی طرح طویل تھا، آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میرے پاؤں ٹوٹنے کے قریب تھے۔ ①

اور امام ابوداود نے عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قیام کیا، آپ نے کھڑے ہو کر سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع فرما دی، جب کسی ایسی آیت کے پاس سے گزرتے جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہوتا تو آپ ٹھہر جاتے اور اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرتے اور جب کسی ایسی آیت کے پاس سے گزرتے جس میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ذکر ہوتا تو آپ ٹھہر جاتے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ مانگتے، پھر آپ نے قیام کے بقدر رکوع کیا اور رکوع میں یہ کلمات پڑھتے تھے: [سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْعَظَمَةِ] ''پاک ہے وہ ذات جو عظیم اقتدار، وسیع سلطنت اور بڑائی و بزرگی کی مالک ہے۔'' پھر آپ نے قیام کے برابر سجدہ کیا اور سجدے میں بھی یہی کلمات پڑھے، پھر آپ نے (دوسری رکعت کے لیے) کھڑے ہو کر آل عمران کو پڑھا، پھر ایک ایک سورت پڑھی۔ ② اور اسے امام ترمذی نے شمائل میں اور امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ③

سورۂ یٰسٓ کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ .

---

① مسند أحمد: 397,396/5. ② سنن أبي داود، الصلاة، باب مایقول الرجل فی رکوعه و سجوده، حدیث: 873 . البتہ مذکورہ حوالے میں یہ ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ یہ دعا رکوع کے بعد قیام میں پڑھنے کے بجائے رکوع میں پڑھا کرتے تھے۔

③ الشمائل المحمدية، باب ماجاء فی صوم رسول الله ﷺ، حدیث: 313 و سنن النسائی، التطبیق، باب نوع آخر من الذکر فی الرکوع، حدیث: 1050 و السنن الکبری للنسائی، التطبیق، باب: 70 نوع آخر: 240/1، حدیث: 718 .

تفسیر
سُوْرَةُ صٰٓفّٰت

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ① فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ② فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ③ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ④

قسم ہے قطار در قطار صفیں باندھنے والوں (فرشتوں) کی ① پھر جھڑک کر ڈانٹنے والوں کی ② پھر قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی ③ بلاشبہ تمھارا معبود

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ⑤

ایک ہی ہے ④ (وہی) رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور (اس کا بھی) جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور (تمام) مشرقوں کا رب ہے ⑤

فضیلت: امام نسائی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تخفیف کا حکم دیا کرتے تھے اور ہمیں نماز پڑھاتے ہوئے آپ صافّات کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اس روایت کو صرف امام نسائی نے روایت کیا ہے۔ ①

تفسیر آیات:1-5

فرشتے اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ①﴾ سے مراد فرشتے ہیں۔ ﴿فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ②﴾ اور ﴿فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ③﴾ سے مراد بھی فرشتے ہیں۔ ② اور اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما، مسروق، سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، سُدی، قتادہ اور ربیع بن انس کا بھی یہی قول ہے۔ ③ قتادہ کہتے ہیں کہ فرشتے آسمانوں میں صفیں باندھے ہوئے ہیں۔ ④ اور امام مسلم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ: جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ، وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا، وَّجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُورًا إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ] ”ہمیں لوگوں پر تین چیزوں میں فضیلت دی گئی ہے: (1) ہماری صفوں کو فرشتوں کی صفوں کی طرح بنا دیا گیا ہے۔ (2) اور ساری زمین کو ہمارے لیے مسجد بنا دیا گیا ہے۔ (3) اور اگر ہم پانی نہ پائیں تو اس کی مٹی کو ہمارے لیے ذریعۂ طہارت بنا دیا گیا ہے۔“ ⑤

---

① السنن الكبرى للنسائي، التفسير ، باب سورة الصافات : 440/6، حديث:11432 و مسند أحمد: 26/2 و صحيح ابن خزيمة، الإمامة في الصلاة، باب قدرقراء ة الإمام الذي لا يكون تطويلا : 49/3، حديث : 1606 . ② تفسير ابن أبي حاتم:3204/10. ③ تفسير القرطبي:62,61/15. ④ تفسير الطبري:41/23. ⑤ صحيح مسلم، كتاب و باب المساجد و مواضع الصلاة، حديث : 522.

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِۨالْكَوَاكِبِ ۙ⑥ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ⑦ لَا يَسَّمَّعُوْنَ

بے شک ہم ہی نے آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دے کر سجایا ہے⑥ اور ہر سرکش شیطان سے (اس کی) حفاظت کے لیے⑦ (تاکہ) وہ عالم بالا کی

اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۖ⑧ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ⑨ اِلَّا مَنْ

(باتیں) سن نہ پائیں، اور (ان پر) ہر طرف سے (شہاب) پھینکے جاتے ہیں⑧ (انھیں) بھگانے کے لیے، اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے⑨ مگر جو کوئی

خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ⑩

(ایک آدھ بات) اچانک اچک کر لے جائے تو نہایت چمکتا ہوا ستارہ اس کے پیچھے لگ جاتا ہے⑩

اور امام مسلم ہی نے، نیز ابو داود، نسائی اور ابن ماجہ نے جابر بن سمرہ ؓ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؟ قُلْنَا : وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ؟ قَالَ: يُتِمُّونَ الصُّفُوفَ الْمُتَقَدِّمَةَ، وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ] ”تم اس طرح صفیں کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے پاس صفیں بناتے ہیں؟ ہم نے عرض کی: فرشتے اپنے رب کے پاس کس طرح صفیں بناتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ پہلے اگلی صفوں کو پورا کرتے ہیں اور وہ صف کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح بناتے ہیں۔“① سدی وغیرہ نے کہا ہے کہ ﴿ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ② ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ فرشتے بادلوں کو ڈانٹتے اور جھڑکتے ہیں اور انھوں نے ﴿ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ③ ﴾ کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ وہ کتابوں اور قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے پاس لاتے ہیں۔②

اللہ تعالیٰ ہی معبود حقیقی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۭ④ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ”بے شک تمھارا ایک ہی الٰہ ہے، جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔“ اس پر قسم کھائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، ﴿ وَمَا بَيْنَهُمَا ﴾ ”اور جو کچھ ان دونوں میں ہے۔“ یعنی مخلوقات، ﴿ وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۭ⑤ ﴾ ”اور سورج کے طلوع ہونے کے مقامات کا بھی مالک ہے۔“ وہ مالک و متصرف ہے۔ کواکب، ثوابت اور سیاروں کو اس نے مسخر فرما رکھا ہے جو مشرق سے طلوع ہوتے اور مغرب میں غروب ہو جاتے ہیں لیکن صرف مشارق کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ مغارب پر خود بخود دلالت کر رہا ہے، اس کی صراحت اس ارشاد باری تعالیٰ میں ہے: ﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۙ ﴾ (المعارج 40:70) ”ہمیں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم کہ بلاشبہ ہم البتہ طاقت رکھتے ہیں۔“ اور دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۚ ﴾ (الرحمٰن 17:55) ”وہی دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا

---

① صحیح مسلم، الصلاة، باب الأمر بالسكون في الصلاة والنهي عن الإشارة باليد......، حدیث: 430 و سنن أبي داود، الصلاة، باب تسوية الصفوف، حدیث: 661 و اللفظ له، البتہ یہاں [اَلْمُتَقَدِّمَةَ] کے بجائے [اَلْمُقَدَّمَةَ] ہے و سنن النسائي، الإمامة، باب حث الإمام على رص الصفوف والمقاربة بينها، حدیث: 817 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب إقامة الصفوف، حدیث: 992. ② تفسير الطبري: 42,41/23 و تفسير ابن أبي حاتم: 3204/10.

مالک ہے۔'' یعنی سورج اور چاند کے موسم گرما و سرما میں الگ الگ مشرق و مغرب ہیں۔

تفسیر آیات: 6-10

آسمان کی تزئین وحفاظت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس نے آسمانِ دنیا کو دیکھنے والوں کے لیے جو باشندگانِ زمین ہیں مزین فرما دیا ہے ﴿بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ ⑥﴾ ''ستاروں کی زینت سے۔'' اسے اضافت و بدل کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور دونوں کے معنی ایک ہیں،① آسمان کے ثوابت، کواکب اور سیارے اہل زمین کے لیے روشنی فراہم کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ۝﴾ (الملك 5:67) ''اور البتہ تحقیق ہم نے قریب کے آسمان کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی اور ان کو شیطانوں کے مارنے کا آلہ بنایا اور ان کے لیے دہکتے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ۝ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ۝ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ۝﴾ (الحجر 15:16-18) ''اور البتہ تحقیق ہم ہی نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لیے اس کو سجایا اور ہر شیطان راندۂ درگاہ سے اسے محفوظ کر دیا۔ ہاں، اگر کوئی چوری سے سننا چاہے تو روشن شعلہ اس کے پیچھے لپکتا ہے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ⑦﴾ ''اور ہر شیطان سرکش سے اس کی حفاظت کی۔'' ﴿مَّارِدٍ ⑦﴾ کے معنی متمرد اور سرکش کے ہیں کہ جب وہ چوری چھپے سننے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ آ جاتا ہے جو اسے جلا ڈالتا ہے، اسی لیے اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا ہے: ﴿لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى﴾ ''وہ (شیطان) ملاءِ اعلیٰ کی باتیں نہ سن سکیں۔'' یعنی ملاءِ اعلیٰ تک نہ پہنچ سکیں، اور ملاءِ اعلیٰ سے مراد آسمان اور ان میں رہنے والے فرشتے ہیں جب وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی وحی کردہ شرع و مقدرات کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں جیسا کہ اس کا ان احادیث میں ذکر ہے جو ہم قبل ازیں آیت کریمہ ﴿حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ۝﴾ (سبا 34:23) ''یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے تو (باہم) کہتے ہیں: تمھارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ (بالکل) حق (فرمایا) اور وہ نہایت عالی مقام، بہت بڑا ہے۔'' کی تفسیر میں بیان کر آئے ہیں۔ ﴿وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ⑧﴾ ''اور ہر طرف سے (ان پر انگارے) پھینکے جاتے ہیں۔'' یعنی ہر اس طرف سے جہاں سے وہ آسمان کا قصد کرتے ہیں، ﴿دُحُوْرًا﴾ ''وہاں سے نکال دینے کو۔'' انھیں مارا جاتا، ڈانٹ ڈپٹ پلائی جاتی اور آسمان تک پہنچنے سے روکا جاتا ہے، ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ⑨﴾ ''اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔'' یعنی آخرت میں انھیں دائمی، ہمیشہ رہنے والا اور بہت دردناک عذاب ہوگا، جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ۝﴾ (الملك 5:67) ''اور ہم نے ان کے لیے دہکتے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

---

① یعنی زِينَةُ مضاف اور اَلْكَوَاكِبِ مضاف الیہ ہے بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ اور بدل کی صورت میں بِزِيْنَةٍ یعنی تنوین کے ساتھ پڑھیں گے اور آپس میں یہ بدل مبدل منہ ہوں گے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ

پھر آپ ان سے پوچھیے: کیا انھیں پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا جو کچھ ہم نے پیدا کیا؟ بے شک ہم نے ان (انسانوں) کو لیس دار مٹی سے پیدا کیا⑪ بلکہ

لَّازِبٍ ⑪ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ۠ ⑫ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۠ ⑬ وَاِذَا

آپ نے (کفار کے انکار آخرت پر) تعجب کیا جبکہ وہ ٹھٹھا کرتے ہیں⑫ اور جب انھیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نصیحت قبول نہیں کرتے⑬ اور جب وہ کوئی

رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۠ ⑭ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۚۖ ⑮ ءَاِذَا مِتْنَا

نشانی دیکھتے ہیں تو خوب مذاق اڑاتے ہیں⑭ اور وہ کہتے ہیں: یہ تو بالکل کھلا جادو ہے⑮ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو

وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۙ ⑯ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ ⑰ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ

کیا ہمیں سچ مچ (دوبارہ) اٹھایا جائے گا؟⑯ کیا ہمارے پہلے باپ دادوں کو بھی؟⑰ آپ کہہ دیجیے: ہاں! اور تم ذلیل و خوار ہو گے⑱ سو بس وہ (اٹھانا)

دَاخِرُوْنَ ۚ ⑱ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ⑲

تو ایک جھڑکی ہی ہو گی، تو وہ یکا یک (زندہ ہو کر) دیکھتے ہوں گے⑲

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ ﴾ ”ہاں، جو کوئی (فرشتوں کی بات کو) جھپٹ لینا چاہتا ہے۔“ یعنی ان شیطانوں میں سے جو چوری سے جھپٹ لینا چاہتا ہے اور وہ کوئی ایسی بات ہوتی ہے جسے وہ آسمان سے سن کر اپنے سے نیچے والے شیطان کو بتا دیتا ہے، بسا اوقات اسے بتانے سے پہلے ہی جلتا ہوا انگارا اس کے پیچھے لگ جاتا ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ وہ جلتے ہوئے انگارے کے آنے اور اسے جلانے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق نیچے والے شیطان کو بتانے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور یہ دوسرا شیطان وہ بات کاہن کو بتا دیتا ہے، جیسا کہ حدیث کے حوالے سے قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔① اسی لیے فرمایا: ﴿ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ⑩ ﴾ ”ہاں، جو کوئی (فرشتوں کی کسی بات کو) چوری سے جھپٹ لینا چاہتا ہے تو روشن انگارا اس کے پیچھے لگتا ہے۔“ ﴿ ثَاقِبٌ ⑩ ﴾ کے معنی روشن اور منور کے ہیں۔

ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شیطانوں کے لیے آسمانوں میں بیٹھنے کے لیے مقامات تھے جہاں سے وہ وحی سنتے تھے، اس وقت ستارے چلتے نہیں تھے اور شیطانوں کو مارا نہیں جاتا تھا اور جب وہ وحی سن لیتے تو زمین کی طرف اتر آتے اور سنی ہوئی ایک بات میں نو (9) اور باتیں ملا دیتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا تو شیطان جب اپنی جگہ پر جانے کا قصد کرتا تو اس کے پاس انگارا آ کر اسے بھسم کر دیتا، شیطانوں نے اس کا ابلیس ملعون کے پاس ذکر کیا تو اس نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی واقعہ رونما ہوا ہے، واقعہ معلوم کرنے کے لیے اس نے اپنے لشکروں کو روانہ کر دیا تو انھوں نے جب رسول اللہ ﷺ کو نخلہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان۔ وکیع نے کہا۔ یعنی بطن نخلہ میں رسول اللہ ﷺ کو کھڑے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے واپس جا کر ابلیس کو بتایا تو ابلیس

---

① دیکھیے الشعرآء، آیت: 223 کے ذیل میں اور سبا، آیت: 23 کے ذیل میں اور صحیح البخاری، التفسیر، باب ﴿ حَتّٰٓی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ ...... ﴾ (سبا 34:23)، حدیث: 4800 عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ.

نے کہا کہ ہاں یہ واقعہ رونما ہوا ہے۔ ①

تفسیر آیات:11-19

حیات بعد الممات کا ثبوت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان منکرین بعثت سے پوچھو کہ کن کا بنانا مشکل ہے، ان کا یا آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان فرشتوں، شیطانوں اور دیگر بڑی بڑی مخلوقات کا؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں [أَمْ مَّنْ عَدَدْنَا] ہے، وہ اقرار کرتے تھے کہ ان کی نسبت ان مخلوقات کا بنانا زیادہ مشکل ہے۔ ②

اور جب حقیقت حال یہی ہے تو پھر بعثت کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ وہ جس چیز کا انکار کر رہے ہیں اس سے بڑی چیز خود دیکھ رہے ہیں، جیسا کہ فرمایا: ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۝﴾ (المؤمن 57:40) ”آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا یقیناً لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا (کام) ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ بہت ہی کمزور چیز سے پیدا کیے گئے ہیں ﴿اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ⑪﴾ ”بے شک ہم نے انھیں چپکتے گارے سے بنایا ہے۔“ مجاہد، سعید بن جبیر اور ضحاک فرماتے ہیں کہ ﴿طِيْنٍ لَّازِبٍ ⑪﴾ کے معنی اس گارے کے ہیں جو آپس میں چپک رہا ہو۔ ③ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ کا قول ہے کہ اس کے معنی لیس دار گارے کے ہیں۔ ④ اور قتادہ کہتے ہیں کہ جو ہاتھ کے ساتھ چپک جائے۔ ⑤

ارشاد باری ہے: ﴿بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ⑫﴾ ”ہاں، آپ نے (کفار کے انکار پر) تعجب کیا جبکہ وہ تمسخر کرتے ہیں۔“ یعنی اے محمد! آپ تو ان منکرینِ بعثت کی تکذیب سے تعجب کر رہے ہیں کیونکہ آپ تو یقین رکھتے اور اس کی تصدیق کرتے ہیں جس عجیب معاملے کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جسموں کے فنا ہو جانے کے بعد انھیں دوبارہ اٹھایا جانا ہے تو اس کے برخلاف یہ لوگ شدید تکذیب کرتے ہوئے آپ کی ان باتوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ تعجب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور تمسخر گمراہ لوگوں نے۔ ⑥ ﴿وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً﴾ ”اور وہ جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں۔“ یعنی اس کی واضح دلیل، تو ﴿يَّسْتَسْخِرُوْنَ ⑭﴾ ”ٹھٹھا کرتے ہیں۔“ مجاہد و قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ ⑦ ﴿وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑮﴾ ”اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے۔“ یعنی تم جو لائے ہو یہ تو صریح جادو ہے۔ ﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ⑯ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ⑰﴾ ”بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے، کیا ہمارے باپ دادا بھی (جو) پہلے (ہو گزرے ہیں؟)“ یعنی وہ اسے بعید سمجھتے ہوئے اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ ﴿قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ⑱﴾ ”کہہ دیں: ہاں، اور تم ذلیل ہو گے۔“ یعنی اے محمد! ان سے کہہ دیں کہ تم مٹی اور ہڈیاں بننے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جاؤ گے اور تم اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کے مقابلے

---

① تفسیر الطبری: 45/23. ② تفسیر الطبری: 51/23. ③ تفسیر الطبری:53/23 و تفسیر القرطبی:69/15.

④ تفسیر الطبری:52/23. ⑤ تفسیر الطبری:53/23 و تفسیر أبی حاتم:3206/10. ⑥ تفسیر الطبری: 54/23.

⑦ تفسیر الطبری:54/23.

ع 1 21 5 وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ⑳ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ㉑ ع اُحْشُرُوا

اور وہ کہیں گے: ہائے ہماری بدبختی! یہ تو جزا کا دن ہے ⑳ یہی فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے تھے ㉑ (اے فرشتو!) اکٹھا کرو ان

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ㉒ لا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى

لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا، اور ان کے جوڑوں کو اور (ان کو) جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے ㉒ اللہ کے سوا، پھر انھیں دوزخ کی راہ

صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ㉓ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ㉔ لا مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ㉕ بَلْ هُمُ

دکھا دو ㉓ اور انھیں ٹھہراؤ، بلاشبہ ان سے باز پرس کی جائے گی ㉔ (کہا جائے گا:) تمھیں کیا ہوا، تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ ㉕

الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ㉖

بلکہ آج وہ (سب) فرماں بردار ہیں ㉖

میں بہت ہی حقیر ہو جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ۝﴾ (النمل 87:27) ''اور سب اس پاس عاجز ہو کر چلے آئیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ۝﴾ (المؤمن 60:40) ''بے شک جو لوگ میری عبادت سے از راہ تکبر کتراتے ہیں، عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔''

پھر اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ⑲﴾ ''سو بس وہ (اٹھانا) ایک جھڑکی ہی ہوگی تو وہ یکا یک دیکھنے لگیں گے۔'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حکم ہوگا اور وہ انھیں یکبار بلائے گا کہ وہ زمین سے نکل آئیں، تو وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر قیامت کے دن کی ہولناکیوں کو دیکھ رہے ہوں گے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

تفسیر آیات:20-26

قیامت کے دن کی ہولناکیاں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کفار اپنے آپ کو ملامت کریں گے اور اعتراف کریں گے کہ انھوں نے دنیا میں اپنے اوپر خود ظلم کیا تھا اور جب روز قیامت کی ہولناکیوں کو دیکھیں گے تو بے حد ندامت کا اظہار کریں گے لیکن اس وقت ندامت کا انھیں کوئی فائدہ نہ ہوگا: ﴿وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ⑳﴾ ''اور کہیں گے: ہائے شامت! یہی جزا کا دن ہے۔'' فرشتے اور مومن انھیں جواب دیں گے: ﴿هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ㉑﴾ ''(کہا جائے گا:) یہی ہے فیصلے کا دن جس کو تم جھوٹ سمجھتے تھے۔'' یہ انھیں ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے کہا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ وہ میدان حشر میں کافروں کو مومنوں سے الگ کر دیں، ارشاد ہوگا: ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ﴾ ''جو لوگ ظلم کرتے تھے ان کو اور ان کے ہم جنسوں کو جمع کر لو۔'' نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ ہم جنسوں سے مراد ان کے اشباہ و امثال ہیں۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، سدی، ابو صالح، ابو العالیہ اور زید بن اسلم نے بھی اسی طرح کہا۔ ② اور شریک نے سماک سے اور انھوں نے نعمان سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ﴾ میں ہم جنسوں سے ایک جیسے

---

① تفسیر الطبری: 56/23 عن النعمان بن بشیر عن عمر رضی اللہ عنہ. ② تفسیر الطبری: 57,56/23.

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ㉗ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ㉘ قَالُوْا بَلْ

اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہم پوچھیں گے ㉗ کہیں گے: بے شک تم تو ہمارے پاس دائیں (اور بائیں) طرف سے آیا کرتے تھے ㉘ وہ

لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ㉙ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ㉚

کہیں گے: (نہیں!) بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہیں تھے ㉙ اور تم پر ہمارا کوئی زور نہیں تھا، بلکہ تم خود ہی سرکشی کرنے والے تھے ㉚ پھر ہم (سب)

فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآىِٕقُوْنَ ㉛ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ㉜ فَاِنَّهُمْ يَوْمَىِٕذٍ فِي

پر ہمارے رب کی بات ثابت ہو گئی، بے شک ہم (سب ہی عذاب کا مزہ) چکھنے والے ہیں ㉛ چنانچہ ہم نے تمھیں گمراہ کیا، بلاشبہ ہم خود بھی گمراہ

الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ㉝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ㉞ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ

تھے ㉜ پس یقیناً وہ اس دن عذاب میں مشترک ہوں گے ㉝ بے شک ہم مجرموں سے ایسا ہی (سلوک) کرتے ہیں ㉞ بے شک جب ان سے کہا جاتا

اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ㉟ وَيَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ㊱ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ

کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے ㉟ اور کہتے: کیا بھلا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کے کہنے پر چھوڑ دیں؟ ㊱ بلکہ وہ تو حق لایا

وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ㊲

ہے اور اس نے (سب) رسولوں کی تصدیق کی ہے ㊲

لوگ مراد ہیں، زانی زانیوں کے ساتھ، سود خور سود خوروں کے ساتھ اور شرابی شرابیوں کے ساتھ آئیں گے۔ ① مجاہد اور سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَاَزْوَاجَهُمْ ﴾ سے مراد ان کے ساتھی ہیں ﴿ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ㉒ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ”اور جن کی وہ اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے (سب کو جمع کر لو۔)“ یعنی ان کے بتوں اور معبودانِ باطلہ کو بھی ان کے ساتھ ان کی جگہوں میں جمع کیا جائے گا۔ ﴿ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ㉓ ﴾ ”پھر ان کو جہنم کے رستے پر چلا دو۔“ یعنی جہنم کے رستے کی طرف ان کی رہنمائی کرو، یہ آیت حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ○ ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 97:17) ”اور ہم ان کو قیامت کے دن اوندھے منہ، اندھے، گونگے اور بہرے (بنا کر) اٹھائیں گے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے جب (اس کی آگ) بجھنے کو ہو گی تو ہم ان کو (عذاب دینے کے لیے) اور بھڑکا دیں گے۔“

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ㉔ ﴾ ”اور انھیں ٹھہرائے رکھو کہ ان سے (کچھ) پوچھنا ہے۔“ یعنی ان کو ٹھہراؤ تاکہ ان سے ان کے ان اعمال واقوال کی بابت پوچھا جائے جو دنیا میں ان سے صادر ہوئے تھے جیسا کہ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھیں روک لو تاکہ ان سے حساب لیا جائے۔ ② عبداللہ بن مبارک نے کہا ہے کہ میں نے عثمان بن زائدہ سے سنا، فرماتے تھے کہ آدمی سے سب سے پہلے اس کے ساتھیوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور پھر ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر ان سے کہا جائے گا: ﴿ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ㉕ ﴾

---

① تفسیر القرطبی: 73/15 و تفسیر الطبری: 56/23 بالفاظ دیگر۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم: 3208/10.

’’تمھیں کیا ہوا کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟‘‘ جیسا کہ تم گمان کرتے تھے کہ ہماری جماعت بڑی مضبوط ہے ﴿ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿٢٦﴾ ﴾ ’’بلکہ آج تو وہ فرماں بردار ہیں۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے فرماں بردار ہیں، اس کی مخالفت نہیں کریں گے اور نہ اس سے دور ہوں گے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات:27-37

روزِ قیامت مشرکین کا باہمی جھگڑا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ کفار قیامت کے دن ایک دوسرے کو ملامت کریں گے جیسا کہ وہ جہنم میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے: ﴿ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ○ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ○ ﴾ (المؤمن 40:47,48) ’’تو کمزور لوگ ان لوگوں سے کہیں گے جنھوں نے تکبر کیا کہ ہم تو تمھارے تابع تھے تو کیا تم دوزخ (کے عذاب) کا کچھ حصہ ہم سے دور کر سکتے ہو؟ متکبر لوگ کہیں گے کہ تم (بھی اور) ہم (بھی) سب دوزخ میں ہیں۔ بے شک اللہ بندوں میں فیصلہ کر چکا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ○ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ○ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ﴾ (سبا 34:31-33) ’’اور کاش! (ان) ظالموں کو آپ اس وقت دیکھیں جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے جبکہ ان کا بعض بعض کی بات کا رد کر رہا ہوگا، جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو تکبر کرتے تھے: اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہو جاتے، بڑے لوگ کمزوروں سے کہیں گے: بھلا ہم نے تمھیں ہدایت سے، جب وہ تمھارے پاس آ چکی تھی روکا تھا؟ (نہیں) بلکہ تم ہی گناہ گار تھے، اور کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے: (نہیں) بلکہ (تمھاری) رات دن کی چالوں نے (ہمیں روک رکھا تھا) جب تم ہم سے کہتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور اس کے شریک بنائیں اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو (سب دل میں) ندامت چھپائیں گے اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے، بس جو عمل وہ کرتے تھے انھی کا انھیں بدلہ ملے گا۔‘‘

اسی طرح وہ یہاں بھی ان سے کہیں گے: ﴿ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿٢٨﴾ ﴾ ’’بے شک تم ہی ہمارے پاس دائیں سے آتے تھے۔‘‘ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ کہیں گے کہ تمھیں ہم پر جو غلبہ وتسلط حاصل تھا اس کی وجہ سے تم ہمیں مغلوب کر لیتے تھے کیونکہ ہم کمزور تھے اور تم طاقتور تھے۔ ① قتادہ کہتے ہیں کہ انسان جنوں سے کہیں گے کہ تم ہمارے پاس دائیں طرف سے آتے تھے، یعنی خیر کی طرف سے اور ہمیں اس سے منع کرتے اور روکتے تھے۔ ② اور

---

① زاد المسیر :303/6. ② تفسیر الطبری:60/23.

سدی کہتے ہیں کہ تم ہمارے پاس حق کی طرف سے آتے تھے اور باطل کو ہمارے سامنے مزین کرتے تھے اور حق سے ہمیں روکتے تھے۔ ① اور ابن زید کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ہمارے اور خیر و بھلائی کے مابین حائل ہو جاتے تھے اور تم نے ہمیں اسلام، ایمان اور اس اچھے عمل سے دور کر دیا تھا جس کے کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا۔ ② اور یزید رِشک کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ہمیں لا الہ الا اللہ سے روکتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿29﴾ ﴾ ’’وہ کہیں گے بلکہ تم (خود ہی) ایمان لانے والے نہ تھے۔‘‘ جنوں اور انسانوں میں سے قائدین اپنے پیروکاروں سے کہیں گے کہ نہیں بات اس طرح نہیں جو تم کہتے ہو بلکہ بات یہ ہے کہ تمھارے دل ایمان سے منکر اور کفر و نافرمانی کو قبول کرنے والے تھے ﴿ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ ﴾ ’’اور ہمارا تم پر کوئی زور نہ تھا۔‘‘ یعنی ہم نے تمھیں جس چیز کی دعوت دی تھی، اس کے صحیح ہونے کی ہمارے پاس کوئی دلیل نہ تھی ﴿ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿30﴾ ﴾ ’’بلکہ تم (خود) ہی سرکش لوگ تھے۔‘‘ بلکہ تم میں سرکشی تھی اور تم حق سے تجاوز کرتے تھے، اسی وجہ سے تم نے ہماری بات کو قبول کر لیا تھا اور تم نے اس حق کو ترک کر دیا تھا جسے انبیاء تمھارے پاس لائے تھے اور انھوں نے اس کے صحیح ہونے کے دلائل بھی قائم کر دیے تھے مگر تم نے ان کی مخالفت کی تھی ﴿ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآىِٕقُوْنَ ﴿31﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿32﴾ ﴾ ’’سو ہمارے بارے میں ہمارے پروردگار کی بات پوری ہوگئی، بے شک (اب) ہم (عذاب کے) مزے چکھنے والے ہیں۔ پس ہم نے تمھیں گمراہ کیا، یقیناً ہم خود بھی گمراہ تھے۔‘‘ بڑے لوگ کمزوروں سے کہیں گے کہ ہم پر اللہ کی بات حق ثابت ہوگئی، لہٰذا ہم قیامت کے دن عذاب چکھنے والے بدبختوں میں سے ہو گئے ﴿ فَاَغْوَيْنٰكُمْ ﴾ ’’پس ہم نے تمھیں بھی گمراہ کیا۔‘‘ یعنی ہم نے تمھیں گمراہی کی طرف دعوت دی ﴿ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿32﴾ ﴾ ’’بے شک ہم خود بھی تو گمراہ تھے۔‘‘ یعنی جس گمراہی میں ہم خود مبتلا تھے ہم نے تمھیں دعوت دی اور تم نے اسے قبول کر لیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِنَّهُمْ يَوْمَىِٕذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿33﴾ ﴾ ’’چنانچہ یقیناً وہ اس روز عذاب میں (ایک دوسرے کے) شریک ہوں گے۔‘‘ یعنی سب درجہ بدرجہ جہنم میں ہوں گے۔ ﴿ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿34﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿35﴾ ﴾ ’’یقیناً ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں، بلاشبہ (ان کا یہ حال تھا کہ دنیا میں) جب بھی ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو غرور کرتے تھے۔‘‘ یعنی جس طرح مومن کہتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ از راہ تکبر ایسا نہیں کہتے تھے۔ ابن ابو حاتم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَمَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ] ’’مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں حتی کہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ دیں، پس جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا اس نے مجھ سے اپنا مال اور جان کو بچا لیا سوائے اس کے حق کے اور اس کا

---

① تفسیر الطبری:60/23. ② تفسیر الطبری:60/23.

إِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْأَلِيمِ ㊳ وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ㊴

بے شک تم اب دردناک عذاب (کا مزہ) ضرور چکھو گے ㊳ تمھیں بس اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم عمل کرتے تھے ㊴ مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے

إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ㊵ أُولَٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ㊶ فَوَاكِهُ ۖ وَهُم مُّكْرَمُونَ ㊷

(عذاب سے محفوظ رہیں گے) ㊵ انھی (لوگوں) کے لیے مقررہ روزی ہے ㊶ یعنی (جنت کے) لذیذ پھل، اور وہ لوگ معزز ہوں گے ㊷ نعمت کے باغوں

فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ㊸ عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ㊹ يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ㊺

میں ㊸ ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر (براجمان) ہوں گے ㊹ ان کے لیے جاری چشمے سے شراب (طہور) کا بھرا جام پھرایا جائے گا ㊺ سفید

بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ㊻ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنزَفُونَ ㊼ وَعِندَهُمْ

رنگ (بالکل صاف شفاف) پینے والوں کے لیے لذت (والی ہوگی) ㊻ نہ اس سے سر چکرائے گا اور نہ وہ اس سے مدہوش ہوں گے ㊼ اور ان کے پاس

قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِينٌ ㊽ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ㊾

ہوں گی نیچی نگاہ والی، غزال چشم (خوبصورت آنکھوں والی حوریں) ㊽ گویا کہ وہ (پردوں میں) چھپائے ہوئے (شترمرغ کے) انڈے ہیں ㊾

حساب اللہ عزوجل کے ذمے ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِنَّهُمْ كَانُوٓا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ㉟ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوٓا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ㊱﴾ ''بلاشبہ (ان کا یہ حال تھا کہ دنیا میں) جب (بھی) ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو غرور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بھلا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دینے والے ہیں؟''① یعنی کیا ہم اس دیوانے شاعر کے کہنے پر اپنے اور اپنے آباء واجداد کے معبودوں کی عبادت کو ترک کر دیں؟ دیوانہ شاعر وہ (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کو کہا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب و تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ﴾ ''(نہیں) بلکہ وہ حق لائے ہیں۔'' یعنی رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس شریعت کو لے کر آئے ہیں وہ ساری کی ساری حق پر مبنی ہے، ﴿وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ㊲﴾ ''اور اس نے (سب) رسولوں کی تصدیق کی ہے۔'' یعنی انھوں نے آپ کی جن پسندیدہ صفات اور صالح اعمال کا ذکر کیا تھا آپ نے انھیں سچ ثابت کر دکھایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شریعت اور احکام کو اسی طرح بتایا ہے جس طرح سابقہ انبیائے کرام نے اس کی خبر دی تھی، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِن قَبْلِكَ ۚ﴾ ''آپ سے وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو آپ سے پہلے پیغمبروں سے بھی کہی گئی تھیں۔'' (حٰمٓ السجدة 43:41)

تفسیر آیات:38-49

مشرکین کی سزا اور مخلصین کی جزا: اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: ﴿إِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْأَلِيمِ ㊳﴾

---

① تفسیر ابن أبی حاتم :3210/10، البتہ مذکورہ حوالے میں ﴿إِنَّهُمْ كَانُوٓا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ㉟﴾ تک ہے، نیز اس حدیث کا مرفوع حصہ صحیح مسلم، الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله......، حدیث:(33)-21 میں بھی ہے۔

﴿ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۳۹ ﴾ ’’بے شک تم تکلیف دینے والے عذاب کو چکھنے والے ہو اور تمھیں ویسے ہی بدلہ ملے گا جیسے تم کام کرتے تھے۔‘‘ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ ﴾ (العصر 103:1-3) ’’زمانے کی قسم! یقیناً انسان نقصان میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ (التین 95:4-6) ’’البتہ تحقیق ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے، پھر ہم نے اسے نیچوں سے نیچے پھینک دیا مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰی رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا ۝ ﴾ (مریم 19:71,72) ’’اور تم میں کوئی (شخص) نہیں مگر اسے اس پر (سے) گزرنا ہوگا، یہ آپ کے پروردگار کے ذمے حتمی اور طے شدہ بات ہے، پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اسی میں گھٹنوں کے بل پڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ ۝ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ ۝ ﴾ (المدثر 74:38,39) ’’ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے گروی ہے، مگر دائیں طرف والے (نیک لوگ۔)‘‘

اسی لیے اللہ جل وعلا نے یہاں فرمایا ہے: ﴿ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ۝۴۰ ﴾ ’’مگر جو اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں۔‘‘ وہ تکلیف دینے والے عذاب کا مزہ نہیں چکھیں گے اور نہ ان سے حساب لیا جائے گا بلکہ اگر ان کے گناہ ہوئے بھی تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور ان کی نیکیوں کا انھیں دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک اجر و ثواب عطا فرمائے گا بلکہ جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے گا انھیں اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۝۴۱ ﴾ ’’یہی لوگ ہیں جن کے لیے روزی مقرر ہے۔‘‘ امام قتادہ اور سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد جنت ہے۔① پھر اللہ تعالیٰ نے ﴿ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۝۴۱ ﴾ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَوَاكِهُ ۚ ﴾ ’’پھل‘‘ مختلف انواع و اقسام کے ﴿ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ۝۴۲ ﴾ ’’اور وہ معزز لوگ ہوں گے۔‘‘ یعنی انھیں خادم مہیا کیے جائیں گے، عیش و عشرت کی زندگی عطا کی جائے گی اور طرح طرح کی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا ﴿ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝۴۳ عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ۝۴۴ ﴾ ’’نعمت کے باغوں میں، ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر (بیٹھے ہوں گے۔)‘‘ مجاہد کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض، بعض کی گدی کی طرف نہیں دیکھیں گے۔②

﴿ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ۝۴۵ بَیْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۝۴۶ لَا فِیْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ ۝۴۷ ﴾ ’’ان پر جاری چشموں سے شراب (طہور) کا بھرا جام پھرایا جائے گا، سفید رنگ، پینے والوں کے لیے (سراسر) لذت (والی ہوگی)، نہ اس سے سر چکرائے گا اور نہ مدہوش ہوں گے۔‘‘ جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝ بِاَكْوَابٍ

---

① تفسیر الطبری :63/23 و تفسیر القرطبی :77/15. ② تفسیر القرطبی :77/15.

وَّ اَبَارِيْقَ ۙ وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۙ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۙ ﴾ (الواقعة 56:17-19) ”ان کے پاس سدا رہنے والے لڑکے آتے جاتے ہوں گے، ساغر اور صراحیاں اور شراب کے جاری چشمے سے چھلکتے جام لیے ہوئے، وہ اس سے نہ سر درد میں مبتلا ہوں گے اور نہ مدہوش ہوں گے۔“

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جنت کی شراب کو ان آفتوں سے پاک کر دیا ہے جو دنیا کی شراب میں سر درد، پیٹ درد اور عقل زائل کر دینے کی صورت میں ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ㊺ ﴾ ”ان پر جاری چشمے سے شراب (طہور) کا بھرا جام پھرایا جائے گا۔“ یعنی ایسی رواں دواں نہروں سے شراب پلائی جائے گی جن میں شراب کے ختم ہو جانے کا انھیں کوئی اندیشہ نہ ہوگا۔ امام مالک نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ جنت کی شراب کا رنگ سفید، خوبصورت اور چمک دار ہوگا، دنیا کی شراب کی طرح وہ سرخ یا سیاہ یا پیلی یا میلی اور گندی رنگت کی نہ ہوگی کہ جس سے طبع سلیم نفرت کرتی ہو۔ ﴿ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ㊻ ﴾ ”اور پینے والوں کے لیے (سراسر) لذت ہوگی۔“ یعنی اس کے رنگ کی طرح اس کا ذائقہ بھی پاکیزہ ہوگا اور ذائقے کا پاکیزہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی خوشبو بھی پاک ہے جبکہ دنیا کی شراب ان تمام باتوں میں اس کے برعکس ہوتی ہے، ﴿ لَا فِيْهَا غَوْلٌ ﴾ ”نہ اس سے سر چکرائے گا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ اور ابن زید کا قول ہے کہ غول سے مراد پیٹ کا درد ہے۔① جیسا کہ دنیا کی شراب سے اس کی کثرت مائیات کی وجہ سے پیٹ میں قُولنج پیدا ہو جاتا ہے۔ ﴿ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ㊼ ﴾ ”اور نہ وہ اس سے مدہوش ہوں گے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے پینے سے ان کی عقلیں زائل نہیں ہوں گی۔② اور اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما، محمد بن کعب، حسن، عطاء بن ابو مسلم خراسانی اور سدی وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔③ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شراب میں چار خرابیاں ہوتی ہیں: (1) اس سے نشہ پیدا ہوتا ہے۔ (2) سر درد ہوتا ہے۔ (3) قے آتی ہے (4) اور پیشاب زیادہ آتا ہے۔④ اللہ تعالیٰ نے جنت کی شراب کا ذکر فرماتے ہوئے اسے ان تمام خرابیوں سے پاک قرار دیا ہے، جیسا کہ سورۂ صافات میں ذکر فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ﴾ ”اور ان کے پاس نیچی نگاہوں والی (حوریں) ہوں گی۔“ یعنی وہ پاکدامن ہوں گی اور اپنے شوہروں کے علاوہ اور کسی کی طرف نہیں دیکھیں گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، زید بن اسلم، قتادہ اور سدی وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔⑤ ﴿ عِيْنٌ ㊽ ﴾ ”اور بڑی بڑی آنکھوں والی (غزال چشم۔)“ یعنی وہ خوبصورت آنکھوں والی ہوں گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی آنکھیں بڑی بڑی ہوں گی اور خوبصورت آنکھوں سے مراد بھی یہی ہے، یعنی ان کی آنکھیں بڑی بڑی اور خوبصورت ہوں گی، اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کے حسن اور عفت کی تعریف فرمائی ہے: ﴿ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ㊽ ﴾ ”اور ان کے پاس نیچی نگاہوں والی (اور) بڑی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی۔“

---

① تفسیر الطبری: 64/23. ② تفسیر الطبری: 66/23. ③ تفسیر الطبری: 66/23 وتفسیر ابن أبی حاتم: 3211/10. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 3211/10 وتفسیر القرطبی: 79/15. ⑤ تفسیر الطبری: 67/23.

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿50﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ

وہ (جنتی) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہم پوچھیں گے (50) ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: بے شک میں (اور دنیا میں) میرا ایک ہم نشین تھا (51) جو

قَرِیْنٌ ﴿51﴾ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿52﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا

کہتا تھا: کیا بھلا تو بھی (قیامت کی) تصدیق کرنے والوں میں سے ہے؟ (52) کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم (اٹھا

ءَاِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ ﴿53﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿54﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ

کر) بدلہ دیے جائیں گے؟ (53) وہ (جنتی ساتھیوں سے) کہے گا: کیا تم (جہنم میں) جھانک کر دیکھو گے؟ (54) پھر وہ جھانکے گا تو اسے جہنم کے درمیان میں

الْجَحِیْمِ ﴿55﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ ﴿56﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ

دیکھے گا (55) وہ (اس سے) کہے گا: اللہ کی قسم! یقیناً قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کر ڈالتا (56) اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا تو میں ضرور حاضر کیے ہوؤں

الْمُحْضَرِیْنَ ﴿57﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿58﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿59﴾

(مجرموں) میں سے ہوتا (57) (جنتی ساتھیوں سے کہے گا:) تو کیا پس (اب) ہم مرنے والے نہیں (58) اپنے پہلی بار مرنے کے سوا اور نہ ہمیں عذاب ہی ہو

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿60﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿61﴾

گا (59) بلاشبہ یہ تو بہت بڑی کامیابی ہے (60) عمل کرنے والوں کو تو ایسی ہی (کامیابی) کے لیے عمل کرنے چاہئیں (61)

نیز فرمایا: ﴿ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿49﴾ ﴾ ''گویا وہ پردوں میں چھپائے ہوئے (شتر مرغ کے) انڈے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کے جسموں کی لطافت کو خوبصورت رنگ کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ علی بن ابو طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿49﴾ ﴾ کے معنی یہ ہیں گویا وہ محفوظ موتی ہیں۔ ① حسن نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ وہ ہاتھوں کے لمس سے بھی محفوظ ہیں۔ ② سدی نے کہا کہ وہ ایسے ہیں جیسے اپنے گھونسلے میں انڈا محفوظ ہوتا ہے۔ ③ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اس سے مراد انڈے کے اندر والا حصہ ہے۔ ④ اور عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ باریک جھلی ہے جو اوپر کے چھلکے اور مغزِ انڈا کے درمیان ہوتی ہے۔ ⑤ سدی کہتے ہیں کہ وہ اس انڈے کی طرح ہوں گی جس کا اوپر سے چھلکا اتار دیا گیا ہو۔ ⑥ ابن جریر نے بھی اس قول کو پسند کیا ہے کہ اوپر کے چھلکے کو تو پرندے کے پروں، گھونسلے کے تنکوں اور لوگوں کے ہاتھوں نے چھوا ہوتا ہے جبکہ انڈے کے اندر کے حصے کو کسی چیز نے چھوا نہیں ہوتا۔ ⑦ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

تفسیر آیات:50-61

اہل جنت کی باہمی میل ملاقات: اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے باہم احوال پوچھیں گے کہ وہ دنیا میں کس حال میں تھے اور کن شدائد و مشکلات کو برداشت کرتے تھے۔ جب وہ اپنے تختوں پر جلوہ افروز ہو کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھیں گے اور شراب کے دور چل رہے ہوں گے تو وہ آپس میں اسی

---

① تفسیر الطبری :68/23. ② تفسیر ابن أبی حاتم :3212/10. ③ تفسیر ابن أبی حاتم :3212/10. ④ تفسیر الطبری :68/23. ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم :3212/10. ⑥ تفسیر ابن أبی حاتم :3212/10. ⑦ تفسیر الطبری :69/23.

طرح کی باتیں کریں گے اور خدام ان کے پاس انواع واقسام کے کھانے پینے اور پہننے کی ایسی نفیس ترین چیزیں جلدی جلدی لا رہے ہوں گے جنھیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا، نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا وہم و گمان گزرا ہوگا۔ ﴿ قَالَ قَآىِٕلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِیْنٌ (51) ﴾ ’’ایک کہنے والا ان میں سے کہے گا کہ بے شک میں (اور دنیا میں) میرا ایک ہم نشیں تھا۔‘‘ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ مشرک آدمی ہے جو دنیا میں اہل ایمان میں سے کسی کا ساتھی تھا۔ ① ﴿ یَّقُوْلُ اَىِٕنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ (52) ﴾ ’’(جو) کہتا تھا کہ بھلا تو بھی (قیامت کی) تصدیق کرنے والوں میں سے ہے؟‘‘ یعنی کیا تم بھی بعث، دوبارہ جی اٹھنے، حساب اور جزا وسزا کو مانتے ہو؟ وہ یہ بات تعجب، تکذیب، کفر، سرکشی اور بعید از قیاس سمجھتے ہوئے کہتا تھا، ﴿ ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ (53) ﴾ ’’بھلا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم (اٹھا کر) بدلہ دیے جائیں گے؟‘‘

مجاہد اور سدی نے کہا ہے کہ کیا ہم سے اس وقت حساب لیا جائے گا۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن کعب قرظی نے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں: کیا ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ ملے گا؟ ③ اور دونوں معنی ہی صحیح ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ (54) ﴾ ’’(پھر) کہے گا کہ بھلا تم (اسے) جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟‘‘ یعنی جنتی جنت کے اپنے ساتھیوں اور ہم نشینوں سے یہ کہے گا، ﴿ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ (55) ﴾ ’’پھر (اتنے میں) وہ (خود) جھانکے گا تو اسے وسط دوزخ میں دیکھے گا۔‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، خلید عصری، قتادہ، سدی اور عطاء خراسانی نے کہا ہے کہ اسے جہنم کے وسط میں دیکھے گا۔ ④ اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہنم کے وسط میں اسے دیکھے گا گویا وہ آگ کا انگارا ہے جو جل رہا ہے۔ ⑤ ﴿ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ (56) ﴾ ’’وہ کہے گا: اللہ کی قسم! تو مجھے ہلاک کر ہی چکا تھا۔‘‘ مومن اس کافر سے مخاطب ہو کر کہے گا کہ اگر میں تمھاری بات مان لیتا تو تم نے مجھے بھی ہلاک کر دینا تھا۔ ﴿ وَ لَوْ لَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ (57) ﴾ ’’اور اگر میرے پروردگار کی مہربانی نہ ہوتی تو میں بھی ان میں ہوتا جو (عذاب میں) حاضر کیے گئے ہیں۔‘‘ یعنی اگر مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو میں بھی آج جہنم کے وسط میں اسی جگہ ہوتا جہاں تو ہے اور تیری طرح آج میں بھی عذاب میں حاضر کیا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنا فضل وکرم فرمایا اور مجھے ایمان کی ہدایت بخشی اور اس نے اپنی توحید کی طرف میری راہنمائی فرمائی: ﴿ وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ﴾ (الأعراف 43:7)
’’اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی تو ہم ہرگز ایسے نہ تھے کہ ہدایت پاتے۔‘‘

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ (58) اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی وَ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ (59) ﴾ ’’تو کیا پس (اب) ہم مرنے والے نہیں، اپنے پہلی بار مرنے کے سوا اور نہ ہمیں عذاب ہی ہوگا۔‘‘ یہ مومن کی بات ہے جو خود پر رشک کر رہا ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں ہمیشہ کی زندگی عطا کی ہوگی اور اپنے اس عزت کے گھر میں اقامت عطا فرمائی ہوگی

---

① تفسیر الطبری: 70/23 . ② تفسیر الطبری: 71/23 . ③ تفسیر الطبری: 71/23 . ④ تفسیر الطبری: 73,72/23 . ⑤ تفسیر الطبری: 72/23 اس میں انگارے اور جلنے کا ذکر نہیں ہے۔

جس میں موت ہوگی نہ عذاب، اس پر وہ خوشی کا اظہار کرے گا، اس لیے اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (60) ﴾ ’’یقیناً یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔‘‘

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے اس حقیقت کو معلوم کرلیا تھا کہ موت ہر نعمت کو ختم کر دے گی، اس لیے وہ کہیں گے: ﴿ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ (58) اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ (59) ﴾ ’’تو کیا پس (اب) ہم مرنے والے نہیں، اپنے پہلی بار مرنے کے سوا اور نہ ہمیں عذاب ہی ہوگا۔‘‘ کہا جائے گا: نہیں، تو وہ کہیں گے: ﴿ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (60) ﴾ ’’بے شک یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔‘‘ ① ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ (61) ﴾ ’’ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنے چاہئیں۔‘‘ کے بارے میں ابن جریر نے فرمایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اس طرح کی نعمتوں اور اس طرح کی کامیابیوں کے لیے عمل کرنے والوں کو چاہیے کہ دنیا میں ایسے عمل کریں تاکہ آخرت میں وہ ان سے شادکام ہوں۔ ②

دو اسرائیلیوں کا قصہ: علمائے تفسیر نے یہاں بنی اسرائیل کے ان دو آدمیوں کا قصہ ذکر کیا ہے جو آپس میں شریک تھے اور ان کا قصہ اس آیت کریمہ کے عموم میں داخل ہے، ابوجعفر بن جریر نے فرات بن ثعلبہ بہرانی سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ (51) ﴾ ’’بے شک میں (اور دنیا میں) میرا ایک ہم نشین تھا۔‘‘ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل کے دو آدمی آپس میں شریک تھے، ان کے پاس آٹھ ہزار دینار جمع ہوگئے، ان میں سے ایک شخص کام جانتا تھا اور دوسرا کام نہیں جانتا تھا، جو شخص کام جانتا تھا اس نے دوسرے سے کہا کہ تو کام نہیں جانتا، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تجھے چھوڑ دوں اور ہم اپنا سرمایہ آپس میں تقسیم کرلیں، پس اس نے سرمایہ تقسیم کر کے اسے چھوڑ دیا، پھر اس شخص نے ایک ہزار دینار کا ایک گھر خریدا جو کسی بادشاہ کی ملکیت تھا اور وہ فوت ہوگیا تھا، پھر اس نے اپنے ساتھی کو بلا کر گھر دکھایا اور کہا کہ یہ کیسا گھر ہے، میں نے اسے ایک ہزار دینار میں خریدا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ بہت خوبصورت گھر ہے اور جب وہ اس گھر سے باہر نکل گیا تو اس نے دعا کی کہ اے اللہ! میرے اس ساتھی نے ایک ہزار دینار میں یہ گھر خریدا ہے اور میں تجھ سے جنت کے ایک گھر کا سوال کرتا ہوں اور پھر اس نے ایک ہزار دینار صدقہ کر دیا، پھر اس کے ساتھی نے کچھ عرصہ بعد ایک ہزار دینار خرچ کر کے ایک عورت سے شادی کی اور اسے کھانے پر بلایا جب وہ آیا تو اس نے اسے بتایا کہ میں نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے اس عورت سے شادی کی ہے، اس نے کہا: بہت خوب اور جب وہ اس کے پاس سے گیا تو کہا کہ اے میرے رب! میرے ساتھی نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے شادی کی ہے اور میں تجھ سے حور عین کا سوال کرتا ہوں اور پھر اس نے ایک ہزار دینار صدقہ کر دیا۔

پھر کچھ عرصے بعد اس نے دو ہزار دینار کے ساتھ دو باغ خریدے اور پھر اپنے ساتھی کو بلایا اور اسے یہ دو باغ دکھائے،

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 3216/10. ② تفسیر الطبری: 74/23.

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ (62) اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ (63) اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ

کیا یہ مہمانی بہتر ہے یا (دوزخ میں) تھوہر کا درخت؟(62) بلاشبہ ہم نے اسے ظالموں کے لیے آزمائش بنایا ہے(63) بے شک وہ ایک درخت

فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ (64) طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ (65) فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ

ہے جو دوزخ کی تہ میں اگتا ہے(64) اس کا پھل گویا کہ وہ شیطانوں کے سر ہیں(65) تو بلاشبہ وہ (دوزخی) اس میں سے کھائیں گے، پھر اس سے

مِنْهَا الْبُطُوْنَ (66) ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ (67) ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاْ اِلَى

(اپنے) پیٹ بھریں گے(66) پھر اس پر بے شک ان کے لیے (پینے کو) گرم کھولتے پانی کا آمیزہ ہوگا(67) پھر یقیناً ان کی واپسی بھڑکتی آگ کی

الْجَحِيْمِ (68) اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ (69) فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ (70)

طرف ہوگی(68) بلاشبہ انھوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا(69) تو وہ انھی کے نقش قدم پر دوڑے جاتے ہیں (70)

اس نے کہا: یہ بہت خوبصورت باغ ہیں۔ اور جب اس کے پاس سے گیا تو اس نے دعا کی کہ اے میرے رب! میرے اس ساتھی نے دو ہزار کے دو باغ خریدے ہیں اور میں تجھ سے جنت میں دو باغوں کا سوال کرتا ہوں، یہ کہہ کر اس نے دو ہزار دینار صدقہ کر دیے، پھر فرشتہ آیا اور اس نے دونوں کی روح کو قبض کر لیا اور اس صدقہ کرنے والے کو اس نے ایک بے حد خوشنما اور خوبصورت گھر میں داخل کر دیا، جس میں ایک ایسی حسین و جمیل عورت تھی جب وہ نیچے کی طرف دیکھتی تو اس کے نیچے جو کچھ ہوتا اس کے حسن کی وجہ سے چمک اٹھتا اور پھر اسے ایسے دو باغوں میں داخل کر دیا جن کی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، یہ دیکھ کر اس شخص نے کہا کہ یہ صورتحال اس شخص کے حالات سے کس قدر مطابقت رکھتی ہے جس کا یہ معاملہ تھا تو فرشتہ اس سے کہے گا کہ اس کے لیے بس وہی کچھ تھا اور تیرے لیے یہ گھر، یہ دو باغ اور یہ عورت ہے، وہ کہے گا کہ میرا ایک ساتھی تھا ﴿ يَّقُوْلُ اَىِٕنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ (52) ﴾ ”(جو) کہتا تھا کہ بھلا تو بھی (قیامت کی) تصدیق کرنے والوں میں سے ہے؟“ اسے بتایا جائے گا کہ وہ تو جہنم میں ہے تو ﴿ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ (54) فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ (55) ﴾ ”وہ کہے گا: بھلا تم (اسے) جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟ اتنے میں وہ (خود) جھانکے گا تو اسے وسطِ دوزخ میں دیکھے گا۔“ اور اس وقت وہ کہے گا: ﴿ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ (56) وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ (57) ﴾ ”اللہ کی قسم! تو تو مجھے ہلاک کر ہی چکا تھا اور اگر میرے پروردگار کی مہربانی نہ ہوتی تو میں بھی ان میں ہوتا جو (عذاب میں) حاضر کیے گئے ہیں۔“①

تفسیر آیات:62-70

تھوہر کا درخت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ کیا جنت کی کھانے پینے اور نکاح کی یہ نعمتیں اور دیگر لذتیں بہتر ضیافت اور عطیہ ہیں ﴿ اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ (62) ﴾ ”یا تھوہر کا درخت؟“ جو جہنم میں ہوگا اور اس سے مراد جنس درخت ہے جسے زقوم (تھوہر) کہا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ○ ﴾

---

① تفسیر الطبری: 23/70,71 و تفسیر ابن أبی حاتم: 10/3213-3215.

(المؤمنون 20:23) ''اور وہ درخت بھی (ہم ہی نے پیدا کیا) جو طور سینا میں پیدا ہوتا ہے۔ (زیتون کا درخت) کہ کھانے والوں کے لیے روغن اور سالن اگاتا ہے۔''

یعنی اس سے مراد زیتون کا کوئی خاص درخت نہیں بلکہ جنس درخت مراد ہے جسے زیتون کہتے ہیں اور اس کی تائید اس ارشاد باری تعالیٰ سے بھی ہوتی ہے کہ یہاں تھوہر کا کوئی خاص درخت مراد نہیں بلکہ اس سے مراد جنسِ درخت ہے جسے زقوم (تھوہر) کہا جاتا ہے ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ ﴾ (الواقعة 52,51:56) ''پھر یقیناً تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! (تم) تھوہر کے درخت سے ضرور کھانے والے ہوگے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۝63 ﴾ ''بلاشبہ ہم نے اسے ظالموں کے لیے آزمائش بنایا ہے۔'' قتادہ کہتے ہیں کہ جب تھوہر کے درخت کا ذکر کیا گیا تو گمراہ لوگ فتنے میں مبتلا ہو گئے اور کہنے لگے کہ تمھارے صاحب نے خبر دی ہے کہ جہنم کی آگ میں درخت ہوگا، حالانکہ آگ تو درخت کو کھا جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت نازل فرما دی تھی: ﴿ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝64 ﴾ ''یقیناً وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی تہ میں اگتا ہے۔'' یعنی اسے آگ ہی سے پیدا کیا جائے گا اور آگ ہی کی غذا سے پروان چڑھے گا۔① مجاہد نے ﴿ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۝63 ﴾ ''بے شک ہم نے اسے ظالموں کے لیے آزمائش بنایا ہے۔'' کے بارے میں فرمایا: ابوجہل لعین نے کہا کہ زقوم سے مراد کھجور اور مکھن ہے میں اسے ملا کر کھا جاؤں گا۔② میں کہتا ہوں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ اے محمد! ہم نے آپ کو یہ خبر دی ہے کہ تھوہر کا درخت تو ایک آزمائش ہے جس کے ساتھ ہم لوگوں کو آزمانا چاہتے ہیں کہ کون اس کی تصدیق کرتا ہے اور کون تکذیب جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 60:17) ''اور ہم نے آپ کو (معراج میں) جو مشاہدہ کرایا، اسے لوگوں کے لیے بس ایک آزمائش ہی بنا دیا اور اس درخت (زقوم) کو بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی اور ہم انھیں ڈراتے ہیں تو یہ (ڈرانا) ان کی بڑی سرکشی ہی کو زیادہ کرتا ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝64 ﴾ ''بے شک وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی تہ میں اگتا ہے۔'' یعنی اس کے اگنے کی اصل جگہ جہنم کا پیندہ ہے، ﴿ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۝65 ﴾ ''اس کا پھل گویا کہ وہ شیطانوں کے سر ہیں۔'' اس سے اس کے قبیح المنظر اور اس کے قابل نفرت ہونے کی طرف اشارہ ہے اور اسے شیطانوں کے سروں کے ساتھ تشبیہ دی گئی گو وہ مخاطب لوگوں کے ہاں معروف نہ تھے لیکن یہ بات تو دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے کہ شیطانوں کی شکلیں بہت بری ہیں۔ ﴿ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِــــُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝66 ﴾ ''پس بے شک وہ (دوزخی) اسی میں سے کھائیں گے، پھر اسی سے (اپنے) پیٹ بھریں گے۔'' اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ وہ اس درخت سے کھائیں

---

① تفسیر الطبری :75/23 . ② تفسیر الطبری :75/23 .

گے، حالانکہ اس جیسا بدترین اور بدشکل کوئی درخت نہ ہوگا اور اس پر مستزاد یہ کہ اس کا ذائقہ، اس کی بدبو اور اس کی طبیعت بدترین ہوگی لیکن وہ اسے کھانے کے لیے مجبور ہوں گے کیونکہ اس کے سوایا اس جیسی اور کسی چیز کے سوا ان کو کھانے کے لیے کچھ نہیں ملے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝ ﴾ ”اور خار دار جھاڑی کے سوا ان کے لیے کوئی کھانا نہیں ہوگا جو نہ موٹا کرے گا نہ بھوک مٹائے گا۔“ (الغاشية 7,6:88)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ ﴾ ”پھر بلا شبہ اس پر ان (کے پینے) کے لیے کھولتے پانی کا آمیزہ ہوگا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ تھوہر کھانے کے بعد پینے کے لیے انھیں گرم پانی دیا جائے گا۔① اور آپ سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ تھوہر میں انھیں گرم پانی ملا کر دیا جائے گا۔② آپ کے علاوہ دیگر ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ ان کے لیے گرم پانی میں لہو اور پیپ کو ملایا جائے گا، پیپ بھی وہ جو جہنمیوں کی شرم گاہوں اور آنکھوں سے بہ رہی ہوگی۔③ امام ابن ابو حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ جب دوزخیوں کو بھوک لگے گی تو وہ تھوہر کے درخت کو کھائیں گے جس سے ان کے چہروں کی کھالیں جھلس جائیں گی، ان کے پاس سے اگر کوئی گزرے گا تو وہ ان کے چہروں کی بدبو سے انھیں پہچانے گا، پھر ان پر پیاس طاری کر دی جائے گی، وہ پانی طلب کریں گے تو انھیں ایسا پانی دیا جائے گا جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا اور انتہائی گرم، جب وہ اسے اپنے مونہوں کے قریب کریں گے تو اس کی شدید حرارت کی وجہ سے ان کے چہروں کا گوشت بھن جائے گا، کھالیں جل جائیں گی اور پیٹ کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی اور جب وہ چلیں گے تو ان کی انتڑیاں بہ رہی ہوں گی اور کھالیں گر رہی ہوں گی اور پھر انھیں لوہے کے ہتھوڑوں کے ساتھ مارا جائے گا جس سے ایک ایک عضو ٹوٹ جائے گا اور وہ موت مانگنے لگیں گے۔④ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ۝ ﴾ ”یقیناً ان کو دوزخ کی طرف لوٹایا جائے گا۔“ یعنی پھر اس فیصلے کے بعد ان سب کو شعلے مارتی ہوئی آگ، بھڑکتے ہوئے جہنم اور دہکتے ہوئے دوزخ کی طرف لوٹایا جائے گا، کبھی ایک قسم کی آگ میں جلایا جائے گا اور کبھی دوسری قسم کی آگ میں جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے: ﴿ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۝ ﴾ (الرحمٰن 44:55)
”وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان گھومتے پھریں گے۔“

اسی طرح امام قتادہ نے بھی اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے سورۂ رحمٰن کی اس آیت کی تلاوت کی تھی۔⑤ اور یہ بہت خوبصورت اور قوی تفسیر ہے، سدی نے کہا ہے کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے: [ثُمَّ إِنَّ مُنْقَلَبَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ]⑥ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ قیامت کے دن ابھی نصف النہار کا وقت بھی نہیں ہوگا کہ اہل جنت، جنت میں قیلولہ کریں گے اور

---

① تفسیر الطبری :77/23 . ② تفسیر الطبری :77/23 . ③ تفسیر الطبری :77/23 . ④ تفسیر ابن أبی حاتم : 3217/10 . ⑤ تفسیر الطبری :77/23 و تفسیر ابن أبی حاتم :3217/10 . ⑥ ابن کثیر میں مَقِیلَهُمْ کے الفاظ ہیں جبکہ ابن جریر میں مُنْقَلَبَهُمْ ہیں۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ۙ (71) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ (72) فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

اور بلاشبہ ان سے پہلے بہت سے اگلے لوگ گمراہ ہوئے (71) اور یقیناً ہم نے ان میں ڈرانے والے بھیجے تھے (72) پھر دیکھ لیجیے ان کا انجام

2 ع 53 6 عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ۙ (73) اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۧ (74)

کیسا ہوا جنھیں ڈرایا گیا تھا؟ (73) سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے (74)

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ۫ۖ (75) وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۫ۖ (76) وَجَعَلْنَا

اور یقیناً نوح نے ہمیں پکارا تھا تو (دیکھو!) ہم کیا ہی خوب جواب دینے والے ہیں (75) اور ہم نے اسے اور اس کے اہل کو بہت بڑی پریشانی سے نجات دی (76)

ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ۫ۖ (77) وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۫ۖ (78) سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ (79)

اور ہم نے اس کی اولاد کو باقی رہنے والے بنا دیا (77) اور ہم نے اس (کے ذکر خیر) کو پیچھے آنے والوں میں باقی رکھا (78) نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو (79)

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (80) اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (81) ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ (82)

بلاشبہ ہم نیکو کاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں (80) بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا (81) پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا (82)

اہل دوزخ، دوزخ میں، پھر انھوں نے اس آیت کو پڑھا: ﴿ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَىِٕذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ۝ ﴾ (الفرقان 24:25) ’’اس دن اہل جنت باعتبار ٹھکانے کے بہت بہتر ہوں گے اور باعتبار آرام گاہ کے بہت اچھے ہوں گے۔‘‘① ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ (69) ﴾ ’’یقیناً انھوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا۔‘‘ یعنی ہم نے انھیں یہ سزا اس لیے دی کہ انھوں نے اپنے آباء و اجداد کو گمراہ پایا تو بغیر کسی دلیل و برہان کے ان کی پیروی شروع کر دی، اس لیے فرمایا: ﴿ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ (70) ﴾ ’’سو وہ انھی کے پیچھے دوڑے چلے جاتے ہیں۔‘‘ مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد ایسی چال ہے جو تیز دوڑنے کے مشابہ ہو۔② اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ان کے پیچھے وہ بھی بے وقوف بنے جاتے ہیں۔

تفسیر آیات: 71-74

ڈرائے گئے لوگوں کا انجام؟ اللہ جل شانہٗ نے بیان فرمایا ہے کہ سابقہ امتوں میں سے اکثر لوگ گمراہ تھے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ دیگر معبودان باطلہ کی بھی عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ان امتوں میں رسول بھیجے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والوں کو اور اس کے ساتھ غیروں کی پوجا کرنے والوں کو اس (اللہ تعالیٰ) کی گرفت، اس کی سزا اور اس کے عذاب سے ڈراتے تھے مگر ان لوگوں نے سرکشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے رسولوں کی مخالفت اور تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان تکذیب کرنے والوں کو تباہ و برباد کر دیا اور مومنوں کو نجات دی اور انھیں فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا، اسی لیے ارشاد ربانی ہے: ﴿ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ (73) اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (74) ﴾ ’’سو دیکھ لیں جنھیں ڈرایا گیا تھا ان کا انجام کیسا ہوا؟ سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے۔‘‘

---

① تفسير الطبرى: 78,77/23. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3217/10 و تفسير الطبرى: 78/23.

تفسیر آیات:82-75

نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ ذکر فرمایا کہ پہلے اکثر لوگ راہِ نجات سے بھٹک گئے تھے اور اب اس نے اس کی تفصیل کو بیان کرنا شروع فرمایا ہے اور اسی سلسلے میں سب سے پہلے نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ ان کی قوم نے اس کی تکذیب کی اور طویل مدت تک رہنے کے باوجود ان میں سے بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے تھے، آپ ان میں ساڑھے نو سو سال تک رہے تھے، جب ان کی مخالفت طویل اور تکذیب بہت شدید ہوگئی اور انھوں نے اپنی قوم کو جب بھی اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دی ان کی نفرت میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ ﴿فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۝﴾ (القمر 10:54) ''توانھوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ بے شک میں بے بس ہوں، (اب) تو ہی ان سے بدلہ لے۔'' تو نوح علیہ السلام کے قوم سے ناراض ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی ان کی قوم سے شدید ناراض ہوگیا، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ۝۷۵﴾ ''اور البتہ تحقیق نوح نے ہمیں پکارا سو (دیکھ لو کہ ہم دعا کو) کیسے اچھے قبول کرنے والے ہیں۔'' یعنی ہم نے ان کی دعا کو بہت اچھے طریقے سے قبول کیا ﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ۝۷۶﴾ ''اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بہت بڑی پریشانی سے نجات دی۔'' بڑی پریشانی سے مراد تکذیب اور اذیت ہے۔

﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ۝۷۷﴾ ''اور ہم نے اس کی اولاد کو ہی باقی رہنے والے کر دیا۔''

علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کی اولاد ہی باقی رہی تھی۔ ① اور سعید بن ابوعروبہ نے قتادہ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ سب لوگ نوح علیہ السلام ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ ② امام ترمذی، ابن جریر اور ابن ابوحاتم نے سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: [حَامٌ وَّسَامٌ وَّيَافِثُ] ''(اولاد سے مراد) حام، سام اور یافث ہیں۔'' ③ اور امام احمد نے سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [سَامٌ أَبُو الْعَرَبِ، وَ حَامٌ أَبُو الْحَبَشِ، وَ يَافِثُ أَبُو الرُّومِ] ''سام عربوں کے باپ، حام حبشیوں کے باپ اور یافث رومیوں کے باپ ہیں۔'' ④ اور اسے امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ ⑤ رومیوں سے مراد پہلے رومی، یعنی یونانی ہیں جو روما بن لیطی بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ۝۷۸﴾ ''اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں اس (کے ذکر جمیل) کو باقی چھوڑ دیا۔'' کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انھیں ہمیشہ اچھے الفاظ میں یاد کیا جاتا رہے گا۔ ⑥ اور مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمام انبیائے کرام ان کا ذکر خیر اور تعریف کریں گے۔ ⑦ امام قتادہ و سدی کا قول ہے کہ پیچھے آنے

---

① تفسیر الطبری: 80/23. ② تفسیر الطبری: 80/23. ③ جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورة والصافات، حدیث: 3230 و تفسیر الطبری: 80/23 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3218/10، یہ حدیث ضعیف ہے۔ ④ مسند أحمد: 9/5، یہ حدیث ضعیف ہے۔ ⑤ جامع الترمذی، المناقب، باب مناقب فی فضل العرب، حدیث: 3931. ⑥ تفسیر الطبری: 81/23. ⑦ تفسیر الطبری: 81/23.

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿83﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿84﴾ اِذْ قَالَ وقف لازم

اور بے شک ابراہیم بھی اسی (نوح) کے گروہ سے ہے⑧③ جب وہ اپنے رب کے پاس پاک صاف دل کے ساتھ آیا⑧④ جب اس نے

لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿85﴾ ج اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿86﴾ ط فَمَا

اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟⑧⑤ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے گھڑے ہوئے معبودوں کو چاہتے ہو؟⑧⑥

ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿87﴾

پھر ب العالمین کی نسبت تمھارا کیا خیال ہے؟⑧⑦

والوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اچھی تعریف کو باقی رکھا ہے۔ ① ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مراد سلام اور ثنائے حسن ہے۔ ﴿سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ ﴿79﴾﴾ ''تمام جہانوں میں نوح پر سلام ہو۔'' یہ اس ذکر جمیل اور ثنائے حسن کی تفسیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے باقی رکھی ہے کہ تمام جماعتیں اور امتیں ان پر سلام بھیجتی رہیں گی، ﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿80﴾﴾ ''بے شک ہم نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔'' یعنی بندگانِ الٰہی میں سے جو شخص احسن انداز میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجا لائے تو ہم اسی طرح اسے اچھا بدلہ دیا کرتے ہیں کہ بعد میں آنے والے لوگوں میں حسب مرتبہ اس کا ذکر جمیل جاری کر دیتے ہیں ﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿81﴾﴾ ''بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔'' یعنی تصدیق کرنے والوں، توحید کو اختیار کرنے والوں اور ایمان و یقین رکھنے والوں میں سے تھے: ﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿82﴾﴾ ''پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔'' یعنی ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، ان میں سے کوئی فرد بشر باقی نہ بچا، ان کا کوئی ذکر اور نشان بھی نہ رہنے دیا اور اگر انھیں یاد کیا بھی جاتا ہے تو اسی بدترین صفت کے ساتھ کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو انھیں غرق کر کے تباہ و برباد کر دیا گیا تھا۔

تفسیر آیات:83-87

ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ: علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿83﴾﴾ ''اور بے شک اسی (نوح) کی جماعت سے البتہ ابراہیم بھی ہے۔'' سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی انھی کے دین (پر کاربند رہنے) والوں میں سے تھے۔ ② اور مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ انھی کے طریقے اور سنت پر تھے۔ ③

﴿اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿84﴾﴾ ''جب وہ اپنے پروردگار کے پاس (عیب سے) پاک دل لے کر آئے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد لا الٰہ الا اللہ کی شہادت ہے۔

ابن ابو حاتم نے عوف سے روایت کیا ہے کہ میں نے محمد بن سیرین سے پوچھا کہ قلب سلیم سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے فرمایا: انسان جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ حق ہے، قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو ضرور

---

① تفسیر الطبری:81/23. ② تفسیر الطبری:82/23. ③ تفسیر الطبری:82/23.

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ (88) فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ (89) فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ (90) فَرَاغَ

تب اس نے ایک نگاہ ستاروں پر ڈالی (88) پھر کہا: بے شک میں تو بیمار ہوں (89) چنانچہ وہ اس سے پیٹھ پھیر کر لوٹ گئے (90) پھر وہ ان کے معبودوں کی

اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ (91) مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ (92) فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا

طرف متوجہ ہوا اور کہا: کیا تم کھاتے نہیں؟ (91) تمھیں کیا ہے کہ تم بولتے نہیں؟ (92) پھر وہ انھیں دائیں ہاتھ سے مارتا ہوا متوجہ ہوا (93) پھر وہ لوگ دوڑتے

بِالْيَمِيْنِ (93) فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ (94) قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ (95) وَاللّٰهُ

ہوئے اس کی طرف آئے (94) اس نے کہا: کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جنھیں تم خود تراشتے ہو؟ (95) حالانکہ اللہ ہی نے تمھیں اور تمھارے اعمال کو پیدا کیا

خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (96) قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ (97) فَاَرَادُوْا

ہے (96) وہ کہنے لگے: اس کے لیے ایک مکان بناؤ (اس میں آگ جلاؤ) پھر اسے دہکتی آگ میں ڈال دو (97) پھر انھوں نے اس کے ساتھ ایک چال چلنے کا

بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ (98)

ارادہ کیا تو ہم نے انھیں ہی نیچا دکھا دیا (98)

اٹھائے گا۔ ① اور حسن فرماتے ہیں کہ ﴿بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (84)﴾ سے مراد وہ دل ہے جو شرک سے پاک ہو۔ ② عروہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ دل ہے جو کسی پر لعنت نہ کرے۔ ③ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ (85)﴾ ”جب اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس چیز کو پوجتے ہو؟“ یعنی انھوں نے اپنی قوم کے بتوں کو پوجنے کی روش کا انکار کیا، اس لیے اللہ عزوجل نے بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا: ﴿اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ (86) فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (87)﴾ ”کیا تم اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے گھڑے ہوئے معبودوں کو چاہتے ہو، بھلا پروردگارِ عالم کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟“ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اللہ کے سوا اوروں کو بھی پوجتے ہو تو تمھارا کیا خیال ہے جب تم اس سے ملاقات کرو گے تو وہ تم سے کیا سلوک کرے گا؟ ④

تفسیر آیات: 88-98

بت شکن؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ (بیمار ہونے کا ذکر) اس لیے فرمایا تھا تاکہ قوم کے اپنے میلے پر چلے جانے کے بعد آپ شہر میں رہ سکیں کیونکہ قوم کے لوگوں کا اپنے میلے کے لیے شہر سے باہر چلے جانے کا وقت قریب آ گیا تو آپ نے پروگرام بنایا تھا کہ ان کے معبودوں کو خالی پا کر ان کو توڑ پھوڑ ڈالیں گے، اس لیے آپ نے ان سے اس انداز میں گفتگو کی جو فی نفسہ حق تھی مگر لوگوں نے اس سے اپنے خیال کے مطابق یہ سمجھا کہ آپ بیمار ہیں ﴿فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ (90)﴾ ”تب وہ اس سے پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے۔“ قتادہ کہتے ہیں کہ جو شخص غور و فکر کر رہا ہو تو عرب اس کے لیے نَظَرَ فِي النُّجُومِ ”اس نے ستاروں کی طرف دیکھا۔“ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ⑤ قتادہ کے کہنے کے معنی یہ ہیں کہ حضرت

---

① تفسير القرطبي: 91/15. ② تفسير الطبري: 83/23 عن السدی و قتادة. ③ تفسير الطبري: 83/23 وتفسير القرطبي: 91/15. ④ تفسير الطبري: 83/23. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 3219/10.

ابراہیم ؑ نے اس بات پر غور وفکر کرتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا کہ وہ انھیں کسی طرح غافل کر دیں، پس آپ نے فرمایا: ﴿ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴾ ”میں تو بیمار ہوں۔“ یعنی کمزور ہوں۔

اور وہ حدیث جسے امام ابن جریر نے یہاں حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے اور جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ ؑ غَيْرَ ثَلَاثِ كَذَبَاتٍ: ثِنْتَيْنِ فِي ذَاتِ اللّٰهِ (عَزَّوَجَلَّ)، قَوْلُهُ: ﴿ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴾، وَقَوْلُهُ: ﴿ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا ﴾ (الأنبيآء 21:63) وَقَوْلُهُ فِي سَارَةَ: هِيَ أُخْتِي] ”حضرت ابراہیم ؑ نے تین باتوں کے سوا کبھی خلاف واقع بات نہیں کی، ان میں سے دو باتیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لیے تھیں: (1) آپ کی یہ بات کہ ﴿ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴾ ”بے شک میں تو بیمار ہوں۔“ اور (2) ﴿ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا ﴾ (الأنبيآء 21:63) ”بلکہ یہ ان کے اس بڑے (بت) نے کیا ہے۔“ اور تیسری بات یہ تھی کہ انھوں نے حضرت سارہ کے بارے میں کہا: ”یہ میری بہن ہے۔“① یہ حدیث کتب صحاح اور سنن میں کئی سندوں سے بیان کی گئی ہے۔② ان باتوں سے مراد وہ حقیقی جھوٹ نہیں جس کے بولنے والے کو مذموم قرار دیا جاتا ہے، حاشا وکلا سیدنا ابراہیم ؑ کی طرف کذبِ حقیقی کی نسبت کی جائے بلکہ آپ کی نسبت کذب کا لفظ مجازی طور پر استعمال کیا گیا ہے اور یہ شرعی و دینی مقصد کی خاطر کلام میں معاریض (توریہ) کے قبیل سے ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے جو یہ فرمایا: ﴿ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴾ ”بے شک میں تو بیمار ہوں۔“ اس سے آپ کا مقصود یہ تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی جو پوجا کرتے ہو تو اس وجہ سے میرا دل بیمار ہے۔ امام حسن بصری ؒ نے کہا ہے کہ جب ابراہیم ؑ کی قوم کے لوگ میلے کی طرف جانے لگے تو انھوں نے ابراہیم ؑ سے بھی چلنے کے لیے کہا تو آپ پشت کے بل لیٹ گئے، فرمانے لگے: ﴿ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴾ اور پھر آسمان کی طرف دیکھنے لگے اور جب سب لوگ شہر سے باہر نکل گئے تو آپ ان کے بتوں کے پاس چلے گئے اور انھیں توڑ دیا۔ اسے ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔③

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴾ ”تب وہ اس سے پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے۔“ اور جب وہ چلے گئے تو آپ جلدی سے اور مخفی طور پر بتوں کے پاس چلے گئے ﴿ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴾ ”اور کہنے لگے کہ تم کھاتے کیوں نہیں؟“ اس لیے کہ ان لوگوں نے ان بتوں کے سامنے نذر و نیاز کے طور پر کھانے رکھے ہوئے تھے تاکہ اس سے ان کے رزق میں برکت ہو جائے، جب حضرت ابراہیم ؑ نے ان کے سامنے کھانوں کو دیکھا تو فرمایا: ﴿ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴾ ”تم کھاتے کیوں نہیں؟ تمھیں کیا ہوا ہے، تم بولتے بھی نہیں؟“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ

---

① تفسير الطبري: 84/23. ② صحيح البخاري، أحاديث الأنبيآء، باب قول الله تعالى: ﴿ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴾ (النسآء 4:125)......، حديث: 3358,3357 والنكاح، باب اتخاذ السراري......، حديث: 5084 وصحيح مسلم، الفضائل، باب من فضائل إبراهيم الخليل، حديث: 2371 و سنن أبي داود، الطلاق، باب في الرجل يقول لامرأته يا أختي، حديث: 2212 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب و من سورة الأنبيآء، حديث: 3166 و السنن الكبرى للنسائي، المناقب، باب سارة ؓ: 98/5، حديث: 8375 و مسند أحمد: 404,403/2. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 3220/10.

﴿ضَرۡبًۢا بِالۡيَمِيۡنِ﴿۹۳﴾﴾ ”پھر وہ انھیں دائیں ہاتھ سے مارتا ہوا متوجہ ہوا۔“ فراء کہتے ہیں کہ اس کے معنی مَالَ یعنی ٹوٹ پڑے، اور پل پڑے کے ہیں، یعنی دائیں ہاتھ سے ضربیں لگاتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑے۔ قتادہ اور جوہری کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں: أَقْبَلَ یعنی آگے بڑھے۔① دائیں ہاتھ سے آپ نے اس لیے ضرب لگائی کہ اس سے ضرب کاری اور شدید لگتی ہے، آپ نے بتوں کو توڑ پھوڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا مگر ایک بڑے بت کو نہ توڑا تا کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں، جیسا کہ قبل ازیں سورۂ انبیاء میں اس کی تفسیر بیان کی جا چکی ہے۔② اور یہاں فرمایا ہے: ﴿فَاَقۡبَلُوۡۤا اِلَيۡهِ يَزِفُّوۡنَ﴿۹۴﴾﴾ ”تو وہ اس کی طرف دوڑتے ہوئے آئے۔“

مجاہد اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے بھاگتے ہوئے آئے۔③ یہاں یہ قصہ مختصر مگر سورۂ انبیاء میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔④ بہر حال جب وہ واپس آئے تو فوراً نہ جان سکے کہ یہ کام کس نے کیا ہے؟ حتی کہ جب انھوں نے تحقیق کی اور معلومات حاصل کیں تو انھیں معلوم ہوا کہ یہ کام تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا ہے اور جب وہ آپ کے پاس سرزنش کے لیے آئے تو آپ نے ان کی توبیخ کی اور ان کی خرابیاں بیان فرمائیں: ﴿اَتَعۡبُدُوۡنَ مَا تَنۡحِتُوۡنَ﴿۹۵﴾﴾ ”کیا تم ایسی چیزوں کو پوجتے ہو، جنھیں تم خود تراشتے ہو؟“ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا تم ایسے بتوں کی پوجا کیوں کرتے ہو، جنھیں تم خود اپنے ہاتھوں سے تراشتے اور بناتے ہو؟ ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمۡ وَمَا تَعۡمَلُوۡنَ﴿۹۶﴾﴾ ”حالانکہ تمھیں اور جو تم کرتے ہو اسے اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔“ یہاں ما مصدر یہ بھی ہو سکتا ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اور تمھارے عمل کو پیدا فرمایا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ما، الذی کے معنی میں ہو اور اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اور جو تم بناتے ہو، (بت وغیرہ) اس کو پیدا فرمایا ہے لیکن دونوں معنی متلازم ہیں، اور ایک کے ساتھ دوسرا معنی لازم ہے۔ لیکن ان میں سے پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب أفعال العباد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت بیان کی ہے کہ [إِنَّ اللّٰهَ يَصۡنَعُ كُلَّ صَانِعٍ وَّصَنۡعَتَهٗ] ”بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہر کام کرنے والے اور اس کے کام کو پیدا فرماتا ہے۔“⑤ اور بعض راویوں نے (اس کے بعد) ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمۡ وَمَا تَعۡمَلُوۡنَ﴿۹۶﴾﴾ پڑھا۔ بہر حال جب ان پر حجت قائم ہوگئی تو وہ بات کرنے کے بجائے آپ کو ہاتھوں سے پکڑنے کی طرف پھرے اور زبردستی کرتے ہوئے کہنے لگے: ﴿ابۡنُوۡا لَهٗ بُنۡيَانًا فَاَلۡقُوۡهُ فِي الۡجَحِيۡمِ﴿۹۷﴾﴾ ”اس کے لیے ایک مکان (مقام) بناؤ، (اس میں آگ جلاؤ) اور اسے دہکتی آگ میں ڈال دو۔“ اس واقعے کی ساری تفصیل قبل ازیں سورۂ انبیاء میں بیان کی جا چکی ہے۔⑥ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آگ سے محفوظ رکھا، ان پر غالب کر دیا، اپنی حجت کو بلند کر دیا اور اپنے پیغمبر کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا، اس لیے اس نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿فَاَرَادُوۡا بِهٖ كَيۡدًا فَجَعَلۡنٰهُمُ الۡاَسۡفَلِيۡنَ﴿۹۸﴾﴾

---

① تفسیر الطبری :86/23 و الصحاح للجوھری :1090/3، مادۃ: روغ. ② دیکھیے الأنبیآء، آیات :52-67 کے ذیل میں۔ ③ تفسیر الطبری :88/23 . ④ دیکھیے الأنبیآء ، آیات :59-67. ⑤ السلسلۃ الصحیحۃ :181/4، رقم:1637 و کتاب الأسماء و الصفات للبیھقی: ص388. ⑥ دیکھیے الأنبیآء، آیات :68-70 کے ذیل میں۔

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ (99) رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (100)

اور اس نے کہا: بے شک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، یقیناً وہ میری رہنمائی فرمائے گا (99) اے میرے رب! مجھے (بیٹا) عطا فرما جو صالحین

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ (101) فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی

میں سے ہو (100) چنانچہ ہم نے اسے بہت حلم والے لڑکے کی بشارت دی (101) پھر جب وہ (لڑکا) اس کے ساتھ دوڑنے بھاگنے (کی عمر) کو پہنچا تو اس نے کہا:

الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز سَتَجِدُنِیْٓ

اے میرے پیارے بیٹے! بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے یقیناً ذبح کر رہا ہوں، اب تو دیکھ! تیری کیا رائے ہے؟ اس (بیٹے) نے کہا:

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (102) فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ج (103) وَنَادَیْنٰهُ اَنْ

ابا جان! جو آپ کو حکم دیا گیا ہے کر گزریں، اگر اللہ نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے (102) پھر جب دونوں مطیع ہو گئے اور

یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ لا (104) قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ج اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (105) اِنَّ هٰذَا

اس (باپ) نے اس (بیٹے) کو پیشانی کی ایک جانب لٹا دیا (103) اور ہم نے اسے پکارا: اے ابراہیم! (104) تو نے اپنا خواب یقیناً سچ کر دکھایا، بے شک ہم

لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ (106) وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ (107) وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ صلے (108)

نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں (105) بلاشبہ یہ تو کھلی آزمائش ہی ہے (106) اور ہم نے اس (اسمٰعیل) کے بدلے میں ایک عظیم القدر (جانور) ذبح کرنے کو

سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ (109) كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (110) اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا

دیا (107) اور ہم نے اس (کے ذکر خیر) کو پیچھے آنے والوں میں باقی رکھا (108) ابراہیم پر سلام ہو (109) ہم نیکو کاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں (110) بے شک وہ

الْمُؤْمِنِیْنَ (111) وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ (112) وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰٓی

ہمارے مومن بندوں میں سے تھا (111) اور ہم نے اس (ابراہیم) کو اسحٰق (بیٹے) کی بشارت دی، جو صالح لوگوں میں سے نبی ہوگا (112) اور ہم نے اس پر اور

اِسْحٰقَ ط وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ ع (113) 3 ع 39 7

اسحٰق پر برکت نازل کی، اور ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی نیکی کرنے والا اور کوئی اپنے آپ پر کھلا ظلم کرنے والا ہے (113)

”پھر انھوں نے اس کے ساتھ ایک چال چلنی چاہی تو ہم نے انھی کو نیچا دکھا دیا۔“

تفسیر آیات: 99-113

ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت اور آزمائش: اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کی قوم کے مقابلے میں فتح و نصرت سے نوازا اور وہ اپنی قوم سے مایوس ہو گئے کہ وہ اتنی عظیم الشان نشانیوں کو دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہیں لائی تو آپ نے ہجرت کا ارادہ کر لیا اور فرمایا: ﴿ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ (99) رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (100) ﴾ ”بے شک میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں، یقیناً وہ میری رہنمائی فرمائے گا، اے پروردگار! مجھے نیکو کاروں میں سے (اولاد) عطا فرما۔“ یعنی قوم اور اعزہ و اقارب کو جو چھوڑا ہے تو ان کے بدلے میں مجھے اولاد عطا فرما جو تیری اطاعت گزار ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ (101) ﴾ ”پھر ہم نے اسے ایک بردبار لڑکے کی

خوش خبری دی۔‘‘ اس لڑکے سے مراد اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ یہ پہلے بیٹے تھے جن کی ابراہیم علیہ السلام کو بشارت دی گئی تھی، تمام مسلمانوں اور اہل کتاب کا اتفاق ہے کہ یہ حضرت اسحاق سے بڑے تھے بلکہ اہل کتاب کی نص کے مطابق اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی سال تھی اور جب اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام ننانوے برس کے تھے، اہل کتاب کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کر دیں اور ایک دوسرے نسخے میں ہے کہ اپنے پلوٹھے بیٹے کو ذبح کر دیں اور اس کے باوجود انھوں نے اس کے بعد کذب اور بہتان سے کام لیتے ہوئے یہاں اسحاق کا لفظ داخل کر دیا۔ ① اور یہ قطعًا درست نہیں کیونکہ یہ تو ان کی اپنی کتاب کی نص کے بھی خلاف ہے، انھوں نے یہاں اسحاق کے لفظ کو اس لیے داخل کیا کہ اسحاق علیہ السلام ان کے باپ تھے، جبکہ اسماعیل علیہ السلام عربوں کے باپ تھے۔ تو انھوں نے عربوں سے حسد سے کام لیتے ہوئے اس لفظ کا اضافہ کر دیا اور ’’اپنے اکلوتے‘‘ کی اس طرح تحریف کی کہ اپنے اس بیٹے کو ذبح کر دو جس کے سوا اور کوئی اس وقت تمھارے پاس موجود نہیں ہے کیونکہ اسماعیل اور ان کی والدہ کو آپ مکہ مکرمہ میں لے گئے تھے، مگر یہ ایک سراسر باطل تاویل اور تحریف ہے کیونکہ اکلوتا اسے کہا جاتا ہے جس کے سوا کوئی اور نہ ہو اور پھر پہلا بیٹا جس قدر عزیز ہوتا ہے بعد والی اولاد اس قدر عزیز نہیں ہوتی، لہٰذا پہلے بیٹے کے ذبح کر دینے کے حکم میں زیادہ ابتلاء وآزمائش تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ﴾ ’’پھر جب وہ اس کے ساتھ بھاگنے دوڑنے (کی عمر) کو پہنچا۔‘‘ یعنی بڑا ہو گیا اور پروان چڑھ گیا اور اپنے باپ کے ساتھ آنے جانے اور چلنے لگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اور اس کی والدہ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اکثر بلادِ فاران میں جاتے رہتے تھے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ براق پر سوار ہو کر تشریف لاتے اور یہاں بہت جلد پہنچ جایا کرتے تھے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. ② ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، عطاء خراسانی، زید بن اسلم اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ﴾ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب اسماعیل جوان ہو گئے اور اپنے باپ کی طرح سعی وعمل کے قابل ہوئے۔ ③

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى﴾ ’’جب وہ اس کے ساتھ بھاگنے دوڑنے (کی عمر) کو پہنچا تو اس نے کہا: اے میرے بیٹے! بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے یقینًا ذبح کر رہا ہوں، اب تو دیکھ! تیری کیا رائے ہے؟‘‘ عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ انبیائے کرام کے خواب وحی ہوتے ہیں اور پھر انھوں نے اپنی اس بات کی تائید میں اسی آیت کریمہ کی تلاوت کی۔ ④ آپ نے بیٹے کو اس لیے بتا دیا تاکہ اس کے لیے زیادہ آسانی ہو جائے، نیز آپ اس کے صبر وشجاعت اور صغرسنی کے باوجود اس کی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اپنے والد کی اطاعت کے عزم وارادہ کی آزمائش کر سکیں۔ ﴿قَالَ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾ ’’اس نے کہا: اے میرے ابا جان!

---

① کتاب مقدس، پیدائش، باب: 22، آیت: 2۔ ② تاریخ الیعقوبی، إبراهيم: 25/1 و فتح الباری: 404/6، تحت الحدیث: 3365. ③ تفسیر الطبری: 91/23 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3221,3220/10. ④ تفسیر الطبری: 93/23.

آپ کو جو حکم دیا گیا ہے کر گزریں۔'' اس حکم الٰہی کی اطاعت بجا لائیں، ﴿ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴾ ''اگر اللہ نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔'' یعنی میں صبر کروں گا اور اللہ تعالیٰ سے اس کے اجر و ثواب کا طلب گار رہوں گا اور انھوں نے جو وعدہ کیا اسے واقعی سچ ثابت کر دکھایا صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَٱذۡكُرۡ فِي ٱلۡكِتَٰبِ إِسۡمَٰعِيلَۚ إِنَّهُۥ كَانَ صَادِقَ ٱلۡوَعۡدِ وَكَانَ رَسُولٗا نَّبِيّٗا ۝ وَكَانَ يَأۡمُرُ أَهۡلَهُۥ بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِۦ مَرۡضِيّٗا ۝ ﴾ (مریم 19:54,55) ''اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کریں، وہ وعدے کے سچے اور رسول (اور) نبی تھے اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکاۃ کا حکم دیتے تھے اور اپنے پروردگار کے ہاں نہایت پسندیدہ (اور برگزیدہ) تھے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَمَّآ أَسۡلَمَا وَتَلَّهُۥ لِلۡجَبِينِ ﴾ ''چنانچہ جب دونوں نے حکم مان لیا اور اس (باپ) نے اسے (بیٹے کو) ماتھے کی ایک جانب پر لٹا دیا۔'' یعنی جب دونوں نے کلمۂ شہادت پڑھا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کرنے کے لیے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے شہادت کی موت کے لیے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿ أَسۡلَمَا ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جب دونوں مطیع و فرماں بردار ہو گئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم بجا لانے کے لیے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت اور اپنے باپ کی فرماں برداری کے لیے، یہ امام مجاہد، عکرمہ، قتادہ، سدی، ابن اسحاق اور دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے۔① ﴿ وَتَلَّهُۥ لِلۡجَبِينِ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو چہرے کے بل لٹا دیا تاکہ گدی کی طرف سے ذبح کر دیں اور بوقت ذبح ان کے چہرے کو نہ دیکھیں تاکہ ان کے لیے ذبح کرنے میں آسانی ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، ضحاک اور قتادہ نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو چہرے کے بل لٹا دیا تھا۔②

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مناسک کا حکم دیا گیا تو شیطان سعی کرنے کی جگہ پر آپ کے سامنے آیا اور اس نے آپ سے سبقت لے جانے کی کوشش کی مگر ابراہیم علیہ السلام شیطان سے سبقت لے گئے، پھر جبریل علیہ السلام آپ کو جمرہ عقبہ کے پاس لے گئے تو شیطان آپ کے سامنے آیا تو آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں حتی کہ وہ چلا گیا، پھر وہ جمرہ وسطیٰ کے پاس آپ کے سامنے آیا تو آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں، پھر آپ نے اسماعیل علیہ السلام کو ماتھے کی ایک جانب پر لٹا دیا، اسماعیل علیہ السلام نے سفید رنگ کی قمیص پہنی ہوئی تھی، انھوں نے عرض کی ابا جان! کوئی اور کپڑا نہیں ہے جس میں آپ مجھے کفن دیں، لہٰذا میری قمیص اتار لیں تاکہ اسے میرے کفن کے لیے استعمال کر سکیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام جب ان کی قمیص اتارنے لگے تو پیچھے سے آواز آئی: ﴿ أَن يَٰٓإِبۡرَٰهِيمُ ۝ قَدۡ صَدَّقۡتَ ٱلرُّءۡيَآۚ ﴾ ''اے ابراہیم! تحقیق تو نے (اپنا) خواب سچ کر دکھایا۔'' ابراہیم نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو آپ کے پیچھے سینگوں

---

① تفسیر الطبری: 23/93,94. ② تفسیر ابن أبي حاتم: 10/3224 و تفسیر الطبری: 23/94,95.

والا، سفید رنگ اور موٹی موٹی آنکھوں والا ایک مینڈھا کھڑا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ہم لوگ قربانی کے لیے اسی قسم کے مینڈھے تلاش کیا کرتے تھے۔ ① مناسک کے باب میں اس حدیث کو مکمل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ② ﴿وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا﴾ ''اور ہم نے اسے پکارا کہ اے ابراہیم! تو نے (اپنا) خواب سچ کر دکھایا۔'' کہ تم نے جب ذبح کرنے کے لیے اپنے بیٹے کو لٹا دیا تو اس سے تمھارے خواب کا مقصود حاصل ہو گیا۔ سدی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری پھیری مگر چھری نے ایک بال بھی نہ کاٹا بلکہ چھری اور اسماعیل علیہ السلام کے درمیان پیتل کا ایک تختہ حائل ہو گیا اور اس وقت ابراہیم علیہ السلام کو یہ آواز دی گئی کہ تم نے خواب سچ کر دکھایا۔ ﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾﴾ ''بے شک ہم نیکو کاروں کو ایسے ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔'' یعنی جو لوگ ہماری اطاعت کریں شدائد و مشکلات کو ہم ان سے اسی طرح دور کر دیا کرتے اور ان کے لیے آسانی و سہولت پیدا کر دیا کرتے ہیں جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝﴾ (الطلاق 65:2,3) ''اور جو شخص اللہ سے ڈرے تو وہ اس کے لیے (رنج وحزن سے) نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور وہ اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان تک نہیں ہوتا۔ اور جو شخص اللہ پر بھروسا رکھے تو وہ اس کے لیے کافی ہے، بے شک اللہ اپنے کام کو (جو وہ کرنا چاہتا ہے) پورا کر کے رہتا ہے۔ یقیناً اللہ نے ہر چیز کے لیے اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔''

اس آیت کریمہ اور اس میں مذکور قصے سے علماء اصول کی ایک جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ حکم عملی طور پر سرانجام دیے جانے سے قبل بھی منسوخ ہو سکتا ہے اور یہ آیت کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہے جبکہ معتزلہ کی ایک جماعت کا موقف اس کے خلاف ہے، حالانکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے کو ذبح کر دینے کا حکم دیا اور پھر اسے منسوخ کر کے فدیے کے طور پر مینڈھا بھیج دیا اور اس حکم سے مقصود یہ تھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دینے کے سلسلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صبر اور عزم کو پختہ تر کر دیا جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾﴾ ''بلاشبہ یہ تو صریح آزمائش ہی تھی۔'' یعنی یہ ایک بہت بڑی آزمائش تھی کہ آپ کو اپنے لخت جگر اور نور نظر کو ذبح کر دینے کا حکم دیا گیا تو آپ اپنے رب تعالیٰ کا حکم بجا لانے کے لیے فوراً تیار ہو گئے، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

---

① مسند أحمد:1/297,298 ، شواہد کے ساتھ یہ حدیث صحیح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 4/438,439. ② دیکھیے السنن الکبرٰی للبیھقی، الحج، باب ماجاء فی بدء الرمی:5/153,154 وشعب الإیمان للبیھقی، باب فی المناسك، الوقوف یوم عرفة بعرفات......:3/464,465، حدیث: 4077 ومسند ابی داود الطیالسی:4/414-416، حدیث:2820 والمعجم الکبیر للطبرانی:10/268,269، حدیث:10628 وتفسیر الطبری: 23/95 وتھذیب الکمال، ترجمة أبی عاصم الغنوی:330-332، رقم:8055، ملحوظہ: تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں یہاں وَذُكِرَ تَمَامُ الْحَدِيثِ کے بجائے وَذَكَرَ هِشَامٌ الْحَدِيثَ (ہشام نے اس حدیث کو ذکر کیا) کے الفاظ ہیں جبکہ مذکورہ تمام مراجع میں ہشام راوی کا ذکر نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ہے: ﴿ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى ﴾ (النجم 37:53) ’’اور وہ ابراہیم جنھوں نے (حق طاعت و رسالت) پورا کیا۔‘‘ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴾ ’’اور ہم نے اس کے بدلے میں ایک بڑی قربانی دی۔‘‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ ایک ایسا مینڈھا تھا جو جنت میں چالیس سال تک چرتا رہا تھا۔ ①

امام احمد رحمہ اللہ نے صفیہ بنت شیبہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے بنوسلیم کی ایک عورت نے خبر دی، جس نے ہمارے گھر کے اکثر لوگوں کو جنوایا تھا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ اور ایک بار انھوں نے یہ کہا کہ انھوں نے عثمان سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھیں کیوں بلایا تھا؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: [إِنِّي كُنْتُ رَأَيْتُ قَرْنَيِ الْكَبْشِ حِينَ دَخَلْتُ الْبَيْتَ، فَنَسِيتُ أَنْ آمُرَكَ أَنْ تُخَمِّرَهُمَا، فَخَمِّرْهُمَا، فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ فِي الْبَيْتِ شَيْءٌ يَشْغَلُ الْمُصَلِّيَ] ’’جب میں بیت اللہ میں داخل ہوا تو میں نے مینڈھے کے دونوں سینگوں کو دیکھا تو میں تمھیں یہ کہنا بھول گیا کہ ان دونوں سینگوں کو ڈھانپ دو، پس انھیں ڈھانپ دو کیونکہ بیت اللہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہونی چاہیے جو نمازی کو مشغول کر دے۔‘‘ ② سفیان کہتے ہیں کہ یہ دونوں سینگ بیت اللہ میں لٹکے رہے حتی کہ ایک بار جب بیت اللہ کو آگ لگی تو یہ دونوں سینگ بھی جل گئے۔ یہ بھی اس بات کی مستقل دلیل ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ قریش میں خَلَفًا عَنْ سَلَفٍ یہ دونوں سینگ وراثت میں منتقل ہوتے چلے آئے ہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما دیا اور یہ سینگ اس مینڈھے کے تھے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور فدیہ قربان کیا تھا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ذبیح کون؟ سعید بن جبیر، عامر شعبی، یوسف بن مہران، مجاہد، عطاء اور دیگر کئی مفسرین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح ہیں۔ ③ ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جن کا فدیہ دیا گیا تھا وہ اسماعیل علیہ السلام ہیں جبکہ یہودیوں کا کہنا ہے کہ وہ اسحاق تھے مگر یہودی جھوٹ بولتے ہیں۔ ④ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ ⑤ ابن ابو نجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ وہ اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ ⑥ یوسف بن مہران کا بھی یہی قول ہے۔ ⑦ شعبی کہتے ہیں کہ وہ اسماعیل علیہ السلام ہیں اور میں نے مینڈھے کے دونوں سینگوں کو کعبہ میں دیکھا تھا۔ ⑧

محمد بن اسحاق نے حسن بن دینار اور عمرو بن عبید سے اور انھوں نے حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انھیں اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں میں سے جس کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ اسماعیل علیہ السلام تھے۔ ⑨ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ میں نے محمد بن کعب قرظی سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام

---

① تفسیر الطبری :105/23 . ② مسند أحمد :68/4 مزید دیکھیے سنن أبي داود، المناسك، باب في دخول الكعبة، حدیث:2030. ③ تفسیر الطبری :100,99/23 . ④ تفسیر الطبری :99/23 . ⑤ تفسیر الطبری :99/23 . ⑥ تفسیر الطبری :100/23. ⑦ تفسیر الطبری :100,99/23. ⑧ تفسیر الطبری :100/23. ⑨ تفسیر الطبری :101,100/23 .

کو اپنے دونوں بیٹوں میں سے اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا اور کتاب اللہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس بیٹے کے ذکر کے بعد جسے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا، فرمایا ہے: ﴿ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴿۱۱۲﴾ ﴾ ''اور ہم نے اسے اسحاق کی بشارت دی جو صالح لوگوں میں سے نبی ہوگا۔'' اور دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ۝ ﴾ (ھود 11:71) ''پھر ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔'' یعنی بیٹے اور پوتے کی خوشخبری دی اور یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ اسحاق کے ذبح کرنے کا بھی حکم دے اور پھر اس سے اولاد کی بشارت بھی سنائے، لہٰذا یقینی اور حتمی بات یہ ہے کہ جس بیٹے کے ذبح کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا وہ اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔ ① اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن کعب قرظی سے یہ بات بکثرت سنی تھی۔ ②

ابن اسحاق نے بریدہ بن سفیان بن فروہ اسلمی سے اور انھوں نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے، انھوں نے بیان کیا کہ انھوں نے امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے یہ ذکر کیا جبکہ آپ ان کے ساتھ شام میں تھے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان سے فرمایا کہ یہ بات مجھے پہلے معلوم نہ تھی اور میری رائے میں آپ صحیح کہہ رہے ہیں، پھر انھوں نے شام کے ایک شخص کو بلایا جو پہلے یہودی تھا پھر مسلمان ہوگیا اور وہ ایک اچھا مسلمان ثابت ہوا تھا، اس کا تعلق یہود کے علماء میں سے تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ان سے اس بارے میں پوچھا، اور محمد بن کعب کہتے ہیں کہ میں اس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے پاس ہی تھا، حضرت عمر نے ان سے پوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کون سے بیٹے کے بارے میں انھیں ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا؟ اس نے جواب دیا: اسماعیل، اے امیر المومنین! اللہ کی قسم! یہودیوں کو بھی یہ بات معلوم ہے مگر وہ عربوں سے حسد کرتے ہیں کہ تمھارے باپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف عطا فرمایا ہو، حالانکہ انھیں یہ شرف وفضل اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کرنے کی وجہ سے حاصل ہوا تھا مگر یہود اس کے منکر ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ شرف ابراہیم کے بیٹے اسحاق کو حاصل ہوا تھا کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام ان کے باپ ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کون سا بیٹا تھا، ہاں! البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں بیٹے ہی طاہر، طیب اور اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار تھے۔ ③

عبداللہ بن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں نے اپنے والد گرامی (امام احمد رحمہ اللہ) سے پوچھا کہ ذبیح کون ہیں اسماعیل یا اسحاق؟ انھوں نے فرمایا: اسماعیل۔ انھوں نے اسے کتاب الزہد میں ذکر کیا ہے۔ ④ اور ابن ابوحاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (امام ابوحاتم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ صحیح بات یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، انھوں نے یہ بھی کہا کہ حضرت علی، ابن عمر، ابوہریرہ، ابوالطفیل رضی اللہ عنہم، سعید بن مسیّب، سعید بن جبیر، حسن، مجاہد، شعبی، محمد بن کعب قرظی، ابوجعفر محمد بن علی اور ابوصالح رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ ⑤ امام بغوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر

---

① تفسیر الطبری:100/23 . ② تفسیر الطبری:101/23 . ③ تفسیر الطبری:101/23 . ④ الزهد لابن حنبل، زهد عبيد بن عمير، رقم:2321. ⑤ تفسير ابن أبی حاتم:3223/10 .

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (114) وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ (115)

اور یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بھی احسان کیا(114) اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بہت بڑی مصیبت سے نجات دی(115) اور ہم نے ان کی مدد

وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ (116) وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ (117) وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ

کی، چنانچہ وہی غالب آئے(116) اور ہم نے ان دونوں کو انتہائی واضح کتاب دی(117) اور ہم نے ان دونوں کو راہِ راست کی ہدایت دی(118) اور ہم نے ان

الْمُسْتَقِيْمَ (118) وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ (119) سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (120) اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي

دونوں (کے ذکرِ خیر) کو پیچھے آنے والوں میں باقی رکھا(119) موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو(120) بے شک ہم نیکوکاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں(121) بلاشبہ وہ

الْمُحْسِنِيْنَ (121) اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (122)

دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے(122)

میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سعید بن مسیّب، سدی، حسن بصری، مجاہد، ربیع بن انس، محمد بن کعب اور کلبی کا بھی یہی مذہب ہے۔ ① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت ہے، نیز ابوعمرو بن علاء سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ②

امام ابن جریر نے صنابحی سے روایت کیا ہے کہ ہم حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اس بات کا ذکر شروع ہوگیا کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں یا حضرت اسحاق علیہ السلام؟ انھوں نے فرمایا کہ تم نے باخبر شخص سے پوچھا ہے، ہم ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! اے دو ذبیحوں کے صاحبزادے! مجھے بھی اس مال سے دیجیے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر ہنسنے لگے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی گئی: امیر المومنین! دو ذبیحوں سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ عبدالمطلب کو جب زمزم کے کھودنے کا حکم دیا گیا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے لیے اس کام میں آسانی پیدا فرما دیں تو وہ اپنے ایک بیٹے کو ذبح کر دیں گے اور اس سلسلے میں جب قرعہ عبداللہ کے نام نکلا تو ان کے ماموؤں نے عبدالمطلب کو عبداللہ کو ذبح کرنے سے روک دیا اور کہا کہ اپنے بیٹے کے بجائے سو اونٹ فدیے کے طور پر قربان کر دو تو عبدالمطلب نے عبداللہ کے بجائے سو اونٹ فدیے کے طور پر قربان کر دیے تھے جس کی وجہ سے عبداللہ بچ گئے تو ایک ذبیح یہ ہیں اور دوسرے ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ ③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (112)﴾ ”اور ہم نے اسے اسحاق کی بشارت بھی دی جو صالح لوگوں میں سے نبی ہوگا۔“ جب حضرت اسماعیل ذبیح علیہ السلام کے بارے میں بشارت کا پہلے ذکر ہوا تو اب ان کے بھائی اسحاق علیہ السلام کے بارے میں بشارت کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ سورۂ ہود ④ اور سورۂ حجر ⑤ میں بھی اس بشارت کا ذکر ہے۔ ﴿نَبِيًّا﴾ حال مقدور ہے، یعنی ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ بشارت دی کہ ان کے ہاں صالح نبی پیدا ہوگا: ﴿وَبٰرَكْنَا

---

① تفسیر البغوی : 36/4 . ② تفسیر البغوی : 36/4 . ③ تفسیر الطبری: 102,101/23 . ④ هود 71:11 .
⑤ الحجر 53:15 .

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (123) اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ (124) اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ

اور بے شک الیاس بھی یقیناً رسولوں میں سے تھا(123) جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم ڈرتے نہیں؟(124) کیا تم بعل (بت) کو پکارتے ہو اور سب سے

اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ (125) اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ (126) فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ (127)

بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑ دیتے ہو(125) (یعنی) اللہ کو جو تمھارا اور تمھارے اگلے باپ دادوں کا رب ہے؟(126) پھر انھوں نے اسے جھٹلایا، لہٰذا یقیناً وہ

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (128) وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ (129) سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ (130) اِنَّا

(سب عذاب میں) ضرور حاضر کیے جائیں گے(127) سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے(128) اور ہم نے اس (کے ذکرِ خیر) کو پیچھے آنے والوں میں باقی

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (131) اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (132)

رکھا(129) الیاسین (الیاس) پر سلام ہو(130) بے شک ہم نیکوکاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں(131) وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا(132)

عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ (113)﴾ ”اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت (نازل) کی اور ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی نیکی کرنے والا بھی ہے اور کوئی اپنے نفس پر کھلم کھلا ظلم کرنے والا بھی ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○﴾ (ھود 11:48) ”کہا گیا: اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اتر جو تجھ پر اور تیرے ساتھ کی جماعتوں پر (نازل کی گئی) ہیں اور کچھ جماعتیں ہوں گی جنھیں ہم فائدہ دیں گے، پھر انھیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔“

تفسیر آیات:114-122

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان انعامات کا ذکر فرمایا ہے جن سے اس نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو نوازا تھا اور وہ یہ کہ انھیں نبوت عطا فرمائی اور انھیں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو فرعون اور اس کی قوم کے مظالم سے نجات بخشی، فرعون اور اس کی قوم کے لوگ اسرائیلیوں کے ساتھ بہت برا سلوک کرتے تھے، ان کے بیٹوں کو قتل کر دیتے اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتے اور انھیں بہت گھٹیا کاموں کے لیے استعمال کرتے تھے لیکن اس سب کچھ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کی، فرعون اور اس کی قوم کے خلاف مدد فرمائی، ان کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں اور انھیں ان کی زمینوں، مالوں اور ان تمام مویشیوں کا وارث بنا دیا اور ہر اس چیز کا جو انھوں نے زندگی بھر جمع کیا تھا اور پھر اس سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام پر ایک عظیم الشان، واضح، جلی اور روشن کتاب بھی نازل فرمائی، یعنی تورات جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً﴾ (الأنبیآء 21:48) ”اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت اور گمراہی میں) فرق کر دینے والی اور روشنی عطا کی۔“ اور اللہ عزوجل نے یہاں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ (117) وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (118)﴾ ”اور ہم نے ان دونوں کو واضح (المطالب) کتاب عنایت کی اور ہم نے ان دونوں کو سیدھا رستہ دکھایا۔“ یعنی اقوال و افعال میں، ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا

﴿ فِی الْاٰخِرِیْنَ (119) ﴾ ”اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان دونوں (کے ذکر خیر) کو باقی رکھا۔“ یعنی ان کے بعد ان کے ذکر جمیل اور ثنائے حسن کو باقی چھوڑا اور پھر اس کی تفسیر اس طرح فرمائی: ﴿ سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ (120) اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (121) اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ (122) ﴾ ”موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو، بے شک ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ یقیناً وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔“

تفسیر آیات:123-132

الیاس علیہ السلام کا ذکر: قتادہ اور محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ الیاس علیہ السلام ہی ادریس علیہ السلام ہیں۔① اور ابن ابو حاتم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ الیاس علیہ السلام ہی ادریس علیہ السلام ہیں۔② اور ضحاک نے بھی اسی طرح کہا ہے۔③ اور وہب بن منبہ نے کہا ہے کہ وہ الیاس بن یاسین بن فنحاص بن عیزار بن ہارون بن عمران ہیں۔④ اللہ تعالیٰ نے انھیں حزقیل علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں مبعوث فرمایا تھا، اس وقت بنی اسرائیل بعل نامی ایک بت کی پوجا کرتے تھے، انھوں نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی اور غیر اللہ کی عبادت سے منع فرمایا، اس دور کا بادشاہ پہلے تو ایمان لے آیا مگر پھر مرتد ہو گیا، بنی اسرائیل بھی اپنی ضلالت ہی میں مبتلا رہے اور ان میں سے کوئی ایک شخص بھی ایمان نہ لایا۔⑤ حضرت الیاس علیہ السلام نے ان کے لیے بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے تین سال تک انھیں بارش سے محروم کر دیا، پھر انھوں نے الیاس علیہ السلام سے کہا کہ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے قحط سالی کو دور کر کے بارش نازل فرما دے، وہ ان پر ایمان لے آئیں گے، انھوں نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرما دی مگر قوم نے پہلے سے بھی بڑھ کر کفر کا مظاہرہ کیا تو انھوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اب ان کی روح قبض فرما لے۔ الیسع بن اخطوب علیہ السلام نے ان کے ہاتھوں میں پرورش پائی تھی۔

الیاس علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ فلاں جگہ چلے جائیں اور ان کے پاس جو چیز آئے اس پر بلا خوف و خطر سوار ہو جائیں تو ان کے پاس آگ کا ایک گھوڑا آیا، آپ اس پر سوار ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے انھیں نور کا لباس پہنا دیا اور پر عطا فرما دیے اور انھوں نے فرشتوں کے ساتھ انسانی، آسمانی اور زمینی فرشتہ بن کر اڑنا شروع کر دیا۔⑥ وہب بن منبہ نے اہل کتاب سے اسی طرح بیان کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے۔ ﴿ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ (124) ﴾ ”جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم ڈرتے نہیں۔“ یعنی غیر اللہ کی عبادت کرتے ہوئے تم اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں ڈرتے۔ ﴿ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ (125) ﴾ ”کیا تم بعل کو پکارتے (اور اسے پوجتے ہو) اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑ دیتے ہو۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، قتادہ اور سدی نے کہا ہے کہ بعل ان کے خدا کا نام تھا۔⑦ عکرمہ و قتادہ نے کہا ہے کہ یہ اہل یمن کی لغت ہے۔⑧ اور قتادہ سے ایک روایت ہے کہ یہ ازدِ شنوءہ کی لغت کا لفظ ہے۔⑨ اور

---

① تفسیر الطبری :109/23۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم :1336/4۔ ③ تفسیر الطبری :109/23 والدر المنثور :537/5 عن قتادة۔ ④ تفسیر الطبری :111/23۔ ⑤ تفسیر الطبری :111/23۔ ⑥ تفسیر الطبری :111/23-113 و تفسیر القرطبی :115/15۔ ⑦ تفسیر الطبری :110/23۔ ⑧ تفسیر الطبری :110/23۔ ⑨ تفسیر ابن أبی حاتم :3225/10۔

وَاِنَّ لُوۡطًا لَّمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ (133) اِذۡ نَجَّيۡنٰهُ وَاَهۡلَهٗۤ اَجۡمَعِيۡنَ (134) اِلَّا عَجُوۡزًا فِى الۡغٰبِرِيۡنَ (135) ثُمَّ

اور بلاشبہ لوط بھی رسولوں میں سے تھا (133) جب ہم نے اسے اور اس کے اہل سب کو نجات دی (134) سوائے ایک بڑھیا (لوط کی اہلیہ) کے جو پیچھے رہ جانے والوں

دَمَّرۡنَا الۡاٰخَرِيۡنَ (136) وَاِنَّكُمۡ لَتَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهِمۡ مُّصۡبِحِيۡنَ (137) وَبِالَّيۡلِؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (138) ع 4 25 8

میں تھی (135) پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا (136) اور بلاشبہ تم صبح کو ان (کی تباہ شدہ بستیوں) پر سے گزرتے ہو (137) اور رات کو بھی، کیا پھر تم عقل نہیں رکھتے؟ (138)

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ یہ ایک بت کا نام تھا جس کی دمشق کے مغرب کی طرف بعلبک نامی شہر کے لوگ پوجا کرتے تھے۔ ① ضحاک نے بھی کہا ہے کہ یہ ایک بت تھا جس کی لوگ پوجا کرتے تھے۔ ② ﴿ اَتَدۡعُوۡنَ بَعۡلًا ﴾ ”کیا تم بعل کو پکارتے ہو؟“ یعنی اس بت کی پوجا کرتے ہو ﴿ وَتَذَرُوۡنَ اَحۡسَنَ الۡخَالِقِيۡنَ (125) اللّٰهَ رَبَّكُمۡ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ (126) ﴾ ”اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑے دیتے ہو (یعنی) اللہ کو جو تمھارا اور تمھارے پہلے باپ دادا کا پروردگار ہے۔“ یعنی مستحق عبادت تو صرف وہ وحدہٗ لاشریک ہے، ﴿ فَكَذَّبُوۡهُ فَاِنَّهُمۡ لَمُحۡضَرُوۡنَ (127) ﴾ ”تو ان لوگوں نے اسے جھٹلا دیا، سو یقیناً وہ حاضر کیے جائیں گے۔“ یعنی حساب کے دن عذاب کے لیے حاضر کیے جائیں گے ﴿ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِيۡنَ (128) ﴾ ”سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے۔“ یعنی جو موحّد ہوں گے (انھیں عذاب نہ ہو گا۔) یہ کلامِ مثبت موجب سے استثناءِ منقطع ہے۔ ﴿ وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ (129) ﴾ ”اور ان دونوں کا ذکر (خیر) پچھلوں میں (باقی) چھوڑ دیا۔“ یعنی ثناء جمیل۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلۡ يَاسِيۡنَ (130) ﴾ ”الیاسین پر سلام ہو۔“ یہ ایسے ہے جیسے اسماعیل کو اسماعین کہا جاتا ہے۔ یہ بنو اسد کی لغت ہے، اسی طرح کہا جاتا ہے: میکال، میکائیل، میکائین اور ابراہیم و ابراہام، اسرائیل و اسرائین، اسی طرح طور سیناء اور طور سینین ایک ہی جگہ کے نام ہیں، بہر حال یہ سب نام اس طرح استعمال ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ (131) اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ (132) ﴾ ”بے شک ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں، یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔“ اس کی تفسیر قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔ ③ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 133-138

قوم لوط کی ہلاکت کا ذکر: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول لوط علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھیں ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا مگر ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کے اہل کو نجات دی مگر ان کی بیوی اپنی قوم کے ساتھ ہی ہلاک ہو گئی، اللہ تعالیٰ نے انھیں مختلف سزاؤں کے ساتھ ہلاک کیا اور ان کی زمین کی جگہ بحیرہ مردار پیدا کر دیا جو انتہائی بدبودار، قبیح المنظر اور جس کا ذائقہ اور جس کی ہوا بھی انتہائی بدبودار ہے اور اسے ایک ایسے رستے کے قریب بنا دیا ہے جس کے پاس سے مسافر دن رات گزرتے ہیں، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنَّكُمۡ لَتَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهِمۡ

---

① تفسیر الطبری: 111,110/23 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3225/10. ② تفسیر الطبری: 110/23. ③ دیکھیے الصّٰٓفّٰت، آیات 80 و 81 کے ذیل میں۔

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ؕ (139) اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۙ (140) فَسَاهَمَ

اور بے شک یونس یقیناً رسولوں میں سے تھا (139) جب وہ ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ کر گیا (140) پھر (کشتی والوں نے) قرعہ ڈالا تو وہ ہارنے والوں

فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۚ (141) فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ (142) فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ

میں سے ہوگیا (141) تب اسے مچھلی نے نگل لیا جبکہ وہ (خود کو) ملامت کرنے والا تھا (142) پھر اگر (یہ بات) نہ ہوتی کہ بے شک وہ تسبیح کرنے والوں میں سے

النصف

مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۙ (143) لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۚ (144) فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ

تھا (143) تو وہ لوگوں کے دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جانے کے دن (روز قیامت) تک اسی (مچھلی) کے پیٹ میں رہتا (144) پھر ہم نے اسے چٹیل میدان میں

وَهُوَ سَقِيْمٌ ۚ (145) وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۚ (146) وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ

ڈال دیا جبکہ وہ بیمار تھا (145) اور ہم نے اس پر ایک بیل دار درخت (کدو) اگا دیا (146) اور ہم نے اسے ایک لاکھ (انسانوں) کی طرف بھیجا، یا وہ (اس سے کچھ)

اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۚ (147) فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ؕ (148)

زیادہ ہوں گے (147) چنانچہ وہ لوگ ایمان لے آئے تو ہم نے انھیں ایک (مقرر) وقت تک فائدہ (اٹھانے کا موقع) دیا (148)

﴿ مُصْبِحِيْنَ ۙ (137) وَبِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (138) ﴾ ''اور بے شک تم صبح کو بھی ان (کی تباہ شدہ بستیوں) پر سے گزرتے ہو اور رات کو بھی، تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟'' یعنی کیا تم اس بات سے عبرت حاصل نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو کس طرح تباہ و برباد کر دیا تھا اور تم یہ جانتے ہو کہ کافروں کو بھی اسی طرح کا عذاب ہوگا۔

تفسیر آیات: 139-148

یونس علیہ السلام کا قصہ: حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ قبل ازیں سورۂ انبیاء میں گزر چکا ہے۔① اور صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ: أَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُونُسَ بْنِ مَتّٰى] ''کسی بندے کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متّٰی سے بہتر ہوں۔''②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (140) ﴾ ''جب وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کی طرف گیا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مشحون کے معنی ہیں سامان سے بھری ہوئی ﴿ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ (141) ﴾ ''پھر (کشتی والوں نے) قرعہ ڈالا تو وہ ہارنے والوں میں سے ہوگیا۔'' یعنی وہ مغلوب ہوگئے اور وہ اس طرح کہ سمندر کی موجوں نے کشتی کو چاروں طرف سے اپنی لپیٹ میں لے لیا جس کی وجہ سے سب لوگ غرق ہونے کے قریب پہنچے تو انھوں نے قرعہ اندازی کی تاکہ جس کے نام قرعہ نکلے اسے سمندر میں پھینک دیا جائے اور کشتی کا بوجھ کم ہو جائے، قرعہ تین بار ڈالا گیا اور تینوں بار اللہ کے نبی یونس علیہ السلام کا نام نکلا اور کشتی والے اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ وہ آپ کو کشتی سے اتار کر سمندر

---

① دیکھیے الأنبیآء، آیات: 88,87 کے ذیل میں۔ ② صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۙ ﴾ (الأنعام 6:86)، حدیث: 4630 و صحیح مسلم، الفضائل، باب فی ذکر یونس علیہ السلام ......، حدیث: 2377 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما.

میں پھینکیں مگر ان کے انکار کے باوجود آپ نے کپڑے اتارے اور سمندر میں چھلانگ لگا دی، ادھر اللہ تعالیٰ نے بحر اخضر کی ایک مچھلی کو حکم دیا کہ وہ سمندروں کو چیرتی ہوئی فوراً وہاں پہنچے اور یونس علیہ السلام کو نگل لے مگر نہ ان کے گوشت کو کھائے اور نہ ان کی کسی ہڈی کو توڑے۔ ادھر یہ مچھلی آ گئی، ادھر یونس علیہ السلام نے چھلانگ لگا دی تو مچھلی نے انھیں نگل لیا اور انھیں لے کر چل دی اور سارے سمندر میں لے کر گھومتی پھرتی رہی...... مچھلی کے پیٹ میں یونس علیہ السلام نے خیال کیا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں، پھر انھوں نے اپنے سر پاؤں اور اطراف کو ہلایا تو انھیں معلوم ہوا کہ وہ فوت نہیں ہوئے، بلکہ زندہ ہیں تو انھوں نے کھڑے ہو کر مچھلی کے پیٹ میں نماز پڑھنا شروع کر دی اور وہاں انھوں نے جو دعائیں مانگیں ان میں ایک دعا یہ بھی تھی: ''اے میرے رب! میں نے تیرے لیے ایک ایسی جگہ مسجد بنائی ہے، جہاں تک کوئی انسان نہیں پہنچا۔'' اس بارے میں اختلاف ہے کہ یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنی مدت رہے۔ امام قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ تین دن۔① امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سات دن، ابو مالک کا قول ہے کہ چالیس دن۔② مجاہد نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ مچھلی نے آپ کو چاشت کے وقت نگلا تھا اور شام کے وقت اگل دیا تھا۔③ اس مدت کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ (143) لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (144) ﴾ ''پھر اگر (یہ بات) نہ ہوتی کہ بے شک وہ تسبیح کرنے والوں میں سے تھا تو وہ اس روز تک کہ (جس میں) لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے، اس (مچھلی) کے پیٹ میں رہتا۔'' اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر خوش حالی کے زمانے کے ان کے عمل نہ ہوتے جیسا کہ ضحاک بن قیس، ابو العالیہ، وہب بن منبہ، قتادہ اور کئی دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔④

اور امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔⑤ اُس حدیث سے، جسے ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آگے ذکر کریں گے، یہی بات معلوم ہوتی ہے، بشرطیکہ یہ حدیث صحیح ہو اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے: [تَعَرَّفْ (إِلَى اللّٰهِ) فِي الرَّخَاءِ، يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ] ''تم اللہ تعالیٰ کو خوش حالی میں پہچانو، وہ تمھیں تمھاری سختی کے دنوں میں پہچانے گا۔''⑥ اور یہ بھی کہا گیا ہے: ﴿ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ (143) ﴾ سے مراد یہ ہے کہ ﴿ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ○﴾ (الأنبياء 21:87،88) ''پھر اس نے اندھیروں میں (ہمیں) پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ہی ظالموں میں سے ہوں، تو ہم نے اس کی دعا قبول کر لی اور ہم نے اسے غم سے نجات بخشی اور ایمان والوں کو ہم اسی طرح نجات دیا کرتے

---

① تفسیر ابن أبی حاتم :3230/10 . ② تفسیر ابن أبی حاتم :3230/10 و تفسیر الطبری :121/23 . ③ تفسیر ابن أبی حاتم :3229/10. ④ تفسیر الطبری :119/23 و تفسیر ابن أبی حاتم :3229/10. ⑤ تفسیر الطبری :119/23.

⑥ مسند أحمد :307/1، جبکہ قوسین والے الفاظ المعجم الکبیر للطبرانی :123/11، حدیث:11243 و المستدرك للحاکم ، معرفة الصحابة :541/3، حدیث :6303 میں ہے، مزید اس جملے کے علاوہ دیکھیے جامع الترمذی، صفة القیامة، باب حدیث حنظلة......، حدیث :2516 .

ہیں۔‘‘ یہ سعید بن جبیر وغیرہ کا قول ہے۔ ①

امام ابن ابو حاتم نے حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت کیا ہے اور انس ؓ نے حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے ہی مرفوع بیان کیا ہے : [أَنَّ يُونُسَ النَّبِيَّ ؑ حِينَ بَدَالَهُ أَنْ يَّدْعُوَ بِهٰذِهِ الْكَلِمَاتِ، وَهُوَ فِي بَطْنِ الْحُوتِ، فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ! لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ، فَأَقْبَلَتِ الدَّعْوَةُ تَحُفُّ بِالْعَرْشِ، قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ: يَا رَبِّ! هٰذَا صَوْتٌ ضَعِيفٌ مَّعْرُوفٌ مِّنْ بِلَادٍ بَعِيدَةٍ غَرِيبَةٍ! فَقَالَ: أَمَا تَعْرِفُونَ ذٰلِكَ؟ قَالُوا: يَا رَبِّ! وَمَنْ هُوَ؟ قَالَ :عَبْدِي يُونُسُ، قَالُوا : عَبْدُكَ يُونُسُ الَّذِي لَمْ يَزَلْ يُرْفَعُ لَهُ عَمَلٌ مُّتَقَبَّلٌ وَّدَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ؟ قَالُوا: يَارَبِّ! أَوَلَا تَرْحَمُ مَا كَانَ يَصْنَعُ فِي الرَّخَاءِ فَتُنَجِّيَهُ مِنَ الْبَلَاءِ؟ قَالَ: بَلٰى! فَأَمَرَ الْحُوتَ، فَطَرَحَهُ بِالْعَرَاءِ] ’’اللہ کے نبی یونس ؑ نے جب ان کلمات کے ساتھ دعا شروع کی جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے تو انھوں نے کہا: ’’اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، یقیناً میں (اپنے آپ پر) زیادتی کرنے والوں میں سے ہوں‘‘ تو دعا کے ان کلمات نے عرش کو گھیر لیا، فرشتوں نے عرض کی: اے رب! یہ کمزور سی آواز جانی پہچانی معلوم ہوتی ہے جو کسی دور دراز کے اجنبی سے علاقے سے آرہی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’کیا تم نہیں جانتے کہ یہ کس کی آواز ہے۔‘‘ فرشتوں نے عرض کی: اے رب! یہ کس کی آواز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے یونس کی، فرشتوں نے عرض کی: تیرا وہی بندہ یونس جن کے اعمال صالحہ اور جن کی قبول ہونے والی دعائیں ہمیشہ آپ کے پاس پہنچتی رہی ہیں؟ فرشتوں نے عرض کی کہ یا اللہ! اس کے آسودگی میں کیے گئے اعمال کے عوض تو اس پر رحم فرما کر اسے آزمائش سے نجات نہیں دے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیوں نہیں! پھر اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا اور اس نے آپ کو ایک چٹیل میدان میں ڈال دیا۔‘‘ ②

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ ﴾ ’’پھر ہم نے انھیں چٹیل میدان میں ڈال دیا۔‘‘ ابن عباس ؓ اور دیگر مفسرین نے فرمایا ہے کہ عراء ایسی زمین کو کہتے ہیں جس میں نہ نباتات ہوں اور نہ کوئی عمارت۔ ③ ﴿ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴾ ’’جبکہ وہ بیمار تھا۔‘‘ یعنی ان کا بدن کمزور تھا۔ ﴿ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴾ ’’اور ہم نے اس پر ایک بیل دار پودا (جیسے کدو وغیرہ) اگا دیا۔‘‘ ابن مسعود، ابن عباس ؓ، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، وہب بن منبہ، ہلال بن یساف، عبداللہ بن طاؤس، سدی، قتادہ، ضحاک، عطاء خراسانی اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ ﴿ يَقْطِيْنٍ ﴾ کے معنی کدو کے ہیں۔ ④

بعض لوگوں نے کدو کے کچھ خاص فوائد بھی ذکر کیے ہیں، مثلاً: اس کا جلدی اگنا، اس کے پتوں کے بڑے اور ملائم ہونے کی وجہ سے سایہ کرنا، مکھی کا اس کے قریب نہ آنا، اس کے پھل کا عمدہ غذا ہونا اور اس کا کچا اور پکا کر کھایا جانا اور اس کے گودے اور چھلکے دونوں کا کھایا جانا وغیرہ۔ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کدو کو پسند فرمایا کرتے اور اس کی

---

① تفسير الطبرى:121/23 . ② تفسير ابن أبى حاتم:3228/10 و تفسير الطبرى:120,119/23 . ③ تفسير الطبرى:121/23 . ④ تفسير القرطبى:129/15 و تفسير الطبرى:124,123/23.

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ (149) ۙ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ

پھر ان (اہل مکہ) سے پوچھیے: کیا آپ کے رب کے لیے تو بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے؟ (149) یا ہم نے فرشتوں کو مؤنث پیدا کیا اور وہ حاضر تھے؟ (150)

شٰهِدُوْنَ (150) اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ (151) ۙ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (152)

خبردار! بلاشبہ وہ اپنی طرف سے جھوٹ گھڑ کر کہتے ہیں (151) کہ ”اللہ نے اولاد جنی“ اور یقیناً وہ جھوٹے ہیں (152) کیا اس نے بیٹوں پر بیٹیوں کو پسند کیا (ترجیح دی)

اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ (153) ؕ مَا لَكُمْ قف كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (154) اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (155) ۚ اَمْ لَكُمْ

ہے؟ (153) کیا ہو گیا ہے تمھیں، تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ (154) کیا پھر تم غور نہیں کرتے؟ (155) یا تمھارے پاس کوئی واضح دلیل ہے؟ (156) پھر تم اپنی کتاب لے آؤ اگر تم

سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ (156) ۙ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (157) وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ

سچے ہو (157) اور انھوں نے اس (اللہ) کے اور جنوں کے درمیان رشتہ ٹھہرایا، حالانکہ بلاشبہ خود جنوں نے جان لیا کہ وہ (اللہ کے سامنے) ضرور حاضر کیے جائیں

عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ (158) ۙ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (159) ۙ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (160)

گے (158) اللہ ان (باتوں) سے پاک ہے جو وہ (اس کے بارے میں) بیان کرتے ہیں (159) سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے (وہ ایسی باتیں نہیں کرتے) (160)

قاشوں (ٹکڑوں) کو برتن میں سے تلاش فرمایا کرتے تھے۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ (147) ﴾ ”اور ہم نے اسے ایک لاکھ (لوگوں) کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا یا وہ (اس سے کچھ) زیادہ ہوں گے۔“ یعنی جن لوگوں کی طرف انھیں پہلے بھیجا گیا تھا مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد انھی کی طرف انھیں دوبارہ بھیجا گیا تو انھوں نے اس کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لے آئے۔ ﴿ اَوْ يَزِيْدُوْنَ (147) ﴾ ”یا (اس سے کچھ) زیادہ ہوں گے۔“ مکحول کہتے ہیں کہ ان کی تعداد ایک لاکھ دس ہزار تھی۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اہل بصرہ میں سے بعض اہل عربیت کہتے تھے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی تعداد ایک لاکھ تھی یا تمھارے نزدیک اس سے بھی زیادہ تھی گویا تمھارے نزدیک بھی ان کی تعداد یہی تھی۔② ابن جریر نے یہاں وہی طریقہ اختیار کیا ہے جو انھوں نے درج ذیل آیات میں اختیار کیا ہے: ﴿ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ ﴾ (البقرة 74:2) ”پھر اس کے بعد تمھارے دل سخت ہو گئے، چنانچہ وہ پتھروں کے مانند ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت۔“ ﴿ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ ﴾ (النسآء 77:4) ”ایک گروہ ان میں سے لوگوں سے یوں ڈرنے لگا جیسے اللہ سے ڈرنا چاہیے یا وہ اس سے بھی بڑھ کر خوفزدہ تھا۔“ اور ﴿ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ ﴾ (النجم 9:53) ”تو دو کمان کے بقدر یا اس سے بھی زیادہ قریب ہو گیا۔“ سے مراد اس سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہے ﴿ فَاٰمَنُوْا ﴾ ”تو وہ ایمان لے آئے۔“ یعنی یہ سب لوگ۔ ایمان لے آئے جن کی طرف یونس علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا، ﴿ فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ (148) ﴾ ”سو ہم نے بھی انھیں (دنیا میں) ایک وقت (مقرر) تک فائدہ دیا ہے۔“ یعنی ان لوگوں کی موت کے وقت تک جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے

---

① صحيح البخاري، الأطعمة، باب من ناول أو قدم إلى صاحبه......، حديث :5439 و صحيح مسلم، الأشربة، باب جواز أكل المرق واستحباب أكل اليقطين......، حديث :2041 عن أنس ﷺ. ② تفسير الطبري:125/23.

فرمایا ہے: ﴿ فَلَوْلَا کَانَتْ قَرْیَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِیْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا کَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ ○ ﴾ (یونس 98:10) ”پھر کیوں نہ ہوئی کوئی بستی ایسی کہ وہ (عذاب سے پہلے) ایمان لائی ہو، پھر اس کے ایمان نے اسے نفع دیا ہو، سوائے قومِ یونس کے، جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان سے دنیاوی زندگی میں ذلت کا عذاب ٹال دیا اور ہم نے انھیں ایک (مقرر) وقت تک فائدہ (اٹھانے) دیا۔“

تفسیر آیات:149-160

اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرنے والوں کی تردید: اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے جنھوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے تو بیٹیاں قرار دیں اور اپنے لیے پسندیدہ اولاد بیٹوں کو چاہا، یعنی اپنے لیے گویا اچھی چیز کو پسند کیا۔ ﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ کَظِیْمٌ ○ ﴾ (النحل 58:16) ”حالانکہ جب ان میں سے کسی کو بیٹی (کے پیدا ہونے) کی بشارت دی جائے تو اس کا چہرہ (غم کے سبب) کالا پڑ جاتا ہے اور وہ غم و غصے سے بھرا ہوتا ہے۔“ یعنی اسے یہ خبر بہت بری محسوس ہوتی ہے، اس لیے اپنے لیے وہ بیٹوں ہی کو پسند کرتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ اس کی طرف ایسی چیزوں کو کیوں منسوب کرتے ہیں جنھیں خود اپنے لیے پسند نہیں کرتے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَاسْتَفْتِهِمْ ﴾ ”سو آپ ان سے پوچھیں۔“ یعنی ان کی اس روش کا انکار کرتے ہوئے ان سے یہ پوچھیے کہ ﴿ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ (149) ﴾ ”بھلا تمھارے پروردگار کے لیے تو بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے؟“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی ○ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی ○ ﴾ (النجم 22,21:53) ”(مشرکو!) کیا تمھارے لیے تو بیٹے اور اس (اللہ) کے لیے بیٹیاں؟ یہ تو پھر بڑی ہی بے انصافی کی تقسیم ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِکَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ (150) ﴾ ”یا ہم نے فرشتوں کو مؤنث پیدا کیا اور وہ (اس وقت) دیکھ رہے تھے؟“ یعنی انھوں نے فرشتوں کے بارے میں یہ کیسے فیصلہ کر دیا کہ وہ مؤنث ہیں، حالانکہ وہ تو ان کی تخلیق کے وقت موجود ہی نہ تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِکَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُکْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَیُسْئَلُوْنَ ○ ﴾ (الزخرف 19:43) ”اور انھوں نے فرشتوں کو، جو رحمٰن کے بندے ہیں، (اللہ کی) بیٹیاں مقرر کیا۔ کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت حاضر تھے، ان کی شہادت ضرور لکھ لی جائے گی اور ان سے باز پرس کی جائے گی۔“ یعنی ان سے روزِ قیامت اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ﴿ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْکِهِمْ لَیَقُوْلُوْنَ (151) وَلَدَ اللّٰهُ ﴾ ”خبردار! بے شک وہ اپنی طرف سے جھوٹ گھڑ گھڑ کر کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد جنی۔“ یعنی اس نے اولاد کو جنم دیا ہے، ﴿ وَاِنَّهُمْ لَکٰذِبُوْنَ (152) ﴾ ”اور کچھ شک نہیں کہ وہ جھوٹے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے فرشتوں کے بارے میں تین قول ذکر کیے ہیں جو حد درجہ کذب و کفر پر مبنی ہیں: (1) انھوں نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کی اولاد ثابت کی، حالانکہ اس کی ذات اولاد سے پاک ہے۔ (2) اس اولاد کو انھوں نے لڑکیاں قرار دیا اور (3) پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کے بجائے ان کی پوجا شروع کر دی، ان میں سے ہر بات

فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ (161) ۙ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ (162) ۙ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ

(اے مشرکو!) بے شک تم اور (وہ) جن کی تم عبادت کرتے ہو (161) تم (ان مخلص بندوں کو) اس (اللہ) کے خلاف بہکانے والے نہیں (162) مگر اسی کو جو جہنم

الْجَحِيْمِ (163) وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ (164) ۙ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ (165) ۚ وَاِنَّا

میں جانے والا ہے (163) (فرشتے کہتے ہیں:) ہم میں سے تو ہر ایک کا مقام مقرر ہے (164) اور بے شک ہم (اللہ کے حضور) یقیناً صف باندھے کھڑے

لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ (166) وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ (167) ۙ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ

رہنے والے ہیں (165) اور بے شک ہم تو تسبیح کرنے والے ہیں (166) اور بلاشبہ وہ (کفار) کہتے تھے (167) اگر ہمارے پاس اگلوں کی نصیحت (کتاب) ہوتی (168)

الْاَوَّلِيْنَ (168) ۙ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (169) فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (170)

تو ہم ضرور اللہ کے چنے ہوئے بندے ہوتے (169) پھر (پیغمبر قرآن لے کر آیا تو) انھوں نے اس (قرآن) کا انکار کر دیا، لہٰذا عنقریب وہ جان لیں گے (170)

ان کے آتش جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لیے کافی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ (153) ؕ ﴾ ”کیا اس نے بیٹوں پر بیٹیوں کو پسند کیا ہے؟“ یعنی اسے کس چیز نے مجبور کیا ہے کہ وہ بیٹوں کے بجائے بیٹیوں کو اپنے لیے پسند کرے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ○ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 40:17) ”(مشرکو!) کیا تمھارے پروردگار نے تمھیں بیٹوں کے ساتھ چن لیا اور (خود) فرشتوں کو بیٹیاں بنا لیا؟ کچھ شک نہیں کہ تم بڑی (نامعقول) بات کہتے ہو۔“ اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (154) ﴾ ”کیا ہو گیا ہے تمھیں، تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟“ یعنی کیا تم میں عقل نہیں ہے جس سے تم اپنی بات پر غور کر سکو؟ ﴿ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (155) ۚ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ (156) ۙ ﴾ ”بھلا تم غور (کیوں) نہیں کرتے یا تمھارے پاس کوئی صریح دلیل ہے؟“ یعنی تم جو کہتے ہو کیا اس کی تمھارے پاس کوئی دلیل ہے؟ ﴿ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (157) ﴾ ”پس اگر تم سچے ہو تو اپنی کتاب لے آؤ۔“ یعنی اپنی اس بات کی کوئی دلیل پیش کرو اور وہ دلیل کسی ایسی کتاب میں سے ہونی چاہیے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل کیا ہو اور جس سے یہ ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے کیونکہ تم جو بات کہتے ہو اس کی کوئی عقلی دلیل تو ہو نہیں سکتی بلکہ عقل تو بالکل اس بات کو جائز قرار نہیں دیتی، ﴿ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ ﴾ ”اور انھوں نے اس (اللہ) کے درمیان اور جنوں کے درمیان رشتہ مقرر کیا۔“

مجاہد نے کہا کہ مشرکین نے جب یہ کہا تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ان کی مائیں کون ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ سردار جنات کی بیٹیاں ان کی مائیں ہیں۔ ① قتادہ اور ابن زید کا بھی یہی قول ہے۔ ② اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ ﴾ ”حالانکہ بلاشبہ جنوں نے بھی جان لیا۔“ جن کی طرف انھوں نے بات کو منسوب کیا ہے ﴿ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ (158) ۙ ﴾ ”بلاشبہ وہ (اللہ کے سامنے) ضرور حاضر کیے جائیں گے۔“ یعنی

---

① تفسیر الطبری:129/23 . ② تفسیر الطبری:129/23 .

جنھوں نے یہ بات کہی ہے اس کذب و افتراء کی وجہ سے انھیں قیامت کے دن عذاب کے لیے حاضر کیا جائے گا کیونکہ انھوں نے علم کے بغیر یہ باطل بات کہی تھی۔ ﴿ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ (159) ﴾ ''وہ جو کچھ بیان کرتے ہیں اللہ اس سے پاک ہے۔'' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کی اولاد ہو، وہ ان ظالموں اور ملحدوں کی بات سے بہت بلند و بالا اور ارفع واعلیٰ ہے۔ ﴿ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِيۡنَ (160) ﴾ ''سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے (وہ ایسی بات نہیں کہتے۔)'' یہ کلام مثبت سے استثناء منقطع ہے الا یہ کہ ﴿ عَمَّا يَصِفُوۡنَ (159) ﴾ کی ضمیر سب لوگوں کی طرف لوٹتی ہو اور پھر ان میں سے مخلصین کو مستثنیٰ کیا گیا ہو، مخلصین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہر نبی اور رسول پر نازل ہونے والے حق کی اتباع کرنے والے ہوں (تو پھر استثناء منقطع کے بجائے متصل ہے۔)

تفسیر آیات:161-170

مشرکین کی بات کو وہی قبول کر سکتا ہے جو ان سے بھی زیادہ گمراہ ہو: اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَاِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ (161) مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَيۡهِ بِفٰتِنِيۡنَ (162) اِلَّا مَنۡ هُوَ صَالِ الۡجَحِيۡمِ (163) ﴾ ''سو تم اور جنھیں تم پوجتے ہو، اس (اللہ) کے خلاف بہکانے والے نہیں، مگر اسے جو جہنم میں جانے والا ہے۔'' یعنی تمھاری اس بات اور اس ضلالت اور باطل عبادت کو صرف ایسا شخص ہی قبول کر سکتا ہے جو تم سے زیادہ گمراہ ہو اور جسے جہنم رسید ہونے کے لیے پیدا کیا گیا ہو کیونکہ ﴿ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ بِهَا ۡ وَلَهُمۡ اَعۡيُنٌ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ بِهَا ۡ وَلَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا يَسۡمَعُوۡنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ ۝ ﴾ (الأعراف 179:7) ''ان کے دل تو ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں، یہ لوگ (بالکل) چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوئے، یہی لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔'' اس قسم کے لوگ ہیں جو دین شرک، کفر اور ضلالت کو قبول کر سکتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّكُمۡ لَفِىۡ قَوۡلٍ مُّخۡتَلِفٍ ۝ يُّؤۡفَكُ عَنۡهُ مَنۡ اُفِكَ ۝ ﴾ (الذّٰریٰت 9,8:51) ''(اے اہل مکہ) تم ایک مختلف بات میں (پڑے ہوئے) ہو، اس سے وہی پھیرا جاتا ہے جو (اللہ کی طرف سے) پھیرا جائے۔'' یعنی اس بات کے ساتھ وہ گمراہ ہوتا ہے جو راہِ راست سے بھٹکا ہوا اور باطل پر اٹکا ہوا ہو۔

فرشتوں کا مقام اور صفیں باندھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا: کفار ومشرکین نے ازراہ کفر وکذب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اس سے پاک قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعۡلُوۡمٌ (164) ﴾ ''اور (فرشتے کہتے ہیں کہ) ہم میں سے تو ہر ایک کا مقام مقرر ہے۔'' یعنی ان میں سے ہر ایک کے لیے آسمانوں میں ایک مخصوص جگہ اور عبادت کے خاص مقامات ہیں جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتا۔ امام ضحاک نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کرتے تھے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا فِي سَمَاءِ الدُّنْيَا مَوْضِعُ قَدَمٍ إِلَّا عَلَيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ أَوْ قَائِمٌ] ''آسمان دنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدے یا قیام کی حالت

میں نہ ہو۔''① اور یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۝۱۶۴﴾ ''اور ہم میں سے تو ہر ایک کا مقام مقرر ہے۔'' ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آسمانوں میں ایک ایسا آسمان بھی ہے کہ جس میں ایک بالشت برابر بھی ایسی جگہ نہیں جہاں کسی فرشتے کی پیشانی یا قدم نہ ہوں، پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۝۱۶۴﴾ ۔② سعید بن جبیر نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ ﴿وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ۝۱۶۵﴾ ''اور بے شک ہم تو البتہ (اللہ کے حضور) صف باندھے کھڑے رہنے والے ہیں۔'' یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں جیسا کہ قبل ازیں ﴿وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝۱ۙ﴾ (الصّٰٓفّٰت 1:37) کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے۔③

ابن ابو حاتم اور ابن جریر نے روایت کیا ہے، ابونضرہ نے کہا ہے کہ جب نماز کے لیے اقامت کہہ دی جاتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کی طرف منہ کر کے فرماتے کہ اپنی صفوں کو درست کرو، سیدھے کھڑے ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم (صفیں بنانے میں) فرشتوں کی سیرت کو اختیار کرو، پھر یہ آیت پڑھتے: ﴿وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ۝۱۶۵﴾ ''اور بے شک ہم تو البتہ (اللہ کے حضور) صف باندھے کھڑے رہنے والے ہیں۔'' اے فلاں شخص! تم پیچھے ہو جاؤ، اے فلاں! تم آگے ہو جاؤ، پھر آپ آگے بڑھ کر تکبیر کہتے۔④ صحیح مسلم میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ:جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ، وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا، وَّجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُورًا] ''ہمیں لوگوں پر تین باتوں میں فضیلت دی گئی ہے: (1) ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنا دی گئی ہیں۔ (2) ہمارے لیے ساری زمین کو مسجد اور (3) اس کی مٹی کو ہمارے لیے پاک کرنے والا بنا دیا گیا ہے۔''⑤ ﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ۝۱۶۶﴾ ''اور یقیناً ہم تو تسبیح کرنے والے ہیں۔'' یعنی ہم صفیں باندھ کر رب تعالیٰ کی تسبیح، تمجید، تقدیس اور نقائص سے تنزیہ بیان کرتے رہتے ہیں، ہم اس کے غلام، اس کے محتاج اور اس کے سامنے عجز و نیاز کا اظہار کرتے ہیں۔

قریش کی تمنا کہ ان کے پاس کوئی کتاب نصیحت ہوتی! ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ۝۱۶۷ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۶۸ۙ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝۱۶۹﴾ ''اور بلاشبہ وہ (کفار) کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس اگلوں کی کوئی نصیحت (کی کتاب) ہوتی تو ہم ضرور اللہ کے چنے ہوئے بندے ہوتے۔''

---

① تفسیر الطبری :133/23 اور مسند أحمد :173/5 میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حسن درجے کی روایت کے الفاظ یوں ہیں: [......مَا فِيهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ، إِلَّا عَلَيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ......] ''......آسمان میں چار انگلیوں کے بقدر بھی جگہ نہیں ہے مگر فرشتہ وہاں سجدہ کر رہا ہے......'' ② المعجم الكبير للطبراني:214/9، حديث:9042 وشعب الإيمان للبيهقي، باب في الإيمان بالملائكة:178,177/1، حديث :159 و تفسير الطبري :135/23 وتفسير ابن أبي حاتم :3232/10 وتفسير عبدالرزاق: 107/3، رقم:2565، البتہ مذکورہ حوالوں میں ﴿وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۝۱۶۴﴾ کے بجائے اس کے بعد والی دو آیات: ﴿وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ۝۱۶۵ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ۝۱۶۶﴾ ہیں۔ ③ دیکھیے الصّٰٓفّٰت، آیت: 1 کے ذیل میں۔ ④ تفسیر ابن أبي حاتم :3233,3232/10 و تفسير الطبري :134/23 . ⑤ صحيح مسلم، كتاب و باب المساجد و مواضع الصلاة، حديث :522 .

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۚۖ (171) اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۪ (172) وَاِنَّ جُنْدَنَا

اور درحقیقت ہمارا وعدہ پہلے ہی اپنے ان بندوں کے لیے صادر ہو چکا ہے جو رسول ہیں (171) کہ یقیناً انھی کی ہی مدد کی جائے گی (172) اور بلاشبہ ہمارا لشکر ہی

لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (173) فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۙ (174) وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ (175) اَفَبِعَذَابِنَا

غالب رہے گا (173) تو ایک مدت تک آپ ان سے منہ موڑ لیجیے (174) اور انھیں دیکھتے رہیے (کہ ان پر عذاب آیا ہی چاہتا ہے) پھر جلد ہی وہ بھی دیکھ لیں

يَسْتَعْجِلُوْنَ (176) فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ (177) وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى

گے (175) کیا پھر وہ ہمارا عذاب جلدی مانگتے ہیں؟ (176) پھر جب وہ ان کے صحن میں نازل ہوگا تو ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بہت بری ہوگی (177) اور ان سے

حِيْنٍ ۙ (178) وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ (179)

ایک مدت تک منہ موڑ لیجیے (178) اور (انھیں) دیکھتے رہیے، جلد ہی وہ بھی دیکھ لیں گے (179)

اے محمد (ﷺ!) آپ کے آنے سے پہلے یہ لوگ تمنا کیا کرتے تھے کہ اے کاش! ان کے پاس کوئی ایسا شخص ہو جو انھیں اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلائے، پہلے لوگوں کی باتیں بتائے اور ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب لائے جیسا کہ اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۙ ﴾ (فاطر 42:35) ''اور انھوں نے اللہ کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آیا تو وہ ضرور ہر ایک امت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے، پھر جب ان کے پاس ڈرانے والا آیا تو اس (کی آمد) نے انھیں (حق سے) نفرت ہی میں زیادہ کیا۔'' اور فرمایا: ﴿ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۙ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴾ (الأنعام 157,156:6) ''تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے صرف دو گروہوں (یہود و نصاریٰ) پر کتاب نازل کی گئی تھی اور بے شک ہم تو ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے۔ یا تم (یہ نہ) کہو کہ اگر بے شک ہم پر کتاب نازل کی جاتی تو ہم ضرور ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے، چنانچہ یقیناً تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک واضح کتاب اور ہدایت اور رحمت آ گئی ہے۔ پھر اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے منہ موڑا؟ جو لوگ ہماری آیات سے منہ موڑتے ہیں ہم انھیں جلد سخت عذاب کی صورت میں سزا دیں گے، اس لیے کہ وہ (حق سے) منہ موڑتے تھے۔'' اس لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (170) ﴾ ''پھر (جب پیغمبر قرآن لے کر آیا تو) انھوں نے اس کا انکار کر دیا، لہٰذا عنقریب وہ جان لیں گے۔'' ان کے اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کرنے کی وجہ سے یہ زبردست وعید اور بہت شدید سرزنش ہے۔

تفسیر آیات: 179-171

نصرت کا وعدہ اور قریش سے اعراض کا حکم: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۚۖ (171) ﴾

”اور البتہ تحقیق اپنے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے ہی صادر ہو چکی ہے۔“ یعنی کتاب اول میں یہ بات پہلے ہی لکھی جا چکی ہے کہ دنیا و آخرت میں اچھا انجام میرے پیغمبروں اور ان کے پیروکاروں ہی کا ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ ﴾ (المجادلة 58:21) ”اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب آئیں گے، بے شک اللہ زور آور، نہایت غالب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ۙ ﴾ (المؤمن 40:51) ”بے شک ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (قیامت کو بھی۔)“ اسی لیے اللہ جل جلالہ نے بیان فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝١٧١ۚ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝١٧٢ ﴾ ”اور البتہ تحقیق اپنے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے ہی صادر ہو چکی ہے کہ بے شک البتہ وہی مدد کیے جائیں گے۔“ یعنی دنیا و آخرت میں۔ جیسا کہ قبل ازیں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جن قوموں نے اپنے انبیاء کی تکذیب و مخالفت کی تھی ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو کس طرح فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا تھا اور کافروں کو ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو کس طرح نجات عطا فرمائی تھی۔① ﴿ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝١٧٣ ﴾ ”اور بلاشبہ ہمارا ہی لشکر غالب رہے گا۔“ اور اسی کا انجام اچھا ہوگا۔ ﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝١٧٤ۙ ﴾ ”تو آپ ایک مدت تک ان سے منہ موڑ لیجیے۔“ یعنی آپ کو جو ایذا دیتے ہیں اس پر صبر کریں اور ایک وقت مقرر تک انتظار کریں، ہم عنقریب تمھیں عافیت، نصرت اور کامیابی سے سرفراز کریں گے۔ ﴿ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ۝١٧٥ ﴾ ”اور آپ انھیں دیکھتے رہیں، پس وہ بھی عنقریب (کفر کا انجام) دیکھ لیں گے۔“ یعنی انتظار کریں اور دیکھیں کہ تمھاری مخالفت اور تکذیب کی وجہ سے یہ کیسے کیسے عذاب اور تباہ کاریوں میں مبتلا ہوتے ہیں، اسی لیے وعید اور سرزنش کے طور پر فرمایا: ﴿ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ۝١٧٥ ﴾ ”تو وہ بھی عنقریب (کفر کا انجام) دیکھ لیں گے۔“

پھر فرمایا: ﴿ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝١٧٦ ﴾ ”کیا پھر ہمارا عذاب وہ جلدی مانگتے ہیں۔“ یعنی یہ لوگ تمھاری تکذیب اور تمھارے ساتھ کفر کی وجہ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ان کرتوتوں کی وجہ سے ان سے سخت ناراض ہے اور وہ انھیں عنقریب سزا دے گا، اس کے باوجود یہ لوگ از راہ کفر و عناد عذاب اور سزا کے لیے جلدی کر رہے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝١٧٧ ﴾ ”مگر جب وہ ان کے (گھروں کے) صحن میں آ اترے گا تو ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بری ہوگی۔“ یعنی جب ان کے علاقے میں عذاب نازل ہوگا تو ان کی ہلاکت اور تباہی و بربادی کا یہ بدترین دن ہوگا۔ سدی نے کہا ہے کہ ﴿ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جب وہ ان کے گھروں میں نازل ہوگا۔② ﴿ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝١٧٧ ﴾ ”تو ان ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بدترین ہوگی۔“

---

① دیکھیے آل عمرٰن، آیت :123-126 کے ذیل میں اور الأنعام، آیت : 34 کے ذیل میں عنوان ”نبی اکرم ﷺ کے لیے تسلی“

② تفسير الطبري :138/23.

سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ؕ ⑱⓪ وَسَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۚ ⑱① وَالۡحَمۡدُ

آپ کا رب، عزت کا مالک، ان باتوں سے پاک ہے جو وہ (مشرک) بیان کرتے ہیں⑱⓪ اور تمام رسولوں پر سلام ہے ⑱① اور سب

5 ع 44 9 لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ⑱② ع

تعریفیں اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہیں ⑱②

صحیحین میں انس ؓ سے ثابت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر پر صبح کے وقت حملہ کیا تو اہل خیبر (زمینوں میں کام کاج کے لیے) زنبیلوں، کلہاڑیوں اور کسیوں کو لے کر نکلے جب انھوں نے محمدی لشکر کو دیکھا تو یہ کہتے ہوئے واپس لوٹ گئے: محمد! اللہ کی قسم! محمد اور لشکر، نبی ﷺ نے فرمایا: [اَللّٰهُ أَكۡبَرُ، خَرِبَتۡ خَيۡبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلۡنَا بِسَاحَةِ قَوۡمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الۡمُنۡذَرِينَ] ”اللہ بزرگ و برتر ہے، خیبر تباہ و برباد ہوگیا، بے شک ہم جب کسی قوم کے صحن (علاقے) میں اترتے ہیں تو ڈرائے گئے لوگوں کے لیے برا دن ہوتا ہے۔“① یہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَتَوَلَّ عَنۡهُمۡ حَتّٰى حِيۡنٍ ⑰⑧ وَّاَبۡصِرۡ فَسَوۡفَ يُبۡصِرُوۡنَ ⑰⑨﴾ پہلے نازل ہونے والے حکم کی تاکید ہے۔ وَاللّٰهُ سُبۡحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَعۡلَمُ.

تفسیر آیات: 180-182

اللہ رب العزت کی تسبیح وتحمید اور رسولوں پر سلام: اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان ظالموں، تکذیب کرنے والوں اور حد سے بڑھ جانے والوں کی بات سے اپنی ذات کو پاک، مقدس اور بری قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ﴾ ”آپ کا پروردگار جو صاحب عزت ہے پاک ہے۔“ وہ ایسی عزت کا مالک ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ﴿عَمَّا يَصِفُوۡنَ ⑱⓪﴾ ”ان (باتوں) سے جو وہ (مشرک) بیان کرتے ہیں۔“ یعنی وہ ان حد سے بڑھ جانے والے افترا پردازوں کی باتوں سے پاک ہے، ﴿وَسَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ ⑱①﴾ ”اور (تمام) پیغمبروں پر سلام ہے۔“ یعنی دنیا و آخرت میں ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہے، اس لیے کہ انھوں نے اپنے رب تعالیٰ کے بارے میں جو کچھ کہا وہ صحیح، حق اور درست تھا، ﴿وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ⑱②﴾ ”تمام تعریفیں اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہیں۔“ یعنی دنیا میں بھی، آخرت میں بھی، ہر حال میں اسی کے لیے تعریف ہے۔ تسبیح چونکہ نقص سے تنزیہ پر بھی مشتمل ہے، اس لیے اس مقام پر اور قرآن مجید کے دیگر بہت سے مقامات پر اسے ملا کر بیان کیا گیا ہے، بہر حال ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ⑱⓪ وَسَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ ⑱① وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ⑱②﴾ ”وہ (مشرک) جو کچھ بیان کرتے ہیں آپ کا پروردگار جو صاحب عزت ہے اس سے پاک ہے اور (تمام) پیغمبروں پر سلام ہے اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہیں۔“

سعید بن ابو عروبہ نے قتادہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا سَلَّمۡتُمۡ عَلَيَّ، فَسَلِّمُوا عَلَى الۡمُرۡسَلِينَ، فَإِنَّمَا أَنَا رَسُولٌ مِّنَ الۡمُرۡسَلِينَ] ”جب تم مجھ پر سلام بھیجو تو تمام رسولوں پر سلام بھیجو کیونکہ

---

① صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب دعاء النبي ﷺ إلى الإسلام والنبوة......، حديث :2945 و صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب غزوة خيبر، حديث : 1365، بعد الحديث :1801.

میں بھی رسولوں میں سے ایک رسول ہوں۔ ”① ابن جریر اور ابن ابو حاتم نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ابو محمد بغوی نے اپنی تفسیر میں حضرت علی ؓ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اسے روز قیامت پورا پورا اجر و ثواب ملے تو مجلس میں اس کی آخری بات یہ ہونی چاہیے: ﴿ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝180 وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝181 وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝182 ﴾ اسی طرح بہت سی احادیث سے ثابت ہے کہ کفارۂ مجلس کی یہ دعا ہے: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَ أَتُوبُ إِلَيْكَ] ”پاکی بیان کرتا ہوں تیری اے اللہ! تیری ہی تعریف کے ساتھ، میں شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں ہے، میں تجھ ہی سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری طرف ہی توبہ کرتا ہوں۔ ”② میں نے کفارہ مجلس سے متعلق ایک مستقل جز (کتاب) کو ترتیب دیا ہے، اسے یہاں پر لکھا جائے گا۔ إن شاء الله تعالٰى. ③

سورۂ صافات کی تفسیر مکمل ہوئی۔
وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ.

---

① تفسیر الطبری: 139/23 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3234/10 و طبقات المحدثین بأصبهان لعبدالله بن محمد بن جعفر بن حیان: 11/2 (C.D). ② سنن أبی داود، الأدب، باب فی کفارة المجلس، حدیث: 4859 عن أبی برزة الأسلمی ؓ و جامع الترمذی، الدعوات، باب ما يقول إذا قام من مجلسه، حديث: 3433 و مسند أحمد: 369/2 و 495,494/2 عن أبی هريرة ؓ، یہ حدیث صحیح ہے۔ یاد رہے یہ حدیث اور بھی کئی صحابہ کرام ؓ سے مروی ہے ان جملہ روایات کو محقق ”سامی بن محمد السلامة“ نے الصّٰفّٰت، آیات: 180-182 کے تحت جمع کیا ہے۔ ③ لیکن شاید اس کا اثبات نہ کر سکے کیونکہ ابن کثیر کے نسخوں میں یہ نہیں پایا جاتا۔

تفسیر
سُوْرَۃُ صٓ

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

صٓ وَالۡقُرۡاٰنِ ذِی الذِّکۡرِ ؕ① بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ عِزَّۃٍ وَّشِقَاقٍ ② کَمۡ اَہۡلَکۡنَا مِنۡ قَبۡلِہِمۡ

صٓ، قسم ہے نصیحت والے قرآن کی ① (یہ تو لاریب کتاب ہے) بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ تکبر اور مخالفت میں (پڑے) ہیں ② ہم نے ان سے پہلے کتنی

مِّنۡ قَرۡنٍ فَنَادَوۡا وَّلَاتَ حِیۡنَ مَنَاصٍ ③

ہی قومیں ہلاک کر دیں، تو (عذاب آنے پر) انھوں نے (مدد کو) پکارا جبکہ وہ فرار و خلاصی کا وقت نہ تھا ③

تفسیر آیات:1-3

حروف مقطعات کے بارے میں سورۂ بقرہ کی ابتدا میں گفتگو ہو چکی ہے۔ لہٰذا اب یہاں اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

پیغمبروں کی تکذیب کرنے والوں پر کیا گزری؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالۡقُرۡاٰنِ ذِی الذِّکۡرِ ؕ① ﴾ ''قسم ہے نصیحت والے قرآن کی!'' یعنی قرآن ایسی باتوں پر مشتمل ہے جن میں بندوں کے لیے نصیحت اور دنیا و آخرت کا نفع ہے۔ ضحاک نے ﴿ ذِی الذِّکۡرِ ؕ① ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ یہ اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ کِتٰبًا فِیۡہِ ذِکۡرُکُمۡ ؕ ﴾ (الأنبیآء 21:10) ''البتہ تحقیق ہم نے تمھاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمھارا ذکر ہے۔'' یعنی جس میں تمھارے لیے نصیحت ہے۔ ① امام قتادہ کا بھی یہی قول ہے اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما سعید بن جبیر، اسماعیل بن ابو خالد، ابن عیینہ، ابو حصین، ابو صالح اور سدی رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ ﴿ ذِی الذِّکۡرِ ؕ① ﴾ کے معنی ذو شرف، یعنی شان و مقام والے کے ہیں۔ ③ اور ان دونوں قولوں میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو تذکیر، اِعذار اور اِنذار پر مشتمل ہے۔ اس قسم کا جواب یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنۡ کُلٌّ اِلَّا کَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ○ ﴾ (صٓ 38:14) ''اور (ان) سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو میرا عذاب (ان پر) آ واقع ہوا۔'' اور قتادہ کا قول ہے کہ جواب قسم یہ ہے: ﴿ بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ عِزَّۃٍ وَّشِقَاقٍ ② ﴾ ''بلکہ جو لوگ کافر ہیں، وہ غرور اور مخالفت میں ہیں۔'' ④ ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ⑤

---

① تفسیر الطبری : 142/23. ② تفسیر الطبری : 142/23. ③ تفسیر الطبری : 142/23. ④ تفسیر الطبری: 143/23. ⑤ تفسیر الطبری : 143/23.

وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۫ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ④ۖۚ اَجَعَلَ

اور انھوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا، اور کافروں نے کہا: یہ تو ایک جادوگر ہے بڑا جھوٹا④ کیا اس

الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ⑤ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا

نے سارے معبودوں کو ایک کر دیا؟ بے شک یہ تو یقیناً ایک بڑی عجیب و غریب چیز ہے⑤ اور ان کے سردار (آوازِ حق سن کر یہ کہتے ہوئے) چل دیے کہ چلو

وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ⑥ۖۚ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚۖ

اور اپنے معبودوں پر جمے رہو، بے شک یہ چیز ہے جو کسی غرض سے (کہی جا رہی) ہے⑥ ہم نے یہ بات کسی اور دین میں نہیں سنی، یہ تو بس گھڑی ہوئی

اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ⑦ۚۖ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ

بات ہے⑦ کیا ہم میں سے اسی پر ذکر (قرآن) اتارا گیا ہے؟ بلکہ وہ تو میرے ذکر (وحی) کے متعلق شک میں ہیں، بلکہ ابھی تک انھوں نے میرا عذاب

ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ⑧ۭ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَاۗىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ

نہیں چکھا⑧ کیا ان کے پاس آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں جو نہایت غالب، خوب عطا کرنے والا ہے؟⑨ یا آسمانوں اور زمین اور ان کے

الْوَهَّابِ ⑨ۚ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ⑩

درمیان ہر چیز کی بادشاہت انھی کے لیے ہے؟ (اگر ایسا ہے) تو چاہیے کہ وہ آسمانی راستوں کے ذریعے سے (آسمان پر) چڑھ جائیں⑩ (یہ تو) یہاں کے

جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ⑪

شکست خوردہ لشکروں میں سے ایک (معمولی سا) لشکر ہے⑪

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ②﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ اس قرآن میں نصیحت حاصل کرنے والے کے لیے نصیحت اور عبرت حاصل کرنے والے کے لیے عبرت ہے۔ لیکن کافر اس سے نفع حاصل نہیں کرتے کیونکہ وہ تو غرور و تکبر میں مبتلا ہو کر اور اس کی مخالفت اور دشمنی کر کے اس سے الگ راہ اختیار کر رہے ہیں۔ پھر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ڈرایا ہے کہ سابقہ امتوں کو رسولوں کی مخالفت اور آسمانی کتابوں کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک کر دیا گیا تھا ﴿كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾ ”ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا“ جنھوں نے تکذیب کی تھی ﴿فَنَادَوْا﴾ ”تو وہ لگے فریاد کرنے۔“ یعنی جب ان کے پاس عذاب آیا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف فریاد کرنا اور دہائی دینا شروع کر دی لیکن اب یہ فریاد و دہائی کسی کام کی نہ تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۭ○ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ○﴾ (الأنبيآء 21: 13,12) ”پھر جب انھوں نے ہمارے (مقدمہ) عذاب کو محسوس کیا تو لگے اس سے بھاگنے، مت بھاگو اور جن (نعمتوں) میں تم عیش و آسائش کرتے تھے، ان کی اور اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ تاکہ تم سے (اس بارے میں) دریافت کیا جائے۔“

ابوداود طیالسی نے تمیمی سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ③﴾ ”تو وہ (عذاب کے وقت) لگے فریاد کرنے اور وہ رہائی کا وقت نہیں تھا۔“ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے

فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ فریاد کرنے، دہائی دینے یا فرار ہونے کا وقت نہیں۔ ① محمد بن کعب نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ جب دنیا نے ان سے منہ پھیر لیا تو اُس وقت انھوں نے توحید کا اقرار کرتے ہوئے اللہ کے سامنے توبہ کرنی شروع کر دی۔ ② قتادہ کہتے ہیں کہ جب انھوں نے عذاب کے آنے کو دیکھا تو توبہ کا ارادہ کر لیا مگر اب توبہ کا وقت نہ تھا۔ ③ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ نہ فرار کا وقت تھا اور نہ دعوتِ حق کو قبول کرنے کا، اس لیے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَّلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ③ ﴾ ''اور وہ رہائی کا وقت نہیں تھا۔'' ④ یعنی اب یہ فرار ہونے اور بھاگ جانے کا وقت نہیں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالَى الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ.

تفسیر آیات:4-11

مشرکین کا رسالت، توحید اور قرآن سے تعجب: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے رسول اللہ ﷺ کے بشیر ونذیر کی حیثیت سے مبعوث ہونے پر تعجب کا ذکر کیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْکٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ○ ﴾ (یونس 2:10) ''کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے انھی میں سے ایک مرد کو حکم بھیجا کہ لوگوں کو ڈراؤ اور ایمان لانے والوں کو خوش خبری دو کہ ان کے پروردگار کے ہاں ان کا سچا درجہ ہے۔ (ایسے شخص کی نسبت) کافر کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادوگر ہے۔'' اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ وَعَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ﴾ ''اور انھوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ڈرانے والا آیا۔'' یعنی جو انھی کی طرح کا بشر ہے۔

﴿ وَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ④ ﴾ ''اور کافر کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر، جھوٹا ہے۔'' ﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ﴾ ''کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا؟'' یعنی کیا اس کا یہ گمان ہے کہ معبود ایک ہی ہے اور اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ مشرکین نے اس بات کا انکار کیا۔ ان کا برا ہو۔ اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنے پر اظہار تعجب کیا کیونکہ انھوں نے تو اپنے آباء واجداد سے بتوں کی عبادت ہی کو سیکھا تھا اور بتوں ہی کی محبت ان کے دلوں میں رچ بس گئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انھیں دعوت دی کہ اپنے دلوں سے بتوں کی محبت کو نکال دو اور اللہ وحدہٗ لا شریک کی توحید کو اختیار کر لو تو انھوں نے اس بات پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ⑤ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ ﴾ ''کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے! اور ان میں سے سردار چل کھڑے ہوئے۔'' یعنی ان کے سردار، قائدین، رؤساء اور بڑے لوگ یہ کہتے ہوئے چل پڑے ﴿ اَنِ امْشُوْا ﴾ ''کہ چلو۔'' یعنی اپنے دین پر برقرار رہو ﴿ وَاصْبِرُوْا عَلٰۤی اٰلِهَتِکُمْ ۚۖ ﴾ ''اور اپنے معبودوں (کی پوجا) پر قائم رہو۔'' اور محمد (ﷺ) تمھیں جس توحید کی دعوت دیتے ہیں، اسے قبول نہ کرو ﴿ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ⑥ ﴾ ''بے شک

---

① تفسیر الطبری: 145/23. ② الدر المنثور: 557/5. ③ تفسیر الطبری: 145/23. ④ تفسیر الطبری: 145/23.

یہ ایسی بات ہے جس کا ارادہ کیا جاتا ہے۔'' ابن جریر نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ محمد ﷺ تمھیں جس توحید کی دعوت دیتے ہیں، اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ وہ تم پر شرف وفضیلت حاصل کریں اور تم میں سے انھیں پیروکار مل جائیں مگر ہم ان کی اس بات کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ ①

ان آیات کریمہ کا سبب نزول: ابوجعفر بن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب ابوطالب بیمار ہوئے تو ان کے پاس قریش کا ایک گروہ آیا جس میں ابوجہل بھی تھا۔ انھوں نے ابوطالب سے کہا کہ تمھارا بھتیجا ہمارے معبودوں کو گالی دیتا، یہ کرتا اور یہ کہتا ہے، لہٰذا آپ انھیں اپنے ہاں بلائیں اور اس سے منع کریں۔ ابوطالب نے پیغام بھیجا تو نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے۔ اس وقت ان لوگوں کے اور ابوطالب کے درمیان صرف ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی، ابوجہل ملعون کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ محمد (ﷺ) جب ابوطالب کے پاس بیٹھیں گے تو ہوسکتا ہے کہ ابوطالب کا دل نرم ہو جائے تو وہ فوراً کود کر اس جگہ خود بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنے چچا کے پاس جگہ نہ پائی تو آپ دروازے کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ ابو طالب نے کہا: بھتیجے! آپ کی قوم کے لوگ آپ کی شکایت کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ آپ ان کے خداؤں کو گالی دیتے ہیں اور آپ یہ یہ باتیں کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے آپ ﷺ کے خلاف بہت باتیں کیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوطالب کی بات سن کر فرمایا: چچا جان! میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ ایک کلمے کو اختیار کرلیں جس کے قبول کرنے کی وجہ سے سارا عرب ان کے تابع ہو جائے گا اور عجم انھیں جزیہ دینے لگ جائیں گے۔ وہ آپ کی بات اور آپ کے اس کلمے سے چونک اٹھے اور کہنے لگے کہ ایک کلمہ! آپ کے باپ کی قسم! ہم دس کلمے قبول کرنے کے لیے تیار ہیں، آپ بتائیں کہ وہ کلمہ کیا ہے۔ ابوطالب نے بھی پوچھا کہ ہاں بھتیجے! بتائیں، وہ کلمہ کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کلمہ ہے: [لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ]۔ یہ سن کر وہ لوگ نفرت کرتے اور اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: ﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ⑤ ﴾ ''کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے!'' اس موقع پر یہاں سے لے کر ﴿ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ⑧ ﴾ تک آیات نازل ہوئی تھیں۔ یہ ابوکُرَیب کی روایت کے الفاظ ہیں۔ ②

امام احمد اور نسائی رحمہما اللہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ ③

﴿ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ ﴾ ''یہ (بات) پچھلے مذہب میں ہم نے کبھی سنی ہی نہیں۔'' یعنی محمد (ﷺ) ہمیں جس توحید کی دعوت دیتے ہیں، ہم نے کبھی کسی پچھلے مذہب میں یہ بات نہیں سنی تھی۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں پچھلے مذہب سے مراد نصرانیت ہے اور انھوں نے کہا یہ تھا کہ اگر یہ قرآن حق ہوتا تو نصاریٰ نے

---

① تفسیر الطبری: 150/23. ② تفسیر الطبری: 149/23. ③ مسند أحمد: 362/1 والسنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، سورة صٓ: 442/6، حدیث: 11436 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورة صٓ، حدیث: 3232 مزید دیکھیے السلسلة الصحیحة: 195,194/1، تحت الحدیث: 92 و السیرة النبویة لمهدی رزق اللّٰه: 197,196/1.

اس کے بارے میں ہمیں خبر دی ہوتی۔ ① ﴿ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌۚ ۝۷ ﴾ ”یہ بالکل بنائی ہوئی بات ہے۔“ مجاہد اور قتادہ نے کہا ہے کہ ﴿ اخْتِلَاقٌ ﴾ کے معنی جھوٹ کے ہیں۔ ② اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی اٹکل پچو بیان کیے ہیں۔ ③

﴿ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ؕ ﴾ ”کیا ہم (سب) میں سے اسی پر نصیحت (کی کتاب) اتری ہے؟“ وہ اس بات کو بہت بعید سمجھتے تھے کہ ان سب میں سے قرآن کے نازل کیے جانے کے لیے محمد ﷺ ہی کا بطور خاص کیوں انتخاب کیا گیا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا: ﴿ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ ﴾ (الزخرف 31:43) ”یہ قرآن ان دونوں بستیوں (مکہ اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟“ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ ﴾ (الزخرف 32:43) ”کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو بانٹتے ہیں؟ ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا اور ہم نے ان کے ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے۔“ جب انھوں نے یہ بات کہی جو ان کی جہالت اور قلتِ عقل پر دلالت کرتی تھی کہ ان سب میں سے رسول اللہ ﷺ ہی پر قرآن مجید کیوں نازل کیا گیا تو اس کے بارے میں یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: ﴿ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝۸ ﴾ ”بلکہ انھوں نے ابھی میرے عذاب (کے مزے) کو نہیں چکھا۔“ یعنی انھوں نے یہ بات اس لیے کہی کہ یہ بات کہنے کے وقت تک انھوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب یا اس کی طرف سے کسی سزا کا مزہ نہیں چکھا تھا۔ انھوں نے یہ جو کہا ہے اور رسول ﷺ کی تکذیب کی ہے، اس کا وہ عنقریب انجام معلوم کر لیں گے جس دن ان کو جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے ملک میں تصرف کرنے والا ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جس کو جو چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے جسے چاہتا ہے عزت عطا فرما دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے اور جسے چاہے گمراہ کر دیتا ہے، اپنے بندوں میں سے جس کے دل پر چاہے اپنے حکم سے روح القدس کو نازل فرما دیتا ہے اور جس کے دل پر چاہے مہر لگا دیتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے مہر لگا دینے کے بعد، کوئی اسے ہدایت نہیں دے سکتا، بندے کسی چیز کے بھی مالک نہیں، ملک میں انھیں قطعاً کوئی تصرف حاصل نہیں، تصرف تو کجا وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی (کسی چیز کے) مالک نہیں ہیں۔ اسی لیے ان کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝۹ ﴾ ”کیا ان کے پاس آپ کے پروردگار کی رحمت کے خزانے ہیں جو نہایت غالب، بہت عطا کرنے والا ہے؟“ یعنی وہ اس قدر غالب ہے کہ اس کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا اور وہ بہت عطا فرمانے والا ہے جس کو جو چاہتا ہے، عطا فرما دیتا ہے، یہ آیت کریمہ حسبِ ذیل ارشاد باری تعالیٰ کے مشابہ ہے: ﴿ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ۝ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

---

① تفسیر الطبری: 151/23. ② تفسیر الطبری: 153/23. ③ تفسیر الطبری: 153/23.

وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ○ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ○ ﴾ (النسآء 4 :53-55) ”کیا ان کے پاس بادشاہی کا کچھ حصہ ہے؟ تب تو لوگوں کو تِل برابر بھی نہ دیں گے۔ یا جو اللہ نے لوگوں کو اپنے فضل سے دے رکھا ہے، اس کا حسد کرتے ہیں؟ تو ہم نے خاندانِ ابراہیم کو کتاب اور دانائی عنایت فرمائی تھی اور سلطنت عظیم بھی بخشی تھی، پھر لوگوں میں سے کسی نے تو اس کتاب کو مانا اور کوئی اس سے رُکا (اور ہٹا) رہا تو ان نہ ماننے والوں (کے جلانے) کو دوزخ کی جلتی ہوئی آگ کافی ہے۔“

اور فرمایا: ﴿ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ○ ﴾ (بنی إسرآء یل 100:17) ”کہہ دیں کہ اگر میرے پروردگار کی رحمت کے خزانے تمھارے ہاتھ میں ہوتے تو تم خرچ ہو جانے کے خوف سے (ان کو) بند کر رکھتے اور انسان بہت بخیل ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے یہ بات کفار کی اس بات کو بیان کرنے کے بعد فرمائی ہے کہ انھوں نے انسانوں میں سے رسول کی بعثت کا انکار کیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم صالح کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا تھا: ﴿ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ○ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ○ ﴾ (القمر 26,25:54) ”کیا ہم سب میں سے اسی پر وحی نازل ہوتی ہے؟ (نہیں!) بلکہ یہ جھوٹا خود پسند ہے، ان کو کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا خود پسند ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ⑩ ﴾ ”یا آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے ان (سب) پر انھی کی حکومت ہے؟ تو چاہیے کہ رسیاں تان کر (آسمانوں پر) چڑھ جائیں۔“ یعنی اگر انھیں یہ حکومت حاصل ہے تو وہ آسمانوں پر چڑھ جائیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ اور دیگر ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ اسباب سے مراد آسمان کے راستے ہیں۔ ① ضحاک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر انھیں یہ حکومت حاصل ہے تو وہ ساتویں آسمان تک چڑھ کر دکھائیں۔ ②

پھر فرمایا: ﴿ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ⑪ ﴾ ”یہاں شکست کھائے ہوئے گروہوں میں سے یہ بھی ایک لشکر ہے۔“ یعنی یہ تکذیب کرنے والے گروہ جو غرور اور مخالفت میں ہیں، یہ عنقریب شکست کھائیں گے، مغلوب ہو جائیں گے اور تباہ و برباد ہو جائیں گے جیسا کہ ان سے پہلے تکذیب کرنے والے لشکر تباہ و برباد کر دیے گئے تھے۔ یہ آیت کریمہ اس طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کا حسب ذیل ارشاد ہے: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ○ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ○ ﴾ (القمر 45,44:54) ”یا (یوں) کہتے ہیں کہ ہم انتقام لینے والی جماعت ہیں؟ عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔“ غزوۂ بدر کے دن اسی طرح ہوا تھا، پھر فرمایا: ﴿ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ○ ﴾ (القمر 54: 46) ”بلکہ ان کے وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور قیامت بڑی سخت اور بہت تلخ ہے۔“

---

① تفسیر الطبری : 154/23 . ② تفسیر الطبری : 154/23 .

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ⑫ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ط

ان سے پہلے قوم نوح اور عاد اور میخوں والے فرعون نے (حق کو) جھٹلایا⑫ اور قوم ثمود اور قوم لوط اور اصحاب اَیکہ نے بھی (جھٹلایا، واقعی) یہ (بہت بڑے

اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ⑬ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ⑭ع وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً 1 ع 14 10

اور طاقتور) لشکر تھے⑬ (ان میں سے) ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا، لہٰذا (ان پر) میرا عذاب ثابت ہو گیا⑭ یہ لوگ تو بس ایک (ہولناک) چیخ کا انتظار

وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ⑮ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ⑯

کر رہے ہیں، جس میں کوئی وقفہ نہیں ہو گا⑮ اور انھوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہمیں ہمارا (عذاب کا) حصہ یوم حساب سے پہلے جلد دے دے⑯

تفسیر آیات:12-16

ہلاک کردہ سابقہ قوموں سے عبرت: اللہ تعالیٰ نے سابقہ قوموں اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی تکذیب و مخالفت کرنے کی وجہ سے ان پر نازل ہونے والے عذابوں اور سزاؤں کا ذکر فرمایا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی بہت سے مقامات پر ان قوموں کے واقعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ﴿ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ⑬ ﴾ ”یہی وہ گروہ ہیں“ جو طاقت و قوت میں بھی تم سے زیادہ تھے اور مال و اولاد بھی تمھاری نسبت کثیر رکھتے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا تو ان میں سے کوئی چیز بھی انھیں عذاب الٰہی سے نہ بچا سکی، اس لیے فرمایا: ﴿ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ⑭ ﴾ ”(ان) سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو میرا عذاب (ان پر) آ واقع ہوا۔“ پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں انھیں ہلاک کر دینے کا سبب یہ قرار دیا ہے کہ انھوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی تھی، لہٰذا مخاطب لوگوں کو حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب سے بہت زیادہ ڈرنا چاہیے۔ ﴿ وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ⑮ ﴾ ”اور یہ لوگ تو صرف ایک زور کی آواز کا جس میں کچھ وقفہ نہیں ہو گا، انتظار کرتے ہیں۔“ امام مالک رحمہ اللہ نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس میں کوئی وقفہ نہیں ہو گا۔① یعنی یہ انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس قیامت اچانک آ جائے، پس اس کی علامات تو آ گئی ہیں جس کی وجہ سے قیامت بھی بہت قریب ہے۔ اس زور کی آواز سے مراد وہ نفخۂ فزع ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو حکم دے گا کہ وہ اسے طول دے دیں، اس کو سن کر آسمانوں اور زمین والوں میں سے ہر ایک پر خوف اور گھبراہٹ کی کیفیت طاری ہو جائے گی، سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ⑯ ﴾ ”اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے ہی دے دے۔“ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی اس بات کی تردید فرمائی ہے جو وہ اپنے لیے جلد عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ لفظ قِطّ کے معنی کتاب کے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی حصے کے ہیں۔② ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک، حسن اور کئی ایک ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ انھوں نے جلد عذاب

---

① تفسیر عبدالرزاق : 112/3، رقم : 2578 عن قتادة. ② تفسیر القرطبی : 157/15.

اِصْبِرْ عَلٰی مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ⑰

(اے نبی!) جو کچھ یہ کہتے ہیں آپ اس پر صبر کیجیے اور ہمارے بندے داود کو یاد کیجیے جو صاحب قوت تھا، بے شک وہ بہت رجوع کرنے والا تھا⑰ بے شک

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۙ⑱ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ

ہم نے پہاڑ اس کے تابع کر دیے تھے، جبکہ وہ (اس کے ساتھ) صبح وشام تسبیح کرتے رہتے تھے⑱ اور پرندے بھی (تابع کر دیے تھے) اکٹھے کیے ہوئے،

كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ⑲ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ⑳

سب اس کے مطیع وفرماں بردار تھے⑲ اور ہم نے اس کی بادشاہی مستحکم کر دی تھی، اور ہم نے اسے حکمت اور فیصلہ کن بات (کی صلاحیت) دی تھی⑳

مانگا تھا۔① قتادہ نے مزید یہ بھی کہا ہے کہ جیسے انھوں نے یہ کہا تھا: ﴿اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۝﴾ (الأنفال 8:32) ”اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور تکلیف دینے والا عذاب ہم پر لے آ۔“② اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے جنت کے حصے کا جلد مطالبہ کیا، بشرطیکہ ان کے لیے جنت میں کوئی حصہ موجود ہو تاکہ وہ اسے دنیا ہی میں حاصل کر لیں، یہ بات انھوں نے جنت اور اس سے متعلق وعدوں کو بعید سمجھتے ہوئے کہی تھی۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ انھوں نے مطالبہ کیا کہ وہ جس خیر یا شر کے مستحق ہیں، وہ انھیں دنیا ہی میں مل جائے۔③ امام ابن جریر رحمہ اللہ کا یہ قول بہت بہتر ہے۔ ضحاک اور اسماعیل بن ابو خالد کے قول کا مفہوم قریبًا قریبًا یہی ہے، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.④ مشرکین نے یہ بات چونکہ استہزا کے طور پر اور اسے بعید سمجھتے ہوئے کہی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ ان کی طرف سے ایذا رسانیوں پر صبر کا مظاہرہ کریں اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ خوش خبری بھی سنا دی کہ صبر کے صلے میں عافیت، فتح ونصرت اور کامیابی وکامرانی نصیب ہوگی۔

تفسیر آیات:17-20

حضرت داود علیہ السلام کا تذکرہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد ورسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ صاحبِ قوت تھے۔ أید کے معنی علم وعمل میں قوت کے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، سُدی اور ابن زید کہتے ہیں کہ أید کے معنی قوت کے ہیں۔⑤ اور مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی اطاعت میں قوت کے ہیں۔⑥ امام قتادہ نے کہا ہے کہ داود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عبادت کی قوت اور دین کی فقاہت عطا کی گئی تھی۔⑦ حدیث میں ہے کہ حضرت داود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک تہائی رات قیام فرمایا کرتے تھے اور ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھا کرتے تھے۔ صحیح بخاری ومسلم میں رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: [أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللّٰهِ صَلَاةُ دَاوٗدَ عليه السلام، وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ، وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَيَقُومُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ

---

① تفسیر الطبری: 160/23 وتفسیر ابن أبی حاتم: 3237,3236/10۔ ② تفسیر الطبری: 160/23۔ ③ تفسیر الطبری: 161/23۔ ④ تفسیر الطبری: 161/23۔ ⑤ تفسیر الطبری: 162/23۔ ⑥ تفسیر الطبری: 162/23۔

⑦ تفسیر الطبری: 162/23۔

سُدُسَهٗ]، [وَ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا وَّلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقٰى (وَإِنَّهٗ كَانَ أَوَّابًا)] ’’اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ نماز داود علیہ السلام کی نماز ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ روزے بھی داود علیہ السلام کے روزے ہیں، وہ نصف رات سوتے اور تیسرا حصہ قیام کرتے تھے اور پھر چھٹا حصہ سو جاتے تھے اور وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے تھے اور دشمن کے مقابلے سے بھاگتے نہیں تھے اور یقیناً (اللہ تعالیٰ کی طرف) بہت رجوع کرنے والے تھے۔‘‘ ① یہاں جو [أَوَّابًا] کا لفظ آیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ عزوجل کی طرف اپنے تمام امور و معاملات میں بہت زیادہ رجوع کرنے والا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ۝١٨ ﴾ ’’بے شک ہم نے پہاڑوں کو مسخر کر دیا تھا (کہ) صبح و شام ان کے ساتھ (اللہ تعالیٰ کا) ذکر کرتے تھے۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو مسخر کر دیا تھا جو طلوعِ آفتاب کے وقت اور دن کے آخری حصے میں ان کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰجِبَالُ أَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ﴾ (سبا 10:34) ’’اے پہاڑو! ان کے ساتھ تسبیح دہراؤ اور پرندو! (تم بھی۔)‘‘ اسی طرح جب آپ تسبیح پڑھتے تو پرندے بھی آپ کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے اور جب آپ دہراتے تو وہ بھی دہراتے اور ہوا میں اڑتا ہوا کوئی پرندہ جب آپ کو ترنم سے زبور پڑھتے ہوئے سنتا تو وہ وہاں سے جا نہیں سکتا تھا بلکہ ہوا ہی میں کھڑے ہو کر آپ کے ساتھ تسبیح پڑھتا۔ اسی طرح بلند و بالا پہاڑ بھی آپ کی تسبیح کا جواب دیتے، آپ کے ساتھ دہراتے اور آپ کی پیروی میں تسبیح کرتے۔

ابن جریر نے عبداللہ بن حارث بن نوفل سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نماز ضحیٰ نہیں پڑھا کرتے تھے، میں انھیں ام ہانی رضی اللہ عنہا کے پاس لے گیا اور میں نے ان سے عرض کی کہ جو بات آپ نے مجھے بتائی ہے وہ اسے بھی بتا دیں، انھوں نے بیان کیا کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لائے، پھر آپ نے حکم دیا اور آپ کے لیے ایک ٹب میں پانی ڈالا گیا، پھر آپ نے حکم دیا اور ایک کپڑے کے ساتھ پردہ کر دیا گیا، آپ نے غسل فرمایا اور پھر گھر کے ایک کونے میں پانی چھڑکا گیا، جہاں آپ نے آٹھ رکعات نماز ادا فرمائی۔ یہ ضحیٰ کی نماز تھی، ان تمام رکعات میں قیام، رکوع، سجود اور جلوس قریباً برابر تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نکلے اور وہ کہہ رہے تھے کہ دونوں لوحوں کے مابین جو کچھ ہے، میں نے اسے پڑھا ہے مگر نماز ضحیٰ کا مجھے ﴿ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ۝١٨ ﴾ ’’صبح و شام ان کے ساتھ (اللہ تعالیٰ کا) ذکر کرتے تھے۔‘‘ سے ابھی علم ہوا ہے، میں کہتا تھا کہ نماز اشراق کہاں ہے اور بعد میں فرمایا کرتے تھے کہ یہاں اشراق سے مراد نماز چاشت

---

① پہلا حصہ صحیح البخاری، التہجد، باب من نام عند السحر، حدیث : 1131 و صحیح مسلم، الصیام، باب النهی عن صوم الدهر لمن تضرر به......، حدیث : (189) - 1159 اور دوسرا حصہ صحیح البخاری، أحادیث الأنبیآء، باب قول اللّٰه تعالٰی : ﴿ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴾ (النسآء 4 :163)، حدیث : 3419 و صحیح مسلم، الصیام، باب النهی عن صوم الدهر......، حدیث : (187)-1159 عن عبداللّٰه بن عمرو بن العاص ؓ میں ہے جبکہ قوسین والے الفاظ ہمیں نہیں ملے۔

وقف لازم

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ㉑ۙ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ

اور کیا آپ کے پاس جھگڑنے والوں کی خبر آئی جب وہ دیوار پھاند کر کمرے میں آگئے ㉑ جب وہ داود کے پاس پہنچے تو وہ ان سے ڈر گئے، انھوں نے

مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ

کہا: آپ مت ڈریں! (ہم) دو جھگڑنے والے ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، لہٰذا آپ ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ

وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ㉒ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۣ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ

فرمائیں، اور بے انصافی نہ کریں، اور سیدھی راہ کی طرف ہماری رہنمائی کریں ㉒ بے شک یہ میرا بھائی ہے، اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور

نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۣ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ㉓ قَالَ

میرے پاس ایک ہی دنبی ہے، تو یہ کہتا ہے کہ وہ بھی میرے سپرد کر دے، اور اس نے بات چیت میں مجھے دبا لیا ہے ㉓ آپ نے فرمایا: تیری دنبی اپنی

لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ

دنبیوں میں ملانے کا کہہ کر اس نے یقیناً تجھ پر ظلم کیا ہے، اور بلاشبہ مل جل کر کام کرنے والوں میں سے بہت سے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں

بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ

سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، اور ایسے لوگ تھوڑے ہی ہیں، اور داود نے جان لیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے، لہٰذا

السجدة 11

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ㉔ ۩ السجدة فَغَفَرْنَا لَهٗ

اس نے اپنے رب سے بخشش مانگی، اور وہ گر پڑا رکوع کرتے ہوئے اور (اللہ کی طرف) رجوع کیا ㉔ پھر ہم نے اس کی یہ (غلطی) بخش دی، اور بے شک اس

ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ㉕

کے لیے ہمارے پاس بڑا قرب اور اچھا ٹھکانا ہے ㉕

ہے۔① اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ﴾ ’’اور پرندوں کو بھی کہ جمع رہتے تھے۔‘‘ یعنی ہوا میں رکے رہتے تھے، ﴿كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ⑲﴾ ’’سب ان کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔‘‘ یعنی مطیع و فرماں بردار تھے اور ان کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے تھے، سعید بن جبیر، قتادہ، مالک، زید بن اسلم اور ابن زید رحمہم اللہ کا قول ہے کہ ﴿اَوَّابٌ ⑲﴾ کے معنی مطیع و فرماں بردار کے ہیں۔② ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ﴾ ’’اور ہم نے اس کی بادشاہی کو مستحکم کیا۔‘‘ یعنی ان کی بادشاہت کامل تھی اور وہ تمام ساز و سامان انھیں میسر تھا جس کی بادشاہوں کو ضرورت ہوتی ہے، ابن ابونجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اہل دنیا میں سے سب سے زیادہ مضبوط بادشاہت آپ کی تھی۔③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ﴾ ’’اور ہم نے اس کو حکمت عطا فرمائی۔‘‘ مجاہد کہتے ہیں: یعنی فہم، عقل اور ذکاوت۔④ قتادہ کہتے ہیں: یعنی انھیں کتاب اللہ عطا فرمائی اور اس میں جو کچھ ہے، اس کی اتباع۔⑤ سُدی کا قول ہے کہ

---

① تفسیر الطبری: 164,163/23. ② تفسیر الطبری: 164/23. ③ الدر المنثور: 563/5. ④ تفسیر الماوردی: 84/5 عن شریح. ⑤ دیکھیے تفسیر الطبری: 166/23.

یہاں حکمت سے مراد نبوت ہے۔ ① ﴿ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ⑳ ﴾ ''اور (خصومت کی) بات کا فیصلہ (سکھایا۔)'' قاضی شُریح اور شعبی کہتے ہیں کہ ﴿ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ⑳ ﴾ سے مراد ہے کہ فیصلے کے لیے گواہوں اور قسموں کا طریقہ سکھایا۔ ② قتادہ کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ یہ سکھایا کہ مدعی دو گواہ پیش کرے یا مدعا علیہ قسم پیش کرے۔ فرمایا کہ یہی ﴿ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ⑳ ﴾ ہے جس کے مطابق انبیاء و مرسلین عظام علیہم السلام نے فیصلے فرمائے تھے۔ راوی کو شک ہے کہ یہاں انھوں نے انبیاء و مرسلین کے الفاظ استعمال کیے یا مومن اور صالح لوگوں کے الفاظ۔ اس امت میں بھی روزِ قیامت تک قضا کے سلسلے میں یہی احوال سامنے رہیں گے، ابوعبدالرحمٰن سلمی کا بھی یہی قول ہے۔ ③ مجاہد اور سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد معاملے کو سمجھنا اور صحیح فیصلہ کرنا ہے۔ ④ صحیح بات یہ ہے کہ یہ الفاظ ان تمام معانی پر مشتمل ہیں اور مراد بھی یہی ہے اور امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار فرمایا ہے۔ ⑤

تفسیر آیات:21-25

دو جھگڑا کرنے والوں کا قصہ: مفسرین نے یہاں ایک قصہ ذکر کیا ہے جو زیادہ تر اسرائیلیات سے ماخوذ ہے اور اس کے بارے میں نبی معصوم ﷺ سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے کہ جس کی اتباع کرنا واجب ہو، البتہ ابن ابو حاتم نے ایک حدیث ذکر کی ہے لیکن اس کی سند صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ وہ بروایت یزید رقاشی از حضرت انس رضی اللہ عنہ ہے اور یہ یزید گو نیک لوگوں میں سے تھا لیکن ائمۂ حدیث کے نزدیک ضعیف الحدیث ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اس قصے کے صرف پڑھنے پر اکتفا کیا جائے اور یہ ایمان رکھا جائے کہ اس کا صحیح صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے کیونکہ قرآن مجید حق ہے اور جو اس میں مذکور ہے، وہ بھی سب حق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَفَزِعَ مِنْهُمْ ﴾ ''تو وہ ان سے گھبرا گئے۔'' کیونکہ اس وقت وہ محراب (عبادت گاہ) میں تھے اور وہ ان کے گھر کی سب سے بہتر جگہ تھی اور انھوں نے حکم دے رکھا تھا کہ آج ان کے پاس کوئی نہ آئے مگر انھوں نے دیکھا کہ دو شخص دیوار پھاند کر ان کے پاس آ گئے ہیں اور ان سے اپنے معاملے کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ㉓ ﴾ ''اور گفتگو میں مجھے اس نے دبا لیا ہے۔'' کے معنی یہ ہیں کہ وہ گفتگو میں مجھ پر غالب آ گیا ہے۔ کیونکہ عَزَّ یَعُزُّ کے معنی غالب آ جانے کے ہیں۔ ﴿ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ ﴾ ''اور داود نے خیال کیا کہ (اس واقعے سے) ہم نے اس کو آزمایا ہے۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ فَتَنّٰهُ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے اس کو آزمایا ہے۔ ⑥ ﴿ وَخَرَّ رَاكِعًا ﴾ میں ﴿ رَاكِعًا ﴾ کے معنی ہیں: سَاجِدًا، یعنی سجدے میں گر پڑے ﴿ وَاَنَابَ ㉔ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ﴾ ''اور اس نے (اللہ کی طرف) رجوع کیا تو ہم نے ان کو وہ بخش دیا۔'' یعنی وہ کام جو داود علیہ السلام سے سرزد ہوئے انھیں معاف کر دیا جو اس قبیل سے تھے جس کے متعلق کہا جاتا ہے: إِنَّ حَسَنَاتِ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ ''ابرار کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہیں۔''

---

① تفسیر الطبری : 166/23. ② تفسیر الطبری : 167,166/23. ③ تفسیر الطبری : 166/23. ④ تفسیر الطبری : 166/23. ⑤ تفسیر الطبری : 167/23. ⑥ تفسیر الطبری : 173/23.

سورۂ ﴿ صٓ ﴾ کا سجدہ: سورۂ ﴿ صٓ ﴾ کا یہ سجدہ ضروری سجود میں سے نہیں ہے بلکہ یہ سجدۂ شکر ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے سورۂ ﴿ صٓ ﴾ کے سجدے کے بارے میں فرمایا کہ یہ ضروری سجود میں سے نہیں ہے، البتہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ① اسے امام بخاری، ابوداود، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ② امام نسائی نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ بے شک نبی ﷺ نے سورۂ ﴿ صٓ ﴾ میں سجدہ کیا اور فرمایا: [سَجَدَهَا دَاوٗدُ تَوْبَةً وَّنَسْجُدُهَا شُكْرًا] ''داود (علیہ السلام) نے یہ سجدہ توبہ کے طور پر کیا تھا اور ہم یہ سجدہ شکر کے طور پر کرتے ہیں۔'' ③ اس حدیث کو (کتب ستہ میں سے) امام نسائی ہی نے روایت کیا ہے، البتہ اس کی سند کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں عوام رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام مجاہد سے سورۂ ﴿ صٓ ﴾ کے سجدے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میں نے اس کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تھا تو انھوں نے فرمایا: کیا آپ ان آیات کو نہیں پڑھتے؟ ﴿ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ ﴾ (الأنعام 84:6) ''اور اس کی اولاد میں سے ہیں داود اور سلیمان۔'' ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ط ﴾ (الأنعام 90:6) ''یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی تو تم انھیں کی ہدایت کی پیروی کرو۔'' یعنی داود علیہ السلام بھی ان انبیاء میں سے ہیں جن کے بارے میں تمھارے نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کی پیروی کریں، داود علیہ السلام نے سجدہ کیا تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے بھی سجدہ کیا۔ ④

امام ابوداود نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر سورۂ ﴿ صٓ ﴾ کی تلاوت فرمائی اور جب آپ آیت سجدہ پر پہنچے تو آپ نے منبر سے نیچے اتر کر سجدہ فرمایا، لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا، جب آپ نے دوسرے دن اس کی تلاوت فرمائی اور آیت سجدہ پر پہنچے، لوگ سجدہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے مگر آپ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّمَا هِيَ تَوْبَةُ نَبِيٍّ، وَّلٰكِنِّي رَأَيْتُكُمْ تَشَزَّنْتُمْ لِلسُّجُودِ] ''یہ تو ایک نبی کی توبہ ہے لیکن میں نے دیکھا کہ تم سجدہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہو۔'' تو آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور آپ نے سجدہ فرمایا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ ⑤ اس حدیث کو (کتب ستہ میں سے) صرف امام ابوداود ہی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیحین کی شرط کے مطابق ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ㉕ ﴾ ''اور بے شک ان کے لیے ہمارے ہاں قرب اور

---

① مسند أحمد : 360/1 . ② صحيح البخاري، سجود القرآن و سنتها، باب سجدة ﴿ صٓ ﴾، حديث : 1069 و سنن أبي داود، سجود القرآن، باب السجود في ﴿ صٓ ﴾، حديث : 1409 و جامع الترمذي، الجمعة، باب ما جاء في السجدة في ﴿ صٓ ﴾، حديث : 577 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير : 342/6، حديث : 11170 . ③ سنن النسائي، الافتتاح، باب سجود القرآن، السجود في ﴿ صٓ ﴾، حديث : 958 . ④ صحيح البخاري، التفسير، سورة ﴿ صٓ ﴾، حديث : 4807 . ⑤ سنن أبي داود، سجود القرآن، باب السجود في ﴿ صٓ ﴾، حديث : 1410.

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى

(ہم نے کہا:) اے داود! بے شک ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، لہٰذا تو لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنا، اور نفسانی خواہش کی پیروی

فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ

نہ کرنا کہ وہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی، بلاشبہ جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے شدید عذاب ہے، اس لیے کہ وہ

ع 2 12 11 بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ع ㉖

یوم حساب کو بھول گئے ㉖

عمدہ مقام ہے۔'' یعنی روزِ قیامت انھیں قرب حاصل ہو گا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انھیں اپنے تقرب سے سرفراز فرمائے گا، نیز انھیں عمدہ مقام، یعنی ان کی توبہ اور اپنی مملکت میں مکمل عدل کی وجہ سے انھیں جنت میں بلند و بالا درجات نصیب ہوں گے جیسا کہ صحیح (مسلم) میں ہے: [إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُّورٍ عَنْ يَّمِينِ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ، الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا] ''یقیناً عدل و انصاف کرنے والے رحمان کے دائیں ہاتھ نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے اور اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ (یعنی) وہ لوگ جو اپنے فیصلوں، اہل و عیال اور سپرد شدہ (دیگر معاملات) میں عدل و انصاف کیا کرتے ہیں۔''①

تفسیر آیت : 26

حکام اور سلاطین کو وصیت: یہ اللہ عزوجل کی طرف سے حکمرانوں کے لیے وصیت ہے کہ وہ لوگوں میں اس حق کے ساتھ فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اس سے روگردانی نہ کریں ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے رستے سے بھٹک جائیں گے اور جو شخص اللہ تبارک و تعالیٰ کے رستے سے بھٹک جائے اور یوم حساب کو بھول جائے تو اللہ تعالیٰ نے اسے شدید وعید اور عذاب کی دھمکی دی ہے۔ ابن ابو حاتم نے ابراہیم ابو زرعہ سے روایت کیا ہے۔ اور اس نے گذشتہ کتابیں پڑھی تھیں۔ کہ ولید بن عبدالملک نے اس سے کہا: کیا خلیفہ سے بھی حساب لیا جائے گا؟ تو نے پہلی کتاب کو بھی پڑھا ہے اور قرآن مجید کو بھی پڑھا اور سمجھا ہے۔ میں نے کہا: امیر المومنین! کیا میں بات کر سکتا ہوں؟ انھوں نے کہا: ہاں، کہو: تم اللہ تعالیٰ کی امان میں ہو۔ میں نے کہا: امیر المومنین! کیا آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں داود علیہ السلام سے بھی زیادہ معزز ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے انھیں نبوت اور خلافت عطا فرمائی تھی، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو اس انداز سے تنبیہ فرمائی: ﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ﴾ ''اے داود! ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے، تو لوگوں میں انصاف کے فیصلے کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمھیں اللہ کے رستے سے بھٹکا دے گی۔''② عکرمہ نے کہا ہے: ﴿لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ㉖﴾ ''ان کے لیے سخت عذاب

---

① صحيح مسلم، الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل......، حديث : 1827 عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما۔ ② تاريخ الخلفاء، باب الوليد بن عبدالملك : 91/1، (C.D) .

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًاؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْاۚ فَوَيْلٌ

اور ہم نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، بیکار پیدا نہیں کیا، یہ ان لوگوں کا خیال ہے جنھوں نے کفر کیا، تو جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے

لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِؕ ㉗ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ

آگ کی ہلاکت ہے㉗ کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ان لوگوں کے مانند کر دیں گے جو زمین میں فساد کرنے والے

فِي الْاَرْضِ ز اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ㉘ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ

ہیں؟ یا ہم متقین کو بدکاروں کے مانند کر دیں گے؟㉘ (یہ قرآن) ایک کتاب ہے، ہم نے اسے آپ کی طرف نازل کیا، بڑی برکت والی ہے، تاکہ وہ اس کی

وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ㉙

آیتوں پر غور کریں اور عقل مند (اس سے) نصیحت حاصل کریں㉙

(تیار) ہے کہ انھوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا۔'' اس میں تقدیم و تاخیر ہے گویا عبارت اس طرح ہے: لَهُمْ يَوْمَ الْحِسَابِ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا ''ان کے لیے حساب کے دن شدید عذاب ہے اس وجہ سے جو انھوں نے بھلایا۔''① سدی کہتے ہیں کہ ان کے لیے عذاب شدید ہوگا، اس لیے کہ انھوں نے یوم حساب کے لیے عمل کو ترک کر دیا تھا۔② آیت کے ظاہر الفاظ کے ساتھ یہ قول زیادہ مطابق ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالَى الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ.

تفسیر آیات:27-29

دنیا کے پیدا کرنے میں حکمت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے مخلوق کو عبث پیدا نہیں فرمایا بلکہ انھیں اس لیے پیدا فرمایا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اسے وحدہٗ لاشریک مانیں، پھر وہ روزِ قیامت ان سب کو جمع کر کے اپنے مطیع و فرماں بردار کو ثواب عطا فرمائے گا اور کافر و نافرمان کو مبتلائے عذاب کرے گا۔ اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًاؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْاۚ ﴾ ''اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو (کائنات) ان میں ہے، اس کو خالی از مصلحت نہیں پیدا کیا، یہ ان کا گمان ہے جو کافر ہیں۔'' یعنی جو بعثت اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ ان کا دین و ایمان صرف یہ دنیا ہی ہے ﴿ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ㉗ ﴾ ''پس کافروں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔'' قیامت کے دن اور بعثت کے دن ان کے لیے اس آگ کا عذاب ہوگا جو ان کے لیے تیار کی گئی ہے، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کے عدل و حکمت کا تقاضا یہ ہوگا کہ وہ مومنوں اور کافروں سے ایک جیسا سلوک نہیں فرمائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ㉘ ﴾ ''جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کیا ان کو ہم ان کی طرح کر دیں گے جو ملک میں فساد کرتے ہیں یا پرہیزگاروں

---

① تفسیر الطبری: 181/23، البتہ تفسیر ابن کثیر میں لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ يَّوْمَ الْحِسَابِ...... ہے۔ ② تفسیر الطبری: 181/23 مختصرًا.

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ؕ㉚ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ

اور ہم نے داود کو سلیمان عطا کیا، (وہ) اچھا بندہ تھا، بلاشبہ وہ (اللہ کی طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا㉚ جب شام کے وقت اس کے سامنے اصیل تیز رو

الْجِيَادُ ۙ㉛ فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ٚ㉜

گھوڑے پیش کیے گئے㉛ تب اس نے کہا: بلاشبہ میں نے مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد سے محبوب جانا (ترجیح دی) ہے، حتی کہ وہ (سورج) پردے میں

رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ㉝

چھپ گیا㉜ (کہا:) انھیں میرے پاس واپس لاؤ، پھر وہ (ان کی) پنڈلیوں اور گردنوں پر (ہاتھ) پھیرنے لگے㉝

کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے؟'' یعنی ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں ہیں اور جب یہ برابر نہیں ہیں تو پھر ضروری ہے کہ ایک دوسرا جہان ہو جس میں فرماں بردار کو جزا اور نافرمان کو سزا دی جائے۔ عقل سلیم اور فطرت مستقیم اس سے راہنمائی حاصل کر سکتی ہے کہ جزا و سزا کا ایک دن ضرور ہونا چاہیے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ظالم و باغی انسان کے مال و اولاد اسبابِ تعیش ہیں ان میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور پھر وہ مر جاتا ہے اور مطیع و مظلوم انسان بھی اپنے دکھوں سمیت ایک دن فوت ہو جاتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ وہ جو حکیم و علیم و عادل ہے اور جو کسی پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا، ایک ایسا دن بھی مقرر فرمائے جس میں وہ اپنے فرماں بردار اور نافرمان سے انصاف کرے اور جب اس دنیا میں ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ جزا و سزا کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک اور جہان مقرر فرما رکھا ہے۔ قرآن مجید اسی طرح کے صحیح مقاصد اور عقلی و صریح مآخذ کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ㉙ ﴾ ''(یہ) کتاب جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے، بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل عقل نصیحت پکڑیں۔'' ﴿ اُولُوا الْاَلْبَابِ ㉙ ﴾ کے معنی اہل عقل ہیں، اَلْبَاب، لُبّ کی جمع ہے اور لُبّ عقل کو کہتے ہیں۔

تفسیر آیات:30-33

سلیمان بن داود علیہما السلام کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے داود کو سلیمان عطا کیا، یعنی سلیمان علیہ السلام کو نبی بنایا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ ﴾ (النمل 16:27) ''اور سلیمان داود کے قائم مقام ہوئے۔'' یعنی نبوت میں ورنہ ان کے تو اور بیٹے بھی تھے،① اس لیے کہ حضرت داود علیہ السلام کے حبالۂ عقد میں ایک سو آزاد عورتیں تھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ㉚ ﴾ ''بہت خوب بندے تھے (اور) بے شک وہ (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والے تھے۔'' یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعریف ہے کہ وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کرنے والے اور

---

① نیز انبیاء علیہم السلام کا ترکہ بطور ورثہ تقسیم نہیں ہوتا وہ امت کے لیے صدقہ ہوتا ہے جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: [لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ] ''ہم سے کوئی وارث نہیں بنتا، ہم جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔'' صحیح البخاری، فرض الخمس، باب فرض الخمس، حدیث: 3094 عن عمر بن الخطاب ؓ.

اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذۡ عُرِضَ عَلَيۡهِ بِالۡعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الۡجِيَادُ ﴿٣١﴾ ﴾ یعنی جب سلیمان علیہ السلام کی مملکت وسلطنت میں ان کے سامنے اصیل اور تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے۔ مجاہد نے کہا ہے کہ یہ وہ گھوڑے ہوتے ہیں جو اپنے تین پاؤں اور چوتھے پاؤں کے کھر کے کنارے پر کھڑے ہوتے ہیں① اور جیاد کے معنی تیز رفتار کے ہیں۔② دیگر کئی ایک ائمۂ سلف نے بھی اسی طرح کہا ہے۔③

امام ابو داود رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک۔ یا خیبر۔ سے واپس تشریف لائے تو ان کے (گھر) طاقچے پر پردہ تھا، ہوا چلی تو ایک طرف سے پردہ ہٹ گیا، وہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گڑیاں نظر آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا هٰذَا يَا عَائِشَةُ؟] ”عائشہ! یہ کیا ہے؟“ انھوں نے جواب دیا کہ یہ میری گڑیاں ہیں۔ آپ نے ان گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی دیکھا جس کے کپڑے سے بنے ہوئے دو پر بھی تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا هٰذَا الَّذِي أَرٰى وَسْطَهُنَّ؟] ”یہ میں ان کے درمیان کیا دیکھ رہا ہوں؟“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: یہ گھوڑا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَاهٰذَا الَّذِي عَلَيْهِ؟] ”یہ اس کے اوپر کیا ہے؟“ انھوں نے عرض کی: یہ دو پر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَرَسٌ لَّهٗ جَنَاحَانِ؟] ”گھوڑے کے دو پر؟“ انھوں نے جواب دیا: آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایسے گھوڑے تھے جن کے پر تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ اس قدر ہنسنے لگے کہ میں نے آپ کی ڈاڑھیں دیکھ لیں۔④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَقَالَ اِنِّيۡۤ اَحۡبَبۡتُ حُبَّ الۡخَيۡرِ عَنۡ ذِكۡرِ رَبِّيۡ ۚ حَتّٰى تَوَارَتۡ بِالۡحِجَابِ ﴿٣٢﴾ ﴾ ”تو کہنے لگے کہ میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے غافل ہو کر مال کی محبت کو اختیار کیا ہے، حتی کہ وہ (سورج) پردے میں چھپ گیا۔“ کئی ایک ائمۂ سلف اور مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ آپ گھوڑوں کے مشاہدے میں اس قدر مشغول ہوئے کہ نماز عصر کا وقت ختم ہو گیا۔ اور اس سلسلے میں قطعی بات یہ ہے کہ عمدًا نہیں بلکہ بھول جانے کی وجہ سے آپ کی نماز رہ گئی تھی جیسا کہ غزوۂ خندق کے موقع پر نبی ﷺ اس قدر مشغول ہو گئے تھے کہ آپ نمازِ عصر نہ پڑھ سکے حتی کہ آپ نے اسے غروبِ آفتاب کے بعد ادا فرمایا تھا اور یہ بات صحیحین میں کئی ایک سندوں سے ثابت ہے، مثلاً: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خندق کے دن غروبِ آفتاب کے بعد آئے اور کفارِ قریش کو برا بھلا کہتے ہوئے کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! میں نمازِ عصر نہیں پڑھ سکا حتی کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَاللّٰهِ! مَا صَلَّيْتُهَا] ”اللہ کی قسم! میں بھی تو اسے نہیں پڑھ سکا۔“ راوی کا بیان ہے کہ ہم وادیٔ بُطحان کی طرف چلے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے نماز کے لیے وضو فرمایا، ہم نے بھی وضو کیا اور آپ نے نمازِ عصر غروب آفتاب کے بعد پڑھی اور پھر اس کے بعد نماز مغرب ادا

---

① تفسیر الطبری: 183/23. ② تفسیر الطبری: 184,183/23. ③ تفسیر الطبری: 183/23 وتفسیر البغوی: 68/4.

④ سنن أبی داود، الأدب، باب اللعب بالبنات، حدیث: 4932.

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ㉞ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ

اور بلاشبہ ہم نے سلیمان کو آزمایا، اور ہم نے اس کی کرسی پر ایک دھڑ ڈال دیا، پھر اس نے (اللہ کی طرف) رجوع کیا㉞ اس نے کہا: اے میرے رب!

وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ㉟ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ

مجھے بخش دے، اور مجھے ایسی بادشاہی عطا کر کہ وہ میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو، بلاشبہ تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے㉟ چنانچہ ہم نے ہوا اس کے تابع

تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ㊱ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ㊲ وَّاٰخَرِيْنَ

کر دی تھی، وہ اس کے حکم سے نرمی سے چلتی تھی جہاں کا وہ ارادہ کرتا تھا㊱ اور شیاطین (جنات) کو (بھی تابع کر دیا) ہر عمارت بنانے والے اور غوطہ لگانے

مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ㊳ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ㊴ وَاِنَّ

والے کو㊲ اور دوسروں کو (جو) زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے㊳ یہ ہماری بخشش ہے، لہٰذا (لوگوں پر) احسان کر یا روک رکھ، کوئی حساب نہیں

ع 3 14 12 لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ㊵ ع

ہوگا㊴ اور بے شک اس کے لیے ہمارے پاس بڑا قرب اور اچھا ٹھکانا ہے㊵

فرمائی۔① ﴿رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ㉝﴾ ’’(بولے کہ) ان کو میرے پاس واپس لاؤ، پھر ان کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔‘‘ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! تم مجھے میرے رب کی عبادت سے غافل نہیں کرو گے، یہ تمھاری زندگی کے آخری لمحات ہیں، پھر انھوں نے حکم دیا اور ان گھوڑوں کی کونچیں کاٹ دی گئیں۔② امام قتادہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔③ اور سدی نے کہا ہے کہ آپ نے تلواروں کے ساتھ ان کی گردنوں اور ٹانگوں کو کاٹ دیا۔④ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ازراہِ محبت گھوڑوں کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا تھا۔⑤ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ آپ کسی حیوان کو عذاب دیں اور بلاوجہ اپنے مال کو ہلاک کر دیں، آپ انھیں دیکھنے میں مشغول ہو کر نمازِ عصر جو ادا نہ فرما سکے تو اس میں ان گھوڑوں کا تو کوئی گناہ نہ تھا۔⑥

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس قول کو جو ترجیح دی ہے تو یہ محلِ نظر ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان کی شریعت میں یہ بات جائز ہو، بالخصوص جب اس طرح کی ناراضی اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو کہ آپ ان گھوڑوں کے دیکھنے میں اس قدر مشغول ہو گئے کہ نمازِ عصر ادا نہ فرما سکے حتی کہ اس کا وقت ختم ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ نے اللہ تعالیٰ کی خاطر گھوڑوں کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو گھوڑوں سے بہتر چیز عطا فرما دی اور وہ ہوا تھی کہ آپ جہاں پہنچنا چاہتے، وہ آپ کے حکم سے نرم نرم چلنے لگتی اور اس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ ہوتی اور شام کی منزل بھی مہینے بھر کی ہوتی

---

① صحیح البخاری، المغازی، باب غزوۃ الخندق وهی الأحزاب، حدیث: 4112 وصحیح مسلم، المساجد......، باب الدلیل لمن قال: الصلاۃ الوسطٰی هی صلاۃ العصر، حدیث: 631. ② تفسیر الطبری: 185/23. ③ تفسیر الطبری: 185/23. ④ تفسیر الطبری: 186/23. ⑤ تفسیر الطبری: 186/23. ⑥ تفسیر الطبری: 186/23.

تھی۔ ① تو یہ ہوا گھوڑوں کی نسبت زیادہ تیز بھی تھی اور بہتر بھی۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ابو قتادہ اور ابو دہماء رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے جو بیت اللہ کی طرف بکثرت سفر کرتے رہتے تھے، انھوں نے بیان کیا کہ ہم اہل بادیہ میں سے ایک شخص کے پاس آئے تو اس بدوی نے ہم سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک بار) میرے ہاتھ کو تھام لیا اور مجھے وہ باتیں سکھانا شروع کیں جو اللہ عزوجل نے آپ کو سکھائی تھیں، آپ نے یہ بھی فرمایا: [إِنَّكَ لَنْ تَدَعَ شَيْئًا اِتِّقَاءَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ إِلَّا أَعْطَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا مِّنْهُ] ”بے شک اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے تم جس چیز کو چھوڑ دو گے تو اللہ عزوجل تمھیں اس سے بہتر عطا فرما دے گا۔“ ②

تفسیر آیات: 34-40

حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا۔“ اللہ تعالیٰ نے اس دھڑ کی حقیقت کو بیان نہیں فرمایا جسے اس نے سلیمان علیہ السلام کے تخت پر ڈال دیا تھا، لہٰذا ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال کر ان کی آزمائش فرمائی تھی لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ دھڑ کیا تھا۔ اس کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب اسرائیلیات سے ماخوذ ہے، ہم نہیں جانتے کہ اس میں سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

﴿ ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ ﴾ ”پھر اس نے (اللہ کی طرف) رجوع کیا۔“ یعنی اس آزمائش کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، دعا کی، اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی اور ایسی حکومت طلب کی جو آپ کے بعد کسی کو شایاں نہ ہو ﴿ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ ﴾ ”(اور) دعا کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا کر کہ میرے بعد کسی کو شایاں نہ ہو، بے شک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔“ بعض نے کہا ہے کہ میرے بعد کسی کو شایان نہ ہو، کے معنی یہ ہیں کہ ان کے بعد کسی بھی بشر کو اس طرح کی حکومت حاصل نہ ہو اور اس آیت کریمہ سے بظاہر یہی معنی معلوم ہوتے ہیں اور اس کی تائید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی صحیح احادیث بھی وارد ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ عِفْرِيتًا مِّنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ۔ أَوْقَالَ كَلِمَةً نَّحْوَهَا۔ لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلَاةَ، فَأَمْكَنَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ، فَأَرَدْتُّ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلٰى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، حَتّٰى تُصْبِحُوا وَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ: ﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ ﴾] ”گزشتہ شب ایک سرکش جن نے مجھ پر حملہ کیا، تاکہ مجھ پر (میری) نماز قطع کر دے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر دسترس عطا فرما دی (اور میں نے اسے پکڑ لیا) اور ارادہ کیا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں حتی کہ صبح ہو جائے اور پھر تم سب اسے دیکھو لیکن اس

---

① دیکھیے سباء، آیت: 12 کے ذیل میں۔ ② مسند أحمد: 78/5.

وقت مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آ گئی: ''اے میرے پروردگار! میری مغفرت فرما اور مجھے ایسی بادشاہی عطا کر کہ میرے بعد کسی کو شایاں نہ ہو۔'' رَوح رحمہ اللہ ۔راوی۔ کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ نے اسے ذلیل لوٹا دیا۔ ① اور اس کو امام مسلم اور امام نسائی رحمہما اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ②

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا شروع فرمائی تو ہم نے سنا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے: [أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ] ''میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' پھر آپ نے تین بار فرمایا: [أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ] ''میں تجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجتا ہوں۔'' پھر آپ نے اپنے دستِ مبارک کو اس طرح آگے بڑھایا، گویا کسی چیز کو پکڑ رہے ہوں، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ سے نماز پڑھتے ہوئے ایسے الفاظ سنے جو پہلے کبھی نہیں سنے تھے اور ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنے دستِ مبارک کو آگے کی طرف بڑھایا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ عَدُوَّ اللّٰهِ إِبْلِيسَ، جَاءَ بِشِهَابٍ مِّنْ نَّارٍ لِّيَجْعَلَهٗ فِي وَجْهِي، فَقُلْتُ : أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قُلْتُ : أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ التَّامَّةِ، فَلَمْ يَسْتَأْخِرْ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَرَدْتُّ أَخْذَهٗ، وَاللّٰهِ ! لَوْلَا دَعْوَةُ أَخِينَا سُلَيْمَانَ علیہ السلام لَأَصْبَحَ مُوثَقًا يَّلْعَبُ بِهٖ وِلْدَانُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ] ''بے شک اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس آگ کا ایک انگارا لے کر آیا تا کہ اسے میرے چہرے پر ڈال دے تو میں نے تین بار یہ کلمہ پڑھا: [أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ] ''میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' پھر میں نے کہا: [أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ التَّامَّةِ] ''میں تجھ پر اللہ تعالیٰ کی مکمل لعنت بھیجتا ہوں۔'' مگر وہ تینوں بار پیچھے نہ ہٹا تو میں نے ارادہ کر لیا کہ اسے پکڑ لوں، اللہ کی قسم! اگر ہمارے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی تو وہ یہاں بندھا ہوتا اور اہلِ مدینہ کے بچے اس کے ساتھ کھیل رہے ہوتے۔'' ③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ﴿٣٦﴾ ﴾ ''پھر ہم نے ہوا کو ان کے لیے مسخر کر دیا کہ جہاں وہ پہنچنا چاہتے، ان کے حکم سے نرم نرم چلنے لگتی۔'' امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے لیے ناراضی کی خاطر گھوڑوں کی ٹانگیں کاٹ دیں تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ان سے بہتر اور تیز رفتار ہوا عطا فرما دی جس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ ہوتی اور شام کی منزل بھی مہینے بھر کی ہوتی تھی۔ ④ ﴿ حَيْثُ أَصَابَ ﴿٣٦﴾ ﴾ کے معنی ہیں کہ جن علاقوں میں وہ پہنچنے کا ارادہ کرتے۔

---

① صحيح البخاری، الصلاة، باب الأسير أوالغريم يربط فی المسجد، حديث : 461 اور دیکھیے صحيح البخاری، التفسير، باب قوله: ﴿ وَهَبْ لِي مُلْكًا ..... ﴾ (ص 35:38) حديث : 4808. ② صحيح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، باب جواز لعن الشيطان فی أثناء الصلاة......، حديث :541 والسنن الكبرٰی للنسائی، التفسير، باب قوله تعالٰی: ﴿ هَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي ﴾ :443/6، حديث : 11440 البتہ صحیح مسلم میں ''آپ ۔نے اسے ذلیل لوٹا دیا'' کے بجائے ''اللہ نے اسے ذلیل لوٹا دیا'' کے الفاظ ہیں۔ ③ صحيح مسلم، المساجد......، باب جواز لعن الشيطان فی أثناء الصلاة......، حديث : 542 . ④ تفسير الطبری : 190/23 .

وقف لازم

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿41﴾ اُرْكُضْ ۚ

اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجیے، جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بلاشبہ مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا پہنچائی ہے ﴿41﴾ (ہم نے کہا:) اپنا پیر (زمین پر)

بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿42﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً

مار، یہ غسل کرنے اور پینے کو ٹھنڈا (پانی) ہے ﴿42﴾ اور ہم نے اسے اس کا پورا کنبہ اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کیے، اپنی طرف سے بطور رحمت اور (یہ)

مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿43﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۗ اِنَّا

عقل مندوں کے لیے ایک نصیحت ہے ﴿43﴾ اور (ہم نے کہا:) اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا (جھاڑو) پکڑ، پھر اس کے ساتھ (قسم پوری کرنے کے لیے اپنی بیوی

وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿44﴾

کو) مار، اور قسم نہ توڑ، بے شک ہم نے اسے صابر پایا، (وہ) اچھا بندہ تھا، بلاشبہ وہ (اللہ کی طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا ﴿44﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿37﴾ ﴾ ”اور شیطانوں کو بھی (ان کے زیر فرمان کیا) یہ سب عمارتیں بنانے والے اور غوطہ مارنے والے تھے۔“ یعنی ان میں سے کچھ ایسے تھے جو ان کے لیے زبردست عمارتیں، قلعے، مجسمے اور بڑے بڑے لگن (ٹب) جیسے تالاب اور بڑی بڑی دیگیں جو ایک ہی جگہ رکھی رہیں، بناتے تھے اور مشقت کے دیگر ایسے بڑے بڑے کام کرتے تھے جو انسانوں کے بس سے باہر تھے اور ان میں سے کچھ دیو ایسے تھے جو دریاؤں اور سمندروں میں غوطے مار کر موتی، جواہر اور ایسی نفیس اشیاء نکالتے تھے جو دریاؤں اور سمندروں ہی سے مل سکتی ہیں۔

﴿ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿38﴾ ﴾ ”اور دوسروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔“ اور ان میں سے جو سرکشی، نافرمانی اور بغاوت اختیار کرتے اور کام کرنے سے انکار کر دیتے یا ان کے ملک میں خرابی اور سرکشی کرتے تو انھیں زنجیروں اور بیڑیوں کے ساتھ باندھ دیا جاتا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿39﴾ ﴾ ”(ہم نے کہا:) یہ ہماری بخشش ہے، پس (چاہو تو) احسان کرو یا (چاہو تو) رکھ چھوڑو بغیر حساب کے۔“ یعنی ہم نے تمھیں تمھارے سوال کے مطابق یہ جو مکمل ملکیت اور کامل سلطنت بخشی ہے تو اس میں سے جسے چاہو دو اور جسے چاہو نہ دو، تم سے کچھ حساب نہیں لیا جائے گا، تم جو بھی کرو گے وہ جائز ہوگا اور جو بھی فیصلہ کرو گے وہ صحیح ہوگا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ اختیار دیا گیا کہ اگر آپ چاہیں تو عبد اور رسول بن جائیں۔ اور یہ وہ ہوتا ہے کہ اسے جو حکم دیا جائے اس کے مطابق عمل کرے۔ اور آپ تو قاسم تھے، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق لوگوں میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ یا نبی اور بادشاہ بن جائیں جسے چاہیں عطا کریں اور جسے چاہیں محروم رکھیں، کوئی حساب یا کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ تو آپ نے جبریل علیہ السلام سے مشورے کے بعد پہلا مرتبہ اختیار فرما لیا۔ ①

---

① مسند أحمد: 231/2 وصحيح ابن حبان، التاريخ، ذكر وصف مفاتيح خزائن الأرض...... :280/14، حديث: 6365 ومسند أبي يعلى: 491/10، حديث: 6105 عن أبي هريرة ؓ. ملحوظہ: تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں وقد ثبت في الصحيحين کے الفاظ ہیں جبکہ بعض میں وقد ثبت في الصحيح کے الفاظ ہیں اور ہم نے معنی دوسرے الفاظ کے مطابق کیے ہیں کیونکہ صحیحین میں یہ حدیث ہمیں نہیں ملی۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

جبریل علیہ السلام نے مشورہ دیا تھا کہ آپ تواضع اختیار فرمائیں تو آپ نے پہلے مرتبے کو اختیار فرما لیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی قدر و منزلت زیادہ تھی اور آخرت میں اس کا درجہ زیادہ اونچا تھا، گو دوسرا مرتبہ، یعنی نبوت کے ساتھ بادشاہت بھی دنیا و آخرت کے اعتبار سے عظیم مرتبہ تھا، اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب اپنی ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جن سے اس نے سلیمان علیہ السلام کو دنیا میں نوازا تھا تو اس کے بعد فرمایا کہ قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا اونچا مقام ہوگا ﴿ وَاِنَّ لَهٗ عِنۡدَنَا لَزُلۡفٰى وَحُسۡنَ مَاٰبٍ۝۴۰ ﴾ ”اور بے شک ان کے لیے ہمارے ہاں قرب اور عمدہ مقام ہے۔“ یعنی دنیا و آخرت میں۔

تفسیر آیات:41-44

حضرت ایوب علیہ السلام کا تذکرہ: ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے عبد و رسول ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرمایا ہے اور اس آزمائش کا جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم، مال اور اولاد کو مبتلا کر دیا تھا حتی کہ دل کے سوا ان کے باقی سارے جسم میں سوئی چبھنے کی جگہ کے برابر بھی جگہ سلامت نہ رہی تھی اور نہ دنیا کے مال و اسباب میں سے کچھ باقی بچا تھا کہ مرض کے ایام میں اسے کام میں لاتے، البتہ ان کی بیوی نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان کے باعث ان کی محبت کی حفاظت کی۔ انھوں نے اٹھارہ برس تک لوگوں کا کام کاج کیا اور جو اجرت ملتی اسے حضرت ایوب علیہ السلام کے کھانے پینے اور خدمت میں صرف کر دیتی تھیں۔ اس آزمائش سے قبل حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس بے پناہ مال، اولاد اور دنیا کی نعمتیں موجود تھیں مگر وہ سب چھن گئیں اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ آپ کو شہر کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر ڈال دیا گیا اور آپ نے یہ طویل مدت اسی پر گزاری اور آپ کی زوجہ محترمہ کے سوا قریب و بعید کے ہر شخص نے آپ کو چھوڑ دیا تھا، وہ لوگوں کے کام کاج کے سوا صبح و شام کے سارے اوقات آپ کے پاس گزارتی تھیں۔ جب طویل عرصہ گزر گیا، آزمائش شدت اختیار کر گئی، تقدیر ختم ہوگئی اور اجل مقدر مکمل ہوگئی تو ایوب علیہ السلام نے رب العالمین اور الٰہ المرسلین کے حضور تضرع اور زاری کی: ﴿ اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ۝ۚۖ ﴾ (الأنبیآء 21:83) ”بلاشبہ مجھے تکلیف ہو رہی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿ وَاذۡكُرۡ عَبۡدَنَاۤ اَيُّوۡبَ ۘ اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىۡ مَسَّنِىَ الشَّيۡطٰنُ بِنُصۡبٍ وَّعَذَابٍ۝۴۱ ﴾ ”اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ (بارِ الٰہا) شیطان نے مجھ کو دکھ درد اور تکلیف دے رکھی ہے۔“ کہا گیا ہے کہ نصب بدن کی تکلیف کو اور عذاب مال و اولاد کی تکلیف کو کہتے ہیں، بہرحال آپ نے دعا کی اور ارحم الراحمین نے آپ کی دعا کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور اپنی لات زمین پر ماریں، آپ نے ایسے ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک چشمہ جاری فرما دیا اور حکم دیا کہ اس سے غسل کریں، آپ نے غسل کیا تو اس سے ساری جسمانی تکلیف ختم ہوگئی، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے زمین پر ایک دوسری جگہ پاؤں مارا تو اس سے ایک دوسرا چشمہ جاری ہوگیا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے پانی نوش فرمایا تو اس سے باطنی طور پر ساری تکلیف دور ہوگئی اور ظاہری و باطنی طور پر ہر طرح سے عافیت نصیب ہوگئی، اسی لیے فرمایا: ﴿ اُرۡكُضۡ بِرِجۡلِكَ ۚ هٰذَا مُغۡتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ۝۴۲ ﴾ ”(ہم نے کہا کہ زمین پر) لات مارو (دیکھو) یہ (چشمہ نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو (شیریں۔)“

امام ابن جریر اور ابن ابوحاتم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ أَيُّوبَ علیہ الصلوٰۃ والسلام لَبِثَ بِهٖ بَلَاؤُهٗ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً، فَرَفَضَهُ الْقَرِيبُ وَالْبَعِيدُ، إِلَّا رَجُلَيْنِ مِنْ إِخْوَانِهٖ كَانَا مِنْ أَخَصِّ إِخْوَانِهٖ بِهٖ، كَانَا يَغْدُوَانِ إِلَيْهِ وَيَرُوحَانِ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ: تَعْلَمُ وَاللّٰهِ! لَقَدْ أَذْنَبَ أَيُّوبُ ذَنْبًا مَّا أَذْنَبَهٗ أَحَدٌ مِّنَ الْعَالَمِينَ، قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: مِنْ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً لَّمْ يَرْحَمْهُ اللّٰهُ فَيَكْشِفَ مَا بِهٖ، فَلَمَّا رَاحَا إِلَيْهِ لَمْ يَصْبِرِ الرَّجُلُ حَتّٰى ذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ، فَقَالَ أَيُّوبُ: لَا أَدْرِي مَا تَقُولُ، غَيْرَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ أَمُرُّ عَلَى الرَّجُلَيْنِ يَتَنَازَعَانِ فَيَذْكُرَانِ اللّٰهَ، فَأَرْجِعُ إِلٰى بَيْتِي فَأُكَفِّرُ عَنْهُمَا كَرَاهِيَةَ أَنْ يُّذْكَرَ اللّٰهُ إِلَّا فِي حَقٍّ، قَالَ: وَكَانَ يَخْرُجُ إِلٰى حَاجَتِهٖ، فَإِذَا قَضَاهَا أَمْسَكَتِ امْرَأَتُهٗ بِيَدِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ، فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ أَبْطَأَ عَلَيْهَا، وَأُوحِيَ إِلٰى أَيُّوبَ فِي مَكَانِهٖ أَنْ ﴿ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴾ فَاسْتَبْطَأَتْهُ [فَتَلَقَّتْهُ] تَنْظُرُ، فَأَقْبَلَ عَلَيْهَا قَدْ أَذْهَبَ اللّٰهُ مَا بِهٖ مِنَ الْبَلَاءِ، وَهُوَ عَلٰى أَحْسَنِ مَا كَانَ، فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ: أَيْ بَارَكَ اللّٰهُ فِيكَ! هَلْ رَّأَيْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ هٰذَا الْمُبْتَلٰى؟ فَوَاللّٰهِ! عَلٰى ذٰلِكَ مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَشْبَهَ بِهٖ مِنْكَ إِذْ كَانَ صَحِيحًا، قَالَ: فَإِنِّي أَنَا هُوَ، قَالَ: وَكَانَ لَهٗ أَنْدَرَانِ: أَنْدَرٌ لِّلْقَمْحِ وَأَنْدَرٌ لِّلشَّعِيرِ، فَبَعَثَ اللّٰهُ سَحَابَتَيْنِ، فَلَمَّا كَانَتْ إِحْدَاهُمَا عَلٰى أَنْدَرِ الْقَمْحِ، أَفْرَغَتْ فِيهِ الذَّهَبَ حَتّٰى فَاضَ، وَأَفْرَغَتِ الْأُخْرٰى فِي أَنْدَرِ الشَّعِيرِ الْوَرِقَ حَتّٰى فَاضَ]

”بے شک اللہ کے نبی ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آزمائش اٹھارہ برس تک جاری رہی، نزدیک اور دور کے ہر شخص نے آپ کو چھوڑ دیا، البتہ دو شخص جو آپ کے خاص دوست تھے، وہ صبح وشام آپ کے پاس آیا کرتے تھے، ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی قسم! ایوب نے کوئی ایسا گناہ کیا ہے جو تمام جہانوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔ اس نے پوچھا: وہ کیا؟ اس نے کہا کہ اٹھارہ سال سے اللہ تعالیٰ نے ان پر نہ رحم کیا اور نہ ان کی تکلیف کو دور کیا۔ جب دونوں حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس گئے تو یہ شخص صبر نہ کر سکا اور اس نے اپنے ساتھی کی بات آپ کے سامنے بیان کر دی۔ سن کر ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ تو کیا کہہ رہا ہے، البتہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں جب جھگڑتے ہوئے دو ایسے آدمیوں کے پاس سے گزرتا جو اللہ تعالیٰ کا نام لیتے تو میں اپنے گھر جا کر ان کی طرف سے کفارہ ادا کر دیتا کیونکہ میں اس بات کو ناپسند کرتا تھا کہ حق کے سوا کسی اور بات میں اللہ تعالیٰ کا (پاک) نام لیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ آپ جب حاجت کے لیے نکلتے اور حاجت سے فارغ ہو جاتے تو آپ کی زوجہ محترمہ ہاتھ تھام کر آپ کو اپنی جگہ پہنچا دیتی تھیں۔ ایک دن جب آپ کو واپسی میں دیر ہو گئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کی طرف یہ وحی نازل فرما دی: ﴿ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴾ ”(زمین پر) لات مارو (دیکھو) یہ (چشمہ نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو (شیریں۔)“ تاخیر کی وجہ سے آپ کی اہلیہ نے دیکھنا شروع کیا تو کیا دیکھتی ہیں کہ آپ ان کی

طرف اس حال میں آ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام تکلیف کو دور فرما دیا ہے اور پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت شکل میں ہیں۔ انھوں نے دیکھا تو کہا: اے شخص اللہ تعالیٰ تمھیں برکت دے! کیا تم نے آزمائش میں مبتلا اللہ تعالیٰ کے نبی کو دیکھا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! جب وہ صحیح سلامت تھے تو میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی شخص تمھاری نسبت ان سے زیادہ مشابہت رکھتا ہو۔ آپ نے فرمایا: میں ایوب ہوں۔ آپ کے دو کھلیان تھے، ایک گندم کا کھلیان اور دوسرا جَو کا۔ اللہ تعالیٰ نے دو بادل بھیج دیے، ان میں سے ایک جب گندم کے کھلیان پر آیا تو اس نے اس میں سونا برسایا حتی کہ وہ بھر گیا اور دوسرے نے جو کے کھلیان پر چاندی ڈال دی حتی کہ وہ بھی بھر گیا۔'' ① یہ الفاظ امام ابن جریر رحمہ اللہ کی روایت کے ہیں۔

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [بَيْنَمَا أَيُّوبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا، خَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِّنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ أَيُّوبُ يَحْثِي فِي ثَوْبِهِ، فَنَادَاهُ رَبُّهُ: يَا أَيُّوبُ! أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰى؟ قَالَ: بَلٰى، يَارَبِّ! وَلٰكِنْ لَّاغِنٰى بِي عَنْ بَرَكَتِكَ] ''ایوب علیہ السلام برہنہ غسل فرما رہے تھے کہ ان پر سونے کی ٹڈیاں گریں تو ایوب علیہ السلام نے انھیں اپنے کپڑے میں جمع کرنا شروع کر دیا، ان کے رب عزوجل نے انھیں مخاطب ہو کر فرمایا: اے ایوب! کیا میں نے تجھے اس سے بے نیاز نہیں کر دیا جو تو دیکھ رہا ہے؟ ایوب علیہ الصلاۃ والسلام نے عرض کی: کیوں نہیں، اے میرے رب! لیکن تیری برکت سے میں بے نیاز نہیں ہو سکتا۔'' ② اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے بیان کیا ہے (امام مسلم نے نہیں۔) ③

اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ۝۴۳ ﴾ ''اور ہم نے ان کو اہل وعیال اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بخشے، (یہ) ہماری طرف سے رحمت اور عقل والوں کے لیے نصیحت تھی۔'' حسن اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اہل وعیال ہی کو ان کے لیے زندہ فرما دیا اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بھی عطا فرما دیے۔ ④ ﴿ رَحْمَةً مِّنَّا ﴾ ''ہماری طرف سے رحمت'' تھی ان کے صبر وثبات، انابت، تواضع اور اظہار مسکنت کی وجہ سے ﴿ وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ۝۴۳ ﴾ ''اور عقل والوں کے لیے نصیحت تھی'' تاکہ وہ یہ جان لیں کہ صبر کا انجام کشادگی، کامیابی اور راحت ہے۔

اللہ جل شانہٗ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ ﴾ ''اور اپنے ہاتھ میں تنکوں کا مُٹھا لو، پھر

---

① تفسیر الطبری: 199/23 و تفسیر ابن أبي حاتم: 2460/8. مزید دیکھیے صحیح ابن حبان، الجنائز......، باب ذکر الخبر الدال......: 157/7-159، حدیث: 2898 و المستدرك للحاكم، تواريخ المتقدمين......، ذكر أيوب بن أموص......: 581,582/2، حدیث: 4115 و مختصر زوائد مسند البزار: 268/2، 269، حدیث: 1849 و مسند أبي يعلى: 299/6، 300، حدیث: 3617 و الأحاديث الطوال، حدیث أيوب النبي عليه السلام، ص: 86، حدیث: 37. اور دیکھیے السلسلة الصحيحة: 53/1، حدیث: 17. ② مسند أحمد: 314/2 و السنن الكبرٰى للبيهقي، الطهارة، باب التعري إذا كان وحده: 198/1.

③ صحیح البخاري، الغسل، باب من اغتسل عريانا وحده......، حدیث: 279. ④ تفسیر الطبري: 199/23.

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ㊺ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ

اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحق اور یعقوب کو یاد کیجیے جو قوت و بصیرت والے تھے ㊺ بے شک ہم نے انھیں ایک خاص وصف، آخرت کی یاد کے

ذِكْرَى الدَّارِ ㊻ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ؕ ㊼ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ

ساتھ چن لیا تھا ㊻ اور وہ ہمارے نزدیک یقیناً برگزیدہ، نیکوکاروں میں سے تھے ㊼ اور اسمٰعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو یاد کیجیے، اور (ان میں سے) ہر ایک

وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ㊽ هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ㊾

نیکوکاروں میں سے تھا ㊽ یہ ایک نصیحت ہے، اور بے شک متقین کے لیے بہت اچھا ٹھکانا ہے ㊾

اس سے مارو اور قسم نہ توڑو۔'' حضرت ایوب علیہ السلام اپنی بیوی سے اس کے ایک کام کی وجہ سے ناراض ہو گئے تھے اور انھوں نے قسم کھائی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انھیں شفا بخشی تو وہ اسے سو کوڑے ماریں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں شفا عطا فرما دی تو وہ بیوی جس نے خدمت کا حق ادا کر دیا اور رحمت، شفقت اور احسان کا عظیم الشان مظاہرہ کیا تھا، وہ قطعاً اس بات کی سزاوار نہ تھی کہ اسے مارا جائے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں فتویٰ دیا کہ وہ ایک ایسا مٹھا لیں جس میں سو تنکے ہوں اور وہ ایک دفعہ مار دیں، اس سے ان کی قسم پوری ہو جائے گی، قسم توڑنے سے بچ جائیں گے اور اپنی نذر کو بھی پورا کر لیں گے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی طرف رجوع کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسی طرح مشکلات سے نکلنے کا رستہ پیدا فرما دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ㊹ ﴾ ''بے شک ہم نے ان کو صابر (وثابت قدم) پایا۔ بہت خوب بندے تھے، بے شک وہ رجوع کرنے والے تھے۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کی ثنا اور مدح بیان فرمائی ہے کہ وہ خوب بندے تھے اور اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ ﴾ (الطلاق 65:2،3) ''اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، وہ اس کے لیے (رنج ومحن سے) مخلصی کی صورت پیدا کر دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا، جہاں سے (وہم و) گمان بھی نہ ہو۔ اور جو اللہ پر بھروسا رکھے گا تو وہ اس کو کفایت کرے گا۔ اللہ اپنے کام کو (جو وہ کرنا چاہتا ہے) پورا کر دیتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔''

تفسیر آیات: 45-49

چند منتخب انبیائے کرام علیہم السلام کا تذکرہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندگانِ مرسلین اور انبیائے عابدین کے فضائل کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ㊺ ﴾ ''اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو قوت والے اور صاحب نظر تھے۔'' اس سے عمل صالح، علم نافع، قوتِ عبادت اور بصیرت و دانش مراد ہے، علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ اُولِي الْاَيْدِيْ ﴾ کے معنی ہیں قوت وعبادت والے اور

جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ㊿ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ

ہمیشہ رہنے کے باغ جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوں گے ㊿ جبکہ وہ ان میں تکیے لگائے (بیٹھے) ہوں گے، (اور) وہاں طرح طرح کے پھلوں اور

كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ (51) وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ (52) هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ

مشروبات کی فرمائشیں کریں گے (51) اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی، ہم عمر (بیویاں) ہوں گی (52) (کہا جائے گا:) یہ ہے (وہ جزا) جس کا یوم حساب کے لیے تم

الثلثة

الْحِسَابِ (53) اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ (54)

سے وعدہ کیا جاتا تھا (53) بے شک یہ ہمارا رزق (عطیہ) ہے، جو کبھی ختم نہیں ہوگا (54)

﴿وَالْاَبْصَارِ (45)﴾ سے مراد دین میں فقاہت ہے۔ ① قتادہ اور سدی نے کہا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو عبادت کرنے کی قوت اور دین کی بصیرت عطا فرمائی گئی تھی۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ (46)﴾ ”بے شک ہم نے ان کو ایک (صفتِ) خاص (آخرت کے) گھر کی یاد سے ممتاز کیا تھا۔“ مجاہد نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے انھیں ایسا ممتاز کیا کہ وہ آخرت ہی کے لیے عمل کرتے تھے، اس کے سوا ان کا کوئی اور مقصود نہ تھا۔ ③ سدی نے بھی کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آخرت کو یاد رکھنے اور اسی کی بہتری کے لیے عمل کرنے کی وجہ سے ہم نے انھیں ممتاز کر دیا تھا۔ ④ مالک بن دینار کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے دنیا کی محبت اور دنیا کا ذکر نکال دیا تھا اور آخرت کی محبت اور اس کے ذکر کا شوق عطا کر دیا تھا۔ ⑤ امام قتادہ نے کہا ہے کہ وہ لوگوں کو آخرت اور اس کے لیے عمل کی یاد دہانی کراتے رہتے تھے۔ ⑥

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ (47)﴾ ”اور یقیناً وہ ہمارے نزدیک منتخب (اور) نیک لوگوں میں سے تھے۔“ یعنی وہ منتخب، چنیدہ اور پسندیدہ لوگوں میں سے تھے، پس وہ اخیار و مختار تھے۔ ﴿وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ﴾ ”اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو یاد کرو، اور وہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔“ ان تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے قصص و واقعات سورۂ انبیاء میں تفصیل کے ساتھ بیان کیے جا چکے ہیں۔ ⑦ لہٰذا اب ان کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ ﴿هٰذَا ذِكْرٌ ۭ﴾ ”یہ نصیحت ہے۔“ سدی کہتے ہیں یہ قرآن عظیم اس کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے۔

تفسیر آیات: 50-54

سعادت مندوں کا عمدہ مقام: اللہ تعالیٰ نے اپنے سعادت مند مومن بندوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کے لیے آخرت میں عمدہ مقام ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿جَنّٰتِ عَدْنٍ﴾ ”ہمیشہ رہنے کے باغ۔“ یعنی ایسے باغات جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ﴿مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ㊿﴾ ”جن کے

---

① تفسیر الطبری: 202/23. ② تفسیر الطبری: 203/23. ③ تفسیر الطبری: 204/23. ④ تفسیر الطبری: 204/23.
⑤ تفسیر البغوی: 74/4. ⑥ تفسیر الطبری: 204/23. ⑦ دیکھیے الأنبیآء، آیات: 85-90 کے ذیل میں۔

هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۙ (55) جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ (56)

یہ (معاملہ اہل خیر کا) ہے، اور بلاشبہ سرکشوں کے لیے بہت برا ٹھکانا ہے (55) (یعنی) جہنم، وہ اس میں داخل ہوں گے، چنانچہ وہ آرام کرنے کی بری جگہ

هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ (57) ۙ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ (58) ۭ هٰذَا فَوْجٌ

ہے (56) یہ ہے کھولتا ہوا پانی اور پیپ، اب وہ اس کو چکھیں (57) اور ان کے مانند کئی قسم کے دوسرے (عذاب) ہوں گے (58) یہ (تمھارے پیروکاروں کا) ایک

مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ۭ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ (59) قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا مَرْحَبًۢا

گروہ ہے جو تمھارے ساتھ گھسا چلا آتا ہے، ان کے لیے خوش آمدید نہیں، بے شک یہ آگ میں داخل ہونے والے ہیں (59) وہ کہیں گے: بلکہ تم ہی (اس

بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ (60) قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا

لائق) ہو کہ تمھارے لیے خوش آمدید نہیں، تم ہی اسے ہمارے سامنے لائے ہو، تو (یہ) بہت بری قرار گاہ ہے (60) وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! جو شخص

فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ (61) وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ

ہمارے سامنے یہ (انجام) لایا ہے اس کے لیے جہنم میں عذاب دوگنا زیادہ کر دے (61) اور وہ کہیں گے: ہمیں کیا ہے کہ ہم ان لوگوں کو (جہنم میں) نہیں

مِّنَ الْاَشْرَارِ (62) ۭ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ (63) اِنَّ ذٰلِكَ

دیکھتے جنھیں ہم برے لوگوں میں شمار کرتے تھے (62) کیا ہم نے انھیں (دنیا میں یونہی) مذاق (کا نشانہ) بنائے رکھا یا ہماری نگاہیں ان سے ہٹ گئی

لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ۧ (64) ع 4 24 13

ہیں؟ (63) بلاشبہ یہ اہل دوزخ کا باہم جھگڑنا حق ہے (64)

دروازے ان کے لیے کھلے ہوں گے۔" ﴿الْاَبْوَابُ (50)﴾ میں الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے گویا عبارت اس طرح ہے مُفَتَّحَةً لَّهُمْ أَبْوَابُهَا یعنی وہ جب آئیں گے تو ان کے لیے دروازے کھول دیے جائیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا﴾ "ان میں تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔" یعنی وہ سجائے ہوئے کمروں میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے جلوہ افروز ہوں گے ﴿يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ﴾ "(اور کھانے کے لیے) بہت سے میوے منگاتے رہیں گے۔" یعنی جب بھی وہ طلب کریں گے اسے پالیں گے جس چیز کا ارادہ کریں گے اسے اپنے سامنے حاضر پائیں گے ﴿وَّشَرَابٍ (51)﴾ "اور (پینے کے لیے) شراب۔" یعنی جس قسم کی شراب وہ چاہیں گے، خدام ان کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ ﴿بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ڏ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۙ﴾ (الواقعة 56:18) "(یعنی) آبخورے اور آفتابے اور صاف شراب کے گلاس لے لے کر۔" ﴿وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ﴾ "اور ان کے پاس نیچی نگاہ رکھنے والیاں ہیں۔" یعنی انھوں نے اپنے شوہروں کے سوا دیگر لوگوں سے نگاہیں نیچی رکھی ہوں گی اور ان کے سوا دوسروں کی طرف وہ التفات ہی نہیں کریں گی ﴿اَتْرَابٌ (52)﴾ "ہم عمر ہوں گی۔" یعنی ہم سن و ہم عمر ہوں گی، ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، محمد بن کعب اور سدی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ ①

---

① تفسیر الطبری: 208/23 و الدر المنثور: 594/5.

﴿ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ۝53 ﴾ ”یہ وہ چیزیں ہیں جن کا حساب کے دن کے لیے تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔“ یعنی جنت کی جن صفات کا ہم نے ذکر کیا ہے، یہ وہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے پرہیزگار بندوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ قبروں سے اٹھنے کے بعد وہ ان نعمتوں سے شادکام ہوں گے اور جہنم کی آگ سے محفوظ ہوں گے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ کبھی خالی ہوگی نہ زوال پذیر، اس کی کوئی انتہا ہوگی نہ وہ کبھی ختم ہوگی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ۝54ۚۖ ﴾ ”یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ط ﴾ (النحل 96:16) ”جو کچھ تمھارے پاس ہے، وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ۝ ﴾ (هود 108:11) ”(یہ اللہ کی) بخشش ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی۔“ اور فرمایا: ﴿ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ۝ ﴾ (الانشقاق 25:84) ”ان کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ط تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ۝ ﴾ (الرعد 35:13) ”اس کے پھل ہمیشہ (قائم) رہنے والے ہیں اور اس کے سائے بھی، یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو متقی ہیں اور کافروں کا انجام آگ ہے۔“ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔

تفسیر آیات:55-64

بد بختوں کے انجام کا بیان: اللہ تبارک وتعالیٰ نے سعادت مندوں کے انجام کو بیان فرمانے کے بعد اب بد بختوں کے حال، انجام اور آخرت میں ان کے حساب کتاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ هٰذَا ط وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ ﴾ ”یہ (نعمتیں تو فرماں برداروں کے لیے ہیں) اور بلا شبہ سرکشوں کے لیے۔“ یعنی ان کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی کا انکار اور اس کے رسولوں کی مخالفت کرنے والے ہیں ﴿ لَشَرَّ مَاٰبٍ۝55ۙ ﴾ ”یقیناً برا ٹھکانا ہے۔“ یعنی ان کے لیے وہ بہت ہی بری جگہ ہے، جہاں وہ لوٹ کر جائیں گے، پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ ﴾ ”(یعنی) دوزخ جس میں وہ داخل ہوں گے۔“ اور جب وہ اس میں داخل ہوں گے تو وہ ان کو تمام اطراف سے گھیر لے گی ﴿ فَبِئْسَ الْمِهَادُ۝56 هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ۝57ۙ ﴾ ”پس وہ برا ٹھکانا ہے۔ یہ (ہے سزا)، تو وہ اسے چکھیں، کھولتا ہوا پانی اور پیپ (ہے۔)“ ﴿ حَمِيْمٌ ﴾ اس کھولتے ہوئے گرم پانی کو کہتے ہیں جس کی گرمی انتہا کو پہنچ گئی ہو اور اس کے برعکس ﴿ وَّغَسَّاقٌ۝57ۙ ﴾ اس شدید ترین ٹھنڈی چیز کو کہتے ہیں کہ المناک شدید ٹھنڈک کے باعث ناقابل برداشت ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ۝58ۭ ﴾ ”اور اسی طرح کے اور بہت سے (عذاب ہوں گے۔)“ یعنی اس طرح کی اور بھی بہت سی اشیاء اور ان کی اضداد ہوں گی جن کے ساتھ انھیں عذاب دیا جائے گا۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ انھیں مختلف اقسام کے عذاب دیے جائیں گے۔① اور دیگر ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد شدید سردی، زہر، کھولتے ہوئے گرم پانی

---

① تفسیر الطبری: 213/23.

کا پینا، تھوہر کا کھانا، صعود پر چڑھایا جانا اور جہنم کی اتھاہ گہرائیوں میں گرایا جانا وغیرہ مختلف اور متضاد اشیاء مراد ہیں جن سے انھیں عذاب دیا اور ذلیل و رسوا کیا جائے گا۔

اہلِ دوزخ کا جھگڑنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۝٥٩ ﴾ ”یہ ایک فوج ہے جو تمھارے ساتھ داخل ہوگی، ان کو خوشی نہ ہو، یقیناً یہ آگ میں جانے والے ہیں۔“ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا ذکر ہے جو جہنمی ایک دوسرے سے کہیں گے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ ﴾ (الأعراف 38:7) ”جب ایک جماعت (وہاں) جا داخل ہوگی تو اپنی (مذہبی) بہن (اپنے جیسی دوسری جماعت) پر لعنت کرے گی۔“ یعنی سلام کہنے کے بجائے، وہ ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے، ایک دوسرے کی تکذیب کریں گے اور ایک دوسرے کو کافر قرار دیں گے اور پہلے داخل ہونے والی جماعت کے بعد جہنم کے فرشتے جب دوسری جماعت کو لے کر آئیں گے تو پہلی جماعت والے ان سے کہیں گے: ﴿ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۝٥٩ ﴾ ”یہ ایک فوج ہے جو تمھارے ساتھ داخل ہوگی، ان کو خوشی نہ ہو، یقیناً یہ آگ میں جانے والے ہیں۔“ کیونکہ یہ اہل دوزخ ہیں۔ ﴿ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ ﴾ ”کہیں گے: بلکہ تم ہو، تمھارے لیے کوئی خوشی نہ ہو۔“ یعنی جہنم میں یہ داخل ہونے والے ان سے کہیں گے کہ تمھیں ہی خوشی نہ ہو کیونکہ ﴿ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ؕ ﴾ ”تم ہی تو یہ (بلا) ہمارے سامنے لائے ہو۔“ یعنی تم ہی نے تو ہمیں اس بات کی دعوت دی تھی جس نے ہمیں اس انجام تک پہنچا دیا ہے ﴿ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝٦٠ ﴾ ”پس (یہ) برا ٹھکانا ہے۔“ یعنی یہ منزل رہنے اور پلٹنے کی بری جگہ ہے ﴿ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ۝٦١ ﴾ ”وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! جو اس کو ہمارے سامنے لایا ہے، اس کو آگ میں دوگنا عذاب دے۔“ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے:

﴿ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 38:7) ”پچھلی جماعت پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی کہ اے ہمارے پروردگار! ان ہی لوگوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا تو ان کو آتش (جہنم) کا دگنا عذاب دے۔ اللہ فرمائے گا کہ (تم) سب کو دگنا عذاب دیا جائے گا مگر تم نہیں جانتے۔“ یعنی تم میں سے ہر ایک کو اس کے حسب حال عذاب دیا جائے گا۔

﴿ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ۝٦٢ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ۝٦٣ ﴾ ”اور کہیں گے: کیا سبب ہے کہ (یہاں) ہم ان شخصوں کو نہیں دیکھتے جن کو ہم بُروں میں شمار کرتے تھے۔ کیا ہم نے ان سے ٹھٹھا کیا تھا یا (ہماری) آنکھیں ان (کی طرف) سے پھر گئی ہیں۔“ یہ کفار کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ جہنم میں کچھ ایسے لوگوں کو نہیں پائیں گے جنھیں وہ گمراہی پر سمجھتے تھے جبکہ خود یہ کافر اپنے آپ کو بزعمِ خویش مومن سمجھتے تھے، ان کے بارے میں وہ کہیں گے کہ وہ ہمیں جہنم میں کیوں نظر نہیں آ رہے۔ مجاہد نے کہا ہے کہ جہنم میں ابوجہل یہ کہے گا: کیا بات ہے مجھے یہاں بلال، عمار، صہیب اور فلاں فلاں نظر نہیں آ رہے؟① یہ ایک مثال ہے ورنہ تمام کفار کا یہی حال ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ

---

① تفسیر الطبری: 215/23.

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۚ (65) رَبُّ السَّمٰوٰتِ

آپ کہہ دیجیے: بس میں تو صرف ایک ڈرانے والا ہوں، اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو ایک ہے، بڑا زبردست (65) آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ (66) قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ۙ (67) اَنْتُمْ عَنْهُ

ان دونوں کے درمیان ہے اس کا رب ہے، نہایت غالب، بہت معاف کرنے والا (66) کہہ دیجیے: وہ ایک بہت بڑی خبر ہے (67) تم اس سے اعراض

مُعْرِضُوْنَ (68) مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ (69) اِنْ يُّوْحٰٓى

کرنے والے ہو (68) مجھے (فرشتوں کی) بلند پایہ جماعت کا کوئی علم نہیں تھا جب وہ باہم جھگڑ رہے تھے (69) میری طرف تو یہی وحی کی جاتی ہے کہ بس میں تو

اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (70)

صرف ایک واضح (طور پر) ڈرانے والا ہوں (70)

مومن جہنم میں جائیں گے مگر جب کفار جہنم رسید ہوں گے اور وہاں ان مومنوں کو نہیں پائیں گے تو کہیں گے: ﴿ مَالَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ (62) اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا ﴾ ''کیا سبب ہے کہ (یہاں) ہم ان شخصوں کو نہیں دیکھتے جن کو ہم بروں میں شمار کرتے تھے، کیا ہم نے ان سے ٹھٹھا کیا تھا۔'' یعنی دنیا میں ﴿ اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ (63) ﴾ ''یا (ہماری) آنکھیں ان (کی طرف) سے پھر گئی ہیں۔'' وہ اپنے آپ کو ایک محال چیز کے ساتھ تسلی دیں گے اور کہیں گے کہ شاید وہ ہمارے ساتھ جہنم ہی میں ہوں لیکن ان پر ہماری نظر نہ پڑی ہو۔ تو اس وقت انھیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ تو جنت کے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ درجات میں جلوہ افروز ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴾ (الأعراف 7:44) ''اور اہل بہشت دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے: جو وعدہ ہمارے پروردگار نے ہم سے کیا تھا، ہم نے تو اسے سچا پا لیا، بھلا جو وعدہ تمھارے پروردگار نے (تم سے) کیا تھا، کیا تم نے بھی اسے سچا پایا؟ وہ کہیں گے: ہاں، تو (اس وقت) ان میں ایک پکارنے والا پکارے گا کہ بے انصافوں پر اللہ کی لعنت ہے۔'' اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک: ﴿ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴾ (الأعراف 7:49) ''(اے مومنو!) تم بہشت میں داخل ہو جاؤ، تمھیں کچھ خوف نہیں اور نہ تم کو کچھ غم و اندوہ ہو گا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ (64) ﴾ ''بے شک یہ اہل دوزخ کا جھگڑنا برحق ہے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) ہم نے تمھیں اہل دوزخ کے بارے میں جو یہ خبر دی ہے کہ وہ آپس میں جھگڑیں گے اور ایک دوسرے پر لعنت کریں گے تو یہ برحق اور سچی خبر ہے، اس میں قطعاً کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

تفسیر آیات:65-70

رسول اللہ ﷺ کی رسالت عظیم الشان خبر ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر، شرک اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والوں سے کہہ دیں: ﴿ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ ﴾ ''یقیناً میں تو صرف ڈرانے

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ (71) فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ

(یاد کیجیے) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا: بے شک میں مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں (71) چنانچہ جب میں اسے ٹھیک ٹھیک بنادوں

رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ (72) فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۙ(73) اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ

اور اس میں اپنی روح پھونک دوں، تو تم اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے گر پڑنا (72) تب تمام فرشتوں نے (بیک وقت) اکٹھے سجدہ کیا (73) سوائے ابلیس

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ (74) قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ

کے، اس نے تکبر کیا، اور وہ کافروں میں سے ہوگیا (74) اللہ نے فرمایا: اے ابلیس! تجھے کس چیز نے اس (آدم) کو سجدہ کرنے سے منع کیا جسے میں نے

اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ (75) قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ

اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا؟ کیا تو نے تکبر کیا یا تو اونچے درجے والوں میں سے ہے؟ (75) اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں، مجھے تو نے آگ سے

مِنْ طِیْنٍ (76) قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ۚۖ(77) وَّاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ

پیدا کیا، اور اسے تو نے مٹی سے پیدا کیا (76) اللہ نے فرمایا: اب تو یہاں سے نکل جا، بے شک تو مردود ہے (77) اور بلاشبہ تجھ پر روز جزا تک میری لعنت

الدِّیْنِ (78) قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (79) قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۙ(80)

ہے (78) ابلیس نے کہا: اے میرے رب! اب تو مجھے اس دن تک مہلت دے جب لوگ (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے (79) اللہ نے فرمایا: پس بلاشبہ تو

اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (81) قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۙ(82) اِلَّا عِبَادَكَ

مہلت دیے گئے لوگوں میں سے ہے (80) اس دن تک جس کا وقت (میرے ہاں) مقرر ہے (81) اس نے کہا: تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور گمراہ

مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ (83) قَالَ فَالْحَقُّ ۫ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۚ(84) لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ

کروں گا (82) سوائے تیرے ان بندوں کے جو ان میں سے مخلص و برگزیدہ ہوں (83) فرمایا: تو حق یہی ہے اور میں حق بات ہی کہتا ہوں (84) میں تجھ سے اور

وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ (85)

ان سب سے جنھوں نے تیری پیروی کی جہنم کو ضرور بھر دوں گا (85)

والا ہوں۔'' اور میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھتے ہو ﴿وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۚ(65)﴾ ''اور اللہ یکتا، بڑے زبردست کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' وہ وحدہٗ لا شریک ہی ہر چیز پر غالب اور قاہر ہے ﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا﴾ ''جو آسمانوں اور زمین اور جو (مخلوق) ان دونوں کے درمیان ہے، سب کا مالک ہے۔'' یعنی سب کا مالک بھی وہی ہے اور سب میں تصرف بھی اسی کا کارفرما ہے، ﴿الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ (66)﴾ ''نہایت غالب، بڑا بخشنے والا ہے۔'' یعنی عظمت و عزت کے ساتھ ساتھ وہ بخشنے والا بھی ہے۔ ﴿قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِیْمٌ ۙ(67)﴾ ''کہہ دیں کہ یہ ایک بڑی عظیم (الشان چیز کی) خبر ہے۔'' یعنی یہ ایک بہت زبردست اور عظیم الشان خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمھاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے ﴿اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ (68)﴾ ''تم اس سے اعراض کرنے والے ہو۔'' یعنی بے پروا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا كَانَ لِیَ مِنْ عِلْمٍۭ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓی اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ (69)﴾ ''مجھے اوپر کی مجلس (والوں) کا جب وہ

جھگڑتے تھے کچھ بھی علم نہ تھا۔'' یعنی اگر میری طرف وحی نازل نہ ہوئی ہوتی تو مجھے ملاءِ اعلیٰ کے اختلاف کے بارے میں کیسے علم ہوتا؟ یعنی حضرت آدم علیہ السلام، ابلیس کے انھیں سجدہ کرنے سے انکار اور اللہ تعالیٰ سے اس کے اس جھگڑنے کہ وہ آدم سے افضل ہے، کے بارے میں مجھے کیسے معلوم ہوتا! اور اس بارے میں وحی الٰہی یہ ہے: (دیکھیے آیات:71-85)

تفسیر آیات:71-85

قصۂ آدم و ابلیس: اس قصے کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ بقرہ، سورۂ اعراف کے آغاز، سورۂ حجر، سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ کہف ① اور یہاں سورۂ صٓ میں بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل فرشتوں سے فرمایا کہ میں کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ حکم بھی دے دیا کہ جب وہ اس کی تخلیق وتسویہ سے فارغ ہو جائے تو وہ سب اکرام، اعظام، احترام کے طور پر اور اپنے رب تعالیٰ کے حکم کی اطاعت بجا لاتے ہوئے اسے سجدہ کریں، پس ابلیس کے سوا تمام فرشتوں نے اسے سجدہ کیا۔ ابلیس ملائکہ کی جنس سے نہیں بلکہ وہ جنوں کی جنس سے تھا۔ ضرورت کے وقت اس کی طبیعت و جبلت نے اس سے خیانت کی، اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اس بارے میں رب تعالیٰ سے جھگڑنے لگا اور اس نے دعویٰ کیا کہ وہ آدم علیہ السلام سے بہتر ہے کیونکہ اسے آگ سے پیدا کیا گیا ہے جبکہ آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور اس کے گمان میں آگ مٹی سے بہتر ہے، پس اس نے اس معاملے میں غلطی کی، اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی اور اس کی ذات پاک کے ساتھ کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے دور کر دیا، اس کی ناک کو خاک آلود کر دیا، اپنے بابِ رحمت، مقامِ انس اور حضرت اقدس سے دھتکار دیا اور اس کا نام ابلیس رکھ دیا جو اس بات کا اعلان تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اور پھر ذلیل و رسوا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے زمین پر اتار دیا، اس نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اسے روزِ قیامت تک مہلت دے دی جائے تو اس حلیم و بردبار ذات پاک نے جو اپنے نافرمانوں کو فوراً سزا نہیں دیتا، اسے مہلت دے دی۔ جب اسے قیامت تک مہلت مل گئی تو اس نے بغاوت و سرکشی کی روش کو اختیار کر لیا اور کہنے لگا: ﴿ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿82﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿83﴾ ﴾ ''سو (مجھے) تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو بہکاتا رہوں گا، سوائے ان کے جو تیرے خالص بندے ہیں۔'' جیسا کہ اس نے کہا تھا ﴿ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ز لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ○ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 62:17) ''دیکھ تو یہی وہ ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے، اگر تو مجھ کو قیامت کے دن تک کی مہلت دے تو میں تھوڑے سے شخصوں کے سوا اس کی (تمام) اولاد کی جڑ کاٹتا رہوں گا۔'' ان مستثنیٰ لوگوں کا اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت کریمہ میں اس طرح ذکر فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ط وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ○ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 65:17) ''بے شک جو میرے (مخلص) بندے ہیں، ان پر تیرا کچھ زور نہیں اور (اے پیغمبر!) آپ کا پروردگار کارساز کافی ہے۔''

---

① دیکھیے البقرۃ، آیت: 34 والأعراف، آیت:11 والحجر، آیات: 28- 38 و بنیٓ إسرآء یل، آیات: 61, 62 و الکھف، آیت: 50 کے ذیل میں۔

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ⁽⁸⁶⁾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ⁽⁸⁷⁾

(اے نبی!) کہہ دیجیے: میں تم سے اس (تبلیغ دین) پر کوئی اجر نہیں مانگتا، اور میں تکلف (بناوٹی کام) کرنے والوں میں سے نہیں (86) یہ (قرآن) جہانوں کے

وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ع (88) 5 ع 24 14

لیے نصیحت ہی تو ہے (87) اور تم اس کی حقیقت کچھ مدت کے بعد ضرور جان لو گے (88)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالَ فَالْحَقُّ ۡ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۚ (84) لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ (85) ﴾ ”کہا: سچ (ہے) اور میں بھی سچ کہتا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے، سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔“ مفسرین کی ایک جماعت نے جن میں امام مجاہد بھی ہیں، پہلے حق کو مرفوع پڑھا ہے اور انھوں نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں حق ہوں اور حق ہی کہتا ہوں اور آپ سے دوسری روایت میں ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ حق میری طرف سے ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں۔ ① اور دیگر مفسرین نے دونوں حق کو منصوب پڑھا ہے۔ سدی نے کہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔ ② میں کہتا ہوں کہ یہ آیت، اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿ وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ ﴾ (السجدة 13:32) ”اور لیکن میری طرف سے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا۔“ نیز اس آیت کی طرح ہے: ﴿ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝ ﴾ (بنی إسرآء یل 63:17) ”(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: (یہاں سے) چلا جا، پھر جو شخص ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو تم سب کی جزا جہنم ہے اور (وہ) پوری سزا (ہے۔)“

تفسیر آیات: 86-88

”کیوں نہ الگ تھلگ رہوں بزم تکلفات سے“: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) ان مشرکین سے کہہ دیں کہ میں اس دین کے پہنچا دینے اور تمھاری خیر خواہی کرنے کے عوض تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا جو تم دنیوی ساز و سامان میں سے مجھے دو۔ ﴿ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝ ﴾ ”اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے جس دین کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں اس سے زیادہ کوئی چیز نہیں چاہتا بلکہ مجھے جس دین کے پہنچا دینے کا حکم دیا گیا تھا، میں نے اسے بلا کم و کاست پہنچا دیا ہے اور میں اس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت کا طلب گار ہوں۔ سفیان ثوری نے اعمش اور منصور سے، انھوں نے ابوضحیٰ سے اور انھوں نے مسروق سے روایت کیا ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: لوگو! جو کوئی کسی چیز کو جانتا ہو تو وہ اسے بیان کر دے اور جو نہ جانتا ہو تو وہ کہہ دے: اَللّٰهُ أَعْلَمُ ”اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔“ کیونکہ یہ بھی علم کی بات ہے کہ انسان جس چیز کو نہ جانتا ہو تو اس کے بارے میں یہ کہہ دے کہ اَللّٰهُ أَعْلَمُ، پس اللہ عزوجل نے تمھارے نبی ﷺ سے فرمایا: ﴿ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ

---

① تفسیر الطبری: 223/23. ② تفسیر الطبری: 223/23.

مِنۡ اَجۡرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُتَكَلِّفِيۡنَ ﴿۸۶﴾ ”(اے پیغمبر!) کہہ دیں کہ میں تم سے اس کا صلہ نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔“ اس روایت کو امام بخاری اور مسلم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے۔ ①

کچھ وقت کے بعد تم خود ہی جان لو گے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۸۷﴾ ﴾ ”یہ (قرآن) تو تمام (اہل) عالم کے لیے نصیحت ہے۔“ یعنی قرآن مجید انسانوں اور جنوں تمام مُکَلَّفین کے لیے نصیحت ہے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور یہ آیت کریمہ ایسے ہے جیسا کہ یہ آیت ہے: ﴿ لِاُنۡذِرَكُمۡ بِهٖ وَمَنۡۢ بَلَغَ ؕ ﴾ (الأنعام 6:19) ”تاکہ میں اس کے ذریعے سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے، آگاہ کر دوں۔“ اور یہ آیت ہے: ﴿ وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِهٖ مِنَ الۡاَحۡزَابِ فَالنَّارُ مَوۡعِدُهٗ ۚ ﴾ (ھود 11:17) ”اور جو کوئی اور فرقوں میں سے اس سے منکر ہو تو اس کا ٹھکانا آگ ہے۔“

﴿ وَلَتَعۡلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعۡدَ حِيۡنٍ ﴿۸۸﴾ ﴾ ”اور یقیناً تم کو اس کا حال ایک وقت کے بعد معلوم ہو جائے گا۔“ یعنی اس کی خبر اور اس کی صداقت تمھیں عنقریب معلوم ہو جائے گی، قتادہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ موت کے بعد۔ ② اور عکرمہ نے کہا ہے کہ تمھیں اس کا حال قیامت کے دن معلوم ہو جائے گا۔ ③ اور ان دونوں اقوال میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ جو شخص فوت ہو جائے، وہ قیامت کے حکم میں داخل ہو جاتا ہے۔

سورۂ صٓ کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی أَعْلَمُ.

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله تعالٰی: ﴿ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُتَكَلِّفِيۡنَ ﴾ (صٓ 38:86)، حدیث: 4809 وصحیح مسلم، صفات المنافقین......، باب الدخان، حدیث: 2798. ② تفسیر الطبری: 224/23 وتفسیر القرطبی: 231/15. ③ تفسیر القرطبی: 231/15.

تفسیر
سُورۂ زُمَر

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ

(یہ) اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے جو نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ① بے شک ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل کی

مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ② اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ وقف لازم

ہے، لہٰذا آپ اللہ کے لیے بندگی کو خالص کرتے ہوئے اسی کی عبادت کیجیے ② سنو! خالص اطاعت و بندگی اللہ ہی کے لیے ہے، اور جن لوگوں نے

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ

اس کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں، (وہ کہتے ہیں:) ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے زیادہ قریب کر دیں، یقیناً اللہ ان کے

يَخْتَلِفُوْنَ ؕ۬ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا

درمیان ان باتوں کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں، بے شک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا، ناشکرا ہو ③ اگر اللہ چاہتا کہ کسی کو بیٹا

لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④

بنائے تو ان میں سے جنھیں وہ پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا چن لیتا، (لیکن) وہ تو (ان باتوں سے) پاک ہے، وہ اللہ واحد ہے، بڑا زبردست ④

سورۂ زمر کی فضیلت: امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نفلی) روزے رکھتے حتی کہ ہم کہتے کہ اب آپ کا روزہ چھوڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔ اور آپ (نفلی) روزے چھوڑ دیتے حتی کہ ہم کہتے کہ اب آپ کا روزے رکھنے کا ارادہ نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات سورۂ بنی اسراءیل اور زمر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ①

تفسیر آیات: 1-4

توحید کا حکم اور شرک کی تردید: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کتاب قرآن عظیم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نازل

---

① السنن الكبرى للنسائي، التفسير، سورة الزمر: 444/6، حديث: 11444 اور دیکھیے مسند أحمد: 68/6 و صحیح ابن خزيمة، جماع أبواب صلاة التطوع بالليل، باب استحباب قراءة بنئ إسرآءيل والزمر......: 191/2، حديث: 1163.

ملحوظہ: امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے، البتہ بعض محققین نے کہا ہے: ''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات سورۂ بنی اسراءیل اور زمر کی تلاوت فرمایا کرتے'' کے علاوہ روایت صحیح ہے۔ دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 453,452/40، حدیث: 24388.

کیا گیا ہے اور یہ کتاب بالکل سچی کتاب ہے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ؕ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ۙ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ۙ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝ؕ ﴾ (الشعرآء 195-192:26) ''اور بلاشبہ یہ (قرآن اللہ) پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے، جسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے، (اس نے) آپ کے دل پر (القا کیا ہے) تا کہ آپ (لوگوں کو) ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں، فصیح عربی زبان میں (اتارا ہے۔)'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝ۙ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ ﴾ (حٰمٓ السجدة 42,41:41) ''اور بے شک وہ تو ایک عالی رتبہ کتاب ہی ہے، اس کے پاس باطل نہ آگے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے، کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے (اللہ) کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔''

اور یہاں اللہ جل جلالہٗ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ ﴾ ''(اس) کتاب کا اتارا جانا اللہ غالب کی طرف سے ہے۔'' ﴿ الْعَزِيْزِ ﴾ کے معنی عالی جناب اور ﴿ الْحَكِيْمِ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ اپنے اقوال وافعال اور شرع وقدر میں حکمت والا ہے۔ ﴿ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ؕ ﴾ ''(اے پیغمبر!) بے شک ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف سچائی کے ساتھ نازل کی ہے، لہٰذا آپ اللہ کی عبادت اس کے لیے بندگی کو خالص کرتے ہوئے کریں۔'' یعنی اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں اور مخلوق کو بھی اس کی دعوت دیں اور انھیں یہ بات بتائیں کہ عبادت صرف اسی ذات پاک کی ہونی چاہیے جس کا کوئی شریک، کوئی برابری کرنے والا اور کوئی ساجھی نہیں ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ ﴾ ''خبردار! اللہ ہی کے لیے خالص عبادت (زیبا) ہے۔'' یعنی وہ صرف اسی عمل کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرماتا ہے جسے عمل کرنے والے نے صرف اسی وحدہٗ لاشریک ہی کے لیے سرانجام دیا ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بتوں کے پجاریوں اور مشرکوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ کہتے ہیں: ﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ ﴾ ''ہم انھیں اس لیے پوجتے ہیں تا کہ وہ ہمیں اللہ کے زیادہ قریب کر دیں۔'' بتوں کی عبادت پر انھیں اس بات نے آمادہ کیا کہ انھوں نے پہلے تو اپنے زعم کے مطابق بتوں کو ملائکہ مقربین کی صورتوں کے مطابق بنایا، پھر انھوں نے ان بتوں کی عبادت شروع کر دی اور اسے فرشتوں کی عبادت قرار دیا تا کہ نصرت، رزق اور دنیا میں درپیش امور میں وہ ان کی اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کریں، پھر البتہ آخرت میں وہ اس بات کا انکار کر دیں گے۔ قتادہ، سدی اور مالک رحمہم اللہ زید بن اسلم اور ابن زید سے اس آیت کریمہ: ﴿ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ ﴾ ''مگر اس لیے کہ وہ ہمیں اللہ کے زیادہ قریب کر دیں۔'' کے معنی بیان کرتے ہیں کہ یہ ہماری شفاعت کریں اور مقام ومرتبہ کے اعتبار سے ہمیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دیں۔ ① زمانۂ جاہلیت میں حج کے تلبیہ میں بھی یہ لوگ کہا کرتے تھے: [لَبَّيْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ...... إِلَّا شَرِيكًا هُوَلَكَ، تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ] ''میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں...... مگر ایک شریک ہے تیرا، اس کا اور جس کا وہ مالک ہے اس کا بھی تو ہی مالک ہے۔'' ②

---

① تفسیر الطبری: 228/23. ② صحیح مسلم، الحج، باب التابية وصفتها ووقتها، حديث :1185 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما.

زمانۂ قدیم و جدید کے تمام مشرکین اسی شبہے میں مبتلا تھے اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام اسی کی تردید و ممانعت کے لیے تشریف لائے تھے۔ انھوں نے اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی دعوت دی تھی اور انھوں نے فرمایا تھا کہ اس بات کو مشرکین نے خود اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے، اللہ تعالیٰ نے نہ اس کی اجازت دی اور نہ وہ اس سے خوش ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے اور اس نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ج ﴾ (النحل 16:36) ”اور البتہ تحقیق ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت (بتوں کی پرستش) سے بچو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ○ ﴾ (الأنبیآء 21:25) ”اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی پیغمبر بھیجے، اُن کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری ہی عبادت کرو۔“

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے یہ بھی مطلع فرمایا ہے کہ آسمانوں میں موجود تمام فرشتے، خواہ وہ مقربین ہوں یا دیگر سب کے سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے سامنے عجز و نیاز کرنے والے ہیں، اس کی اجازت کے بغیر وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے، سفارش بھی اس کے لیے کرتے ہیں جس کے لیے اللہ تعالیٰ پسند فرمائے، وہ اس طرح نہیں جس طرح بادشاہوں کے دربار میں امراء ہوتے ہیں کہ وہ بادشاہوں کی اجازت کے بغیر سفارش کر دیتے ہیں، خواہ بادشاہ پسند کریں یا ناپسند، لہٰذا ﴿ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ط ﴾ (النحل 16:74) ”پس (لوگو!) اللہ کے بارے میں (غلط) مثالیں مت بیان کرو۔“ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ان مثالوں سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ﴾ ”یقیناً اللہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔“ یعنی قیامت کے دن ﴿ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ط ﴾ ”ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مخلوقات میں فیصلہ فرما دے گا اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق صلہ دے گا۔ ﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ○ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ج بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ج اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ○ ﴾ (سبا 34:40،41) ”اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا، پھر فرشتوں سے فرمائے گا: کیا یہی لوگ صرف تمھاری پوجا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: تو پاک ہے، تو ہی ہمارا کارساز ہے نہ کہ یہ، بلکہ یہ تو جنوں کو پوجا کرتے تھے (اور) ان میں سے اکثر انھی پر ایمان رکھتے تھے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③ ﴾ ”بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا (اور) ناشکرا ہے۔“ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ پر کذب و افترا باندھنے کا قصد کرے اور اس کا دل اس کی آیات اور دلائل و براہین کو قبول کرنے سے انکار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا نہیں فرماتا، پھر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کا کوئی بیٹا نہیں جیسا کہ جاہل مشرک فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دیتے ہیں اور (اللہ کے) معاندین یہود و نصاریٰ عزیر علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو اس کے بیٹے سمجھتے ہیں، ان کی تردید کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ

اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے، اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے، اور اس نے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا ہے،

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ⑤ خَلَقَكُمْ

ہر ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے، سنو! وہ نہایت غالب، بہت بخشنے والا ہے⑤ اس نے تمھیں ایک ہی جان سے پیدا کیا، پھر اس نے اس سے اس کا

مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ

جوڑا بنایا، اور اس نے تمھارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے (نر اور مادہ) اتارے (پیدا کیے)، وہ تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے،

يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ

ایک پیدائش (مرحلے) کے بعد دوسری پیدائش میں، تین قسم کے اندھیروں (پردوں) میں، یہ ہے اللہ تمھارا رب، اسی کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی

الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ⑥

معبود نہیں، پھر تم کہاں پھرے (بہکے) جاتے ہو؟⑥

﴿ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ ﴾ ’’اگر اللہ (کسی کو اپنا) بیٹا بنانا چاہتا تو ان میں سے جنھیں وہ پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا منتخب کر لیتا۔‘‘ یعنی معاملہ ان کے وہم و گمان کے خلاف ہوتا، یاد رہے کہ یہ شرط ہے، اس کا وقوع اور جواز لازم نہیں آتا، بلکہ وہ تو محال ہے، یہاں تو مقصود صرف ان کے وہم و گمان کا بطلان ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَوْ اَرَدْنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّاۤ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ○ ﴾ (الأنبیاء 17:21) ’’اگر ہم چاہتے کہ کھیل تماشا بنائیں تو اپنے پاس ہی سے بنا لیتے، اگر ہم کرنے والے ہوتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ○ ﴾ (الزخرف 81:43) ’’کہہ دیجیے: اگر رحمٰن (اللہ) کی کوئی اولاد ہوتو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوں۔‘‘ یہ سب کچھ شرط کے قبیل سے ہے اور متکلم کے مقصد کے پیشِ نظر امر محال کے ساتھ مشروط قرار دینا بھی جائز ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④ ﴾ ’’وہ تو پاک ہے وہی تو اللہ یکتا (اور) بڑی قوتوں والا ہے۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو کیونکہ وہ تو واحد، احد، تنہا اور صمد ہے، ہر چیز اس کی غلام اور محتاج ہے اور وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے، اس نے تمام اشیاء کو مغلوب کر رکھا ہے، تمام مخلوق اس کے سامنے عاجز و درماندہ ہیں اور اللہ ان ظالموں اور منکروں کی باتوں سے بہت بلند و بالا ہے۔

تفسیر آیات: 6,5

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید کے دلائل: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں، زمین اور جو ان کے مابین چیزیں ہیں سب کا خالق ہے، وہی مالک الملک، تصرف فرمانے والا اور رات اور دن کو بدل بدل کر لانے والا ہے: ﴿ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ ﴾ ’’(اور) وہی رات کو دن پر لپیٹتا اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے۔‘‘ یعنی اس نے ان دونوں کو مسخر کر رکھا ہے، دونوں ایک دوسرے کے پیچھے آتے جاتے ہیں اور اکتاتے نہیں، ان میں سے ہر ایک دوسرے کے پیچھے دوڑا چلا

آتا ہے، ﴿ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ﴾ (الأعراف 7:54) ”وہی رات سے دن کو ڈھانپتا ہے وہ (رات) جلدی جلدی اس (دن) کو طلب کرتی ہے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، سدی اور دیگر ائمہ تفسیر سے یہی معنی مروی ہیں۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ﴾ ”اور اسی نے سورج اور چاند کو تابع کر رکھا ہے، ہر ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے۔“ یعنی اس مدت تک جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، پھر روز قیامت یہ مدت اختتام پذیر ہو جائے گی۔ ﴿ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ⑤ ﴾ ”خبردار! وہی غالب (اور) خوب بخشنے والا ہے۔“ یعنی اپنی عزت و عظمت اور کبریائی کے ساتھ ساتھ وہ اسے بخشنے والا بھی ہے جو اس کی نافرمانی کے بعد توبہ کر لے یا اس کی طرف رجوع کرے۔

اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے: ﴿ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ﴾ ”اس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔“ یعنی اس نے تمھاری جنسوں، صنفوں، زبانوں اور رنگوں کے اختلاف کے باوجود تم کو ایک شخص حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا ہے، ﴿ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا ﴾ ”پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا۔“ یعنی حوا علیہا السلام کو، جیسا کہ فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ ﴾ (النسآء 4:1) ”اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس نے اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا، اور (پھر) ان دونوں سے کثرت سے مرد اور عورتیں (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۭ ﴾ ”اور اسی نے تمھارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے اتارے۔“ یعنی اس نے تمھارے لیے چوپایوں کی پشتوں میں سے آٹھ جوڑے بنائے اور ان آٹھ جوڑوں کی سورۂ انعام میں اس طرح تفصیل مذکور ہے: آٹھ قسمیں (پیدا فرمائیں) دو بھیڑوں میں سے اور دو بکریوں میں سے (ایک نر اور ایک مادہ) اور دو اونٹوں میں سے اور دو گایوں میں سے، ② پھر فرمایا: ﴿ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ﴾ ”وہی تم کو تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے۔“ یعنی اس نے تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں اس طرح پیدا فرمایا، ﴿ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ ﴾ ”ایک (طرح کی) پیدائش (دوسری) پیدائش کے بعد۔“ یعنی پہلے تم نطفہ ہوتے ہو، پھر لوتھڑا، پھر بوٹی، پھر وہ گوشت، ہڈیوں، اعصاب اور رگوں کو پیدا فرماتا، پھر روح پھونک دیتا ہے تو یہ (گویا ایک تخلیق کے بعد) دوسری تخلیق ہو گئی، ﴿ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ ﴾ (المؤمنون 23:14) ”چنانچہ اللہ جو سب سے حسین پیدا کرنے والا ہے بڑا بابرکت ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۭ ﴾ ”تین اندھیروں میں۔“ یعنی رحم کے اندھیرے، جھلی کے اندھیرے۔ جو بچے کے لیے حفاظت کے طور پر اس کے اوپر ایک پردے کے طور پر ہوتی ہے۔ اور پیٹ کے اندھیرے میں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، ابو مالک، ضحاک، قتادہ، سدی اور ابن زید رحمہم اللہ کا قول ہے۔ ③

---

① تفسیر القرطبی : 15/235 و تفسیر الطبری : 23/229,230 . ② دیکھیے الأنعام، آیات : 143,144 . ③ تفسیر الطبری : 23/233,234 والدر المنثور : 5/603,604 .

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ ۫ وَلَا یَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا یَرْضَهُ لَكُمْ ؕ

اگر تم کفر کرو گے تو اللہ یقیناً تم سے بے پروا ہے، اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر پسند نہیں کرتا، اور اگر تم شکر کرو گے تو وہ اسے تمھارے لیے پسند کرتا ہے،

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ

اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، پھر تمھیں اپنے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے، تو وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کرتے رہے، بلاشبہ وہ

اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑦ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِیْبًا اِلَیْهِ ثُمَّ

سینوں کے راز خوب جانتا ہے ⑦ اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسے پکارتا ہے، پھر جب وہ

اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِیَ مَا كَانَ یَدْعُوْۤا اِلَیْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا

اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس سے پہلے جس کے لیے دعا کیا کرتا تھا اسے بھول جاتا ہے، اور اللہ کے لیے شریک ٹھہراتا ہے تاکہ اس کے

لِّیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِیْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ⑧

راستے سے (لوگوں کو) بہکائے، آپ کہہ دیجیے: تو اپنے کفر کے ساتھ کچھ (دنیاوی) فائدہ اٹھا لے، بلاشبہ تو دوزخیوں میں سے ہے ⑧

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ﴾ ”یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے۔“ جس نے آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی تمام اشیاء کو وجود بخشا، تمھیں اور تمھارے باپ کو پیدا فرمایا، وہی پروردگار عالم ہے، ساری کائنات اسی کی ملکیت ہے اور اس میں اسی کا تصرف کارفرما ہے۔ ﴿ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ ﴾ ”اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔“ اس لیے صرف اسی وحدہ لاشریک کی عبادت ہونی چاہیے، ﴿ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ⑥ ﴾ ”پھر تم کہاں پھیرے جاتے ہو؟“ یعنی پھر تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ تمھاری عقلیں کہاں چلی جاتی ہیں؟

تفسیر آیات: 8,7

اللہ کفر سے ناراض اور شکر سے راضی ہوتا ہے: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ اپنے سوا تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: ﴿ اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ ○ ﴾ (إبراهيم 14:8) ”اگر تم اور وہ لوگ جو زمین میں ہیں، سب کے سب ناشکری کریں تو بے شک اللہ یقیناً بے نیاز (اور) نہایت قابلِ تعریف ہے۔“

اور صحیح مسلم میں ہے کہ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) [يَا عِبَادِي! لَوْأَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ، كَانُوا عَلٰى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ، مَّانَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُّلْكِي شَيْئًا] ”اے میرے بندو! اگر تمھارے پہلے اور پچھلے اور انسان اور جن، تم میں سے سب سے زیادہ گناہ گار کے دل جیسے ہو جائیں گے تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔“①

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا یَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ ﴾ ”اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا۔“ نہ وہ

---

① صحيح مسلم، البر والصلة......، باب تحريم الظلم، حديث : 2577 عن أبي ذر رضي الله عنه.

ناشکری کو پسند فرماتا ہے اور نہ اس کا حکم دیتا ہے۔ ﴿ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ط ﴾ ''اور اگر تم شکر کرو گے تو وہ اسے تمھارے لیے پسند کرتا ہے۔'' اسے تمھارے لیے پسند بھی کرے گا اور تمھیں اپنے فضل سے اور زیادہ بھی عطا فرمائے گا۔ ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ط ﴾ ''اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔'' کوئی نفس کسی دوسرے نفس کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا بلکہ ہر ایک سے اس کے اپنے بارے میں ہی پوچھا جائے گا، ﴿ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑦ ﴾ ''پھر اپنے پروردگار کی طرف تمھارا لوٹنا ہے، پھر تم جو کچھ کرتے رہے وہ تمھیں بتائے گا، وہ تو دلوں کی پوشیدہ باتوں تک کو جانتا ہے۔'' اور اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔

سختی میں اللہ کا ذکر اور کشادگی میں شرک: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ﴾ ''اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو پکارتا ہے اس حال میں کہ اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے۔'' یعنی بوقت ضرورت وہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کے سامنے عاجزی کرتا اور اس سے مدد مانگتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ط وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ○ ﴾ (بنی إسرآءیل 17:67) ''اور جب تمھیں دریا میں تکلیف پہنچتی ہے (ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو وہ سب اس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں جنھیں تم پکارتے ہو، پھر جب وہ تمھیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا۔'' اور اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ ﴾ ''پھر جب وہ اسے اپنی طرف سے (مہربانی کرتے ہوئے) کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس سے پہلے جس (مصیبت) کے لیے پکارا کرتا تھا، اسے بھول جاتا ہے۔'' یعنی آسودگی اور خوش حالی کے دور میں اپنی التجا و فریاد کو بھول جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ط ﴾ (یونس 10:12) ''اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پہلو پر یا بیٹھا یا کھڑا (ہر حال میں) ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اس سے اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو اس طرح گزر جاتا ہے کہ گویا اس نے کسی تکلیف کی طرف جو اسے پہنچی ہو، ہمیں کبھی پکارا ہی نہیں۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ط ﴾ ''اور اللہ کے لیے کئی شریک بنالیتا ہے تاکہ (لوگوں کو) اس کے رستے سے گمراہ کرے۔'' یعنی عافیت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور اس کے لیے شریک بنانا شروع کر دیتا ہے۔ ﴿ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ⑧ ﴾ ''کہہ دیجیے: (اے کافرِ نعمت!) اپنی ناشکری کے ساتھ تھوڑا سا فائدہ اٹھا لے، بے شک تو دوزخیوں میں سے ہے۔'' یعنی جس کی یہ حالت اور یہ طریقہ و مسلک ہو، اس سے کہہ دیں کہ اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لے، یہ بہت شدید سرزنش اور زبردست وعید ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ○ ﴾ (ابراھیم 14:30) ''کہہ دیجیے: (چند روز) فائدہ اٹھا لو، پس بے شک تمھارا

اَمَّنۡ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیۡلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا یَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَیَرۡجُوۡا رَحۡمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلۡ

کیا (یہ مشرک بہتر ہے یا وہ) جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے اور قیام کرتے ہوئے عبادت و فرماں برداری کرتا ہے، جبکہ وہ آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب

هَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ⑨ ع 1 9 15

کی رحمت کی امید بھی رکھتا ہے؟ کہہ دیجیے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے، برابر ہو سکتے ہیں؟ بس عقل والے ہی نصیحت پکڑتے ہیں ⑨

لوٹنا دوزخ کی طرف ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ نُمَتِّعُهُمۡ قَلِیۡلًا ثُمَّ نَضۡطَرُّهُمۡ اِلٰی عَذَابٍ غَلِیۡظٍ ۝ ﴾ (لقمٰن 31:24) ''ہم انھیں تھوڑا سا فائدہ دیں گے، پھر انھیں سخت عذاب کی طرف دھکیلیں گے۔''

تفسیر آیت:9

فرماں بردار و نافرمان برابر نہیں: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کی یہ صفت ہو (کہ وہ شخص جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے عبادت کرتا ہے) کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ کے ساتھ شرک کرے اور اس کے شریک بنائے؟ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کبھی برابر نہیں ہو سکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَیۡسُوۡا سَوَآءً ؕ مِنۡ اَهۡلِ الۡکِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ یَّتۡلُوۡنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّیۡلِ وَهُمۡ یَسۡجُدُوۡنَ ۝ ﴾ (اٰل عمرٰن 3:113) ''وہ سب ایک جیسے نہیں، اہل کتاب میں سے ایک جماعت (اللہ کے حکم پر) قائم ہے جو رات کی گھڑیوں میں اللہ کی آیتیں پڑھتے اور (اس کے آگے) وہ سجدہ کرتے ہیں۔'' اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿ اَمَّنۡ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیۡلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا ﴾ ''(بھلا مشرک اچھا ہے) یا وہ جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے عبادت کرنے والا ہے۔'' یعنی وہ اپنے سجدوں اور قیام کی حالت میں خشوع و خضوع کا اظہار کرتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ قانت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فرماں بردار ہو۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، سدی اور ابن زید کا قول ہے کہ ﴿ اٰنَآءَ الَّیۡلِ ﴾ سے مراد ''آدھی رات'' ہے۔ ②

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ یَحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَیَرۡجُوۡا رَحۡمَةَ رَبِّهٖ ؕ ﴾ ''وہ آخرت سے ڈرتا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے۔'' یعنی عبادت کی حالت میں وہ ڈرتا بھی ہے اور اُمید بھی رکھتا ہے اور عبادت میں ان دونوں چیزوں کا ہونا ضروری ہے، لیکن زندگی میں خوف ہی غالب ہونا چاہیے، اس لیے فرمایا: ﴿ یَحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَیَرۡجُوۡا رَحۡمَةَ رَبِّهٖ ؕ ﴾ ''وہ آخرت سے ڈرتا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے۔'' موت کے وقت اُمید کا پہلو غالب ہونا چاہیے جیسا کہ امام عبد بن حمید نے اپنی ''مسند'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسے شخص کے پاس تشریف لے گئے جو موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا تو آپ نے اس سے فرمایا: [کَیۡفَ تَجِدُكَ؟] ''تم خود کو کیسا محسوس کرتے ہو؟'' اس نے عرض کی: میں اُمید بھی رکھتا ہوں اور ڈرتا بھی ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا یَجۡتَمِعَانِ فِی قَلۡبِ عَبۡدٍ فِی مِثۡلِ هٰذَا الۡمَوۡطِنِ إِلَّا

---

① المعجم الكبير للطبراني:60/10، حديث :9948 . ② الأحاديث المختارة للمقدسي :20/10 وتفسير القرطبي: 239/15 .

قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ ؕ

کہہ دیجیے: اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! اپنے رب سے ڈرو، جنھوں نے اس دنیا میں اچھے عمل کیے ان کے لیے بھلائی ہے،

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ⑩ قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ

اور اللہ کی زمین وسیع ہے، بلاشبہ صبر کرنے والوں کو ان کا پورا پورا اجر بے حساب دیا جائے گا ⑩ آپ کہہ دیجیے: بے شک مجھے حکم دیا گیا

اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ۙ⑪ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ⑫

ہے کہ میں اللہ کے لیے بندگی کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کروں ⑪ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں پہلا مسلمان بن جاؤں ⑫

أَعْطَاهُ اللّٰهُ مَایَرْجُو، وَآمَنَهُ مِمَّا یَخَافُ] ''اس جیسے موقع پر جس شخص کے دل میں بھی یہ دونوں باتیں جمع ہوں تو اللہ عزوجل اسے وہ چیز عطا فرما دیتا ہے جس کی وہ امید رکھتا ہو اور اس چیز سے اسے امن عطا فرما دیتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہو۔''① اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے، امام نسائی نے عمل الیوم واللیلة میں اور امام ابن ماجہ نے اسے بروایت سیّار بن حاتم از جعفر بن سلیمان روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے۔②

اور امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ قَرَأَ بِمِائَةِ آیَةٍ فِي لَیْلَةٍ کُتِبَ لَهُ قُنُوتُ لَیْلَةٍ] ''جو شخص رات کو ایک سو آیت پڑھے تو اس کے لیے رات کا قیام لکھ دیا جاتا ہے۔''③ امام نسائی نے عمل الیوم واللیلة میں بھی اس روایت کو اسی طرح بیان کیا ہے۔④ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ ﴾ ''کہہ دیجیے: بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟'' یعنی کیا یہ شخص اور وہ جس کا پہلے ذکر ہوا برابر ہو سکتے ہیں، یعنی راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانے والا اور اس کے رستے سے گمراہ کرنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ ﴿ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑨ ﴾ ''بے شک نصیحت تو وہی پکڑتے ہیں جو عقل مند ہیں۔'' یعنی ان دونوں قسم کے لوگوں میں فرق کو صرف وہی شخص معلوم کر سکتا ہے جس میں عقل ہو۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات:10-12

تقویٰ، ہجرت اور اخلاصِ عبادت کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اپنی اطاعت وتقویٰ پر رہنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ ؕ ﴾ ''کہہ دیں کہ اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو، تم اپنے پروردگار سے ڈرو، جنھوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان کے لیے بھلائی ہے۔'' یعنی

---

① مسند عبد بن حمید ، ص:404، حدیث: 1370 (C.D). ② جامع الترمذی، الجنائز، باب [الرجاء باللّٰه والخوف بالذنب......]، حدیث: 983 والسنن الکبری للنسائی، عمل الیوم واللیلة، باب مایقول المریض إذا قیل له: کیف تجدك؟ 262/6، حدیث: 10901 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب ذکر الموت والاستعداد له، حدیث: 4261.

③ مسند أحمد :103/4. ④ السنن الکبری للنسائی، عمل الیوم واللیلة، باب ثواب من قرأ مائة آیة فی لیلة :180/6، حدیث: 10553.

قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ⑬ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ

کہہ دیجیے: اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو یقینا مجھے بڑے دن (قیامت) کے عذاب سے ڈر لگتا ہے ⑬ کہہ دیجیے: میں اللہ کے لیے اپنی

مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ⑭ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ

بندگی کو خالص کرتے ہوئے اسی کی عبادت کرتا ہوں ⑭ تو تم اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو، کہہ دیجیے: بلاشبہ خسارہ اٹھانے والے تو وہ

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ⑮

لوگ ہیں جنھوں نے روز قیامت اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا، خبردار! یہی کھلا خسارہ ہے ⑮ ان کے لیے ان کے اوپر

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ

آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے (بھی آگ کے) سائبان ہوں گے، یہی وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، لہٰذا

بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ⑯

اے میرے بندو! تم مجھ ہی سے ڈرتے رہو ⑯

جنھوں نے اس دنیا کی زندگی میں اچھا عمل کیا، ان کے لیے دنیا و آخرت میں بھلائی ہے۔ ﴿ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ ﴾ ’’اور اللہ کی زمین کشادہ ہے۔‘‘ مجاہد کہتے ہیں: تم اس میں ہجرت کرو، جہاد کرو اور بتوں سے علیحدگی اختیار کرو۔①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ⑩ ﴾ ’’صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے شمار ملے گا۔‘‘ امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھیں ناپ تول کر اجر وثواب نہیں دیا جائے گا بلکہ انھیں بے حد حساب اجر وثواب عطا کیا جائے گا۔② سدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھیں جنت میں بے شمار ثواب دیا جائے گا۔③ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ⑪ ﴾ ’’کہہ دیجیے: بے شک میں حکم دیا گیا ہوں کہ میں بندگی کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کروں۔‘‘ یعنی مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اخلاص کے ساتھ اللہ وحدہٗ لاشریک کے لیے عبادت کروں۔ ﴿ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ⑫ ﴾ ’’اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں۔‘‘

تفسیر آیات:13-16

اللہ کے عذاب سے ڈر: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں، اس کے باوجود کہہ دیں: ﴿ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ⑬ ﴾ ’’اگر میں اپنے پروردگار کا حکم نہ مانوں تو یقیناً میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔‘‘ بڑے دن سے مراد قیامت کا دن ہے، یہ جملہ شرطیہ ہے اور اس کے معنی میں دوسرے سے بطریق اولیٰ تعریض ہے، یعنی اپنے رب کا حکم نہ ماننے کی صورت میں مجھے روز قیامت کے عذاب سے ڈر لگتا ہے تو میرے سوا دوسرے لوگوں کو اس صورت میں بالاولیٰ عذاب الٰہی سے ڈرنا چاہیے، ﴿ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ⑭ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ ﴾ ’’کہہ

---

① تفسیر الطبری : 242/23 . ② تفسیر القرطبی : 241/15 عن قتادہ. ③ تفسیر الطبری : 242/23 .

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ج

اور جو لوگ طاغوت کی عبادت کرنے سے بچے رہے، اور انھوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا، ان کے لیے بشارت ہے، لہٰذا آپ

فَبَشِّرْ عِبَادِ ⑰ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

میرے (ان) بندوں کو بشارت دے دیں ⑰ جو غور سے بات سنتے ہیں، اور اس میں سے سب سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں، وہی لوگ ہیں جنھیں

هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑱

اللہ نے ہدایت دی، اور وہی لوگ عقل والے ہیں ⑱

دیں کہ میں اپنی بندگی کو اس کے لیے (شرک سے) خالص کرتے ہوئے اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں تو تم اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو۔'' یہ مشرکین کے لیے سرزنش اور ان سے اظہارِ براءت ہے۔ ﴿ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ ''کہہ دیں کہ بلاشبہ خسارہ اُٹھانے والے۔'' یعنی سارے کا سارا نقصان اُٹھانے والے، ﴿ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط ﴾ ''وہی لوگ ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان میں ڈالا'' اور اب وہ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے ہیں اور ان کی کبھی بھی آپس میں ملاقات نہ ہو سکے گی، خواہ یہ صورت ہو کہ ان کے گھر والے جنت میں گئے ہوں اور وہ جہنم میں یا وہ سب کے سب جہنم رسید ہو گئے ہوں، اب وہ کبھی بھی نہ آپس میں مل جل سکیں گے اور نہ انھیں کبھی کوئی خوشی حاصل ہو گی۔ ﴿ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑮ ﴾ ''خبردار! یہی صریح نقصان ہے۔'' یعنی یہ صریح، واضح اور کھلم کھلا نقصان ہے، پھر جہنم میں ان کی حالت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ط ﴾ ''اُن کے لیے ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے (بھی) سائبان ہوں گے۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ط وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ○ ﴾ (الأعراف 7:41) ''ان (لوگوں) کے لیے (نیچے) بچھونا بھی (آتشِ) جہنم کا ہو گا اور اوپر سے اوڑھنا بھی (اسی کا) اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ ﴾ (العنکبوت 29: 55) ''اس دن اُن کو عذاب اُن کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانک لے گا اور وہ (اللہ) فرمائے گا: جو تم عمل کیا کرتے تھے (اب اُن کا مزہ) چکھو۔''

اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ط ﴾ ''یہی (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اس جہان کی خبریں یقیناً اس لیے بیان فرماتا ہے تاکہ اس سے اپنے بندوں کو ڈرائے تاکہ وہ حرام اور گناہ کے کاموں سے باز آ جائیں۔ ﴿ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ⑯ ﴾ ''(تو) اے میرے بندو! پس تم مجھی سے ڈرو۔'' یعنی میری گرفت، میری سزا اور میرے عذاب سے ڈرتے رہو۔

تفسیر آیات: 18,17

نیک لوگوں کے لیے بشارت: عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ: ﴿ وَالَّذِيْنَ

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ⑲ لٰكِنِ الَّذِيْنَ

کیا پھر جس شخص پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی ہو تو (اے نبی!) کیا آپ اسے چھڑا لیں گے جو آگ (دوزخ) میں ہے؟ ⑲ لیکن جو لوگ

اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ

اپنے رب سے ڈر گئے ان کے لیے بالا خانے ہیں، ان کے اوپر (اور) بالا خانے بنے ہوئے ہیں، جبکہ ان کے نیچے نہریں جاری ہیں،

وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ⑳

(یہ) اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا⑳

اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا ﴾ ''اور جنھوں نے طاغوت سے اجتناب کیا کہ اس کی عبادت کریں۔'' زید بن عمرو بن نفیل، ابوذر اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ①لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ انھیں اور ان کے علاوہ ان سب لوگوں کو بھی شامل ہے جو بتوں کی عبادت سے اجتناب کریں اور رحمان کی عبادت کو اختیار کریں، انھی لوگوں کے لیے دنیا اور آخرت کی زندگی میں بشارت ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَبَشِّرْ عِبَادِ ⑰ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ ﴾ ''پس آپ میرے ان بندوں کو بشارت (سنا) دیں جو بات کو سنتے اور ان میں سے اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔'' یعنی اچھی باتوں کو سمجھتے اور ان کے مطابق عمل کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کرتے وقت فرمایا تھا: ﴿ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ ﴾ (الأعراف 145:7) ''پس تو اسے زور سے پکڑ اور اپنی قوم کو حکم دے کہ وہ ان کی اچھی باتیں پکڑیں۔''

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ ﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی۔'' یعنی اسی صفت سے متصف وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں ہدایت عطا فرمائی ہے، ﴿ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑱ ﴾ ''اور یہی عقل والے ہیں۔'' یعنی جن کی عقل صحیح اور فطرت مستقیم ہے۔

تفسیر آیات: 20,19

جنت کے بالا خانے کیسے لوگوں کے منتظر ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ لکھ دیا ہو کہ وہ بدبخت ہے تو کیا تم اسے ضلالت و ہلاکت سے بچا سکتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کے بعد اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا کیونکہ جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے سعادت مند بندوں کے لیے فرمایا ہے کہ ان کے لیے جنت میں عظیم الشان محلات ہوں گے ﴿ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ ﴾ ''جن کے اوپر بالا خانے بنائے ہوئے ہیں۔'' بالا خانوں کے اوپر بالا خانے ہیں جو بہت مضبوط و مستحکم، آراستہ و پیراستہ اور بلند و بالا ہیں۔ عبداللہ بن امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَغُرَفًا يُّرٰى بُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا وَظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: يَّارَسُولَ اللّٰهِ! لِمَنْ هِيَ؟ قَالَ:

---

① تفسیر الطبری: 246/23.

لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَصَلّٰى لِلّٰهِ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ] ”بے شک جنت میں ایسے بالا خانے ہیں کہ ان کا اندرونی منظر باہر سے اور بیرونی منظر اندر سے دیکھا جا سکتا ہے، ایک اعرابی نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) یہ بالا خانے کن لوگوں کے لیے ہوں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے جو پاکیزہ گفتگو کرے، کھانا کھلائے اور رات کو اس وقت اللہ کے لیے نماز پڑھے جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔“① اور اسے امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔②

اور امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ الْغُرْفَةَ فِي الْجَنَّةِ، كَمَا تَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ فِي السَّمَاءِ] ”اہل جنت، جنت میں بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسا کہ تم آسمان پر ستارہ دیکھتے ہو۔“ انھوں (ابوحازم سلمہ بن دینار الاعرج) نے کہا کہ میں نے یہ حدیث نعمان بن ابوعیاش سے بیان کی تو انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو (یوں) بیان کرتے ہوئے سنا: [كَمَا تَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ فِي الْأُفُقِ الشَّرْقِيِّ أَوِالْغَرْبِيِّ] ”جیسے تم مشرقی یا مغربی افق پر ٹمٹماتے ستارے کو دیکھتے ہو۔“③ اسے امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔④

اور امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم سے فزارہ نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ مجھے فلیح نے ہلال بن علی سے، انھوں نے عطاء بن یسار سے اور انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ فِي الْجَنَّةِ كَمَا تَرَاءَوْنَ،أَوْ تَرَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَارِبَ فِي الْأُفُقِ وَالطَّالِعَ فِي تَفَاضُلِ الدَّرَجَاتِ، قَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ! أُولٰئِكَ النَّبِيُّونَ؟ قَالَ: بَلٰى، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! وَأَقْوَامٌ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِينَ] ”اہلِ جنت، جنت میں (بالا خانوں والوں کو) اس طرح دیکھیں گے جیسے تم افق میں طلوع و غروب ہونے والے چمک دار ستارے کو دیکھتے ہو، یعنی اہل درجات میں فرق اس طرح ہوگا (جیسے زمین سے آسمان تک کا فرق ہے) صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) کیا وہ انبیاء ہوں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اور کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اللہ کے ساتھ ایمان لائے اور انھوں نے پیغمبروں کی تصدیق کی۔“⑤ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور حسن صحیح قرار دیا ہے۔⑥

اور فرمایا: ﴿ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ ”(اور) ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔“ یعنی جس طرح وہ چاہیں اور ارادہ

---

① مسند أحمد :156/1. ② جامع الترمذی، صفة الجنة، باب ماجاء فی صفة غرف الجنة، حديث :2527، البتہ ترمذی کے مطبوعہ نسخوں میں حسن غریب کے بجائے صرف غریب ہے۔ ③ مسند أحمد :340/5. ④ صحيح البخاری، الرقاق، باب صفة الجنة والنار، حديث6556,6555 وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب ترائی أهل الجنة......، حديث 2831,2830. ⑤ مسند أحمد :339/2. ⑥ جامع الترمذی، صفة الجنة، باب ماجاء فی ترائی أهل الجنة فی الغرف، حديث :2556.

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اسے زمینی چشموں سے جاری کیا، پھر وہ اس کے ذریعے سے کھیتی نکالتا ہے،

زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ

جبکہ اس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں، پھر وہ (پک کر) خشک ہو جاتی ہے، آپ اسے زرد ہوئی دیکھتے ہیں، پھر وہ اسے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے، بلاشبہ اس میں

2 ع 12 16 ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ㉑ ع اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى

عقل والوں کے لیے نصیحت ہے㉑ کیا پھر جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے، اور وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی پر ہے، (وہ سخت

نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ㉒

اور تنگ دل کافر کے برابر ہو سکتا ہے؟) چنانچہ ہلاکت ہے ان کے لیے جن کے دل اللہ کی یاد کے معاملے میں سخت ہیں، وہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں㉒

کریں گے ان بلند و بالا محلات کے درمیان نہریں بھی رواں دواں ہوں گی۔ ﴿وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ⑳﴾ ''(یہ) اللہ کا وعدہ ہے (اور) اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔'' یعنی یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ ہے جو اس نے اپنے مومن بندوں سے فرمایا ہے۔

تفسیر آیات: 22,21

دنیاوی زندگی کی مثال: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ پانی کا اصل منبع آسمان ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ۙ﴾ (الفرقان 25:48) ''اور ہم نے آسمان سے پاک (اور ستھرا) پانی برسایا۔''

جب وہ آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے تو وہ پانی زمین میں چھپ جاتا ہے، پھر زمین کے اجزاء کے اندر اللہ تعالیٰ اس پانی میں جس طرح چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے اور ضروریات کے مطابق اس سے چھوٹے اور بڑے چشمے جاری فرما دیتا ہے، اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''پھر اسے زمین میں چشمے بنا کر چلایا۔'' سعید بن جبیر اور عامر شعبی نے کہا ہے کہ زمین کے ہر پانی کا اصل سرچشمہ آسمان ہی ہے۔ ① اور سعید بن جبیر نے یہ بھی کہا ہے کہ پانی کا اصل برف ہے، یعنی وہ برف جو پہاڑوں پر گرتی ہے، پھر پہاڑوں کے اندر جا کر قرار پکڑ لیتی ہے اور انھی پہاڑوں کے نیچے کے حصوں سے پانی کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔ ② ﴿ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ﴾ ''پھر وہ اس سے کھیتی اُگاتا ہے جس کے طرح طرح کے رنگ ہوتے ہیں۔'' یعنی پھر وہ آسمان سے نازل ہونے والے اور زمین میں چشموں کی صورت میں جاری ہونے والے پانی کے ساتھ رنگ رنگ کی کھیتی اُگاتا ہے جس کی شکلیں، ذائقے، خوشبوئیں اور منافع مختلف ہوتے ہیں، ﴿ثُمَّ يَهِيْجُ﴾ ''پھر وہ خشک ہو جاتی ہے۔'' یعنی سرسبزی و شادابی اور جوانی کے بعد وہ مرجھانے لگتی ہے، ﴿فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا﴾ ''تو آپ اسے زرد شدہ دیکھتے ہیں'' اور اس میں خشکی پیدا ہو رہی ہوتی ہے، ﴿ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ﴾ ''پھر وہ اسے چورا چورا کر دیتا ہے۔'' یعنی وہ خشک ہو کر ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ㉑﴾ ''بے شک اس میں

---

① تفسیر الطبری: 247/23. ② تفسیر الطبری: 265/26.

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ

اللہ نے بہترین کلام نازل کیا جو ایک کتاب ہے باہم ملتی جلتی، بار بار دہرائی جانے والی، جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے

رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ

رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی جلدیں اور ان کے دل اللہ کی یاد کی طرف نرم (ہو کر مائل) ہو جاتے ہیں، یہی اللہ کی ہدایت ہے، وہ اس کے ذریعے سے

یَّشَآءُ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ㉓

جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ㉓

عقل والوں کے لیے نصیحت ہے۔'' یعنی ان لوگوں کے لیے جو اس سے نصیحت و عبرت حاصل کرتے ہیں کہ دنیا بھی اس کھیتی کی طرح سرسبز و شاداب اور حسین و جمیل ہوتی ہے، پھر بدصورت بڑھیا کی طرح ہو جاتی ہے۔ ایک وقت آتا ہے کہ جوانِ رعنا بڑا ہو کر کمزور اور شیخ فانی بن جاتا ہے، پھر ان سارے حالات کے بعد موت بھی ہے۔ سعادت مند وہ ہے جسے موت کے بعد خیر و بھلائی نصیب ہو۔ قرآن مجید کے بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ نے دنیاوی زندگی کی مثال اس پانی کی طرح بیان کی ہے جسے وہ آسمان سے نازل فرماتا، اس کے ساتھ فصلیں اور پھل اُگاتا، پھر انھیں چورا چورا کر دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِیْمًا تَذْرُوْهُ الرِّیٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ ﴾ (الکہف 45:18) ''اور اُن کے لیے دنیاوی زندگی کی مثال بیان کیجیے (وہ ایسی ہے) جیسے پانی جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین کی روئیدگی مل گئی (زمین کی پود گھنی ہو گئی)، پھر وہ چورا چورا ہو گئی کہ ہوائیں اُسے اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''

اہل حق اور اہل باطل برابر نہیں: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ﴾ ''بھلا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو پس وہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی پر ہو (تو کیا وہ سخت دل کافر کی طرح ہو سکتا ہے؟)'' یعنی کیا وہ اور وہ شخص جو سخت دل اور حق سے دور ہو، برابر ہو سکتے ہیں؟ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَوَمَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ ﴾ (الأنعام 122:6) ''بھلا جو مردہ تھا، پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے ایسی روشنی کر دی جس کے ذریعے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، اُس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں ہے (اور) وہ اس سے نکلنے والا ہی نہیں۔''

اور اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''پس اُن کے لیے ہلاکت ہے جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہیں۔'' اس کے ذکر سے نرم نہیں ہوتے، نہ اس کے سامنے جھکتے ہیں، نہ کچھ یاد رکھتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔

﴿ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ㉒ ﴾ ''یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔''

تفسیر آیت: 23

قرآن مجید کی تعریف: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن عظیم کی، جسے اس نے اپنے رسول کریم ﷺ پر نازل کیا، تعریف

کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ﴾ ’’اللہ نے نہایت اچھی بات نازل فرمائی ہے (یعنی) کتاب (جس کی آیتیں) باہم ملتی جلتی (ہیں اور) بار بار دہرائی جاتی ہیں۔‘‘ مجاہد کہتے ہیں کہ سارے کا سارا قرآن باہم ملتا جلتا اور بار بار دہرایا جاتا ہے۔ ① اور قتادہ کہتے ہیں کہ آیت آیت سے اور حرف حرف سے ملتا جلتا ہے۔ ② اور ضحاک کہتے ہیں کہ مثانی سے مراد ایک بات کو بار بار دہرانا ہے تاکہ لوگ اپنے رب کے فرمان کو سمجھ جائیں۔ ③ عکرمہ اور حسن نے کہا کہ اس میں اللہ نے فیصلے کو دہرایا ہے۔ ④ اور حسن نے یہ بھی کہا کہ سورت میں ایک آیت ہوتی ہے، پھر کسی دوسری سورت میں بھی اس سے ملتی جلتی کوئی آیت ہوتی ہے۔ ⑤ اور سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ مَّثَانِيَ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ قرآن مجید کا ایک حصہ دوسرے سے ملتا جلتا اور مشابہت رکھتا ہے۔ ⑥ بعض علماء نے کہا ہے اور امام سفیان بن عیینہ سے مروی ہے کہ بسا اوقات قرآن مجید کے مختلف سیاق ایک ہی معنی میں ہوتے ہیں تو یہ متشابہ ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ ایک چیز ذکر کی جاتی ہے تو ساتھ ہی اس کی ضد بھی ذکر کر دی جاتی ہے، مثلاً: مومنوں کا ذکر ہوا تو پھر اس کے بعد کافروں کا ذکر بھی کر دیا جاتا ہے، جنت کی صفت بیان کی جاتی ہے تو ساتھ ہی جہنم کی ہولناکی بھی بیان کر دی جاتی ہے۔ الغرض اس طرح مختلف اور متضاد چیزوں کو بیان کیا جاتا ہے تو یہ ﴿ مَّثَانِيَ ﴾ ہے، مثلاً: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝ ﴾ (الانفطار 82: 14,13) ’’بے شک نیکوکار نعمت (والی بہشت) میں ہوں گے اور یقیناً بدکار بھڑکتی آگ میں ہوں گے۔‘‘

اور فرمایا: ﴿ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ سكتہ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝ ﴾ (المطففین83: 7-18) ’’ہرگز نہیں! یقیناً بدکاروں کا نامۂ اعمال البتہ سجین میں ہے، اور آپ کو کس چیز نے معلوم کروایا کہ سجین کیا ہے۔ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے، اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے (یعنی) جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں اور اس کو وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے نکل جانے والا، گناہ گار ہے، جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے (یہ تو) اگلے لوگوں کے افسانے ہیں، ہرگز نہیں! بلکہ جو وہ (اعمال بد) کماتے ہیں اس نے اُن کے دلوں پر زنگ لگا دیا ہے، ہرگز نہیں! بے شک یہ لوگ اُس روز اپنے پروردگار (کے دیدار) سے روک دیے جائیں گے، پھر بلاشبہ وہ دوزخ میں جا داخل ہوں گے، پھر (اُن سے) کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جسے تم جھٹلاتے تھے، ہرگز نہیں! یقیناً نیکوکاروں کا نامۂ اعمال البتہ علیین (بہت ہی اونچے لوگوں کے دفتر) میں ہے۔‘‘

اور فرمایا: ﴿ هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ

---

① تفسیر الطبری:250/23 . ② تفسیر الطبری:249/23 . ③ تفسیر الطبری:76/14 مختصرًا . ④ تفسیر الطبری: 249/23 . ⑤ تفسیر الطبری: 249/23 . ⑥ تفسیر الطبری: 249/23 و الدر المنثور: 610/5.

فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَّشَرَابٍ ۝ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۝ هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۝﴾ (صٓ 38:49-55) ”یہ نصیحت ہے اور یقیناً پرہیز گاروں کے لیے تو عمدہ مقام ہے، ہمیشہ رہنے کے باغ جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوں گے، اُن میں تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور (کھانے پینے کے لیے) بہت سے پھل اور شراب منگواتے رہیں گے اور ان کے پاس نیچی نگاہ رکھنے والی (اور) ہم عمر (عورتیں) ہوں گی، یہ وہ (جزا) ہے جس کا حساب کے دن کے لیے تم وعدہ دیے جاتے تھے، بے شک یہ البتہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا، یہ (نعمتیں تو فرماں برداروں کے لیے ہیں) اور بلاشبہ سرکشوں کے لیے البتہ برا ٹھکانا ہے۔“

اور اس طرح کے دیگر بہت سے سیاق، یہ سب کچھ ﴿مَّثَانِيَ ۖ﴾ کی مثالیں ہیں۔ یعنی وہ آیات جن کے الگ الگ معنی ہوں اور جب تمام سیاق ایک معنی میں ہوں اور ایک دوسرے کے ساتھ ملتے جلتے ہوں تو وہ متشابہ ہے اور یاد رہے اس سے وہ متشابہ مراد نہیں جس کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے: ﴿مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ﴾ (آل عمرٰن 3:7) ”جس کی بعض آیتیں محکم (واضح) ہیں (اور) وہی اصل کتاب ہیں اور (کچھ) دوسری متشابہ ہیں۔“ اس آیت کریمہ میں متشابہ کا لفظ کسی اور معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ﴾ ”اس سے ان لوگوں کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔“ یہ نیکوکار لوگوں کی صفت ہے کہ وہ جب اللہ جبار، نگہبان، غالب اور بخشنہار کے کلام کو سنتے ہیں اور جب وہ اس پاک کلام میں وعد و وعید اور خوف و سرزنش کو سنتے ہیں تو خوف و خشیت کے باعث ان کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ﴿ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ﴾ ”پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔“ کیونکہ وہ اس کی رحمت اور اس کے لطف و کرم کے اُمیدوار ہوتے ہیں اور بدکار لوگوں سے یہ کئی طرح سے مختلف ہوتے ہیں، مثلاً:

(1) یہ لوگ آیات کی تلاوت کو سنتے ہیں اور وہ شعر و شاعری نغمات اور مغنیوں کی آواز سنتے ہیں۔

(2) انھیں جب رحمان کی آیات سنائی جاتی ہیں تو یہ ادب، خشیت، اُمید، محبت، فہم اور علم کے ساتھ اپنے رب تعالیٰ کے سامنے روتے ہوئے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝﴾ (الأنفال 8:2-4) ”یقیناً مومن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیات پڑھی جائیں تو ان کا ایمان بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسا کرتے ہیں (اور) وہ جو نماز پڑھتے ہیں اور جو رزق ہم نے انھیں دیا اس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں، یہی لوگ سچے مومن ہیں (اور) ان کے لیے ان کے پروردگار کے ہاں

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ
کیا پھر جو شخص روز قیامت برے عذاب سے اپنے چہرے (کی ڈھال) کے ذریعے سے بچنے کی کوشش کرتا ہے (وہ جنتی کے برابر ہوسکتا ہے؟) اور ظالموں
تَكْسِبُوْنَ ㉔ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ㉕
سے کہا جائے گا: تم (اس کا مزہ) چکھو جو تم کماتے تھے ㉔ جو لوگ ان سے پہلے تھے انھوں نے (دین حق کو) جھٹلایا تو ان پر ایسی جگہ سے عذاب آیا جس کا
وقف لازم فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ㉖
انھیں گمان تک نہ تھا ㉕ چنانچہ اللہ نے انھیں دنیاوی زندگی میں رسوائی چکھائی، اور آخرت کا عذاب تو یقیناً بہت بڑا ہے، کاش! وہ جانتے ہوتے ㉖

(بڑے بڑے) درجے اور بخشش اور عزت کی روزی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝ ﴾ (الفرقان 73:25) ''اور وہ کہ جب انھیں ان کے پروردگار کی آیات کے ساتھ نصیحت کی جائے تو ان پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے (بلکہ غور و فکر سے سنتے ہیں۔)'' یعنی آیات الٰہی کے سننے کے وقت وہ غافل اور لاپروا نہیں ہوتے بلکہ انھیں توجہ اور دھیان سے سنتے، انھیں سمجھتے اور ان کے معانی پر تدبر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ ان (آیات) کے مطابق عمل کرتے ہیں، جہالت اور محض دوسروں کی متابعت کی وجہ سے نہیں بلکہ انھیں سن کر اور سمجھ کر علیٰ وجہ البصیرت اپنے رب تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔

(3) وہ آیاتِ الٰہی کی سماعت کے وقت ادب کو اختیار کرتے ہیں جیسا کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی تلاوت سنتے تو اس سے ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے، پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے نرم ہو جایا کرتے تھے، وہ اس موقع پر نہ تو شور و غوغا کرتے اور نہ تکلف اور تصنع سے ایسی بات کو ظاہر کرتے جو حقیقت میں ان میں موجود نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ ایسے ثبات و سکون اور ادب و خشیت کا اظہار فرماتے کہ کوئی اور اس معاملہ میں ان تک نہیں پہنچ سکتا تھا، اسی لیے رب تعالیٰ نے ان کی تعریفیں کیں اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہو گئے۔

امام عبدالرزاق نے معمر کے حوالے سے روایت بیان کی ہے کہ امام قتادہ رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی: ﴿ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''اس سے ان لوگوں کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ کی یاد کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔'' اور کہا کہ یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے، اللہ عزوجل نے ان کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے آرام پاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ صفت بیان نہیں فرمائی کہ آیات سن کر ان کی عقلیں ماؤف ہو جاتی ہیں اور وہ بے ہوش ہو جاتے ہیں، یہ اہل بدعت کی نشانی ہے اور یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ ①

---

① تفسیر عبدالرزاق : 130/3، رقم : 2626 .

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ ﴾ ''یہی اللہ کی ہدایت ہے، وہ اس سے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' یعنی یہ اس شخص کی صفت ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے اور جس کا طرز عمل اس کے خلاف ہو تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا۔ ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ㉓ ﴾ ''اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔''

تفسیر آیات: 24-26

تکذیب کرنے والوں کا انجام: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ ﴾ ''بھلا جو شخص قیامت کے دن اپنے چہرے (کی ڈھال) سے (اپنے آپ کو) برے عذاب سے بچاتا ہے'' اسے اور اس جیسے ظالموں سے کہا جائے گا: ﴿ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ㉔ ﴾ ''تم (اس کا مزہ) چکھو جو تم کماتے تھے'' کیا وہ ویسا ہو سکتا ہے جو قیامت کے دن امن وچین میں ہو؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰي وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ ﴾ (الملک 22:67) ''تو کیا وہ شخص جو اپنے منہ کے بل الٹا ہو کر چلتا ہے، وہ زیادہ ہدایت والا ہے یا وہ جو درست رستے پر سیدھا چلتا ہے؟'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ ۭ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ○ ﴾ (القمر 48:54) ''جس روز وہ اپنے چہروں کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے (کہا جائے گا:) تم آگ کی تکلیف (کا مزہ) چکھو۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ ﴾ (حٰمٓ السجدۃ 40:41) ''بھلا جو شخص دوزخ میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن وامان سے آئے گا؟''

اور پیش نظر اس آیت کریمہ میں ان دونوں قسموں میں سے ایک ہی کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے اور اس کے بعد اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے: ﴿ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ㉕ ﴾ ''جو لوگ ان سے پہلے تھے انھوں نے بھی جھٹلایا تھا تو ان کے پاس ایسی جگہ سے عذاب آیا (جہاں سے) وہ شعور نہیں رکھتے تھے۔'' یعنی انبیائے کرام کی تکذیب کرنے والی سابقہ قوموں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے انھیں کوئی بچانے والا نہ تھا۔

﴿ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ﴾ ''چنانچہ اللہ نے انھیں دنیاوی زندگی میں رسوائی چکھائی۔'' یعنی اس تباہی وبربادی اور عذاب کے ذریعے سے جسے اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کیا اور انھیں تباہ وبرباد کر کے اپنے مومن بندوں کے دلوں کو تسکین بخشی، لہٰذا قرآن مجید کے مخاطب لوگوں کو بھی ڈرنا چاہیے کہ وہ تو اس پاک پیغمبر کی تکذیب کر رہے ہیں جو اشرف الرسل اور خاتم الانبیاء ﷺ ہیں، نیز انھیں اس عذاب شدید سے بھی ڈرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آخرت میں تیار کر رکھا ہے اور وہ اس عذاب کی نسبت کہیں زیادہ ہولناک ہے جو دنیا میں لوگوں پر آیا تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ㉖ ﴾ ''اور البتہ آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے، کاش! یہ لوگ جانتے ہوتے۔''

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۚ ㉗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا

اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثال بیان کی ہے تا کہ وہ نصیحت پکڑیں ㉗ قرآن عربی (زبان) میں ہے، کجی والا

غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ㉘ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ

نہیں، شاید وہ ڈریں ㉘ اللہ نے ایک آدمی (غلام) کی مثال بیان کی جس میں کئی باہم اختلاف رکھنے والے شریک ہیں، اور ایک دوسرا آدمی

وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ㉙

جو خالص ایک ہی شخص کا (غلام) ہے، کیا (ان) دونوں کی حالت یکساں ہو سکتی ہے؟ (نہیں) الحمد للہ! بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے ㉙

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۫ ㉚ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ㉛ ع 3 10 17

(اے نبی!) بلاشبہ آپ بھی مرنے والے ہیں، اور وہ بھی یقیناً مرنے والے ہیں ㉚ پھر بلاشبہ تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے ㉛

تفسیر آیات: 31-27

شرک کی مثالیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ﴾ ”اور یقیناً ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کی ہے۔“ یعنی قرآن مجید میں ہم نے مثالیں بیان کر کے سمجھایا ہے ﴿ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ㉗ ﴾ ”تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔“ کیونکہ مثال سے معنی ذہنوں کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ ﴾ (الروم 28:30) ”اس نے تمھارے لیے تمھارے نفسوں میں سے ایک مثال بیان کی ہے۔“ یعنی جیسے تم اپنے نفسوں سے جانتے ہو اور فرمایا: ﴿ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝ ﴾ (العنکبوت 43:29) ”اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے بیان کرتے ہیں اور انھیں تو علم والے ہی سمجھتے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ ﴾ ”(یہ) قرآن عربی ہے جس میں کوئی کجی (اور اختلاف) نہیں۔“ یعنی یہ قرآن واضح عربی زبان میں ہے جس میں کوئی عیب، انحراف اور اختلاف نہیں ہے بلکہ یہ بیان، وضاحت اور برہان ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اسی طرح بنایا اور نازل فرمایا ہے ﴿ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ㉘ ﴾ ”تا کہ وہ ڈریں۔“ یعنی اس میں بیان کردہ وعیدوں سے ڈریں اور اس کے وعدوں کے مطابق عمل کریں، پھر فرمایا: ﴿ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ ﴾ ”اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے کہ ایک شخص (غلام) ہے جس میں ایک دوسرے سے جھگڑنے والے کئی (آدمی) شریک ہیں۔“ اور وہ اس مشترک غلام کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں، ﴿ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ ﴾ ”اور ایک ایسا شخص (غلام) جو ایک ہی شخص کے لیے خاص ہے۔“ اور وہ خالص اسی کا ہے اور اس کے سوا اس کا اور کوئی مالک نہیں ﴿ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ ﴾ ”کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں؟“ یعنی یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئی معبودوں کی پوجا کرنے والا مشرک اور وہ مومن مخلص جو صرف اللہ وحدہٗ لاشریک ہی کی عبادت کرتا ہو برابر نہیں ہو سکتے، بھلا مشرک کو مومن سے کیا نسبت؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس آیت کریمہ میں مشرک اور مومن مخلص کی مثال

بیان کی گئی ہے۔ ① یہ مثال بالکل ظاہر، واضح اور روشن تھی، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ ﴾ ’’تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں‘‘، جس نے ان پر حجت قائم فرمادی ہے۔ ﴿ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ㉙ ﴾ ’’بلکہ ان کے اکثر (لوگ) نہیں جانتے‘‘ اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات اور قریش……؟: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ㉚ ﴾ ’’(اے پیغمبر!) بلاشبہ آپ بھی مرجانے والے ہیں اور بے شک وہ بھی مرجانے والے ہیں۔‘‘ یہ آیت کریمہ ان آیات میں سے ہے جن کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت استدلال کیا تھا اور جس کی وجہ سے لوگوں کو بھی آپ کی وفات کا یقین ہوگیا تھا اور اس آیت کریمہ کے ساتھ حضرت صدیق اکبر ؓ نے جس دوسری آیت سے استدلال کیا تھا وہ یہ ہے: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○ ﴾ (آل عمرٰن 3:144) ’’اور محمد (ﷺ) تو صرف (اللہ کے) رسول ہیں، تحقیق ان سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں، بھلا اگر یہ مرجائیں یا قتل کردیے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے؟ (مرتد ہوجاؤ گے؟) اور جو کوئی اپنی ایڑیوں پر پھر جائے گا تو وہ اللہ کو کچھ بھی نقصان ہرگز نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو جزادے گا۔‘‘

اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ تمھیں یقینی طور پر اس دنیا سے منتقل کرکے آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں جمع کیا جائے گا، پھر تم اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی اس توحید اور شرک کے بارے میں جھگڑو گے جسے تم نے دنیا میں اختیار کیا ہوا تھا تو وہ تمھارے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور انصاف کے ساتھ ہی فیصلہ فرمائے گا کیونکہ وہ انصاف فرمانے والا اور جاننے والا ہے، وہ اپنے مومن، مخلص اور مواحد بندوں کو نجات عطا فرمائے گا اور کفر و انکار اور شرک و تکذیب کرنے والوں کو عذاب دے گا۔ اس آیت کریمہ کا سیاق اگرچہ مومنوں، کافروں اور آخرت میں ان کے جھگڑے کے بارے میں ہے لیکن یہ دنیا میں تمام جھگڑنے والوں کو بھی شامل ہے کہ آخرت میں ان کے جھگڑے کو ان پر لوٹا دیا جائے گا۔

امام ابن ابوحاتم ؒ نے حضرت ابن زبیر ؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ㉛ ﴾ ’’پھر بلاشبہ تم (سب) قیامت کے دن اپنے پروردگار کے پاس جھگڑو گے۔‘‘ تو زبیر ؓ نے ذکر کیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) کیا ہمارا جھگڑا پھر شروع ہوجائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ] ’’ہاں‘‘ تو زبیر ؓ نے عرض کی: پھر تو معاملہ بہت سخت ہوگا۔ ②

امام احمد ؒ نے زبیر بن عوام ؓ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ㉚ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ㉛ ﴾ ’’بلاشبہ آپ مرنے والے ہیں اور بے شک وہ

---

① تفسير الطبرى: 254/23. ② تفسير عبدالرزاق: 132/3، رقم: 2631 وتفسير ابن أبى حاتم: 3250/10 وجامع الترمذى، تفسير القرآن، باب ومن سورة الزمر، حديث: 3236 .

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ㉜

پھر اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور سچائی کو جھٹلایا جبکہ وہ اس کے پاس آگئی، کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں؟ ㉜

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ㉝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ

اور جو شخص سچائی (دین حق) لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی، وہی لوگ متقی ہیں ㉝ ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ (سب کچھ) ہے

ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ㉞ ۚۖ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ

جو وہ چاہیں گے، نیکی کرنے والوں کا یہی بدلہ ہے ㉞ تاکہ اللہ ان سے وہ برائیاں دور کر دے جو انھوں نے کیں اور انھیں ان کا اجر بہترین اعمال

الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ㉟

کے مطابق دے جو وہ کرتے رہے تھے ㉟

(بھی) مرنے والے ہیں، پھر بے شک تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔'' تو زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) کیا گناہوں کے ساتھ ساتھ ہمارے دنیا کے جھگڑوں کو بھی ہم پر لوٹا دیا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ، لَيُكَرَّرَنَّ عَلَيْكُمْ حَتّٰى يُؤَدّٰى إِلٰى كُلِّ ذِي حَقٍّ حَقُّهُ] ''ہاں، (تمھارے جھگڑوں کو بھی) تم پر البتہ ضرور لوٹا دیا جائے گا تاکہ ہر حق دار کو اس کا حق دلا دیا جائے۔'' زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کی قسم! یہ معاملہ تو بہت سخت ہوگا۔ ① امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اسے روایت کیا اور اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ②

علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ: ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ㉛ ﴾ ''پھر بلاشبہ تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ سچا جھوٹے سے، مظلوم ظالم سے، ہدایت یافتہ گمراہ سے اور کمزور طاقتور سے جھگڑا کرے گا۔ ③ اور ابن مندہ نے کتاب الروح میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لوگ قیامت کے دن جھگڑا کریں گے حتی کہ روح اپنے جسم سے جھگڑا کرے گی، روح جسم سے کہے گی کہ تو نے یہ کام کیا تھا اور جسم روح سے کہے گا کہ تو نے ہی مجھے اس کا حکم دیا اور اسے مزین کر کے دکھایا تھا تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجے گا جو ان کا فیصلہ کرتے ہوئے کہے گا کہ تم دونوں کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص اپاہج مگر بینا ہو اور دوسرا نابینا ہو اور وہ دونوں ایک باغ میں داخل ہو گئے ہوں، اپاہج نے اندھے سے کہا کہ میں یہاں باغ میں لگے ہوئے پھل دیکھ رہا ہوں مگر میں انھیں توڑ نہیں سکتا تو نابینا نے اس سے کہا کہ مجھ پر سوار ہو کر انھیں توڑ لو تو اپاہج نے نابینا پر سوار ہو کر توڑ لیے تو بتاؤ کہ ان دونوں میں سے کون مجرم ہے؟ وہ جواب دیں گے کہ دونوں ہی مجرم ہیں، فرشتہ ان سے کہے گا کہ اپنے بارے میں تم نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے، یعنی جسم ایسے ہے جیسے سواری ہو اور روح کی مثال ایسے ہے جیسے سوار ہو۔ ④

اور امام ابن ابوحاتم نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل

---

① مسند أحمد : 167/1. ② جامع الترمذی ، تفسير القرآن، باب ومن سورة الزمر، حديث : 3236. ③ تفسير الطبری : 3/24. ④ الدر المنثور : 614/5.

ہوئی: ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿31﴾ ﴾ ’’پھر بلاشبہ تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔‘‘ تو ہم نے عرض کی کہ ہم کن لوگوں سے جھگڑیں گے؟ ہمارے اور اہل کتاب کے مابین تو کوئی جھگڑا نہیں تو پھر ہم کن سے جھگڑیں گے؟ حتی کہ فتنہ رونما ہو گیا، ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہے وہ جس کا ہمارے رب تعالیٰ نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے کہ ہم اس کے بارے میں جھگڑیں گے۔ ① اور اسے امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ②

تفسیر آیات: 32-35

جھوٹے اور سچے لوگوں کا بدلہ: اللہ عزوجل نے ان مشرکین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ہے جنھوں نے افترا پردازی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بھی بنائے، دعویٰ کیا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا بھی بنایا، حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی اس بات سے بہت بلند و بالا ہے، اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اس حق کی تکذیب بھی کی جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ کی زبانی ان کے پاس آیا تھا تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ ﴾ ’’پس اس سے بڑھ کر کون زیادہ ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ بولے اور سچی بات جب اُس کے پاس آئے تو اسے جھٹلائے؟‘‘ یعنی ایسے شخص سے بڑھ کر اور کوئی ظالم نہیں ہو سکتا کیونکہ اس نے باطل کی دونوں حدوں کو جمع کر لیا ہے، اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا، باطل بات کو اختیار کیا اور حق کو رد کر دیا، اسی لیے اللہ جل شانہٗ نے انھیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿32﴾ ﴾ ’’کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے؟‘‘ یعنی منکروں اور تکذیب کرنے والوں کا، پھر فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ ﴾ ’’اور جو سچائی کے ساتھ آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی۔‘‘ مجاہد، قتادہ، ربیع بن انس اور ابن زید کا قول ہے کہ سچی بات لے کر آنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ③ اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے بھی کہا ہے کہ سچی بات لے کر آنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے مسلمان۔ ④

﴿ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿33﴾ ﴾ ’’وہی لوگ متقی ہیں۔‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یعنی وہ لوگ جو شرک سے بچ گئے۔ ⑤ ﴿ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ﴾ ’’وہ جو چاہیں گے اُن کے لیے ان کے پروردگار کے پاس (موجود) ہے۔‘‘ یعنی جنت میں جو طلب کریں گے اسے موجود پائیں گے۔ ﴿ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿34﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿35﴾ ﴾ ’’نیکو کاروں کا یہی بدلہ ہے تاکہ اللہ ان سے ان برائیوں کو جو انھوں نے کیں، دور کر دے اور انھیں ان نیک کاموں کا بدلہ دے جو وہ کرتے رہے۔‘‘ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت کریمہ میں فرمایا ہے:

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 3251,3250/10. ② السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالٰی: ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿31﴾ ﴾: 445/6، حدیث: 11447. ③ تفسیر الطبری: 6,5/24 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3251/10. ④ تفسیر الطبری: 6/24. ⑤ تفسیر الطبری: 7/24.

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟ اور وہ آپ کو ان (معبودوں) سے ڈراتے ہیں جو (انھوں نے) اللہ کے سوا (بنا رکھے) ہیں، اور جسے اللہ گمراہ کر دے

فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ ㊱ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي

تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ㊱ اور جسے اللہ ہدایت دے تو اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ نہایت غالب، انتقام لینے والا نہیں؟ ㊲ اور اگر

انْتِقَامٍ ㊲ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ

آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! کہہ دیجیے: بھلا دیکھو تو! جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر

مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ

اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ (تمھارے باطل معبود) اس کی (پہنچائی ہوئی) تکلیف دور کر سکتے ہیں؟ یا وہ مجھ پر رحمت کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی

بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ㊳ قُلْ

رحمت کو روک سکتے ہیں؟ کہہ دیجیے: مجھے اللہ کافی ہے، بھروسا کرنے والے اسی پر بھروسا کرتے ہیں ㊳ کہہ دیجیے: اے میری قوم! تم اپنے طریقے

يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ ㊴ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ

(اور حالت) پر عمل کرو، بے شک میں (اپنے طریقے پر) عمل کرنے والا ہوں، چنانچہ جلد تم جان لو گے ㊴ کہ کس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے،

يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ㊵

اور کس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب اترتا ہے ㊵

يُوْعَدُوْنَ ○ ﴾ (الأحقاف 16:46) ’’یہی لوگ ہیں کہ ہم ان سے وہ اچھے سے اچھے عمل قبول کرتے ہیں جو انھوں نے کیے اور ان کے گناہوں سے درگزر فرماتے ہیں (اور یہی) اہل جنت میں (ہوں گے) سچے وعدے کے مطابق جو ان سے کیا جاتا تھا۔‘‘

تفسیر آیات: 36-40

اللہ اپنے بندے کو کافی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ ﴾ ’’کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟‘‘ بعض نے ﴿ عَبْدَهٗ ؕ ﴾ کو [عبادہ] بھی پڑھا ہے۔① یعنی اللہ تعالیٰ اسے کافی ہے جو اس کی عبادت کرے اور اس کی ذات پاک پر بھروسا رکھے۔ ﴿ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ ﴾ ’’اور وہ آپ کو ان لوگوں سے جو اس کے سوا ہیں (غیر اللہ سے) ڈراتے ہیں۔‘‘ مشرکین اپنی جہالت اور ضلالت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو اپنے ان بتوں اور معبودوں سے ڈرایا کرتے تھے جنھیں وہ پوجا کرتے تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ ㊱ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ㊲ ﴾ ’’اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ غالب (اور) بدلہ لینے والا نہیں ہے؟‘‘ یعنی وہ مضبوط و مستحکم سہارا ہے جو اس کی جناب میں پناہ لے اور اس کے باب عالی پر جھک جائے وہ محروم نہیں رہ سکتا، وہ اس قدر غالب ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی نہیں اور

---

① تفسیر القرطبی : 257/15 و تفسیر الطبری : 8/24 .

جواس کی ذات پاک کے ساتھ کفر کرے، اس کے ساتھ شرک کرے اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی کرے تو اس سے بڑھ کر کوئی انتقام لینے والا بھی نہیں۔

مشرکین کا توحید ربوبیت کا اعتراف: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ط ﴾ ’’اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے۔‘‘ یعنی مشرکین بھی اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ اللہ عزوجل ہی تمام اشیاء کا خالق ہے لیکن اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کی پوجا بھی کرتے تھے جو ان کے لیے نفع ونقصان کی قطعاً مالک نہ تھیں، اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ط ﴾ ’’کہہ دیجیے: بھلا دیکھو تو! جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کسی تکلیف (پہنچانے) کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں؟ یا (اگر) وہ میرے لیے مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟‘‘ یعنی وہ تو کسی چیز کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔

اور امام ابن ابو حاتم نے اسی مقام پر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ (میں ایک دن سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا:) [اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، تَعَرَّفْ إِلَى اللّٰهِ فِي الرَّخَاءِ، يَعْرِفُكَ فِي الشِّدَّةِ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعُوا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، لَمْ يَضُرُّوكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ لَكَ، لَمْ يَنْفَعُوكَ، جَفَّتِ الصُّحُفُ وَرُفِعَتِ الْأَقْلَامُ، وَاعْمَلْ لِلّٰهِ بِالشُّكْرِ فِي الْيَقِينِ، وَاعْلَمْ أَنَّ فِي الصَّبْرِ عَلٰى مَا تَكْرَهُ خَيْرًا كَثِيرًا، وَّأَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا] ’’اللہ (کے دین) کی حفاظت کرو وہ تمھاری حفاظت فرمائے گا، اللہ (کے دین) کی حفاظت کرو اسے اپنے سامنے پاؤ گے، اللہ تعالیٰ کو آسودگی میں پہچانو وہ سختی میں تجھے جانے گا، جب مانگو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو، جب مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرو اور خوب جان لو کہ اگر ساری امت اس بات پر جمع ہو جائے کہ تجھے کسی ایسی چیز کے ساتھ نفع پہنچائے جسے اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے نہ لکھا ہو تو تجھے نفع نہیں پہنچا سکتے اور اگر وہ سب کے سب جمع ہو جائیں کہ تجھے کسی ایسی چیز کے ساتھ نقصان پہنچائیں جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے نہیں لکھ رکھی تو وہ تمھیں نقصان نہیں پہنچا سکتے، قلموں کو اٹھا لیا گیا ہے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو گئے اور یقین کے ساتھ شکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے عمل کرو اور خوب جان لو کہ اس چیز پر صبر کرنے میں جسے تم پسند نہ کرو بہت بہتری ہے اور یہ کہ فتح ونصرت صبر ہی کے ساتھ حاصل ہوتی ہے اور تنگ دستی کے ساتھ کشادگی ہے اور مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔‘‘①

---

① تفسیر ابن أبی حاتم : 3251/10 مزید دیکھیے مسند أحمد :308,307/1 و جامع الترمذی، صفة القیامة، باب [حدیث حنظلة......]، حدیث:2516 و شعب الإیمان للبیهقی ، باب فی الرجاء من اللّٰه تعالٰی:27/2، حدیث : 1074 و کتاب السنة لابن أبی عاصم، باب فی قوله ﷺ لعبداللّٰه بن جعفر......، حدیث : 315 .

اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا

بلا شبہ ہم نے لوگوں کے لیے آپ پر (یہ) کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے، پھر جس نے ہدایت پائی تو اپنے ہی بھلے کے لیے اور جو گمراہ ہوا، تو بس اس

4 ع 10 1 يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿41﴾ ع اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ

کی گمراہی (کا وبال) اسی پر ہے، اور آپ ان کے ذمے دار نہیں ﴿41﴾ اللہ ہی موت کے وقت جانیں قبض کرتا ہے اور جس کی موت نہیں آئی ہوتی، اسے اس

تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ

کی نیند میں (قبض کرتا ہے) پھر وہ اس (روح) کو روک لیتا ہے جس پر اس نے موت کا فیصلہ کر دیا ہو، اور دوسری کو ایک مقرر وقت تک (واپس) بھیج دیتا

مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿42﴾

ہے، بلا شبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں ﴿42﴾

﴿ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۭ ﴾ یعنی مجھے اللہ ہی کافی ہے میں نے اسی پر بھروسا کیا اور بھروسا کرنے والے پس چاہیے کہ اسی پر بھروسا کریں جیسا کہ ہود علیہ السلام نے فرمایا تھا، جب ان کی قوم نے ان سے کہا تھا: ﴿ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ۭ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۙ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ○ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ۭ مَا مِنْ دَاۗبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ ﴾ (ہود 11:54-56) ’’ہم تو بس یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تجھے کسی برائی (دماغی خلل) میں مبتلا کر دیا ہے، انھوں نے کہا: بے شک میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ یقیناً میں ان سے بری ہوں جنھیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔ اس (اللہ) کے سوا، لہٰذا تم سب مل کر میرے بارے میں (جو) تدبیر (کرنی چاہو) کر لو پھر مجھے مہلت نہ دو، بے شک میں اللہ پر جو میرا اور تمھارا (سب کا) پروردگار ہے بھروسا کرتا ہوں، جو بھی (زمین پر) چلنے پھرنے والا (جاندار) ہے وہ اس کو چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے، بے شک میرا پروردگار سیدھے رستے پر ہے۔‘‘

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ ﴾ ’’کہہ دیجیے: اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کرو۔‘‘ یعنی تم اپنے طریقے کے مطابق عمل کیے جاؤ، یہ ایک تہدید اور وعید ہے۔ ﴿ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ ﴾ ’’میں (اپنی جگہ) عمل کرنے والا ہوں۔‘‘ یعنی اپنے طریقے اور پروگرام کے مطابق۔ ﴿ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿39﴾ ﴾ ’’پس عنقریب تم جان لو گے۔‘‘ یعنی اس کا وبال اور انجام تم عنقریب معلوم کر لو گے۔ ﴿ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ ﴾ ’’کس پر عذاب آتا ہے؟ (جو) اسے رسوا کرے گا۔‘‘ یعنی دنیا میں۔ ﴿ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿40﴾ ﴾ ’’اور کس پر ہمیشہ کا عذاب اترتا ہے۔‘‘ ایسا دائمی اور ابدی عذاب جس سے بچنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور یہ عذاب قیامت کے دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

تفسیر آیات: 42,41

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: ﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ ﴾ ’’بلا شبہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے۔‘‘ یعنی قرآن مجید ﴿ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ ﴾ ’’لوگوں (کی ہدایت) کے لیے سچائی کے ساتھ۔‘‘ یعنی اسے تمام

مخلوقات انس و جن کے لیے نازل کیا ہے تا کہ آپ اس کے ساتھ انھیں ڈرائیں۔ ﴿ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ ﴾ ’’پھر جس نے ہدایت پائی تو اپنے ہی (بھلے کے) لیے۔‘‘ یعنی ہدایت کا نفع اسی کو ہوگا۔ ﴿ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ ﴾ ’’اور جو گمراہ ہوا تو وہ اسی (اپنے نقصان) پر گمراہ ہوتا ہے۔‘‘ یعنی اس کی اس گمراہی کا وبال بھی اسی پر پڑتا ہے۔ ﴿ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿41﴾ ﴾ ’’اور (اے پیغمبر!) آپ ان پر کوئی ذمہ دار نہیں ہیں‘‘ کہ انھیں ضرور ہدایت پر لے آئیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ۭ ﴾ (ھود 12:11) ’’(اے محمد!) آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ ﴾ (الرعد 40:13) ’’پس آپ کا کام صرف (ہمارے احکام کو) پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ ہی مارتا اور زندہ کرتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ جس طرح چاہتا ہے اس کائنات میں تصرف فرماتا ہے اور وہی لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے اور بدنوں سے روحوں کو قبض کرنے کے لیے فرشتوں کو بھیج دیتا ہے، اسی طرح نیند کے وقت وہ انسان پر ایک چھوٹی موت بھی طاری فرما دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 61,60:6) ’’اور وہی تو ہے جو رات کو (سونے کی حالت میں) تمھیں فوت کرتا ہے اور جو کچھ تم نے دن میں کمایا اسے جانتا ہے، پھر تمھیں اس (دن) میں اٹھا دیتا ہے تا کہ مدت مقررہ پوری کر دی جائے، پھر تم (سب) کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمھیں اس کی خبر دے گا جو عمل تم کرتے تھے۔ اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر محافظ بھیجتا ہے حتی کہ جب تم میں سے کسی ایک کو موت آتی ہے تو ہمارے رسول (فرشتے) اُسے فوت کرتے ہیں اور وہ (کسی طرح کی بھی) کوتاہی نہیں کرتے۔‘‘

اس آیت میں بھی چھوٹی اور بڑی دو موتوں کا ذکر ہے اور پہلے بڑی، پھر چھوٹی موت کا ذکر کیا اور بیان فرمایا ہے: ﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ﴾ ’’اللہ ہی جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان (روحوں) کو بھی جو مریں نہیں ان کی نیند میں (قبض کر لیتا ہے)، پھر اس نے جس پر موت کا فیصلہ کیا ہوا سے روک لیتا ہے اور باقی (روحوں) کو ایک وقت مقرر تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔‘‘ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ روحیں ملاء اعلیٰ میں جمع ہوتی ہیں جیسا کہ اس کا اس مرفوع حدیث میں ذکر ہے جسے امام ابن مندہ وغیرہ نے روایت کیا ہے① اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا أَوٰى أَحَدُكُمْ إِلٰى فِرَاشِهِ فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهُ بِدَاخِلَةِ إِزَارِهِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا خَلَفَهُ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَقُولُ: بِاسْمِكَ رَبِّي! وَضَعْتُ جَنْبِي، وَبِكَ أَرْفَعُهُ، إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا، وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا

---

① الروح لابن قيم الجوزية، ص: 50 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما موقوفًا.

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿43﴾

کیا انھوں نے اللہ کے سوا سفارشی بنا رکھے ہیں؟ کہہ دیجیے: خواہ وہ کسی چیز کے بھی مالک نہ ہوں اور نہ (کچھ) سمجھتے ہوں (پھر بھی وہ سفارشی ہیں؟) ﴿43﴾

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿44﴾ وَاِذَا

کہہ دیجیے: ساری سفارش اللہ ہی کے اختیار میں ہے، آسمانوں اور زمین میں اسی کی بادشاہی ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿44﴾ اور جب

ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ

تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ ہوتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اور جب اللہ کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس

دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿45﴾

وقت وہ بڑے خوش ہوتے ہیں ﴿45﴾

فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ] ’’جب تم میں سے کوئی (سونے کے لیے) اپنے بستر کی طرف آئے تو اپنے بستر کو اپنی چادر کے اندرونی حصے کے ساتھ جھاڑے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اپنے پیچھے اس نے اس میں کیا چھوڑا ہے اور پھر یہ دعا پڑھے: تیرے (پاک) نام کے ساتھ اے میرے رب! میں نے اپنے پہلو کو رکھا ہے اور تیرے (حکم کے) ساتھ ہی میں اسے اٹھاؤں گا، اگر تو نے میری روح کو روک لیا تو اس پر رحم فرمانا اور اگر چھوڑ دیا تو اس کی اس طرح حفاظت فرمانا جس طرح تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔‘‘ ①

﴿ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ ﴾ ’’پھر اس نے جس پر موت کا فیصلہ کیا اسے روک لیتا ہے۔‘‘ یعنی ان روحوں کو جو مر چکی ہوتی ہیں اور دوسری روحوں کو ایک مدت مقررہ تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے، سُدی کہتے ہیں: یعنی ان کی باقی مدت کے لیے۔ ② اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ وہ مردوں کی روحوں کو روک رکھتا اور زندوں کی روحوں کو چھوڑ دیتا ہے اور اس سے کسی غلطی کا صدور نہیں ہوتا۔ ③ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿42﴾ ﴾ ’’جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں ان کے لیے یقیناً اس میں نشانیاں ہیں۔‘‘

تفسیر آیات: 43-45

سفارش اللہ ہی کے اختیار میں ہے: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی مذمت بیان فرمائی ہے کہ انھوں نے اللہ کے سوا اور سفارشی بنا لیے ہیں۔ اور سفارشی ان کے وہ بت اور شریک ہیں جنھیں انھوں نے از خود کسی دلیل و برہان کے بغیر اپنا سفارشی بنا لیا ہے، حالانکہ وہ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، ان میں نہ عقل ہے جس سے کام لے سکیں، نہ کان ہیں جن سے سن سکیں، نہ آنکھیں ہیں جن سے دیکھ سکیں کیونکہ یہ جمادات ہیں جن کا حیوانات سے بھی زیادہ برا حال ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ ﴾ ’’کہہ دیں‘‘ اے محمد (ﷺ!) ان گمان کرنے والوں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سفارشی بنا رکھے ہیں اور انھیں بتا دیں

---

① صحيح البخاري، الدعوات، باب : 13، حديث : 6320 وصحيح مسلم، الذكر والدعاء......، باب الدعاء عند النوم، حديث : 2714 . ② تفسير الطبري : 12/24 . ③ تفسير ابن أبي حاتم : 3252/10 و الدر المنثور : 617,616/5.

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ

آپ کہیے: اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، چھپے اور ظاہر کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے

فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ㊻ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ

گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے ㊻ اور اگر ان ظالموں کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور ہو، تو وہ روز قیامت

مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا

برے عذاب سے (بچنے کے لیے) اسے ضرور فدیے میں دے دیں، اور ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ (عذاب) ظاہر ہو جائے گا جس کا وہ گمان بھی

يَحْتَسِبُوْنَ ㊼ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ㊽

نہیں کرتے تھے ㊼ اور ان کے لیے ان کے عملوں کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی اور انھیں وہ (عذاب) گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے ㊽

کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شفاعت اسی کو نفع دے سکتی ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور اجازت عطا فرما دے، یعنی اس کا سب انحصار اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت پر ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ﴾ (البقرة 2:255) ”کون ہے وہ جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے؟“ ﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ﴾ ”اس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔“ یعنی ان سب میں صرف اسی کا تصرف ہے۔ ﴿ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ㊹﴾ ”پھر تم اُسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔“ یعنی قیامت کے دن جبکہ وہ تمھارے مابین انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ﴾ ”اور جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔“ یعنی جب یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں ﴿اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ﴾ ”تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اُن کے دل (توحید الٰہی سے) نفرت کرتے (تنگ پڑ جاتے) ہیں۔“ مجاہد نے کہا ہے: ﴿اشْمَاَزَّتْ﴾ کے معنی ہیں: تنگ ہو جاتے ہیں۔① جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۙ﴾ (الصّٰٓفّٰت 37:35) ”بلاشبہ وہ (اس حال میں) تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو غرور کرتے تھے۔“ اور اتباع و اطاعت نہیں کرتے تھے، اُن کے دل خیر کو قبول نہیں کرتے تھے اور جو خیر کو قبول نہ کرے تو وہ شر کو قبول کر لیتا ہے، اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ﴾ ”اور جب ان کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس کے علاوہ ہیں۔“ یعنی بتوں اور شریکوں کا، یہ مجاہد کا قول ہے۔② ﴿اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ㊺﴾ ”(تو) اس وقت وہ خوش ہو جاتے ہیں۔“ اور فرحت و مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔

تفسیر آیات: 46-48

دعا کا طریقہ: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی شرک سے محبت اور توحید سے نفرت کی وجہ سے مذمت کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ ”(اے نبی!) کہہ دیجیے: اے اللہ! (اے) آسمانوں اور زمین کے

---

① تفسير الطبري: 14/24. ② تفسير الطبري: 14/24 عن السُّدّي.

پیدا کرنے والے! (اور) پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے!" یعنی تم اس اللہ وحدہٗ لاشریک ہی کو پکارو جس نے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا اور کسی سابقہ مثال کے بغیر انھیں وجود بخشا ہے، ﴿عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ یعنی پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، ﴿اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ㊻﴾ "تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان (باتوں) کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔" یعنی دنیا میں جن امور میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں تو ان کے قبروں سے اُٹھنے کے دن ان کے مابین فیصلہ فرما دے گا۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو قیام فرماتے تو نماز کا افتتاح کس چیز کے ساتھ کیا کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو قیام کرتے تو اس دعا سے افتتاح فرمایا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! رَبَّ جِبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ! فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ! عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ! أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ، اِهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ، إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ] "اے اللہ! جبرائیل و میکائیل و اسرافیل کے رب! آسمانوں اور زمین کے پیدا فرمانے والے! پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے اور حق کے بارے میں جو اختلاف (دنیا میں) ہو رہا ہے، اس میں اپنے حکم کے ساتھ میری رہنمائی فرما، بے شک تو جسے چاہتا ہے سیدھے رستے کی طرف ہدایت عطا فرما دیتا ہے۔"①

روز قیامت کوئی فدیہ قبول نہیں ہوگا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ﴾ "اور اگر ظالموں کے پاس وہ سب ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اسی قدر اور بھی ہو۔" ظالموں سے مراد مشرکین ہیں، یعنی اگر ان کے پاس زمین کا سارا مال و متاع ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو ﴿لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ﴾ "تو اسے برے عذاب سے (مخلصی پانے کے لیے) ضرور فدیے میں دے دیں" جسے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن ان کے لیے واجب قرار دے رکھا ہے لیکن ان سے اس کے بدلے میں کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا، خواہ ساری زمین کے بقدر سونا ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا ہے،② پھر (یہاں) اس کے بعد فرمایا ہے: ﴿وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ㊼﴾ "اور ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ (عذاب) ظاہر ہو جائے گا جس کا وہ گمان بھی نہیں کرتے تھے۔" یعنی انھیں ایسا عبرت ناک عذاب دیا جائے گا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ ﴿وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا﴾ "اور ان کے لیے ان (اعمال) کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی جو انھوں نے کمایا۔" یعنی دنیا میں انھوں نے جو گناہ اور حرام کام کیے تھے، ان کی سزا ان کے سامنے ہوگی، ﴿وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ㊽﴾ "اور جس (عذاب) کی وہ ہنسی اڑاتے تھے، وہ انھیں آ گھیرے گا۔" یعنی جس

---

① صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین……، باب صلاۃ النبی ﷺ ودعائه باللیل، حدیث : 770 . ② دیکھیے آل عمرٰن، آیت : 91.

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ز ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا لا قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ط

پھر جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اپنی طرف سے اسے کوئی نعمت عطا کر دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے: بس مجھے تو

بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ㊾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ

یہ (میرے) علم کی بدولت دی گئی ہے، (نہیں) بلکہ وہ تو ایک آزمائش ہے، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے ㊾ تحقیق یہی بات ان لوگوں نے بھی کہی تھی

مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ㊿ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ط وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰۤؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ

جو ان سے پہلے ہوئے، پھر ان کے کام نہ آیا جو وہ کماتے تھے ㊿ چنانچہ انھیں ان کے عملوں کی سزا ملی اور ان میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا، جلد انھیں بھی

مَا كَسَبُوْا لا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (51) اَوَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ط اِنَّ

ان کے عملوں کی سزا ملے گی، اور وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے (51) کیا انھیں معلوم نہیں کہ بے شک اللہ ہی جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے، اور

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (52) ع 5 ع 11 2

تنگ کرتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں (52)

عذاب کا یہ لوگ دنیا میں مذاق اڑایا کرتے تھے، وہ انھیں چاروں طرف سے گھیر لے گا۔

تفسیر آیات: 49-52

انسان کی مختلف حالتیں: اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ تکلیف کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور الحاح وزاری کرتا، اس کی طرف رجوع کرتا اور اس سے دعا کرتا ہے اور جب وہ اپنی نعمتوں سے سرفراز فرما دیتا ہے تو وہ بغاوت وسرکشی کو اختیار کر لیتا ہے اور کہتا ہے: ﴿ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ط ﴾ ''یہ (نعمت) تو مجھے علم ہی کی بدولت دی گئی ہے۔'' یعنی مجھے یہ اس لیے ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ میں اس کا استحقاق رکھتا ہوں اور اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں مجھے خصوصی مرتبہ حاصل نہ ہوتا تو وہ مجھے اس سے نہ نوازتا۔ امام قتادہ نے ﴿ عَلٰى عِلْمٍ ط ﴾ کے معنی یہ بیان کیے ہیں: یہ (نعمت) تو مجھے اس بھلائی کی بدولت دی گئی ہے جو میرے پاس ہے۔① ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ ﴾ ''(نہیں) بلکہ وہ آزمائش ہے۔'' یعنی بات اس طرح نہیں جو اس نے گمان کی ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ہم نے اسے اس نعمت سے اس لیے نوازا ہے تاکہ اس کی آزمائش کریں کہ یہ اطاعت کرتا ہے یا نافرمانی، حالانکہ ہمیں اس کے بارے میں پہلے ہی سے یہ معلوم بھی ہے پس یہ مال ودولت اس کے لیے آزمائش ہے ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ㊾ ﴾ ''مگر ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔'' اسی لیے یہ اس طرح کی باتیں کہتے اور اس طرح کے دعوے کرتے ہیں۔ ﴿ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ ''تحقیق ان لوگوں نے بھی یہی کہا جو ان سے پہلے تھے۔'' یعنی سابقہ امتوں نے بھی یہی بات کی، یہی گمان کیا اور یہی دعوے کیے تھے، ﴿ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ㊿ ﴾ ''پس جو کچھ وہ کماتے تھے اُن کے کچھ کام بھی نہ آیا۔'' یعنی نہ تو ان کی بات صحیح ثابت ہوئی اور نہ ان کی جماعتیں اور ان کے مال ہی ان کے کچھ کام آئے۔ ﴿ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ط وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰۤؤُلَآءِ ﴾ ''پس ان کو اُن

---

① تفسیر الطبری: 16/24.

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ

آپ کہہ دیجیے: (اللہ فرماتا ہے:) اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم وزیادتی کی ہے! تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ سب گناہ

جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (53) وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ

معاف کر دیتا ہے، یقیناً وہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے (53) اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو، اور اس کے فرماں بردار ہو جاؤ اس سے

الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ (54) وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ

پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے، پھر تمھاری مدد نہ کی جائے گی (54) اور تم اس بہترین چیز کی پیروی کرو جو تمھارے رب کی طرف سے تمھاری طرف نازل کی گئی

الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (55)ۙ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ

ہے اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے جبکہ تمھیں (اس کی) خبر تک نہ ہو (55) (ایسا نہ ہو) کہ کوئی شخص کہے: ہائے افسوس! اس پر جو میں نے اللہ کے حق

وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ (56)ۙ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ (57)ۙ اَوْ تَقُوْلَ

(اطاعت) میں کوتاہی کی، اور بلاشبہ میں مذاق اڑانے والوں میں رہا (56) یا وہ کہے: اگر بے شک اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں ضرور متقیوں میں سے

حِیْنَ تَرَی الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ (58) بَلٰی قَدْ جَآءَتْكَ اٰیٰتِیْ فَكَذَّبْتَ

ہو جاتا (57) یا وہ جس وقت عذاب دیکھے تو یہ کہے: کاش کہ میرے لیے ایک بار لوٹنا ہو تو میں نیکو کاروں میں سے ہو جاؤں (58) (اللہ فرمائے گا:) کیوں نہیں!

بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ (59)

تیرے پاس میری آیات آئیں تو تو نے انھیں جھٹلایا، اور تو نے تکبر کیا، اور تو کافروں میں سے تھا (59)

(عملوں) کی برائیاں پہنچیں جو انھوں نے کمائے تھے اور وہ لوگ جنھوں نے ان میں سے ظلم کیا۔'' یعنی ان مخاطب لوگوں میں سے ﴿ سَیُصِیْبُهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ ﴾ ''اُن کو ان (عملوں) کی برائیاں عنقریب پہنچیں گی جو انھوں نے کمائے۔'' جیسا کہ سابقہ لوگوں کو پہنچیں تھیں، ﴿ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ (51) ﴾ ''اور وہ (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہیں۔'' جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قارون کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ اس کی قوم نے اس سے کہا تھا: ﴿ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ ○ وَابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ○ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ ؕ اَوَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا یُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ○ ﴾ (القصص 28:76-78) ''اتراؤ مت، یقیناً اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو (مال) تمھیں اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر تلاش کرو اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلاؤ اور (لوگوں پر) احسان کرو جیسے اللہ نے تم پر احسان کیا ہے اور زمین میں طالب فساد نہ ہو، بلاشبہ اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، وہ بولا: میں وہ (مال) اس علم کی بنا پر دیا گیا ہوں جو میرے پاس ہے، کیا وہ نہیں جانتا کہ یقیناً اللہ نے اس سے پہلے بہت سی امتیں جو اس سے قوت میں بڑھ کر اور جمعیت میں بیشتر تھیں، ہلاک کر ڈالی ہیں اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ

وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ○ ﴾ (سبا 35:34) ”اور (یہ بھی) کہنے لگے کہ ہم مال اور اولاد میں (تم سے) زیادہ ہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ ﴾ ”کیا اُنھوں نے نہیں جانا کہ اللہ ہی جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔“ یعنی کچھ لوگوں کے لیے رزق کو کشادہ اور کچھ کے لیے تنگ کر دیتا ہے۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿52﴾ ﴾ ”بے شک اس میں البتہ ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔“ یعنی اس میں عبرت کا بہت سا سامان اور دلائل و براہین ہیں۔

تفسیر آیات: 53-59

عذاب کے آنے سے قبل توبہ کی دعوت: یہ آیت کریمہ کافروں اور دیگر تمام نافرمانوں کے لیے توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کی دعوت ہے اور اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص گناہوں سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے، خواہ گناہ کتنے ہی بڑے اور سمندر کی جھاگ کی طرح زیادہ کیوں نہ ہوں، توبہ کے بغیر اس بات کو کسی اور چیز پر محمول کرنا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ جو شخص شرک سے توبہ نہ کرے اس کا گناہ معاف نہیں ہوسکتا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مشرکین میں سے کچھ لوگوں نے قتل کیے اور بہت کیے اور زنا کیے اور خوب کیے، پھر وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ آپ جو کہتے اور جس کی دعوت دیتے ہیں یہ بہت خوب ہے لیکن اے کاش کہ آپ یہ بھی فرما دیں کہ ہمارے سابقہ اعمال کا کفارہ کیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے یہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ …… ﴾ الآية (الفرقان 68:25) ”اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور جس جان کو (مارنا) اللہ نے حرام کیا ہے اسے قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق (شریعت کے حکم) سے اور وہ بدکاری نہیں کرتے ……۔“

اور اسی موقع پر یہ آیت کریمہ بھی نازل فرمائی: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ”(اے پیغمبر! میری طرف سے لوگوں کو) کہہ دیں کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہونا۔“① امام مسلم، ابوداود اور نسائی رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے۔② یاد رہے پہلی آیت سے مراد درج ذیل الفاظ کی طرف اشارہ ہے: ﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ ﴾ (الفرقان 70:25) ”مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔“

---

① صحيح البخاری، التفسير، باب قوله : ﴿ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ ﴾ (الزمر 53:39)، حديث : 4810 . ② صحيح مسلم، الإيمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله……، حديث : 122 و سنن أبی داود، الفتن والملاحم، باب فی تعظيم قتل المؤمن ، حديث : 4274 والسنن الكبرىٰ للنسائی، التفسير، باب قوله تعالىٰ: ﴿ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا …… ﴾ الآية : 446/6، حديث : 11449.

امام احمد رحمہ اللہ نے اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا: [إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ] ’’یقیناً اس نے غیر صالح عمل کیے۔‘‘ یعنی نوح علیہ السلام کی دعا کے باوجود ان کے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے معاف نہ فرمایا اور میں نے آپ کو یہ آیت کریمہ پڑھتے ہوئے بھی سنا: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ ﴾ ’’(اے پیغمبر! میری طرف سے لوگوں سے) کہہ دیں کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہونا، اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے‘‘ اور وہ کوئی پروا نہیں کرتا۔ ﴿ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (53) ﴾ ’’بلاشبہ وہ تو بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔‘‘① اسے امام ابوداود اور امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔②

یہ تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس آیت کریمہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کے ذریعے سے سابقہ تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے، لہٰذا کسی بھی بندے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، خواہ اس کے گناہ کیسے بڑے اور کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور توبہ کا دروازہ بھی بے حد وحساب وسیع ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ ﴾ (التوبة 104:9) ’’کیا انھوں نے نہیں جانا کہ یقیناً اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ ﴾ (النسآء 110:4) ’’اور جو کوئی برا عمل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر وہ اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ کو بہت بخشنے والا (اور) خوب مہربان پائے گا۔‘‘

اور اللہ جل وعلا نے منافقین کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ○ لا اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا...... ﴾ الآية (النسآء 146,145:4) ’’کچھ شک نہیں کہ منافقین دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور آپ ان کے لیے کوئی مددگار ہرگز نہیں پائیں گے، سوائے ان کے جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی......۔‘‘

اور اللہ جل جلالہ نے (عیسائیوں کے متعلق) فرمایا ہے: ﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ م وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ ﴾ (المآئدة 73:5) ’’بلاشک وشبہ ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا: اللہ تین میں سے تیسرا ہے، حالانکہ اس معبود یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور اگر یہ لوگ اس چیز سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو اُن میں جو کافر ہوئے ہیں انھیں ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔‘‘ پھر اللہ جل شانہٗ نے یہ فرمایا: ﴿ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ ﴾ (المآئدة 74:5) ’’تو کیا پھر وہ اللہ کے آگے توبہ نہیں کرتے اور اس سے (گناہوں کی) معافی نہیں مانگتے؟ اور اللہ

---

① مسند أحمد :454/6. ② سنن أبي داود، الحروف والقراءات، باب:1، حديث:3983,3982 وجامع الترمذي، القراءات، باب ومن سورة هود، حديث : 2932,2931 .

تو بخشنے والا مہربان ہے۔‘‘ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا…… ﴾ الآية (البروج 10:85) ’’بے شک وہ لوگ جنھوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو آزمائش میں ڈالا پھر توبہ نہ کی……۔‘‘

امام حسن بصری ؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس جود وکرم کو تو دیکھو کہ لوگوں نے تو اس کے دوستوں کو قتل کیا اور وہ انھیں توبہ ومغفرت کی دعوت دے رہا ہے۔ اس موضوع سے متعلق بہت سی اور بھی آیات کریمہ ہیں۔ اور صحیحین میں حضرت ابوسعید ؓ سے رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث مروی ہے جس میں آپ نے اس شخص کا ذکر فرمایا جس نے ننانوے آدمیوں کو قتل کر دیا تھا، پھر اسے ندامت ہوئی اور اس نے بنی اسرائیل کے ایک عابد سے پوچھا: کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے جواب دیا: نہیں تو اس نے اسے بھی قتل کر کے سو کی گنتی کو پورا کر دیا، پھر اس نے ان کے ایک عالم سے پوچھا: کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تمھارے اور توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے؟ پھر اس نے اسے ایک بستی میں جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیا، وہ اس بستی کی طرف جا رہا تھا کہ اسے رستے میں موت آ گئی تو رحمت اور عذاب کے فرشتوں نے اس کے بارے میں جھگڑا کیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا کہ دونوں زمینوں کی پیمائش کر لو جس زمین کے وہ زیادہ قریب ہو، اسی میں سے ہے، فرشتوں نے پیمائش کی تو انھوں نے اسے اس زمین سے ایک بالشت زیادہ قریب پایا جس کی طرف وہ ہجرت کر کے جا رہا تھا، اس لیے رحمت کے فرشتوں نے اسے اپنے قبضے میں لے لیا، آپ ﷺ نے یہ بھی ذکر فرمایا کہ موت کے وقت وہ اپنے سینے کو اسی بستی کی طرف دھکیل رہا تھا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے نیکوں کی اس بستی کو حکم دیا کہ وہ قریب ہو جائے اور اس بستی کو حکم دیا کہ وہ دور ہو جائے۔① ہم نے یہ حدیث بالمعنی بیان کی ہے جبکہ دوسری جگہ ہم نے اس حدیث کو اپنے الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔②

اور علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس ؓ سے آیت کریمہ: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ…… ﴾ الآية کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بھی اپنی مغفرت کی دعوت دی ہے جنھوں نے یہ کہا کہ مسیح ہی اللہ ہے، مسیح ابن اللہ ہے، عزیر ابن اللہ ہے، اللہ فقیر ہے، اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ تین کا تیسرا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے بھی فرمایا ہے: ﴿ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (المآئدة 74:5) ’’کیا پھر وہ اللہ کے آگے توبہ نہیں کرتے اور اس سے (گناہوں کی) معافی نہیں مانگتے؟ اور اللہ تو بہت بخشنے والا، خوب مہربان ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے تو اسے بھی توبہ کی دعوت دی جس نے ان سب سے بڑی بات کہی تھی: ﴿ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝ ﴾ (النّٰزعٰت 24:79) ’’میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں۔‘‘ اور اس نے یہ بات بھی کہی تھی: ﴿ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ ﴾ (القصص 38:28) ’’میں تمھارے لیے اپنے سوا کوئی (دوسرا) معبود نہیں جانتا۔‘‘ ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد

---

① صحيح البخاری، أحاديث الأنبيآء، باب : 54، حديث : 3470 وصحيح مسلم، التوبة، باب قبول توبة القاتل……، حديث : 2766 . ② دیکھیے النسآء، آیات : 97-100 کے ذیل میں۔

بھی جو شخص اللہ تعالیٰ کے بندوں کو توبہ سے مایوس کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا انکار کرتا ہے لیکن یاد رہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا جب تک اللہ تعالیٰ بھی اس پر مہربان نہ ہو جائے۔ ①

امام طبرانی نے شُتَیر بن شَکَل سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے ابن مسعود ؓ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ قرآن مجید کی سب سے عظیم الشان آیت یہ ہے: ﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ﴾ (البقرة 2:255) ''ہمیشہ زندہ رہنے والے، سب کو سنبھالنے والے اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں۔'' خیر و شر کی سب سے جامع آیت یہ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ﴾ (النحل 16:90) ''بلاشبہ اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔'' قرآن مجید کی سب سے زیادہ فرحت بخش سورۂ زمر کی یہ آیت ہے: ﴿ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ﴾ ''کہہ دیجیے: اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔'' اور اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ سپرد کر دینے والی کتاب اللہ کی یہ آیت کریمہ ہے: ﴿ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ...... ﴾ الآیة (الطلاق 65:2، 3) ''اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔ اور وہ اسے (وہاں سے) رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا......'' یہ سن کر مسروق نے ان سے کہا کہ آپ نے بالکل سچ فرمایا ہے۔ ②

مایوسی کی ممانعت کے بارے میں احادیث: امام احمد نے انس بن مالک ؓ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا: [وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهٖ!۔ أَوْقَالَ: وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ!۔ لَوْ أَخْطَأْتُمْ حَتّٰی تَمْلَأَ خَطَایَاكُمْ مَّا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، ثُمَّ اسْتَغْفَرْتُمُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَغَفَرَلَكُمْ، وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ!۔ أَوْ وَّالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهٖ!۔ لَوْلَمْ تُخْطِئُوا، لَجَاءَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّخْطِئُونَ، ثُمَّ یَسْتَغْفِرُونَ اللّٰهَ فَیَغْفِرُ لَهُمْ] ''اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!۔ یا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے!۔ اگر تم اس قدر گناہ کرو کہ تمھارے گناہوں سے آسمان و زمین کے درمیان کا یہ سارا خلا بھر جائے، پھر تم اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو تو وہ تمھیں معاف فرما دے گا، اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے!۔ یا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!۔ اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جو گناہ کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں گے، پھر وہ انھیں معاف فرما دے گا۔'' اس روایت کو صرف امام احمد ؒ ہی نے بیان فرمایا ہے ③ اور امام احمد ہی نے ابو ایوب انصاری ؓ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب تھا تو انھوں نے کہا کہ میں نے تم سے ایک چیز کو چھپایا تھا جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، آپ نے فرمایا: [لَوْلَا أَنَّكُمْ تُذْنِبُونَ لَخَلَقَ اللّٰهُ قَوْمًا یُّذْنِبُونَ، فَیَغْفِرُلَهُمْ] ''اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پیدا فرما دے گا جو

---

① الدر المنثور: 621/5 امام سیوطی نے ابن جریر کی طرف منسوب کیا ہے لیکن تفسیر طبری میں نہیں ملا۔ ② المعجم الکبیر للطبرانی: 133/9، حدیث: 8659. ③ مسند أحمد: 238/3.

گناہ کریں گے، پھر وہ انھیں معاف فرما دے گا۔'' امام احمد نے اسے اسی طرح روایت کیا ہے، ① نیز امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور ترمذی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ ②

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو جلد توبہ کر لینے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَاَنِيْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ (54) ﴾ ''اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرماں بردار ہو جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے، پھر تم مدد نہیں کیے جاؤ گے۔'' یعنی عذاب کے آنے سے پہلے پہلے جلدی سے توبہ اور عمل صالح کر لو۔ ﴿ وَاتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ ''اور اس نہایت اچھی (کتاب) کی پیروی کرو جو تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھاری طرف نازل کی گئی ہے۔'' یعنی قرآن عظیم کی۔ ﴿ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (55) ﴾ ''اس سے پہلے کہ تم پر ناگہاں عذاب آ جائے اور تم شعور نہ رکھتے ہو۔'' یعنی تمھیں عذاب کے آ جانے کا علم اور شعور بھی نہ ہو، پھر اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ ﴾ ''کہ کوئی نفس کہنے لگے: ہائے افسوس! اس پر جو میں نے اللہ کے حق میں کوتاہی کی۔'' یعنی توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف انابت میں کوتاہی کرنے والا مجرم قیامت کے دن حسرت اور افسوس کا اظہار کرے گا اور خواہش کرے گا: اے کاش! وہ محسن، مخلص اور اللہ تعالیٰ کے مطیع وفرماں بردار بندوں میں سے ہوتا۔ ﴿ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ (56) ﴾ ''اور بے شک میں تو ہنسی مذاق کرنے والوں میں سے تھا۔'' یعنی دنیا میں میرا طرز عمل مذاق اڑانے اور استہزا کرنے والے کی طرح تھا، یقین اور تصدیق کرنے والے کی طرح نہ تھا۔ ﴿ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (57) اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ (58) ﴾ ''یا یہ کہے: اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں یقیناً پرہیزگاروں میں سے ہوتا یا جب عذاب دیکھ لے تو کہے: کاش! میرے لیے ایک بار لوٹنا ہو تو میں نیکوکاروں میں سے ہو جاؤں گا۔'' یعنی وہ خواہش کرے گا کہ اے کاش! اسے ایک بار دنیا میں پھر لوٹا دیا جائے تو وہ نیک عمل کرے گا۔ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بندوں کے کہنے سے پہلے ہی یہ بیان فرما دیا ہے کہ وہ کیا کہیں گے اور ان کے عمل سے پہلے ہی یہ بتا دیا ہے کہ وہ کیا عمل کریں گے۔ ﴿ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝ ﴾ (فاطر 14:35) ''اور خوب باخبر (اللہ) کی طرح تمھیں کوئی خبر نہیں دے گا۔'' (جیسا کہ اس نے یہ خبر دی:) ﴿ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ (56) اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (57) اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ (58) ﴾ ''(ایسا نہ ہو) کہ کوئی نفس کہے: ہائے افسوس! اس پر جو میں نے اللہ کے حق میں کوتاہی کی اور بے شک میں تو مذاق کرنے والوں میں سے تھا۔ یا وہ (یہ) کہے: اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں ضرور پرہیزگاروں میں سے ہو جاتا۔ یا جب وہ عذاب دیکھے تو کہے: کاش! میرے لیے ایک بار لوٹنا ہو تو میں نیکوکاروں میں سے ہو جاؤں گا۔'' ③

---

① مسند أحمد : 414/5. ② صحيح مسلم، التوبة، باب سقوط الذنوب……، حديث : 2748 وجامع الترمذي، الدعوات، باب [لولا أنكم تذنبون……]، حديث : 3539. ③ تفسير الطبري : 26/24.

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى

اور آپ روز قیامت انھیں دیکھیں گے جنھوں نے (دنیا میں) اللہ پر جھوٹ باندھا کہ ان کے منہ کالے ہوں گے، کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم میں

لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ (60) وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْۗءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (61)

نہیں (60) اور جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا، اللہ انھیں ان کی کامیابی کے سبب نجات دے گا۔ انھیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے (61)

امام احمد رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [كُلُّ أَهْلِ النَّارِ يَرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ، فَيَقُوْلُ: لَوْ أَنَّ اللّٰهَ هَدَانِي، فَيَكُوْنُ عَلَيْهِ حَسْرَةً، قَالَ: وَ كُلُّ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، فَيَقُوْلُ: لَوْلَا أَنَّ اللّٰهَ هَدَانِي، قَالَ: فَيَكُوْنُ لَهُ شُكْرًا] ''اہل دوزخ میں سے ہر شخص جنت میں بھی اپنی جگہ دیکھے گا اور کہے گا: اے کاش! اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہدایت عطا فرما دیتا۔ یہ بات اس کے لیے باعث حسرت ہوگی۔ آپ نے فرمایا: اور اہل جنت میں سے بھی ہر شخص دوزخ میں اپنی جگہ دیکھے گا، پھر کہے گا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت عطا نہ فرمائی ہوتی (تو دوزخ میں میرا ٹھکانا ہوتا۔) یہ بات اس کے لیے شکر کا باعث ہوگی۔''① اور اسے نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔② جب مجرم لوگ دنیا کی طرف واپس لوٹنے کی تمنا کریں گے اور حسرت و افسوس کا اظہار کریں گے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تصدیق اور اس کے رسولوں کی تصدیق نہ کی تو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ فرمائیں گے: ﴿ بَلٰى قَدْ جَاۗءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (59) ﴾ ''کیوں نہیں! میری آیتیں تیرے پاس آئی تھیں مگر تو نے اُنھیں جھٹلایا اور تو نے تکبر کیا اور تو کافروں میں سے تھا۔'' یعنی اپنے گناہوں پر حسرت و ندامت کرنے والے بندے! دنیا میں تیرے پاس میری آیتیں پہنچ گئی تھیں اور تمام دلائل و براہین تیرے سامنے واضح ہو گئے تھے مگر تو نے تکذیب کی اور ان کی اتباع کی بجائے تکبر کیا اور کافروں اور منکروں میں سے ہو گیا تھا۔

تفسیر آیات: 61,60

اللہ کو جھٹلانے والوں اور ماننے والوں کا انجام: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کچھ چہرے سیاہ اور کچھ سفید ہوں گے، اہل افتراق و اختلاف کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے اور اہل سنت والجماعت کے چہرے روشن اور منور ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ ﴾ ''اور آپ قیامت کے دن دیکھیں گے کہ جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ بولا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔'' یعنی جنھوں نے اللہ کا شریک اور بیٹا بنایا تو اس کذب و افترا کی وجہ سے ان کے چہرے کالے سیاہ ہو رہے ہوں گے۔ ﴿ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ (60) ﴾ ''کیا غرور کرنے والوں کا ٹھکانا دوزخ میں نہیں ہے؟'' یعنی کیا جہنم ان کے لیے قید خانے اور ٹھکانے کے طور پر کافی نہیں ہے، وہ ان کے لیے تکبر، سرکشی اور تسلیم حق سے انکار کے سبب موجب ذلت و رسوائی ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ ﴾ ''اور اللہ ان لوگوں کو جنھوں نے تقویٰ اختیار کیا ان کی

---

① مسند أحمد: 512/2. ② السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ (الزمر 67:39): 447/6، حديث : 11454 .

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ (62) لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے (62) اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی چابیاں ہیں، اور جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا، وہی

ع 6 11 3 وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (63) ع قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ

لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں (63) کہہ دیجیے: اے جاہلو! کیا تم مجھے غیر اللہ کے بارے میں حکم دیتے ہو کہ میں (ان کی) عبادت کروں؟ (64) اور بلاشبہ

اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ (64) وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ

آپ کی طرف اور ان لوگوں (نبیوں) کی طرف، جو آپ سے پہلے ہوئے، (یہ) وحی کی گئی کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال ضرور ضائع

لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (65) بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ (66)

ہو جائیں گے اور آپ ضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے (65) بلکہ آپ اللہ ہی کی عبادت کریں اور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں (66)

کامیابی کی وجہ سے نجات دے گا۔‘‘ یعنی اس سعادت و کامیابی کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے ان کے مقدر میں لکھ رکھی تھی۔ ﴿ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ ﴾ ’’انھیں کوئی برائی نہیں پہنچے گی۔‘‘ یعنی قیامت کے دن، ﴿ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (61) ﴾ ’’اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔‘‘ یعنی بڑی گھبراہٹ کے وقت وہ غمگین نہیں ہوں گے بلکہ ہر قسم کے غم و فکر سے امن میں ہوں گے، ہر شر سے انھیں بچا لیا جائے گا اور ہر خیر و بھلائی کو وہ حاصل کر لیں گے۔

تفسیر آیات: 62-66

اللہ تعالیٰ ہی خالق و متصرف ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ تمام اشیاء کا خالق، پروردگار، مالک اور متصرف ہے اور ہر چیز اسی کی تدبیر اور اسی کے غلبہ و تسلط کے تحت ہے۔ ﴿ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ﴾ ’’اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں۔‘‘ مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ مَقَالِيْدُ ﴾ فارسی زبان میں کنجیوں کو کہتے ہیں، ① قتادہ، ابن زید اور سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ ② اور سُدّی نے کہا ہے: ﴿ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ﴾ کے معنی آسمانوں اور زمین کے خزانے ہیں۔ ③ ان دونوں قولوں کے مطابق معنی یہ ہیں کہ تمام امور اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں، ساری بادشاہت اسی کی ہے، ساری تعریف بھی اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ﴾ ’’اور وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔‘‘ آیتوں سے مراد دلائل و براہین ہیں، ﴿ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (63) ﴾ ’’وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔‘‘

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ (64) ﴾ ’’کہہ دیجیے: اے نادانو! کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں غیر اللہ کی عبادت کروں؟‘‘ مفسرین نے اس آیت کریمہ کے سبب نزول کے طور پر وہ روایت ذکر کی ہے جسے امام ابن ابوحاتم وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مشرکین نے از راہِ جہالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی کہ آپ ان کے معبودوں کی عبادت کریں اور وہ آپ کے معبود کی عبادت کریں گے تو اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں:

---

① تفسیر الطبری: 19/25. ② تفسیر الطبری: 30/24. ③ تفسیر الطبری: 30/24.

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ

اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے، اور قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی، اور آسمان بھی اس کے

بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿67﴾

دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے، وہ پاک ہے اور اس شرک سے بالاتر ہے جو وہ کرتے ہیں ﴿67﴾

﴿ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿64﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿65﴾ ﴾ ’’کہہ دیجیے: اے نادانو! کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں غیر اللہ کی عبادت کروں؟ اور (اے محمد!) یقیناً آپ کی طرف اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو آپ سے پہلے تھے، یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل یقیناً ضائع ہو جائیں گے اور آپ البتہ ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔‘‘ یہ آیت کریمہ اس آیت کی طرح ہے: ﴿ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 88:6) ’’اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے۔‘‘ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿66﴾ ﴾ ’’بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ۔‘‘ یعنی اللہ وحدہٗ لاشریک کے لیے اخلاص کے ساتھ عبادت کرو، تم بھی اور وہ سب بھی جو تمھاری اتباع و تصدیق کریں۔

تفسیر آیت: 67

مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی قدر شناسی نہ کی: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ ﴾ ’’اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔‘‘ یعنی مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح قدر شناسی نہیں کی جیسی کرنی چاہیے تھی، اس لیے انھوں نے اس کے ساتھ غیر اللہ کی پوجا شروع کر دی، حالانکہ وہ ذات پاک اس قدر عظیم ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی عظیم نہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز اسی کے قبضہ و قدرت کے تحت ہے۔ مجاہد نے کہا ہے کہ یہ آیت کریمہ قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔① اور سدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح تعظیم نہیں کی جیسی کرنی چاہیے تھی۔② محمد بن کعب نے کہا ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح قدر شناسی کرتے جس طرح اس کی ذات پاک کے شایانِ شان ہے تو وہ اس کی تکذیب نہ کرتے۔③ علی بن ابو طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ ان کفار کے بارے میں ہے جن کا اس بات پر ایمان نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ان پر قدرت حاصل ہے کیونکہ جو شخص اس بات پر ایمان رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کی اُسی طرح قدر شناسی کی جس طرح کرنی چاہیے تھی۔④

اس آیت کریمہ سے متعلق بہت سی احادیث بھی وارد ہیں۔ اس طرح کی آیات کے بارے میں سلف کا مذہب یہ ہے کہ

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 1341/4. ② تفسیر الطبری: 32/24. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 1341/4. ④ تفسیر الطبری: 32/24 و تفسیر ابن أبی حاتم: 1341/4.

یہ جس طرح آئی ہیں، کسی تکییف وتحریف کے بغیر ان پر اسی طرح ایمان لایا جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ﴾ کے بارے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: اے محمد (ﷺ!) ہم یہ پاتے ہیں کہ اللہ عزوجل ساتوں آسمانوں کو اپنی ایک انگلی پر اٹھا لے گا، زمینوں کو ایک انگلی پر، درختوں کو ایک انگلی پر، پانی اور گیلی مٹی کو ایک انگلی پر، تمام مخلوق کو ایک انگلی پر اور فرمائے گا: میں ہوں بادشاہ! اس یہودی عالم کی بات سن کر اس کی تصدیق کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے حتی کہ آپ کی مبارک داڑھیں نمایاں ہوگئیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''اور انھوں نے اللہ کی (اس طرح) قدر نہیں کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق ہے اور قیامت کے دن ساری کی ساری زمین اُس کی مٹھی میں ہوگی۔''① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں اس کے علاوہ دوسرے مقام پر بھی روایت فرمایا ہے۔② اسے امام احمد اور مسلم نے اور ترمذی ونسائی نے اپنی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں بھی روایت کیا ہے۔③

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا: [يَقْبِضُ اللّٰهُ الْأَرْضَ وَيَطْوِي السَّمَاوَاتِ بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ؟] ''اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی مٹھی میں لے لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور فرمائے گا: میں ہوں بادشاہ! کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟'' اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی طرح بیان فرمایا ہے④ جبکہ امام مسلم نے اسے دوسرے طریق سے بیان فرمایا ہے۔⑤

امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک اور جگہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ يَقْبِضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْأَرْضَ وَتَكُونُ السَّمٰوَاتُ بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ] ''یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن زمینوں کو اپنی مٹھی میں لے لے گا، آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے اور وہ فرمائے گا: میں ہوں بادشاہ۔'' اسے اس طرح صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے روایت فرمایا ہے⑥ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے منبر پر اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ

---

① صحيح البخاری، التفسير، باب قوله: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ﴾ (الزمر39:67)، حديث: 4811. ② صحيح البخاری، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۖ﴾ (صٓ38:75)، حديث: 7414، 7415 و7513. ③ مسند أحمد: 429/1 و صحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب صفة القيامة والجنة والنار، حديث: 2786 و جامع الترمذی، تفسير القرآن، باب ومن سورة الزمر، حديث: 3238 و السنن الكبرٰى للنسائی، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ﴾ 446/6، حديث: 11450. ④ صحيح البخاری، التفسير، باب قوله: ﴿وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۖ﴾ (الزمر39:67)، حديث: 4812. ⑤ صحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب صفة القيامة والجنة والنار، حديث: 2787. ⑥ صحيح البخاری، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۖ﴾ (صٓ38:75)، حديث: 7412.

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ

اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے بے ہوش ہو جائے گا سوائے اس کے جسے اللہ چاہے، پھر اس میں دوسری بار پھونکا جائے

اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ⑥⑧ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ

گا تو وہ یکا یک کھڑے (ہو کر) دیکھنے لگیں گے ⑥⑧ اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی، اور (عملوں کی) کتاب رکھی جائے گی، اور انبیاء اور گواہ

بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ⑥⑨ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ

لائے جائیں گے، اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ⑥⑨ اور ہر شخص نے جو عمل کیا ہوگا اسے اس کا پورا پورا

مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ⑦⓪ ع 7 ع 7 4

اجر دیا جائے گا، اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے ⑦⓪

بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ⑥⑦﴾ ”اور انھوں نے اللہ کی (اس طرح) قدر نہیں کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق ہے اور قیامت کے دن ساری کی ساری زمین اُس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے (اور) وہ اس سے جو وہ شریک بنا رہے ہیں پاک ہے اور عالی شان ہے۔“ اور رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ کے اشارے سے ہاتھ کو آگے پیچھے کرتے ہوئے فرما رہے تھے: [يُمَجِّدُ الرَّبُّ نَفْسَهُ: أَنَا الْجَبَّارُ، أَنَا الْمُتَكَبِّرُ، أَنَا الْمَلِكُ، أَنَا الْعَزِيزُ، أَنَا الْكَرِيمُ] ”اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کی (اس طرح) بزرگی بیان فرمائے گا کہ میں ہوں جبار! میں ہوں متکبر! میں ہوں بادشاہ! میں ہوں غالب اور میں ہوں کرم فرمانے والا!“ رسول اللہ ﷺ (یہ کلمات اس قدر جوش و خروش کے ساتھ بیان فرما رہے تھے) کہ منبر رسول اللہ ﷺ سمیت ہلنے لگ گیا حتی کہ ہم نے کہا کہ منبر کہیں آپ کو گرا ہی نہ دے ① اور امام مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی عبید اللہ بن مِقْسَم کے واسطے سے ابن عمر ﵄ کی اس سے ملتی جلتی ایک حدیث بیان کی ہے۔ ②

تفسیر آیات: 68-70

صور میں پھونکنے، فیصلے اور بدلے کا بیان: اللہ تبارک و تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ہولناکیوں، اس دن کی عظیم الشان نشانیوں اور ہولناک زلزلوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ﴾ ”اور (جب) صور میں پھونکا جائے گا تو جو (لوگ) آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں ہلاک ہو جائیں گے مگر وہ جس کو اللہ چاہے۔“ یہ نفخۂ ثانیہ کا ذکر ہے جو ہلاک کر دینے والا نفخہ ہوگا، اس نفخے میں آسمانوں اور زمین کے رہنے والے سب زندہ لوگ مر جائیں گے، سوائے اس کے جسے اللہ چاہے جیسا کہ مشہور حدیثِ صور میں وضاحت و صراحت کے ساتھ اس کا

---

① مسند أحمد: 72/2 و صحيح ابن حبان، إخباره ﷺ عن مناقب الصحابة، ذكر الإخبار عن تمجيد الله......: 322/16، حديث: 7327. ② صحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب صفة القيامة......، حديث: (25)-2788 والسنن الكبرى للنسائي، النعوت، باب الجبار: 401,400/4، حديث: 7689 و سنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر البعث، حديث: 4275.

ذکر آیا ہے۔ ① پھر اللہ تعالیٰ باقی لوگوں کی روحوں کو قبض فرمائے گا حتی کہ سب سے آخر میں ملک الموت کی روح کو قبض فرمائے گا اور اس وقت صرف اس حی و قیوم کی ذات پاک باقی ہوگی جو سب سے اول تھا، اسی طرح بقاو دوام کے اعتبار سے بھی وہ سب سے آخر ہوگا اور فرمائے گا: ﴿ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ ﴾ (المؤمن 16:40) ”آج کس کی بادشاہی ہے؟“ وہ تین بار فرمائے گا، پھر اپنے آپ کو جواب دیتے ہوئے فرمائے گا: ﴿ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ ﴾ (المؤمن 16:40) ”اللہ کی جو اکیلا (اور) غالب ہے۔“ میں اکیلا ہی تھا، میں نے ہر چیز کو مغلوب کر دیا اور میں نے ہر چیز کو فنا کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ سب سے پہلے اسرافیل کو زندہ کریں گے اور انھیں حکم دیں گے کہ وہ ایک بار پھر صور میں پھونکیں، یہ نفخۂ ثالثہ ہوگا جو دوبارہ زندہ کر کے اٹھانے کے لیے ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿68﴾ ﴾ ”پھر دوسری دفعہ اس میں پھونکا جائے گا تو یکا یک وہ کھڑے دیکھتے ہوں گے۔“ یعنی بوسیدہ ہڈیاں بننے کے بعد وہ دوبارہ زندہ ہو جائیں گے اور کھڑے ہو کر قیامت کے دن کی ہولنا کیوں کو دیکھنے لگیں گے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۭ ﴾ (النّٰزعٰت 14,13:79) ”پس وہ صرف ایک ہی ڈانٹ ہوگی، تو یکا یک وہ (سب) کھلے میدان (حشر) میں ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ○ ﴾ (بنیؔ إسرآءیل 52:17) ”جس دن وہ تمھیں بلائے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ تعمیل کرو گے اور خیال کرو گے کہ تم (دنیا میں) بہت ہی کم (مدت) رہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ○ ﴾ (الروم 25:30) ”اور اُسی کے نشانات میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تمھیں زمین میں سے (نکلنے کے لیے) ایک ہی دفعہ پکارے گا تو اچانک تم سب نکل پڑو گے۔“

امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کہا کہ تم کہتے ہو کہ قیامت فلاں وقت قائم ہوگی؟ انھوں نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ تم سے کوئی چیز بیان نہ کیا کروں، میں نے تو یہ کہا تھا کہ تم تھوڑے عرصے بعد ایک امر عظیم دیکھ لو گے، پھر عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے:

[يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي (فَيَمْكُثُ) فِيهِمْ أَرْبَعِينَ۔ لَا أَدْرِي: أَرْبَعِينَ يَوْمًا، أَوْ أَرْبَعِينَ سَنَةً، أَوْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً، أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا۔ فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ علیہما السلام، كَأَنَّهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيُّ، فَيَظْهَرُ، فَيُهْلِكُهُ، ثُمَّ يَلْبَثُ النَّاسُ بَعْدَهُ سِنِينَ سَبْعًا، لَّيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ رِيحًا بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلَا يَبْقٰى أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ، حَتّٰى لَوْأَنَّ أَحَدَهُمْ كَانَ فِي كَبِدِ جَبَلٍ

---

① دیکھیے كتاب العظمة للأصبهانی : 837-821/3، حدیث:386 و الأحاديث الطوال للطبرانی، حديث الصور: 104-114، حدیث : 48. حدیث صور ضعیف ہے جیسا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے شرح العقيدة الطحاوية : 232 کی تخریج میں نقل کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ صور مرسل ہے اور صحیح نہیں ہے۔ (الكامل لابن عدی : 453,452/1) تاہم اس میں مذکور بعض باتوں کی صحیح احادیث سے تائید ہوتی ہے۔

لَدَخَلَتْ عَلَيْهِ، قَالَ: سَمِعْتُهَا مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ: وَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ فِي خِفَّةِ الطَّيْرِ وَأَحْلَامِ السِّبَاعِ، لَا يَعْرِفُونَ مَعْرُوفًا وَّلَا يُنْكِرُونَ مُنْكَرًا، قَالَ: فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ، فَيَقُولُ: أَلَا تَسْتَجِيبُونَ؟ فَيَأْمُرُهُمْ بِالْأَوْثَانِ فَيَعْبُدُونَهَا، وَهُمْ فِي ذٰلِكَ دَارَّةٌ أَرْزَاقُهُمْ، حَسَنٌ عَيْشُهُمْ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ، فَلَا يَسْمَعُهٗ أَحَدٌ إِلَّا أَصْغٰى لَهٗ، وَأَوَّلُ مَنْ يَّسْمَعُهٗ رَجُلٌ يَّلُوطُ حَوْضَهٗ، فَيَصْعَقُ، ثُمَّ لَا يَبْقٰى أَحَدٌ إِلَّا صَعِقَ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ أَوْ يُنْزِلُ اللّٰهُ مَطَرًا كَأَنَّهُ الطَّلُّ أَوِالظِّلُّ۔ نُعْمَانُ الشَّاكُّ۔ فَتَنْبُتُ مِنْهُ أَجْسَادُ النَّاسِ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ أُخْرٰى، فَإِذَاهُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُونَ، قَالَ: ثُمَّ يُقَالُ: يَاأَيُّهَا النَّاسُ! هَلُمُّوا إِلٰى رَبِّكُمْ ﴿ **وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ** ﴾ (الصّٰفّٰت 37 :24)، قَالَ: ثُمَّ يُقَالُ: أَخْرِجُوا بَعْثَ النَّارِ، قَالَ: فَيُقَالُ: كَمْ؟ فَيُقَالُ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِينَ، فَيَوْمَئِذٍ يُّبْعَثُ الْوِلْدَانُ شِيبًا، وَّيَوْمَئِذٍ يُّكْشَفُ عَنْ سَاقٍ]

”دجال میری امت میں نکلے گا اور ان میں چالیس تک رہے گا۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال یا چالیس راتیں فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو مبعوث فرما دیں گے، وہ گویا اس طرح ہیں جیسے عروہ بن مسعود ثقفی ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوں گے تو (اللہ تعالیٰ) دجال کو ہلاک فرما دے گا، پھر اس کے بعد سات سال تک لوگ اس طرح رہیں گے کہ دو آدمیوں کے مابین عداوت نہ ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا اور کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہے گا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو مگر اس کی روح کو قبض کرے گی حتی کہ اگر کوئی کسی پہاڑ کی چٹان کے اندر ہوا تو وہ ہوا وہاں بھی اس پر داخل ہو جائے گی۔ عبداللہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بھی بیان فرماتے ہوئے سنا کہ بدترین قسم کے لوگ باقی رہ جائیں گے جو پرندوں کی طرح ہلکے اور درندوں کی عادات جیسے ہوں گے،① نہ نیکی کو اچھا سمجھیں گے اور نہ برائی کو برا جانیں گے، راوی نے کہا کہ شیطان ان کے سامنے آئے گا اور کہے گا کیا تم میری بات مانو گے؟ وہ انھیں بتوں کی عبادت کا حکم دے گا تو وہ ان کی عبادت شروع کر دیں گے، اس حال میں ان کے ہاں رزق کی بھی فراوانی ہوگی اور ان کی زندگی بھی اچھی بسر ہو رہی ہوگی، پھر صور میں پھونکا جائے گا جو بھی آواز سنے گا وہ اس کی طرف کان لگا دے گا، سب سے پہلے جو شخص اس کی آواز سنے گا وہ اپنا حوض درست کر رہا ہوگا، وہ آواز سن کر ہلاک ہو جائے گا، پھر ہر شخص ہلاک ہو جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا جو شبنم کی طرح ہوگی۔ نعمان کو شک ہے کہ آپ نے شاید یہ فرمایا کہ وہ سایہ کی طرح ہوگی۔ اس سے لوگوں کے جسم اگنے لگیں گے، پھر دوسری مرتبہ اس میں پھونک ماری جائے گی تو فوراً وہ کھڑے ہو کر دیکھتے ہوں گے، پھر کہا جائے گا کہ لوگو! اپنے رب کی طرف چلو ﴿ **وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ** ﴾ (الصّٰفّٰت 37 :24) ”اور تم انھیں ٹھہراؤ، بلاشبہ یہ باز پرس کیے جائیں گے۔“ پھر کہا جائے گا کہ آگ کا حصہ نکالو، آپ نے فرمایا کہ کہا جائے گا: کتنا

---

① اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ شرارتوں کی طرف جلدی کرنے اور نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے میں پرندوں کی پرواز کی طرح تیز ہوں گے اور فتنہ و فساد کرنے اور عداوت اور ایک دوسرے پر ظلم کرنے میں ان کے اخلاق و عادات جنگلی درندوں کی طرح ہوں گے۔ (إكمال المعلم بفوائد مسلم، الفتن، باب في خروج الدجال و مكثه...... : 494/8، تحت الحديث : 2940).

حصہ؟ تو جواب دیا جائے گا: ہر ایک ہزار میں سے نوسو ننانوے، پس یہ وہ دن ہوگا کہ بچوں کو بوڑھا کر کے اٹھایا جائے گا اور اس دن پنڈلی سے کھولا جائے گا۔‘‘① اس حدیث کو صرف امام مسلم رحمہ اللہ ہی نے صحیح میں روایت کیا ہے۔②

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا: [مَابَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ] ’’دونوں نفخوں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہوگا۔‘‘ لوگوں نے عرض کی: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! چالیس دن؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں انکار کرتا ہوں، انھوں نے کہا کہ چالیس سال؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں انکار کرتا ہوں، انھوں نے کہا کہ چالیس مہینے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں انکار کرتا ہوں، (نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) [وَيَبْلٰى كُلُّ شَيْءٍ مِّنَ الْإِنْسَانِ إِلَّا عَجْبَ ذَنْبِهٖ، فِيهِ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ] ’’اور ریڑھ کی ہڈی (دمچی) کے سوا انسان کی ہر چیز بوسیدہ ہو جاتی ہے اور اسی سے اسے دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔‘‘③

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا﴾ ’’اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اُٹھے گی۔‘‘ یعنی جب حق تعالیٰ جل وعلا فیصلہ فرمانے کے لیے قیامت کے دن مخلوقات کے سامنے جلوہ افروز ہوں گے تو تجلی انوار ربانی سے زمین چمک اُٹھے گی، ﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ﴾ ’’اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائے گی۔‘‘ قتادہ کہتے ہیں کہ ﴿وُضِعَ الْكِتٰبُ﴾ میں کتاب سے مراد کتابِ اعمال ہے۔④ ﴿وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ﴾ ’’اور پیغمبر لائے جائیں گے۔‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ امتوں کے خلاف گواہی دیں گے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغامات ان تک پہنچا دیے تھے۔⑤ ﴿وَالشُّهَدَآءِ﴾ ’’اور گواہ۔‘‘ یعنی وہ فرشتے جو بندوں کے اچھے اور برے اعمال کے محافظ ہیں۔ ﴿وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ﴾ ’’اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔‘‘ یعنی عدل کے ساتھ ﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۶۹﴾ ’’اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔‘‘ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْ‍ ‍ةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝﴾ (الأنبياء 1 47) ’’اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازوئیں رکھیں گے، پھر کسی نفس پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے دا . بر بھی (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔‘‘

اور فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾ (النسآء 40:4) ’’بلاشبہ اللہ ایک ذرے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی (کی) ہو تو وہ اسے دگنا کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم دے گا۔‘‘ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ﴾ ’’اور ہر نفس کو جو اس نے کیا ہوگا (اس کا

---

① مسند أحمد: 166/2 جبکہ قوسین والا لفظ صحیح مسلم، الفتن......، باب فی خروج الدجال و مكثه فی الأرض......، حديث : 2940 . ② صحيح مسلم، الفتن...... ، باب فی خروج الدجال ومكثه فی الأرض ......، حديث : 2940.

③ صحيح البخاری ، التفسير، باب قوله: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ (الزمر39 :68)، حديث : 4814 .

④ تفسير الطبری : 42/24. ⑤ تفسير الطبری : 42/24 .

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ

اور جن لوگوں نے کفر کیا، وہ جہنم کی طرف گروہ در گروہ ہانکے جائیں گے، حتی کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں

خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ

گے، اور اس کے دربان ان سے کہیں گے: کیا تمھارے پاس تمھی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم پر تمھارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمھیں

قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ⑦① قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ

تمھاری اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے۔ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! لیکن کافروں پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا (71) (انھیں) کہا جائے گا: تم جہنم کے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (72)

دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں (تم) ہمیشہ رہو گے، چنانچہ تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا بہت برا ہے (72)

بدلہ) پورا پورا دیا جائے گا'' خواہ عمل اچھا ہو یا برا، ﴿ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ (70) ﴾ ''اور وہ اسے خوب جانتا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔''

تفسیر آیات: 72,71

کفار کو جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا: اللہ تعالیٰ نے بدبخت کفار کے حال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھیں بہت سختی کے ساتھ جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا اور انھیں شدید ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش کی جائے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ؕ ﴾ (الطور 13:52) ''جس دن وہ آتش جہنم کی طرف دھکیل دھکیل کر لے جائے جائیں گے۔'' یعنی انھیں نہایت سختی کے ساتھ دھکیل کر لے جائیں گے اور پیاس کی شدت کے باعث ان کا بہت برا حال ہو رہا ہو گا جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۙ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۘ ﴾ (مریم 86,85:19) ''جس روز ہم پرہیزگاروں کو رحمان کی طرف بطور مہمان جمع کریں گے اور گناہ گاروں کو دوزخ کی طرف پیاسے ہانک لے جائیں گے۔'' اور اس حال میں وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہوں گے اور ان میں سے کچھ ایسے بھی ہوں گے جو اپنے چہروں کے بل چل رہے ہوں گے ﴿ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۝ ﴾ (بنی إسرآءیل 97:17) ''اور ہم اُنھیں قیامت کے دن ان کے چہروں کے بل اکٹھا کریں گے، اس حال میں کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے، ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، جب بھی وہ (آگ) بجھنے لگے گی تو ہم ان کے لیے آگ کا بھڑکاؤ زیادہ کر دیں گے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا ﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔'' یعنی ان کے وہاں پہنچتے ہی جلدی سے جہنم کے دروازے کھول دیے جائیں گے تاکہ انھیں جلد عذاب دیا جائے تو ان سے موکلانِ دوزخ، جو بڑے تندخو اور سخت مزاج ہیں، سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ ﴾ ''کیا تمھارے پاس تمھی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے؟'' یعنی جو تمھاری ہی جنس میں

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ہوں گے، وہ جنت کی طرف گروہ در گروہ لے جائے جائیں گے، حتی کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس

اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ (73)

کے دروازے کھول دیے جائیں گے، اور اس کے دربان ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے، پس تم اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ (73)

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ

اور وہ کہیں گے: سب تعریف اس اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہم سے (کیا ہوا) اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اور ہمیں اس سرزمین (بہشت) کا وارث بنا دیا، ہم

حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ (74)

جنت میں جہاں چاہیں اپنا ٹھکانا بنائیں، چنانچہ عمل کرنے والوں کا اجر و ثواب بہت اچھا ہے (74)

سے تھے تاکہ تمھارے لیے ان سے بات کرنا اور رہنمائی حاصل کرنا ممکن ہو، ﴿ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ ﴾ ’’جو تم پر تمھارے پروردگار کی آیتیں پڑھتے تھے۔‘‘ اور انھوں نے تمھیں جس چیز کی دعوت دی تھی اس کے صحیح ہونے پر دلائل و براہین قائم کرتے تھے۔ ﴿ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ ﴾ ’’اور وہ تمھیں تمھاری اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے۔‘‘ یعنی آج کے اس دن کے شر سے تمھیں ڈراتے تھے تو کفار ان فرشتوں کو جواب دیں گے: ﴿ بَلٰى ﴾ ’’کیوں نہیں!‘‘ اللہ کے پیغمبر ہمارے پاس آئے تھے اور انھوں نے ہمیں ڈرایا اور ہمارے خلاف دلائل و براہین کو قائم کیا تھا۔ ﴿ وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (71) ﴾ ’’اور لیکن کافروں پر عذاب کی بات ثابت ہو گئی تھی۔‘‘ یعنی ہم نے ان کی تکذیب کی اور اپنی اس بدبختی کی وجہ سے جس کے ہم مستحق تھے، ہم نے ان کی مخالفت کی اور حق کے بجائے باطل کی طرف مائل ہو گئے، جیسا کہ اللہ عزوجل نے ان کے بارے ایک دوسری آیت میں بھی فرمایا ہے: ﴿ كُلَّمَاۤ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ○ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ۬ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۖۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ○ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْۤ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ○ ﴾ (الملك 67:8-10) ’’جب بھی اس میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو ان سے اس (دوزخ) کے داروغے پوچھیں گے: کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! ہمارے پاس ڈرانے والا ضرور آیا تھا پس ہم نے اسے جھٹلا دیا اور کہا: اللہ نے تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی، تم تو بڑی غلطی میں (پڑے ہوئے) ہو اور وہ کہیں گے: اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔‘‘ یعنی وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرتے ہوئے ندامت کا اظہار کریں گے، ﴿ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ○ ﴾ (الملك 67:11) ’’پھر وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر لیں گے، سو دوزخیوں کے لیے دوری ہے۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ان کے لیے دوری ہے اور یہ بہت بڑا خسارا ہے۔

اور یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قِيْلَ ادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ ﴾ ’’کہا جائے گا: تم دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ اس میں رہو گے۔‘‘ اور جو بھی انھیں دیکھے گا تو ان کے حال کو معلوم کر لے گا اور ان کے بارے میں گواہی دے گا کہ وہ واقعی مستحق عذاب ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس قول کو کسی متعین قائل کی طرف منسوب نہیں کیا گیا بلکہ

اسے مطلق رکھا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ ساری کائنات اس بات کی گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عادل وخبیر نے ان کے بارے میں جو فیصلہ فرمایا ہے وہ اسی کے مستحق ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ قِيْلَ ادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ﴾ ''کہا جائے گا: تم دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ اس میں رہو گے۔'' یعنی ہمیشہ اسی میں رہو گے اور کبھی یہاں سے نکل نہ سکو گے اور نہ اس سے تمھاری جان چھوٹے گی۔ ﴿ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝۷۲ ﴾ ''پس تکبر کرنے والوں کا یہ برا ٹھکانا ہے۔'' تمھارا یہ بہت برا ٹھکانا اور بہت برا انجام ہے، اس لیے کہ تم نے دنیا میں تکبر کیا، حق کی اتباع سے انکار کیا اور اسی تکبر اور انکار نے تمھیں اس حال تک پہنچا دیا ہے جو بدترین انجام ہے۔

تفسیر آیات: 74,73

گروہ در گروہ جنت میں داخلہ اور نبی ﷺ کے شرف وفضل کا ایک عظیم پہلو: اب اللہ تعالیٰ نے سعادت مند مومنوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھیں عزت واحترام کے ساتھ جنت میں پہنچا دیا جائے گا ﴿ زُمَرًا ﴾ ''گروہ گروہ۔'' یعنی ایک کے بعد دوسری جماعت کو، پہلے مقربین کو، پھر ابرار کو، پھر انھیں جن کا درجہ ان کے بعد ہوگا، پھر ان کے بعد کے درجے والوں کو۔ ہر گروہ اپنے مناسب حال لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ انبیائے کرام انبیاء کے ساتھ، صدیقین صدیقین کے ساتھ، شہداء شہداء کے ساتھ، علماء علماء کے ساتھ، ہر جماعت اپنے جیسی جماعت کے ساتھ اور ہر گروہ اپنی جنس کے لوگوں کے ساتھ جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔

﴿ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا ﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ اُس کے پاس آئیں گے۔'' یعنی پل صراط عبور کرنے کے بعد جب وہ جنت کے دروازوں کے پاس پہنچ جائیں گے۔ اس سے قبل انھیں جنت اور جہنم کے درمیان ایک پل پر کھڑا کیا جائے گا تاکہ اس ظلم وزیادتی کا بدلہ لیا جائے جو انھوں نے دنیا میں ایک دوسرے پر کی ہوگی حتی کہ جب انھیں پاک صاف کر دیا جائے گا تب انھیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت ملے گی۔ حدیث صور میں یہ بھی آیا ہے کہ مومن جب جنت کے دروازوں تک پہنچ جائیں گے تو وہ آپس میں مشورہ کریں گے کہ کون ان کے لیے جنت میں داخل ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرے، وہ باری باری آدم، پھر نوح، پھر ابراہیم، پھر موسیٰ، پھر عیسیٰ، پھر حضرت محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيهِمْ أَجْمَعِينَ کے پاس جائیں گے جیسا کہ وہ میدان حشر میں بھی باری باری ان تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس جائیں گے تاکہ وہ سفارش کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں فیصلہ فرمانے کے لیے جلوہ افروز ہو جائے اور تاکہ ان تمام مختلف مقامات پر بھی یہ ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو تمام انسانوں پر شرف وفضل عطا فرمایا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَنَا أَوَّلُ شَفِيعٍ فِي الْجَنَّةِ] ''میں جنت کے بارے میں سب سے پہلا سفارش کرنے والا ہوں گا۔''① مسلم ہی کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: [وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ] ''اور جنت کے دروازے پر سب سے پہلے میں دستک دوں گا۔''② امام احمد رحمہ اللہ

---

① صحيح مسلم، الإيمان، باب في قول النبي ﷺ: [أنا أوّل الناس يشفع......]، حديث: (332)-196. ② صحيح مسلم، الإيمان، باب في قول النبي ﷺ: [أنا أوّل الناس يشفع......]، حديث: (331)-196 عن أنس رضي الله عنه.

نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [آتِي بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَسْتَفْتِحُ، فَيَقُولُ الْخَازِنُ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: فَأَقُولُ: مُحَمَّدٌ، قَالَ: يَقُولُ: بِكَ أُمِرْتُ أَنْ لَّا أَفْتَحَ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ] ”میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آ کر اسے کھلواؤں گا، تو خازن پوچھے گا: تم کون ہو؟ میں کہوں گا: میں محمد ہوں، آپ نے فرمایا کہ خازن کہے گا کہ مجھے یہی حکم دیا گیا تھا کہ میں آپ سے پہلے کسی کے لیے نہ کھولوں۔“① اور اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔②

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ صُوَرُهُمْ عَلٰى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، لَا يَبْصُقُونَ فِيهَا، وَلَا يَمْتَخِطُونَ فِيهَا، وَلَا يَتَغَوَّطُونَ فِيهَا، آنِيَتُهُمْ وَأَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ، يُرٰى مُخُّ سَاقِهِمَا مِنْ وَّرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ، قُلُوبُهُمْ عَلٰى قَلْبٍ وَّاحِدٍ، يُسَبِّحُونَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا] ”پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی، ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند جیسی ہوں گی، وہ نہ اس میں تھوکیں گے، نہ کھنگاریں گے اور نہ بول و براز کریں گے، ان کے برتن اور کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی، ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگتا ہوگا، ان کا پسینہ کستوری کی طرح ہوگا، ان میں سے ہر ایک کو دو دو ایسی بیویاں ملیں گی کہ حسن کی وجہ سے گوشت کے پیچھے سے ان کی پنڈلیوں کی چربی تک نظر آتی ہوگی، ان میں آپس میں کوئی اختلاف اور بغض نہ ہوگا، ان سب کے دل ایک دل جیسے ہوں گے اور وہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں گے۔“③ اور اسے بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔④

اور حافظ ابو یعلی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَوَّلُ زُمْرَةٍ يَّدْخُلُونَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَالَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلٰى (ضَوْءِ) أَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً، لَّا يَبُولُونَ، وَلَا يَتَغَوَّطُونَ، وَلَا يَمْتَخِطُونَ، أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ، وَأَزْوَاجُهُمُ الْحُورُ الْعِينُ۔ أَخْلَاقُهُمْ عَلٰى خُلُقِ (رَجُلٍ) وَّاحِدٍ، عَلٰى صُورَةِ أَبِيهِمْ آدَمَ، سِتُّونَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ] ”سب سے پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند جیسی ہوں گی اور جوان کے بعد ہوں گے ان کی جگمگاہٹ آسمان میں سب سے زیادہ جگمگانے والے ستارے کی طرح ہوگی، وہ نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ، نہ تھوکیں گے اور نہ کھنگاریں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کا پسینہ کستوری کی طرح ہوگا، ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگتا ہوگا، ان کی بیویاں حور عین ہوں گی، ان سب کے اخلاق ایک ہی شخص جیسے ہوں گے، ان سب کی صورت اپنے باپ

---

① مسند أحمد : 136/3. ② صحيح مسلم، الإيمان، باب في قول النبي ﷺ : [أنا أول الناس يشفع في الجنة......]، حديث : 197. ③ مسند أحمد :316/2. ④ صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ماجاء في صفة الجنة......، حديث: 3245 وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب في صفات الجنة وأهلها......، حديث : (17)-2834.

حضرت آدم ؑ جیسی ہوگی اور ان کے قد ساٹھ ہاتھ بلند ہوں گے۔'' ① اور امام بخاری و مسلم نے بھی یہ حدیث بطریق جریر روایت کی ہے۔ ②

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي زُمْرَةٌ، هُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا، تُضِيءُ وُجُوهُهُمْ إِضَاءَةَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ] ''میری امت سے ایک جماعت جنت میں داخل ہوگی جن کی تعداد ستر ہزار ہوگی، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح منور ہوں گے۔'' عکاشہ بن محصن نے کھڑے ہوکر عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے بنا دے، آپ نے دعا فرمائی:[اَللّٰهُمَّ! اِجْعَلْهُ مِنْهُمْ] ''اے اللہ! اسے ان میں سے بنا دے'' پھر ایک انصاری شخص نے بھی کھڑے ہوکر عرض کی: اے اللہ کے رسول! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے بنا دے، آپ ﷺ نے فرمایا:[سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ] ''اس بارے میں عکاشہ تم سے سبقت لے گیا ہے۔'' ③ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور بغیر حساب ستر ہزار امتیوں کے جنت میں داخلے کے متعلق اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے ابن عباس، ④ جابر بن عبداللہ، ⑤ عمران بن حصین، ⑥ ابن مسعود، رفاعہ بن عرابہ جہنی اور ام قیس بنت محصن ؓ ⑦ سے روایت کیا ہے، نیز بخاری و مسلم ہی میں سہل بن سعد ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا۔أَوْ سَبْعُمِائَةِ أَلْفٍ۔......آخِذٌ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ، حَتّٰى يَدْخُلَ أَوَّلُهُمْ وَآخِرُهُمُ الْجَنَّةَ، وَوُجُوهُهُمْ عَلٰى (صُورَةِ)الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ] ''میری امت میں سے ستر ہزار یا سات لاکھ اس طرح داخل ہوں گے...... کہ انھوں نے ایک دوسرے کو پکڑا ہوگا حتی کہ ان میں سے پہلا اور آخری انسان سب جنت میں داخل

---

① مسند أبي يعلى الموصلي : 471,470/10، حديث: 6084، البتہ پہلی قوسین والا لفظ سنن ابن ماجه، الزهد، باب صفة الجنة، حديث: 4333 کے مطابق اور دوسری قوسین والا لفظ صحيح البخاري، أحاديث الأنبيآء، باب خلق آدم وذريته، حديث : 3327 و صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب أول زمرة تدخل الجنة......، حديث: (15)-2834 میں ہے۔ ② صحيح البخاري، أحاديث الأنبيآء، باب خلق آدم وذريته، حديث :3327 و صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها ......، باب أول زمرة تدخل الجنة......، حديث : (15)-2834. ③ صحيح البخاري، اللباس، باب البرود والحبر والشملة، حديث :5811 و صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة......، حديث :(369)-216 و اللفظ له. ④ صحيح البخاري، الرقاق، باب يدخل الجنة سبعون ألفابغيرحساب، حديث : 6541 و صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة بغير حساب......، حديث: 220. ⑤ صحيح مسلم، الإيمان، باب أدنى أهل الجنة......،حديث :191. ⑥ صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين......، حديث : 218 . ⑦ اس بارے میں حضرت ابن مسعود، رِفاعہ بن عَرابہ جہنی اور ام قیس بنت محصن ؓ کی روایات صحیحین میں نہیں ہیں جبکہ ابن مسعود ؓ کی روایت مسند أحمد: 403/1، رفاعہ بن عرابہ جہنی ؓ کی روایت مسند أحمد: 16/4 و سنن ابن ماجه، الزهد، باب صفة أمة محمد ﷺ، حديث: 4285 اور ام قیس بنت محصن ؓ کی روایت المعجم الكبير للطبراني :182,181/25 میں ہے لیکن ام قیس بنت محصن ؓ کی روایت کو علامہ البانی ؒ نے منکر کہا ہے، دیکھیے السلسلة الضعيفة :849/11، حديث :5491.

ہو جائیں گے اور ان لوگوں کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔"①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿73﴾ ﴾ "یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے اور اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس کے دربان ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے، اب اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔" یہاں جواب مذکور نہیں ہے، محذوف عبارت گویا اس طرح ہے: یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آجائیں گے اور یہ امور رونما ہوں گے کہ ان کے اکرام و تعظیم کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور جنت کے فرشتے بشارت، سلامتی اور تعریف کے ساتھ ان کا استقبال کریں گے نہ کہ اس طرح جیسے ڈانٹ ڈپٹ اور لعن و ملامت کے ساتھ موکلان دوزخ کافروں کا استقبال کریں گے، بہر حال جب یہ واقعات رونما ہوں گے تو اہل جنت سعادت مند ہو جائیں گے، خوش ہوں گے اور مسرت و شادمانی کا اظہار کریں گے اور ہر ایک اپنی نعمتوں کے بقدر خوشی و مسرت کا اظہار کرے گا۔ اور یہاں جواب حذف کر دیا گیا جس سے ذہن میں ہر طرح کی امید اور رجا پیدا ہوگئی۔ جو شخص یہ کہے کہ ﴿ وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا ﴾ "اور اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔" میں واؤ ثمانیہ کے لیے ہے② اور اس سے یہ استدلال کرے کہ جنت کے دروازے بھی آٹھ ہی ہیں تو وہ بہت دور کی کوڑی لاتا ہے کیونکہ جنت کے دروازوں کے آٹھ ہونے کا ذکر تو احادیث صحیح سے ملتا ہے۔③

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ مَّالِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، دُعِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَلِلْجَنَّةِ أَبْوَابٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ] "جو شخص اپنے مال میں سے دو جوڑے اللہ تعالیٰ

---

① صحیح البخاری، الرقاق، باب یدخل الجنة سبعون ألفابغیر حساب، حدیث :6543 و صحیح مسلم، الإیمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین......، حدیث:219 جبکہ قوسین والا لفظ صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ماجاء فی صفة الجنة......، حدیث:3247 اور مسلم کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہے۔ ② واو کی کئی قسمیں ہیں، ان میں سے ایک قسم بعض نحویوں کے نزدیک واوِ ثمانیہ ہے۔ اور یہ وہ واو ہے کہ اس سے پہلے اعداد کے درمیان واو نہیں لاتے۔ اور جب آٹھ گنتے ہیں تو واو لاتے ہیں، مثلاً: کہتے ہیں: ستة، سبعة و ثمانیة. مقصد یہ ہوتا ہے کہ سبعة (سات) عدد تام ہے۔ اور اس کے بعد والا عدد، عدد مستانف ہے۔ بعض لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ﴿ وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا ﴾ میں واو واوِ ثمانیہ ہے، اس لیے کہ جہنم کے تذکرے میں ﴿ فُتِحَتْ ﴾ (الزمر 39:71) بغیر واؤ کے ہے، اس لیے کہ اس کے دروازے سات ہیں، جبکہ جنت کے تذکرے میں ﴿ وَفُتِحَتْ ﴾ واو ہے، تو یہ واو واوِ ثمانیہ ہے، اس لیے کہ جنت کے دروازے آٹھ ہیں۔ اسی سے استدلال کر کے کہا جاتا ہے کہ جنت کے دروازے آٹھ ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ انھی لوگوں کا رد کرتے ہیں۔ ابن ہشام واو ثمانیہ کے وجود سے انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر اس کی کوئی حقیقت بھی ہوتی پھر بھی ﴿ وَفُتِحَتْ ﴾ میں واو ثمانیہ نہیں ہے کیونکہ اس واو سے پہلے عدد کا ذکر ہوتا ہے، جبکہ یہاں کسی عدد کا ذکر نہیں ہے۔ دیکھیے مغنی اللبیب، مبحث: الواو المفردة (ع۔و) ③ دیکھیے صحیح البخاری، بدء الخلق، باب صفة أبواب الجنة، حدیث:3257 عن سهل بن سعد ؓ و صحیح مسلم، الطهارة، باب ذکر المستحب......، حدیث: 234 عن عقبة بن عامر ؓ.

کے رستے میں خرچ کردے تو اسے جنت کے دروازوں میں سے داخل ہونے کی دعوت دی جائے گی اور جنت کے مختلف دروازے ہیں، جو اہل نماز میں سے ہوا اسے باب الصلاۃ سے پکارا جائے گا اور جو اہل صدقہ میں سے ہوا اسے باب الصدقہ سے آواز دی جائے گی جو اہل جہاد میں سے ہوا اسے باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو اہل صیام میں سے ہوا اسے باب الریان سے صدا دی جائے گی۔'' ابوبکر ؓ نے عرض کی کہ جس شخص کو جس دروازے سے بھی بلایا جائے اسے کوئی اور ضرورت باقی تو نہیں رہتی لیکن اے اللہ کے رسول! کیا کوئی ایسا (سعادت مند) بھی ہوگا جسے جنت کے سارے دروازوں سے بلایا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ، (وَأَرْجُو) أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ] ''ہاں، اور مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہوگے۔''① اسی طرح اسے بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔②

بخاری و مسلم ہی میں سہل بن سعد ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ: فِيهَا بَابٌ يُّسَمَّى الرَّيَّانَ، لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُونَ] ''جنت کے آٹھ دروازے ہیں: ان میں سے ایک دروازے کا نام ریان ہے، اس میں سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔''③ صحیح مسلم میں حضرت عمر بن خطاب ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَامِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ يَّتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ۔ أَوْ فَيُسْبِغُ۔ الْوُضُوءَ، ثُمَّ يَقُولُ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ، إِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ، يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ] ''تم میں سے جو بھی وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے، پھر کہے: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔'' تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، وہ ان میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔''④

جنت کے دروازوں کی وسعت اور دربان: اللہ تعالیٰ اپنے فضل عظیم کے ساتھ ہمیں بھی اہل جنت میں سے بنا دے! صحیحین میں حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی شفاعت کے بارے میں طویل حدیث میں آیا ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: [يَا مُحَمَّدُ! أَدْخِلْ مَنْ لَّا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنْ أُمَّتِكَ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِي الْأَبْوَابِ الْأُخَرِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ! إِنَّ مَابَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِيعِ الْجَنَّةِ إِلٰى مَابَيْنَ عِضَادَيِ الْبَابِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ، أَوْهَجَرَ وَمَكَّةَ۔ وَفِي رِوَايَةٍ۔: (مَّكَّةَ وَبُصْرٰى)] ''اے محمد! اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن کے ذمہ حساب نہیں ہے، دائیں دروازے سے داخل کر دو، وہ دوسرے دروازوں میں بھی لوگوں کے ساتھ شریک ہوں گے۔ اس

---

① مسند أحمد: 268/2 جبکہ مسند احمد میں [أَرْجُو] سے پہلے [إِنِّي] کا لفظ بھی ہے۔ ② صحيح البخاري، الصوم، باب الريان للصائمين، حديث: 1897 و صحيح مسلم، الزكاة، باب فضل من ضَم إلى الصدقة......، حديث: 1027. ③ صحيح البخاري، بدء الخلق، باب صفة أبواب الجنة، حديث: 3257 و صحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام، حديث: 1152، البتہ اس میں آٹھ دروازوں کا ذکر نہیں ہے۔ ④ صحيح مسلم، الطهارة، باب الذكر المستحب......، حديث: 234.

ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! جنت کے کواڑوں میں سے دو کواڑوں کے مابین اس طرح فاصلہ ہوگا جس طرح مکہ اور ہجر کے درمیان یا آپ نے فرمایا کہ ہجر اور مکہ کے درمیان فاصلہ ہے، اور ایک روایت میں، مکہ اور بصری کے الفاظ ہیں۔ ”① اور صحیح مسلم میں عتبہ بن غزوان سے روایت ہے کہ انھوں نے خطبہ دیتے ہوئے ذکر کیا کہ ہمارے لیے بیان کیا گیا ہے کہ جنت کے کواڑوں میں سے دو کواڑوں کے مابین فاصلہ چالیس سال کی مسافت کے بقدر ہوگا اور اس پر ضرور ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ گھما گھمی کی وجہ سے بھرا ہوا ہوگا۔ ②

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ ﴾ ”اور اس کے دربان ان سے کہیں گے کہ تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے۔“ یعنی تمھارے عمل اور قول بہت اچھے تھے تمھاری سعی و کاوش بہت پاکیزہ تھی، لہٰذا تمھاری جزا بھی بہت پاکیزہ ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض غزوات میں حکم دیا تھا کہ مسلمانوں میں یہ اعلان کر دیا جائے: [إِنَّهٗ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ۔ وَفِي رِوَايَةٍ۔: (مُّؤْمِنَةٌ)] ”جنت میں صرف مسلمان نفس ہی داخل ہوگا، ایک روایت میں، مومن کا لفظ ہے۔“③ اور فرمایا: ﴿ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝۷۳ ﴾ ”پس اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔“ یعنی اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے اور اس سے کبھی بھی نقل مکانی نہ کرنا چاہو گے۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے: ﴿ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ ﴾ ”اور وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے وعدے کو ہم سے سچا کر دیا۔“ مومن جب جنت میں بے پایاں اجر و ثواب، عظیم الشان عطیات، ابدی و سرمدی نعمتوں اور بہت بڑی بادشاہت کا مشاہدہ کریں گے تو پکار اٹھیں گے: ﴿ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ ﴾ ”تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے وعدے کو ہم سے سچا کر دیا۔“ یعنی اس وعدے کو جو اس نے اپنے انبیائے کرام کی زبانی ہم سے فرمایا تھا اور جیسا کہ انھوں نے دنیا میں دعائیں بھی کی تھیں: ﴿ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ ﴾ (آل عمرٰن 194:3) ”اے ہمارے پروردگار! تو نے ہم سے اپنے پیغمبروں کی زبانی جس کا وعدہ کیا، وہ ہمیں عطا فرما اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا، کچھ شک نہیں کہ تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔“ اور ﴿ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ ﴾ (الأعراف 43:7) ”اور کہیں گے: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور اگر اللہ نے ہمیں ہدایت نہ دی ہوتی تو ہم نہ تھے کہ ہدایت پاتے، بے شک ہمارے پروردگار کے رسول حق بات کے ساتھ آئے تھے۔“ اور ﴿ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ ﴾ (بنيٓ إسرآء يل 3:17)، حديث : 4712 وصحيح مسلم، الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، حديث : 194 وصحيح ابن حبان، التاريخ، ذكر العلة التي من أجلها لا يشفع الأنبيآء...... : 383-380/14، حديث: 6465 واللفظ له، جبکہ قوسین والے الفاظ صحیحین کے مذکورہ حوالے میں ہیں۔

② صحيح مسلم، الزهد...... ، باب: [الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر]، حديث : (14)-2967 . ③ صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان غلظ تحريم قتل الإنسان...... ، حديث : 111 عن أبي هريرة ﷺ، جبکہ قوسین والا لفظ کسی اور سیاق سے تعظيم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزي : 621/2 میں ہے۔

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ

اور آپ فرشتوں کو عرش کے اردگرد حلقہ بنائے دیکھیں گے جبکہ وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کررہے ہوں گے، اور ان (لوگوں) کے درمیان حق

بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑺⑸ ع 8 5 5

کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا: سب تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے (75)

اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ ○ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ○ ﴾ (فاطر 35:34,35) ''اور وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم سے غم دور کیا، بے شک ہمارا پروردگار بہت بخشنے والا (اور) بڑا قدردان ہے جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر میں اتارا، یہاں نہ تو ہمیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکاوٹ پہنچتی ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ (74) ﴾ ''اور اس نے ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا، ہم بہشت میں جہاں چاہیں جگہ بنالیں، سو (اچھے) عمل کرنے والوں کا بدلہ بھی کیسا خوب ہے!'' ابوالعالیہ، ابوصالح، قتادہ، سدی اور ابن زید کہتے ہیں کہ یہاں ارض سے مراد ارضِ جنت ہے۔ ① یہ آیت اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ○ ﴾ (الأنبيآء 21:105) ''اور بلاشبہ ہم نصیحت کے بعد زبور میں لکھ چکے ہیں کہ یقیناً میرے نیکوکار بندے اس زمین کے وارث ہوں گے۔'' اور اس لیے تو وہ کہیں گے: ﴿ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ ﴾ ''ہم بہشت میں جہاں چاہیں جگہ بنالیں۔'' یعنی ہم جہاں چاہیں رہیں، ہمارے اعمال کا یہ بہت خوب صلہ ہے۔ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث معراج میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ، فَإِذَا فِيهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ، وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ] ''پھر مجھے جنت میں داخل کر دیا گیا تو اس میں موتیوں کے قبے تھے اور اس کی مٹی کستوری تھی۔'' ②

تفسیر آیت: 75

حمد ہی سے افتتاح اور حمد ہی پر اختتام: اللہ تعالیٰ نے پہلے اہل جنت و جہنم کے بارے میں اپنا فیصلہ ذکر فرمایا ہے، پھر اس نے ان میں سے ہر ایک کو اس جگہ پہنچا دیا جو اس کے لیے موزوں اور مناسب تھی اور وہ اپنے فیصلوں میں عادل ہے کہ کسی پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا، اب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا ذکر شروع فرما دیا ہے کہ وہ بڑی شان والے عرش کے گرد و پیش گھیرا باندھے ہوئے ہوں گے، اپنے رب تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کررہے ہوں گے، اس کی بزرگی اور تعظیم بجا لا رہے ہوں گے اور تمام نقائص و عیوب سے اس کی تقدیس و تنزیہہ کررہے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے معاملے کا فیصلہ فرما دیا ہوگا، حکم نافذ کر دیا ہوگا اور عدل و انصاف کے ساتھ حکم جاری فرما دیا ہوگا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ﴾ ''اور ان کے درمیان فیصلہ کیا

---

① تفسير الطبرى: 48/24 و تفسير القرطبى: 287/15. ② صحيح البخارى، أحاديث الأنبيآء، باب ذكر إدريس عليه السلام......، حديث: 3342 و صحيح مسلم، الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ......، حديث: 163.

جائے گا۔" یعنی تمام مخلوقات میں ﴿ بِالْحَقِّ ﴾ "انصاف کے ساتھ۔" پھر فرمایا ہے: ﴿ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٥﴾ ﴾ "اور کہا جائے گا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔" یعنی اس دن ساری کائنات، خواہ وہ بولنے والی ہو یا نہ بولنے والی، اللہ رب العالمین کے فیصلے اور عدل کی وجہ سے اس کی حمد کے ترانے گا رہی ہوگی، یہی وجہ ہے کہ یہاں قول کو کسی قائل کی طرح منسوب نہیں کیا گیا بلکہ اسے مطلق رکھا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ تمام مخلوقات اس کی حمد کی گواہی دیں گی۔ امام قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حمد ہی کے ساتھ مخلوق کا افتتاح کیا اور فرمایا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾ (الأنعام 1:6) "تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔" اور حمد ہی کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کا اختتام فرمایا ہے: ﴿ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٥﴾ ﴾ "اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔"①

سورۂ زمر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

① تفسیر الطبری: 49/24.

تفسیر
سُورَۂ مُؤمِن

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جونہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۞ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ② غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ

حٰمٓ① اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے، جونہایت غالب، خوب جاننے والا ہے② گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے، سخت سزا (دینے)

الْعِقَابِ ذِى الطَّوْلِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③

والا، بڑا فضل والا ہے، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے③

حوامیم کی فضیلت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کا خلاصہ ہوتا ہے اور قرآن مجید کا خلاصہ آل حم ہے یا آپ نے یہ فرمایا کہ قرآن مجید کا خلاصہ حوامیم ہیں۔① مِسعَر بن کِدام کا قول ہے کہ (مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ) ان سورتوں کو دلہنیں کہا جاتا تھا۔② یہ تمام اقوال امام ابوعبید قاسم بن سلّام رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب فضائل القرآن میں بیان فرمائے ہیں۔③ اور حمید بن زنجویہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص اپنے گھر والوں کے لیے کسی جگہ کی تلاش میں ہو اور اس کا کسی ایسی جگہ سے گزر رہا ہو جہاں بارش ہو چکی ہو، وہ اس جگہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے چلتے چلتے سرسبز و شاداب اور گھنے باغات میں پہنچ جائے اور کہے کہ میں تو بارش برسنے والی پہلی جگہ ہی سے خوش ہو رہا تھا، حالانکہ یہ مقام تو اس سے بھی زیادہ خوش منظر ہے تو اس سے کہا جائے کہ پہلی بارش کی مثال قرآن مجید کی عظمت کی مثال ہے اور ان سرسبز و شاداب اور گھنے باغات کی مثال ایسے ہے جیسے قرآن مجید کی حٰمٓ سورتیں ہیں۔ اسے امام بغوی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔④ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں حٰمٓ سے شروع ہونے والی سورتوں کو پڑھتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے خوش منظر اور دلفریب باغات سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔⑤

تفسیر آیات :1-3

حٰمٓ کی ایک اور فضیلت: حروف مقطعات کے بارے میں سورۂ بقرہ کی ابتدا میں گفتگو کی جا چکی ہے، لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ہے جسے امام ابوداود و ترمذی نے اس شخص سے روایت کیا ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

① فتح القدیر: 550/4 وتفسیر البغوی: 103/4. ② تفسیر القرطبی: 288/15 وتفسیر البغوی: 103/4. ③ کتاب فضائل القرآن لأبی عبید القاسم بن سلّام، ص: 255,254. ④ تفسیر البغوی: 103/4. ⑤ تفسیر البغوی: 103/4.

مَا یُجَادِلُ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَلَا یَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِی الْبِلَادِ ④ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ

اللہ کی آیات میں صرف کافر لوگ ہی جھگڑا کرتے ہیں، لہٰذا آپ کو ان کا شہروں میں چلنا پھرنا دھوکے میں نہ ڈالے④ ان سے پہلے قوم نوح نے اور ان

قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۪ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوْلِهِمْ لِیَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا

کے بعد (دوسرے) گروہوں نے بھی (انبیاء کو) جھٹلایا، اور ہر امت نے اپنے رسول کے بارے میں ارادہ کیا کہ اسے گرفتار کرلیں، اور انھوں نے ناحق

بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَیْفَ كَانَ عِقَابِ ⑤ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ

جھگڑا کیا تاکہ اس (باطل) کے ذریعے سے حق کو پھسلا دیں، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا، (تو دیکھ لو!) میری سزا کیسی تھی⑤ اور اسی طرح ان لوگوں پر آپ

رَبِّكَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۘ⑥ وقف لازم

کے رب کا فیصلہ ثابت ہوگیا جنھوں نے کفر کیا، کہ بلاشبہ یہ دوزخی ہیں⑥

سے سنا کہ آپ نے فرمایا: [إِنْ بُيِّتُّمُ اللَّيْلَةَ فَقُولُوا: حٰمٓ لَا يُنْصَرُونَ] ''اگر تم پر (دشمن کی طرف سے) رات کو حملہ ہو جائے تو (شِعار کے طور پر) کہو: حٰم، ان (دشمنوں) کی مدد نہیں کی جائے گی۔''① اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

بخشنے میں بھی بے مثل اور عذاب دینے میں بھی لاثانی: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۙ② ﴾ ''اس کتاب کا اتارا جانا اللہ انتہائی غالب و دانا کی طرف سے ہے۔'' یہ کتاب، یعنی قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو صاحب عزت و علم ہے جس کی طرف (بدی کا) ارادہ نہیں کیا جا سکتا اور جس سے ذرات بھی مخفی نہیں ہیں گو اس کے چہرۂ اقدس کے گرد بہت دبیز پردے ہیں۔ ﴿ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ ﴾ ''گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔'' یعنی جو ماضی میں کیے ہوئے گناہ کو معاف فرما دیتا ہے اور مستقبل کے لیے اس شخص کی توبہ قبول فرما لیتا ہے جو اس کے سامنے توبہ کرے اور اس کے حضور جھک جائے۔ ﴿ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ۙ ﴾ ''(اور) سخت سزا (دینے) والا ہے۔'' اسے جو سرکشی و بغاوت اختیار کرے، دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرے۔ یہ آیت کریمہ اس آیت کی طرح ہے: ﴿ نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۙ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ۝ ﴾ (الحجر 50,49:15) ''(اے پیغمبر!) میرے بندوں کو بتا دیں کہ یقیناً میں بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہوں اور یہ کہ میرا عذاب بھی دردناک عذاب ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی ان دونوں صفتوں کو بہت سے مقامات پر یکجا بیان فرمایا ہے تاکہ بندہ امید و خوف کے درمیان زندگی بسر کرے۔ ﴿ ذِی الطَّوْلِ ؕ ﴾ ''بڑا فضل والا ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ طَوْل کے معنی وسعت و دولت کے ہیں۔② معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سرفراز فرمانے والا اور انھیں ایسے ایسے عظیم الشان انعامات و احسانات سے نوازنے والا ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ ﴾ (إبراهيم 34:14) ''اور اگر تم اللہ کے احسان گننے لگو تو انھیں شمار نہ

---

① سنن أبي داود، الجهاد، باب في الرجل ينادي بالشعار، حديث:2597 و جامع الترمذي، الجهاد، باب ماجاء في الشعار، حديث:1682 والمصنف لعبد الرزاق :233/5، حديث:9467 واللفظ له. ② تفسير الطبري : 53/24.

کر سکو گے۔‘‘ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ﴿ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ ﴾ ’’اس کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں۔‘‘ تمام صفات میں اس کا کوئی نظیر نہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی پروردگار ہے۔ ﴿ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ③ ﴾ ’’اسی کی طرف پھر کر جانا ہے۔‘‘ یعنی وہ مرجع و ماؤی ہے اور وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، ﴿ وَهُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ○ ﴾ (الرعد 41:13) ’’اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔‘‘

تفسیر آیات:4-6

کفار کی نشانی، اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑنا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ حق بیان ہونے اور دلائل و براہین کے ظاہر ہونے کے بعد وہی جھگڑتے ہیں جو کافر ہیں، یعنی جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے بیان کردہ دلائل و براہین کے منکر ہیں۔ ﴿ فَلَا یَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِی الْبِلَادِ ④ ﴾ ’’تو ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکے میں نہ ڈال دے۔‘‘ یعنی ان کے مال و متاع اور دنیوی سج دھج کو دیکھ کر دھوکے میں مبتلا نہ ہوں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ قف ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ ﴾ (آل عمرٰن 3:196,197) ’’(اے پیغمبر!) کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو ہرگز دھوکا نہ دے۔ تھوڑا سا (فائدہ اٹھانے کا) سامان ہے، پھر (آخرت میں تو) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِیْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰی عَذَابٍ غَلِیْظٍ ○ ﴾ (لقمٰن 31:24) ’’ہم انھیں تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے، پھر عذاب شدید کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔‘‘ پھر اللہ تعالیٰ نے قوم کی طرف سے جھٹلائے جانے پر اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ کے لیے سابقہ انبیاء اسوہ و نمونہ ہیں، ان کی امتوں نے بھی ان کی تکذیب و مخالفت کی تھی اور ان میں سے بہت کم لوگ ایمان لائے تھے۔ ﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ ﴾ ’’ان سے پہلے نوح کی قوم نے (پیغمبروں کی) تکذیب کی۔‘‘ اور حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عبادت سے منع کرنے کے لیے مبعوث فرمایا تھا۔ ﴿ وَالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ﴾ ’’اور ان کے بعد (دوسرے) گروہوں نے بھی۔‘‘ یعنی ہر امت میں سے گروہوں نے اپنے نبی کی تکذیب کی۔ ﴿ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوْلِهِمْ لِیَاْخُذُوْهُ ﴾ ’’اور ہر امت نے اپنے پیغمبر کے بارے میں قصد کیا کہ وہ اسے پکڑ لیں۔‘‘ یعنی انھوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ اپنے پیغمبر کو قتل کر دیں اور ان میں سے بعض نے واقعی اپنے پیغمبروں کو قتل کر بھی دیا۔ ﴿ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ ﴾ ’’اور انھوں نے جھوٹی باتوں (بے ہودہ شبہات) کے ساتھ جھگڑا کیا تاکہ اس کے ذریعے سے حق کو زائل کر دیں۔‘‘ یعنی انھوں نے شبہات اس لیے پیش کیے تاکہ واضح اور روشن حق کو رد کر دیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَخَذْتُهُمْ قف ﴾ ’’پس میں نے انھیں پکڑ لیا۔‘‘ یعنی ان کے بڑے بڑے گناہوں اور نافرمانیوں کی پاداش میں میں نے انھیں ہلاک کر دیا۔ ﴿ فَكَیْفَ كَانَ عِقَابِ ⑤ ﴾ ’’سو (دیکھ لو) میری سزا کیسی تھی!‘‘ یعنی دیکھ لو کہ میرے عذاب نے انھیں کس طرح اپنی گرفت میں لیا اور میں نے انھیں کس قدر شدید اور المناک سزائیں دیں۔ امام قتادہ نے فرمایا کہ

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ

جو (فرشتے) عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں، وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں، اور اس پر ایمان رکھتے ہیں،

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا

اور مومنوں کے لیے بخشش مانگتے ہیں، (وہ کہتے ہیں:) اے ہمارے رب! تو (اپنی) رحمت اور (اپنے) علم سے ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے، لہٰذا تو ان

سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ⑦ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ

لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستے کی پیروی کی، اور انھیں دوزخ کے عذاب سے بچا⑦ اے ہمارے رب! اور انھیں ان ابدی

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۙ⑧

باغوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے، اور ان کو بھی جوان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیک ہوں،

وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ

بے شک تو (ہر چیز پر) غالب، نہایت حکمت والا ہے⑧ اور انھیں برائیوں سے بچا، اور جسے تو نے اس دن برائیوں (کی سزا) سے بچا لیا تو درحقیقت تو

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۧ⑨ 1 ع9 6

نے اس پر رحم کیا، اور یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے⑨

واللہ! اللہ تعالیٰ کا عذاب بے حد شدید تھا۔ ① اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ⑥ ﴾ ”اور اسی طرح آپ کے پروردگار کی بات ثابت ہو گئی ان لوگوں پر جنھوں نے کفر کیا کہ بلا شبہ وہی دوزخی ہیں۔“ یعنی جس طرح سابقہ کافر قوموں کے بارے میں عذاب کی بات پوری ہو چکی ہے اسی طرح اے محمد (ﷺ!) تمھاری تکذیب و مخالفت کرنے والوں کے بارے میں بھی یہ بات بطریق اولیٰ پوری ہو کر رہے گی کیونکہ جو تمھاری تکذیب کرے، اس کی دوسرے نبیوں کی تصدیق کا بھی اعتبار نہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 9-7

حاملین عرش اللہ کی حمد اور مومنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ملائکہ مقربین، چاروں حاملین عرش اور اس کے گرد و پیش کے مقرب فرشتوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، یعنی وہ تسبیح جو نقائص کی نفی پر دلالت کرتی ہے اور وہ تحمید جو صفات مدح کے اثبات کا تقاضا کرتی ہے، ملا کر بیان کرتے ہیں، ﴿ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ﴾ ”اور اس کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔“ اس کے سامنے جھکے ہوئے عجز و انکسار کا اظہار کر رہے ہیں، ﴿ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ ﴾ ”اور ان لوگوں کے لیے بخشش مانگتے رہتے ہیں جو ایمان لائے۔“ یعنی ان اہل زمین کے لیے جو غیب کے ساتھ ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ مقربین کی یہ ڈیوٹی لگا دی ہے کہ وہ اس کے مومن بندوں کے لیے غائبانہ دعا کریں۔ فرشتوں کی عادت ہے کہ وہ مومنوں کے لیے غائبانہ دعا کرتے ہیں، اس لیے جب کوئی

---

① تفسیر الطبری: 55/28.

مومن اپنے کسی بھائی کے لیے غائبانہ دعا کرے تو فرشتے اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ (ابو درداء رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:) [مَنْ دَعَا لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ، قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ: آمِينَ! وَلَكَ بِمِثْلٍ] ''جس نے اپنے کسی بھائی کے لیے غائبانہ دعا کی تو اس پر مقرر فرشتہ کہتا ہے: آمین! اور تیرے لیے بھی ایسا ہی ہو۔''①

شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ حاملین عرش فرشتوں کی تعداد آٹھ ہے، ان میں سے چار یہ کہتے ہیں: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ، لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ] ''اے اللہ! تو اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے، سب تعریف تیرے ہی لیے ہے کہ سب کچھ جاننے کے باوجود تو درگزر فرماتا ہے۔'' اور چار فرشتے یہ کہتے ہیں: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ، لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ] ''اے اللہ! تو اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے، سب تعریف تیرے ہی لیے ہے کہ تو قدرت کے باوجود معاف فرما دیتا ہے۔''② اسی لیے اہل ایمان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں: ﴿ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! تو نے ہر چیز کو (اپنی) رحمت اور علم سے گھیر لیا ہے۔'' تیری رحمت تیرے بندوں کے گناہوں اور غلطیوں سے زیادہ ہے اور تیرا علم ان کے تمام اعمال و اقوال اور حرکات و سکنات کا احاطہ کیے ہوئے ہے، ﴿ فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ ﴾ ''پس تو ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیرے رستے کی پیروی کی۔'' یعنی گناہ گار جب توبہ اور رجوع کر لیں، گناہوں کو ترک کر دیں اور نیکیوں کے سرانجام دینے اور برائیوں کے ترک کر دینے میں تیرے احکام کی اتباع کریں تو تو ان کو معاف فرما دے، ﴿ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ⑦ ﴾ ''اور تو انھیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔'' جو بہت دردناک اور المناک عذاب ہے۔ ﴿ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! اور تو انھیں ہمیشہ رہنے والے باغوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور جو ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیک ہوئے۔'' یعنی ان سب کو بہشتوں میں جمع فرما دے تاکہ سب کے قریب رہنے کی وجہ سے انھیں آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ﴾ (الطور 52: 21) ''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ (جنت میں) ملا دیں گے اور ان کے لیے ان کے عمل سے کچھ بھی کم نہ کریں گے۔'' یعنی ہم ان سب کو مساوی مقام و مرتبہ عطا کر دیں گے تاکہ انھیں آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو، بلند درجے والے کے مرتبے کو کم کر کے اسے ادنیٰ کے ساتھ نہیں ملائیں گے بلکہ ادنیٰ درجے والے پر احسان اور فضل کرتے ہوئے اسے اونچے مرتبے کے لوگوں کے ساتھ ملا دیں گے۔

---

① صحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الدعاء للمسلمين بظهر الغيب، حديث: (87)-2732.

② تفسير عبدالرزاق: 342/3، رقم: 3314 وتفسير الطبرى: 10/19 وشعب الإيمان للبيهقى، فصل فى معنى قول الله عزوجل: ﴿ تَعْرُجُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ ﴾ (المعارج 70: 4): 364,327/1 وكتاب العظمة لأبى الشيخ الأصبهانى: 954/3، حديث: 481، البتہ ان الفاظ کی سند ضعیف ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ

بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا، ان سے پکار کر کہا جائے گا: اللہ کی ناراضی و بیزاری (آج) تمھاری اپنے آپ پر ناراضی و بیزاری سے بڑھ کر تھی، جب (دنیا

اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ⑩ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا

میں) تمھیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے⑩ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو بار موت دی، اور تو نے ہمیں دو بار

بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ⑪ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ

زندہ کیا، تو ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں، پھر کیا (اس عذاب سے) نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟⑪ (فرمایا جائے گا:) تمھیں یہ (عذاب) اس وجہ سے ہے کہ

كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ⑫ هُوَ الَّذِيْ

بلاشبہ جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم (اس کی توحید کا) انکار کرتے تھے، اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جاتا تو تم (اس شرک کو) مان لیتے تھے، اب

يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ

حکم تو اللہ ہی کا ہے جو نہایت برتر اور بہت بڑا ہے⑫ وہی تو ہے جو تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، اور تمھارے لیے آسمان سے رزق نازل کرتا ہے،

يُّنِيْبُ ⑬ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑭

اور نصیحت تو وہی پکڑتا ہے جو (اللہ کی طرف) رجوع کرتا ہو⑬ لہٰذا تم اللہ کے لیے بندگی خالص کرتے ہوئے اسی کو پکارو، اگرچہ کافر ناپسند ہی کریں⑭

سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ مومن جب جنت میں داخل ہوگا تو وہ اپنے باپ، بیٹے اور بھائی کے بارے میں پوچھے گا کہ وہ کہاں ہیں، پس اس سے کہا جائے گا کہ وہ عمل کے اعتبار سے تمھارے طبقے کو نہیں پہنچے تو مومن کہے گا کہ میں نے عمل اپنے لیے اور ان سب کے لیے بھی کیے تھے تو اس کے بعد ان سب کو بھی اسی کے درجے میں پہنچا دیا جائے گا، پھر سعید بن جبیر نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑧ ﴾ ”اے ہمارے پروردگار! اور ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور (ان کو بھی) جو ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیک ہوں، بے شک تو ہی بڑا غالب، نہایت حکمت والا ہے۔“①

مطرف بن عبداللہ بن شخیر نے کہا ہے کہ بندگان الٰہی میں سے مومنوں کے لیے سب سے زیادہ خیر خواہ فرشتے ہیں، پھر انھوں نے بطور دلیل اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ ﴾ ”اے ہمارے پروردگار! اور تو انھیں ہمیشہ رہنے والے باغوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔“ اور مومنوں کے لیے سب سے زیادہ دھوکے باز شیاطین ہیں۔②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑧ ﴾ ”بے شک تو ہی بڑا غالب، نہایت حکمت والا ہے۔“ جس کے حکم کو ٹالا نہیں جا سکتا اور نہ جس پر کوئی غالب آ سکتا ہے، وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا اور وہ اپنے اقوال و

---

① تفسیر الطبری: 57/24. ② تفسیر عبدالرزاق: 140/3، رقم: 2657 و تفسیر الطبری: 58/24.

افعال اور شرع وقدر میں حکمت والا ہے۔ ﴿ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ط ﴾ ”اور تو انھیں برائیوں سے بچائے رکھ۔“ یعنی ان کے کرنے سے یا جو برائیاں سرزد ہو چکی ہیں ان کے وبال سے، ﴿ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ ﴾ ”اور تو جسے اس روز برائیوں سے بچالے۔“ یعنی روز قیامت، ﴿ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ط ﴾ ”تو بے شک تو نے اس پر مہربانی فرمائی۔“ اسے لطف وکرم سے نوازا اور اسے سزا سے بچالیا، ﴿ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑨ ﴾ ”اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

تفسیر آیات :10-14

دوزخ میں داخل ہونے کے بعد کفار کی ندامت: اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اس وقت انھیں پکار کر کہا جائے گا جب وہ آتش دوزخ کی سختیوں میں گھرے ہوں گے اور ایسے عذاب شدید میں مبتلا ہوں گے جسے برداشت کرنے کی کسی میں طاقت نہ ہوگی اور وہ اپنے ہی نفسوں پر اپنے ان برے اعمال کی وجہ سے جو ان کے دوزخ میں جانے کا سبب بنے، شدید غصے اور ناراضی کا اظہار کر رہے ہوں گے، تو اس وقت فرشتے انھیں بلند آواز سے پکار کر یہ خبر دیں گے کہ جب دنیا میں تمھیں ایمان کے قبول کر لینے کی دعوت دی جاتی تھی مگر تم ایمان کو قبول کرنے کے بجائے کفر اختیار کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ تم سے اس کی نسبت کہیں شدید ناراض ہوتے تھے جس قدر تم اس حالت عذاب میں اپنے آپ سے بے زار ہو رہے ہو۔ ﴿ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ⑩ ﴾ ”البتہ (اس وقت) اللہ کی ناراضی تمھاری اپنے اوپر ناراضی سے زیادہ بڑی ہے جب تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تو تم انکار کرتے تھے۔“ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اہل ضلالت سے ناراضی، جب دنیا میں ان کے سامنے ایمان پیش کیا جاتا تھا مگر وہ اسے ترک کر دیتے اور قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے، اس سے کہیں زیادہ تھی جتنی روز قیامت عذاب الٰہی کو دیکھ کر انھیں اپنے نفسوں سے ہوگی۔ ① امام حسن بصری، سدی، ذَر بن عبداللہ ہمدانی، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اور امام ابن جریر طبری کا بھی یہی قول ہے۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ ﴾ ”وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور دو دفعہ زندہ کیا۔“ امام سفیان ثوری ؒ نے ابواسحاق سے، انھوں نے ابوالاحوص سے اور انھوں نے ابن مسعود ؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ج ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ ﴾ (البقرة 2:28) ”تم کیسے اللہ کا انکار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اس نے تمھیں زندگی بخشی، پھر وہی تمھیں موت دے گا، پھر وہی تمھیں زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“ ③ ابن عباس ؓ، ضحاک، قتادہ اور ابو مالک کا بھی یہی قول ہے۔ ④ اور یہی بات درست ہے جس میں قطعاً کوئی شک وشبہ نہیں، مقصود اس سب سے یہ ہے کہ قیامت کے دن میدان حشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر کفار یہ سوال کریں گے کہ انھیں ایک بار پھر دنیا میں لوٹا دیا جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ○ ﴾ (السجدة 32:12) ”اور کاش! آپ دیکھیں

---

① تفسیر الطبری: 59/24. ② تفسیر الطبری: 59/24. ③ تفسیر الطبری: 60/24. ④ تفسیر الطبری: 60/24.

جب گناہ گار اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے:) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا، پس تو ہمیں (دنیا میں) واپس بھیج دے (اب) ہم نیک عمل کریں گے، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔'' انھیں اس وقت کوئی جواب نہیں دیا جائے گا، پھر جب وہ آگ دیکھیں گے اور پوری طرح اس کا مشاہدہ کرلیں گے اور آگ ہی پر کھڑے ہوں گے اور اس کے اندر موجود عذاب اور سزاؤں کو دیکھ لیں گے تو پہلی دفعہ سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ دنیا کی طرف واپسی کا سوال کریں گے مگر انھیں کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ ﴾ (الأنعام 6:27,28) ''اور کاش! آپ (انھیں اس وقت) دیکھیں جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے اور کہیں گے: اے کاش! ہم (پھر دنیا میں) لوٹا دیے جائیں تو اپنے پروردگار کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں گے اور ہم مومنوں میں سے ہو جائیں گے۔ بلکہ جو کچھ پہلے چھپایا کرتے تھے (آج) ان پر ظاہر ہو گیا اور اگر وہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے انھیں منع کیا گیا، انھیں پھر کرنے لگیں، اور کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔'' جب وہ آتش دوزخ میں داخل ہو کر اس کی حرارت و تمازت کو چکھیں گے اور ہتھوڑوں اور بیڑیوں کو دیکھ لیں گے تو پھر اور بھی زیادہ شدت کے ساتھ دنیا کی طرف واپسی کے بارے میں (اس طرح) سوال کریں گے: ﴿ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ○ ﴾ (فاطر 35 : 37) ''اور وہ اس میں چلائیں گے (اور کہیں گے:) اے ہمارے پروردگار! ہمیں نکال لے (اب) ہم نیک عمل کریں گے نہ وہ جو (پہلے) کرتے تھے۔ (اللہ فرمائے گا:) کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں نصیحت پکڑ لیتا وہ شخص جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا اور تمھارے پاس ڈرانے والا بھی آیا، پس اب تم (مزے) چکھو، پس ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں۔'' (اور فرمایا کہ وہ کہیں گے:) ﴿ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ○ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ○ ﴾ (المؤمنون 23: 107,108) ''اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں اس سے نکال دے، پھر اگر ہم لوٹے (ایسے کام کریں) تو یقیناً ہم ہی ظالم ہوں گے۔ اللہ فرمائے گا: اس میں ذلیل و خوار پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔''

پیش نظر آیت کریمہ میں انھوں نے سوال کے لیے ایک لطیف انداز اختیار کیا اور اپنی بات سے پہلے تمہید بیان کی اور وہ یہ: ﴿ رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور دو دفعہ زندہ کیا۔'' یعنی تیری قدرت بڑی عظیم الشان ہے، تو نے ہمیں مردہ ہونے کے بعد دوبارہ زندگی عطا فرما دی، پھر تو نے ہم پر موت طاری کر دی، پھر ہمیں زندہ کر دیا، تو جو چاہے اس پر قادر ہے، ہم اپنے گناہوں کا اعتراف اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ بلاشبہ ہم دنیا میں ظالم تھے، ﴿ فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ⑪ ﴾ ''تو کیا نکلنے کی کوئی راہ ہے؟'' یعنی کیا تو ہمارے اس سوال کو قبول فرمالے گا کہ تو ہمیں ایک بار اور دنیا میں بھیج دے اور تجھے اس بات کی پوری پوری قدرت بھی حاصل ہے تاکہ ہم دنیا میں اپنے

پہلے عمل سے مختلف عمل کریں اور اگر ہم نے دوبارہ اسی طرح عمل کیے تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے۔ انھیں جواب دیا جائے گا کہ اب تمھارے لیے دنیا میں واپس جانے کا کوئی رستہ نہیں، پھر اس کا سبب یہ بیان فرمایا کہ تمھاری عادات ہی ایسی تھیں کہ وہ حق کو قبول نہیں کرتیں بلکہ وہ اس کی نفی اور انکار کرتی تھیں اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ ﴾ ’’یہ (عذاب) اس لیے کہ بے شک جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تو تم انکار کر دیتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جاتا تو تسلیم کر لیتے تھے۔‘‘ یعنی اگر تمھیں دنیا میں بھیج دیا جائے تو تم پھر اسی طرح ہو جاؤ گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 28:6) ’’اور اگر وہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تب بھی جن (کاموں) سے انھیں منع کیا گیا تھا وہی کریں گے۔ اور کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔‘‘

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ⑫ ﴾ ’’پس حکم تو اللہ ہی کا ہے جو نہایت بلند، بہت بڑا ہے۔‘‘ وہ اپنی مخلوق پر حاکم اور ایسا عادل ہے جو ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا، جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے، جس پر چاہے رحم فرماتا اور جسے چاہے عذاب دیتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ﴾ ’’وہی ہے جو تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔‘‘ یعنی اپنی مخلوق کے سامنے اپنی قدرت کو ظاہر فرماتا ہے جس کا وہ اس کی علوی و سفلی مخلوق میں ایسی عظیم الشان نشانیوں کی صورت میں مشاہدہ کرتے رہتے ہیں جو ان کے خالق و مالک کے کمال پر دلالت کرتی ہیں۔ ﴿ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ ﴾ ’’اور وہ تمھارے لیے آسمان سے رزق اتارتا ہے۔‘‘ یعنی بارش جس کے ساتھ وہ طرح طرح کی فصلوں اور پھلوں کو پیدا فرماتا ہے جن کے مختلف رنگوں، ذائقوں، خوشبوؤں اور شکلوں کا حواس کے ساتھ مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، حالانکہ پانی ایک ہی تھا مگر اس نے اپنی عظیم الشان قدرت کے ساتھ مختلف اشیاء میں تفاوت اور تنوع پیدا فرما دیا۔ ﴿ وَمَا يَتَذَكَّرُ ﴾ ’’اور نہیں نصیحت حاصل کرتا۔‘‘ یعنی نصیحت پکڑتا، ان اشیاء میں غور و فکر کرتا اور ان کے ذریعے سے اپنے خالق کی عظمت پر استدلال کرتا، ﴿ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ⑬ ﴾ ’’مگر جو (اس کی طرف) رجوع کرتا ہے۔‘‘ یعنی جو بصیرت سے کام لیتا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑭ ﴾ ’’سو تم اللہ کو اس کی بندگی خالص کرتے ہوئے پکارو، اگرچہ کافر ناپسند سمجھیں۔‘‘ یعنی خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور صرف اسی کو پکارو اور مشرکین کے مسلک و مذہب کی پوری پوری مخالفت کرو۔ امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز سے سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، وَلَهُ النِّعْمَةُ، وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ] ’’اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ساری بادشاہت ہے اور اسی کی سب تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، کسی کام کی بھی طاقت و قوت اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ

وہ بہت بلند درجوں والا، عرش کا مالک ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اپنے حکم سے وحی نازل کرتا ہے، تاکہ وہ (لوگوں کو)

يَوْمَ التَّلَاقِ ⑮ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ

ملاقات کے دن سے ڈرائے⑮ جس دن وہ (قبروں سے) ظاہر و باہر ہوں گے، اللہ پر ان کی کوئی چیز چھپی نہ ہوگی۔ (اللہ پوچھے گا:) آج کس

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ⑯ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کی بادشاہی ہے؟ (پھر خود ہی فرمائے گا:) صرف اللہ واحد و قہار کی ⑯ آج ہر نفس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا۔ آج کوئی ظلم نہیں

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑰

ہوگا، بلاشبہ اللہ جلد حساب لینے والا ہے⑰

اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے اور اس کی عطا فرمائی ہوئی سب نعمتیں ہیں اور اس کا (ہم پر) فضل و کرم ہے اور اسی کے لیے ہی سب اچھی تعریفیں ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، (ہم تو پورے) اخلاص کے ساتھ اسی کی عبادت کرتے ہیں، خواہ کافروں کو برا لگے۔'' اور انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔① اسے امام مسلم، ابوداود، اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔②

صحیح مسلم میں ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرض نمازوں کے بعد③ ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَّا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ] ''اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ساری بادشاہت ہے اور اسی کی سب تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، کسی کام کی بھی طاقت و قوت اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے، اسی کی عطا فرمائی ہوئی سب نعمتیں ہیں، اسی کا (ہم پر) فضل و کرم ہے اور اسی کی سب سے اچھی تعریفیں ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، (ہم تو پورے) اخلاص کے ساتھ اسی کی عبادت کرتے ہیں، خواہ کافروں کو برا لگے۔''④

تفسیر آیات :15-17

وحی الٰہی کا مقصد: اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و کبریائی کو بیان کرتے ہوئے اپنے عرش عظیم کی بلندی کو بیان فرمایا ہے کہ وہ تمام

---

① مسند أحمد: 4/4. ② صحیح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب الذكر بعد الصلاة......، حديث: 594 وسنن أبي داود، الوتر، باب مايقول الرجل إذا سلم؟ حديث: 1507,1506 وسنن النسائي، السهو، باب عدد التهليل والذكر بعد التسليم، حديث: 1341. ③ الصلوات المكتوبات ''فرض نمازوں'' کے بجائے صحیح مسلم، حدیث: (140)-594 میں الصلاة أو الصلوات ''نماز یا نمازوں'' ہے، سنن ابوداود اور نسائی میں بھی المکتوبات ''فرض'' کا لفظ نہیں ہے۔ ④ صحیح مسلم، المساجد......، باب استحباب الذكر بعد الصلاة......، حديث: 594 و سنن أبي داود، الوتر، باب مايقول الرجل إذا سلم؟ حديث: 1507,1506 و سنن النسائي، السهو، باب التهليل بعدالتسليم، حديث: 1340.

مخلوقات سے اس طرح بلند ہے گویا ان کی چھت ہو جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ ۝ؕ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ۚ ﴾ (المعارج 4,3:70) ”(اور وہ) اس اللہ صاحب درجات کی طرف سے (نازل ہوگا) جس کی طرف روح (الامین) اور فرشتے ایسے دن میں چڑھیں گے جس کا اندازہ پچاس ہزار برس ہوگا۔“ اس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا کہ سلف و خلف کی ایک جماعت کے بقول یہ مسافت عرش سے لے کر ساتویں زمین تک ہے ① اور ان شاء اللہ یہی قول راجح ہے۔ کئی ایک اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پاک سرخ رنگ کے یاقوت کا ہے۔② اس کے دونوں قُطروں کے مابین پچاس ہزار سال کی مسافت ہے۔③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يُلْقِى الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ﴾ ”اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے، اپنے حکم سے روح (وحی) ڈالتا ہے۔“ جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝ ﴾ (النحل 2:16) ”وہی فرشتوں (جبرائیل) کو روح (وحی) کے ساتھ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے یہ کہ تم (لوگوں کو) ڈراؤ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو تم مجھی سے ڈرو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ؕ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ۙ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ۙ ﴾ (الشعرآء 26:192-194) ”اور یقیناً یہ (قرآن) پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے، اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے، آپ کے دل پر (القا کیا ہے) تا کہ آپ (لوگوں کو) ڈرانے والوں میں سے ہوں۔“ اسی لیے اللہ عزوجل نے یہاں ارشاد فرمایا ہے: ﴿ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ⑮ۙ ﴾ ”تا کہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔“ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ يَوْمَ التَّلَاقِ ⑮ۙ ﴾ (ملاقات کا دن) قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ڈرایا ہے۔④ کیونکہ اس دن ہر عمل کرنے والا اپنے اچھے یا برے عمل کو اپنے سامنے پالے گا۔

اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ ﴾ ”جس روز وہ (قبروں سے) نکل پڑیں گے، ان کی کوئی چیز اللہ سے مخفی نہ رہے گی۔“ یعنی سب کے سب ظاہر اور نمایاں ہوں گے، کوئی چیز نہ ان کو چھپائے ہوگی، نہ ان پر سایہ کیے ہوگی اور نہ ان پر پردہ کیے ہوگی، یعنی سب یکساں طور پر اس کے علم میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ﴿ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ⑯ ﴾ ”آج کے دن بادشاہت کس کے لیے ہے؟ اللہ کے لیے جو اکیلا، بڑا غالب ہے۔“ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے ⑤ جس میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو لپیٹ کر اپنے ہاتھ میں لے لے گا اور فرمائے گا: [(أَنَا الْجَبَّارُ، أَنَا الْمُتَكَبِّرُ)، (أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ؟)، (أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟)] ”میں ہوں زبردست، میں ہوں بڑائی والا، میں ہوں بادشاہ، کہاں

---

① دیکھیے تفسیر ابن کثیر (مفصل)، المعارج، آیت: 4 کے ذیل میں۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم :1497/5 و1925/6 و2005 وکتاب العظمة لأبی الشیخ الأصبهانی: 631/2، حدیث: 247. ③ اس کی دلیل ہمیں نہیں ملی۔ ④ تفسیر الطبری :64/24.
⑤ دیکھیے الفرقان، آیات: 25-29 کے تحت عنوان: ”قیامت کے دن کی سنگینیاں“

ہیں زمین کے بادشاہ؟ کہاں ہیں سرکش؟ کہاں ہیں بڑائی والے؟''①

اور حدیث صور میں ہے کہ اللہ عزوجل جب اپنی تمام مخلوق کی روحوں کو قبض فرمالے گا اور اس وحدہ لاشریک لہ کے سوا اس وقت کوئی اور نہ بچے گا تو وہ فرمائے گا کہ آج کس کی بادشاہت ہے۔ تین بار فرمائے گا اور پھر اپنے آپ کو اس کا جواب دیتے ہوئے فرمائے گا: ﴿ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ⑯ ﴾ ''اللہ کی جو اکیلا، بڑا غالب ہے۔''② یعنی وہ ذات پاک جو وحدہ لاشریک ہے، اس نے ہر چیز کو مقہور اور مغلوب کر دیا ہے، ﴿ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑰ ﴾ ''آج ہر نفس کو اس (چیز) کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا، آج (کسی کے حق میں) کوئی ظلم نہیں ہوگا، بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کا فیصلہ کرتے ہوئے اپنے عدل کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں فرمائے گا بلکہ نیکی کا دس گنا اور برائی کا اس کے برابر ہی بدلہ دے گا، اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ ﴾ ''آج (کسی کے حق میں) ظلم نہیں ہوگا۔'' جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کے بارے میں بیان کیا کہ وہ فرماتا ہے: [يَاعِبَادِي! إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِي، وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُّحَرَّمًا، فَلَا تَظَالَمُوا ...... يَاعِبَادِي! إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ، ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا، فَمَنْ وَّجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ، وَمَنْ وَّجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ] ''اے میرے بندو! بے شک میں نے اپنے آپ پر ظلم حرام کر دیا اور اسے تمھارے درمیان بھی حرام قرار دے دیا ہے، لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ حتی کہ فرمایا۔ اے میرے بندو! یہ تمھارے اعمال ہیں جنھیں میں تمھارے لیے شمار کر رہا ہوں اور پھر تمھیں ان کا پورا پورا بدلہ بھی دوں گا، پس جو شخص خیر و بھلائی پائے تو اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد بیان کرنی چاہیے اور جو اس کے علاوہ کچھ اور پائے تو اسے اپنے آپ ہی کو ملامت کرنی چاہیے۔''③

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑰ ﴾ ''بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔'' وہ تمام مخلوقات کا اس طرح آسانی کے ساتھ حساب لے لے گا، گویا اس نے ایک ہی انسان سے حساب لیا ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ ﴾ (لقمٰن 31:28) ''تمھارا پیدا کرنا اور دوبارہ اٹھانا ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جلا اٹھانے) کی طرح ہی تو ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ○ ﴾ (القمر 54:50) ''اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک بات ہی ہوتی ہے۔''

---

① پہلی قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 72/2 والسنن الكبرى للنسائي، النعوت، باب المتكبر: 402/4، حديث: 7696، دوسری قوسین والے الفاظ صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ مَلِكِ النَّاسِ ۙ ﴾ (الناس 114:2)، حديث: 7382 و صحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب صفة القيامة والجنة والنار، حديث: 2787 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ جبکہ تیسری قوسین والے الفاظ صحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب صفة القيامة والجنة والنار، حديث: 2788 میں ہیں۔

② الأحاديث الطوال للطبراني، حديث الصور، ص: 104-114، حديث: 48. ③ صحيح مسلم، البر والصلة......، باب تحريم الظلم، حديث: 2577.

وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ

اور آپ انھیں قریب آنے والے دن (قیامت) سے ڈرائیں جبکہ غم سے بھرے کلیجے حلقوں کو آرہے ہوں گے، ظالموں کے لیے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ

وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ؕ ⑱ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ⑲ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ

کوئی سفارشی کہ جس کی بات مانی جائے ⑱ وہ جانتا ہے خیانت کرنے والی آنکھوں کو، اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں ⑲ اور اللہ ہی حق کے ساتھ فیصلہ

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۠ ⑳ ع 2 11 7

کرے گا، اور وہ اس کے سوا جنھیں پکارتے ہیں، وہ کسی بھی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے، بلا شبہ اللہ ہی خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ⑳

تفسیر آیات: 20-18

قیامت کے دن کا ڈر: ﴿ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ ﴾ ''قریب آنے والا دن'' قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس دن کے قریب ہونے کی وجہ سے اسے اس نام سے موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۚ○ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ؕ○ ﴾ (النجم 53 : 58,57) ''قریب آنے والی (قیامت) قریب آگئی، اس (قیامت) کو اللہ کے سوا کوئی بھی ہٹانے والا نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ○ ﴾ (القمر 54: 1) ''قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ ﴾ (الأنبیاء 21: 1) ''لوگوں کے لیے ان کا حساب (اعمال کا وقت) نزدیک آگیا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ ﴾ (النحل 16: 1) ''اللہ کا حکم (عذاب) آہی پہنچا تو (کافرو) تم اسے جلدی طلب نہ کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ (الملك 67: 27) ''سو جب وہ اسے قریب ہی دیکھ لیں گے تو جنھوں نے کفر کیا ان کے چہرے بگڑ جائیں گے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ ﴾ ''جب دل غم سے بھرے ہوئے گلوں کے قریب آرہے ہوں گے۔'' امام قتادہ نے کہا ہے کہ خوف کی وجہ سے دل گلوں میں اٹک جائیں گے، نہ باہر نکلیں گے اور نہ اپنی جگہوں پر واپس جا سکیں گے۔ ① عکرمہ، سدی اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ ② ﴿ كٰظِمِيْنَ ؕ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ خاموش ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی کلام نہ کر سکے گا۔ ﴿ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙۗ لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا○ ﴾ (النبا 78: 38) ''اس دن روح (جبریل) اور سب فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے تو کوئی بول نہ سکے گا مگر جس کو رحمان اجازت دے گا اور وہ بات بھی درست کہے گا۔'' ابن جریج کہتے ہیں کہ ﴿ كٰظِمِيْنَ ؕ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ رو رہے ہوں گے۔ ③ ﴿ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ؕ⑱ ﴾ ''ظالموں کے لیے کوئی دوست نہیں ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے۔'' یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرکے اپنے آپ پر ظلم کیا ان کے لیے نہ تو کوئی قریبی رشتہ دار ہوگا جو انھیں نفع دے سکے اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جو ان کے بارے میں سفارش کر سکے، ان کے آپس کے ہر طرح کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ⑲ ﴾ ''وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور (اس کو بھی)

---

① تفسیر الطبری: 67/24. ② تفسیر الطبری: 67/24. ③ الدر المنثور: 652/5.

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا

کیا وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں، پھر وہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ وہ ان سے قدرت وطاقت میں اور زمین میں

هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

(چھوڑی ہوئی) نشانیوں کے لحاظ سے کہیں بڑھ کر تھے، پھر اللہ نے ان کے گناہوں کے باعث انھیں پکڑ لیا، اور ان کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا㉑ یہ

مِنْ وَّاقٍ ㉑ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ

اس لیے کہ بے شک ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آتے تھے تو انھوں نے انکار کیا، لہٰذا اللہ نے انھیں پکڑ لیا، یقیناً اللہ بڑی قوت والا،

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ㉒

سخت سزا دینے والا ہے㉒

جو (باتیں ان کے) سینے چھپاتے ہیں۔" اس میں اللہ عزوجل نے اپنے اس مکمل علم کے بارے میں خبر دی ہے جو جلیل وحقیر، صغیر و کبیر اور دقیق ولطیف تمام اشیاء کا احاطہ کیے ہوئے ہے تا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ڈرائے کہ اسے ان کے بارے میں سب کچھ معلوم ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کریں جس طرح حیا کرنے کا حق ہے اور اس طرح تقویٰ اختیار کریں جس طرح اس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے اور اس سے اس طرح معاملہ کریں جس طرح اس سے معاملہ کیا جاتا ہے جو جانتا ہو کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے کیونکہ اللہ عزوجل تو آنکھوں کی خیانت کو بھی جانتا ہے، گو وہ یہ ظاہر کریں کہ وہ امانت و دیانت سے کام لے رہی ہیں اور وہ دلوں کی دھڑکنوں اور ان میں مخفی تمام رازوں تک سے آگاہ ہے۔ ضحاک کا قول ہے کہ ﴿ خَآىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ ﴾ سے مراد آنکھوں کے اشارے اور یہ کہنا ہے کہ میں نے دیکھا ہے، حالانکہ اس نے دیکھا نہ ہو یا یہ کہنا کہ میں نے نہیں دیکھا، حالانکہ اس نے دیکھا ہو۔ ① اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ دیکھتے ہوئے آنکھ کا ارادہ خیانت کا ہے یا نہیں۔ ② مجاہد اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ ③ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ⑲ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو بھی جانتا ہے کہ قدرت ہونے کی صورت میں تو زنا کرے گا یا نہیں۔ ④ اور سدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ سینوں میں پیدا ہونے والے وسوسے کو بھی جانتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ ﴾ "اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔" یعنی وہ عدل کے ساتھ حکم فرماتا ہے۔ اعمش نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ نیکی کا بدلہ نیکی کے ساتھ اور برائی کا بدلہ برائی کے ساتھ دے۔ ⑤ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ کی یہ جو تفسیر بیان کی ہے اس کی تائید اس آیت کریمہ سے بھی ہوتی ہے: ﴿ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۚ ﴾ (النجم 53:31) "تا کہ وہ ان لوگوں کو سزا دے جنھوں نے برائیاں کیں بہ سبب اس کے جو انھوں نے عمل کیے

---

① تفسیر القرطبی :303/15. ② تفسیر الطبری :68/24. ③ تفسیر الطبری :69/24. ④ تفسیر الطبری :68/24.

⑤ تفسیر الطبری :68/24.

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍۙ ㉓ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا

اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا㉓ فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف، تو انھوں نے کہا: (یہ تو) جادوگر ہے بڑا جھوٹا

سٰحِرٌ كَذَّابٌ ㉔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا

ہے㉔ پھر جب وہ ہماری طرف سے ان کے پاس حق لے کر آیا تو انھوں نے کہا: جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان

نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ㉕ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ

کی عورتوں (بیٹیوں) کو زندہ رکھو، اور کافروں کی چال تو سراسر ناکام ہی تھی㉕ اور فرعون نے کہا: مجھے چھوڑ دو، میں موسیٰ کو قتل کر دوں، اور (اسے) چاہیے کہ وہ

رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ㉖ وَقَالَ مُوْسٰٓى

اپنے رب کو بلا لے، بلاشبہ میں تو ڈرتا ہوں کہ وہ تمھارے دین کو بدل ڈالے گا، یا یہ کہ وہ زمین میں فساد پھیلائے گا㉖ اور موسیٰ نے کہا: بے شک میں

اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ㉗ ع 3 ع 7 8

اپنے اور تمھارے رب کی پناہ میں آچکا ہوں، ہر اس متکبر سے جو یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا㉗

اور جنھوں نے نیکیاں کیں ان کو اچھائی کے ساتھ بدلہ دے۔‘‘ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾ ’’اور جن کو وہ (لوگ) اس (اللہ) کے سوا پکارتے ہیں۔‘‘ یعنی بتوں اور شریکوں کو ﴿لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ﴾ ’’وہ کسی بھی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔‘‘ یعنی وہ نہ کسی چیز کے مالک ہیں اور نہ کسی چیز کا حکم دے سکتے ہیں۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ⑳﴾ ’’بے شک اللہ ہی خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔‘‘ وہ اپنی تمام مخلوق کی باتوں کو سنتا اور ان سب کو دیکھتا ہے، وہ ان میں سے جسے چاہتا ہدایت عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا گمراہ کر دیتا ہے اور وہ اپنے ان تمام معاملات میں حاکم و عادل ہے۔

تفسیر آیات: 22,21

جھٹلانے والوں کا انجام: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد (ﷺ!) آپ کی تکذیب کرنے والے یہ لوگ ﴿اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ’’کیا یہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟‘‘ کہ ﴿فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ﴾ ’’پس وہ دیکھتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔‘‘ یعنی حضرات انبیائے کرام ؑ کی تکذیب کرنے والی امتوں کو کہ ان پر کیسے کیسے ہولناک عذاب نازل ہوئے؟ حالانکہ وہ لوگ قوت و طاقت میں بھی ان سے کہیں بڑھ کر تھے، ﴿وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ﴾ ’’اور زمین میں (چھوڑے ہوئے) نشانات کے لحاظ سے (بھی۔)‘‘ یعنی انھوں نے زمین میں ایسی ایسی عظیم الشان عمارتیں، محلات اور قلعے بنائے تھے کہ یہ لوگ اس طرح کے نہیں بنا سکتے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ﴾ (الأحقاف 26:46) ’’اور البتہ تحقیق ہم نے انھیں اس چیز کی قدرت دی جس کی قدرت ہم نے تمھیں نہیں دی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا﴾ (الروم 9:30) ’’اور انھوں نے زمین کو جوتا بویا اور اسے اس سے زیادہ آباد کیا جتنا انھوں نے اسے آباد کیا۔‘‘ یعنی اس عظیم قوت اور زبردست طاقت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا اور ان کا گناہ انبیائے کرام کے ساتھ کفر تھا، ﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ㉑﴾ ’’اور انھیں اللہ (کے عذاب) سے کوئی بھی

بچانے والا نہ تھا۔'' یعنی کسی نے ان سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور نہ کیا اور نہ کسی نے انھیں بچایا، پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ان کے مبتلائے عذاب ہونے کا سبب ان کے وہ گناہ اور جرائم تھے جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے، ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ ''یہ اس لیے کہ بے شک ان کے پیغمبران کے پاس کھلی دلیلوں کے ساتھ آتے تھے۔'' اور واضح دلائل اور قاطع براہین پیش فرماتے تھے۔ ﴿ فَكَفَرُوْا ﴾ ''تو انھوں نے انکار کیا۔'' دلائل و براہین کے واضح اور روشن ہونے کے باوجود یہ لوگ کفر اور انکار کرتے تھے۔ ﴿ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ ﴾ ''سو اللہ نے انھیں پکڑ لیا۔'' اور انھیں ہلاک کر دیا، ان پر تباہی و بربادی ڈال دی اور اسی طرح کا عذاب ان کافروں کو بھی ہوگا۔ ﴿ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾ ﴾ ''بلاشبہ وہ صاحب قوت، سخت سزا دینے والا ہے۔'' وہ عظیم قوت کا مالک ہے، اس کی پکڑ بہت شدید اور اس کا عذاب بہت دردناک ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

تفسیر آیات: 23-27

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ: قوم کے جھٹلانے پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو تسلی اور یہ بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی اور فتح و نصرت آپ ہی کو حاصل ہوگی جیسا کہ موسیٰ بن عمران کو حاصل ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں روشن نشانیوں اور واضح دلائل کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿ بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ ﴾ ''اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ۔'' سلطان کے معنی حجت و برہان کے ہیں۔ ﴿ اِلٰى فِرْعَوْنَ ﴾ ''فرعون کی طرف'' جو مصر میں قبطیوں کا بادشاہ تھا۔ ﴿ وَهَامٰنَ ﴾ ''اور ہامان کی طرف'' جو مملکت میں اس کا وزیر تھا۔ ﴿ وَقَارُوْنَ ﴾ ''اور قارون کی طرف'' جو اس زمانے کا سب سے بڑا مال دار شخص اور سب سے بڑا تاجر تھا۔ ﴿ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ ﴾ ''تو انھوں نے کہا: یہ تو بڑا جھوٹا جادوگر ہے۔'' یعنی انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی اور انھیں جادوگر، مجنون، پاگل اور دعوائے نبوت میں جھوٹا قرار دیا جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۚ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۚ﴿۵۳﴾ ﴾ (الذّٰریٰت 51:52,53) ''اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو بھی پیغمبر آیا تو انھوں نے کہا: یہ جادوگر یا دیوانہ ہے۔ کیا یہ لوگ ایک دوسرے کو اسی (بات) کی وصیت کرتے آئے ہیں (نہیں!) بلکہ وہ سارے سرکش لوگ ہی ہیں۔''

﴿ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا ﴾ ''پس جب وہ ان کے پاس ہماری طرف سے حق لے کر آیا۔'' یعنی ایسی برہان قاطع کے ساتھ جو اس بات کی دلیل تھی کہ واقعی اللہ عزوجل نے انھیں ان کی طرف مبعوث فرمایا ہے، ﴿ قَالُوا اقْتُلُوْۤا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَ اسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ ﴾ ''تو انھوں نے کہا: جو لوگ اس کے ساتھ (اللہ پر) ایمان لائے ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھو۔'' بنی اسرائیل کے بیٹوں کے قتل کی بابت یہ فرعون کا دوسرا حکم تھا جبکہ اس بارے میں اس کا پہلا حکم موسیٰ علیہ السلام کے وجود سے بچنے کے لیے یا بنی اسرائیل کو ذلیل اور ان کی تعداد کو کم کرنے یا ان دونوں باتوں کی وجہ سے تھا اور یہ دوسرا حکم بنی اسرائیل کی تعداد کو کم کرنے اور انھیں ذلیل و رسوا کرنے کی وجہ سے تھا، نیز اس لیے بھی تاکہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کو اپنے

لیے منحوس سمجھیں، اسی لیے توانھوں نے کہا تھا: ﴿ اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ۝ ﴾ (الأعراف 7:129) ’’تمھارے آنے سے پہلے بھی ہم اذیتیں دیے گئے اور اس کے بعد بھی کہ تو ہمارے پاس آ گیا، اس (موسیٰ) نے کہا: امید ہے کہ تمھارا پروردگار تمھارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور (اس کی جگہ) تمھیں زمین میں خلیفہ بنا دے گا، پھر وہ دیکھے گا (کہ) تم کیسے عمل کرتے ہو۔‘‘ قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک امر کے بعد دوسرا امر ہے۔①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ مَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ۝۲۵ ﴾ ’’اور کافروں کی چال بے کار ہی تھی۔‘‘ یعنی ان کی یہ تدبیر اور یہ قصد و ارادہ کہ بنی اسرائیل کی تعداد کو کم کر دیا جائے تاکہ وہ قبطیوں پر غالب نہ آ جائیں، ختم ہو کر رہ گیا اور پورا نہ ہو سکا۔ ﴿ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَ لْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ ﴾ ’’اور فرعون بولا: مجھے چھوڑو (تاکہ) میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور چاہیے کہ وہ اپنے پروردگار کو بلا لائے۔‘‘ اللہ تعالیٰ فرعون پر لعنت کرے، اس نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دے، اس نے اپنی قوم سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تاکہ میں تمھارے لیے اس کو قتل کر دوں، ﴿ وَ لْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ ﴾ ’’اور چاہیے کہ وہ اپنے پروردگار کو بلا لائے۔‘‘ کیونکہ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں، یہ انکار، سرکشی اور بغاوت کی انتہا تھی۔ ﴿ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ۝۲۶ ﴾ ’’بے شک میں ڈرتا ہوں کہ (کہیں) وہ تمھارے دین کو (نہ) بدل دے یا زمین میں فساد (نہ) پھیلا دے۔‘‘ فرعون ڈرتا تھا کہیں موسیٰ علیہ السلام لوگوں کو گمراہ نہ کر دیں اور ان کی رسوم و عادات میں تبدیلی نہ پیدا کر دیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے مثال کے طور پر کہا جاتا ہے: صَارَ فِرْعَوْنُ مُذَكِّرًا ’’فرعون واعظ بن گیا ہے‘‘ اور وہ لوگوں کے بارے میں ڈرتا ہے کہ موسیٰ انھیں گمراہ نہ کر دے۔ اکثر قراء نے اسے اس طرح پڑھا ہے: [أَنْ يُّبَدِّلَ دِينَكُمْ وَأَنْ يُّظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ] اور دیگر قراء نے اس طرح پڑھا ہے: ﴿ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ۝۲۶ ﴾ جبکہ بعض نے: [وَأَنْ يَّظْهَرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادُ] یعنی (أَنْ يَّظْهَرَ کی ’’یا‘‘ کے فتحہ اور الْفَسَادُ کی دال کے) ضمہ کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔② ﴿ وَ قَالَ مُوْسٰۤى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ۝۲۷ ﴾ ’’اور موسیٰ نے کہا: بے شک میں ہر اس متکبر سے جو حساب کے دن (قیامت) پر ایمان نہیں لاتا، اپنے اور تمھارے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں۔‘‘ موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات اس وقت فرمائی تھی جب انھیں فرعون کی یہ بات پہنچی: ﴿ ذَرُوْنِيْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰى ﴾ ’’مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں۔‘‘ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس اور اس جیسے دوسرے لوگوں کے شر سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں، ﴿ اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَ رَبِّكُمْ ﴾ ’’بے شک میں اپنے اور تمھارے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں۔‘‘ اے مخاطب لوگو! ﴿ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ ﴾ ’’ہر متکبر سے‘‘ جو حق قبول کرنے سے تکبر کرنے والا مجرم ہے، ﴿ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ۝۲۷ ﴾ ’’جو حساب کے دن (قیامت) پر ایمان نہیں لاتا۔‘‘ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی قوم سے اندیشہ ہوتا تو یہ دعا فرماتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! إِنَّا نَعُوذُبِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ وَنَدْرَأُبِكَ فِي نُحُورِهِمْ] ’’اے اللہ! ہم ان کی شرارتوں سے تیری پناہ لیتے ہیں اور ہم تجھے ان

---

① تفسیر الطبری: 71/24. ② تفسیر القرطبی: 305/15 وتفسیر الطبری: 72/24.

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤۡمِنٌ ۖۗ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ يَكۡتُمُ اِيۡمَانَهٗۤ اَتَقۡتُلُوۡنَ رَجُلًا اَنۡ يَّقُوۡلَ رَبِّىَ اللّٰهُ

اور آلِ فرعون میں سے ایک مردِ مومن، جو اپنا ایمان چھپاتا تھا، کہنے لگا: کیا تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے جبکہ

وَقَدۡ جَآءَكُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ مِنۡ رَّبِّكُمۡ ؕ وَاِنۡ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيۡهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنۡ يَّكُ صَادِقًا

یقیناً وہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے کھلی نشانیاں لے کر آیا ہے، اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا (وبال) جھوٹ اسی پر ہے، اور اگر وہ سچا ہے تو

يُّصِبۡكُمۡ بَعۡضُ الَّذِىۡ يَعِدُكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ هُوَ مُسۡرِفٌ كَذَّابٌ ㉘ يٰقَوۡمِ لَكُمُ

تمھیں اس (عذاب) کا کچھ حصہ ملے گا جس کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے، یقیناً اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھنے والا، بہت جھوٹا ہو ㉘ اے

الۡمُلۡكُ الۡيَوۡمَ ظٰهِرِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ ز فَمَنۡ يَّنۡصُرُنَا مِنۡۢ بَاۡسِ اللّٰهِ اِنۡ جَآءَنَا ؕ قَالَ

میری قوم! آج تمھاری ہی حکومت ہے، زمین میں (تم ہی) غالب ہو، پھر اللہ کے عذاب کے مقابلے میں کون ہماری مدد کرے گا اگر اس نے ہمیں آلیا؟

فِرۡعَوۡنُ مَاۤ اُرِيۡكُمۡ اِلَّا مَاۤ اَرٰى وَمَاۤ اَهۡدِيۡكُمۡ اِلَّا سَبِيۡلَ الرَّشَادِ ㉙

فرعون نے کہا: میں تمھیں وہی (راہ) دکھاتا ہوں جو میں (خود) دیکھتا ہوں، اور میں خیر و بھلائی ہی کے راستے کی طرف تمھاری رہنمائی کرتا ہوں ㉙

کے مقابلے میں سپر بناتے ہیں۔''①

تفسیر آیات: 29,28

آلِ فرعون کے ایک مومن شخص کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کی تائید: مشہور بات یہ ہے کہ یہ مومن شخص آلِ فرعون میں سے تھا، یعنی ایک قبطی تھا۔ سدی کہتے ہیں کہ یہ فرعون کے چچا کا بیٹا تھا۔② یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات پا گیا تھا۔③ ابن جریج نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آلِ فرعون میں سے فرعون کی بیوی اور اس شخص کے سوا کوئی اور ایمان نہیں لایا تھا جس نے یہ کہا تھا: ﴿يٰمُوۡسٰۤى اِنَّ الۡمَلَاَ يَاۡتَمِرُوۡنَ بِكَ لِيَقۡتُلُوۡكَ﴾ (القصص 28:20) ''اے موسیٰ! (شہر کے) رئیس بلاشبہ تمھارے خلاف مشورہ کر رہے ہیں تاکہ وہ تجھے مار ڈالیں۔'' اسے امام ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔④ یہ شخص اپنی قوم قبط سے اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا اور اس نے اپنے ایمان کو صرف اس دن ظاہر کیا جب فرعون نے کہا تھا: ﴿ذَرُوۡنِىۡۤ اَقۡتُلۡ مُوۡسٰى وَلۡيَدۡعُ رَبَّهٗ ۚ﴾ (المؤمن 40:26) ''مجھے چھوڑو کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور چاہیے کہ وہ اپنے پروردگار کو بلا لائے۔'' تو اس شخص کو اللہ تعالیٰ کے لیے غصہ آیا اور حدیث شریف سے یہ ثابت ہے: [أَفۡضَلُ الۡجِهَادِ كَلِمَةُ عَدۡلٍ

---

① الفاظ کی اس ترتیب کے ساتھ یہ حدیث نہیں ملی، البتہ ابن اثیر نے النهاية في غريب الحديث و الأثر: 109/2، مادة: درأ میں [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَدۡرَأُبِكَ فِي نُحُورِهِمۡ] کے الفاظ ذکر کیے ہیں جبکہ اس بارے میں حسب ذیل حدیث حسن درجے کی ہے: [اَللّٰهُمَّ! إِنَّا نَجۡعَلُكَ فِي نُحُورِهِمۡ، وَنَعُوذُبِكَ مِنۡ شُرُورِهِمۡ] ''اے اللہ! بے شک ہم تجھے ان کے مقابلے میں سپر (ڈھال) بناتے ہیں اور ہم ان کی شرارتوں سے تیری پناہ لیتے ہیں۔'' دیکھیے سنن أبي داود، الوتر، باب مايقول الرجل إذا خاف قوما؟ حديث: 1537 و السنن الكبرى للنسائي، السير، باب الدعاء إذا خاف قوما: 188/5، حديث: 8631 و مسند أحمد: 415,414/4 و صحيح ابن حبان، السير، ذكر مايستعين المرء به ربه جل وعلا على قتال أعداء اللّٰه الكفرة......: 83,82/11، حديث: 4765.

② تفسير الطبرى: 73/24. ③ تفسير الطبرى: 73/24. ④ تفسير ابن أبي حاتم: 3266/10 و تفسير القرطبي: 306/15.

عِندَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ] ''افضل جہاد جابر بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔'' ① اور فرعون کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی: ﴿ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ ﴾ ''کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے؟'' البتہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے یہ بتائیں کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ سخت معاملہ کیا کیا تھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے صحن میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ عقبہ بن ابو مُعَیط آ گیا، اس نے رسول اللہ ﷺ کو کندھے سے پکڑ لیا، کپڑا آپ کی گردن میں ڈال دیا اور بہت شدت کے ساتھ آپ کے گلے کو دبایا، پس اسی وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے، انھوں نے اسے کندھے سے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ سے دور ہٹا دیا اور قرآن مجید کی یہی آیت کریمہ پڑھی: ﴿ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ ﴾ ''کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے جبکہ یقیناً وہ تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے نشانیاں بھی لے کر آیا ہے۔'' اسے صرف امام بخاری نے بیان کیا ہے۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ ﴾ ''جبکہ یقیناً وہ تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے نشانیاں بھی لے کر آیا ہے۔'' یعنی تم ایک ایسے شخص کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور پھر تمھارے پاس وہ جو حق لے کر آیا ہے، اس کے حق وصدق پر اس نے برہان بھی قائم کر دی ہے! پھر اس نے ان سے گفتگو میں ذرا نرم انداز اختیار کرتے ہوئے کہا: ﴿ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ ﴾ ''اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہے تو تمھیں اس (عذاب) کا کچھ حصہ ضرور پہنچے گا جس کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے۔'' یعنی تمھارے پاس وہ جس پیغام کو لے کر آیا ہے اگر اس کا صحیح ہونا ظاہر نہ ہو تو عقل اور پختہ ومضبوط رائے کا تقاضا یہ ہے کہ تم اسے چھوڑ دو اور اسے ایذا نہ دو کیونکہ اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود اسے دنیا وآخرت میں اس کے جھوٹ کی سزا دے گا اور اگر وہ سچا ہوگا تو کوئی عذاب جس کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے تم پر آ واقع ہوگا کیونکہ وہ تم سے یہ بھی کہتا ہے کہ اگر تم نے اس کی مخالفت کی تو دنیا وآخرت میں عذاب کی لپیٹ میں آ جاؤ گے، لہٰذا تمھارے نزدیک وہ سچا بھی ہو سکتا ہے، اس لیے تمھیں چاہیے کہ اس کی مخالفت نہ کرو بلکہ اسے اور اس کی قوم کو چھوڑ دو کہ وہ اپنی قوم کو اپنے دین کی دعوت دیتا رہے اور اس کی قوم کے لوگ اس کی اتباع کرتے رہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی یہ بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے فرعون اور اس کی قوم سے مطالبہ کیا کہ وہ اسے چھوڑ دیں۔ ﴿ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ

---

① سنن أبي داود، الملاحم، باب الأمر والنهي، حديث:4344 و جامع الترمذي، الفتن، باب ماجاء أفضل الجهاد ......، حديث:2174 و سنن النسائي، البيعة، باب فضل من تكلّم بالحق......، حديث:4214 و سنن ابن ماجه، الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، حديث:4011، امام نسائی کے علاوہ باقی تینوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جبکہ امام نسائی نے طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ② صحيح البخاري، التفسير، سورة المؤمن، حديث :4815 .

كَرِيْمٌ ۙ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۙ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۚ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ۫ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴾ (الدخان 44:17-21) ”اور البتہ تحقیق ان سے پہلے ہم نے قوم فرعون کی آزمائش کی اور ان کے پاس ایک عالی قدر پیغمبر آئے (جنھوں نے یہ کہا) کہ اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کردو، بلاشبہ میں تمھارے لیے امانت دار پیغمبر ہوں اور یہ کہ اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، بے شک میں تمھارے پاس کھلی دلیل لایا ہوں اور بے شک میں اس (بات) سے کہ تم مجھے سنگسار کرو، اپنے اور تمھارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو تم مجھ سے الگ ہو جاؤ۔“ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی قریش سے فرمایا تھا کہ وہ آپ کو چھوڑ دیں کہ آپ بندگان الٰہی کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیں، برا سلوک نہ کریں اور ایذا رسانی کو ترک کر کے میرے اور اپنے درمیان قرابت داری کی وجہ سے صلہ رحمی کا معاملہ کریں۔ ① ﴿ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ﴾ (الشوریٰ 42:23) ”کہہ دیجیے: میں اس کا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا مگر قرابت داری کی محبت (ضرور چاہتا ہوں۔)“ یعنی میرے اور تمھارے درمیان جو قرابت ہے اس کی وجہ سے مجھے ایذا نہ دو بلکہ مجھے اور لوگوں کو چھوڑ دو، حدیبیہ کے دن صلح بھی اسی بنیاد پر ہوئی تھی اور اسے فتح مبین قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿28﴾ ﴾ ”بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزرنے والا بہت جھوٹا ہے۔“ یعنی اگر یہ شخص جھوٹا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے رسول بنا کر معبوث فرمایا ہے جیسا کہ تم اسے جھوٹا سمجھتے ہو تو اس کا معاملہ بالکل واضح ہوتا جو اس کے اقوال و افعال کی وجہ سے ہر ایک کے سامنے ظاہر ہو جاتا، نیز اس کا معاملہ حد درجہ اختلاف و اضطراب کا شکار ہوتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا معاملہ تو بالکل سیدھا اور اس کا طریقہ مستقیم ہے، اگر یہ حد سے تجاوز کر جانے والا اور جھوٹے لوگوں میں سے ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے اس رشد و ہدایت سے سرفراز نہ فرماتا جس کی جھلک تمھیں اس کی ایک ایک ادا سے نظر آ رہی ہے، پھر اس مرد مومن نے اپنی قوم کو ڈراتے ہوئے کہا کہ اگر تم اپنی اس روش سے باز نہیں آؤ گے تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تم سے چھن جائیں گی اور عذاب الٰہی میں مبتلا ہو جاؤ گے، ﴿ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ﴾ ”اے میری قوم! آج تمھاری ہی بادشاہت ہے (اور تم ہی) زمین میں غالب ہو۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں بادشاہت، قوت و اقتدار کے ساتھ زمین میں غلبہ اور عظیم جاہ و منصب کی نعمتوں سے نوازا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر اس کا شکر بجا لاؤ، اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کرو اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو، ﴿ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ﴾ ”پھر اگر ہم پر اللہ کا عذاب آ گیا تو اس کے مقابلے میں ہماری مدد کون کرے گا؟“ یہ فوجیں اور یہ لشکر تمھارے کچھ کام نہ آ سکیں گے اور اگر اللہ ہمیں عذاب دینا چاہے تو یہ ہم سے عذاب الٰہی کو ٹال نہیں سکیں گے۔ یہ اس مرد مومن، نیکوکار اور بھلے شخص نے کہا جو فرعون کی نسبت

---

① ماخوذ از صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ﴾ (الشوریٰ 42:23)، حدیث: 4818 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مختصرًا.

وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ۙ㉚ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ

اور جو شخص ایمان لایا تھا اس نے کہا: اے میری قوم! بلاشبہ مجھے تمھاری نسبت (دوسرے) گروہوں (سابقہ امتوں) کے دن کے مانند (عذاب) کا ڈر ہے㉚ قوم

وَّثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ㉛ وَیٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ

نوح اور عاد اور ثمود اور ان لوگوں کے حال کے مانند جو ان کے بعد ہوئے، اور اللہ (اپنے) بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا㉛ اور اے میری قوم! بے شک

یَوْمَ التَّنَادِ ۙ㉜ یَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِیْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

مجھے تم پر باہمی پکار کے دن (قیامت) کا ڈر ہے㉜ جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے، تو کوئی تمھیں اللہ (کے عذاب) سے بچانے والا نہ ہوگا۔ اور جسے اللہ

مِنْ هَادٍ ㉝ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ

گمراہ کر دے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں㉝ اور بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے یوسف بھی تمھارے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا تھا، پھر تم ہمیشہ اس کے

حَتّٰٓی اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ

متعلق شک میں رہے جو وہ تمھارے پاس لایا، حتی کہ جب وہ فوت ہوگیا، تو تم نے کہا: اس کے بعد اللہ ہرگز کوئی رسول نہیں بھیجے گا، اللہ اس شخص کو اسی

هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۚۖ㉞ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا

طرح گمراہ کرتا ہے جو حد سے بڑھنے والا، شک کرنے والا ہو㉞ جو لوگ اللہ کی آیات میں کسی دلیل کے بغیر جھگڑتے ہیں جو ان کے پاس آئی ہو، (یہ رویہ)

عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ㉟

اللہ کے نزدیک اور ان لوگوں کے نزدیک جو ایمان لائے بڑی ناراضی و بیزاری کا باعث ہے، اللہ ہر متکبر، سرکش کے دل پر اسی طرح مہر لگا دیتا ہے㉟

بادشاہت کا کہیں زیادہ حق دار تھا۔ فرعون اس کی تردید کرتے ہوئے اپنی قوم سے کہنے لگا: ﴿مَآ اُرِیْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰی﴾ ’’میں تمھیں وہی دکھاتا ہوں جو میں دیکھتا ہوں۔‘‘ یعنی میں تم سے بھی وہی بات کہتا ہوں جسے میں اپنے لیے دیکھتا ہوں، فرعون یہ بات جھوٹ کہہ رہا تھا کیونکہ اس کے نزدیک یہ بات ثابت تھی کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے نبوت و رسالت کے دعوے میں سچے ہیں جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 102:17) ’’انھوں نے کہا: بلاشبہ یقیناً تو یہ جانتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کے پروردگار کے سوا انھیں کسی نے نازل نہیں کیا اس حال میں کہ روشن دلائل ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ﴾ (النمل 14:27) ’’اور انھوں نے بے انصافی اور غرور کی وجہ سے ان کا انکار کیا، حالانکہ ان کے دل انھیں اچھی طرح مان چکے تھے۔‘‘ فرعون نے یہ بات: ﴿مَآ اُرِیْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰی﴾ ’’میں تمھیں وہی دکھاتا ہوں جو میں دیکھتا ہوں۔‘‘ ازراہ کذب و افترا کہی اور اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اپنی رعیت کی خیانت کی اور ان کی ہمدردی و خیر خواہی نہ کی، اسی طرح اس نے یہ بھی غلط کہا: ﴿وَمَآ اَهْدِیْكُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ ㉙﴾ ’’اور میں تو بھلائی ہی کے راستے کی طرف تمھاری رہنمائی کرتا ہوں۔‘‘ یعنی میں تمھیں حق، سچ اور خیر و بھلائی کے رستے کی دعوت دیتا ہوں، گو اس کی قوم نے اس کی اطاعت اور اتباع کی مگر وہ اپنی قوم سے جھوٹ بول رہا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِیْدٍ ○﴾ (ھود 11: 97) ’’تو انھوں نے

فرعون ہی کے حکم کی پیروی کی اور فرعون کا حکم کوئی بھلائی والا نہیں تھا۔'' اور اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ۝ ﴾ (طٰهٰ 79:20) ''اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا اور سیدھے رستے پر نہ ڈالا۔'' اور حدیث میں ہے کہ جو امام فوت ہو جس دن بھی فوت ہو اس حال میں کہ وہ اپنی رعایا سے دھوکا کرنے والا ہو تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا، حالانکہ اس کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے بھی آ رہی ہو گی۔ ① وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ.

تفسیر آیات:30-35

آلِ فرعون میں سے ایمان لانے کے بعد قوم کا درد رکھنے والا شخص: اللہ عزوجل نے آلِ فرعون کے اس صالح اور مومن مرد کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو دنیا و آخرت میں عذابِ الٰہی سے ڈرایا اور فرمایا: ﴿ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ㉚ ﴾ ''اے میری قوم! بلاشبہ میں تم پر گروہوں کے دن کی طرح سے ڈرتا ہوں۔'' یعنی ان امتوں کے دن کی طرح سے جنھوں نے ماضی میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی تکذیب کی، مثلاً: قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور ان کے بعد انبیائے کرام کی تکذیب کرنے والی امتیں کہ ان پر جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو کوئی اسے ٹال نہ سکا۔ ﴿ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ㉛ ﴾ ''اور اللہ تو بندوں پر ظلم کرنا ہی نہیں چاہتا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے گناہوں، اللہ کے پیغمبروں کی تکذیب اور اس کے حکم کی مخالفت کی پاداش میں ہلاک کر دیا اور ان کے بارے میں اپنی تقدیر کو نافذ فرما دیا تھا، پھر اس مردِ مومن نے کہا: ﴿ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ㉜ ﴾ ''اور اے میری قوم! بلاشبہ میں تم پر ایک دوسرے کو پکارنے کے دن سے ڈرتا ہوں۔'' یعنی قیامت کے دن سے ﴿ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ﴾ ''جس دن تم پیٹھ پھیر کر (قیامت کے میدان سے) بھاگو گے۔'' یعنی بھاگ جانے کی کوشش کرو گے۔ ﴿ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ ۝ ﴾ (القیٰمۃ 12,11:75) ''ہرگز نہیں، (وہاں) کوئی پناہ گاہ نہیں ہے، اس روز آپ کے پروردگار ہی کی طرف ٹھکانا ہو گا۔'' اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ﴾ ''تمھارے لیے کوئی اللہ (کے عذاب) سے بچانے والا نہ ہو گا۔'' یعنی اس دن ایسا کوئی نہیں ہو گا جو تمھیں اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب سے بچا سکے۔ ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ㉝ ﴾ ''اور جس شخص کو اللہ گمراہ کرے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔'' جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے، اسے اس کے سوا اور کوئی ہدایت عطا نہیں کر سکتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ ''اور البتہ تحقیق اس سے پہلے یوسف بھی تمھارے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے تھے۔'' یعنی اہل مصر کے پاس اور اللہ تعالیٰ نے انھیں موسیٰ علیہ السلام سے پہلے رسول بنا کر مبعوث فرمایا تھا، یوسف سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو عزیز اہل مصر تھے، اللہ تعالیٰ کے رسول تھے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی امت کو عدل و انصاف کی دعوت دینے کے لیے مبعوث فرمایا تھا، قوم نے ان کی اطاعت تو کی مگر محض ان کی وزارت اور دنیوی جاہ و منصب کی وجہ سے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ۭ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ ﴾ ''پھر تم ہمیشہ اس سے شک میں رہے جو وہ تمھارے پاس لایا، یہاں تک کہ جب وہ فوت

---

① صحیح البخاری، الأحکام، باب من استرعی رعیة فلم ینصح، حدیث:7152,7151 عن معقل رضی اللہ عنہ بالفاظ دیگر۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ㊱ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ

اور فرعون نے کہا: اے ہامان! تو میرے لیے ایک بلند عمارت بنا تاکہ میں راستوں تک پہنچوں ㊱ (یعنی) آسمانوں کے راستوں تک، پھر میں موسیٰ کے

اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ

معبود کی طرف جھانکوں، اور بے شک میں تو اسے جھوٹا خیال کرتا ہوں، اور اسی طرح فرعون کے لیے اس کا برا عمل پرکشش بنا دیا گیا، اور اسے (سیدھے)

وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ㊲ ع 4 10 9

راستے سے روک دیا گیا، اور فرعون کی چال تو بس تباہ و برباد ہو کر رہی ㊲

ہو گیا تو تم نے کہا: اللہ اس کے بعد کبھی کوئی پیغمبر نہیں بھیجے گا'' یعنی تم نے ناامید ہو کر اور کفر و تکذیب کی وجہ سے یہ کہا کہ اب اللہ تعالیٰ کبھی کوئی اور پیغمبر نہیں بھیجے گا۔ ﴿ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ㉞ ﴾ ''اسی طرح اللہ اس شخص کو گمراہ کر دیتا ہے جو حد سے نکل جانے والا، شک کرنے والا ہو۔'' یعنی تمہارے حال ہی کے مانند اس شخص کا حال ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ افعال میں حد سے نکل جانے اور دل کی تشکیک کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے گمراہ کر دے، پھر فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ ﴾ '' جو لوگ بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل آئی ہو، اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں'' یعنی حق کو باطل کے ساتھ دور کرتے ہیں اور دلائل کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ کسی دلیل و حجت کے بغیر جھگڑتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات سے شدید ناراض ہوتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ ﴾ ''اللہ کے نزدیک اور ان لوگوں کے نزدیک جو ایمان لائے (جھگڑا) بڑی ناراضی کا باعث ہے۔'' یعنی جس کا یہ حال ہو مومن بھی اسے ناپسند کرتے ہیں۔ ایسی کیفیت والے کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے اور اس کے بعد وہ نیکی کو نیکی اور برائی کو برائی نہیں سمجھتا، اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ㉟ ﴾ ''اسی طرح اللہ ہر متکبر سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔'' یعنی ان لوگوں کے دلوں پر جو اتباع حق سے تکبر کریں اور سرکشی اختیار کریں، ابوعمران جونی اور قتادہ فرماتے ہیں کہ سرکشوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ ناحق قتل کرتے ہیں۔ ① وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات :37,36

فرعون کا ربِ کائنات سے استہزا: اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بغاوت و سرکشی اور اس کے نبی موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب و افترا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے اپنے وزیر ہامان کو یہ حکم دیا کہ وہ ایک بہت بلند و بالا محل بنائے اور اسے پختہ اینٹوں سے تعمیر کرے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا ﴾ (القصص 28 :38) ''تو اے ہامان! میرے لیے مٹی کو آگ لگا (کر اینٹیں پکا دے)، پھر میرے لیے ایک اونچا محل بنا دے۔'' اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ⑱ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ ﴾ '' تاکہ میں (اس پر چڑھ کر) رستوں پر پہنچ جاؤں (یعنی) آسمانوں کے رستوں پر۔'' ﴿ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ ﴾ سے مراد قتادہ اور سدی کے نزدیک دروازے ہیں جبکہ ابوصالح کہتے ہیں کہ اس سے مراد آسمانوں کے

---

① الدر المنثور: 234/5 و تفسير ابن أبي حاتم: 2959/9.

وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ۚ ㊳ یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا

اور جو شخص ایمان لایا تھا، اس نے کہا: اے میری قوم! تم میری پیروی کرو میں تمھیں بھلائی کا راستہ بتاؤں گا㊳ اے میری قوم! یہ دنیاوی

مَتَاعٌ ز وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ㊴ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ

زندگی تو بس (تھوڑا سا) فائدہ اٹھانا ہے، اور بے شک آخرت ہی (ہمیشہ) رہنے کا گھر ہے㊴ جس نے کوئی برائی کی تو اسے بس اس کے برابر

عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا

ہی بدلہ دیا جائے گا، اور جس نے کوئی نیک کام کیا (وہ) مرد ہو یا عورت، جبکہ وہ مومن ہو، تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے، وہاں انھیں

بِغَیْرِ حِسَابٍ ㊵

بے حساب رزق دیا جائے گا㊵

راستے ہیں۔ ① ﴿فَاَطَّلِعَ اِلٰٓی اِلٰهِ مُوْسٰی وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ﴾ ''پھر موسیٰ کے الٰہ کی طرف جھانک کر دیکھ لوں اور میں تو یقیناً اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔'' یہ اس کا کفر اور اس کی سرکشی تھی کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ ﴿وَكَذٰلِكَ زُیِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِیْلِ ؕ﴾ ''اور اسی طرح فرعون کے لیے اس کے اعمالِ بد مزین کر دیے گئے اور وہ (سیدھے) رستے سے روک دیا گیا۔'' یعنی اپنے اس کرتوت کی وجہ سے اس نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنی رعیت کو اس وہم میں مبتلا کر دے کہ وہ کوئی ایسا کام کر رہا ہے جس کی وجہ سے اس کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب ممکن ہو جائے گی، اس لیے فرمایا: ﴿وَمَا كَیْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِیْ تَبَابٍ ㊲﴾ ''اور فرعون کی تدبیر تو تباہی میں تھی۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد فرماتے ہیں کہ خسارے میں تھی۔ ②

تفسیر آیات :38-40

مومن آلِ فرعون کے خطاب کی چند اور باتیں: اس مرد مومن نے اپنی اس قوم سے کہا جس نے بغاوت اور سرکشی کو اختیار کیا، دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اور رب جبار اعلیٰ کو بھول گئی: ﴿یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ㊳﴾ ''اے میری قوم! میری اتباع کرو میں تمھیں بھلائی کا رستہ بتلاؤں گا۔'' یہ بات فرعون کی اس بات کی طرح نہیں جو اس نے جھوٹ بولتے ہوئے کہی ہے: ﴿وَمَآ اَهْدِیْكُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ ○﴾ (المؤمن 29:40) ''اور میں تمھیں بھلائی کی راہ ہی بتاتا ہوں۔'' پھر اس مرد مومن نے انھیں اس دنیا سے بے رغبت ہوتے ہوئے کہا جسے انھوں نے آخرت پر ترجیح دے رکھی تھی اور اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق سے روک رکھا تھا: ﴿یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ ز﴾ ''اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو بس (تھوڑا سا) فائدہ ہے۔'' یہ قلیل، زوال پذیر اور فانی ہے، یہ عنقریب ختم ہو کر رہ جائے گی۔ ﴿وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ㊴﴾ ''اور بلاشبہ آخرت ہی ٹھہرنے کا گھر ہے۔'' یعنی یہ ایسا گھر ہے جسے کبھی زوال نہیں ہے جس سے کبھی نقل مکانی نہیں ہو گی جسے چھوڑ کر کہیں اور نہیں جانا ہو گا بلکہ آخرت میں تو یا جنت ہے یا جہنم، اسی لیے اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿مَنْ

---

① تفسیر القرطبی :314/15 و تفسیر الطبری : 82/24. ② تفسیر الطبری : 84/24 .

النصف

وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ؕ ㊶ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ

اور اے میری قوم! مجھے کیا ہے کہ میں تو تمھیں نجات کی طرف بلاتا ہوں، اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو ㊶ تم مجھے بلاتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر

وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ز وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ㊷ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ

کروں، اور اس کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤں جس کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں، اور میں تمھیں نہایت غالب، خوب بخشنے والے کی طرف بلاتا

اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ

ہوں ㊷ یقینی بات ہے کہ تم مجھے جس کی طرف بلاتے ہو، وہ نہ تو دنیا میں پکارے جانے کے قابل ہے اور نہ آخرت میں، اور بلاشبہ ہماری واپسی اللہ ہی

هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ㊸ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کی طرف ہے، اور بلاشبہ حد سے بڑھنے والے ہی دوزخی ہیں ㊸ لہٰذا تم عنقریب (ان باتوں کو) یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں، اور میں اپنا معاملہ

بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ㊹ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ج ㊺

اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بلاشبہ اللہ بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے ㊹ پھر انھوں نے جو مکر و فریب کیا تھا، اللہ نے اس کی برائیوں سے اس (ایمان دار) کو بچا لیا

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ج وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ قف اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ

اور آل فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا ㊺ (وہ دوزخ کی) آگ ہے جس پر انھیں صبح و شام پیش کیا جاتا ہے، اور جس دن قیامت قائم ہوگی (کہا جائے گا:)

اَشَدَّ الْعَذَابِ ㊻

آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو ㊻

عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ج ﴾ ''جس نے کوئی برائی کی تو اس کے مثل ہی وہ بدلہ دیا جائے گا۔'' یعنی ایک برے کام کی وجہ سے اس کی طرح ایک ہی گناہ ہوگا۔ ﴿ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ㊵ ﴾ ''اور جس نے کوئی نیک کام کیا، مرد ہو یا عورت جبکہ وہ صاحب ایمان بھی ہو تو یہی لوگ بہشت میں داخل ہوں گے، وہ وہاں بے شمار رزق دیے جائیں گے۔'' یعنی جزا محدود نہ ہوگی بلکہ اللہ عز و جل بے پایاں اجر و ثواب عطا فرمائے گا جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ.

تفسیر آیات: 41-46

خطاب کا اختتام اور فریقین کا انجام: مرد مومن نے ان سے کہا کہ مجھے کیا ہے کہ میں تو تمھیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی جائے اور اس کے اس رسول ﷺ کی تصدیق کی جائے جسے اس نے مبعوث فرمایا ہے: ﴿ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ؕ ㊶ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ز ﴾ ''اور تم مجھے (دوزخ کی) آگ کی طرف بلاتے ہو، تم مجھے اس لیے بلاتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اس (چیز) کو اس کا شریک مقرر کروں جس کا مجھے کچھ بھی علم نہیں۔'' یعنی میں یہ کام کسی دلیل کے بغیر محض جہالت کی بنیاد پر کروں۔ ﴿ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ㊷ ﴾ ''اور میں تمھیں نہایت غالب، خوب بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔'' یعنی وہ اپنے غلبہ و کبریائی کے ساتھ توبہ کرنے والے

کے گناہ کو معاف فرما دیتا ہے، ﴿لَاجَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ﴾ ''(اس میں) کوئی شک نہیں کہ یقیناً جس چیز کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔'' سدی اور ابن جریر فرماتے ہیں کہ ﴿لَاجَرَمَ﴾ کے معنی ہیں: سچ تو یہ ہے۔ ① ضحاک فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں: جھوٹ نہیں۔ ② اور علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں: کیوں نہیں، ③ جن بتوں اور شریکوں کی تم مجھے دعوت دیتے ہو، ﴿لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَةِ﴾ ''اس کے لیے نہ دنیا اور نہ آخرت میں پکار (قبول کرنے کا مقدور) ہے۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بت کے اختیار میں کچھ نہیں۔ ④ قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بت نفع ونقصان کا کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ ⑤ سدی کہتے ہیں کہ وہ دنیا وآخرت میں اپنے پکارنے والے کو کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ ⑥ یہ ایسے ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ ○﴾ (الأحقاف 6,5:46) ''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا ایسے کو پکارے جو روزِ قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے؟ جبکہ وہ ان کی پکار ہی سے غافل ہیں، اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کرنے والے ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ﴾ (فاطر 14:35) ''اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہ سنیں گے اور اگر سن بھی لیں تو تمھیں جواب نہیں دیں گے۔''

﴿وَاَنَّ مَرَدَّنَاۤ اِلَی اللّٰهِ﴾ ''اور بے شک ہمیں اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے'' یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے جہاں وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ㊸﴾ ''اور بلاشبہ حد سے نکل جانے والے ہی دوزخی ہیں۔'' جہاں وہ حد سے نکل جانے کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ حد سے نکلنے سے مراد ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ ﴿فَسَتَذْكُرُوْنَ مَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ﴾ ''تو جو (بات) میں تم سے کہتا ہوں تم اسے عنقریب (آگے چل کر) یاد کیا کرو گے'' یعنی میں نے تمھیں جس بات کا حکم دیا جس سے منع کیا جو نصیحت کی اور جو وضاحت کی، اس کی سچائی تم عنقریب معلوم کر لو گے اور پھر تم اسے یاد کر کے ندامت کا اظہار کرو گے مگر اس وقت اظہار ندامت تمھارے کچھ کام نہ آئے گا۔

﴿وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ﴾ ''اور میں اپنا معاملہ اللہ کو سونپتا ہوں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر توکل کرتا ہوں، اسی سے مدد مانگتا ہوں اور تم سے قطع تعلق کر کے دوری اختیار کرتا ہوں، ﴿اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ㊹﴾ ''بے شک اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے'' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے، جو ہدایت کا مستحق ہو اسے وہ ہدایت عطا فرما دیتا ہے

---

① تفسیر الطبری: 87,86/24. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2280/7 والدر المنثور: 213/4. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2280/7 والدر المنثور: 213/4. ④ تفسیر الطبری: 86/24. ⑤ تفسیر الطبری: 87/24. ⑥ تفسیر الطبری: 87/24.

اور جو گمراہی کا مستحق ہو تو اسے وہ گمراہ کر دیتا ہے، اسی کے لیے حجت بالغہ اور حکمت تامہ ہے اور اس کی بنائی ہوئی تقدیر نافذ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا﴾ ”پس اللہ نے اسے ان لوگوں کی تدبیروں کی برائیوں سے محفوظ رکھا۔“ یعنی دنیا و آخرت میں، دنیا میں تو اللہ تعالیٰ نے اسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات عطا فرمائی اور آخرت میں اسے جنت میں داخل فرما دیا۔

عذاب قبر کا ثبوت: ﴿وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۟ۚ﴾ ”اور آل فرعون کو برے عذاب نے آ گھیرا۔“ اور وہ تھا پہلے دریا میں غرق کرنا اور پھر وہاں سے جہنم میں منتقل کر دینا، ان کی روحوں کو قیامت برپا ہونے تک صبح و شام آگ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور جب قیامت کا دن ہو گا تو ان کے جسموں اور روحوں کو یکجا کر کے جہنم رسید کیا جائے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝﴾ ”اور جس روز قیامت قائم ہو گی (حکم ہو گا کہ) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔“ یعنی جو زیادہ درد اور تکلیف والا ہو گا۔ یہ آیت کریمہ اہل سنت کے اس استدلال کی بہت بڑی دلیل ہے کہ قبروں کے اندر برزخی زندگی میں عذاب ہو گا: ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ﴾ ”(وہ) آگ ہے، وہ (سب) صبح و شام اس پر پیش کیے جاتے ہیں۔“

لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آیت مکی ہے اور اس سے برزخ میں عذاب قبر پر استدلال کیا گیا ہے جبکہ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی عورت ان کی خدمت کیا کرتی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب بھی اس سے کوئی نیکی کرتیں تو یہودن ان سے کہتی: اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) کیا قیامت کے دن سے پہلے قبر میں بھی عذاب ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا، وَعَمَّ ذَاكَ؟] ”نہیں، یہ کون کہتا ہے؟“ انھوں نے جواب دیا کہ اس یہودن سے میں جب بھی کوئی نیکی کرتی ہوں تو یہ کہتی ہے: اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كَذَبَتْ يَهُودُ وَهُمْ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ أُكْذَبُ، لَا عَذَابَ دُونَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ”یہودی جھوٹ کہتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کچھ زیادہ ہی جھوٹ بولتے ہیں، قیامت کے دن کے علاوہ اور کوئی عذاب نہیں ہے۔“

پھر کچھ عرصے کے بعد ایک دن رسول اللہ ﷺ نصف النہار کے بعد تشریف لائے، آپ اپنے کپڑے کو لپیٹے ہوئے تھے، آپ کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور آپ بلند آواز سے فرما رہے تھے: [أَيُّهَا النَّاسُ! أَظَلَّتْكُمُ الْفِتَنُ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، أَيُّهَا النَّاسُ! لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَّضَحِكْتُمْ قَلِيلًا، أَيُّهَا النَّاسُ! اِسْتَعِيذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَإِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ] ”اے لوگو! فتنے تمھیں اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح ڈھانپ لیں گے، لوگو! اگر تم بھی جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم زیادہ روؤ اور کم ہنسو، بنی نوع انسان! عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو، بے شک عذاب قبر حق ہے۔“① اس حدیث کی سند صحیح اور بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے لیکن انھوں نے اسے روایت نہیں کیا۔ سوال یہ ہے

---

① مسند أحمد :81/6.

کہ اس میں تطبیق کس طرح ہوگی کہ یہ آیت تو مکی ہے اور اس میں عذاب برزخ کی دلیل موجود ہے۔

جواب یہ ہے کہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ برزخ میں روحوں کو صبح وشام آگ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قبروں میں اس پیش کیے جانے کی وجہ سے جسموں کو بھی تکلیف ہوتی ہے کیونکہ اس میں بطور خاص صرف روحوں کے پیش کیے جانے کا ذکر ہے، جہاں تک برزخ میں جسموں کے مبتلائے الم ودرد ہونے کا تعلق ہے تو یہ ان صحیح احادیث سے ثابت ہے جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اس آیت میں برزخ میں کفار کے عذاب کا ذکر ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مومن کو بھی اپنے گناہ کی وجہ سے قبر میں عذاب ہوتا ہے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو ان کے پاس ایک یہودن بیٹھی ہوئی تھی اور وہ کہہ رہی تھی: کیا تجھے معلوم ہے کہ تم قبروں میں فتنے میں مبتلا کیے جاؤ گے۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر کانپ اٹھے اور آپ نے فرمایا: [إِنَّمَا تُفْتَنُ يَهُودُ] ”صرف یہودی (قبروں میں) آزمائے جائیں گے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ چند راتیں گزری تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَشَعَرْتِ أَنَّهُ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ؟] ”کیا تجھے معلوم ہے، یہ بات مجھے وحی کی گئی کہ یقیناً تم قبروں میں فتنے میں مبتلا کیے جاؤ گے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ عذاب قبر سے پناہ طلب کیا کرتے تھے۔① امام مسلم نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔②

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ برزخ میں روحوں کو عذاب ہوتا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قبر میں جسموں کو بھی عذاب ہوتا ہے۔ جب خاص طور پر اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی طرف وحی نازل فرمادی تو آپ نے عذاب قبر سے پناہ مانگنا شروع کردی۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ۔ عذاب قبر کے بارے میں بہت سی احادیث موجود ہیں۔

امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾ کے معنی صبح وشام کے ہیں۔ جب تک دنیا باقی رہے گی ان سے کہا جائے گا کہ اے فرعونیو! یہ ہیں تمھارے گھر، یہ ان سے از راہ سرزنش وسزا وتذلیل کہا جائے گا۔③ اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ آج وہ قبروں میں ہیں اور انھیں قیامت تک صبح وشام آگ کی طرف لے جایا جائے گا۔

اور امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ، عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَيُقَالُ: هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ”بے شک تم میں سے کوئی ایک جب فوت ہوجاتا ہے تو صبح وشام اس کا ٹھکانا اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، اگر اہل جنت میں سے ہو تو اہل جنت کا ٹھکانا اسے

---

① مسند أحمد :6/248. ② صحيح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر.....، حديث :584 . ③ تفسير الطبری :24/90 .

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ

اور جب وہ جہنم میں باہم جھگڑیں گے، تو جن لوگوں نے تکبر کیا تھا، ان سے کمزور لوگ کہیں گے: بلاشبہ ہم تو (دنیا میں) تمھارے تابع تھے، پھر کیا تم ہم

اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ㊼ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ

سے آگ کا کچھ حصہ ہٹاؤ گے؟㊼ جن لوگوں نے تکبر کیا تھا وہ کہیں گے: بے شک ہم سب ہی اس (آگ) میں ہیں، بلاشبہ اللہ نے تو بندوں کے درمیان

قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ㊽ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا

فیصلہ کر دیا ہے㊽ اور وہ (سب) لوگ، جو آگ میں ہوں گے، جہنم کے دربانوں سے کہیں گے: تم اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ایک دن تو ہم سے کچھ

مِّنَ الْعَذَابِ ㊾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ

عذاب ہلکا کر دے㊾ وہ کہیں گے: کیا تمھارے رسول تمھارے پاس کھلی نشانیاں لے کر نہیں آتے تھے؟ وہ (جواب میں) کہیں گے: کیوں نہیں!

5 ع 13 10 وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ㊿ ع

وہ (دربان) کہیں گے: پھر تم (خود ہی) دعا کرلو، اور کافروں کی دعا تو بے کار ہی جائے گی㊿

دکھایا جاتا ہے اور اگر وہ اہل جہنم میں سے ہو تو اہل جہنم کا ٹھکانا اسے دکھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا ٹھکانا حتی کہ اللہ عزوجل تجھے قیامت کے دن اس ٹھکانے پر پہنچا دے گا۔''① اسے امام بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔②

تفسیر آیات: 47 - 50

اہل دوزخ کا باہمی جھگڑا: اللہ تعالیٰ نے اہل دوزخ کے آپس میں لڑنے جھگڑنے کا ذکر فرمایا ہے اور فرعون اور اس کی قوم بھی انھی میں سے ہے۔ متکبرین کے پیروکار کمزور لوگ اپنے رئیسوں، سرداروں اور سربراہوں سے کہیں گے: ﴿ اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا ﴾ ''یقیناً ہم تو تمھارے تابع تھے۔'' یعنی دنیا میں تم نے ہمیں جس کفر و ضلالت کی دعوت دی ہم نے اس میں تمھاری اطاعت کی۔ ﴿ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ㊼ ﴾ ''تو کیا تم آگ (کے عذاب) کا کچھ حصہ ہم سے ہٹا سکتے ہو؟'' یعنی کیا ہمارے عذاب کا کوئی حصہ تم اٹھا سکتے ہو؟ ﴿ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ ﴾ ''جو غرور کرتے تھے وہ لوگ کہیں گے: بے شک ہم سب ہی اس میں ہیں۔'' یعنی ہم تمھارے عذاب کا کوئی حصہ نہیں اٹھائیں گے، ہمارے لیے وہی سزا اور عذاب کافی ہے جس میں ہم مبتلا ہیں، ﴿ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ㊽ ﴾ ''بے شک اللہ نے تو بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے۔'' یعنی ہم میں سے ہر ایک جس عذاب کا مستحق ہے وہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے مابین تقسیم فرما دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ○ ﴾ (الأعراف 38:7) ''(اللہ) فرمائے گا: (تم میں سے) ہر ایک کے لیے دگنا (عذاب) ہے مگر تم نہیں جانتے۔''

﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ㊾ ﴾ ''اور جو لوگ آگ میں (جل رہے)

---

① مسند أحمد :113/2. ② صحيح البخاري، الجنائز، باب الميت يعرض عليه مقعده بالغداة والعشي، حديث : 1379 وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه......، حديث:2866.

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (51) يَوْمَ لَا يَنْفَعُ

بلاشبہ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد دنیاوی زندگی میں بھی ضرور کرتے ہیں اور اس دن بھی (کریں گے) جب گواہ کھڑے ہوں گے (51) اس دن

الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (52) وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى

ظالموں کو ان کی معذرت کوئی نفع نہیں دے گی، اور ان کے لیے لعنت ہے، اور ان کے لیے برا گھر ہے (52) اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی، اور ہم

وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ (53) هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ (54) فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ

نے بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا (53) عقل مندوں کی ہدایت اور نصیحت کے لیے (54) لہٰذا (اے نبی!) آپ صبر کیجیے، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور

اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (55) اِنَّ الَّذِيْنَ

اپنے گناہ کی معافی مانگیے، اور شام کو اور صبح کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے (55) بلاشبہ جو لوگ اللہ کی آیات میں کسی دلیل کے بغیر جھگڑتے ہیں جو ان

يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ

کے پاس آئی ہو، ان کے سینوں میں صرف بڑائی (کا خبط) ہے، وہ اس تک کبھی پہنچ نہیں سکیں گے، لہٰذا آپ (ان کے شر سے) اللہ کی پناہ مانگیے، بلاشبہ وہی

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (56)

خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے (56)

ہوں گے وہ دوزخ کے داروغوں سے کہیں گے: اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ ایک روز تو ہم سے عذاب ہلکا کر دے۔" یہ بات وہ اس وجہ سے کہیں گے کہ انھیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول نہیں کرے گا اور اسے قطعاً نہیں سنے گا بلکہ وہ فرمائے گا: ﴿اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ○﴾ (المؤمنون 23:108) "اسی میں ذلیل و خوار پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔" تو وہ دوزخ کے داروغوں سے سوال کریں گے اور وہ جہنمیوں کے لیے ایسے ہوں گے جیسے جیل کے جیلر ہوتے ہیں کہ وہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ کافروں سے عذاب میں تخفیف کر دے، خواہ ایک دن ہی کے لیے سہی تو جہنم کے داروغے ان کی اسی بات کا جواب دیتے ہوئے کہیں گے: ﴿اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ "کیا تمھارے پاس تمھارے پیغمبر نشانیاں لے کر نہیں آیا کرتے تھے؟" یعنی کیا پیغمبروں کی زبانی تمھارے خلاف، دنیا میں دلائل و براہین قائم نہیں ہو چکے تھے؟ ﴿قَالُوْا بَلٰى قَالُوْا فَادْعُوْا﴾ "وہ کہیں گے: کیوں نہیں! تو وہ (فرشتے) کہیں گے کہ پھر تم (خود ہی) دعا کرو" یعنی تم خود ہی اپنے لیے دعا کرو، ہم تمھارے لیے دعا کریں گے نہ تمھاری کوئی بات سنیں گے اور نہ ہم یہ پسند کرتے ہیں کہ تمھیں جہنم سے نجات ملے، ہم تم سے بری ہیں، پھر ہم تمھیں یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ تم دعا کرو یا نہ کرو برابر ہے، تمھاری دعا قبول نہیں ہوگی اور نہ تم سے عذاب میں کوئی تخفیف ہی کی جائے گی، اس لیے وہ کہیں گے: ﴿وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (50)﴾ "اور کافروں کی دعا (اس روز) بے کار ہی ہوگی۔" یعنی تمھاری دعا ضائع ہوگی اور اسے قطعاً قبول نہیں کیا جائے گا۔

تفسیر آیات: 51 - 56

رسولوں اور مومنوں کی مدد: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ "بے شک ہم

اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیاوی زندگی میں بھی ضرور مدد کرتے ہیں۔'' سدی کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے کبھی کسی قوم کی طرف رسول نہیں بھیجا کہ انھوں نے اسے شہید کر دیا ہو یا مومنوں کی کسی ایسی قوم کو نہیں بھیجا جو حق کی دعوت دیتے ہوں اور انھیں شہید کر دیا گیا ہو مگر ایک صدی کے ختم ہونے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے لوگوں کو پیدا فرما دیتا ہے جو ان کی مدد کرتے اور ان لوگوں سے ان کے خون کا بدلہ طلب کرتے ہیں جنھوں نے ان کا ناحق خون بہایا ہوتا ہے، اس لیے انبیاء اور مومنوں کو گو دنیا میں قتل کیا جاتا ہے مگر ان کی مدد ضرور کی جاتی ہے۔ ①

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب کی ان لوگوں کے خلاف مدد کی جنھوں نے ان کی مخالفت، عداوت اور تکذیب کی، اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمے کو سربلندی اور اپنے دین کو تمام ادیان پر غلبہ عطا فرمایا اور حکم دے دیا تھا کہ اپنی قوم سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے جائیں۔ ② اور وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کے انصار واعوان پیدا فرما دیے، پھر اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے موقع پر مشرکین کے خلاف آپ کو فتح ونصرت سے نوازا، مشرکین کو ذلیل ورسوا کیا، ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور جو بچ رہے ان میں سے بہت سے قیدی بن گئے تھے ③ جنھیں آپ زنجیروں میں جکڑ کر لے گئے تھے اور پھر آپ نے ان پر احسان فرمایا اور فدیہ لے کر انھیں رہا کر دیا۔ ④ اور تھوڑا عرصہ بعد ہی اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کرنے کی توفیق عطا فرما دی جس کی وجہ سے اپنے شہر حرام ومُحَرَّم ومُعَظَّم ومُشَرَّف میں آنے سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوئی اور آپ کے وجود کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس شہر مکہ کو کفر وشرک سے پاک فرما دیا۔

اسی طرح یمن بھی فتح ہو گیا اور سارا جزیرۃ العرب آپ کے زیر فرمان ہو گیا اور لوگ فوج در فوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہونا شروع ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مزید اکرام واعزاز سے سرفراز فرمانے کے لیے اپنے پاس بلا لیا اور آپ کے صحابۂ کرام کو خلفاء بنا کر آپ کے بعد کھڑا کر دیا جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کو پہنچایا، بندگان الٰہی کو دعوت الی اللہ دی اور انھوں نے شہروں، ملکوں، قصبوں اور دیہاتوں بلکہ دلوں کی دنیا تک کو فتح کر لیا حتی کہ محمدی دعوت زمین میں مشرق سے لے کر مغرب تک پھیل گئی اور پھر یہ دین قیامت تک قائم، منصور اور غالب رہے گا، اسی لیے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (51)﴾ ''بے شک ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیاوی زندگی میں بھی ضرور مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔'' یعنی قیامت کے دن انھیں زیادہ بڑی اور زیادہ عظیم الشان فتح ونصرت حاصل ہوگی۔ مجاہد فرماتے ہیں: ﴿الْاَشْهَادُ (51)﴾ سے مراد

---

① تفسیر ابن أبی حاتم : 3267/10 وتفسیر الطبری : 94/24. ② دیکھیے صحیح البخاری، مناقب الأنصار، باب هجرة النبی ﷺ وأصحابه إلى المدینة، حدیث:3902 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 756,755/3 وتفسیر الطبری : 113/4، نیز بدر کے دن مرنے والے مشرکوں اور قیدیوں کی تعداد دیکھیے صحیح البخاری، المغازی، باب: 10، حدیث: 3986. ④ تفصیل دیکھیے جامع الترمذی، السیر، باب ماجاء فی قتل الأساری والفداء، حدیث : 1567 ودلائل النبوة للبیهقی، باب مافعل رسول الله ﷺ بالغنائم والأساری......: 135/3-144 وتفسیر الطبری: 57,56/10.

فرشتے ہیں۔ ①

﴿ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ ﴾ ”جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی۔“ یہ ﴿ وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (51) ﴾ سے بدل ہے، بعض نے یوم کو مرفوع بھی پڑھا ہے، گویا اس طرح انھوں نے ﴿ وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (51) ﴾ کی ﴿ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ کو تفسیر قرار دیا ہے اور ظالموں سے مراد مشرکین ہیں اور معذرت سے مراد یہ ہے کہ اس دن ان کا کوئی عذر یا کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا، ﴿ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ ﴾ ”اور ان کے لیے لعنت ہے۔“ یعنی دوری اور رحمت الٰہی سے دھتکار ہے۔ ﴿ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (52) ﴾ ”اور ان کے لیے برا گھر ہے۔“ یعنی آتش دوزخ جیسا کہ سدی نے کہا ہے، پس وہ ان کے لیے بدترین ٹھکانا اور بہت بری آرام گاہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کی کامیابی کی طرف اشارہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى ﴾ ”اور البتہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی۔“ یہ اس ہدایت اور نور کی طرف اشارہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ ﴿ وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ (53) ﴾ ”اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔“ یعنی انجام ان کا اچھا ہوا اور ہم نے انھیں فرعون کے شہروں، مالوں، جائیدادوں اور زمین کا وارث بنا دیا کیونکہ انھوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول موسیٰ علیہ السلام کی اتباع پر صبر کیا تھا اور اس کتاب میں جس کا انھیں وارث بنایا گیا، یعنی تورات میں، ﴿ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ (54) ﴾ ”عقل والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔“ عقل والوں سے مراد صحیح اور سلیم عقل والے ہیں۔ ﴿ فَاصْبِرْ ﴾ ”لہٰذا آپ صبر کریں“ اے محمد (ﷺ!) ﴿ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ﴾ ”بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔“ اور ہم نے آپ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ہم آپ کے کلمے کو بلند کر دیں گے اور آپ کو اور آپ کی اتباع کرنے والوں کو فتح ونصرت سے سرفراز کریں گے اور پھر اللہ تعالیٰ تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا اور ہم نے آپ کو جو یہ خبر دی ہے، یہ بلا شک وشبہ بالکل سچی خبر ہے۔ ﴿ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ ﴾ ”اور اپنے گناہ کی معافی مانگیں۔“ یہ درحقیقت آپ کو استغفار کا شوق دلایا گیا ہے۔ ﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (55) ﴾ ”اور آپ صبح وشام اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں۔“ ﴿ بِالْعَشِيِّ ﴾ سے مراد دن کے آخری اور رات کے ابتدائی اوقات ہیں اور ﴿ الْاِبْكَارِ (55) ﴾ سے مراد دن کے ابتدائی اور رات کے آخری لمحات ہیں۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ﴾ ”بے شک جو لوگ بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔“ یعنی جو لوگ حق کا باطل کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں اور صحیح دلائل وبراہین کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حجت وبرہان کے بغیر محض فاسد وباطل شکوک وشبہات پیش کرتے ہیں۔ ﴿ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ﴾ ”ان کے سینوں میں بڑائی (کا خبط) ہی تو ہے، وہ اس تک پہنچنے والے بھی تو نہیں ہیں۔“ یعنی ان کے

---

① تفسير الطبرى: 95/24 .

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (57) وَمَا يَسْتَوِي

یقیناً آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا لوگوں کو پیدا کرنے سے کہیں زیادہ بڑا (کام) ہے، اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (57) اور اندھا اور دیکھنے والا

الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ (58)

برابر نہیں، اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، اور نہ برائی کرنے والا (برابر ہیں) تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو (58) بلاشبہ قیامت

اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ (59)

یقیناً آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے (59)

دلوں میں صرف تکبر ہے جس کی وجہ سے وہ حق کی اتباع نہیں کرتے بلکہ حق لانے والوں کو بھی حقیر سمجھتے ہیں، حالانکہ حق کو مٹا دینے اور باطل کو بلند کر دینے کا ان کا ارادہ کبھی بھی پورا نہیں ہوگا کیونکہ حق تو سر بلند ہو کر رہے گا اور ان کی بات اور ان کا قصد و ارادہ نیست و نابود ہو کر رہ جائے گا۔ ﴿فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ﴾ ''پس آپ اللہ سے پناہ مانگیں۔'' ان جیسے لوگوں کے حال یا شر سے۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (56)﴾ ''بے شک وہی نہایت سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔''

تفسیر آیات: 57-59

موت کے بعد زندگی: اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے دن تمام مخلوقات کو دوبارہ پیدا فرمائے گا اور یہ اس کے لیے بہت آسان ہے کیونکہ اس نے تو آسمانوں اور زمین کو بھی پیدا فرمایا ہے اور ان دونوں کا پیدا کرنا لوگوں کے پہلی بار اور دوسری بار پیدا کرنے سے زیادہ بڑی بات ہے، لہٰذا جو اس پر قادر ہے وہ اس سے چھوٹی بات پر بالاولیٰ قادر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّـحْيِۦ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓي اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○﴾ (الأحقاف 46 : 33) ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں، وہ اس (بات) پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔ کیوں نہیں! بلاشبہ وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (57)﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا (کام) ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' اس لیے یہ لوگ اس حجت پر تدبر اور اس دلیل پر غور و فکر نہیں کرتے جیسا کہ بہت سے عرب بھی یہ اعتراف کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے، اس کے باوجود وہ کفر و عناد کی وجہ سے آخرت کا انکار کرتے اور اسے بعید از قیاس سمجھتے تھے، اس طرح انھوں نے نسبتاً بڑی بات کا تو اعتراف کر لیا اور اس سے کم تر بات کا انکار کر دیا، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ (58)﴾ ''اور اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں اور نہ ایمان لانے والے نیکوکار اور نہ بدکار (برابر ہیں، حقیقت یہ ہے کہ) تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔'' یعنی جس طرح وہ نابینا جو کچھ نہیں دیکھ سکتا اور وہ بینا جو منتہائے بصر تک سب کچھ دیکھ سکتا ہو برابر نہیں ہو سکتے بلکہ دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے، اسی طرح مومن نیکوکار اور کافر بدکار بھی برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ ان دونوں میں بھی

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادۡعُوۡنِيۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِيۡ سَيَدۡخُلُوۡنَ

اور تمھارے رب نے کہا ہے: تم مجھے پکارو، میں تمھاری دعائیں قبول کروں گا، بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں، وہ عنقریب

جَهَنَّمَ دٰخِرِيۡنَ ع ⑥⓪ 6 ع 10 11

ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے ⑥⓪

بہت بڑا فرق ہے۔ ﴿قَلِيۡلًا مَّا تَتَذَكَّرُوۡنَ ﴾ ''تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔'' یعنی بہت سے لوگ ہیں جو بہت کم غور کرتے ہیں، پھر فرمایا: ﴿اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيۡبَ فِيۡهَا وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴾ ''بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔'' یعنی قیامت تو ہر صورت آنے اور وقوع پذیر ہونے والی ہے لیکن اکثر لوگ اس کی تصدیق نہیں کرتے بلکہ اس کے وجود کی تکذیب کرتے ہیں۔

تفسیر آیت: 60

دعا کا حکم: یہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو دعا کا حکم دیا اور پھر اس کی قبولیت کا ذمہ لیا جیسا کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کہا کرتے تھے: ''اے وہ ذات پاک! جسے اپنے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اسی سے مانگے اور کثرت سے مانگے اور اے وہ ذات پاک! جسے اپنے بندوں میں سب سے زیادہ ناپسند وہ ہے جو اس سے نہ مانگے اور اے رب! تیرے سوا ایسا اور کوئی نہیں جو بے نیاز ہو اور نہ مانگے۔'' امام ثوری کے اس قول کو ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے اور اسی مفہوم کو شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے:

اَللّٰهُ يَغۡضَبُ إِنۡ تَرَكۡتَ سُؤَالَهُ وَبُنَيُّ آدَمَ حِينَ يُسۡأَلُ يَغۡضَبُ

''اگر تو اللہ تعالیٰ سے مانگنا چھوڑ دے گا تو وہ ناراض ہوتا ہے، جبکہ آدم کے بیٹے سے جب مانگا جائے تو وہ ناراض ہوتا ہے۔'' قتادہ کہتے ہیں کہ کعب احبار نے کہا ہے کہ اس امت کو تین ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو اس سے پہلے نبی کے علاوہ کسی امت کو عطا نہیں کی گئی تھیں: (1) اللہ تعالیٰ جب کسی نبی کو مبعوث فرماتا تو اس سے یہ فرماتا کہ تم اپنی امت کے بارے میں گواہ ہو اور تمھیں اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں پر گواہ بنا دیا ہے۔ (2) نبی سے کہا جاتا تھا کہ دین کے بارے میں تم پر کوئی تنگی نہیں ہے اور اس امت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِي الدِّيۡنِ مِنۡ حَرَجٍ ؕ﴾ (الحج 78:22) ''اور تم پر دین (کی کسی بات) میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔'' (3) نبی سے کہا جاتا تھا کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمھاری دعا کو قبول کروں گا اور اس (اللہ) نے اس امت سے فرمایا: ﴿ادۡعُوۡنِيۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ ؕ﴾ ''تم مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔'' اسے امام ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔①

امام احمد نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الۡعِبَادَةُ]

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 269,3268/10 وتفسیر عبدالرزاق: 411/2، رقم: 1950 وتفسیر الطبری: 273,272/17 وتفسیر القرطبی: 327/15.

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ

اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے رات (تاریک) بنائی تا کہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو دکھلانے والا (روشن) بنایا، بلاشبہ اللہ لوگوں پر بڑے فضل والا

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿61﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ۚ

وقف لازم

ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے ﴿61﴾ یہی اللہ تمھارا رب ہے، ہر شے کا پیدا کرنے والا، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، پھر تم کہاں بہکائے جاتے

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿62﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿63﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ

ہو؟ ﴿62﴾ اسی طرح وہ لوگ بہکائے جاتے رہے ہیں جو اللہ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے ﴿63﴾ اللہ وہ ہے جس نے زمین کو تمھارے لیے قرار گاہ اور

لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ

آسمان کو چھت بنایا، اور اس نے تمھاری صورتیں بنائیں تو بہت اچھی صورتیں بنائیں، اور اس نے تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، یہی اللہ تمھارا

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿64﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ

رب ہے، سو اللہ رب العالمین بہت بابرکت ہے ﴿64﴾ وہ زندہ ہے، اس کے سوا کوئی برحق معبود نہیں، لہٰذا تم اس کے لیے بندگی کو خالص کرتے ہوئے

لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿65﴾

اسی کو پکارو، سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں ﴿65﴾

”یقیناً دعا ہی تو عبادت ہے۔“ پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿60﴾ ﴾ ”تم مجھے پکارو میں تمھاری دعا قبول کروں گا، یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، وہ عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔“ ① اور اسی طرح اسے اصحاب السنن سے امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا، نیز ابن جریر اور ابن ابو حاتم نے بھی بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ② اور اسے امام ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن جریر نے دوسرے طریق سے بھی روایت کیا ہے۔ ③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ ﴾ ”بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں۔“ یعنی مجھ سے دعا کرنے اور میری توحید سے کتراتے ہیں، ﴿ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿60﴾ ﴾ ”عنقریب وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔“ ﴿ دٰخِرِيْنَ ﴿60﴾ ﴾ کے معنی ذلیل و رسوا اور حقیر کے ہیں جیسا کہ امام احمد نے عمرو بن شعیب سے، انھوں نے ان کے باپ سے اور انھوں نے ان کے دادا سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْثَالَ الذَّرِّ، فِي صُوَرِ النَّاسِ، يَعْلُوهُمْ كُلُّ شَيْءٍ مِّنَ الصَّغَارِ، حَتّٰى يَدْخُلُوا سِجْنًا فِي جَهَنَّمَ، يُقَالُ لَهُ:

---

① مسند أحمد: 271/4. ② جامع الترمذی، تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة، حديث: 2969 و السنن الكبرى للنسائی، التفسير، باب سورة غافر: 450/6، حديث: 11464 و سنن ابن ماجه، الدعاء، باب فضل الدعاء، حديث: 3828 و تفسير الطبری: 99/24 و تفسير ابن أبی حاتم: 3269/10. ③ سنن أبی داود، الوتر، باب الدعاء، حديث: 1479 و جامع الترمذی، تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة، حديث: 2969 و السنن الكبرى للنسائی، التفسير، باب سورة غافر: 450/6، حديث: 11464 و تفسير الطبری: 99/24.

بُولَسُ، فَتَعْلُوهُمْ نَارُ الْأَنْيَارِ، يُسْقَوْنَ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ، عُصَارَةِ أَهْلِ النَّارِ] ''تکبر کرنے والوں کو قیامت کے دن انسانوں کی صورتوں میں چیونٹیوں کی طرح اٹھایا جائے گا، جن پر ہر قسم کی ذلت ورسوائی چھائی ہوگی حتی کہ وہ جہنم کی ایک جیل میں داخل ہوں گے جسے بولس کہا جائے گا، پس آگوں کی آگ ان پر چھائی ہوگی (اور) انھیں پینے کے لیے دوزخیوں کا لہو اور پیپ دی جائے گی۔''①

تفسیر آیات: 61-65

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید کی نشانیاں: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر احسان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے ان کے لیے رات بنائی جس میں وہ سکون حاصل کرتے اور دن کے وقت سامان معیشت کے حصول کے لیے دوڑ دھوپ کے بعد آرام کرتے ہیں اور اس نے ان کے لیے دن کو روشن بنا دیا ہے تا کہ سفر کر سکیں، ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں آ جا سکیں اور کام کاج کر سکیں، ﴿ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ (61) ﴾ ''بے شک اللہ لوگوں پر بڑے فضل والا ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے وہ ان کا شکر ادا نہیں کرتے، پھر فرمایا: ﴿ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ ﴾ ''یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' یعنی جس ذات نے یہ چیزیں پیدا فرمائی ہیں وہ اللہ واحد و یکتا ہے جو تمام اشیاء کا خالق ہے جس کے سوا کوئی معبود اور پروردگار نہیں۔ ﴿ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ (62) ﴾ ''پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟'' یعنی تم ان بتوں کی کیوں پوجا کرتے ہو جو کسی چیز کو بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ یہ خود پیدا کیے گئے اور بنائے گئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَذَٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ (63) ﴾ ''اسی طرح وہ لوگ پھیرے جاتے تھے جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔'' یعنی جس طرح غیر اللہ کی عبادت کر کے یہ گمراہ ہو گئے ہیں اسی طرح ان سے پہلے لوگ بھی گمراہ ہو گئے تھے اور انھوں نے کسی دلیل و برہان کے بغیر محض جہالت و نفسانی خواہش سے غیر اللہ کی پوجا کی اور اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ آیات و براہین کا انکار کر دیا تھا۔

اور ارشاد گرامی ہے: ﴿ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا ﴾ ''اللہ ہی تو ہے جس نے زمین کو تمھارے لیے رہنے کی جگہ بنایا۔'' یعنی اس نے زمین کو تمھارے لیے قرار گاہ، بساط اور بچھونا بنا دیا ہے تا کہ تم اس میں زندگی بسر کرو، اس میں تصرف کرو، اور اس کے رستوں میں چلو پھرو اور پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا تا کہ زمین حرکت نہ کرے۔ ﴿ وَالسَّمَاءَ بِنَاءً ﴾ ''اور آسمان کو چھت (بنایا۔)'' یعنی آسمان کو اس نے جہان کے لیے ایک مضبوط چھت بنا دیا ہے۔ ﴿ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ﴾ ''اور تمھاری صورت بنائی، پس تمھاری صورتیں اچھی بنائیں۔'' اس نے تمھیں اچھی شکلوں میں پیدا فرمایا، اکمل صورتیں عطا کیں اور احسن تقویم بخشی۔ ﴿ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ۚ ﴾ ''اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا۔'' یعنی اس

---

① مسند أحمد: 179/2.

نے تمھیں دنیا میں کھانے پینے کی اچھی اچھی چیزیں عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ وہ دنیا کو، اس کے رہنے والوں کو اور کھانے پینے کی چیزوں کو پیدا فرمانے والا ہے، یعنی خالق بھی وہی ہے اور رازق بھی وہی جیسا کہ سورۂ بقرہ میں اس نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۠ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (البقرة 2:21،22) ''اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمھیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم متقی بن جاؤ، وہ جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اس سے تمھارے کھانے کے لیے انواع واقسام کے پھل نکالے، پس تم اللہ کے لیے کسی قسم کے ہمسر نہ بناؤ، حالانکہ تم جانتے (بھی) ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کے پیدا کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿64﴾﴾ ''یہی اللہ تو تمھارا پروردگار ہے، پس اللہ تمام جہانوں کا پروردگار بہت ہی بابرکت ہے۔'' یعنی اللہ پروردگار عالم ہی بلند وبالا، ارفع واعلیٰ اور مقدس ومنزہ ہے، پھر فرمایا: ﴿هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''وہ زندہ ہے (جسے موت نہیں) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔'' یعنی ازل سے لے کر ابد تک اسی کی ذات پاک زندہ ہے، وہ ہمیشہ ہمیشہ سے زندہ ہے، ہمیشہ ہمیشہ تک زندہ رہے گا، وہی اول وآخر اور ظاہر وباطن ہے۔ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا کوئی الٰہ (عبادت کے لائق) نہیں۔'' اور نہ کوئی اس کا نظیر اور نہ کوئی اس جیسا ہے۔ ﴿فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ﴾ ''تو اسی کے لیے بندگی کو خالص کرتے ہوئے اسے پکارو۔'' اس کی توحید کا اقرار کرتے ہوئے اور اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے۔ امام احمد نے ابوزبیر سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن زبیر ؓ ہر نماز سے سلام پھیرنے کے بعد یہ کلمات کہا کرتے تھے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَّا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، وَلَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ] ''اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں، وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں، ساری بادشاہت اس کے لیے ہے اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، کسی کام کی بھی طاقت وقوت اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے، اسی کی عطا فرمائی ہوئی سب نعمتیں ہیں، اسی کا ہم پر فضل وکرم ہے اور اسی کے لیے ہی سب اچھی اچھی تعریفیں ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، (ہم تو پورے) اخلاص کے ساتھ اسی کی عبادت کرتے ہیں، خواہ کافروں کو برا لگے۔'' عبداللہ بن زبیر ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔ ① اور اسے امام مسلم، ابوداود اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ②

---

① مسند أحمد : 4/4 . ② صحيح مسلم، المساجد......، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، حديث : 594 وسنن أبي داود ، الوتر، باب مايقول الرجل إذا سلم، حديث: 1506،1507 وسنن النسائي، السهو، باب عدد التهليل والذكر بعد التسليم، حديث: 1341.

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَاۗءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۡ

آپ کہہ دیجیے: بے شک مجھے اس سے روک دیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو جبکہ میرے پاس میرے رب کی

وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (66) هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ

طرف سے واضح نشانیاں آ گئیں، اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العالمین کا فرماں بردار رہوں (66) وہی ہے جس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر

مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ

نطفے سے، پھر جمے ہوئے خون سے، پھر وہ تمھیں بچے کی صورت میں نکالتا ہے، پھر تا کہ تم اپنی جوانی (کی قوتوں) کو پہنچو، پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ، اور تم

مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (67) هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ

میں سے کچھ وہ ہیں جو اس سے پہلے ہی فوت کر دیے جاتے ہیں اور تا کہ تم ایک مقررہ مدت کو پہنچو، اور تا کہ تم سمجھو (67) وہی تو ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا

فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (68) ع 7 8 12

ہے، پھر جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو وہ بس اسے کہتا ہے: ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے (68)

تفسیر آیات: 66 - 68

شرک کی ممانعت اور توحید کا حکم: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) آپ ان مشرکین سے کہہ دیں کہ اللہ عزوجل نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی بھی بت یا شریک کی پوجا کی جائے کیونکہ اس ذات پاک نے اس بات کو واضح طور پر بیان فرما دیا ہے کہ اس کے سوا کوئی بھی مستحق عبادت نہیں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ﴾ ”وہی تو ہے جس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر جمے ہوئے خون سے، پھر وہ تمھیں بچہ بنا کر نکالتا ہے، پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو، پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ۔“ یعنی وہی ذات پاک ہے جو تمھیں زندگی کے ان مختلف اطوار سے گزارتی ہے اور یہ سب کچھ اسی وحدہ لاشریک کے امر و تدبیر اور تقدیر سے ہو رہا ہے۔ ﴿وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ﴾ ”اور تم میں سے کچھ وہ ہیں جو اس سے پہلے ہی فوت کر دیے جاتے ہیں۔“ یعنی اس عالم میں وجود میں آنے سے پہلے ہی اس کی ماں اسے ساقط کر دیتی ہے اور کچھ بچپن میں، کچھ جوانی میں اور کچھ بڑھاپے سے قبل کہولت ہی کی عمر میں فوت ہو جاتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۭ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَاۗءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ (الحج 5:22) ”تا کہ ہم تمھارے لیے (اپنی خالقیت) واضح کریں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک میعاد مقرر تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں۔“ اور یہاں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (67)﴾ ”اور تا کہ تم (موت کے) ایک وقت مقرر تک پہنچو اور تا کہ تم سمجھو۔“ ابن جریج کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کو یاد کرو۔ پھر فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ﴾ ”وہی تو ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔“ یعنی موت و حیات بھی صرف اور صرف اسی کے ہاتھ میں ہے، اس کے سوا اور کسی کو اس کی قطعاً قدرت نہیں ہے۔ ﴿فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (68)﴾ ”پھر جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو بس اس سے کہہ دیتا ہے: ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے۔“

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿69﴾ۚۖ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں؟ وہ کہاں پھرے جا رہے ہیں؟ (69) جنھوں نے کتاب (قرآن)

وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿70﴾ۙ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ

کو جھٹلایا اور ان (تعلیمات) کو بھی جن کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا، تو وہ عنقریب جان لیں گے (70) جب ان کی گردنوں میں

يُسْحَبُوْنَ ﴿71﴾ۙ فِي الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿72﴾ۚ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ

طوق اور بیڑیاں ہوں گی (جن میں جکڑ کر) وہ گھسیٹے جائیں گے (71) کھولتے ہوئے پانی میں، پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے (72)

تُشْرِكُوْنَ ﴿73﴾ۙ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ؕ

پھر ان سے کہا جائے گا: کہاں ہیں وہ جنھیں تم شریک ٹھہراتے تھے (73) اللہ کے سوا؟ وہ کہیں گے: وہ تو ہم سے گم ہو گئے، بلکہ ہم تو اس سے

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿74﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ

پہلے کسی کو بھی نہ پکارتے تھے۔ اللہ اسی طرح کافروں کو گمراہ کرتا ہے (74) (کہا جائے گا:) تمھارا یہ (انجام) اس لیے ہوا کہ تم زمین میں ناحق

وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿75﴾ۚ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى

اتراتے تھے، اور اس لیے کہ تم اکڑتے تھے (75) (اب) تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، (تم) اس میں ہمیشہ رہو گے، چنانچہ تکبر کرنے

الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿76﴾

والوں کا ٹھکانا بہت برا ہے (76)

نہ کوئی اس کی مخالفت کر سکتا ہے اور نہ اسے اپنے فیصلے سے منع کر سکتا ہے بلکہ وہ جو چاہے وہ ہر صورت میں ہو کر رہتا ہے۔

تفسیر آیات: 69-76

انکار اور تکذیب کرنے والوں کا انجام: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) کیا آپ کو ان لوگوں پر تعجب نہیں جو اللہ کی آیات کی تکذیب کرتے اور حق کے بارے میں باطل کے ساتھ جھگڑتے ہیں کہ ان کی عقلیں کس طرح انھیں ہدایت کے بجائے ضلالت کی طرف لے جا رہی ہیں۔ ﴿اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ﴾ ''وہ لوگ جنھوں نے کتاب کو اور جو کچھ ہم نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا اس کو جھٹلایا۔'' یعنی انھوں نے ہدایت اور بیان کو جھٹلایا، ﴿فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿70﴾ۙ﴾ ''پس وہ عنقریب جان لیں گے۔'' یہ اللہ جل جلالہ کی طرف سے ان تکذیب کرنے والے لوگوں کے لیے شدید سرزنش اور سخت وعید ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ○﴾ (المرسلٰت 15:77) ''اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ﴾ ''جبکہ ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی۔'' یعنی موکلان دوزخ کے ہاتھوں ان کی گردنوں میں طوق پڑے ہوں گے اور وہ انھیں چہروں کے بل گھسیٹ رہے ہوں گے، کبھی کھولتے ہوئے گرم پانی کی طرف اور کبھی آتش دوزخ کی طرف، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿يُسْحَبُوْنَ ﴿71﴾ۙ فِي الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿72﴾ۚ﴾ ''وہ کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹے جائیں گے، پھر وہ آگ میں

جلائے جائیں گے۔'' جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۝ ﴾ (الرحمٰن 55:43،44) ''یہی وہ جہنم ہے جسے مجرم لوگ جھٹلاتے تھے، وہ اس (دوزخ) کے اور کھولتے ہوئے سخت گرم پانی کے درمیان چکر لگائیں گے۔''

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے تھوہر کے درخت سے کھانے اور گرم پینے کے ذکر کے بعد فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ۝ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 37:68) ''پھر بے شک ان کا دوزخ کی طرف البتہ لوٹنا ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ۝ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ۝ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۝ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۝ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۬ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۬ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ ﴾ (الواقعۃ 56:41 - 56) ''اور بائیں ہاتھ والے (افسوس!) بائیں ہاتھ والے کیا (ہی عذاب میں) ہیں (دوزخ کی پیپ اور) کھولتے ہوئے پانی اور سخت گرم ہواؤں میں ہوں گے اور سیاہ ترین دھوئیں کے سائے میں (ہوں گے جو) نہ ٹھنڈا ہے اور نہ فرحت بخش، بلاشبہ وہ اس سے پہلے خوشحال تھے اور وہ بڑے گناہ (شرک) پر اصرار کرتے تھے اور وہ کہتے تھے: کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر البتہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ کیا (ہم) اور ہمارے پہلے باپ دادا بھی، آپ کہہ دیجیے: بلاشبہ پہلے بھی اور پچھلے بھی، ایک معلوم دن کے مقرر وقت پر ضرور جمع کیے جائیں گے، پھر یقیناً تم اے جھٹلانے والے گمراہو! البتہ تھوہر کے درخت سے کھانے والے ہو گے، پھر اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو گے اور اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے اور پیاسے اونٹوں کے پینے کے مانند پیو گے، جزا کے دن یہ ان کی ضیافت ہوگی۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ۝ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ۝ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ۝ ﴾ (الدخان 44:43 - 50) ''بلاشبہ تھوہر کا درخت، گناہ گار کا کھانا ہے، جیسے پگھلا ہوا تانبا، وہ پیٹوں میں (اس طرح) کھولے گا جس طرح گرم پانی کھولتا ہے (حکم دیا جائے گا کہ) اس کو پکڑ لو اور کھینچتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ لے جاؤ، پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیل دو کہ (اب مزہ) چکھ، بے شک تو (اپنے خیال میں) بڑی عزت والا، بڑا مقتدر تھا۔ بلاشبہ یہ وہی (دوزخ) ہے جس میں تم لوگ شک کیا کرتے تھے۔'' یعنی یہ بات انھیں ڈانٹ ڈپٹ، سرزنش، تحقیر، تذلیل اور استہزا کے طور پر کہی جائے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝73 مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ''پھر ان سے کہا جائے گا کہ وہ کہاں ہیں جنھیں تم اللہ کے سوا شریک ٹھہراتے تھے۔'' یعنی ان سے کہا جائے گا کہ آج کہاں ہیں وہ بت جن کی تم اللہ کے سوا

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ

لہٰذا (اے نبی!) آپ صبر کیجیے۔ بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے۔ پھر اگر ہم (چاہیں تو) آپ کو اس (عذاب) میں سے کچھ دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ

نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ⑰ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ

کرتے ہیں یا ہم آپ کو (اس سے پہلے ہی) فوت کر دیں، بالآخر وہ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے ⑰ اور بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے کئی رسول

مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ

بھیجے، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے آپ سے بیان کر دیا، اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔ اور

اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ

کسی رسول کو یہ (اختیار) نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے سوا کوئی نشانی لے آئے، پھر جب اللہ کا حکم آ گیا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا اور اس موقع پر

8 ع 10 13 هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ؑ (78)

اہل باطل (جھوٹے لوگوں) نے خسارہ اٹھایا (78)

پوجا کرتے تھے؟ کیا وہ آج تمھاری کوئی مدد کریں گے تو ﴿قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا﴾ ”کہیں گے: وہ تو ہم سے گم ہو گئے۔“ یعنی وہ چلے گئے ہیں اور انھوں نے ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ ﴿بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ؕ﴾ ”بلکہ ہم تو اس سے پہلے کسی چیز کو پکارتے ہی نہیں تھے۔“ یعنی وہ بتوں کی عبادت کا انکار کر دیں گے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ○﴾ (الأنعام 23:6) ”پھر ان کی (شرک سے) اس کے سوا کوئی معذرت نہ ہو گی یہ کہ وہ کہیں گے: اللہ کی قسم! ہمارے پروردگار! ہم شرک کرنے والے نہیں تھے۔“ اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ⑭﴾ ”اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔“ پھر فرمایا: ﴿ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۚ ⑮﴾ ”یہ اس سبب سے ہے کہ تم زمین میں ناحق خوش ہوتے تھے اور اس لیے کہ تم اتراتے تھے۔“ یہ فرشتے ان سے کہیں گے، آج تم جس حالت میں ہو، یہ تمھارے دنیا میں ناحق خوش ہونے، اترانے اور فخر و غرور کرنے کی سزا ہے، ﴿اُدْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ⑯﴾ ”(اب) جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ (اس حال میں کہ) ہمیشہ اسی میں رہنے والے (ہو گے)، پس متکبروں کا برا ٹھکانا ہے۔“ ان کا برا ٹھکانا اور نہایت بری آرام گاہ ہے جس میں ان لوگوں کے لیے ذلت و رسوائی اور شدید عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے دلائل و براہین کو قبول کرنے کے بجائے تکبر کا اظہار کیا کرتے تھے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 78,77

صبر کا حکم اور فتح کی بشارت: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنی قوم کے تکذیب کرنے والے لوگوں کی تکذیب پر صبر کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کے مقابلے میں آپ کی فتح و نصرت کا جو وعدہ کیا ہے وہ اسے ضرور پورا فرمائے گا اور آپ کو اور آپ کی اتباع کرنے والوں کو دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی سے سرفراز فرمائے گا، ﴿فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (79) وَلَكُمْ فِيْهَا

اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے چوپائے بنائے تاکہ تم ان میں سے بعض پر سواری کرو، اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو (79) اور تمھارے لیے ان

مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ (80)

میں (اور بھی) بہت سے فائدے ہیں، اور تاکہ تم ان پر (سوار ہو کر اپنی) اس حاجت (منزل مقصود) کو پہنچو جو تمھارے دلوں میں ہو، اور تم ان پر اور کشتیوں پر

وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ (81)

(بھی) سوار کیے جاتے ہو (80) اور وہ (اللہ) تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، پھر تم اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے؟ (81)

﴿بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ﴾ ''پھر اگر ہم آپ کو اس میں سے دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں۔'' یعنی اگر دنیا ہی میں دکھا دیں اور بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے دکھا بھی دیا اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اور آپ کی اتباع کرنے والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان اس طرح فراہم کیا کہ مکہ کے بڑے بڑے سرداروں کو غزوۂ بدر میں ہلاک کر دیا اور پھر آپ ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں نہ صرف مکہ مکرمہ پر بلکہ سارے جزیرۂ عرب پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا تھا، ﴿اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ (77)﴾ ''یا ہم آپ کو فوت کر دیں تو وہ ہماری ہی طرف لوٹ کر آئیں گے۔'' یعنی آخرت میں ہم انھیں شدید عذاب کا مزہ چکھائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے، ان میں کچھ تو ایسے ہیں جن کے حالات آپ سے ہم نے بیان کر دیے ہیں۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء ① میں بھی بیان فرمایا ہے کہ کچھ پیغمبروں کے حالات اور قوموں کے ساتھ ان کے واقعات کو بیان کیا ہے کہ کس طرح قوموں نے اپنے انبیاء کی تکذیب کی لیکن بالآخر فتح و نصرت سے حضرات انبیائے کرام ہی سرفراز ہوئے تھے۔ ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۭ﴾ ''اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے آپ سے بیان نہیں کیے۔'' اور ان کی تعداد کئی گنا زیادہ ہے جیسا کہ سورۂ نساء میں اس طرف اشارہ کیا جا چکا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ﴾ ''اور کسی پیغمبر کے لیے (اختیار) نہیں ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی لائے۔'' یعنی کوئی پیغمبر اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر اپنی قوم کے سامنے معجزات اور خرق عادت واقعات پیش نہیں کر سکتا اور جب اللہ تعالیٰ حکم دیں تو وہ ایسے واقعات و معجزات پیش کر سکتا ہے جو اس کی نبوت و رسالت کی صداقت کی دلیل ہوتے ہیں۔ ﴿فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ﴾ ''پھر جب اللہ کا حکم آ پہنچا۔'' یعنی اس کا وہ عذاب جس نے تکذیب کرنے والوں کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ ﴿قُضِيَ بِالْحَقِّ﴾ ''تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا۔'' یعنی مومنوں کو نجات عطا کر دی گئی اور کافروں کو ہلاک کر دیا گیا، اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ (78)﴾ ''اور اہل باطل نے وہاں خسارہ اٹھایا۔''

---

① دیکھیے النسآء، آیت: 164 کے ذیل میں۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَكْثَرَ

کیا پھر وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ وہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔ وہ (تعداد میں) ان سے زیادہ اور قوت اور زمین میں

مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (82) فَلَمَّا

(چھوڑے ہوئے) آثار کے لحاظ سے کہیں بڑھ کر تھے، پھر جو کچھ وہ کرتے رہے ان کے کسی کام نہ آیا(82) پھر جب ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر ان

جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

کے پاس آئے تو وہ اس (جھوٹے) علم پر اتراتے رہے جو ان کے پاس تھا، اور انھیں اس (عذاب) نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے(83) چنانچہ

يَسْتَهْزِءُوْنَ (83) فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ

جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہا: ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور ہم نے ان چیزوں کا انکار کیا جنھیں ہم اس (اللہ) کے ساتھ شریک ٹھہراتے

مُشْرِكِيْنَ (84) فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ

تھے(84) پھر یہ نہ تھا کہ جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، تو انھیں ان کا ایمان (لانا) نفع دیتا، یہی اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزرا، اور

9 ع 7 14 عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ (85) ع

اس (عذاب کے) موقع پر کافروں نے خسارہ اٹھایا(85)

تفسیر آیات: 81-79

چار پائے بھی اللہ تعالیٰ کے انعامات و آیات میں سے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے ان کے لیے چوپائے، یعنی اونٹ، گائے اور بھیڑ بکریاں پیدا فرمائے کہ ان میں سے کچھ ان کی سواری کے کام آتے ہیں اور کچھ کو کھا لیتے ہیں، اونٹ پر سواری کی جاتی ہے، اس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے، اس کا دودھ پیا جاتا ہے اور دور دراز کے علاقوں کے سفر میں اس سے بار برداری کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ گائے کے گوشت کو کھایا، اس کے دودھ کو پیا جاتا ہے اور ان سب کی اون، پشم اور بالوں سے ساز و سامان، کپڑے اور مختلف اشیاء تیار کی جاتی ہیں جیسا کہ سورۂ انعام،① سورۂ نحل② اور دیگر کئی مقامات پر اس کا ذکر گزر چکا ہے، اسی لیے اللہ عزوجل نے یہاں ارشاد فرمایا ہے: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (79) وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ (80) وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ﴾ ’’اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے تمھارے لیے چوپائے بنائے تاکہ ان میں سے بعض پر تم سواری کرو اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو اور تمھارے لیے ان میں (اور بھی) بہت فائدے ہیں اور اس لیے بھی کہ (کہیں جانے کی) جو تمھارے دلوں میں حاجت ہو ان پر (چڑھ کر وہاں) پہنچ جاؤ اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو اور وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔‘‘ یعنی آفاق و انفس کے دلائل و براہین۔ ﴿فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ (81)﴾ ’’تو تم اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے؟‘‘ یعنی تم اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کسی بھی چیز کے انکار کی قدرت نہیں رکھتے الا یہ کہ تم

---

① دیکھیے الأنعام، آیات: 141-144 کے ذیل میں۔ ② دیکھیے النحل، آیات: 5-8 کے ذیل میں۔

عناد اور ہٹ دھرمی سے کام لو۔

تفسیر آیات: 82-85

سابقہ لوگوں کے حال سے عبرت: اللہ تعالیٰ نے زمانۂ قدیم میں پیغمبروں کی تکذیب کرنے والی امتوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھیں کس طرح عذاب شدید نے اپنی گرفت میں لیا، حالانکہ ان کی قوتیں بہت شدید تھیں، زمین میں نشانات بنانے کے اعتبار سے بہت بڑھ کر تھے اور انھوں نے بہت سے اموال بھی جمع کر رکھے تھے مگر ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے کام نہ آئی اور نہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ان سے کچھ بھی ٹال سکی، اس لیے کہ جب انبیائے کرام نے ان کے سامنے روشن دلائل اور قطعی براہین پیش کیے تو انھوں نے ان کی طرف التفات تک نہ کیا اور ان میں سے کسی دلیل کو بھی قبول نہ کیا اور بزعم خود اپنے علم ہی کو کافی سمجھا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ انھوں نے کہا تھا کہ ہم انبیاء سے زیادہ جانتے ہیں، ہمیں معلوم ہے کہ ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے اور نہ ہمیں کوئی عذاب ہوگا۔ ① اور سدی نے کہا ہے کہ از راہ جہالت وہ اپنے ہی علم پر شاداں و فرحاں تھے۔ ② انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب نے آلیا جس کے مقابلے کی ان میں تاب نہ تھی۔ ﴿ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝83 ﴾ ”اور جس کا تمسخر کیا کرتے تھے اس نے ان کو آگھیرا۔“ یعنی جس چیز کی وہ تکذیب کرتے اور جس کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھتے تھے وہ آ واقع ہوئی، ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ﴾ ”پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔“ یعنی انھوں نے جب عذاب الٰہی کا خود مشاہدہ کر لیا۔ ﴿ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝84 ﴾ ”تو کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے، اس سے ہم نے انکار کر دیا۔“ یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور بتوں کے ساتھ کفر کا اقرار تو کر لیا لیکن اس وقت جب لغزشیں معاف اور معذرتیں قبول نہیں ہوتیں جیسا کہ فرعون نے بھی غرق ہوتے وقت کہا تھا: ﴿ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ ﴾ (یونس 90:10) ”میں ایمان لایا کہ جس (اللہ) پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔“ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ ﴾ (یونس 91:10) ”کیا اب (ایمان لاتا ہے؟) حالانکہ یقیناً تو پہلے نافرمانی کرتا رہا اور مفسدوں میں سے تھا؟“ اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرعون کے ایمان لانے کو قبول نہ کیا کیونکہ اس نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کو قبول فرما لیا تھا: ﴿ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ ﴾ (یونس 88:10) ”اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ وہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔“ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہاں بیان فرمایا ہے: ﴿ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ ﴾ ”لیکن جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے (اس وقت) ان کے ایمان نے ان کو (کچھ بھی) فائدہ نہ دیا (یہ) اللہ کی عادت ہے جو اس کے بندوں (کے بارے) میں پہلے سے چلی آئی ہے۔“ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے

---

① تفسیر الطبری: 111/24. ② تفسیر الطبری: 111/24.

ان سب لوگوں کے بارے میں جو عذاب دیکھ کر ایمان لائیں کہ اس وقت ان کا ایمان قبول نہیں، اسی لیے حدیث میں بھی آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ] ''بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ کو اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک غرغرے کی آواز شروع نہ ہو۔''① اور جب غرغرے کی آواز شروع ہو جائے، روح حلق تک پہنچ جائے اور انسان ملک الموت کو دیکھ لے تو اس وقت توبہ قبول نہیں ہوتی، اسی لیے فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ (85) ''اور وہاں کافروں نے خسارہ اٹھایا۔''

سورۂ مومن کی تفسیر مکمل ہوئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

* * *

---

① جامع الترمذی، الدعوات، باب: [إن اللّٰه يقبل توبة العبد مالم يغرغر]، حديث :3537 عن ابن عمر رضی اللہ عنہ وسنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر التوبة، حديث:4253 عن عبداللّٰه بن عمرو رضی اللہ عنہ ومسند أحمد :132/2عن ابن عمر رضی اللہ عنہ. ملحوظہ: ابن ماجہ نے اس حدیث کو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کیا ہے لیکن علامہ مزی نے تحفة الأشراف :55,54/5، حديث: 6674 کے ذیل میں لکھا ہے کہ امام ابن ماجہ کو وہم ہوا ہے، بہر صورت یہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے۔ وَاللّٰه أعلم.

تفسیر
سُوْرَۃُ حٰمٓ سَجْدَہ

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ① تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ② كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ

حٰمٓ ① (یہ قرآن) بڑے مہربان، نہایت رحم کرنے والے کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے ② (یہ) ایسی کتاب ہے جس کی آیات کھول کر بیان کی گئی

يَّعْلَمُوْنَ ③ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ④ وَقَالُوْا

ہیں، درآں حالیکہ (یہ) قرآن عربی ہے، ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں ③ جو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے، پھر ان میں سے اکثر نے (اس

قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ

سے) اعراض کر لیا، تو وہ سنتے ہی نہیں ④ اور انھوں نے کہا: جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے اس سے ہمارے دل پردوں میں ہیں، اور ہمارے کانوں میں

الثلثة

فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ⑤

ڈاٹ ہیں، اور ہمارے اور تیرے درمیان ایک پردہ ہے، لہٰذا تو (اپنا) کام کر، بلاشبہ ہم (اپنا) کام کرنے والے ہیں ⑤

تفسیر آیات:1-5

قرآن مجید کی شان اور اعراض کرنے والوں کے اقوال: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حٰمٓ ① تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ②﴾ ’’حٰمٓ، (یہ اللہ) رحمان و رحیم کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔‘‘ یعنی قرآن مجید اللہ رحمان و رحیم کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ﴾ (النحل 102:16) ’’کہہ دیں کہ اسے روح القدس آپ کے پروردگار کی طرف سے سچائی کے ساتھ لے کر نازل ہوئے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝﴾ (الشعرآء 26:192-194) ’’اور یہ (قرآن اللہ) پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے، اسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے (اس نے) آپ کے دل پر (القاء کیا ہے) تا کہ آپ (لوگوں کو) ڈرانے والوں میں سے ہوں۔‘‘

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ﴾ ’’ایسی کتاب جس کی آیتیں کھول کر بیان کی گئی ہیں۔‘‘ یعنی اس کے معانی واضح اور اس کے احکام مستحکم ہیں۔ ﴿قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا﴾ ’’(یعنی) قرآن عربی۔‘‘ یعنی یہ قرآن بَیِّن اور واضح عربی زبان میں ہے، اس کے معانی مفصل اور اس کے الفاظ واضح ہیں اور مشکل نہیں ہیں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ

کہہ دیجیے: بس میں تو تمھارے جیسا ہی ایک بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے، یہ کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے،

وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ ⑥ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ

لٰہذا اسی کی طرف سیدھے رہو اور اسی سے بخشش مانگو، اور مشرکین کے لیے ہلاکت ہے ⑥ جو زکاۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت

ع 1 8 15 كٰفِرُوْنَ ⑦ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ⑧ ع

کے بھی منکر ہیں ⑦ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر وثواب ہے ⑧

مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ﴾ (ہود 1:11) ”یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم ہیں اور اللہ حکیم وخبیر کی طرف سے تفصیل کے ساتھ بیان کردی گئی ہیں۔“ یعنی لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے یہ کتاب ایک معجزہ ہے۔ ﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾ (حٰمٓ السجدۃ 42:41) ”اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہوسکتا ہے اور نہ پیچھے سے (اور) دانا (اور) خوبیوں والے (اللہ) کی اتاری ہوئی ہے۔“ ﴿لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۙ③﴾ ”اس قوم کے لیے جو علم رکھتی ہے۔“ یعنی اس بیان اور وضاحت کو راسخ علماء ہی جانتے ہیں۔ ﴿بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ﴾ ”خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔“ یعنی کبھی مومنوں کو بشارت سناتا ہے اور کبھی کافروں کو خوف دلاتا ہے۔ ﴿فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ④﴾ ”پس ان میں سے اکثر نے منہ پھیر لیا سو وہ سنتے ہی نہیں۔“ یعنی قرآن مجید کے بین اور واضح ہونے کے باوجود اکثر قریش اسے قطعاً نہیں سمجھتے۔ ﴿وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ﴾ ”اور کہنے لگے کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں“ یعنی ایسے پردوں میں ہیں جنھوں نے انھیں ڈھانپ رکھا ہے۔ ﴿مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ﴾ ”اس سے جس کی طرف آپ ہمیں بلا رہے ہیں (پردوں میں ہیں) اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے“ یعنی جو چیز آپ ہمارے پاس لائے ہیں اسے سننے سے ہمارے کان بہرے ہیں۔ ﴿وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ﴾ ”اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ ہے۔“ لٰہذا جو بات آپ کہتے ہیں، وہ ہم تک نہیں پہنچتی۔ ﴿فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ⑤﴾ ”تو آپ (اپنا) کام کریں بلاشبہ ہم (اپنا) کام کرتے ہیں۔“ یعنی آپ اپنے طریقے کے مطابق کام کریں ہم اپنے طریقے کے مطابق کام کریں گے اور آپ کی اتباع نہیں کریں گے۔

تفسیر آیات :6-8

دعوتِ توحید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ﴾ ”کہہ دیں۔“ اے محمد! (ﷺ) تکذیب کرنے والے ان مشرکین سے۔ ﴿اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ ”بے شک میں تمھارے جیسا آدمی ہی ہوں (ہاں!) مجھ پر یہ وحی کی گئی ہے کہ تمھارا معبود ایک ہی معبود (اللہ) ہے۔“ جن بتوں، شریکوں اور متفرق خداؤں کی تم پوجا کرتے ہو یہ معبود نہیں بلکہ معبود تو اللہ واحد ہے۔ ﴿فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ﴾ ”تو سیدھے اسی کی طرف متوجہ رہو“ یعنی اس طریقے کے مطابق جس کا پیغمبروں کی زبانی اس نے تمھیں حکم دیا ہے، اخلاص کے ساتھ اسی کی عبادت بجا لاؤ۔ ﴿وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ﴾ ”اور اسی سے مغفرت مانگو۔“ اپنے سابقہ گناہوں کی۔ ﴿وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ⑥﴾ ”اور مشرکوں کے لیے ہلاکت ہے۔“ یعنی تباہی و بربادی اور ہلاکت

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ

آپ کہہ دیجیے: کیا تم واقعی اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا، اور تم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو؟ وہ تو جہانوں کا

رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ ⑨ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَاۤ

رب ہے ⑨ اور اس نے اس (زمین) میں اس کے اوپر مضبوط پہاڑ بنائے، اور اس میں برکتیں رکھیں، اور اس میں (رہنے والوں کے لیے) اس کی

اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ⑩ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ

غذاؤں کا (ٹھیک) اندازہ کیا، محتاجوں کے لیے یکساں طور پر (یہ سارا کام) چار دنوں میں (مکمل ہوا) ⑩ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جبکہ وہ دھواں تھا،

فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ⑪ فَقَضٰىهُنَّ

تب اللہ نے اس سے اور زمین سے کہا: تم دونوں خوشی یا ناخوشی سے آؤ، تو ان دونوں نے کہا: ہم دونوں خوشی خوشی حاضر ہیں ⑪ پھر (اللہ نے) انھیں دو

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا

دنوں میں سات آسمان بنا دیا، اور ہر آسمان میں اس کا کام الہام کر دیا، اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں (ستاروں) سے زینت دی، اور (اس کی خوب)

بِمَصَابِيْحَ ۖۗ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ⑫

حفاظت کی، یہ نہایت غالب، خوب جاننے والے کی تدبیر ہے ⑫

ان کا مقدر ہے۔ ﴿اَلَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ ”وہ لوگ جو زکاۃ نہیں دیتے۔“ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو لا الہ الا اللہ کی گواہی نہیں دیتے۔ ① عکرمہ کا بھی یہی قول ہے۔ ② یہ آیت اس طرح ہے جیسا کہ یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝﴾ (الشمس 10,9:91) ”جس نے اس (اپنے نفس) کا تزکیہ کیا وہ یقیناً مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ یقیناً خسارے میں رہا۔“ اور فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝﴾ (الأعلىٰ 15,14:87) ”بے شک وہ مراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہا، پھر اس نے نماز پڑھی۔“ اور فرمایا: ﴿فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ۝﴾ (النّٰزعٰت 18:79) ”پھر (اس سے) کہہ دے: کیا تو چاہتا ہے کہ پاک ہو جائے۔“

یہاں زکاۃ سے مراد نفس کو اخلاق رذیلہ سے پاک کرنا ہے اور اس کی اہم صورت نفس کو شرک سے پاک کرنا ہے۔ اور مال کی زکاۃ کو زکاۃ کے نام سے اس لیے موسوم کیا جاتا ہے کہ یہ مال کو حرام سے پاک کر دیتی ہے اور مال میں اضافہ، برکت کثرت نفع اور نیکی کے کاموں میں استعمال کی توفیق کا سبب بنتی ہے۔ امام قتادہ فرماتے ہیں: اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ و اپنے مالوں کی زکاۃ ادا نہیں کرتے تھے۔ ③ دیگر بہت سے مفسرین نے بھی اس سے یہی معنی مراد لیے ہیں اور امام ابن جریر بھی اسی معنی کو اختیار کیا ہے۔ ④ لیکن یہ معنی مراد لینا محل نظر ہے کیونکہ جیسا کہ بہت سے اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ زکاۃ 2 ہجر میں واجب ہوئی تھی اور یہ آیت مکی ہے، البتہ اس سلسلے میں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ صدقہ و زکاۃ کا اصل حکم تو ابتدائے بعثت

---

① تفسیر الطبری: 117/24. ② تفسیر الطبری: 117/24. ③ تفسیر الطبری: 117/24. ④ تفسیر الطبری: 117/24.

سے تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ﴾ (الأنعام 6:141) ”اور جس دن فصل کاٹو اللہ کا حق بھی اس میں سے ادا کرو۔“ اور جہاں تک اس کے نصاب اور مقدار کا تعلق ہے تو اس کی تفصیل مدینہ منورہ میں بیان ہوئی تھی، اس طرح دونوں اقوال میں تطبیق دی جا سکتی ہے جیسے کہ طلوعِ آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے نماز تو ابتدائے بعثت ہی سے واجب تھی، البتہ ہجرت سے ڈیڑھ سال قبل جب شب معراج اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر پانچ نمازوں کو فرض قرار دیا تو اس کے بعد آہستہ آہستہ اس کی شروط، اس کے ارکان اور اس سے متعلق دیگر مسائل کو بھی بیان کر دیا گیا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

اس کے بعد اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ⑧ ﴾ ”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔“ امام مجاہد وغیرہ نے فرمایا ہے کہ ﴿ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ⑧ ﴾ کے معنی ہیں: ایسا ثواب جو کبھی ختم ہی نہ ہو اور جو منقطع نہ ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۙ ﴾ (الكهف 18:3) ”جس میں وہ ابد الآباد رہیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ○ ﴾ (هود 11:108) ”یہ اللہ کی عطا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی۔“

تفسیر آیات: 9-12

تخلیقِ کائنات کی بعض تفصیلات: اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید فرمائی ہے جنھوں نے اللہ کے ساتھ غیر کی پوجا کی، حالانکہ ہر چیز کا خالق وہی ہے، ہر چیز پر غالب اور مقتدر بھی اسی کی ذات پاک ہے، پس اس نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ﴾ ”آپ کہہ دیں: کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا اور تم (بتوں کو) اس کے لیے شریک بناتے ہو۔“ یعنی اس کی نظیر اور ہم مثل قرار دے کر اس کے ساتھ تم ان کی بھی پوجا کرتے ہو۔ ﴿ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ⑨ ﴾ ”وہ سارے جہانوں کا رب ہے۔“ یعنی وہ جو تمام اشیاء کا خالق ہے وہی تمام مخلوقات کا پروردگار ہے، اس جگہ آیت کریمہ: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ﴾ (الحديد 57:4) ”اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔“ کی تفصیل ہے، یہاں آسمانوں اور زمین سے متعلق الگ الگ تفصیل دی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے پہلے زمین کو پیدا فرمایا کیونکہ وہ گویا اس کائنات کی بنیاد کی طرح ہے اور عمارت کو پہلے بنیاد ہی سے شروع کیا جاتا اور پھر اسے چھت تک پہنچایا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ ﴾ (البقرة 2:29) ”وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمھارے لیے پیدا کیں، پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا، تو ان کو ٹھیک سات آسمان بنا دیا۔“ اور جہاں تک ان آیات کریمہ کا تعلق ہے: ﴿ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ○ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۙ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۖ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ؕ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۖ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۙ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ؕ ﴾ (النّٰزعٰت 79:27-33) ”بھلا تمھارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا؟ اسی نے اسے بنایا، اس کی چھت کو اونچا کیا، پھر اسے برابر کر دیا اور اسی نے رات تاریک بنائی اور (دن کو) دھوپ نکالی اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا، اسی نے اس میں سے اس کا پانی نکالا اور چارا اگایا اور اس پر پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا، (یہ سب کچھ) تمھارے اور تمھارے

چار پایوں کے فائدے کے لیے (کیا۔)''

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کو آسمان کی تخلیق کے بعد پھیلایا گیا لیکن نصِ قرآن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمین کو آسمانوں سے پہلے پیدا کیا گیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا جواب یہ دیا ہے، جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض کی کہ میں قرآن مجید میں کچھ ایسی اشیاء پاتا ہوں جن میں اختلاف ہے، مثلاً: ایک آیت میں یہ ذکر ہے: ﴿ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ○ ﴾ (المؤمنون 101:23) ''تو اس دن نہ ان میں قرابتیں رہیں گی اور نہ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔'' اور دوسری آیت میں ہے: ﴿ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ○ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 27:37) ''اور ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے سوال (وجواب) کریں گے۔'' اسی طرح ایک آیت میں ہے: ﴿ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ○ ﴾ (النسآء 42:4) ''اور اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔'' اور دوسری آیت میں ہے: ﴿ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ○ ﴾ (الأنعام 23:6) ''اللہ کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے! ہم شریک نہیں بناتے تھے۔'' اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے شرک کو اللہ تعالیٰ سے چھپائیں گے۔ اسی طرح ایک مقام پر ہے: ﴿ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۭ بَنٰىهَا ○ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ○ۙ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ○ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ○ۭ ﴾ (النّٰزعٰت 79:27-30) ''بھلا تمھارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا؟ اس نے اسے بنایا، اس کی چھت کو اونچا کیا، پھر اسے برابر کر دیا اور اسی نے رات تاریک بنائی اور (دن کو) دھوپ نکالی اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کو زمین سے پہلے پھیلایا گیا ہے جبکہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قُلْ اَىِٕنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ⑨ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ⑩ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ⑪ ﴾ ''کہہ دیجیے: کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور تم (بتوں کو) اس کے لیے شریک بناتے ہو، وہی تو سارے جہانوں کا رب ہے اور اسی نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے اور زمین میں برکت رکھی اور اس میں (رہنے والوں کے لیے) اس کی غذاؤں کا (ٹھیک) اندازہ کیا محتاجوں کے لیے یکساں طور پر (یہ سارا کام) چار دنوں میں (مکمل ہوا)، پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں آؤ (خواہ) خوشی سے، خواہ ناخوشی سے، انھوں نے کہا: ہم خوشی سے آئے ہیں۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کو آسمانوں سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے: ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ ﴾ (النسآء 96:4) ﴿ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ○ ﴾ (النسآء 56:4) ﴿ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ○ ﴾ (النسآء 58:4) گویا اللہ تعالیٰ پہلے ان صفات سے متصف تھا بعد میں وہ صفات نہ رہیں؟ اس شخص کے جواب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ﴿ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ○ ﴾ (المؤمنون 101:23) کا تعلق

نفخۂ اولیٰ سے ہے، پھر جب صور میں پھونکا جائے گا : ﴿ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ﴾ (الزمر 68:39) ”تو جولوگ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بے ہوش ہوکر گر پڑیں گے مگر وہ جسے اللہ چاہے۔“ اس وقت نہ تو ان میں قرابتیں رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے اور پھر جب آخری نفخہ ہوگا تو ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے سوال و جواب کریں گے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وہ اپنے شرک کو چھپائیں گے اور دوسری آیت کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ سے کسی بات کو چھپا نہیں سکیں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اہل توحید کے گناہوں کو معاف فرما دے گا تو مشرکین کہیں گے کہ آؤ ہم بھی کہیں کہ ہم شرک نہیں کرتے تھے مگر اس وقت ان کے مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی اور ان کے ہاتھ بولیں گے تو اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ سے کسی بات کو چھپایا نہیں جا سکتا اور اس وقت ﴿ يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴾ (النسآء 42:4) ”کافر اور پیغمبر کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش! انھیں زمین کے ساتھ برابر کر دیا جاتا۔ اور وہ اللہ سے کوئی (بھی) بات چھپا نہیں سکیں گے۔“

اسی طرح آسمان و زمین کی تخلیق کے بارے میں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا، پھر بعد والے دو دن میں آسمان کو پیدا فرما کر اس کی طرف متوجہ ہوا اور انھیں برابر کر دیا۔ پھر اس نے زمین کو پھیلا دیا۔ اور زمین کو پھیلا دینے کے معنی یہ ہیں کہ اس نے زمین سے پانی اور چارا نکالا اور پہاڑوں، صحراؤں، جمادات، ٹیلوں اور آسمان و زمین کے درمیان کی تمام چیزوں کو دو دن میں پیدا فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ ﴾ ”زمین کو دو دن میں پیدا کیا۔“ کے معنی یہ ہیں کہ اس نے دو دن میں زمین کو اور دو دن میں اس میں موجود تمام اشیاء کو سب کو چار دن میں پیدا فرمایا۔ ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ (النسآء 96:4) ”بے شک اللہ بڑا بخشنے والا اور نہایت رحم والا ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو خود ان ناموں سے موسوم فرمایا ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ سے ان صفات سے متصف ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا بھی ارادہ فرمائے اسے کر گزرتا ہے، لہٰذا قرآن مجید میں اختلاف نہ سمجھو، اس لیے کہ سارا قرآن اللہ عزوجل ہی کی طرف سے ہے۔ ① ﴿ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ ﴾ ”زمین کو دو دن میں پیدا کیا۔“ یعنی اتوار اور سوموار کے دن۔ ﴿ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا ﴾ ”اور اسی نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے اور زمین میں برکت رکھی“ یعنی اس نے زمین کو بابرکت اور خیر، بیج اور کاشت کے قابل بنا دیا اور اس میں سامان معیشت مقرر کیا۔ اور اس میں معیشت اور رزق کے وہ سب سامان رکھ دیے جن کی اہل زمین کو ضرورت ہے اور اس میں ایسے مقامات رکھ دیے جن میں زراعت اور کاشت کی جاتی ہے۔ اور یہ منگل اور بدھ کے دن کیا اور اس طرح سابقہ دو دنوں کے ساتھ مل کر یہ کل چار دن ہو گئے، اس لیے فرمایا: ﴿ فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ⑩ ﴾ ”سب چار دن میں اور تمام سوال کرنے والوں کے لیے یکساں۔“ یعنی ان سب کے لیے جو معلوم کرنے کے لیے اس کے بارے میں سوال کرنا چاہے۔

عکرمہ اور مجاہد نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا ﴾ ”اور اس میں (رہنے والوں کے لیے) اس کی غذاؤں

---

① صحيح البخاري، التفسير، سورة حٰمٓ السجدة ، قبل الحديث : 4816.

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ⑬ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ

پھر اگر وہ اعراض کریں تو کہہ دیجیے: میں نے تمھیں ایسی چیخ (آسمانی عذاب) سے ڈرا دیا ہے جو عاد اور ثمود کی چیخ (عذاب) کے مانند

مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا

ہوگی ⑬ جب رسول ان کے پاس ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے (یہ کہتے ہوئے) آئے کہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو، (تو) انھوں

لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ⑭ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي

نے کہا: اگر ہمارا رب چاہتا تو ضرور فرشتے نازل کرتا، لہٰذا جو کچھ دے کر تمھیں بھیجا گیا ہے ہم تو یقیناً اس کے منکر ہیں ⑭ پھر جو عاد تھے

الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ

تو انھوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور بولے: قوت میں ہم سے زیادہ سخت کون ہے۔ کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ بے شک اللہ جس

خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ⑮ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا

نے انھیں پیدا کیا وہ قوت میں ان سے زیادہ سخت ہے۔ اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے رہے ⑮ چنانچہ ہم نے ان پر منحوس (ثابت ہونے

صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ

والے) دنوں میں طوفانی ہوا بھیجی تاکہ ہم انھیں دنیاوی زندگی ہی میں ذلت و رسوائی کے عذاب (کا مزہ) چکھائیں، اور بلاشبہ آخرت کا

الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ⑯ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى

عذاب سب سے زیادہ رسوا کن ہے، اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی ⑯ اور جو ثمود تھے، تو ہم نے ان کی رہنمائی کی تو انھوں نے ہدایت

الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۚ ⑰ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ

پر اندھے پن کو پسند کیا، پھر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انھیں رسوا کن عذاب کی چیخ نے آ لیا ⑰ اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو

اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ⑱ ع

ع 2 10 16

ایمان لائے اور وہ تقویٰ اختیار کرتے تھے ⑱

کا (ٹھیک) اندازہ کیا۔" کے بارے میں کہا ہے کہ ہر زمین میں کچھ ایسا سامان معیشت رکھ دیا ہے جو کسی دوسرے حصے میں موزوں نہیں، مثلاً: (خاص قسم کی) چادریں مُلکِ یمن میں، عمدہ باریک (سابوری) کپڑا سابور شہر میں اور سیاہ شالیں رے کے علاقے میں ہیں۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور سدی نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ⑩﴾ "تمام مانگنے والوں کے لیے یکساں۔" کے بارے میں کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے لیے جو اس کے متعلق سوال کرنا چاہیں۔ ② اور ابن زید نے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ یہ اس کی مراد کے موافق ہے جسے رزق کی ضرورت ہو، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے وہ سب کچھ زمین میں رکھ دیا ہے جس کی اسے ضرورت ہو۔ ③ یہ قول اس کے مشابہ ہے جو مفسرین نے حسب ذیل آیت کریمہ کے بارے میں ذکر کیا ہے: ﴿وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ﴾ (ابرٰھیم 34:14) "اور جو کچھ تم نے مانگا سب میں سے تم کو عنایت کیا۔" وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

---

① تفسیر الطبری: 121/24۔ ② تفسیر الطبری: 123,122/24۔ ③ تفسیر الطبری: 123/24۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ دُخَانٌ ﴾ ”پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا۔“ دھویں سے مراد پانی سے اٹھنے والے وہ بخارات ہیں جو زمین کی تخلیق کے وقت اس سے اٹھے تھے۔ ﴿ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ ﴾ ”تو اس نے اس (آسمان) سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں خوشی یا ناخوشی سے آؤ۔“ یعنی میرے حکم پر لبیک کہو اور خوشی یا ناخوشی سے میرے کام کو تسلیم کرو۔ ﴿ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ⑪ ﴾ ”ان دونوں نے کہا کہ ہم خوشی سے آتے ہیں۔“ یعنی ہم خوشی سے آپ کے حکم پر لبیک کہتے ہیں ساتھ ان کے جو ہم میں ہیں، جن کی تخلیق کا تو ارادہ رکھتا ہے۔ فرشتوں، جنوں اور انسانوں میں سے، ہم سب تیرے مطیع ہیں۔ ﴿ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ ﴾ ”پھر دو دنوں میں سات آسمان بنائے۔“ دو دنوں میں اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنا دیے، یعنی جمعرات اور جمعہ کے دن۔ ﴿ وَ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ ﴾ ”اور ہر آسمان میں اس کا کام الہام کر دیا۔“ یعنی ہر آسمان میں فرشتوں اور ان تمام اشیاء کو، جن کی اسے حاجت تھی، مرتب اور مقرر فرما دیا جنھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ﴿ وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖۗ ﴾ ”اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں (ستاروں) سے مزین کیا۔“ یعنی ایسے منور اور روشن ستاروں کے ساتھ جو اہل زمین کو نظر آتے ہیں۔ ﴿ وَ حِفْظًا ؕ ﴾ ”اور (اس کی) خوب حفاظت کی۔“ یعنی اسے شیطانوں سے محفوظ کر دیا تاکہ وہ ملاء اعلیٰ کی بات کو نہ سن سکیں۔ ﴿ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ⑫ ﴾ ”یہ نہایت غالب، خوب جاننے والے کی تدبیر ہے۔“ یعنی اس زبردست ذات کی جو غالب ہے اور جس نے ہر چیز کو مغلوب و مقہور کر رکھا ہے اور وہ اس قدر باخبر ہے کہ مخلوقات کی تمام حرکات و سکنات سے آگاہ ہے۔

تفسیر آیات:13-18

تکذیب کرنے والوں کو سرزنش: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد ﷺ! ان تکذیب کرنے والے مشرکین سے کہہ دیں جن کے پاس آپ حق لائے ہیں کہ اگر تم اس حق سے اعراض کرو جو میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے پاس لایا ہوں تو میں تمھیں تم پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نازل ہونے سے ڈراتا ہوں جس طرح پیغمبروں کی تکذیب کرنے والی سابقہ امتوں پر نازل ہوا تھا۔ ﴿ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ⑬ ﴾ ”ایسی چیخ سے (ڈرا دیا ہے) جو عاد اور ثمود کی چیخ کے مانند ہوگی۔“ یعنی اور وہ لوگ جو ان (عاد و ثمود) کے مشابہ تھے، جن کے اعمال و افعال انھی لوگوں کی طرح تھے۔ ﴿ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ ﴾ ”جب ان کے پاس پیغمبران! کے آگے اور پیچھے سے آئے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَ اذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَ قَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖۤ ﴾ (الأحقاف 21:46) ”اور (قوم) عاد کے بھائی (ہود) کو یاد کرو کہ جب انھوں نے اپنی قوم کو سرزمین احقاف میں ڈرایا اور یقیناً اس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی ڈرانے والے گزر چکے ہیں۔“ یعنی ان کے علاقوں کے ساتھ متصل بستیوں میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا جو انھیں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کا حکم دیتے، جنت کی خوش خبری سناتے اور دوزخ کے عذاب سے ڈراتے تھے۔ اور انھوں نے وہ دیکھ لیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں پر عذاب کو نازل کیا اور اپنے دوستوں کو طرح طرح کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا، اس کے باوجود انھوں نے ایمان و تصدیق کو اختیار نہ کیا بلکہ تکذیب اور انکار ہی کرتے رہے اور کہنے لگے: ﴿ لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ

مَلٰٓئِكَةً ﴾ ”اگر ہمارا پروردگار چاہتا تو ضرور فرشتے اتار دیتا۔“ یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجنا ہوتا تو وہ فرشتوں کو بھیجتا۔ ﴿ فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ ﴾ ”پس بے شک ہم، جو تم دے کر بھیجے گئے ہو۔“ یعنی اے رسالت کا دعوٰی کرنے والے انسانو! ﴿ كٰفِرُوْنَ ⑭ ﴾ ”انکار کرنے والے ہیں۔“ یعنی ہم تمھاری اتباع نہیں کریں گے کیونکہ تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ﴾ ”تو جو عاد تھے وہ ناحق زمین میں غرور کرنے لگے۔“ یعنی انھوں نے بغاوت، سرکشی اور نافرمانی کو اختیار کیا۔ ﴿ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ ﴾ ”اور کہنے لگے کہ ہم سے قوت میں بڑھ کر کون ہے؟“ انھوں نے اپنی جسمانی مضبوطی اور قوت پر غرور کیا اور خیال کیا کہ وہ اپنی اس جسمانی طاقت وقوت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں گے۔ ﴿ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ ﴾ ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے انھیں پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت بڑھ کر ہے۔“ یعنی کیا یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ دشمنی کے لیے کس کو مقابلے کا چیلنج دے رہے ہیں! وہ تو وہ عظیم الشان ذات ہے جس نے اشیاء کو پیدا کیا، ان میں ان طاقتوں اور قوتوں کو پیدا فرمایا جن کے وہ حامل ہیں اور اس کی پکڑ بہت شدید ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝ ﴾ (الذّٰریٰت 47:51) ”اور آسمانوں کو ہم ہی نے اپنی طاقت سے بنایا اور یقیناً ہم البتہ وسعت دینے والے ہیں۔“ تو انھوں نے اللہ رب جبار کو دشمنی کے لیے مقابلے کا چیلنج دیا، اس کی آیات کا انکار کیا اور اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی، پس اسی لیے فرمایا: ﴿ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا ﴾ ”چنانچہ ہم نے ان پر سخت ہوا چلائی۔“

بعض نے کہا ہے کہ ریح صرصر تیز چلنے والی آندھی کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ شدید ٹھنڈی ہوا کو، بعض نے کہا ہے کہ ایسی ہوا کو جس میں آواز ہو اور حق بات یہ ہے کہ باد صرصر میں یہ ساری چیزیں موجود ہوتی ہیں کہ وہ بہت شدید بھی ہوتی ہے اور تیز بھی تاکہ ان کی سزا اسی چیز کی جنس سے ہو جس پر انھیں غرور تھا، یعنی طاقت وقوت۔ بلاشبہ وہ باد صرصر شدید ترین ٹھنڈی بھی تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿ بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ ۝ۙ ﴾ (الحاقّة 6:69) ”یخ بستہ نہایت تیز آندھی۔“ یعنی شدید ٹھنڈی ہوا جس میں بہت خوفناک آواز بھی تھی۔ بلاد مشرق کی ایک مشہور نہر کا نام بھی صرصر اسی لیے ہے کہ اس میں پانی کے چلنے کی آواز بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ﴿ فِیْۤ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ ﴾ ”منحوس دنوں میں۔“ جو مسلسل اور متواتر تھے۔ ﴿ سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ﴾ (الحاقّة 7:69) ”سات رات اور آٹھ دن (ان پر چلائے رکھا ان کی) جڑ کاٹ دینے کے لیے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ فِیْ یَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝ۙ ﴾ (القمر 19:54) ”دائمی نحوست والے دن میں۔“ یعنی منحوس دن میں ان پر عذاب کا آغاز ہوا اور پھر یہ نحوست ان پر سات رات اور آٹھ دن تک جاری وساری رہی حتی کہ ان سب کو ہلاک کر دیا۔ اور ان کی دنیا کی یہ ذلت ورسوائی آخرت کے عذاب کے ساتھ مل گئی، اسی لیے فرمایا: ﴿ لِّنُذِیْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰی ﴾ ”تاکہ ہم انھیں دنیاوی زندگی میں ذلت کے عذاب (کا مزہ) چکھائیں اور آخرت کا عذاب تو بہت زیادہ رسوا کرنے والا ہے۔“ یعنی عذاب آخرت ان کے لیے زیادہ شدید ذلت ورسوائی کا سبب ہوگا۔ ﴿ وَهُمْ لَا یُنْصَرُوْنَ ⑮ ﴾ ”اور وہ مدد بھی نہیں کیے جائیں گے۔“ یعنی آخرت میں ان کو کوئی مدد نہ ملے گی جیسا کہ دنیا میں بھی ان کی کوئی مدد نہ کی گئی اور ان

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ⑲ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ

اور جس دن اللہ کے دشمن (ہانک کر) آگ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، تو ان کی درجہ بندی کی جائے گی⑲ حتی کہ جب وہ اس (دوزخ) کے پاس

سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑳ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ

پہنچیں گے تو ان کے خلاف ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی جلدیں ان عملوں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے⑳ اور وہ اپنی جلدوں سے

عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ

کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ کہیں گی: ہمیں اسی اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو بلوایا، اور اسی نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا، اور تم

تُرْجَعُوْنَ ㉑ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ

اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے㉑ اور تم (گناہ کرتے وقت یہ سوچ کر) چھپتے نہیں تھے کہ تمھارے کان اور تمھاری آنکھیں اور تمھارے چمڑے تمھارے خلاف

وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ㉒ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ

گواہی دیں گے، بلکہ تم سمجھتے تھے کہ بے شک اللہ تمھارے بہت سے اعمال کو نہیں جانتا جو تم کرتے تھے㉒ اور تمھارا یہی گمان جو تم نے اپنے رب کے

ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ㉓ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ؕ

بارے میں کیا، اسی نے تمھیں ہلاک کیا، چنانچہ تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو گئے㉓ پھر اگر وہ صبر کریں تو بھی آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے، اور اگر وہ

وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ㉔

معافی مانگیں گے تو وہ معاف کیے گئے (لوگوں) میں سے نہ ہوں گے㉔

کے لیے کوئی بچانے والا بھی نہ ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انھیں بچا سکے یا سزا کو ان سے ٹال سکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ ﴾ ''اور جو ثمود تھے تو ہم نے انھیں سیدھا رستہ دکھایا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابو العالیہ، سعید بن جبیر، قتادہ، سدی اور ابن زید کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ان کے لیے ہدایت کو واضح کر دیا تھا۔① اور ثوری کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے انھیں ہدایت کی طرف دعوت دی۔ ﴿ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى ﴾ ''تو انھوں نے ہدایت پر اندھے پن کو پسند کیا۔'' یعنی ہم نے ان کے لیے ان کے نبی صالح علیہ السلام کی زبانی حق کو واضح طور پر صاف صاف بیان کر دیا مگر انھوں نے ان کی مخالفت کی، تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ کی اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی علیہ السلام کی صداقت کی نشانی اور علامت قرار دیا تھا۔ ﴿ فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ ﴾ ''تو رسوا کن عذاب کی کڑک نے انھیں آ پکڑا۔'' اللہ تعالیٰ نے ان پر چنگھاڑ، زلزلہ، ذلت و رسوائی اور عبرت ناک سزا اور عذاب کو نازل فرما دیا تھا۔ ﴿ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑰ ﴾ ''اس کے بدلے جو وہ کماتے تھے۔'' یعنی جو وہ تکذیب اور انکار کرتے تھے۔ ﴿ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے انھیں ہم نے بچا لیا۔'' ان کے درمیان میں سے اہل ایمان کو ہم نے بچا لیا، انھیں کوئی تکلیف نہ پہنچی اور نہ اس سے انھیں کوئی نقصان ہوا بلکہ تقویٰ اختیار کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے نبی صالح علیہ السلام کے

---

① تفسیر الطبری : 131,130/24 و تفسیر ابن أبی حاتم : 3270/10.

ساتھ نجات عطا فرما دی تھی۔

تفسیر آیات: 24-19

حشر کے دن مجرموں کے اعضاء گواہی دیں گے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ⑲ ﴾ ”اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف (لے جانے کے لیے) اکٹھے کیے جائیں گے، تو ان کی درجہ بندی کی جائے گی۔“ یعنی ان مشرکین کو یاد دلاؤ جب انھیں جہنم کی آگ کی طرف لے جایا جائے گا اور زبانیہ فرشتے (مؤکلانِ دوزخ) اول سے آخر تک ان سب کو ترتیب کے ساتھ جمع کر دیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۟ ﴾ (مریم 86:19) ”اور ہم گناہ گاروں کو دوزخ کی طرف پیاسے ہانک لے جائیں گے۔“ ﴿ وِرْدًا ﴾ کے معنی ہیں پیاسے۔ ﴿ حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا ﴾ ”یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچ جائیں گے“ یعنی جہنم پر آ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ ﴿ شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑳ ﴾ ”تو ان کے کان اور آنکھیں اور چمڑے (دوسرے اعضاء ان کے خلاف) ان عملوں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔“ یعنی ان کے ان سب اعمال کی گواہی دیں گے جنھیں انھوں نے آگے بھیجا یا پیچھے چھوڑا اور ان میں سے ایک حرف کو بھی چھپایا نہیں جا سکے گا۔ ﴿ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ ﴾ ”اور وہ اپنے چمڑوں (اعضاء) سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟“ یعنی وہ اپنے اعضاء اور اپنے چمڑوں کو ملامت کریں گے جب وہ ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ تو ان کے اعضاء انھیں جواب دیں گے: ﴿ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ ”وہ کہیں گے: ہمیں اس اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو بلوایا اور اسی نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا“ یعنی اس کے حکم کی مخالفت نہیں کی جا سکتی اور نہ اسے ٹالا جا سکتا ہے، اسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

حافظ ابوبکر بزار رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہنسے اور تبسم فرمانے لگے، پھر آپ نے فرمایا: [أَلَا تَسْأَلُونِي مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتُ؟] ”کیا تم مجھ سے پوچھو گے نہیں کہ میں کس وجہ سے ہنس رہا ہوں؟“ صحابۂ کرام نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کس وجہ سے ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: [عَجِبْتُ مِنْ مُّجَادَلَةِ الْعَبْدِ رَبَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُولُ: يَارَبِّ! أَلَيْسَ وَعَدْتَّنِي أَلَّا تَظْلِمَنِي؟ قَالَ: بَلٰى، (فَيَقُولُ): فَإِنِّي لَا أَقْبَلُ عَلَيَّ (شَاهِدًا) إِلَّا مِنْ نَّفْسِي، (فَيَقُولُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى): أَوَلَيْسَ كَفٰى بِهٖ شَهِيدًا وَّبِالْمَلَائِكَةِ الْكِرَامِ الْكَاتِبِينَ؟ قَالَ: فَيُرَدِّدُ هٰذَا الْكَلَامَ (مِرَارًا، قَالَ:) فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيهِ وَتَتَكَلَّمُ أَرْكَانُهٗ بِمَا كَانَ يَعْمَلُ، فَيَقُولُ: (بُعْدًا لَّكُنَّ وَسُحْقًا عَنْكُنَّ كُنْتُ أُجَادِلُ)] ”میں روز قیامت بندے کے اپنے رب سے جھگڑے پر تعجب کر رہا ہوں، بندہ کہے گا کہ اے اللہ! کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ تو مجھ پر ظلم نہیں کرے گا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیوں نہیں! تو بندہ کہے گا: پھر میں اپنے نفس کے سوا اور کسی چیز کو اپنے خلاف بطور گواہ قبول نہیں کرتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: کیا میں اور میرے معزز لکھنے والے فرشتے بطور گواہ کافی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ بات کئی بار ارشاد فرمائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء اس کے اعمال کے بارے میں بات کریں گے۔ بندہ

اپنے اعضاء سے کہے گا: تمھارے لیے دوری اور پھٹکار ہو، تمھارے لیے تو میں جھگڑا کر رہا تھا۔‘‘① اسے ابوبکر بزار، ابن ابو حاتم، نیز امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔②

امام ابن ابو حاتم ؒ نے ابو بردہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ ابو موسیٰ ؓ نے کہا کہ کافر اور منافق کو حساب کے لیے بلایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے سامنے اس کے عمل کو پیش فرمائے گا تو وہ انکار کر دے گا اور کہے گا کہ اے میرے رب! مجھے تیری عزت کی قسم! اس فرشتے نے میرے ذمے ایسے عمل لکھ دیے ہیں جو میں نے کیے ہی نہیں۔ فرشتہ کہے گا: کیا تو نے فلاں دن، فلاں جگہ، فلاں عمل نہیں کیا تھا؟ بندہ جواب دے گا کہ اے اللہ! مجھے تیری عزت کی قسم! میں نے یہ عمل نہیں کیا تھا۔ جب وہ یہ بات کہے گا تو اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی۔ ابو موسیٰ اشعری ؓ نے بیان کیا کہ میرے خیال میں اس کے اعضاء میں سے سب سے پہلے اس کی دائیں ران بات کرے گی۔③ ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ﴾ ’’اور تم اس (بات کے خوف) سے تو چھپتے نہیں تھے کہ تمھارے کان اور تمھاری آنکھیں اور تمھارے چمڑے تمھارے خلاف شہادت دیں گے۔‘‘ یعنی جب وہ گواہی دینے پر ملامت کریں گے تو ان کے اعضاء اور ان کے چمڑے ان سے کہیں گے کہ جو عمل تم کرتے تھے، انھیں ہم سے چھپاتے تو نہیں تھے بلکہ تم علی الاعلان اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ کفر اور اس کی نافرمانی کرتے تھے اور بزعم خود تمھیں اس بات کی کوئی پروا نہ تھی، اس لیے کہ تم یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے تمام افعال کو جانتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ㉒ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ﴾ ’’بلکہ تم سمجھتے تھے کہ اللہ تمھارے ان بہت سارے اعمال کو نہیں جانتا جو تم کرتے تھے اور تمھارا یہی گمان جو تم نے اپنے پروردگار کے بارے میں کیا، اسی نے تمھیں ہلاک کر دیا۔‘‘ یعنی اس ظن فاسد نے جو تم یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے بہت سے اعمال کو جانتا ہی نہیں، تمھیں تمھارے رب کے پاس تباہ و برباد کر دیا۔ ﴿فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ㉓﴾ ’’چنانچہ تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو گئے۔‘‘ یعنی قیامت کے دن تم نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو خسارے میں ڈال دیا۔

امام احمد نے عبداللہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ میں کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا کہ تین شخص آئے جن میں سے ایک قریشی اور دو اس کے ثقفی داماد تھے یا ان میں سے ایک ثقفی تھا اور دو قریشی اس کے داماد تھے، ان کے پیٹوں کی چربی تو بہت زیادہ تھی مگر دلوں کی سمجھ بوجھ بہت کم تھی۔ انھوں نے کچھ ایسی گفتگو کی جسے میں (پوری طرح) سن نہ سکا، ان میں سے ایک نے کہا: کیا خیال ہے کیا اللہ تعالیٰ ہماری یہ گفتگو سن رہا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ اگر ہم بلند آواز سے گفتگو کریں گے تو وہ سن

---

① امام بزار ؒ سے یہ روایت ہمیں نہیں ملی، البتہ یہ المستدرك للحاكم، الأهوال: 601/4، حديث: 8778 میں موجود ہے، البتہ پہلی اور تیسری قوسین والے الفاظ تفسیر ابن أبي حاتم کے آمدہ حوالے کے اور باقی قوسوں والے الفاظ مسند أبي يعلى: 55/7، حديث: 3975 کے مطابق ہیں۔ ② تفسير ابن أبي حاتم: 3271/10 وصحيح مسلم، الزهد......، باب: [الدنيا سجن للمؤمن......]، حديث: 2969 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة الانفطار: 508/6، حديث: 11653.

③ تفسير ابن أبي حاتم: 3271/10.

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ

اور ہم نے ان کے کچھ (برے) ہم نشین مقرر کر دیے تو انھوں نے ان کے اگلے اور پچھلے (تمام) اعمال خوش نما بنا کر ان کو دکھائے، آخر کار ان پر بھی

ع 3 7 17 فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ㉕ ع

(اللہ کے عذاب کی) وہ بات پوری ہوئی جو ان سے پہلے گزرنے والے جنوں اور انسانوں پر (پوری ہو چکی تھی کہ) بلاشبہ وہ خسارہ پانے والوں میں سے

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ㉖

تھے㉕ اور کافروں نے (ایک دوسرے سے) کہا: تم اس قرآن کو مت سنو، اور (جب پڑھا جائے تو) شور و غل کرو تاکہ تم غالب آ جاؤ㉖ چنانچہ جن لوگوں

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ㉗

نے کفر کیا، ہم انھیں ضرور سخت عذاب (کا مزہ) چکھائیں گے، اور جو بدترین عمل وہ کرتے رہے ہیں، ہم انھیں ان کا بدلہ ضرور دیں گے㉗ یہ آگ ہی

ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

اللہ کے دشمنوں کی سزا ہے، ان کے لیے اسی میں ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ یہ سزا ہے اس (جرم) کی کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے㉘ اور جن

يَجْحَدُوْنَ ㉘ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا

لوگوں نے کفر کیا، وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں جنوں اور انسانوں میں سے وہ دونوں (فریق) دکھا جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، ہم انھیں

تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ㉙

اپنے پاؤں تلے کریں، تاکہ وہ انتہائی پست لوگوں میں سے ہوں㉙

لے گا اور اگر آہستہ کریں گے تو نہیں سنے گا، تیسرے نے کہا اگر وہ کچھ گفتگو سن سکتا ہے تو پھر ساری سن سکتا ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس بات کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے ﴿ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ㉒ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ㉓ ﴾ تک آیات نازل فرما دیں۔ ① اسی طرح امام ترمذی نے بھی بیان کیا ہے۔ ② نیز اسے امام احمد، مسلم اور ترمذی نے سفیان، از اعمش، از عمارہ، از وہب بن ربیعہ بیان کیا ہے۔ ③ مزید امام بخاری و مسلم نے سفیان از منصور، از مجاہد، از ابو معمر عبداللہ بن سخبرہ، از ابن مسعود روایت کیا ہے۔ ④ ﴿ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ㉔ ﴾ ”سو اگر وہ صبر کریں گے تو بھی ان کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے اور اگر وہ معافی مانگیں تو وہ معاف کیے گئے لوگوں میں سے نہ ہوں گے“ یعنی خواہ وہ صبر کریں یا نہ کریں، ان کا ٹھکانا بہر حال دوزخ ہی ہے جس

---

① مسند أحمد :381/1 و408. ② جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة حٰمٓ السجدة، حديث: 3249.
③ مسند أحمد :408/1 و صحيح مسلم، كتاب وباب صفات المنافقين وأحكامهم، حديث:2775 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة حٰمٓ السجدة، حديث: 3249. ④ صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:23)، حديث: 4817 وصحيح مسلم، كتاب و باب صفات المنافقين وأحكامهم، حديث: 2775.

سے وہ کبھی بھی نکل نہ سکیں گے اور اگر وہ چاہیں کہ توبہ کریں اور عذر پیش کریں تو ان کے پاس عذر نہیں ہوں گے اور نہ ان کے گناہوں کو معاف کیا جائے گا۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ ﴿ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اگر یہ دوبارہ دنیا کی طرف لوٹ جانے کا سوال کریں تو اس کا انھیں کوئی جواب نہیں ملے گا جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں مطلع کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ○ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ○ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ○ ﴾ (المؤمنون 23:106-108) ”وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم پر ہماری کم بختی غالب ہوگئی اور ہم ہی گمراہ لوگ تھے، اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں اس سے نکال دے، پھر اگر ہم دوبارہ (ایسے کام) کریں تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے۔ وہ (اللہ) فرمائے گا کہ اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے بات بھی نہ کرو۔“ ①

تفسیر آیات :29-25

مشرکین کے ہم نشین انھیں برے اعمال خوشنما بنا کر دکھاتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اسی نے مشرکین کو گمراہ کیا ہے اور یہ اس کی مشیت، تکوین اور قدرت کے مطابق ہے اور وہ اپنے افعال میں حکیم ہے کہ اس نے اپنی حکمت کے تحت شیاطینِ انس وجن کو ان مشرکین کا قرین اور ہم نشین مقرر فرما دیا ہے۔ ﴿ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ﴾ ”تو انھوں نے ان کے اگلے اور پچھلے اعمال انھیں خوشنما بنا کر دکھائے۔“ یعنی ان ہم نشین شیطانوں نے انھیں ان کے سابقہ وآیندہ اعمال اچھے کر کے دکھائے تو یہ اپنے آپ کو محسن اور اچھے اعمال سرانجام دینے والے ہی سمجھتے رہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ ﴾ (الزخرف 43:36,37) ”اور جو کوئی رحمٰن کے ذکر سے (اعراض کر کے) اندھا بن جائے تو ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ اور بلاشبہ وہ (شیاطین) انھیں رستے سے روکتے رہتے ہیں جبکہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ ﴾ ”اور ان پر بھی (اللہ کے عذاب کی) وہ بات پوری ہوگئی“ یعنی ان پر بھی عذاب الٰہی کا وعدہ اسی طرح پورا ہوگیا جیسا کہ ان جیسے افعال کرنے والے ان سے پہلے کے جنوں اور انسانوں پر پورا ہوگیا تھا۔ ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴾ ”بے شک یہ نقصان اٹھانے والے ہیں“ یعنی خسارہ اٹھانے اور تباہی و بربادی سے دوچار ہونے میں یہ اور وہ برابر ہیں۔

کفار کی قرآن نہ سننے کے بارے میں ایک دوسرے کو وصیت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ ﴾ ”اور کافر کہنے لگے کہ تم اس قرآن کو سنا ہی نہ کرو“ یعنی انھوں نے ایک دوسرے کو وصیت کی کہ نہ قرآن کو سنو اور نہ اس کے احکام کی اطاعت وفرماں برداری کرو۔ ﴿ وَالْغَوْا فِيْهِ ﴾ ”اور اس میں شور مچا دیا کرو۔“ جب اس کی تلاوت ہو رہی ہو تو اسے مت سنو جیسا کہ مجاہد نے کہا ہے کہ ﴿ وَالْغَوْا فِيْهِ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ قرآن پڑھنے لگیں تو سیٹیاں اور تالیاں بجا کر شور مچا دیا کرو جیسا کہ قریش کیا کرتے تھے۔ ② ﴿ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴾ ”تا کہ تم غالب ہو

---

① تفسیر الطبری: 138/24. ② تفسیر الطبری: 140/24.

جاؤ۔ ‘‘ جاہل کفار اور ان کے مسلک پر چلنے والے لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ قرآن سننے کے بجائے شور مچا دیا کرتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف یہ حکم دیا ہے: ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ ﴾ (الأعراف 7:204) ’’اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ ‘‘ پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کا بدلہ لیتے ہوئے اور قرآن کے دشمنوں اور کافروں سے انتقام لیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ﴾ ’’سو البتہ ضرور ہم کافروں کو سخت عذاب کے مزے چکھائیں گے۔ ‘‘ یعنی قرآن سننے کے بجائے انھوں نے جو روش اختیار کی اس کی وجہ سے انھیں عذاب شدید میں مبتلا کر دیں گے۔ ﴿ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ㉗ ﴾ ’’اور ان کے ان برے عملوں کی البتہ ضرور سزا دیں گے جو وہ کرتے تھے۔ ‘‘ یعنی ان کے بدترین اعمال اور قبیح ترین افعال کے سبب (ان کو یہ سزا ہوگی۔) ﴿ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ㉘ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ㉙ ﴾ ’’یہی آگ اللہ کے دشمنوں کی جزا ہے، ان کے لیے اسی میں ہمیشہ کا گھر ہے۔ یہ اس کی سزا ہے کہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔ اور کافر کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! جنوں اور انسانوں میں سے جن لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، وہ ہمیں دکھا کہ ہم انھیں اپنے پاؤں تلے (روند) ڈالیں تا کہ وہ نہایت ذلیل ہوں۔ ‘‘

سفیان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ﴿ الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد ابلیس اور آدم علیہ السلام کا وہ بیٹا ہے جس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔ ① اور سُدی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر مشرک ابلیس کو بلوائے گا اور اسے حاضر کرنے کا کہے گا جبکہ ہر صاحب کبیرہ (بڑے گناہوں کا مرتکب) ابن آدم کو طلب کرے گا۔ ہر شر خواہ وہ شرک ہو یا اس سے کم تر کوئی اور گناہ، اس کی طرف دعوت دینے والا ابلیس ہے۔ ② اور جہاں تک آدم علیہ السلام کے اس پہلے بیٹے کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں حدیث سے ثابت ہے: [لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا، لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ] ’’جس انسان کو بھی ظلم کے ساتھ قتل کیا جائے گا تو اس کے خون (ناحق) میں آدم علیہ السلام کے اس پہلے بیٹے کا حصہ بھی ہوگا کیونکہ سب سے پہلے قتل کو اسی نے ایجاد کیا تھا۔ ‘‘ ③

﴿ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا ﴾ ’’ہم انھیں اپنے پاؤں تلے (روند) ڈالیں۔ ‘‘ یعنی انھیں عذاب کے لیے ہم سے نیچے رکھ تا کہ انھیں ہماری نسبت شدید عذاب ہو۔ ﴿ لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ㉙ ﴾ ’’تا کہ وہ نہایت ذلیل ہوں۔ ‘‘ یعنی جہنم کے نچلے طبقہ میں ہوں جیسا کہ قبل ازیں سورۂ اعراف میں گزر چکا ہے کہ پیروکار اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کریں گے کہ وہ ان کے قائدین کو ان کی نسبت دُگنا عذاب دے۔ ﴿ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ○ ﴾ (الأعراف 7:38) ’’اللہ فرمائے گا کہ تم سب کو

---

① تفسیر الطبری: 24/142. ② تفسیر الطبری: 24/142. ③ صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم وذریته، حدیث: 3335 و صحیح مسلم، القسامة والمحاربین ......، باب بیان إثم من سنّ القتل، حدیث: 1677 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ.

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا

بلا شبہ جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اترتے ہیں: نہ تم ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور اس جنت سے خوش

وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ㉚ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ

ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ㉚ ہم دنیاوی زندگی میں بھی تمھارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (رفیق ہیں)، اور اس میں تمھارے لیے وہ

الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ㉛ ؕ نُزُلًا

(سب کچھ) ہے جو تمھارے جی چاہیں گے اور اس میں تمھارے لیے وہ (سب کچھ) ہے جو تم مانگو گے ㉛ (یہ) بڑے بخشن ہار، نہایت رحم کرنے والے کی

مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ع ㉜ 4 ع 7 18

طرف سے مہمان نوازی ہوگی ㉜

دُگنا عذاب دیا جائے گا مگر تم نہیں جانتے۔'' ① یعنی ان میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ وہ عذاب اور وہ سزا دے گا جس کا اپنے عمل اور اپنے فساد برپا کرنے کے اعتبار سے وہ مستحق ہوگا جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یُفْسِدُوْنَ ○ ﴾ (النحل 16:88) ''جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روکا، ہم ان کے عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے، اس لیے کہ وہ فساد کیا کرتے تھے۔''

تفسیر آیات:30-32

استقامت سے سرشار موحدین کے لیے خوشخبری: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ﴾ ''بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ (اسی پر) قائم رہے'' یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کو خالص کیا اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا تھا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالاتے ہوئے انھوں نے اسی طرح عمل کیا۔ ابن جریر نے سعید بن عمران سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اس آیت کریمہ کو پڑھا: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ﴾ تو انھوں نے فرمایا کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے کسی بھی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنایا۔ ② پھر ابن جریر نے بروایت اسود بن ہلال بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اس آیت: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ﴾ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ گناہوں سے رکے رہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اس آیت کریمہ کو صحیح جگہ پر محمول نہیں کیا، لوگوں نے کہا کہ پھر اس کا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر انھوں نے اس ذات پاک کے سوا کسی اور معبود کی طرف التفات نہ کیا۔ ③ مجاہد، عکرمہ، سدی اور کئی ایک اہل علم نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ ④

امام احمد نے سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے ایک ایسی بات

---

① دیکھیے الأعراف، آیت : 38 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الطبری : 24/143۔ ③ تفسیر الطبری : 24/143۔ ④ تفسیر الطبری : 24/144۔

بیان فرمادیں جسے میں مضبوطی سے تھام لوں، آپ ﷺ نے فرمایا: [قُلْ: آمَنْتُ بِاللّٰهِ، ثُمَّ اسْتَقِمْ] ''تم یہ کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اسی پر قائم رہو۔'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کو میرے بارے میں زیادہ کس چیز کا خوف ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان کے کنارے کو پکڑا اور فرمایا: [هٰذَا] ''اس کا۔''① اسی طرح اسے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔② امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام نسائی نے بھی سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) اسلام کے بارے میں مجھے آپ ایک ایسی بات ارشاد فرمادیں کہ آپ کے بعد میں کسی اور سے نہ پوچھوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قُلْ: آمَنْتُ بِاللّٰهِ، ثُمَّ اسْتَقِمْ] ''تم یہ کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اسی پر قائم رہو۔'' پھر انھوں نے باقی ساری حدیث بھی بیان کی۔③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ﴾ ''ان پر فرشتے اترتے ہیں۔'' مجاہد، سدی، زید بن اسلم اور ان کے بیٹے (عبدالرحمٰن) نے فرمایا ہے کہ مراد یہ ہے کہ موت کے وقت اتریں گے اور وہ کہیں گے: ﴿ اَلَّا تَخَافُوْا ﴾ ''کہ تم خوف نہ کرو۔''④ مجاہد، عکرمہ اور زید بن اسلم کہتے ہیں کہ آخرت کے اس معاملے کا کچھ خوف نہ کرو جس سے تم دوچار ہونے والے ہو۔⑤ ﴿ وَلَا تَحْزَنُوْا ﴾ ''اور تم غم نہ کھاؤ۔'' اس اولاد، اہل و مال اور قرض کی وجہ سے جسے تم دنیا میں چھوڑ آئے ہو کیونکہ اس میں تمھارے نائب ہم ہیں۔ ﴿ وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾ ⑳ ''اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، خوشی مناؤ۔'' یعنی فرشتے انھیں شر کے ختم ہوجانے اور خیر کے حاصل ہوجانے کی خوش خبری سناتے ہیں جیسا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے: [اَلْمَلَائِكَةُ.......... قَالُوا: أُخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ! كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ (كُنْتِ تَعْمُرِينَهُ)، أُخْرُجِي (إِلٰى رَوْحٍ) وَّرَيْحَانٍ وَّرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ] ''فرشتے مومن کی روح سے کہتے ہیں کہ اے پاک روح! جو پاک جسم میں تھی اور اسے آباد کیے ہوئے تھی، راحت و رحمت، رزق و خوشبو اور ایسے رب کی طرف نکل آ جو ناراض نہیں ہے۔''⑥ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان پر فرشتے اس وقت نازل ہوں گے جب یہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ زید بن اسلم نے کہا ہے کہ فرشتے اسے موت کے وقت اور قبر میں خوش خبری سناتے ہیں اور بعث کے وقت بھی خوش خبری

---

① مسند أحمد: 413/3. ② جامع الترمذی، الزهد، باب ماجاء فی حفظ اللسان، حدیث: 2410 وسنن ابن ماجه، الفتن، باب كف اللسان فی الفتنة، حدیث: 3972. ③ صحیح مسلم، الإیمان، باب جامع أوصاف الإسلام، حدیث: (62)-38 والسنن الكبرٰی للنسائی، التفسیر، باب سورة الأحقاف: 458/6، حدیث: 11489. ④ تفسیر الطبری: 145/24. ⑤ تفسیر الطبری: 145/24. ⑥ مسند أبی داود الطیالسی: 2/114-119، حدیث: 789 والمستدرك للحاكم: 1/37، 38، حدیث: 107 عن البراء ؓ وسنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر الموت......، حدیث: 4262 والسنن الكبرٰی للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالٰی: ﴿ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴾ (ص 38:58): 443/6، حدیث: 11442 ومسند أحمد: 364/2 عن أبی هریرة ؓ واللفظ له جبکہ پہلی قوسین والے الفاظ صحیح مسلم، الجنة وصفة نعیمها وأهلها، باب عرض مقعد المیت......، حدیث: 2872 عن أبی هریرة ؓ اور دوسری قوسین والے الفاظ المصنف لعبد الرزاق، باب الصبر......: 3/564-567، حدیث: 6702 عن عبداللّٰه بن عمرو ؓ میں ہیں۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ㉝

اور اس شخص سے زیادہ اچھی بات کس کی ہوسکتی ہے جس نے (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیے اور کہا: بے شک میں تو فرماں برداروں

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ

میں سے ہوں ㉝ اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہوسکتیں، آپ (برائی کو) ایسی بات سے ٹالیے جو احسن ہو، تو (آپ دیکھیں گے) یکایک وہ شخص کہ آپ

وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ㉞ وَمَا یُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰىهَآ

کے اور اس کے درمیان دشمنی ہے، (ایسا ہوجائے گا) جیسے گرم جوش جگری دوست ہو ㉞ اور یہ (خصلت) انھی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرتے

اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ㉟ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ

ہیں، اور یہ اسی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے نصیب والا ہو ㉟ اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ ابھارے، تو اللہ کی پناہ مانگیے، یقیناً وہ

السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ㊱

خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ㊱

سنائیں گے۔ اسے امام ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔ یہ قول بہت اچھا اور تمام اقوال کا جامع قول ہے اور امر واقع بھی یہی ہے کہ فرشتے ان لوگوں کو ان تینوں مقامات پر بشارت دیتے ہیں۔ ﴿نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ﴾ ”ہم دنیاوی زندگی میں بھی تمھارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (تمھارے رفیق ہیں۔)“ یعنی بوقت موت فرشتے مومنوں سے یہ کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں تمھارے دوست تھے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہم تمھیں راہ راست پر رکھتے، اچھے کاموں کی ترغیب دیتے اور تمھاری حفاظت کرتے تھے، اسی طرح آخرت میں بھی ہم تمھارے ساتھ ہوں گے، قبروں اور نفخۂ صور کی وحشت کے وقت تمھیں مانوس رکھیں گے اور قبروں سے اٹھنے کے وقت ہم تمھیں پر امن رکھیں گے، تمھیں پل صراط عبور کرا دیں گے اور نعمتوں سے بھری جنتوں میں پہنچا دیں گے۔ ﴿وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ﴾ ”اور وہاں تمھارے لیے وہی ہے جو تمھارا جی چاہے گا“ یعنی جنت میں تمھیں وہ سب کچھ مل جائے گا جس کو تمھارے جی چاہیں گے اور جس سے تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ ﴿وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ㉛ ؕ﴾ ”اور اس میں تمھارے لیے وہ (سب کچھ) ہے جو تم طلب کرو گے“ یعنی جو چیز بھی طلب کرو گے وہ موجود ہوگی اور تمھاری طلب و خواہش کے مطابق تمھارے سامنے حاضر ہوگی۔ ﴿نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ㉜﴾ ”یہ نہایت بخشنے والے، خوب مہربان کی طرف سے مہمانی ہے“ یعنی یہ اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے لیے ضیافت، عطیہ اور انعام ہے جو تمھارے گناہوں کو بخشنے والا، تم پر رحم فرمانے والا اور بخشش، ستر پوشی، رحمت اور لطف و کرم کے ساتھ تم پر شفقت فرمانے والا ہے۔

تفسیر آیات :33-36

دعوت الی اللہ کی فضیلت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ﴾ ”اور اس شخص سے بات کے لحاظ سے زیادہ اچھا کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے“ یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس کی طرف بلائے۔ ﴿وَعَمِلَ صَالِحًا

﴿ وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ ﴾ ’’اور نیک عمل کرے اور کہے کہ بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں‘‘ یعنی وہ جو کہہ رہا ہو، اس کے مطابق خود بھی ہدایت یافتہ ہو، اس کا نفع اپنے لیے بھی ہو اور دوسروں کے لیے بھی، یعنی لازم اور متعدی دونوں ہو، اور وہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جو دوسروں کو نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں لیکن خود نیک کام نہیں کرتے اور دوسروں کو تو برے کاموں سے منع کرتے ہیں اور خود ان کاموں سے باز نہیں رہتے بلکہ یہ ایسا ہوتا ہے کہ خود بھی نیکی کرتا اور برائی سے دور رہتا ہے اور مخلوق کو خالق تبارک وتعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ یہ آیت کریمہ عام ہے اور ہر اس شخص کے بارے میں ہے جو نیکی کی طرف دعوت دیتا ہو اور خود بھی ہدایت یافتہ ہو لیکن اس کے سب سے بڑے مصداق خود رسول اللہ ﷺ ہیں جیسا کہ محمد بن سیرین، سدی اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے۔ ① یہ بھی کہا ہے کہ اس آیت سے مراد نیک مؤذن ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے: [اَلْمُؤَذِّنُونَ أَطْوَلُ النَّاسِ أَعْنَاقًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ] ’’قیامت کے دن مؤذن سب لوگوں سے زیادہ لمبی گردنوں والے ہوں گے۔‘‘ ② اور سنن میں مرفوع روایت ہے: [اَلْإِمَامُ ضَامِنٌ وَّالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ، فَأَرْشَدَ اللّٰهُ الْأَئِمَّةَ وَغَفَرَ لِلْمُؤَذِّنِينَ] ’’امام ضامن ہے اور مؤذن امانت دار، اللہ تعالیٰ ائمہ کو رشد و بھلائی عطا فرمائے اور مؤذنوں کو بخش دے۔‘‘ ③

صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ عام ہے اور مؤذن وغیر مؤذن سب کے لیے ہے کیونکہ اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت اذان بالکل مشروع نہ تھی کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور اذان ہجرت کے بعد مدینہ میں اس وقت شروع ہوئی تھی جب عبداللہ بن عبدربہ انصاری ؓ کو خواب آیا اور انھوں نے اپنا خواب رسول اللہ ﷺ کو سنایا، پھر آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اذان کے کلمات بلال ؓ کو سکھا دیں کیونکہ ان کی آواز بلند ہے جیسا کہ اپنے مقام پر اس کی تفصیل موجود ہے۔ ④ تو معلوم ہوا کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے جیسا کہ عبدالرزاق نے معمر سے اور انھوں نے حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ ﴾ اور فرمایا کہ یہ شخص تو اللہ تعالیٰ کا دوست ہے، اللہ تعالیٰ کا ولی ہے، اللہ تعالیٰ کا منتخب شدہ ہے، اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہے، روئے زمین کے تمام لوگوں سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے، اس نے اپنی دعوت میں اللہ تعالیٰ کی بات کو قبول کیا اور اپنی دعوت میں اللہ تعالیٰ کی جس بات کو خود قبول کیا تھا لوگوں کو بھی اس کی طرف دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی بات کو قبول کرتے ہوئے نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں، یہ شخص تو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔ ⑤

دعوت و تبلیغ میں حکمت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ ﴾ ’’اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو

---

① تفسير الطبرى : 147/24 . ② صحيح مسلم، الصلاة، باب فضل الأذان وهرب الشيطان عندسماعه، حديث : 387 عن معاوية بن أبى سفيان ؓ. ③ سنن أبى داود، الصلاة، باب مايجب على المؤذن...... ، حديث : 517 وجامع الترمذى، الصلاة، باب ماجاء أن الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن، حديث: 207 و مسند أحمد: 419/2 واللفظ له والسنن الكبرىٰ للبيهقى، الصلاة، باب كراهية الإمامة: 127/3 عن أبى هريرة ؓ. ④ دیکھیے سنن أبى داود، الصلاة، باب كيف الأذان؟ حديث : 499 وسنن ابن ماجه، الأذان والسنة فيها، باب بدء الأذان، حديث: 706 و مسند أحمد : 43/4 عن عبدالله بن زيد ؓ. ⑤ تفسير عبدالرزاق : 155/3، رقم : 2710.

سکتیں۔'' کیونکہ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ ﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ﴾ ''آپ (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دیں جو بہت اچھا ہو'' یعنی جو تمھارے ساتھ برا سلوک کرے تو تم اس کے جواب میں حسن سلوک کا معاملہ کرو جیسا کہ حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا ہے کہ جو تمھارے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو تم اسے اس سے بڑھ کر اور کوئی سزا نہیں دے سکتے کہ تم اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرو۔ ① ﴿ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝۳۴ ﴾ ''پس (ایسا کرنے سے تو دیکھے گا کہ) وہ شخص کہ تیرے اور اس کے درمیان دشمنی ہے (ایسا ہو گیا ہے) گویا کہ وہ گہرا دوست ہے۔'' یعنی وہ تمھارا دوست بن جائے گا کہ جب تم اس سے حسن سلوک کرو گے جو تم سے بدسلوکی کرتا ہے تو تمھارا یہ حسن سلوک اسے تمھاری دوستی، محبت اور شفقت کی طرف کھینچ لائے گا حتی کہ وہ اس طرح ہو جائے گا گویا تمھارا گرم جوش دوست ہو اور وہ تمھارے قریب ہو کر تمھارے ساتھ شفقت اور احسان کا معاملہ کرنے لگے گا، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ ﴾ ''اور یہ (بات) صرف انھی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو صبر کرنے والے ہیں'' یعنی اس وصیت کو وہی قبول کرتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے جو اس پر صبر کرتا ہے کیونکہ یہ نفوس پر بہت شاق ہے۔ ﴿ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝۳۵ ﴾ ''اور انھی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں'' یعنی جنھیں دنیا و آخرت کی سعادت و کامرانی سے بہروافر نصیب ہوا ہو۔ علی بن ابو طلحہ نے ابن عباس ؓ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ غصے کے وقت صبر سے کام لیں، جہالت کے وقت حلم اور بردباری کا مظاہرہ کریں اور برے سلوک کے جواب میں عفو و درگزر کا ثبوت دیں اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں شیطان سے بچا لے گا اور ان کا دشمن ان کے لیے اس طرح ہو جائے گا جیسے گرم جوش دوست ہو۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ ﴾ ''اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہو تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں'' یعنی انسانی شیطان تو احسان سے دھوکا کھا جاتا ہے مگر جنّی شیطان جب وسوسہ ڈالتا ہے تو سوائے اس کے اور کوئی حیلہ اس کے خلاف کارگر نہیں ہوتا کہ اس خالق کی پناہ مانگ لی جائے جس نے اسے تم پر مسلط کیا ہے، لہٰذا جب تم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لو گے اور اس کا سہارا لے لو گے تو وہ اسے تم سے دور کر دے گا اور اس کے مکر و فریب کو تم سے ہٹا دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو پڑھتے: [أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِیعِ الْعَلِیمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیمِ، مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ] ''میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں جو سننے والا اور جاننے والا ہے، مردود شیطان سے، یعنی اس کے وسوسوں، اس کے تکبر اور اس کے پیدا کردہ بے ہودہ خیالات سے۔'' ③ قبل ازیں ہم یہ بیان

---

① الدر المنثور: 471/5. ② صحیح البخاری، التفسیر، سورة حٰمٓ السجدة، قبل الحدیث: 4816 و السنن الکبرٰی للبیهقی، النکاح، باب ما أمره اللّٰه تعالٰی به......: 45/7 و اللفظ له. ③ سنن أبی داود، الصلاة، باب من رأی الاستفتاح......، حدیث: 775 و جامع الترمذی، الصلاة، باب مایقول......، حدیث: 242 و مسند أحمد: 50/3 عن أبی سعید الخدری ؓ.

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ

اور اسی (اللہ) کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند بھی ہیں۔ تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو، اگر واقعی تم اسی کی عبادت کرتے

الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ㊲ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ

ہو تو تم اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان (سب) کو پیدا کیا ہے ㊲ پھر اگر وہ تکبر کریں، تو (پروا نہیں کیونکہ) جو (فرشتے) آپ کے رب کے پاس ہیں، وہ اس

يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ㊳ السجدة وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ

السجدۃ 12

کی رات دن تسبیح کرتے ہیں، اور وہ اکتاتے نہیں ㊳ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آپ زمین کو دبی ہوئی (خشک اور بنجر) دیکھتے ہیں، پھر جب ہم اس

خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰىؕ

پر پانی برساتے ہیں تو وہ لہلہانے لگتی ہے اور ابھرنے (پھلنے پھولنے) لگتی ہے، بلاشبہ وہ (اللہ) جس نے اس (زمین) کو زندہ کیا، وہ مردوں کو ضرور زندہ

اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ㊴

کرنے والا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ㊴

کر چکے ہیں کہ اس مقام کی قرآن مجید میں ایک نظیر تو سورۂ اعراف کی یہ آیت ہے: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ○ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ ﴾ (الأعراف 7:199، 200) ''(اے محمد ﷺ!) آپ عفو اختیار کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کریں اور اگر شیطان کی طرف سے آپ کے دل میں کسی طرح کا وسوسہ پیدا ہو تو اللہ کی پناہ مانگیں، بے شک وہ نہایت سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔'' اور اس کی دوسری نظیر سورۂ مومنون کی یہ آیت ہے: ﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ○ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِۙ ○ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ○ ﴾ (المؤمنون 23:96-98) ''اور برائی کو اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہو، یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے۔ اور کہہ دیجیے: اے میرے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے میرے پروردگار! اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ موجود ہوں۔''

تفسیر آیات: 37-39

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی عظیم الشان قدرت کے بارے میں متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایک بے نظیر ہستی ہے اور اسے ہر ایسے کام پر قدرت حاصل ہے جو وہ چاہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُؕ ﴾ ''اور رات اور دن اور سورج اور چاند اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔'' کہ اس نے رات کو اندھیرے کے ساتھ اور دن کو اجالے کے ساتھ پیدا فرمایا اور وہ ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں کبھی نہیں اکتاتے، اسی طرح سورج کی روشنی اور اس کا طلوع ہونا، چاند کی چاندنی اور آسمان میں اس کی منزلوں کا اندازہ، پھر اپنے آسمان میں اس کی رفتار کا مختلف ہونا، تاکہ اس کی اور سورج کی رفتار کے اختلاف و وقوع سے رات، دن، جمعوں، مہینوں اور برسوں کی مقدار معلوم ہو، پھر اسی سے حقوق کے لازم ہونے اور عبادات و معاملات کے اوقات کا پتہ چلتا ہے۔ شمس و قمر عالَم علوی و سفلی میں نظر آنے والے تمام

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ

بلاشبہ جو لوگ ہماری آیات میں کج روی و کفر کرتے ہیں، وہ ہم سے چھپے نہیں رہتے۔ کیا پھر جو شخص آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ جو روز قیامت

يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ⑩ اِنَّ الَّذِيْنَ

امن کے ساتھ آئے گا؟ تم جو چاہو عمل کرو، تم جو کچھ کرتے ہو بے شک اللہ اسے خوب دیکھ رہا ہے ⑩ بے شک جن لوگوں نے ذکر (قرآن) کو نہ مانا جب

كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ⑪ ۙ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ

وہ ان کے پاس آیا (تو وہ اپنا انجام دیکھ لیں گے) حالانکہ بلاشبہ یہ تو ایک بہت بلند مرتبہ کتاب ہے ⑪ باطل اس کے پاس پھٹک بھی نہیں سکتا، اس کے آگے

وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ⑫ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ

سے نہ اس کے پیچھے سے، یہ بڑی حکمت والے، تعریف کیے ہوئے کی طرف سے نازل کی گئی ہے ⑫ آپ سے بھی وہی کچھ کہا جا رہا ہے جو آپ سے

مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ⑬

پہلے رسولوں سے کہا گیا، بے شک آپ کا رب معاف کر دینے والا بھی ہے اور دردناک عذاب دینے والا بھی ⑬

اجرام سے زیادہ خوب صورت ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس طرف بھی ہماری توجہ مبذول کرائی ہے کہ یہ دونوں بھی مخلوق اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے دو بندے ہیں جو اسی کی ذات پاک کے تسلط و تسخیر کے تحت ہیں، پس فرمایا: ﴿ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ⑰ ﴾ ''تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے، اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔'' یعنی تم اس کے ساتھ شرک نہ کرو کیونکہ اگر تم اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ غیر کی عبادت بھی کرو گے تو پھر اللہ کی عبادت بھی تمھارے کچھ کام نہ آئے گی کیونکہ وہ اس بات کو ہرگز معاف نہیں فرماتا کہ اس کی ذات پاک کے ساتھ شرک کیا جائے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا ﴾ ''پھر اگر یہ لوگ سرکشی کریں۔'' اور صرف اور صرف اسی کی عبادت نہ کریں بلکہ اس کے ساتھ غیر کی بھی پوجا کریں ﴿ فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ ﴾ ''تو جو آپ کے پروردگار کے پاس ہیں'' یعنی فرشتے ﴿ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ⑱ ﴾ ''وہ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور وہ (کبھی) تھکتے ہی نہیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ○ ﴾ (الأنعام 89:6) ''اگر یہ (کفار) انکار کریں تو ہم نے ان پر (ایمان لانے کے لیے) ایسے لوگ مقرر کر دیے ہیں کہ وہ ان سے کبھی انکار کرنے والے نہیں۔'' ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ ﴾ ''اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے'' یعنی مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہونے کی نشانیوں میں سے ہے کہ ﴿ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً ﴾ ''بلاشبہ تو زمین کو دبی ہوئی (خشک) دیکھتا ہے۔'' یعنی زمین بے آب و گیاہ ہوتی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے گویا یہ زمین مردہ ہے۔ ﴿ فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ ﴾ ''جب ہم اس پر پانی برسا دیتے ہیں تو شاداب ہو جاتی اور پھولنے لگتی ہے۔'' اور رنگ رنگ کی فصلوں اور پھلوں کو پیدا کرنے لگتی ہے۔ ﴿ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑲ ﴾ ''بے شک جس نے اس (زمین) کو زندہ کیا وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ

اگر ہم اسے عجمی (زبان کا) قرآن بنا کر بھیجتے تو وہ ضرور کہتے: اس کی آیتیں (عربی میں) کھول کر بیان کیوں نہیں کی گئیں؟ کیا (کتاب) عجمی ہے اور (رسول)

هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ

عربی؟ کہہ دیجیے: وہ ان کے لیے، جو ایمان لائے، ہدایت اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ ان کے حق میں

عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ㊹ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ ع 5 12 19

اندھا پن ہے، یہ لوگ (جو حق بات نہیں سنتے گویا) دور دراز جگہ سے پکارے جا رہے ہوں ㊹ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، پھر اس میں اختلاف کیا

فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ

گیا، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی، تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا۔ اور بلاشبہ وہ اس (قرآن) کے

مِّنْهُ مُرِيْبٍ ㊺

متعلق بے چین کر دینے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں ㊺

تفسیر آیات: 40-43

کج روی کرنے والوں کی سزا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا ﴾ ''بے شک جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی کرتے ہیں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ الحاد یہ ہے کہ کلام کو اس کے اپنے مقام کے بجائے غیر مقام پر رکھا جائے۔ ① امام قتادہ وغیرہ نے فرمایا ہے کہ الحاد سے مراد کفر اور عناد ہے۔ ② ﴿ لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ ﴾ ''وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔'' یہ شدید سرزنش اور زبردست وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی آیات، اسماء اور صفات میں الحاد سے کام لیتا ہے اور وہ اسے اس کی زبردست سزا دے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْۤ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ ﴾ ''بھلا وہ شخص جو دوزخ میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن وامان سے آئے۔'' کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ یہ کبھی بھی برابر نہیں ہو سکتے، پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ ﴾ ''(تو خیر) جو چاہو سو کر لو۔'' مجاہد، ضحاک اور عطاء خراسانی نے کہا ہے کہ یہ وعید ہے۔ ③ یعنی اچھا برا جو عمل بھی کرو گے وہ تمھارے حالات سے آگاہ اور تمھارے اعمال کو دیکھ رہا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ㊵ ﴾ ''تم جو کچھ بھی کرتے ہو، یقیناً وہ اسے دیکھ رہا ہے۔'' پھر اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ ﴾ ''بے شک جن لوگوں نے ذکر کو نہ مانا جب وہ ان کے پاس آیا۔'' ضحاک، سدی اور قتادہ نے کہا ہے کہ ذکر سے مراد قرآن مجید ہے۔ ④

---

① تفسیر الطبری : 154/24. ② تفسیر الطبری : 154/24 یہ ابن زید کا قول ہے جبکہ اس حوالے میں قتادہ سے الحاد کے معنی تکذیب منقول ہیں، شاید تکذیب سے کفر مراد لیا گیا ہو۔ ③ تفسیر الطبری : 155/24 عن مجاهد. ④ تفسیر الطبری : 155/24 عن قتادة .

﴿ وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝㊶ ﴾ ''اور بے شک یہ تو ایک عالی رتبہ کتاب ہے۔'' یہ ایسی محفوظ و محصون کتاب ہے کہ کوئی اس جیسی کتاب پیش کرنے کا قصد نہیں کر سکتا۔ ﴿ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ ﴾ ''اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔'' یعنی باطل کو اس کی طرف کوئی رستہ نہیں ملتا کیونکہ یہ کتاب تو اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوئی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝㊷ ﴾ ''خوب دانا، بڑی خوبیوں والے (اللہ) کی اتاری ہوئی ہے'' یعنی اس ذات پاک کی طرف سے اتاری گئی ہے جو اپنے اقوال و افعال میں حکیم ہے اور اپنے تمام اوامر و نواہی میں قابل ستائش ہے اور اس کے تمام اوامر و نواہی کے اثرات و نتائج قابل تعریف ہیں، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ ﴾ ''آپ سے بھی وہی کچھ کہا جا رہا ہے جو یقیناً آپ سے پہلے رسولوں سے کہا گیا تھا۔'' قتادہ اور سدی وغیرہ نے کہا ہے کہ آپ کی تکذیب میں بھی وہی کچھ کہا جاتا ہے جو آپ سے پہلے پیغمبروں سے کہا گیا تھا۔ جیسے آپ کی تکذیب کی جا رہی ہے ان کی بھی تکذیب کی گئی تھی، لہٰذا جس طرح انھوں نے اپنی قوم کی طرف سے ایذا پر صبر کیا تھا آپ بھی اپنی قوم کی تکلیفوں پر صبر کریں۔① ﴿ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ ﴾ ''بے شک آپ کا پروردگار یقیناً بخشش دینے والا ہے'' اسے جو اس کے حضور توبہ کرے۔ ﴿ وَّ ذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ۝㊸ ﴾ ''اور عذاب الیم دینے والا بھی ہے۔'' اسے جو اپنے کفر، سرکشی، عناد، اختلاف اور مخالفت پر ڈٹا رہے۔

تفسیر آیات: 45,44

قرآن کا انکار، عناد اور سرکشی ہے: جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور اس کے لفظ و معنی کی مضبوطی و استحکام کو بیان فرمایا اور یہ بھی بیان فرمایا کہ اس کے باوجود مشرکین اس پر ایمان نہیں لائے تو اس طرف بھی متنبہ فرما دیا کہ ان کا کفر عناد اور سرکشی پر مبنی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَ لَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ۝ۙ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۝ؕ ﴾ (الشعرآء 26: 199,198) ''اور اگر ہم اسے عجمیوں میں سے کسی پر اتارتے، پھر وہ اسے ان (لوگوں) پر پڑھتا، (تو بھی) وہ اس پر ایمان نہ لاتے۔'' اسی طرح اگر سارے کا سارا قرآن کسی عجمی زبان میں نازل کر دیا جاتا تو یہ سرکشی اور عناد کے طور پر کہتے: ﴿ لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّ عَرَبِيٌّ ؕ ﴾ ''اس کی آیتیں (ہماری زبان میں) کیوں کھول کر بیان نہیں کی گئیں؟ کیا (کتاب) عجمی اور (رسول) عربی ہے۔'' یعنی کہتے کہ اسے کھول کھول کر عربوں کی زبان میں کیوں نازل نہیں کیا گیا اور اس کا انکار کرتے ہوئے کہتے کہ عربی مخاطب پر ایسا عجمی کلام کیوں نازل کیا گیا ہے جسے وہ سمجھتا ہی نہیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، سدی اور کئی دیگر مفسرین سے اس کے یہی معنی منقول ہیں۔②

پھر اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ؕ ﴾ ''کہہ دیں کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لیے (یہ) ہدایت اور شفا ہے'' یعنی اے محمد! کہہ دیں کہ جو شخص ایمان لائے اس کے دل کے لیے یہ قرآن ہدایت اور اس کے سینے

---

① تفسیر الطبری: 157/24 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3273/10. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 3273/10 و تفسیر الطبری: 158,157/24.

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ㊻

جس نے نیک عمل کیا تو اس کے اپنے ہی لیے ہے، اور جس نے برا کیا تو (اس کا) وبال اسی پر ہے۔ اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ㊻

کے شکوک وشبہات کے لیے شفا ہے۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ ﴾ ”اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی (بہراپن) ہے“ یعنی جو اس میں ہے اسے نہیں سمجھتے۔ ﴿ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ ﴾ ”اور یہ ان کے حق میں (موجب) نابینائی ہے۔“ اس میں جو بیان ہے، وہ اس کی طرف ہدایت نہیں پاتے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ○ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 17:82) ”اور ہم قرآن میں سے جو نازل کرتے ہیں وہ مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کو خسارے ہی میں زیادہ کرتا ہے۔“ ﴿ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ㊹ ﴾ ”یہ لوگ (گویا) دور جگہ سے پکارے جاتے ہیں۔“ مجاہد کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی جگہ سے جو ان کے دلوں سے دور ہے۔① ابن جریر کہتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ گویا وہ شخص جو ان سے مخاطب ہے وہ انھیں کسی دور جگہ سے آواز دے رہا ہے تو یہ سمجھتے ہی نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔② میں کہتا ہوں کہ یہ آیت کریمہ اس طرح ہے، جیسے درج ذیل آیت ہے: ﴿ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ ﴾ (البقرة 2:171) ”اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اس کو پکارتا ہے جو پکارنے اور چلانے کے سوا کچھ نہیں سنتا وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، پس وہ عقل نہیں رکھتے۔“

موسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے تسلی دینا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ ﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا۔“ یعنی ان کی تکذیب کی گئی اور انھیں ایذا دی گئی۔ ﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ ﴾ (الأحقاف 46:35) ”پس (اے محمد!) جس طرح عزم وہمت والے پیغمبر صبر کرتے رہے اسی طرح آپ بھی صبر کریں۔“ ﴿ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ ”اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ٹھہر چکی ہوتی“ ایک مقررہ وقت تک، حساب کو یوم معاد تک موخر کرکے ﴿ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ ﴾ ”تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا“ یعنی انھیں جلد عذاب دے دیا جاتا بلکہ ان کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا گیا ہے کہ جب وہ آ جائے گا تو اس کے عذاب سے کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے۔ ﴿ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ㊺ ﴾ ”اور بے شک وہ البتہ اس (قرآن) کے متعلق اضطراب میں ڈالنے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں“ یعنی ان کا قرآن کی تکذیب کرنا کسی بصیرت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کے بارے میں بھی انھیں شک ہے اور اپنی حالت کے بارے میں بھی انھیں یقین نہیں۔ ابن جریر نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں اور یہی معنی قرین صواب معلوم ہوتے ہیں۔③

تفسیر آیت :46

ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ﴾ ”جو نیک کام

---

① تفسیر الطبری : 160/24 . ② تفسیر الطبری : 160/24. ③ تفسیر الطبری : 162/24 .

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى

قیامت (کے آنے) کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ اور جو بھی پھل اپنے شگوفوں سے نکلتے ہیں اور جو مادہ حمل سے ہوتی ہے اور بچہ جنتی ہے (سب کچھ) اللہ

وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ

کے علم میں ہے۔ اور جس دن وہ انھیں پکارے گا: میرے شریک کہاں ہیں؟ وہ کہیں گے: ہم آپ سے عرض کر چکے ہیں (کہ آج) ہم میں سے کوئی بھی (شرک

شَهِيْدٍ ۚ (47) وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ (48)

کا) گواہ نہیں (47) اور ان سے وہ گم ہو جائیں گے جنھیں وہ اس سے پہلے پکارا کرتے تھے، اور وہ یقین کر لیں گے کہ ان کے لیے کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں (48)

کرے گا تو وہ اس کے اپنے ہی لیے ہے'' یعنی اس کے نیک عمل کا نفع اسی کے لیے ہوگا۔ ﴿ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۭ ﴾ ''اور جس نے برا (کام) کیا تو (اس کا ضرر) اسی پر ہے'' یعنی برے اعمال کا وبال اسی پر لوٹے گا۔ ﴿ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (46) ﴾ ''اور آپ کا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے'' یعنی وہ کسی کو گناہ کے بغیر سزا نہیں دیتا اور حجت قائم کرنے اور رسول کو بھیجنے کے بغیر کسی کو عذاب نہیں دیتا۔

تفسیر آیات: 48,47

قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ ﴾ ''اسی (اللہ) کی طرف قیامت کا علم لوٹایا جاتا ہے'' یعنی اس کے سوا اسے اور کوئی نہیں جانتا جیسا کہ سید البشر حضرت محمد ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے، جو فرشتوں کے سرداروں میں سے ہے، اس وقت فرمایا تھا جب انھوں نے آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا تھا کہ [مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ] ''اس کے بارے میں جس سے پوچھا گیا وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔''①

اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے: ﴿ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝ۭ ﴾ (النّٰزِعٰت 44:79) ''آپ کے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۭ ﴾ (الأعراف 187:7) ''اس کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے، وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ ﴾ ''اور نہ تو پھل اپنے غلافوں سے نکلتے ہیں اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ جنتی ہے مگر اسی کے علم سے'' یعنی سب کچھ اس کے علم میں ہے، آسمان اور زمین میں ذرہ بھر کوئی شے بھی اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا ﴾ (الأنعام 59:6) ''اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اسے جانتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۭ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ ﴾ (الرعد 8:13) ''اللہ ہی اس سے واقف ہے جو ہر عورت (اپنے پیٹ میں) اٹھاتی ہے اور جو رحم کم کرتے ہیں اور جو اضافہ کرتے ہیں (اس سے بھی واقف ہے) اور ہر چیز کا اس کے ہاں ایک

---

① صحیح البخاری، الإیمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ...... ، حدیث: 50 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ.

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۫ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ㊾ وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ

انسان بھلائی مانگنے سے نہیں تھکتا، اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ انتہائی مایوس، سخت ناامید ہو جاتا ہے ㊾ اور جو تکلیف اسے پہنچی ہے، اس کے بعد اگر

رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً ۙ

ہم اسے اپنی رحمت (کا مزہ) چکھائیں تو وہ یقیناً کہتا ہے: یہ تو میرے ہی لیے ہے، اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آنے والی ہے، اور اگر مجھے میرے رب کی

وَّلَىِٕنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۫

طرف لوٹایا گیا تو بلاشبہ اس کے پاس میرے لیے بھلائی ہی ہوگی، چنانچہ ہم ان کافروں کو ضرور بتائیں گے جو کچھ وہ کرتے رہے، اور ہم انھیں سخت

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ㊿ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ

عذاب (کا مزہ) ضرور چکھائیں گے ㊿ اور جب ہم انسان پر احسان کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے، اور کنارہ کش ہو جاتا ہے، اور جب اسے تکلیف

وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ (51)

پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے والا بن جاتا ہے (51)

اندازہ مقرر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○﴾ (فاطر 35:11) ''اور نہ کسی عمر والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے، بے شک یہ اللہ کے لیے نہایت آسان ہے۔'' ﴿ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ﴾ ''اور جس دن وہ انھیں پکارے گا (اور کہے گا) کہ میرے شریک کہاں ہیں؟'' یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے سامنے مشرکین سے کہے گا کہ کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کی میرے ساتھ تم پوجا کرتے تھے؟ ﴿ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ㊼﴾ ''تو وہ کہیں گے کہ ہم تجھ سے عرض کر چکے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی (شرک کا) گواہ نہیں'' یعنی ہم میں سے کوئی بھی آج اس بات کی گواہی نہیں دے گا کہ تیرا کوئی شریک ہے۔ ﴿ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ ﴾ ''اور جنھیں پہلے وہ (اللہ کے سوا) پکارا کرتے تھے سب ان سے گم ہو جائیں گے۔'' وہ چلے جائیں گے اور ان کے کچھ کام نہ آئیں گے۔ ﴿ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ㊽﴾ ''اور وہ یقین کر لیں گے کہ ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں'' یعنی مشرکین روز قیامت یہ گمان کریں گے اور یہاں گمان کا لفظ یقین کے معنی میں ہے۔ ﴿ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ㊽﴾ ''ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں'' یعنی آج اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ○﴾ (الکھف 18:53) ''اور گناہ گار لوگ دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ وہ اس میں پڑنے والے ہیں اور اس سے بچنے کا کوئی رستہ نہ پائیں گے۔''

تفسیر آیات:49-51

تنگ دستی کے بعد خوش حالی سے انسان میں تبدیلی: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسان اپنے رب سے مالی، جسمانی صحت اور خیر و بھلائی کے دیگر امور کے بارے میں دعا کرنے سے اکتاتا نہیں۔ اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے، خواہ وہ فقر کی

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ

آپ کہہ دیجیے: بھلا دیکھو تو! اگر یہ (قرآن) اللہ کی طرف سے ہو، پھر تم اس کا انکار کرو تو اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو (حق کی) مخالفت میں دور

شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿52﴾ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ

چلا جائے؟ ﴿52﴾ جلد ہم انھیں اپنی نشانیاں آفاق (دنیا) میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی دکھائیں گے، حتی کہ ان کے لیے واضح ہو جائے گا کہ بے شک

الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿53﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ

یہ (قرآن) حق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں کہ بے شک آپ کا رب ہر چیز کا شاہد ہے؟ ﴿53﴾ خبردار! بے شک وہ لوگ اپنے رب کی ملاقات سے شک میں

6 ع 10 1 لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿54﴾ ع

ہیں۔ خبردار! بے شک وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے ﴿54﴾

صورت میں ہو یا کسی اور مصیبت کی شکل میں۔ ﴿فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿49﴾﴾ ”تو انتہائی مایوس، سخت ناامید ہو جاتا ہے۔“ اور اس کے ذہن میں یہ خیال آنے لگتا ہے کہ اس برائی کے بعد اسے کوئی خیر و بھلائی حاصل نہیں ہوگی۔ ﴿وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ﴾ ”اور جو تکلیف اسے پہنچی ہے اس کے بعد ہم اسے اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرے ہی لیے ہے۔“ یعنی تکلیف کے بعد اگر اسے بھلائی اور رزق کی فراوانی حاصل ہو تو کہتا ہے کہ اپنے رب کے پاس میں اسی بات کا مستحق تھا۔ ﴿وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً ۙ﴾ ”اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت برپا ہوگی۔“ یعنی وہ قیامت کے برپا ہونے کا انکار کرتا ہے، تکبر، فخر اور کفر کرتا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نعمتوں سے نوازا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۙ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۭ﴾ (العلق 7,6:96) ”ہرگز نہیں! انسان تو یقیناً سرکشی کرتا ہے۔ اس بنا پر کہ وہ خود کو بے پروا سمجھتا ہے۔“ ﴿وَّلَىِٕنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ﴾ ”اور اگر میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو میرے لیے اس کے ہاں بھلائی ہی ہوگی۔“ یعنی اگر قیامت برپا بھی ہوئی تو وہاں بھی میرا رب میرے ساتھ اچھا سلوک کرے گا جس طرح اس نے اس دنیا میں میرے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے، یعنی یہ شخص عمل برا کرتا ہے اور یقین نہیں رکھتا مگر اللہ تعالیٰ سے امیدیں لگائے بیٹھا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿50﴾﴾ ”پس کافر جو عمل کیا کرتے ہیں وہ ہم ضرور انھیں بتائیں گے اور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔“ عذاب اور سزا کے بارے میں جس کا یہ عمل اور عقیدہ ہو اللہ تعالیٰ نے اسے سرزنش فرمائی ہے، پھر فرمایا: ﴿وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ﴾ ”اور جب ہم انسان پر احسان فرماتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے اور کنارہ کش ہو جاتا ہے“ یعنی اطاعت سے اعراض کرتا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو تسلیم کرنے سے تکبر کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ﴾ (الذّٰریٰت 39:51) ”تو اس نے اپنی قوت (کے گھمنڈ) پر منہ موڑ لیا۔“ ﴿وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿51﴾﴾ ”اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی لمبی دعائیں کرنے والا بن جاتا ہے۔“ ایک چیز کے بارے میں لمبے لمبے سوال کرنے لگتا ہے۔ کلام عریض اس کلام کو کہتے ہیں

جس کے الفاظ لمبے مگر معنی کم ہوں اور اس کے برعکس کلام وجیز اس کلام کو کہتے ہیں جو کم ہو اور مطلب واضح کرنے والا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۡۢبِهٖۤ اَوۡ قَاعِدًا اَوۡ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنۡ لَّمۡ يَدۡعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ ﴾ (یونس 10:12) ”اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے پہلو پر (لیٹے ہوئے) یا بیٹھے یا کھڑے ہوئے (ہر حال میں) ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اس کی تکلیف کو اس سے دور کر دیتے ہیں تو (بے لحاظ ہو جاتا اور اس طرح) گزر جاتا ہے کہ گویا کسی تکلیف پہنچنے پر اس نے کبھی ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔“

تفسیر آیات: 52-54

قرآن مجید کی صداقت کے دلائل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلۡ ﴾ ”کہیں (اے محمد ﷺ!)“ قرآن مجید کی تکذیب کرنے والے ان مشرکین سے: ﴿ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ كَانَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرۡتُمۡ بِهٖ ﴾ ”کہ بھلا دیکھو تو اگر یہ (قرآن) اللہ کی طرف سے ہو، پھر تم اس کا انکار کرو۔“ تو پھر اس ذات پاک کے پاس تمھارا کیا حال ہوگا جس نے اپنے رسول پر اس قرآن کو نازل فرمایا ہے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ هُوَ فِيۡ شِقَاقٍۭ بَعِيۡدٍ ۝52 ﴾ ”تو اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو (حق کی) پرلے درجے کی مخالفت میں ہو“ یعنی اس نے کفر، عناد اور حق کی مخالفت کی روش کو اختیار کر کے ہدایت سے دور رستے کو اختیار کر لیا ہو، پھر اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿ سَنُرِيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا فِي الۡاٰفَاقِ وَفِيۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ ﴾ ”ہم عنقریب انھیں اطراف عالم میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے“ یعنی ہم ان کے سامنے ایسے خارجی دلائل و براہین کو ظاہر کر دیں گے جن سے یہ معلوم ہوگا کہ یہ قرآن حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔

﴿ فِي الۡاٰفَاقِ ﴾ ”اطراف عالم میں۔“ فتوحات اور تمام علاقوں اور تمام ادیان پر اسلام کے غلبے کی صورت میں۔ مجاہد، حسن اور سدی نے کہا ہے کہ خود ان کی ذات میں نشانیوں سے مراد واقعۂ بدر، فتح مکہ اور اس طرح کے دیگر واقعات ہیں جن کا انھیں سامنا کرنا پڑا اور جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا اور باطل اور اہل باطل کو ہزیمت و شکست سے دو چار کیا۔① اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ انسان غور کرے کہ اسے کس قسم کے مواد اور اخلاط سے مرکب کر کے کس طرح عجیب و غریب شکل و صورت میں پیدا کیا گیا ہے! جیسا کہ علم تشریح الابدان میں اس کی تفصیل موجود ہے اور یہ چیز اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت پر دلالت کرتی ہے، اسی طرح انسان میں اچھے اور برے مختلف قسم کے جو اخلاق رکھے گئے ہیں، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت و قدرت کی دلیل ہیں، نیز یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ ہی کی تقدیر متصرف ہے کہ اپنی طاقت و قوت اور حیلہ و تدبیر کے ساتھ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے سرِ مو تجاوز نہیں کر سکتا۔

---

① تفسیر الطبری: 8,7/25 میں یہ بات سُدّی کے حوالے سے آئی ہے جبکہ مجاہد اور حسن بصری سے منقول یہ بات ہمیں نہیں ملی بلکہ الدر المنثور: 691/5 میں امام مجاہد سے ﴿ سَنُرِيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا فِي الۡاٰفَاقِ ﴾ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ لوگ اپنے اسفار میں عاد و ثمود کے آثار دیکھتے تو کہتے: صَدَقَ مُحَمَّدٌ ”محمد ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔“ اور ﴿ فِيۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ ﴾ کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد بیماریاں ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَقُّ ؕ اَوَ لَمۡ یَكۡفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدٌ ﴿53﴾ ﴾ ’’یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ بے شک یہ (قرآن) حق ہے، (تمھیں) یہ کافی نہیں کہ بے شک آپ کا پروردگار ہر چیز کا شاہد ہے۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے افعال واقوال پر بطور گواہ کافی ہے اور وہ اس بات کا بھی گواہ ہے کہ محمد ﷺ ان تمام امور میں سچے ہیں جو انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو بتائے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لٰكِنِ اللّٰهُ یَشۡهَدُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اِلَیۡكَ اَنۡزَلَهٗ بِعِلۡمِهٖ ۚ ﴾ (النسآء 4:166) ’’لیکن اللہ نے جو کتاب آپ پر نازل کی ہے اس کی نسبت اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے اپنے علم سے نازل کی ہے۔‘‘ ﴿ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ فِیۡ مِرۡیَةٍ مِّنۡ لِّقَآءِ رَبِّهِمۡ ؕ ﴾ ’’خبردار! یہ لوگ اپنے پروردگار کی ملاقات سے شک میں ہیں‘‘ یعنی قیامت کے برپا ہونے کے بارے میں انھیں شک ہے، اسی لیے اس کے بارے میں غور نہیں کرتے، نہ اس کے لیے عمل کرتے ہیں اور نہ اس سے ڈرتے ہیں بلکہ یہ لوگ قیامت کو تسلیم ہی نہیں کرتے اور نہ اسے کوئی اہمیت دیتے ہیں، حالانکہ وہ یقیناً برپا ہونے والی ہے۔ اور اس کے وقوع پذیر ہونے میں قطعاً کوئی شک وشبہ نہیں ہے، اور قیامت کا برپا کرنا اس کے لیے بہت آسان ہے، کچھ دشوار نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیۡءٍ مُّحِیۡطٌ ﴿54﴾ ﴾ ’’خبردار! بے شک وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔‘‘ تمام مخلوقات اس کے حکم کے تحت ہیں، سب پر اسی کا قبضہ ہے، سب کچھ اس کے علم میں ہے، تمام مخلوقات میں اس کا حکم اور تصرف کارفرما ہے، جو وہ چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

سورۂ حٰمٓ سجدہ کی تفسیر مکمل ہوئی۔
وَلِلّٰهِ الۡحَمۡدُ وَالۡمِنَّةُ.

تفسیر
سُوْرَۂ شُوْرٰی

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ① عٓسٓقٓ ② كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ

حٰمٓ ① عٓسٓقٓ ② اللہ زبردست غالب و حکمت والا آپ کی طرف اور ان لوگوں کی طرف، جو آپ سے پہلے تھے، اسی طرح وحی کرتا

الْحَكِيْمُ ③ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ④ تَكَادُ

ہے ③ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور وہ بلند مرتبہ، بڑی عظمت والا ہے ④ قریب ہے کہ آسمان

السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ

(اللہ کی عظمت و جلال کے باعث) اپنے اوپر سے پھٹ جائیں، اور تمام فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں، اور اہل زمین

لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ⑤ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ

کے لیے مغفرت مانگتے ہیں۔ خبردار! بلاشبہ اللہ ہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ⑤ اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا (دوسرے)

اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۡ ۖ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ⑥

کارساز بنا لیے ہیں، اللہ ان پر نگران ہے، اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ⑥

تفسیر آیات: 1-6

وحی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت: حروف مقطعات کے بارے میں بحث آغاز میں ہو چکی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ③﴾ ”اللہ غالب و دانا اسی طرح آپ کی طرف (مضامین اور براہین) وحی کرتا ہے اور ان کی طرف جو آپ سے پہلے تھے (وحی بھیجتا رہا ہے۔)“ یعنی جس طرح اس نے تمھاری طرف قرآن مجید نازل کیا اسی طرح اس نے تم سے پہلے انبیاء کی طرف بھی کتابوں اور صحیفوں کو نازل کیا تھا۔ ﴿اللّٰهُ الْعَزِيْزُ﴾ ”اللہ غالب ہے“ اپنا انتقام لینے میں۔ ﴿الْحَكِيْمُ ③﴾ ”دانا ہے“ اپنے اقوال و افعال میں۔

امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا: حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کی طرف وحی کیسے آتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَحْيَانًا يَّأْتِينِي مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ، وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ، فَيَفْصِمُ عَنِّي، وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَاقَالَ، وَأَحْيَانًا يَّتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ

رَجُلًا فَیُکَلِّمُنِی، فَأَعِی مَایَقُولُ] ''کبھی تو میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے اور یہ کیفیت مجھ پر سب سے زیادہ شدید ہوتی ہے، پھر وہ (فرشتہ) مجھ سے اس حال میں جدا ہوتا ہے کہ اس نے جو کچھ کہا ہوتا ہے میں نے اسے یاد کرلیا ہوتا ہے۔ اور کبھی فرشتہ میرے پاس ایک آدمی کی صورت میں آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے میں اسے یاد کرلیتا ہوں۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ پر سخت سردی والے دن وحی نازل ہوتے ہوئے آپ کو دیکھا کہ جب وحی کا سلسلہ ختم ہوا تو آپ کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی۔ ① اسے امام بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ﴾ ''جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔'' یعنی سب اسی کے بندے، مملوک اور اسی کے غلبہ وتصرف کے تحت ہیں۔ ﴿وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ④﴾ ''وہ عالی رتبہ (اور) گرامی قدر ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالِ ○﴾ (الرعد 13:9) ''سب سے بزرگ اور عالی رتبہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَهُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ○﴾ (سبا 34:23) ''اور وہی عالی رتبہ (اور) گرامی قدر ہے۔'' اس طرح کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ﴾ ''قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، ضحاک، قتادہ، سدی اور کعب احبار نے کہا ہے کہ اس کی عظمت کے خوف کی وجہ سے۔ ③ ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ؕ﴾ ''اور فرشتے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے اور جو لوگ زمین میں ہیں، ان کے لیے معافی مانگتے رہتے ہیں۔'' جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا﴾ (المؤمن 40:7) ''جو لوگ عرش کو اٹھائے ہوئے اور جو اس کے گرداگرد (حلقہ باندھے ہوئے) ہیں (فرشتے) وہ اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کے لیے بخشش مانگتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ⑤﴾ ''خبردار! بے شک اللہ ہی خوب بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' اس میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ اس نے فرشتوں کی دعا کو قبول فرمالیا اور شرف پذیرائی سے نوازا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ﴾ ''اور جن لوگوں نے اس کے سوا کارساز بنا لیے ہیں۔'' یعنی مشرکین نے۔ ﴿اللّٰهُ حَفِیْظٌ عَلَیْهِمْ ۖؗ﴾ ''اللہ ان پر نگہبان ہے۔'' یعنی وہ ان کے اعمال کو جانتا ہے اور انھیں شمار

---

① الموطأ للإمام مالك، القرآن، باب ماجاء فی القرآن : 69/1 ، حدیث: 484. ② صحیح البخاری، بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی......، حدیث: 2 و صحیح مسلم، الفضائل، باب عرق النبی ﷺ فی البرد حین یأتیه الوحی، حدیث:(87)-2333. ③ تفسیر الطبری: 1211/25 .

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف ایک عربی قرآن وحی کیا، تاکہ آپ اہل مکہ اور اس کے گردو پیش والوں کو ڈرائیں، اور آپ

الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ⑦ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں۔ ایک گروہ جنت میں ہوگا اور دوسرا بھڑکنے والی آگ میں ⑦ اور اگر اللہ

لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ

چاہتا تو یقیناً ان (سب) کو ایک ہی امت کر دیتا، لیکن وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے، اور ظالموں کے لیے نہ کوئی

مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ⑧

دوست ہے اور نہ کوئی مددگار ⑧

کر کے اور گن گن کر رکھتا ہے اور ان کا وہ پورا پورا بدلہ دے گا۔ ﴿ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ⑥ ﴾ ”اور آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔“ یعنی آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا کارساز ہے۔

تفسیر آیات:8,7

قرآن ڈرانے اور تنبیہ کرنے کے لیے نازل کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس طرح ہم نے پہلے انبیاء کی طرف وحی نازل کی تھی اسی طرح ﴿ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا ﴾ ”ہم نے آپ کے پاس قرآنِ عربی بھیجا ہے۔“ جو واضح، جلی اور روشن ہے۔ ﴿ لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى ﴾ ”تا کہ آپ ڈرائیں ام القرٰی کے رہنے والوں کو۔“ اس سے مراد مکہ ہے، ﴿ وَمَنْ حَوْلَهَا ﴾ ”اور جو لوگ اس کے اردگرد رہتے ہیں (ان کو بھی ڈرائیں۔)“ یعنی مشرق و مغرب کے تمام علاقوں کے لوگوں کو۔ مکہ کو ام القرٰی کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا کہ یہ تمام شہروں سے افضل ہے اور اس کی افضلیت کے بہت سے دلائل ہیں جو اپنے مقام پر مذکور ہیں۔ اس کی ایک مختصر مگر جامع دلیل وہ روایت ہے جسے امام احمد نے عبداللہ بن عدی بن حمراء زہری سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جبکہ آپ مکہ کے بازار میں حزوَرہ کے مقام پر کھڑے تھے: [وَاللّٰهِ! إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللّٰهِ، وَأَحَبُّ أَرْضِ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ] ”اللہ کی قسم! تو اللہ تعالیٰ کی بہترین زمین ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں سے اس کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہے اور اگر مجھے تجھ سے نکال نہ دیا گیا ہوتا تو میں کبھی بھی نہ نکلتا۔“ ① ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کی روایت میں بھی اسی طرح ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ②

﴿ وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ ﴾ ”اور تاکہ آپ (انھیں) جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں۔“ ”جمع ہونے کے دن“ سے مراد قیامت کا دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ اگلے پچھلے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا۔ ﴿ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ ﴾ ”جس میں

---

① مسند أحمد :305/4 . ② جامع الترمذي، المناقب، باب في فضل مكة، حديث :3925 و السنن الكبرى للنسائي، الحج، باب فضل مكة:479/2، حديث : 4252 و سنن ابن ماجه، المناسك ، باب فضل مكة ، حديث:3108.

کچھ شک نہیں۔ ‘‘یعنی اس کے وقوع پذیر ہونے میں کوئی شک نہیں، وہ دن یقیناً برپا ہونے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول: ﴿ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ۝۷ ﴾ ’’(اس روز) ایک فریق بہشت میں (ہوگا) اور ایک فریق دوزخ میں۔‘‘ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرح ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ﴾ (التغابن 9:64) ’’جس دن وہ تم کو اکٹھا ہونے کے دن اکٹھا کرے گا یہی ہار جیت کا دن ہے۔‘‘ یعنی اہل جنت، دوزخ والوں پر غالب ہو جائیں گے۔ اور جیسا کہ اس کے مانند یہ آیت کریمہ بھی ہے: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ۝ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ۝ؕ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ۝ ﴾ (ھود 11:103-105) ’’ان (قصوں) میں یقیناً اس شخص کے لیے جو عذاب آخرت سے ڈرے، عبرت ہے، یہ وہ دن ہوگا جس میں سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے اور یہی وہ دن ہوگا جس میں سب (اللہ کے روبرو) حاضر کیے جائیں گے اور ہم اس کے لانے میں ایک وقت معین تک ہی تاخیر کر رہے ہیں جس روز وہ آجائے گا تو کوئی متنفس اللہ کے حکم کے بغیر بول بھی نہیں سکے گا، پھر ان میں سے کچھ بد بخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت۔‘‘

امام احمد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں، آپ نے فرمایا: [أَتَدْرُونَ مَا هٰذَانِ الْكِتَابَانِ؟] ’’کیا تم جانتے ہو، یہ دو کتابیں کیا ہیں؟‘‘ ہم نے عرض کی: نہیں، اے اللہ کے رسول! ہمیں پتہ نہیں، الا یہ کہ آپ ہمیں ان کے بارے میں بتا دیں۔ آپ نے اس کتاب کے بارے میں جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی، فرمایا: [هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِينَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى بِأَسْمَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ، ثُمَّ أُجْمِلَ عَلٰى آخِرِهِمْ، لَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَبَدًا، ثُمَّ قَالَ لِلَّذِي فِي يَسَارِهِ: هٰذَا كِتَابُ أَهْلِ النَّارِ بِأَسْمَائِهِمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ، ثُمَّ أُجْمِلَ عَلٰى آخِرِهِمْ، لَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَبَدًا] ’’یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے، اس میں اہل جنت کے نام اور ان کے آباء اور قبائل کے نام ہیں، پھر ان کے آخری (انسان) پر اسے ختم کر دیا گیا ہے اور اب ان میں کبھی بھی اضافہ یا کمی نہیں کی جائے گی، پھر رسول اللہ ﷺ نے بائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا: یہ اہل دوزخ کی کتاب ہے، اس میں ان کے نام اور ان کے آباء اور قبائل کے نام ہیں، پھر ان کے آخری (انسان) پر اسے ختم کر دیا گیا ہے اور ان میں کبھی بھی اضافہ یا کمی نہیں کی جائے گی۔‘‘ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے عرض کی کہ اگر یہ ایسا معاملہ ہے جس سے فارغ ہوا گیا ہے تو ہم عمل کس لیے کریں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [سَدِّدُوا وَقَارِبُوا، فَإِنَّ صَاحِبَ الْجَنَّةِ يُخْتَمُ لَهٗ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ عَمِلَ أَيَّ عَمَلٍ، وَّإِنَّ صَاحِبَ النَّارِ لَيُخْتَمُ لَهٗ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنْ عَمِلَ أَيَّ عَمَلٍ] ’’درست رہو اور قریب ہو جاؤ، اہل جنت کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر ہوگا، خواہ اس نے کیسے ہی عمل کیے ہوں اور اہل دوزخ کا خاتمہ اہل دوزخ کے عمل پر ہوگا، خواہ اس نے کیسے ہی عمل کیے ہوں۔‘‘ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اسے بند کر کے فرمایا: [فَرَغَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْعِبَادِ] ’’تمھارا رب عزوجل بندوں سے فارغ ہو چکا ہے۔‘‘ پھر آپ نے دائیں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

کیا انھوں نے اس کے سوا (دوسرے) کارساز بنالیے ہیں؟ درحقیقت اللہ ہی کارساز ہے، اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا، اور وہ ہر چیز پر خوب قادر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴿9﴾ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ ع 1 9 2

ہے⑨ اور (دین کی) جس چیز میں بھی تم نے اختلاف کیا تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے، یہی اللہ میرا رب ہے، اسی پر میں نے بھروسا کیا اور اسی کی

تَوَكَّلْتُ ڰ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ⑩ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا

طرف میں رجوع کرتا ہوں⑩ (وہ) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اس نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس سے جوڑے بنادیے، اور

وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ۭ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ

چوپایوں کے بھی (ان کی جنس سے) جوڑے (بنائے)، وہ تمھیں اس (زمین) میں پھیلاتا ہے، اس جیسی کوئی چیز نہیں، اور وہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا

الْبَصِيْرُ ⑪ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ

ہے⑪ اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں، وہ جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے اور وہی (جس کے لیے چاہے) تنگ کردیتا ہے،

اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑫

بلاشبہ وہ ہر شے کو خوب جاننے والا ہے⑫

اسے پھینک دیا اور فرمایا: ﴿فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ﴾ ”ایک فریق جنت میں ہوگا۔“ پھر آپ نے بائیں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اسے پھینک دیا اور فرمایا: ﴿فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ⑦﴾ ”ایک فریق دوزخ میں ہوگا۔“① اسی طرح اسے امام ترمذی و نسائی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح غریب قرار دیا ہے۔②

اور امام احمد رحمہ اللہ نے ابونضرہ سے روایت کیا ہے کہ صحابۂ کرام میں سے ایک شخص کو ابوعبداللہ کہا جاتا تھا، ان کے رفقاء ان کی زیارت کے لیے ان کے پاس گئے، انھوں نے دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں۔ رفقاء نے ان سے پوچھا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ سے یہ نہیں فرمایا تھا: [خُذْ مِنْ شَارِبِكَ، ثُمَّ أَقِرَّهُ حَتّٰى تَلْقَانِي] ”اپنی مونچھیں کترا ؤ اور پھر اسی حالت پر انھیں رکھو حتی کہ مجھ سے ملاقات کرو؟“ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں، یہ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا لیکن میں نے آپ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے: [إِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ قَبْضَةً بِيَمِينِهِ وَأُخْرٰى بِالْيَدِ الْأُخْرٰى، وَقَالَ: هٰذِهِ لِهٰذِهِ، وَهٰذِهِ لِهٰذِهِ، وَلَا أُبَالِي، فَلَا أَدْرِي فِي أَيِّ الْقَبْضَتَيْنِ أَنَا] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے دائیں ہاتھ میں ایک مٹھی پکڑی اور دوسری اپنے دوسرے ہاتھ میں اور فرمایا کہ یہ مٹھی اس (جنت) کے لیے اور یہ مٹھی اس (دوزخ) کے لیے ہے اور مجھے کوئی پروا نہیں۔ اور مجھے نہیں معلوم کہ میں ان میں سے کس مٹھی میں ہوں۔“③ صحاح، سنن اور مسانید میں تقدیر سے متعلق

---

① مسند أحمد: 167/2. ② جامع الترمذي، القدر، باب ماجاء أن الله كتب......، حديث: 2141 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ﴾: 453,452/6، حديث: 11473، مزید دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 123/11 و السلسلة الصحيحة: 504,503/2، حديث: 848. ③ مسند أحمد: 176/4.

بہت سی احادیث ہیں، ان میں سے بعض وہ ہیں جو حضرت علی ؓ، ابن مسعود ؓ، عائشہ ؓ اور صحابۂ کرام کی ایک بہت بڑی جماعت سے مروی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾ ”اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو ایک ہی جماعت کر دیتا۔“ یعنی ان سب کو یا ہدایت پر جمع کر دیتا یا گمراہی پر لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں مختلف بنا دیا جس کو چاہا حق کی ہدایت سے نوازا اور جس کو چاہا اس سے محروم کر دیا اور اس میں اسی کی حکمت اور حجت بالغہ کار فرما ہے، اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿ وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَ الظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ⑧ ﴾ ”لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور ظالموں کا نہ کوئی یار ہے اور نہ مددگار۔“

تفسیر آیات: 9-12

اللہ تعالیٰ ہی کارساز، حاکم اور خالق ہے: اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید فرمائی ہے جنھوں نے اس کے سوا اور معبود بنائے اور فرمایا ہے کہ وہی کارساز برحق ہے کہ عبادت صرف اسی کی ذات پاک کی ہونی چاہیے، وہ مردوں کے زندہ کرنے اور ہر چیز پر قادر ہے، پھر فرمایا: ﴿ وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ﴾ ”اور تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہوگا۔“ یعنی جن امور میں بھی تم اختلاف کرو اور یہ حکم تمام اشیاء کے بارے میں عام ہے۔ ﴿ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ﴾ ”اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے۔“ یعنی اس کے بارے میں اپنی کتاب اور اپنے رسول ﷺ کی سنت کے ساتھ فیصلہ فرمانے والا وہی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ﴾ (النسآء 4:59) ”اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔“ ﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ ﴾ ”یہی اللہ میرا پروردگار ہے۔“ یعنی وہ ہر چیز کا حاکم ہے۔ ﴿ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖۗ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ ⑩ ﴾ ”میں اسی پر بھروسا کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔“ یعنی میں تمام امور میں صرف اسی کی ذات پاک کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

﴿ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ ﴾ ”آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا“ یعنی آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام اشیاء کا پیدا فرمانے والا ہے۔ ﴿ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا ﴾ ”اسی نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس کے جوڑے بنائے۔“ یعنی اس نے لطف و کرم فرماتے ہوئے تمھاری جنس سے تمھاری شکلوں کے مرد و عورت کے جوڑے بنا دیے۔ ﴿ وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ ﴾ ”اور چوپایوں کے بھی جوڑے (بنائے۔)“ یعنی اس نے تمھارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ قسم کے جوڑے بنا دیے۔ ﴿ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ ﴾ ”وہ تم کو اس میں پھیلاتا ہے۔“ یعنی وہ تمھیں اسی انداز سے پیدا فرماتا اور زمین میں مردوں اور عورتوں کی شکل میں پھیلاتا ہے اور یہ سلسلہ انسانوں اور حیوانوں میں مخلوق در مخلوق اور نسل در نسل چلا آتا ہے۔ ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ ﴾ ”اس جیسی کوئی چیز نہیں۔“ یعنی تمام جوڑوں کو پیدا کرنے والی ذات کی طرح اور کوئی چیز نہیں کیونکہ وہ یکتا و بے نیاز ذات ہے کہ اس کی کوئی نظیر نہیں۔ ﴿ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ⑪ ﴾ ”اور وہ خوب سننے والا، خوب

شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ وَمَا وَصَّیْنَا بِهٖٓ

اس نے تمھارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جو ہم نے (اے نبی!) آپ کی طرف وحی کیا ہے اور جس کا (تاکیدی)

اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ ؕ کَبُرَ عَلَی

حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ تم اس دین کو قائم رکھو اور تم اس میں فرقہ فرقہ نہ ہو جاؤ۔ یہی بات تو مشرکین پر گراں گزرتی ہے جس

الْمُشْرِكِیْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ ؕ اَللّٰهُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْٓ اِلَیْهِ

کی طرف آپ انھیں بلاتے ہیں، اللہ جسے چاہے اپنے لیے چن لیتا ہے، اور ہدایت اسے دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے ⑬ اور وہ لوگ

مَنْ یُّنِیْبُ ⑬ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ

اپنے پاس علم آجانے کے بعد صرف باہمی بغاوت و سرکشی کے باعث فرقہ بندی کا شکار ہوئے، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات مقرر

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی لَّقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِیْنَ

وقت تک پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان (فرقہ بازوں) کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا، اور بلاشبہ جو لوگ ان کے بعد اس کتاب کے وارث

اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ⑭

بنائے گئے، وہ اس کے متعلق گنجلک میں ڈالنے والے شک میں ہیں ⑭

دیکھنے والا ہے۔'' ﴿لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔'' اس کی تفسیر سورۂ زمر میں گزر چکی ہے۔ ① جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں وہی متصرف اور حاکم ہے۔ ﴿یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ﴾ ''وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔'' اور رزق کا فراخ یا تنگ کر دینا اس کی حکمت اور اس کے عدل تام پر مبنی ہوتا ہے۔ ﴿اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ⑫﴾ ''بے شک وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔''

تفسیر آیات: 14,13

تمام انبیاء کا دین ایک ہی ہے: اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ سے فرمایا ہے: ﴿شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ﴾ ''اس نے تمھارے لیے دین کا وہی رستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے) کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جس کی (اے محمد!) ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے۔'' پس اللہ تعالیٰ نے یہاں آدم علیہ السلام کے بعد آنے والے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا ہے اور سب سے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرمایا ہے، پھر ان دونوں کے درمیان اولوالعزم پیغمبروں کا ذکر فرمایا ہے اور وہ ہیں ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم۔ اس آیت کریمہ میں پانچوں اولوالعزم پیغمبروں کا ذکر ہے جیسا کہ سورۂ احزاب کی درج ذیل آیت کریمہ میں بھی ان کا ذکر ہے: ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ۪﴾ (الأحزاب 33:7) ''اور جب ہم نے پیغمبروں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح

---

① دیکھیے الزمر، آیت: 63 کے ذیل میں۔

سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے۔'' وہ دین جسے تمام پیغمبر لے کر آئے تھے، یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کی جائے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَيۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ ۝ ﴾ (الأنبيآء 25:21) ''اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، لہٰذا میری ہی عبادت کرو۔''

اور حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [اَلْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِّعَلَّاتٍ، أُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ] ''انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کی مائیں الگ ہیں اور دین ان کا ایک ہے۔''① یعنی تمام انبیائے کرام میں قدر مشترک اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت ہے، گو ان کی شریعتیں اور ان کے طریقے مختلف ہیں جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ لِكُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ شِرۡعَةً وَّمِنۡهَاجًا ؕ ﴾ (المآئدة 48:5) ''ہم نے تم میں سے ہر ایک (امت) کے لیے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔'' اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ اَنۡ اَقِيۡمُوا الدِّيۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِيۡهِ ؕ ﴾ ''کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام کو اتفاق اور اتحاد کا حکم دیا اور انتشار و اختلاف سے انھیں منع فرمایا تھا، اس کے بعد فرمایا: ﴿ كَبُرَ عَلَى الۡمُشۡرِكِيۡنَ مَا تَدۡعُوۡهُمۡ اِلَيۡهِ ؕ ﴾ ''جس چیز کی طرف تم مشرکوں کو بلاتے ہو وہ ان پر دشوار گزرتی ہے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) آپ انھیں جس توحید کی دعوت دیتے ہیں وہ ان پر بہت گراں گزرتی ہے اور یہ لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَجۡتَبِیۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِیۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ يُّنِيۡبُ ⑬ ﴾ ''اللہ جس کو چاہتا ہے اسے اپنی طرف چن لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے اپنی طرف رستہ دکھا دیتا ہے۔'' یعنی وہی ہے جو ہدایت کی توفیق اسے عطا فرماتا ہے جو اس کا مستحق ہو اور جو راہ ہدایت پر ضلالت و گمراہی کو ترجیح دیتا ہے تو اس کے لیے وہ گمراہی ہی لکھ دیتا ہے۔

اختلاف کا سبب: اور اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا تَفَرَّقُوۡۤا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ ﴾ ''اور (یہ لوگ) الگ الگ نہیں ہوئے مگر علم (حق) آچکنے کے بعد۔'' یعنی انھوں نے حق کے ان کے پاس پہنچنے اور حجت کے ان پر تمام ہونے کے بعد حق کی مخالفت اختیار کی اور اس کا سبب بجز سرکشی، ضد اور ہٹ دھرمی کے اور کچھ نہ تھا۔ پھر اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ وَلَوۡلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّكَ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ ''اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک وقت مقرر تک کے لیے بات نہ ٹھہر چکی ہوتی۔'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پہلے سے مقرر نہ فرمایا ہوتا کہ وہ قیامت کے دن کے حساب تک بندوں کو مہلت دے گا تو وہ دنیا ہی میں جلدی سے انھیں عذاب کی گرفت میں لے لیتا۔ اللہ جل شانہ نے آگے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اُوۡرِثُوا الۡكِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ﴾ ''اور بے شک جو لوگ ان کے بعد (اللہ کی) کتاب کے وارث بنائے گئے۔'' یعنی حق کی تکذیب کرنے والی پہلی نسل کے بعد آنے والی نسل۔ ﴿ لَفِیۡ شَكٍّ مِّنۡهُ مُرِيۡبٍ ⑭ ﴾ ''وہ اس سے

---

① صحيح البخاري، أحاديث الأنبيآء، باب قول الله: ﴿ وَاذۡكُرۡ فِی الۡكِتٰبِ مَرۡيَمَ …… ﴾ (مريم 16:19)، حديث: 3443 عن أبي هريرة ﷺ.

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ

لہٰذا آپ اسی (دین) کی طرف (سب کو) بلائیں اور ثابت قدم رہیں جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے، اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں، اور کہہ دیجیے: اللہ

بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ

نے جو کتاب بھی نازل کی ہے، میں اس پر ایمان لایا ہوں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان انصاف کروں، اللہ ہی ہمارا رب ہے اور

لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ

تمھارا بھی رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال، ہمارے اور تمھارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں، اللہ (روز قیامت)

وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ؕ ⑮

ہم سب کو جمع کرے گا، اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ⑮

اضطراب میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔'' یعنی انھوں نے بھی یقین و ایمان کو اختیار نہیں کیا بلکہ وہ دلیل و برہان کے بغیر اپنے آباء و اجداد اور اپنے اسلاف کے مقلد ہیں اور وہ حیرت، شک و شبہ اور پرلے درجے کی مخالفت میں مبتلا ہیں۔

تفسیر آیت :15

دس (10) اوامر واحکام پر مشتمل آیت مبارکہ: یہ آیت کریمہ دس مستقل کلمات پر مشتمل ہے اور ان میں سے ہر ایک کلمہ مستقل حکم ہے اور پہلے سے جدا ہے۔ اہل تفسیر نے کہا ہے کہ اس آیت کی نظیر صرف آیت الکرسی ہے کہ اس میں بھی دس فصل و کلمات ہیں جو ایک دوسرے سے الگ اور جدا جدا حکم رکھتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ ﴾ ''لہٰذا اے محمد! اسی (دین) کی طرف لوگوں کو بلاتے رہنا۔'' یعنی یہ دین جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی اور جس کا آپ سے پہلے ان تمام انبیاء و مرسلین کو حکم دیا تھا جن کی ایسی بڑی بڑی شریعتیں تھیں جن کی اتباع کی جاتی تھی، مثلاً: اولوالعزم اور دیگر پیغمبر، پس آپ اس دین کی طرف لوگوں کو بلائیں ﴿ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ ﴾ ''اور جیسے آپ کو حکم ہوا ہے اسی پر قائم رہنا۔'' یعنی آپ بھی اور آپ کی اتباع کرنے والے بھی، اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قائم رہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے۔ ﴿ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ ﴾ ''اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔'' یعنی مشرکین کی خواہشوں کی جنھوں نے از راہ کذب و افترا بتوں کی عبادت شروع کر رکھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ ﴾ ''اور کہہ دیں کہ جو کتاب بھی اللہ نے نازل فرمائی ہے، میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔'' یعنی انبیائے کرام پر آسمان سے نازل ہونے والی تمام کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں اور ہم انبیاء میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے۔ ﴿ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ ﴾ ''اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تم میں عدل کروں۔'' یعنی فیصلہ کرنے میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔ ﴿ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ ﴾ ''اللہ ہی ہمارا اور تمھارا پروردگار ہے۔'' یعنی وہی معبود حقیقی ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود برحق نہیں، ہم اپنے اختیار سے اس کا اقرار کرتے ہیں اور اگر تم اپنے اختیار سے اس کا اقرار نہ بھی کرو تو کائنات کی ہر چیز اطاعت بجا لاتے ہوئے اور اپنے اختیار سے اس معبود حقیقی کے آگے سجدہ ریز ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ

اور جو لوگ اللہ کے بارے میں، اس کو تسلیم کر لیے جانے کے بعد، جھگڑا کرتے ہیں، ان کی دلیل ان کے رب کے نزدیک باطل ہے،

رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ⑯ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

اور ان پر (اللہ کا) غضب ہے، اور ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے ⑯ اللہ ہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اور ترازو نازل کی،

وَالْمِيْزَانَ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ⑰ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اور آپ کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی ہو ⑰ جو لوگ اس (قیامت) پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لیے جلدی مچاتے ہیں، اور جو لوگ

بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ

ایمان لائے وہ اس سے ڈرنے والے ہیں، اور وہ جانتے ہیں کہ بے شک وہ برحق ہے۔ آگاہ رہو! بلاشبہ جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے

فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ⑱

ہیں، یقیناً وہ دور کی گمراہی میں (مبتلا) ہیں ⑱

﴿لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ﴾ ”ہم کو ہمارے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تم کو تمھارے اعمال (کا۔)“ یعنی ہم تم سے بری ہیں جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓــــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ○﴾ (یونس 41:10) ”اور اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ کہہ دیں کہ مجھ کو میرے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تم کو تمھارے اعمال (کا) تم میرے عملوں کے جواب دہ نہیں ہو اور میں تمھارے عملوں کا جواب دہ نہیں ہوں۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ﴾ ”ہم میں اور تم میں کچھ بحث و تکرار نہیں۔“ مجاہد کہتے ہیں: یعنی کوئی جھگڑا نہیں۔ ① سدی کہتے ہیں کہ اس آیت کا تعلق حکم جہاد نازل ہونے سے پہلے کے دور کے ساتھ ہے۔ ② اور یہ بات قرین صواب معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ آیت کریمہ مکی ہے اور جہاد سے متعلق آیات ہجرت کے بعد نازل ہوئی تھیں۔ ﴿اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ﴾ ”اللہ ہم (سب) کو اکٹھا کرے گا۔“ یعنی قیامت کے دن جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ○﴾ (سبا 26:34) ”کہہ دیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے گا اور وہ خوب فیصلہ کرنے والا (اور) صاحب علم ہے۔“ ﴿وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ؕ⑮﴾ ”اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“ یعنی قیامت کے دن اسی کے پاس لوٹ کر جانا اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

تفسیر آیات:16-18

دین میں جھگڑنے والوں کو تنبیہ: جو لوگ ایمان والوں کو اللہ کے رستے سے روکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ﴾ ”اور جو لوگ اللہ (کے بارے) میں بعد اس کے کہ اسے مان لیا گیا ہو، جھگڑتے ہیں۔“ یعنی وہ ایمان لانے والوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام پر لبیک کہنے

---

① تفسیر الطبری :25/25 . ② تفسیر الماوردی : 199/5 وزاد المسیر :114/7 .

والوں سے جھگڑتے ہیں تاکہ وہ انھیں بھی ہدایت کے اس رستے سے دور لے جائیں جسے انھوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ ﴿ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ ''ان کے پروردگار کے نزدیک ان کا جھگڑا (حجت) کمزور ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا یہ جھگڑا (حجت) باطل ہے۔ ﴿ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ⑯ ﴾ ''اوران پر (اللہ کا) غضب اوران کے لیے سخت عذاب ہے۔'' یعنی قیامت کے دن انھیں شدید عذاب ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد نے کہا کہ مومنوں نے جب اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کو مان لیا تو انھوں نے مومنوں سے جھگڑا کیا تاکہ وہ انھیں ہدایت سے روک دیں اور یہ لوگ خواہش رکھتے تھے کہ اے کاش! مومن پھر جاہلیت کی طرف لوٹ آئیں۔ ① امام قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جنھوں نے مومنوں سے کہا کہ ہمارا دین تمھارے دین سے بہتر ہے، ہمارا نبی تمھارے نبی سے بہتر ہے اور ہم تم سے بہتر اور تمھاری نسبت اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہیں۔ ② حالانکہ وہ ان سب باتوں میں جھوٹے تھے۔

پھر فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ﴾ ''اللہ ہی تو ہے جس نے سچائی کے ساتھ کتاب نازل کی۔'' یعنی جو کتابیں اس نے اپنے انبیاء پر نازل فرمائی ہیں وہ سب سچائی کے ساتھ نازل فرمائی ہیں۔ ﴿ وَالْمِيْزَانَ ۭ ﴾ ''اور (عدل و انصاف کی) ترازو۔'' مجاہد و قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد عدل وانصاف ہے۔ ③ جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ ﴾ (الحدید 57:25) ''البتہ تحقیق ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اوران پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (قواعد عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالسَّمَاۗءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ○ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ○ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ○ ﴾ (الرحمٰن 55:7-9) ''اوراسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی کہ ترازو سے تولنے میں حد سے تجاوز نہ کرو اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو۔''

پھر فرمایا: ﴿ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ⑰ ﴾ ''اور تم کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی آ پہنچی ہو۔'' اس میں ترغیب بھی ہے، ترہیب بھی اور دنیا سے بے رغبتی بھی۔ ﴿ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ ﴾ ''جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لیے جلدی کر رہے ہیں۔'' یعنی کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ یہ قیامت کب آئے گی؟ اور وہ یہ بات قیامت کی تکذیب کرتے، اس کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھتے اور کفر و سرکشی کی روش اختیار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ ﴾ ''اور جو مومن ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں۔'' یعنی اس کے وقوع پذیر ہونے سے ڈرتے اور خوف محسوس کرتے ہیں۔ ﴿ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ ﴾ ''اور جانتے ہیں کہ یقیناً وہ برحق ہے۔'' اور یقیناً برپا ہونے والی ہے، لہٰذا وہ اس کی تیاری کرتے اوراس کی وجہ سے عمل کرتے ہیں۔ درجۂ تواتر تک پہنچی ہوئی سندوں سے کتب صحاح، سنن اور مسانید میں یہ حدیث مروی ہے جس کے بعض طرق کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک شخص نے بہت بلند آواز سے رسول اللہ ﷺ

---

① تفسیر الطبری: 26/25 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3275/10. ② تفسیر الطبری: 26/25. ③ تفسیر الطبری: 27/25.

2 ع ⑩ 3

اَللّٰهُ لَطِیۡفٌۢ بِعِبَادِهٖ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الۡقَوِیُّ الۡعَزِیۡزُ ؏ ⑲ مَنۡ كَانَ یُرِیۡدُ حَرۡثَ

اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے، اور وہ خوب طاقتور، نہایت غالب ہے ⑲ جو شخص آخرت کی کھیتی چاہتا ہے، ہم اس

الۡاٰخِرَةِ نَزِدۡ لَهٗ فِیۡ حَرۡثِهٖ ۚ وَمَنۡ كَانَ یُرِیۡدُ حَرۡثَ الدُّنۡیَا نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِی

کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کرتے ہیں، اور جو شخص دنیا کی کھیتی چاہتا ہے، ہم اسے اس میں سے کچھ دے دیتے ہیں اور اس کے لیے آخرت میں

الۡاٰخِرَةِ مِنۡ نَّصِیۡبٍ ⑳ اَمۡ لَهُمۡ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَهُمۡ مِّنَ الدِّیۡنِ مَا لَمۡ یَاۡذَنۡۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ

کوئی حصہ نہیں ⑳ کیا ان کے لیے (اللہ کے سوا) شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے وہ دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا؟ اور اگر (وعدے کے

وَلَوۡلَا كَلِمَةُ الۡفَصۡلِ لَقُضِیَ بَیۡنَهُمۡ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ㉑ تَرَی

دن) فیصلہ کرنے کی بات نہ ہوتی، تو ان کے درمیان یقیناً (فوراً ہی) فیصلہ کر دیا جاتا، اور بلاشبہ ظالم لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے ㉑ آپ ظالموں

الظّٰلِمِیۡنَ مُشۡفِقِیۡنَ مِمَّا كَسَبُوۡا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمۡ ؕ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیۡ

کو دیکھیں گے وہ ان (عملوں کی سزا) سے ڈر رہے ہوں گے جو انھوں نے کمائے جبکہ وہ (سزا) ان پر آ کر رہے گی، اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے

رَوۡضٰتِ الۡجَنّٰتِ ۚ لَهُمۡ مَّا یَشَآءُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡكَبِیۡرُ ㉒

نیک عمل کیے وہ جنتوں کے باغات میں ہوں گے، ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ (سب کچھ) ہوگا جو وہ چاہیں گے، یہی بہت بڑا فضل ہے ㉒

سے کہا جبکہ آپ اپنے ایک سفر میں تھے کہ اے **محمد** (ﷺ!) رسول اللہ ﷺ نے قریب اسی کی آواز میں جواب دیا: [هَاؤُمُ] ''یہ لو!'' اس نے کہا کہ قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(وَیۡحَكَ) إِنَّهَا كَائِنَةٌ فَمَا أَعۡدَدۡتَ لَهَا؟] ''تجھ پر افسوس کہ یہ تو ہر حال میں برپا ہونے والی ہے مگر (سوال یہ ہے کہ) تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟'' اس نے جواب میں عرض کی: اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَنۡتَ مَعَ مَنۡ أَحۡبَبۡتَ] ''تمھیں اسی کا ساتھ نصیب ہوگا جس سے تمھیں محبت ہوگی۔''①

دوسری حدیث میں آپ کا یہ ارشاد گرامی بھی ہے: [اَلۡمَرۡءُ مَعَ مَنۡ أَحَبَّ] ''آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی۔''② یہ حدیث بھی یقیناً متواتر ہے، غرضیکہ آپ نے سائل کو قیامت کے وقت کے بارے میں کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اسے قیامت کے دن کی تیاری کا حکم دیا۔ ﴿ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُمَارُوۡنَ فِی السَّاعَةِ ﴾ ''خبردار! بے شک جو لوگ قیامت میں جھگڑتے ہیں۔'' یعنی اس کے وجود کے بارے میں جھگڑتے اور اس کے وقوع پذیر ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ ﴿ لَفِیۡ ضَلٰلٍۭ

---

① [وَیۡحَكَ......] سے پہلا حصہ جامع الترمذی، الدعوات، باب ماجاء فی فضل التوبة......، حدیث :3535 عن صفوان بن عسال ﷺ اور مذکورہ حصہ مسند أحمد:283/3 و مسند أبی یعلی:34/6، حدیث:3277 جبکہ قوسین والا لفظ صحیح البخاری، الأدب، باب ماجاء فی قول الرجل، ویلك، حدیث:6167 میں [وَیۡلَكَ] آیا ہے اور [وَیۡحَكَ] ہمیں نہیں ملا اور بعد والا حصہ صحیح مسلم، البر والصلة......، باب المرء مع......، حدیث:2639 عن أنس ﷺ میں ہے۔ ② صحیح البخاری، الأدب، باب علامة الحب......، حدیث :6168 و صحیح مسلم، البر والصلة......، باب المرء مع من أحب، حدیث:(165)-2640 عن ابن مسعود ﷺ.

﴿بَعِیْدٍ ⑱﴾ ’’وہ پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں۔‘‘ یعنی واضح طور پر جہالت میں مبتلا ہیں کیونکہ جس ذات پاک نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا وہ مردوں کے دوبارہ زندہ کردینے پر تو بالاولی قادر ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ؕ﴾ (الروم 30: 27) ’’اور وہی (اللہ) ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے لیے زیادہ آسان ہے۔‘‘

تفسیر آیات:19-22

دنیاوآخرت میں اللہ تعالیٰ کا رزق عطا فرمانا: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنے اس لطف وکرم کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ ان سب کو رزق عطا فرماتا ہے اور ان میں سے کسی کو بھی فراموش نہیں کرتا، خواہ کوئی نیک ہو یا بد جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○﴾ (ہود 11:6) ’’اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے وہ جہاں رہتا ہے، اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی۔ یہ سب کچھ کتاب روشن میں (لکھا ہوا) ہے۔‘‘ اس طرح کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ پھر فرمایا ہے: ﴿یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ﴾ ’’وہ جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے۔‘‘ یعنی جس کو چاہتا ہے، اس کے رزق میں وسعت فرمادیتا ہے۔ ﴿وَهُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ⑲﴾ ’’اور وہ قوی (اور) نہایت زبردست ہے۔‘‘ کہ کوئی چیز اسے عاجز نہیں کرسکتی۔

﴿مَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ﴾ ’’جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو۔‘‘ یعنی آخرت کے لیے عمل کرتا ہو۔ ﴿نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ ۚ﴾ ’’ہم اس کی کھیتی میں افزائش کریں گے۔‘‘ یعنی وہ جس چیز کے حصول کے لیے سرگرم عمل ہے ہم اسے تقویت و اعانت عطا کریں گے، اس کے عمل کو پروان چڑھائیں گے اور اس کے عمل صالح کا دس سے لے کر سات سو گنا تک اجر وثواب عطا کریں گے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ﴿وَمَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِیْبٍ ⑳﴾ ’’اور جو دنیا کی کھیتی کا خواستگار ہو اس کو ہم اس میں سے دیں گے اور اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہ ہوگا۔‘‘ اور جس کی سعی وکوشش اسی لیے ہو کہ وہ دنیا حاصل کرلے اور آخرت کی طرف اس کی بالکل کوئی توجہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے آخرت سے تو محروم کردیتا ہے اور دنیا اگر چاہے تو عطا کردے اور اگر نہ چاہے تو نہ عطا فرمائے، گویا اسے نہ دنیا ملتی ہے اور نہ آخرت اور اس طرح کا انسان دنیاوآخرت میں ناکام ونامراد ہوجاتا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ سورۂ سبحان (بنی اسراءیل) کی درج ذیل آیات کے ساتھ مقید ہے: ﴿مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ○ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰی لَهَا سَعْیَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا ○ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ○ اُنْظُرْ كَیْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِیْلًا ○﴾ (بنیٓ إسرآءیل 17:18-21) ’’جو شخص دنیا (کی آسودگی) کا خواہش مند ہو تو ہم اس میں سے جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں، پھر اس کے لیے جہنم کو (ٹھکانا) مقرر کر رکھا ہے، جس میں وہ نفرین سن کر (اور اللہ کی درگاہ سے) راندہ ہو کر داخل ہوگا اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہو اور اس میں اتنی کوشش کرے جتنی اسے لائق ہے اور وہ مومن بھی

ذٰلِكَ الَّذِیۡ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَیۡهِ

یہی (فضل) ہے جس کی اللہ اپنے ان بندوں کو بشارت دیتا ہے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔ (اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: میں تم سے

اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِی الۡقُرۡبٰی ؕ وَمَنۡ یَّقۡتَرِفۡ حَسَنَةً نَّزِدۡ لَهٗ فِیۡهَا حُسۡنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اس (تبلیغِ رسالت) پر کسی صلے کا سوال نہیں کرتا، مگر قرابت داری کی محبت (ضرور چاہتا ہوں۔) اور جو شخص کوئی نیکی کماتا ہے تو ہم اس کے لیے اس میں

غَفُوۡرٌ شَكُوۡرٌ ㉓ اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنۡ یَّشَاِ اللّٰهُ یَخۡتِمۡ عَلٰی قَلۡبِكَ ؕ

بھلائی بڑھا دیتے ہیں۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے ㉓ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹ گھڑ لیا ہے۔ سو اگر اللہ چاہے تو

وَیَمۡحُ اللّٰهُ الۡبَاطِلَ وَیُحِقُّ الۡحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ㉔

آپ کے دل پر مہر لگا دے۔ اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات کے ذریعے سے ثابت کرتا ہے۔ بلاشبہ وہ سینوں کے راز خوب جانتا ہے ㉔

ہو تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے، ہم ان کو اور ان کو سب کو تمھارے پروردگار کی بخشش سے مدد دیتے ہیں اور تمھارے پروردگار کی بخشش (کسی سے) رکی ہوئی نہیں۔ دیکھو ہم نے کس طرح بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔ اور آخرت درجوں میں (دنیا سے) بہت برتر اور برتری میں کہیں بڑھ کر ہے۔‘‘

امام ثوری نے اُبی بن کعب ؓ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: [بَشِّرۡ هٰذِهِ الۡأُمَّةَ بِالسَّنَاءِ وَالرِّفۡعَةِ وَالدِّینِ وَالنَّصۡرِ وَالتَّمۡكِینِ فِی الۡأَرۡضِ، فَمَنۡ عَمِلَ مِنۡهُمۡ عَمَلَ الۡآخِرَةِ لِلدُّنۡیَا، لَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ فِی الۡآخِرَةِ نَصِیبٌ] ’’اس امت کو عظمت، رفعت، مذہب (اسلام)، نصرت اور زمین میں غلبے کی بشارت سنا دو، پس ان میں سے جو شخص آخرت کا عمل دنیا کے لیے کرے گا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔‘‘ ①

بندوں کی دین سازی شرک ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمۡ لَهُمۡ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَهُمۡ مِّنَ الدِّیۡنِ مَا لَمۡ یَاۡذَنۡۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ ﴾ ’’کیا ان کے وہ شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جس دین مستحکم کو مقرر کیا ہے وہ اس کی پیروی نہیں کرتے بلکہ حلال و حرام میں وہ ان ضابطوں کی پیروی کرتے ہیں جنھیں ان کے شیاطین جن و انس نے ان کے لیے مقرر کیا ہے، مثلاً: بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کو حرام قرار دیتے اور مردار، خون اور جوئے کو حلال سمجھتے تھے، وہ اس طرح کی بہت سی ایسی ضلالتوں اور باطل جہالتوں میں مبتلا تھے جن کی وجہ سے انھوں نے اپنے دور جاہلیت میں حلال و حرام کے ضابطے، عبادت کے باطل طریقے اور کئی طرح کی فاسد باتیں ایجاد کر رکھی تھیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَأَیۡتُ عَمۡرَو بۡنَ لُحَیِّ بۡنِ قَمَعَةَ...... یَجُرُّ قُصۡبَهٗ فِی النَّارِ] ’’میں نے عمرو بن لحی بن قمعہ کو دیکھا کہ وہ اپنی انتڑیوں کو آتش (دوزخ) میں کھینچ رہا تھا۔‘‘ ② یہ وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے سائبہ کی رسم کو ایجاد کیا، یہ خزاعہ کے بادشاہوں میں سے ایک تھا، اس نے ان اشیاء کو پہلی دفعہ ایجاد کیا اور اسی نے

---

① مسند أحمد: 134/5. مزید دیکھیے صحیح ابن حبان، البر والإحسان، ذكر وصف إشراك المرء......: 132/2، حدیث: 405. ② صحیح البخاری، المناقب، باب قصة خزاعة، حدیث: 3521.

قریش کو بتوں کی عبادت پر لگا دیا تھا۔ لَعَنَهُ اللّٰهُ وَقَبَّحَهُ۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ ﴾ ”اور اگر فیصل شدہ بات نہ ہوتی تو یقیناً ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔“ یعنی اگر روز قیامت تک مہلت دینا لکھ نہ دیا گیا ہوتا تو انھیں جلد سزا دے دی جاتی۔ ﴿ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ㉑ ﴾ ”اور بے شک جو ظالم ہیں ان کے لیے درد دینے والا عذاب ہے۔“ جو جہنم میں ان کے لیے شدید ترین درد کا باعث ہوگا اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔

میدان حشر میں مشرکین کی گھبراہٹ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا ﴾ ”آپ دیکھیں گے کہ ظالم اپنے اعمال (کے وبال) سے ڈر رہے ہوں گے۔“ یعنی میدان حشر میں۔ ﴿ وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ ﴾ ”اور وہ ان پر واقع ہو کر رہے گا۔“ یعنی جس عذاب سے یہ ڈرتے تھے وہ لامحالہ ان پر آن پڑے گا اور روز قیامت ان کا یہی حال ہوگا کہ یہ شدید ڈر اور خوف میں مبتلا ہوں گے۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ﴾ ”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ بہشت کے باغوں میں ہوں گے، ان کے رب کے پاس ان کے لیے وہ کچھ ہے جو وہ چاہیں گے۔“ تو مشرکین کو ان سے کیا نسبت؟ یعنی جو میدان حشر میں ذلت و رسوائی اور اپنے ظلم کے باعث خوف میں مبتلا ہوں گے، ان میں اور ان میں کیا نسبت جو بہشت کے باغوں میں ہوں گے، جہاں ان کے لیے ان کی پسند کے مطابق کھانے، پینے اور پہننے کی چیزیں میسر ہوں گی، عالی شان محلات، خوشنما مناظر، حسین و جمیل حوریں اور لذت و عیش کے ایسے سامان ہوں گے جنھیں کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا اور کسی انسان کے دل میں ان کا تصور تک نہیں آیا، اس لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ㉒ ﴾ ”یہی بڑا فضل ہے۔“ یعنی یہ ہے عظیم کامیابی اور کامل و اکمل و مکمل بے پایاں نعمت!

تفسیر آیات: 24,23

اہل ایمان کے لیے جنت کی نعمتوں کی بشارت: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن اور اعمال صالحہ بجالانے والے بندوں کے لیے بہشت کے باغات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ ﴾ ”یہی وہ (انعام) ہے جس کی اللہ اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے ہیں بشارت دیتا ہے۔“ اور یہ انعام انھیں یقیناً حاصل ہو کر رہے گا، اس لیے کہ اس کی اللہ تعالیٰ نے انھیں بشارت دی ہے۔

﴿ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ ﴾ کا مفہوم: اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قُلْ لَّآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ ﴾ ”کہہ دیں کہ میں اس کا تم سے صلہ نہیں مانگتا مگر (تم کو) قرابت کی وجہ سے محبت (تو چاہیے)۔“ یعنی اے محمد (ﷺ!) کفار قریش کے ان مشرکین سے یہ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس پیغام پہنچانے اور تم سے ہمدردی و خیر خواہی کرنے پر میں تم سے یہ سوال نہیں کرتا کہ مجھے مال دو بلکہ میں تو تم سے صرف یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ اپنے شر کو تم مجھ سے روک لو اور مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دوں، اگر تم میری مدد نہیں کرتے تو مجھے ایذا بھی نہ دو کیونکہ میرے اور تمھارے درمیان آخر قرابت تو ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا

اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور (ان کی) برائیوں سے درگزر فرماتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اسے جانتا ہے ㉕ اور وہ ان لوگوں

تَفْعَلُوْنَ ۙ㉕ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ

کی (دعا) قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اور وہ انھیں اپنے فضل سے زیادہ دیتا ہے، اور کافروں کے لیے بہت سخت عذاب

وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ㉖ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ

ہے ㉖ اور اگر اللہ اپنے (تمام) بندوں کے لیے رزق فراخ کر دیتا تو وہ زمین میں ضرور سرکشی کرتے، لیکن وہ اس اندازے سے (رزق) نازل کرتا ہے

وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ㉗ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ

جتنا چاہتا ہے۔ بلاشبہ وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر ہے، (انھیں) خوب دیکھنے والا ہے ㉗ اور وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد بارش

مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ㉘

نازل کرتا ہے، اور وہ اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے، اور وہی کارساز، تعریف کیا ہوا ہے ㉘

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ﴾ کے بارے میں پوچھا گیا تو سعید بن جبیر نے کہا کہ اس سے مراد آل محمد ﷺ کی قرابت ہے، اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا: تم نے جواب دینے میں جلدی کی، بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی قریش کی ہر شاخ کے ساتھ قرابت تھی، اس لیے حکم ہوا کہ آپ ان سے یہ فرما دیں کہ [إِلَّا أَنْ تَصِلُوا مَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِّنَ الْقَرَابَةِ] ”اور نہیں تو تم میرے اور اپنے درمیان رشتے داری کی وجہ سے صلہ رحمی کا ثبوت دو۔“ اسے صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے (امام مسلم نے نہیں۔) ① امام احمد نے اسے ایک دوسری سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ﴾ ”اور جو کوئی نیکی کرے گا ہم اس کے لیے اس میں حسن بڑھائیں گے۔“ یعنی جو نیک عمل کرے گا ہم اس کے اجر و ثواب میں اضافہ کر دیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾ (النسآء 4:40)

”بے شک اللہ (کسی پر) ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دو چند کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا۔“ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ㉓﴾ ”بے شک اللہ بخشنے والا، قدر دان ہے۔“ یعنی وہ بہت سے گناہوں کو معاف فرما دیتا اور تھوڑی سی نیکیوں کو بہت زیادہ کر دیتا ہے، وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی پردہ پوشی کرتا، انھیں معاف کرتا، نیکیوں کا کئی گنا زیادہ اجر و ثواب عطا فرماتا اور اپنے بندوں کے اعمال صالحہ کی قدر دانی فرماتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ پر از خود قرآن بنانے کا الزام اور اس کی تردید: اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ﴾ (الشوریٰ 42:23)، حديث :4818 . ② مسند أحمد :1/229 .

﴿ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ ﴾ ’’کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے؟ اگر اللہ چاہے تو (اے محمد!) آپ کے دل پر مہر لگا دے۔‘‘ یعنی اگر آپ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھیں جیسا کہ یہ جاہل گمان کرتے ہیں، ﴿ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ ﴾ ’’(تو اللہ) آپ کے دل پر مہر لگا دے۔‘‘ یعنی آپ کے دل پر مہر لگا دے اور اس نے آپ کو جو قرآن دیا ہے وہ آپ سے سلب کر لے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ؗ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝ ﴾ (الحآقّة 69:44-47) ’’اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لاتے تو ہم ان کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے تو تم میں سے کوئی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔‘‘ یعنی ہم ان سے شدید انتقام لیتے اور کوئی انسان بھی اس بات پر قادر نہ ہوتا کہ ان سے انتقام کو روک دیتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ ﴾ ’’اور اپنی باتوں سے حق کو ثابت کرتا ہے۔‘‘ یعنی وہ اپنے دلائل و براہین کے ساتھ حق کو ثابت اور واضح کر دیتا ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۲۴ ﴾ ’’بے شک وہ سینوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔‘‘ یعنی وہ سینوں کے بھیدوں اور ان میں چھپی ہوئی باتوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

تفسیر آیات: 25-28

اللہ تعالیٰ توبہ اور دعا کو قبول فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب وہ اس کی طرف توبہ اور رجوع کریں تو وہ ان کی توبہ کو شرف قبولیت سے سرفراز فرماتا اور اپنے کرم اور حلم سے انھیں معاف فرماتا، ان سے درگزر فرماتا، ان کی پردہ پوشی فرماتا اور انھیں بخش دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾ (النسآء 4:110) ’’اور جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کر لے، پھر اللہ سے بخشش مانگے تو وہ اللہ کو خوب بخشنے والا (اور) نہایت مہربان پائے گا۔‘‘ صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرحًا بِتَوبَةِ عَبدِهٖ، حِینَ یَتُوبُ إِلَیهِ، مِنْ أَحَدِکُم کَانَ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ بِأَرضِ فَلَاةٍ، فَانفَلَتَتْ مِنهُ، وَعَلَیهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ، فَأَیِسَ مِنهَا، فَأَتٰی شَجَرَةً فَاضطَجَعَ فِی ظِلِّهَا، قَدْ أَیِسَ مِنْ رَّاحِلَتِهٖ، فَبَینَا هُوَ کَذٰلِكَ إِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِندَهٗ، فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا، ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الفَرَحِ: اَللّٰهُمَّ! أَنتَ عَبدِی وَأَنَا رَبُّكَ، أَخطَأَ مِنْ شِدَّةِ الفَرَحِ] ’’اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے جب وہ اس کے حضور توبہ کرتا ہے۔ اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری جنگل میں تھی اور وہ اس سے گم ہو گئی اور اسی پر اس کا کھانا پینا تھا، وہ اس سے مایوس ہو گیا اور ایک درخت کے پاس آ کر اس کے سائے میں لیٹ گیا، وہ اپنی سواری سے مایوس ہو چکا تھا، اسی حالت میں تھا کہ اچانک سواری اس کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی، اس نے اس کی مہار پکڑی اور فرطِ مسرت سے کہنے لگا: اے اللہ! تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں، فرطِ مسرت کے باعث اس نے غلطی سے یہ کہہ دیا۔‘‘① صحیح مسلم میں یہ

---

① صحیح مسلم، التوبة، باب فی الحض علی التوبة والفرح بها، حدیث: (7)-2747.

حدیث بروایت عبداللہ بن مسعود ؓ بھی اسی طرح ہے۔ ①

امام زہری ؒ سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ ﴾ ’’اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔‘‘ کے بارے میں روایت ہے کہ ابو ہریرہ ؓ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ أَحَدِكُمْ یَجِدُ ضَالَّتَهٗ فِی الْمَكَانِ الَّذِی یَخَافُ أَنْ یَّقْتُلَهٗ مِنَ الْعَطَشِ] ’’اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو اپنی گم شدہ سواری کو اس جگہ پالے، جہاں اسے یہ خدشہ ہو کہ پیاس کی وجہ سے ہلاک ہو جائے گا۔‘‘ ② اور ہمام بن حارث سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود ؓ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو کسی عورت کے ساتھ بدکاری کرتا اور پھر اس سے شادی کر لیتا ہے؟ انھوں نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، پھر انھوں نے یہی آیت کریمہ پڑھی: ﴿ وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ ﴾ ’’اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور قصور معاف فرما دیتا ہے۔‘‘ ③ یعنی مستقبل میں وہ توبہ قبول فرماتا اور ماضی میں کیے ہوئے قصور معاف فرما دیتا ہے۔ ﴿ وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ ’’اور جو تم کرتے ہو وہ (سب) جانتا ہے۔‘‘ یعنی تم جو کچھ کرتے ہو، کہتے ہو وہ سب جانتا ہے اور اس کے باوجود جو توبہ کرے اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ’’اور جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے ان کی دعا قبول فرماتا ہے۔‘‘ سدی کہتے ہیں کہ ﴿ یَسْتَجِیْبُ ﴾ ’’یَسْتَجِیبُ لَهُمْ‘‘ ان کی دعا قبول کرتا ہے، کے معنی میں ہے۔ ④ اور ابن جریر نے بھی اسی طرح فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ جو اپنے لیے، اپنے ساتھیوں اور بھائیوں کے لیے دعا کرتے ہیں، اللہ اسے قبول فرما لیتا ہے۔ ⑤ ﴿ وَ یَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ﴾ ’’اور ان کو اپنے فضل سے بڑھاتا ہے۔‘‘ یعنی وہ نہ صرف ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا بلکہ انھیں اپنے پاس سے اس سے بھی زیادہ عطا فرماتا ہے۔ قتادہ نے ابراہیم نخعی سے اس آیت کریمہ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ ان کے بھائیوں کے بارے میں ان کی شفاعت قبول فرما لیتا ہے اور ﴿ وَ یَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ ان کے بھائیوں کے بھائیوں کے بارے میں بھی شفاعت قبول کرے گا۔ ⑥ ﴿ وَ الْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ﴾ ’’اور جو کافر ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے۔‘‘ جب اللہ تعالیٰ نے پہلے مومنوں اور انھیں حاصل ہونے والے بے پایاں اجر و ثواب کا ذکر کیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کافروں کا اور روز قیامت انھیں پہنچنے

---

① صحیح مسلم، التوبة، باب فی الحض علی التوبة والفرح بها، حدیث :(3)-2744 . ② تفسیر عبدالرزاق:162/3، رقم:2738، مزید دیکھیے السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿ وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ ﴾ : 453/6، حدیث:11475. ③ تفسیر الطبری :38/25 . ④ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ﴿ یَسْتَجِیْبُ ﴾ فعل کے فاعل کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے اس کا فاعل ﴿ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ﴾ بتایا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ ایمان والوں نے اللہ کی بات قبول کر لی۔ اور بعض نے ﴿ یَسْتَجِیْبُ ﴾ کا فاعل ضمیر جو اللہ کی طرف راجع ہے، بتائی ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کی دعا قبول کرتا ہے۔ سُدی کی بات کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کا فاعل اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں، اس لیے وہ اس فعل کے بعد صلہ لام لائے ہیں جس سے ترتیب کلام اسی طرح بنتی ہے: یَسْتَجِیبُ لِلَّذِینَ اٰمَنُوا ’’اللہ ایمان والوں کی دعا قبول فرماتا ہے۔‘‘ (ع-و) . ⑤ تفسیر الطبری :38/25. ⑥ تفسیر الطبری : 39,38/25 .

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ

اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور جو بھی چلنے پھرنے والے اس نے ان دونوں میں پھیلا رکھے ہیں، اور وہ جب بھی

قَدِيْرٌ ㉙ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ㉚ ؕ ع 10

چاہے ان کے جمع کرنے پر قادر ہے㉙ اور تمھیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمھارے اپنے ہی کرتوتوں کی وجہ سے (پہنچتی ہے)، اور بہت سی باتوں

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ㉛

سے تو وہ درگزر ہی فرماتا ہے㉚ اور تم (اسے) زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو، اور تمھارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار㉛

والے شدید اور دردناک عذاب کا ذکر فرمایا ہے۔

رزق کی عدمِ فراخی میں حکمت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ ﴾ ”اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق میں فراخی کر دیتا تو زمین میں فساد کرنے لگتے۔“ یعنی اگر انھیں ان کی ضرورت سے زیادہ رزق دیتا، تو تکبر اور فخر و غرور کے باعث وہ ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی اور سرکشی کرنے لگتے۔ ﴿ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ㉗ ﴾ ”اور لیکن وہ جس قدر چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے، بے شک وہ اپنے بندوں سے خوب خبردار ہے، خوب دیکھنے والا ہے۔“ یعنی وہ انھیں اس قدر رزق عطا فرماتا ہے جس میں ان کی بہتری دیکھتا ہے اور وہ اس بات کو خوب جانتا ہے تو جو دولت کا مستحق ہوتا ہے اسے دولت عطا فرما دیتا اور جو فقر کا مستحق ہوتا ہے، اسے فقیر کر دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا ﴾ ”اور وہی تو ہے جو ان لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے۔“ یعنی جب لوگ بارش کے نازل ہونے سے مایوس ہو چکے ہوتے ہیں تو وہ اس وقت بارش نازل فرماتا ہے جبکہ انھیں اس کی حاجت و ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ۝ ﴾ (الروم 49:30) ”اور یقیناً وہ (لوگ) ان پر بارش کیے جانے سے پہلے یقیناً ناامید تھے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ ﴾ ”اور اپنی رحمت (بارش کی برکت) پھیلا دیتا ہے۔“ یعنی اس ملک اور اس علاقے کو اپنی رحمت عام سے ڈھانپ لیتا ہے۔ امام قتادہ نے کہا کہ ہمارے سامنے بیان کیا گیا کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! بارش نازل نہیں ہوئی اور لوگ مایوس ہو چکے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بارش ضرور نازل ہوگی اور پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ ﴾ ”اور وہی تو ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے۔“① یعنی وہ اپنی مخلوق کے لیے وہ تصرف کرتا ہے جو دنیا و آخرت میں ان کے لیے نافع ہو۔ اور وہ جو بھی اندازہ مقرر فرماتا اور جو کام بھی کرتا ہے اس کے انجام کے اعتبار سے وہ قابل ستائش ہے۔

تفسیر آیات: 31-29

آسمانوں اور زمین کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ ﴾ ”اور اسی کی

---

① تفسیر الطبری: 41/25.

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۭ ㉜ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى

اور اسی کی نشانیوں میں سے ہیں سمندر میں (چلنے والے) پہاڑوں جیسے جہاز (اور کشتیاں)㉜ اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک لے، پھر وہ (جہاز) سمندر کی سطح پر

ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ㉝ۙ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ

کھڑے رہ جائیں۔ بلاشبہ اس میں یقیناً ہر صابر شاکر کے لیے عظیم نشانیاں ہیں㉝ یا وہ (چاہے تو) انھیں ان کے کرتوتوں کی وجہ سے تباہ کر دے، اور (چاہے

كَثِيْرٍ ㉞ۙ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ㉟

تو) بہت سوں سے درگزر کرے㉞ اور (تاکہ) وہ لوگ جان لیں جو ہماری آیات میں جھگڑتے ہیں کہ ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں㉟

نشانیوں میں سے ہے۔'' جو اس کی عظمت و عظیم قدرت اور زبردست سلطنت پر دلالت کرتی ہیں۔ ﴿خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا﴾ ''آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور جو اس نے ان دونوں میں پھیلا رکھے ہیں۔'' یعنی جو آسمانوں اور زمین میں پیدا فرما رکھے ہیں۔ ﴿مِنْ دَآبَّةٍ ۭ﴾ ''چلنے والے۔'' اور یہ لفظ فرشتوں کو بھی شامل ہے اور یہ مختلف شکلوں، رنگوں، بولیوں، طبیعتوں، جنسوں اور قسموں کے تمام انسانوں، جنوں اور باقی تمام حیوانات کو شامل ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے مختلف گوشوں میں پھیلا رکھا ہے۔ ﴿وَهُوَ﴾ ''اور وہ۔'' اس سب کچھ کے باوجود ﴿عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ ㉙﴾ ''جب چاہے ان کے جمع کر لینے پر خوب قادر ہے۔'' یعنی قیامت کے دن وہ اگلوں، پچھلوں اور تمام مخلوقات کو ایک ہی میدان میں جمع فرمائے گا جنھیں پکارنے والا آواز سنائے گا اور وہ سب نظر کے سامنے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں مبنی برعدل وحق فیصلہ فرمائے گا۔

مصیبتوں کا سبب نافرمانی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾ ''اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے، وہ تمھارے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے (ہوتی ہے۔)'' یعنی لوگو تمھیں جو مصیبتیں بھی پہنچیں یہ تمھارے ہی گزشتہ گناہوں کا نتیجہ ہیں۔ ﴿وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ㉚ۭ﴾ ''اور وہ بہت سے گناہ تو معاف کر دیتا ہے۔'' یعنی وہ تمھارے بہت سے گناہوں کی تمھیں سزا نہیں دیتا بلکہ تمھیں معاف کر دیتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ﴾ (فاطر 45:35) ''اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب پکڑنے لگتا تو روئے زمین پر کسی بھی چلنے پھرنے والے کو نہ چھوڑتا۔'' اور حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ!) مَا یُصِیبُ (الْمُؤْمِنَ) مِنْ نَّصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا هَمٍّ وَّلَا حَزَنٍ...... حَتَّی الشَّوْکَةِ یُشَاکُهَا، إِلَّا کَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَایَاهُ] ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مومن کو جو تکلیف، دکھ، غم اور حزن پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے...... حتی کہ چبھنے والے کانٹے کو بھی اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔''① اور امام احمد رحمہ اللہ نے

---

① صحیح البخاری، المرضی، باب ماجاء فی کفارۃ المرض، حدیث:5642,5641. پہلی قوسین والے الفاظ اس حدیث کے سیاق میں نہیں ملے جبکہ دوسری قوسین والا لفظ صحیح مسلم، البر والصلة......، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض أو حزن......، حدیث:2573 عن أبی سعید الخدری و أبی ہریرة رضی اللہ عنہما میں ہے، اور دیکھیے مسند أحمد:303/2.

فَمَآ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَمَتَاعُ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا ۚ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَیۡرٌ وَّاَبۡقٰی لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا

چنانچہ تمھیں جو بھی شے دی گئی ہے تو وہ دنیاوی زندگی کا (حقیر سا) سامان ہے، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ان لوگوں کے لیے کہیں بہتر اور بہت پائیدار

وَعَلٰی رَبِّهِمۡ یَتَوَكَّلُوۡنَ ㊱ ۚ وَالَّذِیۡنَ یَجۡتَنِبُوۡنَ كَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوۡا هُمۡ

ہے جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا کرتے ہیں ㊱ اور وہ لوگ جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں، اور جب غصہ آئے

یَغۡفِرُوۡنَ ㊲ ۚ وَالَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمۡ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۖ وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَهُمۡ ۖ وَمِمَّا

تو وہ معاف کر دیتے ہیں ㊲ اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب (کے حکم) کو مانا اور نماز قائم کی، اور ان کا (ہر) کام باہمی مشورے سے ہوتا ہے، اور ہم نے

رَزَقۡنٰهُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ㊳ ۚ وَالَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَهُمُ الۡبَغۡیُ هُمۡ یَنۡتَصِرُوۡنَ ㊴

انھیں جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں ㊳ اور وہ لوگ کہ جب ان پر ظلم و زیادتی ہو تو وہ بس بدلہ لیتے ہیں ㊴

معاویہ بن ابوسفیان ؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: [مَامِنْ شَیْءٍ یُّصِیبُ الْمُؤْمِنَ فِی جَسَدِهٖ یُؤْذِیهِ، إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهٖ مِنْ سَیِّئَاتِهٖ] ”مومن کو اس کے جسم میں ایذا دینے والی جو چیز بھی پہنچے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔“① اور امام احمد ہی نے حضرت عائشہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا كَثُرَتْ ذُنُوبُ الْعَبْدِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ مَا یُكَفِّرُهَا مِنَ الْعَمَلِ، اِبْتَلَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِالْحُزْنِ لِیُكَفِّرَهَا عَنْهُ] ”جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جائیں اور اس کے پاس ان کا کفارہ بننے والی کوئی چیز نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے غم و حزن میں مبتلا فرما دیتا ہے تاکہ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دے۔“②

تفسیر آیات: 32-35

سمندر کی تسخیر اور اس میں بحری جہازوں کا چلنا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کی زبردست قدرت اور عظیم الشان سلطنت پر دلالت کرنے والی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے سمندر کو مسخر کر دیا ہے تاکہ اس میں اس کے حکم سے جہاز چلیں، وہ جہاز جو گویا پہاڑوں کے مانند ہیں۔ یہ مجاہد، حسن، سدی اور ضحاک کا قول ہے کہ یہ جہاز سمندر میں ایسے ہیں جیسے خشکی میں پہاڑ ہیں۔③ ﴿اِنۡ یَّشَاۡ یُسۡكِنِ الرِّیۡحَ﴾ ”اگر اللہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے۔“ یعنی اس ہوا کو جو سمندروں میں کشتیوں کو چلاتی ہے اگر وہ چاہے تو اسے ساکن کر دے اور کشتیاں حرکت بھی نہ کر سکیں بلکہ ساکن ہو کر کھڑی رہ جائیں اور کہیں بھی آ جا نہ سکیں بلکہ سطح آب پر کھڑی رہ جائیں۔ ﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ ﴿33﴾﴾ ”بے شک تمام صبر اور شکر کرنے والوں کے لیے ان (باتوں) میں اللہ کی قدرت کے نمونے ہیں۔“ یعنی ان کے لیے جو مشکلات میں صبر کرتے اور اس بات پر اس کا شکر بجا لاتے ہیں کہ اس نے ان کے لیے سمندر کو مسخر کر دیا اور اس میں ان کی ضرورت کے مطابق ہوا چلا دی اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر اس کی نعمتوں کی نشانیاں ہیں جو مشکلات میں صبر کرتے اور خوش حالی میں اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ ﴿اَوۡ یُوۡبِقۡهُنَّ

---

① مسند أحمد: 98/4 . ② مسند أحمد: 157/6 . یہ حدیث لیث بن ابوسلیم کی وجہ سے سنداً ضعیف ہے۔ ③ تفسیر الطبری: 44/25 .

﴿ بِمَا كَسَبُوۡا ﴾ ”یا ان کے اعمال کے سبب ان کو تباہ کر دے۔“ یعنی اگر وہ چاہے تو ان کشتیوں اور جہاز والوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دے، یعنی ان لوگوں کو جو اس پر سوار ہوتے ہیں ﴿ وَيَعۡفُ عَنۡ كَثِيۡرٍ ㉞ ﴾ ”اور بہت سے قصور معاف کر دے۔“ یعنی ان کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور اگر وہ ان کے تمام گناہوں کی پاداش میں انھیں پکڑے تو سمندر میں سوار ہر شخص کو ہلاک کر دے۔

بعض علمائے تفسیر نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اَوۡ يُوۡبِقۡهُنَّ بِمَا كَسَبُوۡا ﴾ کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو نہایت تند و تیز ہوا بھیج دے جو کشتیوں کو پکڑے اور انھیں سیدھا چلنے کے بجائے دائیں یا بائیں طرف اس طرح ڈگمگا دے کہ وہ کسی مطلوب رستے اور مقصود جہت کی طرف نہ چل سکیں۔ یہ قول کشتیوں کی ہلاکت کو متضمن ہے اور پہلے جملے کے ساتھ یہ معنی مناسبت رکھتے ہیں اور وہ جملہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ہوا ساکن کر دے اور کشتیاں کھڑی رہ جائیں یا ہوا کو اس قدر تیز کر دے کہ کشتیاں بے قابو ہو کر ادھر ادھر بھاگیں اور تباہ ہو جائیں لیکن یہ اس کا لطف و کرم اور اس کی رحمت ہے کہ وہ ہوا کو بقدر ضرورت بھیجتا ہے جیسا کہ وہ بارش کو بھی بقدر کفایت نازل فرماتا ہے کیونکہ اگر وہ بہت زیادہ بارش نازل فرما دے تو عمارتیں تباہ و برباد ہو جائیں اور اگر وہ بہت کم نازل فرمائے تو فصلیں اور پھل پیدا نہ ہوں۔ حتی کہ وہ بلاد مصر جیسے علاقوں میں دوسرے علاقوں سے نہر اور دریا کا پانی لاتا ہے کیونکہ انھیں بارش کی حاجت نہیں اور اگر اللہ تعالیٰ یہاں بارش نازل فرمائے تو اس سے عمارتیں تباہ ہو جائیں اور دیواریں گر جائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّيَعۡلَمَ الَّذِيۡنَ يُجَادِلُوۡنَ فِيۡۤ اٰيٰتِنَا ؕ مَا لَهُمۡ مِّنۡ مَّحِيۡصٍ ㉟ ﴾ ”اور (تاکہ) وہ لوگ جان لیں جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں کہ ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔“ اور وہ ہماری گرفت اور ہمارے عذاب سے ہرگز نہیں بچ سکتے کیونکہ وہ ہماری قدرت کے تحت مقہور و مغلوب ہیں۔

تفسیر آیات :36-39

اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کے مستحق لوگوں کی صفات: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی اس کی زیب و زینت اور اس کی فانی نعمتوں کے حقیر ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَمَاۤ اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنۡ شَيۡءٍ فَمَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ ﴾ ”(لوگو) تو جو مال و متاع تم کو دیا گیا ہے، وہ دنیوی زندگی کا (ناپائیدار) فائدہ ہے۔“ لہٰذا تم دنیا جس قدر بھی حاصل کر کے جمع کر لو تو اس پر غرور نہ کرو کیونکہ وہ دنیا کی زندگی کا مال و متاع ہے اور دنیا حقیر، فانی اور یقیناً بہت جلد ختم ہو جانے والی ہے۔ ﴿ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى ﴾ ”اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر اور قائم رہنے والا ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کا ثواب دنیا سے بہتر ہے کیونکہ وہ ابدی اور سرمدی ہے، لہٰذا تم فنا ہو جانے والی چیز کو باقی رہنے والی پر ترجیح نہ دو، اسی لیے فرمایا: ﴿ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ﴾ ”ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے۔“ یعنی جنھوں نے صبر کیا اور دنیا کی لذتوں کو ترک کر دیا۔ ﴿ وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ㊱ ۚ ﴾ ”اور اپنے پروردگار ہی پر بھروسا کرتے ہیں۔“ تاکہ ادائے واجبات اور ترک محرمات پر صبر کے لیے ان کی مدد کرے۔

پھر فرمایا: ﴿ وَالَّذِيۡنَ يَجۡتَنِبُوۡنَ كَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ ﴾ ”اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ⑩

اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، پھر جو معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے، بلاشبہ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا ⑩ اور البتہ

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ (41) اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ

جو شخص اپنے مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لے، تو ایسے لوگوں پر کوئی (ملامت کی) راہ نہیں (41) (ملامت کی) راہ تو بس ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم

يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (42) وَلَمَنْ

کرتے اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے (42) اور البتہ جو صبر کرے اور معاف کر دے تو بلاشبہ

صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (43) ع 4 14 5

یہ ہمت کے کاموں میں سے ہیں (43)

پرہیز کرتے ہیں۔'' گناہ اور بے حیائی کے کاموں کے بارے میں بحث قبل ازیں سورۂ اعراف میں گزر چکی ہے۔ ① ﴿وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ (37)﴾ ''اور جب انھیں غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔'' یعنی ان کا اخلاق یہ ہے کہ وہ لوگوں سے درگزر کرتے اور انھیں معاف کر دیتے ہیں، ان سے انتقام نہیں لیتے۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی بھی انتقام نہیں لیا۔ ہاں، البتہ اگر اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حرمات کی بے حرمتی کی جا رہی ہو تو پھر آپ ضرور انتقام لیتے تھے۔ ②

﴿وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ﴾ ''اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں۔'' یعنی اس کے رسولوں کی اتباع، اس کے حکم کی اطاعت اور اس کے منع کردہ امور سے اجتناب کرتے ہیں۔ ﴿وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کرتے ہیں۔'' جو اللہ تعالیٰ کے لیے ادا کی جانے والی عبادات میں سب سے بڑی عبادت ہے۔ ﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ ''اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں۔'' یعنی وہ کسی کام کا اس وقت تک قطعی فیصلہ نہیں کرتے یہاں تک کہ آپس میں مشورہ کر لیں اور جنگوں اور دیگر اہم معاملات میں ایک دوسرے کی آراء سے مدد لے لیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بھی حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ ۚ﴾ (آل عمرٰن 3:159) ''اور اپنے کاموں میں ان سے مشاورت کیا کریں۔'' یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنگوں اور دیگر اہم معاملات میں تسکینِ قلوب کی خاطر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ پر خنجر کے وار کے بعد جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے حضرت عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم پر مشتمل چھ افراد کی ایک مشاورتی کمیٹی کو معاملے کا اختیار سونپ دیا تا کہ آپ کے بعد وہ مسلمانوں کے لیے خلیفہ کا فیصلہ کرے۔ مشاورت کے بعد اس کمیٹی اور تمام صحابہ کرام کی رائے اس بات پر متفق ہوئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (38)﴾ ''اور جو مال ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے وہ اس میں سے

---

① دیکھیے الأعراف، آیت: 33 کے ذیل میں۔ ② صحیح البخاری، الأدب، باب قول النبی ﷺ: [يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا]، حدیث: 6126 عن عائشة رضی اللہ عنہا.

خرچ کرتے ہیں۔'' یعنی اللہ کی مخلوق میں سے جو درجہ بدرجہ ان کے زیادہ قریب ترین ہوتے ہیں، ان پر وہ خرچ کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝39 ﴾ ''اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم (وتعدی) ہو تو (مناسب طریقے سے) بدلہ لیتے ہیں۔'' یعنی جو ان پر ظلم وزیادتی کرے، اس سے بدلہ لینے کی بھی ان میں قوت وطاقت ہے اور وہ عاجز ودرماندہ نہیں ہیں بلکہ ظالموں سے انتقام لینے کی قدرت رکھتے ہیں، اس قدرت وقوت کے باوجود وہ معاف بھی کر دیتے ہیں جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا: ﴿ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ز ﴾ (یوسف 92:12) ''آج کے دن (سے) تم پر کچھ عتاب وملامت نہیں ہے، اللہ تم کو معاف کرے۔'' حالانکہ یوسف علیہ السلام کو قدرت تھی کہ آپ ان کا مواخذہ کرتے اور ان سے اسی طرح کا سلوک کرتے جیسا کہ انھوں نے کیا تھا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی ان اسی 80 آدمیوں کو معاف فرما دیا تھا جنھوں نے حدیبیہ کے سال جبل تنعیم سے اتر کر آپ کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا مگر آپ کو جب ان پر دسترس حاصل ہوئی تو قدرت کے باوجود ان سے انتقام نہ لیا بلکہ انھیں معاف فرما دیا۔① اسی طرح آپ نے غورث بن حارث کو بھی اس وقت معاف فرما دیا جب آپ سو رہے تھے اور اس نے آپ کی تلوار سونت کر آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا، آپ بیدار ہو گئے اور آپ نے اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تلوار دیکھی تو اسے ڈانٹا، اس نے تلوار اپنے ہاتھ سے پھینک دی تو آپ نے اسے اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا، صحابہ کرام کو بلایا، انھیں اس واقعے سے آگاہ کیا اور اس کافر غورث بن حارث کو معاف فرما دیا۔② اس بارے میں اور بھی بہت سی احادیث وآثار موجود ہیں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ.

تفسیر آیات:40-43

ظالم کو معاف کرنا یا اس سے بدلہ لینا: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ ﴾ ''اور برائی کا بدلہ تو اسی طرح کی برائی ہے۔'' اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ص ﴾ (البقرة 194:2) ''پس اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو جیسی زیادتی وہ تم پر کرے ویسی ہی تم اس پر کرو۔'' نیز اس فرمان باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ ﴾ (النحل 126:16) ''اور اگر تم ان کو تکلیف دینی چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تم کو ان سے پہنچی۔'' پس اللہ تعالیٰ نے عدل کا حکم دیا ہے جو کہ قصاص ہے اور فضل کی ترغیب ودعوت دی ہے جو کہ معافی ہے جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ ﴾ (المائدة 45:5) ''اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے لیکن جو شخص بدلہ معاف کر دے، وہ اس کے لیے کفارہ ہوگا۔'' اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ ﴾ ''مگر جو درگزر کرے اور معاملے کو درست کر دے تو اس کا بدلہ اللہ کے ذمے ہے۔''

---

① دیکھیے صحیح مسلم، الجهاد والسیر، باب قول الله تعالى: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ﴾ (الفتح 24:48)، حدیث:1808 عن أنس رضي الله عنه. ② دیکھیے صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة ذات الرقاع، حدیث:4135،4136 و صحیح مسلم، صلاة المسافرین......، باب صلاة الخوف، حدیث:843 عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه.

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ

اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اللہ کے بعد اس کے لیے کوئی کارساز نہیں، اور آپ ظالموں کو دیکھیں گے کہ جب وہ عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے: کیا واپسی

يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۚ ㊹ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ

کا کوئی راستہ ہے ㊹ اور آپ انھیں دیکھیں گے کہ وہ جہنم پر پیش کیے جائیں گے تو مارے ذلت کے جھکے جا رہے ہوں گے وہ نظریں چرا کر دیکھتے ہوں

يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

گے اور جو لوگ ایمان لائے تھے وہ کہیں گے: بے شک خسارہ پانے والے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے روز قیامت اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو

وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ㊺ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ

خسارے میں ڈالا، آگاہ رہو! بلاشبہ ظالم لوگ ہی دائمی عذاب میں ہوں گے ㊺ اور اُن کے لیے اللہ کے سوا، کوئی ایسے دوست نہیں ہوں گے جو ان کی

يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ ㊻

مدد کر سکیں، اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اس کے لیے (ہدایت کا) کوئی راستہ ہی نہیں ㊻

یعنی اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں ضائع نہیں ہوگا جیسا کہ صحیح حدیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا] ''اور اللہ تعالیٰ معاف کر دینے سے بندے کی عزت ہی میں اضافہ کرتا ہے۔''① ﴿ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ㊵ ﴾ ''اس میں شک نہیں کہ وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' ظلم کرنے والوں سے مراد ظلم و تعدی کرنے والے، یعنی وہ لوگ ہیں جو برائی کی ابتداء کرنے والے ہوں، پھر فرمایا: ﴿ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ؕ ㊶ ﴾ ''اور جس پر ظلم ہوا ہو اگر وہ اس کے بعد انتقام لے تو ایسے لوگوں پر کوئی سبیل نہیں۔'' یعنی ظلم کرنے والوں سے بدلہ لینے میں کوئی گناہ نہیں۔ ﴿ اِنَّمَا السَّبِيْلُ ﴾ ''بے شک سبیل تو۔'' یعنی حرج اور تنگی تو ﴿ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ﴾ ''ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں۔'' یعنی لوگوں پر ظلم میں پہل کرتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا ، فَعَلَى الْبَادِئِ مَالَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ] ''دو گالیاں دینے والے جو کہیں اس کا گناہ ابتدا کرنے والے پر ہے بشرطیکہ مظلوم حد سے تجاوز نہ کرے۔''②

﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ㊷ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کو تکلیف دینے والا عذاب ہوگا۔'' یعنی ایسا عذاب جو بہت شدید درد دینے والا ہوگا۔ محمد بن واسع سے روایت ہے کہ میں مکہ میں آیا تو خندق کے پاس نگرانی کرنے والے لوگ تھے، پس میں پکڑا گیا اور امیر بصرہ مروان بن مہلب کے پاس لے جایا گیا تو اس نے مجھ سے کہا: ابو عبداللہ! اپنی حاجت بتاؤ؟ میں نے کہا کہ میری حاجت یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو تم بنو عدی کے بھائی جیسے بن جاؤ۔ انھوں نے پوچھا کہ بنو عدی کا بھائی کون؟ میں نے جواب دیا: علاء بن زیاد، انھوں نے ایک مرتبہ اپنے ایک دوست کو عامل مقرر کیا اور انھیں خط لکھا: اما بعد، اگر ممکن ہو کہ تم شب اس طرح

---

① صحیح مسلم، البر والصلة......، باب استحباب العفو والتواضع، حديث :2588 عن أبی هريرة ؓ. ② صحیح مسلم، البر والصلة......، باب النهی عن السباب، حديث :2587 عن أبی هريرة ؓ.

بسر کرو کہ تمھاری پشت ہلکی ہو، تمھارا پیٹ خالی ہو اور تمھارا ہاتھ مسلمانوں کے خون اور اموال سے پاک ہو تو ایسا ضرور کرو کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو تم پر کوئی سبیل نہیں ہوگی: ﴿ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝42 ﴾ ''بے شک سبیل تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کو تکلیف دینے والا عذاب ہوگا۔'' تو اس نے یہ سن کر کہا کہ واللہ! اس نے سچ کہا اور خوب نصیحت کی، اس نے پھر کہا: ابوعبداللہ! تمھاری کوئی حاجت؟ میں نے جواب دیا کہ میری حاجت یہ ہے کہ مجھے میرے اہل خانہ کے پاس پہنچا دو، اس نے جواب دیا ٹھیک ہے، میں اس کا انتظام کر دیتا ہوں۔ ① اسے ابن ابوحاتم نے بیان کیا ہے۔ ②

اللہ تعالیٰ نے جب ظلم اور ظالموں کی مذمت بیان کی اور قصاص کا حکم دیا تو اب اس نے عفو و درگزر کی دعوت و ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ ﴾ ''اور جو صبر کرے اور معاف کر دے۔'' یعنی ایذا پر صبر کرے اور گناہ پر پردہ پوشی کرے۔ ﴿ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝43 ﴾ ''بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔'' سعید بن جبیر کہتے ہیں، یعنی یہ ان حق امور میں سے ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ گویا یہ ان قابل قدر اور قابل ستائش اعمال میں سے ہے جن پر بے پایاں اجر و ثواب بھی ملتا ہے اور جن کی وجہ سے اچھی تعریف بھی ہوتی ہے۔

تفسیر آیات: 44-46

قیامت کے دن ظالموں کا حال: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے، اسے کوئی ٹال نہیں سکتا اور جو وہ نہ چاہے وہ ہو نہیں سکتا، اسے کوئی کسی طرح بھی کر نہیں سکتا۔ جسے وہ ہدایت عطا فرمائے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝ ﴾ (الكهف 17:18) ''اور جس کو وہ گمراہ کرے تو آپ اس کے لیے کوئی دوست راہ بتانے والا نہ پائیں گے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے ظالموں، یعنی مشرکین کے بارے میں فرمایا: ﴿ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ﴾ ''جب وہ (دوزخ کا) عذاب دیکھیں گے۔'' یعنی قیامت کے دن تو دنیا کی طرف لوٹ جانے کی تمنا کریں گے۔ ﴿ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝44 ﴾ ''تو کہیں گے: کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی سبیل ہے؟'' جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 6:27،28) ''کاش آپ (ان کو اس وقت) دیکھیں جب یہ آگ (کے کنارے) پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے: اے کاش! ہم پھر (دنیا میں) لوٹا دیے جائیں تو اپنے پروردگار کی نشانیوں کی تکذیب نہ کریں اور مومنوں میں سے ہو جائیں۔ ہاں، یہ جو کچھ پہلے چھپایا کرتے تھے (آج) ان پر ظاہر ہو گیا ہے اور اگر یہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے ان کو منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگیں اور کچھ شک نہیں یہ جھوٹے ہیں۔'' ﴿ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا ﴾ ''اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ دوزخ پر پیش کیے جائیں گے۔'' یعنی آتش دوزخ کے

---

① المصنف لابن أبي شيبة: 245,244/7، حديث: 35714. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3280,3279/10.

اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ

تم اپنے رب کا فرمان قبول کرلو اس سے پہلے کہ اللہ کی طرف سے وہ دن آجائے جو (کسی طرح بھی) ٹالا نہیں جا سکتا، اس دن تمھارے لیے کوئی جائے پناہ

یَّوْمَىٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِیْرٍ ﴿47﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ؕ

نہیں ہوگی اور نہ تم سے (گناہوں کا) انکار ہی بن پڑے گا﴿47﴾ پھر اگر وہ اعراض کریں تو (اے نبی!) ہم نے آپ کو ان پر کوئی نگران (بنا کر) نہیں بھیجا، آپ

اِنْ عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ

کے ذمے تو پہنچا دینا ہی ہے، اور بلاشبہ جب ہم انسان کو اپنی رحمت (کا مزہ) چکھاتے ہیں تو وہ اس پر اترانے لگتا ہے۔ اور اگر انھیں ان کے کرتوتوں کی

سَیِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿48﴾

وجہ سے کوئی تکلیف پہنچے تو بلاشبہ انسان بہت ہی ناشکرا ہے﴿48﴾

سامنے ﴿ خٰشِعِیْنَ مِنَ الذُّلِّ ﴾ ’’ذلت کی وجہ سے جھکے ہوئے۔‘‘ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے باعث ان پر ذلت چھائی ہوگی۔ ﴿ یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّ ؕ ﴾ ’’وہ چھپی (اور نیچی) نگاہ سے دیکھ رہے ہوں گے۔‘‘ مجاہد فرماتے ہیں کہ وہ جھکی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہوں گے۔ ① یعنی خوف کی وجہ سے چوری چھپے اس کی طرف دیکھ رہے ہوں گے لیکن جس سے وہ ڈرتے ہوں گے وہ تو ہر صورت میں واقع ہو کر رہے گا اور وہ بھی ان پر واقع ہوگا جو ان کے وہم و گمان سے بھی بڑھ کر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

﴿ وَقَالَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا ﴾ ’’اور مومن لوگ کہیں گے۔‘‘ اور وہ یہ قیامت کے دن کہیں گے۔ ﴿ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ ﴾ ’’بے شک خسارہ اٹھانے والے۔‘‘ یعنی بہت بڑا خسارہ ﴿ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ ﴾ ’’وہ لوگ ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا۔‘‘ یعنی جنھیں روز قیامت جہنم رسید کر دیا گیا، وہ ابدی و سرمدی گھر کی لذتوں سے محروم ہو گئے، انھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا اور ان میں اور ان کے احباب، اصحاب، اہل و عیال اور رشتہ داروں میں جدائی ڈال دی گئی اور انھوں نے انھیں بھی خسارے میں ڈال دیا۔ ﴿ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ فِیْ عَذَابٍ مُّقِیْمٍ ﴿45﴾ ﴾ ’’خبردار! بے شک بے انصاف لوگ ہمیشہ کے عذاب میں (پڑے) رہیں گے۔‘‘ وہ دائمی، سرمدی اور ابدی عذاب میں مبتلا رہیں گے، اس سے کبھی نکل سکیں گے اور نہ خلاصی پا سکیں گے۔ ﴿ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِیَآءَ یَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ’’اور (اللہ کے) سوا ان کے کوئی دوست نہ ہوں گے کہ اللہ کے سوا ان کو مدد دے سکیں۔‘‘ اور انھیں عذاب سے بچا سکیں۔ ﴿ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِیْلٍ ﴿46﴾ ﴾ ’’اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کے لیے (ہدایت کا) کوئی رستہ نہیں۔‘‘ یعنی خلاصی کی کوئی صورت نہیں۔

تفسیر آیات :47, 48

قیامت سے قبل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ہولناکیوں اور اس دن کے بڑے بڑے

---

① تفسیر الطبری: 54/25.

لِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہے (صرف) بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے

لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّكُوۡرَ ۙ ㊾ اَوۡ یُزَوِّجُهُمۡ ذُكۡرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَیَجۡعَلُ مَنۡ یَّشَآءُ عَقِیۡمًا ؕ

چاہے (صرف) بیٹے عطا کرتا ہے ㊾ یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں ملا کر دیتا ہے، اور جسے چاہے بے اولاد رکھتا ہے۔ بے شک وہ خوب

اِنَّهٗ عَلِیۡمٌ قَدِیۡرٌ ㊿

جاننے والا، بہت قدرت والا ہے ㊿

خوفناک امور کو بیان کرنے کے بعد اس سے ڈراتے اور اس کی تیاری کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِسۡتَجِیۡبُوۡا لِرَبِّكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ ﴾ ”اپنے رب کی بات قبول کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی واپسی نہیں ہے۔“ اور جب وہ اس کے برپا ہونے کا حکم دے گا تو وہ چشم زدن میں آموجود ہوگا اور اسے وقوع پذیر ہونے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ ﴿ مَا لَكُمۡ مِّنۡ مَّلۡجَاٍ یَّوۡمَئِذٍ وَّمَا لَكُمۡ مِّنۡ نَّكِیۡرٍ ㊼ ﴾ ”اس دن تمھارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمھارے لیے انکار کی کوئی صورت ہوگی۔“ تمھارے لیے کوئی قلعہ نہیں ہوگا جس میں تم قلعہ بند ہو جاؤ اور نہ کوئی جگہ ہوگی جو تم کو چھپائے اور تم اس میں ناقابل پہچان ہو جاؤ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی نگاہ پاک سے غائب ہو سکو بلکہ وہ تو اپنے علم، نظر اور قدرت کے ساتھ تمھارا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔ ﴿ یَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ یَوۡمَئِذٍ اَیۡنَ الۡمَفَرُّ ۚ○ كَلَّا لَا وَزَرَ ؕ○ اِلٰی رَبِّكَ یَوۡمَئِذِ الۡمُسۡتَقَرُّ ؕ○ ﴾ (القیمۃ 75:10-12) ”اس دن انسان کہے گا: (اب) کہاں ہے بھاگنے کی جگہ؟ ہرگز نہیں، کہیں پناہ نہیں، اس روز پروردگار ہی کے پاس ٹھکانا ہے۔“ ﴿ فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا ﴾ ”پھر اگر وہ اعراض کرلیں“ یعنی مشرکین۔ ﴿ فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَیۡهِمۡ حَفِیۡظًا ؕ ﴾ ”تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔“ یعنی تم ان پر داروغہ نہیں ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَیۡسَ عَلَیۡكَ هُدٰىهُمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ ﴾ (البقرۃ 2:272) ”(اے محمد ﷺ!) آپ ان کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا عَلَیۡكَ الۡبَلٰغُ وَعَلَیۡنَا الۡحِسَابُ ○ ﴾ (الرعد 13:40) ”پس بے شک آپ کا کام ہمارے احکام کا پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔“ اور یہاں اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنۡ عَلَیۡكَ اِلَّا الۡبَلٰغُ ؕ ﴾ ”بے شک آپ کا کام تو صرف احکام کا پہنچا دینا ہے۔“ یعنی ہم نے تم پر صرف یہ فرض عائد کیا ہے کہ ان لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دو۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنَّا رَحۡمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ ﴾ ”اور بے شک جب ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت (کا مزہ) چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے۔“ یعنی جب اسے آسودگی اور نعمت حاصل ہوتی ہے تو خوشی سے پھولے نہیں سماتا۔ ﴿ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ ﴾ ”اور اگر ان کو پہنچتی ہے“ یعنی لوگوں کو ﴿ سَیِّئَةٌ ۢ ﴾ ”کوئی سختی۔“ یعنی قحط سالی، عذاب، مصیبت اور شدت کی صورت میں ﴿ فَاِنَّ الۡاِنۡسَانَ كَفُوۡرٌ ㊽ ﴾ ”تو بے شک انسان بڑا ناشکرا ہے۔“ کہ سابقہ نعمتوں کا انکار کر دیتا ہے اور صرف موجودہ صورت حال ہی کو پہچانتا ہے۔ اگر اسے نعمت حاصل ہو تو فخر و غرور اور تکبر کا

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ

اور یہ کسی بشر کے لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر الہام (دل میں القا) کر کے، یا پردے کے پیچھے سے، یا فرشتہ بھیج کر اور وہ (فرشتہ) اللہ کے حکم

بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ (51) وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ

سے، جو اللہ چاہے، وحی کرتا ہے۔ بلاشبہ وہ بلند مرتبہ، خوب حکمت والا ہے (51) اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک روح (قرآن) کی

مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ

وحی کی۔ آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور بنا دیا، ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہیں اس کے ذریعے سے

لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ (52) صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

ہدایت دیتے ہیں، اور بلاشبہ آپ سیدھے راستے ہی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں (52) اس اللہ کے راستے کی طرف جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک

اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ (53) ع 5 (10) 6

ہے۔ آگاہ رہو! اللہ ہی کی طرف تمام معاملات لوٹتے ہیں (53)

اظہار کرتا ہے اور اگر کوئی آزمائش آئے تو مایوس و ناامید ہو کر رہ جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خواتین سے فرمایا تھا: [يَامَعْشَرَ النِّسَاءِ ! تَصَدَّقْنَ، فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ] ”اے گروہ نسواں! صدقہ کیا کرو، میں نے جہنم میں تمھیں اکثریت میں دیکھا ہے۔“ ایک عورت نے عرض کی: وہ کیوں اے اللہ کے رسول؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لِأَنَّكُنَّ تُكْثِرْنَ الشَّكَاةَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ]، [لَوْ أَحْسَنْتَ إِلٰى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ، ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا، قَالَتْ: مَارَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ] ”اس لیے کہ تم شکوے شکایت زیادہ کرتی ہو اور اپنے خاوند کی نافرمانی کرتی ہو۔ اگر تو زندگی بھر عورت سے احسان کرتا رہے، پھر کسی دن وہ تجھ میں کوئی کمی کوتاہی دیکھ لے تو کہہ دیتی ہے کہ میں نے کبھی بھی تجھ سے کوئی خیر و بھلائی نہیں دیکھی۔“ ① اکثر عورتوں کا حال اسی طرح ہے، سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ رشد و ہدایت سے سرفراز فرما دے اور وہ اہل ایمان اور اعمال صالحہ بجا لانے والوں میں سے ہوں۔ مومن کی شان تو یہ ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ] ”اور یہ بات مومن کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں کہ اگر اسے کوئی خوشی نصیب ہو تو وہ شکر کرتا ہے، پس یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی غم لاحق ہو تو وہ صبر کرتا ہے، پھر یہ (بھی) اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔“ ②

---

① پہلا حصہ صحيح البخاری، الزكاة، باب الزكاة على الأقارب، حديث : 1462 عن أبی سعيد الخدری ؓ و صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان نقصان الإيمان بنقص الطاعات......، حديث: 79 عن عبدالله بن عمر ؓ، دوسرا حصہ صحيح مسلم، كتاب وباب صلاة العيدين، حديث: (4)-885 عن جابر بن عبدالله ؓ جبکہ تیسرا حصہ صحيح البخاری، النكاح، باب كفران العشير......، حديث: 5197 و صحيح مسلم، الكسوف، باب ماعرض على النبی ﷺ......، حديث: 907 عن عبدالله بن عباس ؓ میں ہے۔ ② صحيح مسلم، الزهد......، باب المؤمن أمره كله خير، حديث: 2999 عن صهيب ؓ.

تفسیر آیات :50,49

بیٹیاں اور بیٹے عطا کرنے یا ان سے محروم رکھنے والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کا خالق، مالک اور ان میں تصرف فرمانے والا ہے، وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا جس کو چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے، جو وہ عطا فرمائے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے وہ روک دے، اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا اور وہ جو چاہتا ہے، پیدا فرماتا ہے۔ ﴿ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا ﴾ ”جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے۔“ یعنی اسے صرف بیٹیاں ہی دیتا ہے۔ امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں میں لوط علیہ السلام بھی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے صرف بیٹیوں ہی سے نوازا تھا۔ ① ﴿ وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ (49) ﴾ ”اور جسے چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے۔“ یعنی اسے صرف بیٹوں ہی سے نوازتا ہے۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل علیہ السلام کو بیٹوں ہی سے نوازا اور ان کے گھر کوئی بیٹی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ② ﴿ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ﴾ ”یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرماتا ہے۔“ یعنی جن لوگوں کو چاہیے وہ بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرما دیتا ہے۔ امام بغوی کہتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو بیٹے بھی عطا فرمائے اور بیٹیاں بھی۔ ③ ﴿ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ﴾ ”اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے۔“ بقول امام بغوی جیسے حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام تھے۔ ④ گویا اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو چار قسموں میں تقسیم فرمایا ہے: (1) جن کو وہ صرف بیٹیاں عطا فرماتا ہے (2) جن کو وہ صرف بیٹے عطا فرماتا ہے (3) جن کو بیٹوں اور بیٹیوں دونوں سے نوازتا ہے اور (4) جسے نہ بیٹا دیتا ہے اور نہ بیٹی بلکہ اسے بے اولاد رکھتا ہے۔

﴿ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ ﴾ ”بے شک وہ خوب جاننے والا ہے“ کہ ان چاروں اقسام میں سے کون کس قسم کا مستحق ہے؟ ﴿ قَدِيْرٌ (50) ﴾ ”قدرت والا ہے۔“ لوگوں کو جو اس نے مختلف اقسام میں تقسیم فرما رکھا ہے، اس پر اسے پوری پوری قدرت حاصل ہے۔ یہ مقام اس آیت کریمہ سے مشابہت رکھتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ ﴾ (مریم 21:19) ”اور تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشانی بنائیں۔“ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت کی نشانی کہ اس نے انسانیت کو چار اقسام میں پیدا فرمایا ہے: (1) آدم علیہ السلام کو مرد و عورت کے بغیر مٹی سے بنایا۔ (2) حوا علیہا السلام کو عورت کے بغیر صرف مرد سے پیدا فرمایا۔ (3) عیسیٰ علیہ السلام کے سوا دیگر تمام انسانوں کو مرد و عورت سے پیدا فرمایا۔ (4) عیسیٰ علیہ السلام کو اس نے مرد کے بغیر عورت سے پیدا فرمایا اور اسی طرح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی تخلیق سے دلیل مکمل ہوگئی، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ ﴾ (مریم 21:19) ”اور تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشانی بنائیں۔“ اس مقام کا تعلق آباء سے ہے جبکہ پہلے مقام کا تعلق ابناء سے تھا اور ان میں سے ہر ایک کی چار چار اقسام ہیں، پس پاک ہے وہ ذات جو علیم و قدیر ہے۔

تفسیر آیات :53-51

وحی کی کیفیت یہ اللہ عز و جل کی نسبت سے وحی کی مختلف کیفیات کا بیان ہے اور یہ کبھی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نبی ﷺ کے دل

---

① تفسیر البغوی :152/4۔ ② تفسیر البغوی:152/4۔ ③ تفسیر البغوی :153/4۔ ④ تفسیر البغوی :153/4۔

میں کوئی ایسی چیز ڈال دیتا ہے کہ آپ ﷺ کو اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا جیسا کہ صحیح ابن حبان میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِي رُوعِي أَنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا (وَأَجَلَهَا)، أَلَا! فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ] ”روح القدس نے میرے دل میں یہ بات پھونکی ہے کہ کوئی نفس اس وقت تک ہرگز فوت نہیں ہوگا جب تک وہ اپنے رزق اور عمر کو پورا نہیں کر لیتا، خبردار! پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اچھے طریقے سے رزق تلاش کرو۔“① ﴿اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ﴾ ”یا پردے کے پیچھے سے۔“ جس طرح اس نے موسیٰ علیہ السلام سے باتیں کی تھیں اور پھر ہم کلامی کے شرف کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے دیدار باری تعالیٰ کے لیے بھی سوال کیا مگر انھیں دنیا میں دیدار الٰہی کی سعادت حاصل نہ ہو سکی۔

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا: [مَا كَلَّمَ اللّٰهُ أَحَدًا قَطُّ إِلَّا مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ، وَّ(أَنَّهُ) كَلَّمَ أَبَاكَ كِفَاحًا] ”اللہ تعالیٰ نے ہر شخص سے پس پردہ کلام فرمایا ہے مگر تمھارے والد سے آمنے سامنے کلام فرمایا ہے۔“② یاد رہے حضرت عبداللہ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے لیکن اس کا تعلق عالم برزخ سے ہے اور اس آیت کا تعلق دنیا سے ہے۔ ﴿اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ﴾ ”یا کوئی فرشتہ بھیج دے تو وہ اللہ کے حکم سے جو چاہے القا کرے۔“ جیسا کہ جبریل علیہ السلام اور دیگر فرشتے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتے رہے ہیں۔ ﴿اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ (51)﴾ ”بے شک وہ عالی رتبہ (اور) حکمت والا ہے۔“ پس وہ بہت بلند و بالا، علم والا، خبر والا اور حکمت والا ہے۔ ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ﴾ ”اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمھاری طرف روح کی وحی کی ہے“ یعنی قرآن۔ ﴿مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ﴾ ”نہ تو آپ کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو۔“ یعنی اس تفصیل کے مطابق جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے۔ ﴿وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ﴾ ”لیکن ہم نے اس کو بنایا ہے۔“ یعنی قرآن مجید کو ﴿نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ﴾ ”نور، اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ﴾ (حٰمٓ السجدة 44:41) ”کہہ دیں کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لیے (یہ) ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی (بہرا پن) ہے اور یہ ان کے حق میں (موجب) نابینائی ہے۔“ ﴿وَاِنَّكَ﴾ ”اور بے شک آپ۔“ اے محمد (ﷺ!): ﴿لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (52)﴾

---

① صحیح ابن حبان میں یہ حدیث نہیں ملی، البتہ اس میں: 32/8، حدیث: 3239 میں اس مفہوم کی روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ الفاظ شرح السنة للبغوی: 304/14، حدیث: 4112 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مطابق ہیں جبکہ قوسین والے الفاظ جامع الأصول لابن الأثير، الفصل الثالث: فی القدر عند الخلقة: 520/10، حدیث: 7564 عن أنس رضی اللہ عنہ میں ہیں، مزید برآں المعجم الكبير للطبرانی: 166/8، حدیث: 7694 عن أبی أمامة رضی اللہ عنہ وسنن ابن ماجه، التجارات، باب الاقتصاد......، حدیث: 2144 عن جابر رضی اللہ عنہ ومسند البزار: 315,314/7، حدیث: 2914 عن حذیفة رضی اللہ عنہ میں دیکھیے۔ ② جامع الترمذی، تفسير القرآن، باب ومن سورة آل عمران، حدیث: 3010 وسنن ابن ماجه، السنة، باب فيما أنكرت الجهمية، حدیث: 190 واللفظ له جبکہ قوسین والا لفظ المستدرك للحاكم: 204,203/3، حدیث: 4914 میں ہے۔

''سیدھا رستہ دکھاتے ہیں۔'' صراط مستقیم سے مراد سیدھا رستہ ہے، پھر اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿صِرَاطِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ کا رستہ'' یعنی اس کی وہ شریعت جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ﴿الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ﴾ ''جو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کا مالک ہے۔'' یعنی وہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار، مالک، متصرف اور ان کا وہ حاکم ہے کہ جس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ ﴿اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ (53)﴾ ''خبردار! سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔'' تمام امور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹیں گے اور وہی ان کے بارے میں فیصلہ فرمائے گا، پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ ظالموں اور منکروں کی باتوں سے پاک، بہت بلند وبالا اور ارفع واعلیٰ ہے۔

سورۂ شوریٰ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

تفسیر
سُوْرَۂ زُخْرُف

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۚ① وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ② اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۚ③ وَاِنَّهٗ فِيْٓ

حٰمٓ ① قسم ہے (اس) واضح کتاب کی ② بے شک ہم نے اسے عربی (زبان کا) قرآن بنایا ہے تاکہ تم سمجھو ③ اور بلاشبہ وہ ہمارے پاس اصل کتاب

اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۭ④ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ⑤

(لوح محفوظ) میں، بہت بلند مرتبہ، نہایت حکمت والا ہے ④ کیا پھر ہم تم سے اس بنا پر منہ موڑ کر ذکر ونصیحت روک لیں گے کہ تم حد سے گزرنے والے

وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ⑥ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑦

لوگ ہو ⑤ اور ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے ⑥ اور ان کے پاس جو بھی نبی آتا، وہ اس سے مذاق ہی کرتے تھے ⑦ پھر ہم نے ان سے کہیں

فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ⑧

زیادہ زور آور لوگ ہلاک کر دیے، اور اگلے لوگوں کی مثال گزر چکی ہے ⑧

تفسیر آیات: 1-8

قرآن مجید نصیحت وموعظت کی عمدہ ترین کتاب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ حٰمٓ ۚ① وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ② ﴾ ”حٰمٓ۔ کتاب روشن کی قسم!“ یعنی ایسی کتاب کی قسم جو روشن، واضح اور جس کے الفاظ و معانی جلی ہیں کیونکہ یہ اس لغتِ عرب میں نازل ہوئی ہے جو لوگوں کے درمیان بولی جانے والی تمام لغات سے زیادہ فصیح ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّا جَعَلْنٰهُ ﴾ ”بے شک ہم نے اسے بنایا“ یعنی اسے نازل کیا ہے۔ ﴿ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا ﴾ ”قرآن عربی“ یعنی فصیح و واضح عربی زبان میں۔ ﴿ لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۚ③ ﴾ ”تاکہ تم سمجھو۔“ اور فہم و تدبر سے کام لو جیسا کہ فرمایا: ﴿ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۭ﴾ (الشعرآء 195:26)
”فصیح عربی زبان میں۔“

﴿ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۭ④ ﴾ ”اور یقیناً یہ (قرآن) ہمارے پاس اصل کتاب (لوح محفوظ) میں بہت بلند مرتبہ، نہایت حکمت والا ہے۔“ ملاء اعلیٰ میں اس کے شرف کو اسی لیے بیان کیا تاکہ اہل زمین اس کے شرف کو پہچانیں، اس کی تعظیم بجا لائیں اور اس کی اطاعت کریں۔ ﴿ وَاِنَّهٗ ﴾ ”اور بے شک یہ“ قرآن مجید ﴿ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ ﴾ ”اصل کتاب

میں۔ ”یعنی لوح محفوظ میں جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد کا قول ہے۔ ① ﴿ لَدَيۡنَا ﴾ بمعنی [عِنۡدَنَا] ہے، یعنی ہمارے پاس۔ جیسا کہ امام قتادہ وغیرہ نے کہا ہے۔ ② ﴿ لَعَلِيٌّ ﴾ ”البتہ نہایت بلند“ یعنی بلند مقام ومرتبہ اور شرف وفضل والی ہے جیسا کہ امام قتادہ کا قول ہے۔ ③ ﴿ حَكِيۡمٌ ④ ﴾ ”نہایت حکمت والی ہے“ یعنی محکم اور ہر طرح کے التباس اور کجی سے پاک ہے اور یہ سب کچھ اس کتاب کے شرف اور اس کی فضیلت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے بیان کیا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ ۙ فِيۡ كِتٰبٍ مَّكۡنُوۡنٍ ۙ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ ؕ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ○ ﴾ (الواقعة 56:77-80) ”بے شک یہ بڑے رتبے کا قرآن ہے (جو) کتاب محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے اسے وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں، پروردگار عالم کی طرف سے اتارا گیا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذۡكِرَةٌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۘ فِيۡ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ مَّرۡفُوۡعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۙ بِاَيۡدِيۡ سَفَرَةٍ ۙ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ؕ ﴾ (عبس 80:11-16) ”خبردار! یہ قرآن نصیحت ہے، پس جو چاہے اسے یاد رکھے، قابل ادب ورقوں میں (لکھا ہوا) جو بلند مقام پر رکھے ہوئے (اور) پاک ہیں (ایسے) لکھنے والوں کے ہاتھوں میں جو سردار (اور) نیکوکار ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَنَضۡرِبُ عَنۡكُمُ الذِّكۡرَ صَفۡحًا اَنۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِيۡنَ ⑤ ﴾ ”کیا پھر ہم روک لیں گے تم سے ذکر (قرآن) کو اعراض کرتے ہوئے، اس لیے کہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو؟“ یعنی کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم تم سے درگزر کریں گے اور تمھیں عذاب نہیں دیں گے، حالانکہ تمھیں جو حکم دیا گیا ہے اس پر تم نے عمل کیا ہی نہیں ہے (مگر تمھارا یہ خیال خام ہے۔)

ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابو صالح، مجاہد اور سدی کا اس آیت کریمہ کی تفسیر کے بارے میں یہی قول ہے اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ④ اور قتادہ کا اس کے بارے میں قول یہ ہے کہ اللہ کی قسم! اگر یہ قرآن اس وقت اٹھالیا جاتا جب اس امت کے ابتدائی لوگوں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا تھا تو وہ سب ہلاک ہو جاتے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت وبھلائی کے ساتھ ان پر رجوع فرمایا اور تکرار کے ساتھ بیس سال یا جتنا عرصہ اس کی مرضی تھی، انھیں اس کی طرف دعوت دی۔ ⑤ امام قتادہ کا یہ قول بہت ہی لطیف المعنی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا یہ لطف وکرم اور اس کی رحمت ہے کہ وہ انھیں خیر وبھلائی اور قرآن مجید کی طرف دعوت دینے کو ترک نہیں فرماتا، خواہ لوگ کیسے ہی حد سے گزرنے اور اس سے اعراض کرنے والے کیوں نہ ہوں۔ اس نے بار بار اپنے بندوں کو قرآن مجید پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا تاکہ وہ شخص ہدایت پا جائے جس کے مقدر میں اس نے ہدایت لکھ دی ہے اور اس پر حجت تمام ہو جائے جس کے بارے میں اس نے شقاوت وبدبختی کو لکھ رکھا ہے۔

قریش کی تکذیب پر نبی ﷺ کو تسلی: قریش کی تکذیب پر اللہ جل جلالہ نے اپنی نبی ﷺ کو تسلی دی اور ان کی ایذا رسانیوں پر صبر کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَكَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِيٍّ فِي الۡاَوَّلِيۡنَ ⑥ ﴾ ”اور ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے ہی پیغمبر بھیجے

---

① تفسیر الماوردی: 215/5 وتفسیر الرازی: 194/27. ② تفسیر البغوی: 154/4. ③ تفسیر الطبری: 63/25.

④ تفسیر الطبری: 65,64/25. ⑤ تفسیر الطبری: 65/25.

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۙ⑨ الَّذِيْ جَعَلَ

اور اگر آپ ان سے سوال کریں: کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ یہی کہیں گے کہ انھیں نہایت غالب، خوب جاننے والے نے پیدا

لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۚ⑩ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ

کیا⑨ وہ (اللہ) جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور اس میں تمھارے لیے راستے بنائے، تاکہ تم راہ پاؤ⑩ اور وہ (اللہ) جس نے آسمان سے پانی

مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ⑪ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا

ایک اندازے سے نازل کیا، پھر ہم نے اس کے ذریعے سے مردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح تم (دوبارہ قبروں سے) نکالے جاؤ گے⑪ اور وہ جس نے

وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۙ⑫ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ

سب جوڑے پیدا کیے اور تمھارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو⑫ تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر بیٹھو، پھر جب ان پر متوازن

رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ

ہو کر بیٹھ جاؤ تو تم اپنے رب کی نعمت یاد کرو، اور تم کہو: وہ (اللہ) پاک ہے جس نے اسے ہمارے تابع کر دیا ورنہ ہم اسے قابو میں کر لینے والے نہیں

مُقْرِنِيْنَ ۙ⑬ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ⑭

تھے⑬ اور یقیناً ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں⑭

تھے!'' یعنی پہلی قوموں میں۔ ﴿وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑦﴾ ''اور کوئی بھی پیغمبر ان کے پاس نہیں آتا مگر وہ اس سے تمسخر کرتے تھے'' یعنی اس کی تکذیب کرتے اور اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ ﴿فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا﴾ ''پھر جو ان میں سخت زور والے تھے انھیں ہم نے ہلاک کر دیا'' یعنی پیغمبروں کی تکذیب کرنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور اے محمد (ﷺ!) وہ لوگ آپ کی تکذیب کرنے والے لوگوں سے زیادہ زور آور تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً﴾ (المؤمن 40:82) ''کیا پھر وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تاکہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیا ہوا (حالانکہ) وہ ان سے کہیں زیادہ اور طاقتور تھے؟'' اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ ﴿وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ⑧﴾ ''اور اگلے لوگوں کی مثال گزر گئی۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کا طریقہ گزر گیا۔① قتادہ کا قول ہے کہ ان کی سزا گزر گئی۔② دیگر مفسرین کا کہنا ہے کہ ان کا باعث عبرت ہونا گزر گیا۔ یعنی بعد میں تکذیب کرنے والوں کے لیے ہم نے انھیں باعث عبرت بنا دیا کہ وہ بھی اسی طرح کے عذاب کی لپیٹ میں نہ آ جائیں جس طرح کے عذاب سے انھیں ہلاک کیا گیا تھا جیسا کہ اس سورت کے آخری حصہ میں فرمایا: ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ۝﴾ (الزخرف 43:56) 'تو ہم نے انھیں گئے گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لیے عبرت کی مثال بنا دیا۔'' جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ﴾ (المؤمن 40:85) ''یہ اللہ کی عادت ہے جو اس کے بندوں (کے بارے) میں چلی آتی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝﴾

---

① تفسیر الطبری: 67/25. ② تفسیر الطبری: 67/25.

”اور آپ اللہ کے طریقے میں ہرگز تبدیلی نہیں پائیں گے۔“ (الفتح 23:48)

تفسیر آیات :14-9

توحید خلق کے بارے میں مشرکین کا اعتراف: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) اگر آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے اور اس کے ساتھ غیر کی پوجا کرنے والے لوگوں سے یہ پوچھیں کہ ﴿ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ⑨ ﴾ ”آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہہ دیں گے کہ انھیں نہایت غالب، خوب علم والے (اللہ) نے پیدا کیا ہے“ یعنی وہ اعتراف کریں گے کہ ان کا خالق تو اللہ وحدہ لاشریک ہے، اس کے باوجود وہ اس کے ساتھ بتوں اور شریکوں کی عبادت کرتے ہیں، پھر فرمایا: ﴿ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا ﴾ ”وہ ذات جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا“ یعنی ایسا بچھونا جو ثابت اور ٹھہرنے کی جگہ ہے، تم اس پر آسانی سے چلتے، کھڑے ہوتے، سوتے اور آتے جاتے ہو، حالانکہ اسے پانی کی سطح پر پیدا کیا گیا ہے، پھر اسے پہاڑوں کے ساتھ مستحکم کر دیا ہے تاکہ یہ ادھر ادھر ڈگمگانے نہ لگے۔ ﴿ وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا ﴾ ”اور اس میں تمھارے لیے رستے بنائے“ یعنی پہاڑوں اور وادیوں کے درمیان رستے۔ ﴿ لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ⑩ ﴾ ”تاکہ تم راہ پاؤ“ یعنی ایک شہر سے دوسرے شہر، ایک علاقے سے دوسرے علاقے اور ایک ملک سے دوسرے ملک تک کے رستے معلوم کرو۔ ﴿ وَ الَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ﴾ ”اور وہ ذات جس نے ایک اندازے کے ساتھ آسمان سے پانی نازل کیا۔“ جو تمھاری فصلوں، پھلوں اور تمھارے اور تمھارے مویشیوں کے پینے کے لیے کافی ہو۔ ﴿ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ﴾ ”پھر ہم نے اس سے شہرِ مردہ کو زندہ کیا۔“ شہر مردہ سے مراد زمینِ مردہ ہے اور جب اس پر پانی برستا ہے تو وہ شاداب ہو جاتی، ابھرنے لگتی اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اگاتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح وہ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اسی طرح روز قیامت مردہ جسموں کو بھی زندہ کرے گا، ارشاد فرمایا ہے: ﴿ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ⑪ ﴾ ”اسی طرح تم (زمین سے) نکالے جاؤ گے۔“

پھر ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا ﴾ ”اور وہ ذات جس نے تمام اقسام کے جوڑے پیدا کیے“ یعنی اس نے زمین کے تمام انواع و اقسام کی نباتات، فصلوں، پھلوں اور پھولوں کو پیدا کیا، نیز مختلف اجناس و اقسام کے حیوانات کو بھی پیدا فرمایا ہے۔ ﴿ وَ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ ﴾ ”اور تمھارے لیے کشتیاں بنائیں۔“ فُلك سے مراد کشتیاں ہیں۔ ﴿ وَ الْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ⑫ ﴾ ”اور چوپائے (بنائے) جن پر تم سوار ہوتے ہو۔“ انھیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے تابع، تمھارے لیے مسخر اور آسان کر دیا ہے تاکہ تم ان کے گوشت کھاؤ، ان کے دودھ پیو اور ان کی پشتوں پر سواری کرو، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ﴾ ”تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر جم کر بیٹھو۔“ اور ان کی پیٹھوں پر چڑھ کر ان پر قابو پا لو اور آسانی کے ساتھ ان پر بیٹھ جاؤ۔ ﴿ عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ﴾ ”ان کی پیٹھوں پر“ یعنی اس جنس کے جانوروں کی پیٹھوں پر۔ ﴿ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ ﴾ ”پھر اپنے پروردگار کا احسان یاد کرو“ جس نے ان جانوروں کو تمھارے کام میں لگا دیا ہے۔ ﴿ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَ تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ⑬ ﴾ ”جب اس پر بیٹھ جاؤ اور کہو کہ وہ (ذات) پاک ہے جس نے اسے ہمارے زیر فرمان کر دیا

ع 1 15 7 وَجَعَلُوۡا لَهٗ مِنۡ عِبَادِهٖ جُزۡءًا ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَكَفُوۡرٌ مُّبِیۡنٌ ⑮ ؕ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا

اور انھوں نے اللہ کے بعض بندوں کو اس کا جز (اولاد) ٹھہرا دیا، بلاشبہ انسان تو کھلم کھلا ناشکرا ہے⑮ کیا اس نے ان میں سے جو وہ پیدا کرتا ہے (اپنے

یَخۡلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصۡفٰىكُمۡ بِالۡبَنِیۡنَ ⑯ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمۡ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحۡمٰنِ مَثَلًا

لیے تو) بیٹیاں بنالیں اور تمھیں بیٹوں سے نواز دیا؟⑯ اور جب ان میں سے کسی کو اس (بیٹی پیدا ہونے) کی بشارت دی جاتی ہے جس کی اس نے رحمٰن کے

ظَلَّ وَجۡهُهٗ مُسۡوَدًّا وَّهُوَ كَظِیۡمٌ ⑰ اَوَمَنۡ یُّنَشَّؤُا فِی الۡحِلۡیَةِ وَهُوَ فِی الۡخِصَامِ غَیۡرُ

لیے مثال بیان کی، تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے، جبکہ وہ غم سے بھرا ہوتا ہے⑰ کیا (وہ اللہ کی اولاد ہے؟) جس کی زیور میں پرورش کی جاتی ہے اور وہ

مُبِیۡنٍ ⑱ وَجَعَلُوا الۡمَلٰٓئِكَةَ الَّذِیۡنَ هُمۡ عِبٰدُ الرَّحۡمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوۡا خَلۡقَهُمۡ ؕ

جھگڑے میں اپنی بات واضح نہیں کر پاتی⑱ اور انھوں نے فرشتوں کو، جو رحمٰن کے بندے ہیں، (رحمٰن کی) بیٹیاں ٹھہرایا ہے۔ کیا وہ ان کی پیدائش کے

سَتُكۡتَبُ شَهَادَتُهُمۡ وَیُسۡـَٔلُوۡنَ ⑲ وَقَالُوۡا لَوۡ شَآءَ الرَّحۡمٰنُ مَا عَبَدۡنٰهُمۡ ؕ مَا لَهُمۡ

وقت حاضر تھے؟ ان کی شہادت ضرور لکھی جائے گی اور ان سے (اس چیز کی) پوچھ گچھ ہوگی⑲ اور انھوں نے کہا: اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان (جھوٹے

بِذٰلِكَ مِنۡ عِلۡمٍ ۗ اِنۡ هُمۡ اِلَّا یَخۡرُصُوۡنَ ⑳ ؕ

معبودوں) کی عبادت نہ کرتے۔ انھیں اس کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ وہ تو صرف تیر تکے چلاتے ہیں⑳

اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اسے قابو کر لیتے۔‘‘ یعنی اگر اللہ تعالیٰ اسے ہمارے تابع نہ کرتا تو ہم اس پر قابو نہ پا سکتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، سُدّی اور ابن زید کا قول ہے کہ ﴿ مُقۡرِنِیۡنَ ⑬ ﴾ کے معنی ہیں کہ ہمیں اس کی طاقت نہ تھی۔① ﴿ وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ⑭ ﴾ ’’اور بے شک ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں‘‘ یعنی فوت ہونے کے بعد اس کے پاس جانے والے ہیں اور سب سے بڑی واپسی تو اسی کی طرف ہے۔ اور یہ سفرِ دنیا کے ذریعے سے سفرِ آخرت پر تنبیہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیوی زادراہ کے ذریعے سے آخرت کے زادراہ پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَتَزَوَّدُوۡا فَاِنَّ خَیۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰی ﴾ (البقرۃ 2:197) ’’اور زادراہ (رستے کا خرچ) ساتھ لے جاؤ، بے شک بہترین زادراہ پرہیزگاری ہے۔‘‘ اور دنیا کے لباس سے آخرت کے لباس کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَرِیۡشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقۡوٰی ۙ ذٰلِكَ خَیۡرٌ ؕ ﴾ (الأعراف 7:26) ’’اور (تمھارے بدن کے لیے) زینت اور جو پرہیزگاری کا لباس ہے وہ سب سے اچھا ہے۔‘‘

تفسیر آیات:15-20

اللہ تعالیٰ کی اولاد مقرر کرنے پر مشرکین کی تردید: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں خبر دی ہے کہ انھوں نے ازراہ کذب وافترا بعض چوپایوں کو اپنے بتوں کے نام پر وقف کر دیا اور بعض کو اللہ تعالیٰ کے نام پر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں سورۂ انعام میں بھی فرمایا ہے: ﴿ وَجَعَلُوۡا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الۡحَرۡثِ وَالۡاَنۡعَامِ نَصِیۡبًا فَقَالُوۡا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعۡمِهِمۡ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمۡ فَلَا یَصِلُ اِلَی اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ یَصِلُ اِلٰی شُرَكَآئِهِمۡ ؕ سَآءَ مَا یَحۡكُمُوۡنَ ○ ﴾

---

① تفسیر الطبری : 71/25 .

(الأنعام 136:6) ’’اور انھوں نے اس میں سے اللہ کے لیے حصہ ٹھہرایا جو اس نے کھیتی اور چوپایوں کی شکل میں پیدا کیا، پھر اپنے خیال کے مطابق کہنے لگے: یہ (حصہ) اللہ کے لیے ہے، اور یہ ہمارے دیوتاؤں کے لیے ہے، پھر ان کے دیوتاؤں کا جو حصہ ہے وہ تو اللہ کے پاس نہیں پہنچتا، اور جو اللہ کا حصہ ہے وہ ان دیوتاؤں کے پاس پہنچ جاتا ہے، کس قدر برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔‘‘ اسی طرح بیٹوں اور بیٹیوں میں سے جو کم تر، یعنی بیٹیاں ہیں، انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ○ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ○ ﴾ (النجم 22,21:53) ’’(مشرکو!) کیا تمھارے لیے تو بیٹے اور اللہ کے لیے بیٹیاں؟ یہ تقسیم تو پھر بڑی ناانصافی کی ہے۔‘‘ اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ⑮ ﴾ ’’اور انھوں نے اس کے بعض بندوں کو اس کا جز (اولاد) مقرر کیا۔ بے شک انسان صریح ناشکرا ہے۔‘‘ پھر فرمایا: ﴿ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ⑯ ﴾ ’’کیا اس نے اپنی مخلوقات میں سے خود تو بیٹیاں لیں اور تمھیں بیٹوں سے نواز دیا؟‘‘ مشرکین کے طرزِ عمل پر یہ انتہائی انکار ہے۔

پھر انکار کا تتمہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ⑰ ﴾ ’’اور جب ان میں سے کسی کو اس کی خوش خبری دی جاتی ہے جس کی انھوں نے رحمٰن کے لیے مثال بیان کی، تو اس کا چہرہ نہایت سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔‘‘ یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے تو بیٹیاں قرار دی ہیں اور ان میں کسی کو جب بیٹی کی خوش خبری سنائی جاتی ہے تو وہ اس سے حد درجہ نفرت کرتا ہے اور اس خوش خبری کی وجہ سے اس کے چہرے پر افسردگی پھیل جاتی ہے اور وہ شرمندگی وندامت کی وجہ سے قوم سے چھپتا پھرتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ کیا بات ہے کہ جس چیز سے تم خود نفرت کرتے ہو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہو، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ⑱ ﴾ ’’کیا وہ (اللہ کی اولاد ہے) جس کی پرورش زیور میں کی جاتی ہے اور بحث وحجت میں بات واضح کرنے والی نہیں ہے؟‘‘ یعنی عورت ناقص ہے، جب وہ لڑکی تھی تو اس وقت اس کے اس نقص کو زیور پہنا کر مکمل کیا جاتا ہے اور اگر بحث وحجت کی ضرورت پیش آئے تو وہ بات صاف نہیں کر سکتی بلکہ وہ عاجز وناتواں ہوتی ہے۔ اور جو اس طرح کی ہو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف، جو صاحب عظمت وشان ہے، منسوب کیا جا سکتا ہے؟ عورت تو ظاہر وباطن، یعنی صورت ومعنی کے اعتبار سے ناقص ہے، لہٰذا اس کے ظاہری اور صوری نقص کو زیور وغیرہ پہنا کر مکمل کیا جاتا ہے اور معنوی نقص یہ ہے کہ بدلہ لینے کے وقت وہ ضعیف وعاجز ثابت ہوتی ہے اور بدلہ لینے کے وقت نہ تو وہ صحیح طور پر اپنے موقف کا اظہار کر سکتی ہے اور نہ جسمانی طور پر اس میں اس کی ہمت وقوت ہوتی ہے جیسا کہ کسی عرب کو جب بیٹی کی خوشخبری سنائی گئی تو اس نے کہا کہ یہ اچھی اولاد نہیں ہے، یہ کسی کی مدد رو پیٹ کر اور کسی کے ساتھ نیکی چوری چھپے ہی کرتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ ﴾ ’’اور انھوں نے فرشتوں کو، جو رحمٰن کے بندے ہیں، (اللہ کی) بیٹیاں مقرر کیا ہے‘‘ یعنی فرشتوں کے بارے میں انھوں نے یہ اعتقاد کیا کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ ﴾ ’’کیا وہ ان کی تخلیق کے وقت حاضر تھے‘‘، یعنی کیا

انھوں نے اس وقت مشاہدہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عورتیں بنایا ہے؟ ﴿ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ ⑲ ﴾ ’’ان کی شہادت ضرور لکھ لی جائے گی اور ان سے (اس کی) باز پرس کی جائے گی۔‘‘ یعنی قیامت کے دن اور یہ شدید سرزنش اور بہت سخت وعید ہے۔

﴿ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ ﴾ ’’اور انھوں نے کہا: اگر اللہ چاہتا تو ہم ان (جھوٹے معبودوں) کو نہ پوجتے‘‘ یعنی وہ کہتے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہمیں ان بتوں کو پوجنے نہ دیتا جو فرشتوں کی صورت پر بنائے گئے ہیں اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، اسے اس بات کا علم ہے اور اس نے ہمیں اس پر برقرار رکھا ہوا ہے اور اس طرح انھوں نے بیک وقت کئی طرح کی غلطیوں کا ارتکاب کیا، مثلاً: انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ٹھہرائی، حالانکہ اس کی ذات پاک اس سے مقدس، مُنَزَّہ اور بلند و بالا ہے۔ انھوں نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹوں پر ترجیحاً اپنے لیے بیٹیوں کو چن لیا ہے تو انھوں نے فرشتوں کو، جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا ہے۔ انھوں نے ان کی عبادت شروع کر دی، حالانکہ اس کی ان کے پاس نہ کوئی دلیل و برہان تھی اور نہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس کی اجازت ہی دی تھی بلکہ انھوں نے محض اپنی آراء، خواہشات، اپنے آباء و اجداد کی تقلید اور اندھی جاہلیت میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کی وجہ سے اسے اختیار کیا۔ انھوں نے اپنے موقف کی تائید میں اپنی تقدیر کو بطورِ دلیل پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس شرک پر قائم و برقرار رکھا ہے، حالانکہ یہ دلیل پیش کر کے بھی انھوں نے انتہائی جہالت کا ثبوت دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کے اس طرزِ عمل کی زبردست تردید فرمائی ہے، اس نے جس قدر بھی انبیائے کرام مبعوث فرمائے اور جس قدر کتابیں نازل فرمائیں، سب کی زبانی اپنی ذات پاک وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کا حکم دیا اور اپنے سوا ہر چیز کی عبادت سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ○ ﴾ (النحل 36:16) ’’اور البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو تو ان میں بعض ایسے ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی، سو زمین میں چل پھر کر دیکھ لو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا!‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ ○ ﴾ (الزخرف 45:43) ’’اور (اے محمد!) اپنے رسولوں میں سے جنھیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا، آپ ان سے دریافت کر لیں کہ کیا ہم نے (اللہ) رحمٰن کے سوا اور معبود بنائے ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے۔‘‘

اور اس آیت کریمہ میں ان کی دلیل ذکر کرنے کے بعد اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ ﴾ ’’انھیں اس کے بارے میں کچھ علم نہیں‘‘ یعنی اپنے قول کی صحت اور اپنی دلیل کے بارے میں انھیں کچھ علم نہیں ہے۔ ﴿ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ⑳ ﴾ ’’یہ تو صرف اٹکلیں دوڑا رہے ہیں‘‘ یعنی یہ لوگ جھوٹ بولتے اور جھوٹی باتیں بناتے ہیں۔ امام مجاہد نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ لوگ مذکورہ امور کے بارے میں قدرت الٰہی نہیں جانتے۔ ①

---

① تفسیر الطبری : 76/25 .

اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ㉑ بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا

یا ہم نے انھیں اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے، سو وہ اسے مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں؟㉑ (نہیں) بلکہ انھوں نے کہا: بلاشبہ ہم نے اپنے

عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ㉒ وَكَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ قَرْیَةٍ

باپ دادوں کو ایک طریقے پر پایا، اور بے شک ہم تو انھی کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہیں㉒ اور اسی طرح آپ سے پہلے ہم نے جس بستی میں بھی

مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ

کوئی ڈرانے والا بھیجا، تو ان کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا: بلاشبہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقے پر پایا، اور بے شک ہم تو انھی کے نقش قدم کی

مُّقْتَدُوْنَ ㉓ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَیْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا

پیروی کرنے والے ہیں㉓ نبی نے کہا: اگرچہ میں تمھارے پاس اس سے زیادہ راستی کا طریقہ لایا ہوں جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا؟ وہ کہنے لگے:

بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ㉔ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ㉕ ع

ع 2 10 8 النصف

یقیناً تمھیں جس کے ساتھ بھیجا گیا ہے ہم تو اس کا انکار کرتے ہیں㉔ چنانچہ ہم نے ان سے انتقام لیا، پھر دیکھیے جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟㉕

تفسیر آیات :21-25

مشرکین کے پاس کوئی دلیل نہیں: مشرکین نے بغیر کسی برہان، دلیل اور حجت کے غیر اللہ کی عبادت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ ﴾ ’’یا ہم نے انھیں اس سے پہلے کوئی کتاب دی تھی‘‘ یعنی ان کے شرک کرنے سے پہلے ﴿ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ㉑ ﴾ ’’تو وہ اسی کو تھامنے والے ہیں؟‘‘ یعنی ان اعمال کے لیے جن میں یہ واقع ہیں، حالانکہ بات اس طرح بالکل نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ یَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ یُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾ (الروم 30:35) ’’کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل نازل کی ہے کہ وہ انھیں اللہ کے ساتھ شرک کرنا بتاتی ہے‘‘ یعنی ہم نے اس طرح کی کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے، پھر فرمایا: ﴿ بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ㉒ ﴾ ’’بلکہ وہ کہنے لگے کہ بلاشبہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انھی کے قدم بقدم چل رہے ہیں‘‘ یعنی آباء واجداد کی تقلید کے سوا اپنے شرک کی ان کے پاس اور کوئی دلیل نہیں۔ اس آیت کریمہ میں ﴿ اُمَّةٍ ﴾ کا لفظ دین کے معنی میں استعمال ہوا ہے، نیز ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖؗ ﴾ (الأنبیآء 21:92) ’’بلاشبہ یہ تمھارا دین ایک ہی دین ہے۔‘‘ میں بھی یہ لفظ دین کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ﴿ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ ﴾ ’’اور بے شک ہم ان ہی کے قدم بقدم‘‘ یعنی ان کے پیچھے چل رہے ہیں۔ ﴿ مُّهْتَدُوْنَ ㉒ ﴾ ’’ہدایت یافتہ ہیں۔‘‘ اور ان کا یہ دعویٰ قطعی طور پر بلا دلیل ہے، پھر اللہ جل جلالہ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ انبیائے کرام کی تکذیب کرنے والی سابقہ قوموں میں سے ان جیسے لوگ بھی یہی بات کہتے تھے، گویا ان کے دل ایک جیسے ہیں جس کی وجہ سے یہ بھی اسی طرح کی بات کہتے ہیں جس طرح کی باتیں انھوں نے کہی تھیں۔ ﴿ كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۚ۝ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۚ۝ ﴾ (الذّٰریٰت 51:52,53) ’’اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو پیغمبر بھی آتا وہ اسے جادوگر

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ㉖ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: بلاشبہ میں ان (بتوں) سے بری الذمہ ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو㉖ سوائے اس (اللہ) کے

فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ㉗ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ㉘ بَلْ

جس نے مجھے پیدا کیا، تو بے شک وہی جلد میری رہنمائی فرمائے گا㉗ اور ابراہیم اسی (کلمۂ توحید) کو (اپنی اولاد میں) اپنے پیچھے ایک پائندہ وتابندہ بات

مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ㉙ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ

بنا گئے، تاکہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کریں㉘ بلکہ میں نے انھیں اور ان کے باپ دادوں کو فائدہ پہنچایا، حتی کہ ان کے پاس حق اور کھول کر بیان کرنے

قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ㉚ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ

والا رسول آ گیا㉙ اور جب ان کے پاس حق آیا تو انھوں نے کہا: یہ تو جادو ہے اور بلاشبہ ہم اس کے منکر ہیں㉚ اور انھوں نے کہا: یہ قرآن ان دونوں

الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ㉛ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي

شہروں میں سے کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہیں کیا گیا؟㉛ کیا وہ آپ کے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟ ہمی نے دنیاوی زندگی میں ان کے

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ

درمیان ان کی روزی تقسیم کی ہے، اور ہمی نے درجات میں انھیں ایک دوسرے پر برتری دی ہے، تاکہ وہ ایک دوسرے کو خدمت گار بنا لیں، اور آپ

وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ㉜ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا

کے رب کی رحمت اس سے بہت بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں㉜ اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تمام لوگ ایک ہی گروہ (کافر) ہو جائیں گے تو ہم ان لوگوں

لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ㉝ۙ

کے لیے جو رحمٰن کے ساتھ کفر کرتے ہیں، ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے㉝ اور ان کے گھروں کے

وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ㉞ۙ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ

دروازے اور تخت بھی (چاندی کے بنا دیتے) جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے㉞ اور سونے کے بھی، اور یہ سب کچھ تو بس دنیاوی زندگی کا ساز و سامان ہے۔

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ㉟ ع 3 10 9

اور آخرت آپ کے رب کے نزدیک متقین کے لیے ہے㉟

یا دیوانہ کہتے، کیا یہ لوگ ایک دوسرے کو اسی بات کی وصیت کرتے آتے ہیں بلکہ یہ تو سرکش لوگ ہیں۔'' اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ㉓ ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے کہا: بلاشبہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم یقیناً انھی کی قدم بقدم اقتدا کرنے والے ہیں۔'' پھر اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ㉔ ﴾ ''اس نے کہا: اگرچہ میں تمھارے پاس جس راستے پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اس سے کہیں سیدھا راستہ لایا ہوں، وہ

کہنے لگے کہ جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو بے شک ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں'' یعنی جو دین آپ لے کر آئے ہیں اس کے صحیح ہونے کا اگر انھیں علم اور یقین بھی ہو جائے، پھر بھی یہ اسے تسلیم نہیں کریں گے کیونکہ ان کا ارادہ برا ہے اور یہ حق اور اہل حق کی مخالفت ہی پر جمے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ﴾ ''چنانچہ ہم نے ان سے انتقام لیا'' یعنی تکذیب کرنے والی امتوں کو مختلف اقسام کے عذابوں میں مبتلا کر کے ہم نے ان سے انتقام لیا جیسا کہ ان کے واقعات میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ ﴿ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ㉕ ﴾ ''سو آپ دیکھ لیں کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا!'' یعنی وہ کس طرح تباہ و برباد ہوئے اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح نجات عطا فرمائی۔

تفسیر آیات:35-26

خلیل اللہ کا اعلانِ توحید: اللہ تعالیٰ نے اپنے اس عبد و رسول اور خلیل کے بارے میں بیان فرمایا ہے، جو تمام موحدین کے امام اور اپنے بعد مبعوث ہونے والے تمام انبیائے کرام کے والد ہیں اور نسب و مذہب کے اعتبار سے قریش بھی اپنے آپ کو انھی کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ انھوں نے بتوں کی عبادت کے بارے میں اپنے باپ اور اپنی قوم سے اظہار براءت کر دیا، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ㉖ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ㉗ وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ ﴾ ''جن چیزوں کو تم پوجتے ہو بے شک میں ان سے بیزار ہوں، ہاں! جس نے مجھے پیدا کیا وہی مجھے سیدھا رستہ دکھائے گا اور اس نے اسی (توحید کی بات) کو اپنی اولاد میں باقی رہنے والا کلمہ بنا دیا'' یعنی اس بات کو کہ اللہ وحدہ لا شریک ہی کی عبادت کی جائے اور بتوں کو ترک کر دیا جائے اور وہ یہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے جسے انھوں نے اپنی اولاد میں چھوڑا تا کہ آپ کی اولاد میں سے اس کلمے کے بارے میں وہ لوگ آپ کے نقش قدم پر چلیں جنھیں اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ ﴿ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ㉘ ﴾ ''تا کہ وہ رجوع کریں'' یعنی اس کلمہ کی طرف۔ عکرمہ، مجاہد، ضحاک، قتادہ اور سدی وغیرہ نے اس آیت کریمہ: ﴿ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ ﴾ ''اور اس نے اسی (توحید کی بات) کو اپنی اولاد میں باقی رہنے والا کلمہ بنا دیا۔'' کی تفسیر میں فرمایا کہ ان کی اولاد میں کلمۂ لا الٰہ الا اللہ باقی رہے گا۔① ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔② ابن زید کہتے ہیں کہ اس سے مراد کلمۂ اسلام ہے۔③ اس کا حاصل بھی وہی ہے جو مذکورہ جماعت مفسرین نے بیان کیا ہے۔

اہل مکہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض: اللہ جل وعلا نے فرمایا ہے: ﴿ بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ ﴾ ''بلکہ میں نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو فائدہ پہنچایا۔'' تو ضلالت میں ان کی اپنی عمر طویل ہو گئی۔ ﴿ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ㉙ ﴾ ''یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف صاف بیان کرنے والا پیغمبر آ پہنچا۔'' جو رسالت اور ڈراوے کے لحاظ سے نہایت واضح ہے۔ ﴿ وَ لَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّ اِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ㉚ ﴾ ''اور جب ان کے پاس حق (قرآن) آیا تو کہنے لگے

---

① تفسیر الطبری: 81/25. ② تفسیر الطبری: 82/25. ③ تفسیر الطبری: 82,81/25.

کہ یہ تو جادو ہے اور بے شک ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔'' یعنی انھوں نے انکار اور عناد کی روش کو اختیار کیا اور از راہ کفر و حسد و سرکشی اس کی مخالفت کی۔ ﴿ وَقَالُوْا ﴾ ''اور (یہ بھی) کہنے لگے'' اس قرآن پر اعتراض کرتے ہوئے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ ﴿ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴾﴿٣١﴾ ''یہ قرآن ان دونوں بستیوں (مکہ اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟'' یعنی یہ قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی ایسے آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا جو ان کی آنکھوں میں عظیم اور کبیر ہوتا؟ دو بستیوں سے ان کی مراد مکہ اور طائف تھے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، محمد بن کعب قرظی، قتادہ، سدی اور ابن زید کا قول ہے۔ ①

اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے ذکر کیا ہے کہ ان کا اشارہ ولید بن مغیرہ اور عروہ بن مسعود ثقفی کی طرف تھا۔ لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ ان بستیوں میں سے کسی بھی بڑے آدمی پر یہ قرآن نازل کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کو رد کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ﴾ ''کیا وہ لوگ آپ کے پروردگار کی رحمت بانٹتے ہیں؟'' یعنی اس معاملے کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق تو اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے ہے اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ نبوت و رسالت کے مقام پر کسے فائز کرے۔ اور وہ اس مقام پر صرف اسی کو فائز کرتا ہے جو اس کی مخلوق میں سے قلب اور نفس کے اعتبار سے سب سے پاکیزہ، خاندان کے اعتبار سے سب سے زیادہ شریف اور اصل کے اعتبار سے سب سے زیادہ پاک ہو، پھر اللہ عزوجل نے اس بات کو بیان کرتے ہوئے کہ اس نے اپنی مخلوق میں مال، رزق، عقل، فہم اور دیگر ظاہری و باطنی قوتوں کے اعتبار سے فرق رکھا ہے، فرمایا ہے: ﴿ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ ﴾ ''ہم ہی نے ان کے درمیان دنیاوی زندگی میں ان کی معیشت تقسیم کر دی اور ہم نے ان کے بعض کو بعض پر درجوں میں فضیلت دی۔'' اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ﴾ ''تاکہ ان کا بعض بعض کو خدمت گار بنائے۔'' کے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ کاموں میں ایک دوسرے سے خدمت لیں کیونکہ ہر ایک دوسرے کا محتاج ہے جیسا کہ سُدی وغیرہ کا قول ہے۔ ② پھر اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴾﴿٣٢﴾ ''اور آپ کے پروردگار کی رحمت اس سے بہت بہتر ہے جو کچھ وہ جمع کرتے ہیں'' یعنی اپنی مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی رحمت، ان کے لیے اس مال و دولت اور دنیوی ساز و سامان سے کہیں بہتر ہے جو ان کے ہاتھوں میں ہے۔

مال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی علامت نہیں: پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْلَا اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾ ''اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی گروہ بن جائیں گے۔'' یعنی اگر یہ بات نہ ہوتی کہ بہت سے جاہل لوگ یہ خیال کرنے لگیں گے کہ ہمارا کسی کو مال دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ہمیں اس سے محبت ہے اور پھر وہ لوگ مال کی وجہ سے کفر پر جمع ہو جائیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، قتادہ اور سدی کے قول کا یہی مفہوم ہے۔ ③ ﴿ لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ

---

① تفسیر الطبری :85-83/25۔ ② تفسیر الطبری :86/25۔ ③ تفسیر الطبری :88,87/25۔

﴿ وَمَعَارِجَ ﴾ ''تو جو لوگ اللہ کا انکار کرتے ہیں، ہم ضرور ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی''، یعنی ان کی سیڑھیاں اور زینے بھی چاندی کے بنا دیتے۔ ابن عباس ؓ، مجاہد، قتادہ، سدی اور ابن زید کا یہی قول ہے۔ ① ﴿ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ۝ ﴾ ''جن پر وہ چڑھتے۔'' یعنی ان کے گھروں کی سیڑھیاں چاندی کی بنا دیتے۔ ﴿ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا ﴾ ''اور ان کے گھروں کے دروازے بھی'' چاندی کے بنا دیتے۔ ﴿ وَسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ۝ ﴾ ''اور تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں''، یعنی یہ تمام اشیاء چاندی کی بنا دیتے۔ ﴿ وَزُخْرُفًا ۭ ﴾ ''اور (انھیں) سونے کا (بھی بنا دیتے۔)'' ابن عباس ؓ، قتادہ، سدی اور ابن زید کا قول ہے کہ زخرف کے معنی سونے کے ہیں۔ ② پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ ﴾ ''اور یہ سب دنیاوی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہی تو ہے''، یعنی یہ ساز و سامان تو اس دنیا کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں فانی، زوال پذیر اور حقیر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں کھانے پینے کی اشیاء کی صورت میں جلدی دے دیتا ہے اور آخرت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں ان کے لیے کوئی نیکی نہ ہوگی جس کا وہ انھیں بدلہ دے۔ ③ اور دوسری حدیث میں ہے: [لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا (تَزِنُ) عِنْدَاللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ، مَّا سَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ] ''اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی وزنی ہوتی تو وہ اس سے کبھی کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔'' ④ امام بغوی نے اس حدیث کو مسنداً بیان کیا ہے۔ ⑤

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾ ''اور آخرت آپ کے پروردگار کے ہاں پرہیزگاروں کے لیے ہے۔'' یعنی وہ خاص پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے، ان کے علاوہ کوئی اور اس میں ان کا شریک نہ ہو سکے گا، اسی لیے جب عمر بن خطاب ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی:۔ جب وہ آپ کے پاس اس بالا خانے میں آئے تھے جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، جن دنوں آپ نے اپنی ازواج مطہرات کے پاس جانے سے قسم کھالی تھی تو انھوں نے دیکھا کہ آپ ایک چٹائی پر محو استراحت ہیں اور اس کی وجہ سے آپ کے پہلو پر نشان پڑ گئے، یہ دیکھ کر ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ اے اللہ کے رسول! یہ قیصر و کسریٰ بے حد خوش حالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور آپ تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے پسندیدہ ہیں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَوَفِي شَكٍّ أَنْتَ يَاابْنَ الْخَطَّابِ؟ أُولٰئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ (فِي حَيَاتِهِمُ الدُّنْيَا)] ''اے ابن خطاب! کیا تمھیں کوئی شک ہے؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے حصے کی اچھی چیزیں انھیں ان کی اسی دنیاوی زندگی میں دے دی گئی ہیں۔'' ⑥ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے

---

① تفسير الطبرى: 88/25 و90. ② تفسير الطبرى: 91/25 وتفسير ابن أبى حاتم: 3282/10. ③ دیکھیے صحيح مسلم، صفات المنافقين وأحكامهم، باب جزاء المؤمن بحسناته، حديث: 2808 عن أنس بن مالك ؓ. ④ جامع الترمذى، الزهد، باب ماجاء فى هوان الدنيا......، حديث: 2320 جبکہ قوسین والا لفظ سنن ابن ماجه، الزهد، باب مثل الدنيا، حديث: 4110 عن سهل بن سعد ؓ میں ہے۔ ⑤ تفسير البغوى 160,159/4. ⑥ صحيح البخارى، المظالم، باب الغرفة والعلية المشرفة......، حديث: 2468 وصحيح مسلم، الطلاق، باب فى الإيلاء واعتزال النسآء......، ◂◂

وَمَنۡ يَّعۡشُ عَنۡ ذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَيِّضۡ لَهٗ شَيۡطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيۡنٌ ㊱ وَاِنَّهُمۡ لَيَصُدُّوۡنَهُمۡ عَنِ

اور جو رحمٰن کے ذکر سے اندھا (غافل) ہو جائے، تو ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، پھر وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے㊱ اور بلاشبہ وہ

السَّبِيۡلِ وَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ㊲ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيۡتَ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكَ بُعۡدَ

(شیاطین) انھیں (سیدھے) راستے سے روکتے ہیں، جبکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ بے شک وہ ہدایت پر ہیں㊲ یہاں تک کہ جب وہ (گمراہ شخص) ہمارے پاس

الۡمَشۡرِقَيۡنِ فَبِئۡسَ الۡقَرِيۡنُ ㊳ وَلَنۡ يَّنۡفَعَكُمُ الۡيَوۡمَ اِذۡ ظَّلَمۡتُمۡ اَنَّكُمۡ فِى الۡعَذَابِ

آئے گا تو (شیطان سے) کہے گا: کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہوتی، تو تو بڑا برا ساتھی ہے㊳ اور جب تم ظلم کر چکے ہو تو آج یہ

مُشۡتَرِكُوۡنَ ㊴ اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ اَوۡ تَهۡدِى الۡعُمۡىَ وَمَنۡ كَانَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ㊵ فَاِمَّا

بات تمھیں ہرگز نفع نہ دے گی کہ تم (سب) عذاب میں شریک ہو㊴ کیا پھر آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں، یا اندھوں کو راہ دکھا سکتے ہیں اور (ان کو) جو کھلی

نَذۡهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنۡهُمۡ مُّنۡتَقِمُوۡنَۙ ㊶ اَوۡ نُرِيَنَّكَ الَّذِىۡ وَعَدۡنٰهُمۡ فَاِنَّا عَلَيۡهِمۡ

گمراہی میں ہیں؟㊵ پھر اگر ہم آپ کو (دنیا سے) لے جائیں تو بہر حال ہم ان سے انتقام لینے والے ہیں㊶ یا ہم آپ کو وہ (عذاب) دکھا دیں جس کا ہم

مُّقۡتَدِرُوۡنَ ㊷ فَاسۡتَمۡسِكۡ بِالَّذِىۡۤ اُوۡحِىَ اِلَيۡكَۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ㊸ وَاِنَّهٗ

نے ان سے وعدہ کیا ہے، تو بلاشبہ ہم ان پر قدرت رکھتے ہیں㊷ لہٰذا آپ اس چیز کو مضبوطی سے تھام لیں جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے، یقینا آپ

لَذِكۡرٌ لَّكَ وَلِقَوۡمِكَۚ وَسَوۡفَ تُسۡـَٔلُوۡنَ ㊹ وَسۡـَٔلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رُّسُلِنَاۤ

سیدھے راستے پر ہیں㊸ اور یقینا یہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے ایک نصیحت ہے، اور جلد تم لوگوں سے پوچھ گچھ ہوگی㊹ اور ہم نے

اَجَعَلۡنَا مِنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ اٰلِهَةً يُّعۡبَدُوۡنَ ㊺ ع

ع 4 10 10

جو اپنے رسول آپ سے پہلے بھیجے تھے ان سے پوچھیے۔ کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کوئی اور معبود مقرر کیے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے㊺

فرمایا: [أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُونَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْآخِرَةُ؟] ''کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت؟''① اور صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَلَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا، فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْآخِرَةِ] ''اور تم سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ان کی پلیٹوں میں کھاؤ کیونکہ یہ ان کے لیے دنیا میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں۔''② دنیا کے حقیر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کافروں کو یہ چیزیں دنیا ہی میں دے دی ہیں جیسا کہ امام ترمذی و ابن ماجہ نے بطریق ابوحازم، سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا (تَزِنُ) عِنْدَ

‹‹ حدیث: (30) و(34)-1479 جبکہ قوسین والا جملہ السنن الکبرٰی للنسائی، عشرة النسآء، باب هجرة المرأة زوجها: 5/366-368، حدیث: 9157 عن عمر رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿تَبۡتَغِىۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِكَؕ﴾...... (التحریم 66:1)، حدیث: 4913 و صحیح مسلم، الطلاق، باب فی الإیلاء و اعتزال النسآء......، حدیث: (31)-1479 عن عمر رضی اللہ عنہ. ② صحیح البخاری، الأطعمة، باب الأكل فی إناء مفضض، حدیث: 5426 و صحیح مسلم، اللباس والزینة، باب تحریم استعمال إناء الذهب والفضة......، حدیث: (5)-2067 عن حذیفة رضی اللہ عنہ.

اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَّا سَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ (أَبَدًا)] ''اگر دنیا کا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مچھر کے پر جتنا بھی وزن ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس سے کسی کافر کو کبھی پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔'' امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔①

تفسیر آیات :36-45

شیطان رحمان سے منہ موڑنے والے کا دوست ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يَّعْشُ ﴾ ''اور جو کوئی اندھا بن جائے'' یعنی اپنے آپ کو اندھا ظاہر کرے، غافل بنائے اور منہ موڑے۔ ﴿ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ ﴾ ''اللہ کی یاد سے۔'' العشا آنکھ سے متعلق ہو تو ضعف بصارت کو کہتے ہیں مگر یہاں ضعف بصیرت مراد ہے۔ ﴿ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿٣٦﴾ ﴾ ''ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، تو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ ﴾ (النسآء 115:4) ''اور جو شخص، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت واضح ہو گئی، پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے علاوہ رستے پر چلے تو جدھر وہ پھرتا ہے ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے اور ہم اسے (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ ﴾ (الصف 5:61) ''تو جب انھوں نے کج روی کی تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاۗءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ﴾ (حٰمٓ السجدة 25:41) ''اور ہم نے ان کے لیے کچھ ہم نشین مقرر کر دیے تو انھوں نے ان کے اگلے اور پچھلے (برے) اعمال انھیں مزین کر دکھائے۔'' اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٣٧﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَنَا ﴾ ''اور یقیناً وہ (شیاطین) انھیں رستے سے روکتے رہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر چلنے والے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا'' یعنی یہ شخص جس نے ہدایت سے تغافل کیا تو ہم ان کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیں گے جو اسے گمراہ کر کے جہنم کی طرف لے جائے گا، پھر جب وہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا تو وہ شیطان سے بیزار ہو جائے گا۔ ﴿ قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿٣٨﴾ ﴾ ''کہے گا کہ اے کاش! مجھ میں اور تجھ میں مشرق و مغرب کی دوری ہوتی، پس وہ برا ساتھی ہے۔'' بعض نے اسے [حَتّٰى إِذَا جَاءَانَا] ''یہاں تک کہ جب ہمارے پاس یہ دونوں آئیں گے'' پڑھا ہے، یعنی قرین اور مُقارَن جو ہم نشین بنا ہے اور جس کا بنا ہے، پھر فرمایا: ﴿ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿٣٩﴾ ﴾ ''اور جب تم ظلم کر چکے ہو تو آج یہ بات تمھیں ہرگز نفع نہ دے گی کہ تم (سب) عذاب میں شریک ہو۔'' یعنی تم سب کا دوزخ میں اکٹھا ہونا اور دردناک عذاب میں مبتلا ہونا، تمھیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٤٠﴾ ﴾ ''کیا آپ بہروں

---

① جامع الترمذي، الزهد، باب ماجاء في هوان الدنيا......، حديث: 2320 جبکہ دونوں قوسوں والے الفاظ سنن ابن ماجه، الزهد، باب مثل الدنيا، حديث: 4110 میں ہیں، نیز امام ترمذی نے اسے صحیح غریب قرار دیا ہے۔

کو سنا سکتے ہیں یا اندھوں کو رستہ دکھا سکتے ہیں اور جو صریح گمراہی میں ہو (اسے راہ پر لا سکتے ہیں۔)‘‘ یعنی یہ آپ کے اختیار میں نہیں، آپ کا کام پیغام کا پہنچا دینا ہے، ہدایت عطا کرنا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے اور جسے چاہے گمراہ کر دے، وہ حاکم عادل ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے دشمنوں سے ضرور انتقام لے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ㊶ ﴾ ’’پھر اگر ہم آپ کو (فوت کر کے) لے جائیں تو بے شک ہم ان لوگوں سے انتقام لینے والے ہیں‘‘ یعنی اگر آپ دنیا سے چلے بھی جائیں تو ہم ضرور ان سے انتقام لیں گے اور انھیں سزا دیں گے۔ ﴿ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ㊷ ﴾ ’’یا ہم آپ کو وہ (عذاب) دکھا دیں جن کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے، پس بے شک ہم ان پر (پوری) قدرت رکھنے والے ہیں۔‘‘ یعنی ہم ان میں سے ہر بات پر قادر ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک اپنے رسول ﷺ کو اپنے پاس نہیں بلایا جب تک آپ کے دشمنوں سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا نہ کر دیا، اور ان کی پیشانیوں کا آپ کو فیصلے کا مالک نہیں بنا دیا اور ان کے قلعوں کا آپ کو مالک نہیں بنا دیا۔ سدی کا اس آیت کریمہ کے بارے میں یہی قول ہے اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ①

وحی کو مضبوطی سے تھامنے کی تلقین: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ㊸ ﴾ ’’پس آپ کی طرف جو وحی کی گئی ہے، اسے مضبوطی سے تھام لیں، بے شک آپ سیدھے رستے پر ہیں‘‘ یعنی اس قرآن کو مضبوطی سے تھام لیں جسے آپ کے دل پر نازل کیا گیا ہے کیونکہ یہی حق ہے جس کی طرف یہ راہ دکھاتا ہے، وہ بھی حق ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس رستے پر چلاتا ہے جو سیدھا جنت اور دائمی و ابدی خیر و بھلائی کی طرف لے جاتا ہے، پھر اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ ﴾ ’’اور بلاشبہ یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے نصیحت ہے۔‘‘ کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے باعث شرف ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، سدی اور ابن زید کا قول ہے۔ ② معنی یہ ہوئے کہ یہ ان کے لیے باعث شرف ہے کہ ان کی زبان میں اتارا گیا اور وہ دیگر لوگوں کی نسبت اسے سب سے زیادہ سمجھنے والے ہیں، لہٰذا انھیں چاہیے کہ وہ سب سے زیادہ اسے تھامنے والے اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنے والے بھی ہوں جیسا کہ ان میں سے بہترین، پسندیدہ، مخلص ترین، مہاجرین، سابقین اولین اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے لوگوں کا طرز عمل تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے تذکیر و نصیحت ہے، اور ان کی تخصیص سے دوسروں کے لیے اس کے نصیحت ہونے کی نفی نہیں ہوتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں تخصیص سے دوسروں کی نفی نہیں ہوتی: ﴿ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ ﴾ (الأنبياء 10:21) ’’البتہ تحقیق ہم نے تمھاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمھارا تذکرہ ہے، کیا تم نہیں

---

① تفسير الطبری: 97/25. ② تفسير الطبری: 98/25.

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ㊻

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس (کی قوم) کے سرداروں کی طرف بھیجا، چنانچہ موسیٰ نے کہا: بے شک میں رب العالمین کا

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ㊼ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِیَ اَكْبَرُ

رسول ہوں ㊻ پھر جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آیا تو وہیں وہ ان کی ہنسی اڑانے لگے ㊼ اور ہم انھیں جو بھی نشانی دکھاتے تھے وہ اس جیسی

مِنْ اُخْتِهَا ؗ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ㊽ وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا

(پہلی نشانی) سے زیادہ ہی بڑی ہوتی تھی، اور ہم نے انھیں عذاب میں پکڑا تاکہ وہ (کفر سے) باز آئیں ㊽ اور انھوں نے کہا: اے ساحر! تیرے رب نے

رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ㊾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ

جو تجھ سے (دعا قبول کرنے کا) عہد کر رکھا ہے، اس کے مطابق تو ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر، بے شک (اب) ہم ضرور ہدایت پانے والے ہیں ㊾

اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ㊿

پھر جب ہم ان سے عذاب دور کر دیتے تو وہیں وہ عہد توڑ دیتے ㊿

سمجھتے؟" اور جیسا کہ اس ارشاد باری تعالیٰ میں بھی تخصیص سے دوسروں کی نفی نہیں ہے: ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ۙ ﴾ (الشعرآء 214:26) "اور آپ اپنے نہایت قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں۔" ﴿ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ㊹ ﴾ "اور (لوگو!) عنقریب تم سوال کیے جاؤ گے۔" یعنی اس قرآن کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے کہاں تک اس کے مطابق عمل کیا اور کہاں تک اس پر لبیک کہا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ㊺ ﴾ "اور (اے محمد!) اپنے رسولوں میں سے جنھیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے، ان سے دریافت کرلیں: کیا ہم نے (اللہ) رحمان کے سوا اور معبود بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟" یعنی تمام پیغمبروں نے بھی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کی دعوت دی تھی جیسا کہ تم اس کی دعوت دے رہے ہو اور ان سب نے بھی شریکوں اور بتوں کی پوجا سے منع کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ ﴾ (النحل 16:36) "اور البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت (کی پرستش) سے اجتناب کرو۔" مجاہد نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کی قراءت اس طرح کیا کرتے تھے: [وَاسْئَلِ الَّذِینَ أَرْسَلْنَا إِلَیْهِمْ قَبْلَكَ رُسُلَنَا]. ① قتادہ، ضحاک، سدی نے بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح بیان کیا ہے، گویا کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے، تلاوت وقراءت نہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 46-50

موسیٰ علیہ السلام کی فرعون اور اس کی قوم کی طرف توحید کے ساتھ بعثت: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول موسیٰ علیہ السلام کے بارے

---

① تفسیر الطبری: 25/98,99.

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ

اورفرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی، اس نے کہا: اے میری قوم! کیا میرے لیے مصر کی بادشاہی اور یہ نہریں نہیں جو میرے (محلات کے) نیچے بہتی

تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ؕ (51) اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ۵ وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ (52) فَلَوْلَاۤ

ہیں؟ کیا پھر تم دیکھتے نہیں؟ (51) بلکہ میں تو اس (موسیٰ) سے کہیں بہتر ہوں جو حقیر ہے اور صاف بول بھی نہیں سکتا (52) پھر اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں

اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ (53) فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ

اتارے گئے یا اس کے ساتھ فرشتے صفیں باندھے آتے؟ (53) تب اس نے اپنی قوم کو ہلکا سمجھا (اور اس کی عقل ماردی) تو انھوں نے اس کی اطاعت کی۔

فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ (54) فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ

بلاشبہ وہی لوگ فاسق تھے (54) پھر جب انھوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان سب کو غرق کر دیا (55) تو یوں ہم نے انھیں گئے

اَجْمَعِیْنَ ۙ (55) فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ ع (56)

5 ع 11 11

گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لیے (عبرت کی) مثال (بنا دیا) (56)

میں بیان فرمایا ہے کہ اس نے انھیں فرعون اور اس کی قوم کے امراء، وزراء، قائدین، پیروکاروں اور قبطی واسرائیلی رعایا کی طرف مبعوث فرمایا تاکہ وہ انھیں اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کی پوجا سے منع کریں۔ اور انھیں بڑے بڑے معجزات بھی عطا کیے: مثلاً: ید بیضا، عصا، پھر طوفان، ٹڈی دل، جوئیں، مینڈکوں اور خون کے عذاب اور پھر فصلوں، جانوں اور پھلوں کی کمی کی صورت میں عذاب مگر اس سب کچھ کے باوجود انھوں نے تکبر کیا اور اتباع واطاعت سے انکار کیا اور ان معجزات کے لانے والے کی تکذیب کی اور اس کا مذاق اڑایا۔ ﴿وَمَا نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۫﴾ ”اور جو بھی نشانی ہم انھیں دکھاتے تھے وہ اس جیسی (پہلی نشانی) سے زیادہ بڑی ہوتی تھی۔“ اس کے باوجود وہ اپنی سرکشی، گمراہی، جہالت اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے، ان کے پاس ان میں سے جب بھی کوئی نشانی آتی تو فوراً موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوتے اور منت سماجت کرتے ہوئے کہتے: ﴿یٰۤاَیُّهَ السّٰحِرُ﴾ ”اے ساحر!“ یعنی اے عالم جیسا کہ ابن جریر نے کہا ہے۔ ①

اور اس زمانے کے علماء جادوگر ہی تھے اور اس زمانے میں ان کے نزدیک جادو مذموم نہ تھا، لہٰذا انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر توہین وتنقیص کے طور پر نہیں کہا تھا کیونکہ اس حالت میں تو وہ ضرورت مند تھے، اس لیے توہین وتنقیص اس حال کے مناسب نہ تھی، ان کے خیال میں یہ لفظ تعظیم کا تھا۔ بہرحال جب بھی ان میں سے کوئی نشانی آتی تو وہ موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کرتے کہ اگر یہ مصیبت ان سے دور ہو جائے تو وہ ایمان لے آئیں گے اور ان کے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے مگر ہر مرتبہ وہ عہد شکنی کرتے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ○ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَیْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا یٰمُوْسَی ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۚ○ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰۤی

---

① تفسیر الطبری :102/25 .

اَجَلٍ هُمۡ بٰلِغُوۡهُ اِذَا هُمۡ یَنۡکُثُوۡنَ ○ ﴾ (الأعراف 7:133-135) ’’تو ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون بھیجا، کتنی کھلی نشانیاں تھیں مگر وہ تکبر ہی کرتے رہے اور وہ لوگ تھے ہی گناہ گار۔ اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے: اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے پروردگار سے دعا کرو اس ذریعے سے جو اس نے تم سے عہد کر رکھا ہے، اگر تم ہم سے عذاب کو ٹال دو گے تو ہم تجھ پر ضرور ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمھارے ساتھ ضرور بھیج دیں گے۔ پھر جب ہم ایک مدت کے لیے، جس تک انھیں پہنچنا تھا، ان سے عذاب دور کر دیتے تو وہ عہد توڑ ڈالتے۔‘‘

تفسیر آیات: 51-56

فرعون کا اپنی قوم سے خطاب اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا مواخذہ: اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے تمرّد و سرکشی اور کفر و عناد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو جمع کیا اور مصر پر اپنی حکومت پر فخر و غرور کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ﴿ اَلَیۡسَ لِیۡ مُلۡکُ مِصۡرَ وَ هٰذِهِ الۡاَنۡهٰرُ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِیۡ ۚ ﴾ ’’کیا مصر کی حکومت میرے ہاتھ میں نہیں ہے اور یہ نہریں جو میرے (محلوں کے) نیچے بہہ رہی ہیں۔‘‘ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ ان کے باغات بھی تھے اور ان میں پانی کی نہریں جاری تھیں۔ ① ﴿ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿51﴾ ﴾ ’’کیا تم دیکھتے نہیں؟‘‘ یعنی کیا تم میری عظمت اور بادشاہت کو دیکھتے نہیں جبکہ میرے مقابلے میں موسیٰ اور اس کے ساتھی کمزور ہیں۔ یہ قول اس قول کی طرح ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَحَشَرَ فَنَادٰی ﴿۫ۖ﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی ﴿۫ۖ﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَکَالَ الۡاٰخِرَةِ وَ الۡاُوۡلٰی ﴿ؕ﴾ ﴾ (النّٰزعٰت 79: 23-25) ’’پس اس نے لوگوں کو اکٹھا کیا، پھر پکارا، چنانچہ کہنے لگا کہ تمھارا سب سے بڑا مالک میں ہوں تو اللہ نے اسے دنیا اور آخرت (دونوں) کے عذاب میں پکڑ لیا۔‘‘

فرعون نے مزید کہا: ﴿ اَمۡ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡ هٰذَا الَّذِیۡ هُوَ مَهِیۡنٌ ۬ۙ ﴾ ’’بلکہ میں اس (شخص) سے جو کم تر ہے، بہتر ہوں۔‘‘ سُدّی کہتے ہیں کہ فرعون نے کہا کہ بلکہ میں اس شخص سے زیادہ بہتر ہوں جو کچھ عزت نہیں رکھتا۔ ② بصرہ کے بعض نحویوں نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ یہاں ﴿ اَمۡ ﴾ بَلۡ کے معنی میں ہے۔ ③ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ فرّاء نحوی نے بعض قراء سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے اس کی قراءت اس طرح کی ہے: [أَمَا أَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ] ’’آگاہ ہو جاؤ! میں اس کم تر سے بہتر ہوں۔‘‘ ④ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قراءت اگر صحیح ہوتی تو اس کے معنی صحیح اور واضح ہوتے مگر یہ امصار (بڑے شہروں) کے قراء کی قراءت کے خلاف ہے۔ ⑤ ان سب کی قراءت اس طرح ہے: ﴿ اَمۡ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡ هٰذَا الَّذِیۡ هُوَ مَهِیۡنٌ ۬ۙ ﴾ ’’کیا میں اس کم تر سے بہتر نہیں ہوں؟‘‘ یعنی یہ جملہ استفہامیہ ہے۔ ⑥

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ بہر حال فرعون ملعون کا مقصد یہ تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام سے بہتر ہے، حالانکہ یہ کہہ کر اس نے واضح اور سفید جھوٹ بولا۔ قیامت کے دن تک اس پر اللہ تعالیٰ کی مسلسل لعنتیں برسیں۔ ﴿ مَهِیۡنٌ ۬ۙ ﴾ کے معنی بقول سفیان حقیر اور

---

① تفسير الطبرى: 103/25. ② تفسير الطبرى: 105/25. ③ تفسير القرطبى: 100,99/16 وتفسير الطبرى: 104/25. ④ تفسير القرطبى: 100/16 وتفسير الطبرى: 105,104/25. ⑤ ابن جریر کے کلام کا تتمہ یہ ہے: ’’پس میں اس کے مطابق پڑھنے کو جائز قرار نہیں دیتا...... اور اس میں درست قراءت وہی ہے جس پر قرائے امصار ہیں۔ ⑥ تفسير الطبرى: 105/25.

بقول قتادہ وسدی ضعیف کے ہیں۔ ① ابن جریر کہتے ہیں کہ اس کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ موسیٰ کے پاس نہ تو بادشاہت ہے، نہ سلطنت اور نہ مال ودولت۔ ② ﴿ وَلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝52 ﴾ ”اور صاف گفتگو بھی نہیں کرسکتا۔“ یعنی وہ صاف اور واضح گفتگو بھی نہیں کرسکتا اور عاجز ودر ماندہ ہے۔ فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو ﴿ مَهِيْنٌ ۙ ﴾ کہنا بہت بڑا جھوٹ تھا کیونکہ تخلیق واخلاق ودین کے اعتبار سے مھین اور حقیر تو خود فرعون تھا جبکہ موسیٰ شریف، صادق، نیکوکار اور راشد تھے، اسی طرح اس کا ﴿ وَلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝52 ﴾ کہنا بھی افترا پردازی تھا، گو بچپن میں زبان کو آگ کا انگارا لگنے کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت پیدا ہوگئی تھی مگر انھوں نے اللہ عزوجل سے یہ دعا کی تھی کہ وہ ان کی زبان کی گرہ کو کھول دے تاکہ لوگ ان کی بات کو سمجھ سکیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو قبول فرمالیا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ 20:36) ”موسیٰ! جو تو نے مانگا تجھے عطا کیا جاتا ہے۔“ اور اگر فرض کرلیا جائے کہ ان کی زبان میں کچھ لکنت باقی رہ گئی تھی جس کے ازالے کے لیے انھوں نے دعا نہیں کی تھی جیسا کہ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ لکنت اتنی زائل ہوجائے کہ جس سے ابلاغ اور افہام آسان ہوجائے۔ تو تخلیقی اشیاء جو آدمی کا اپنا فعل نہیں، ان کی بنیاد پر کوئی الزام دیا جاسکتا اور نہ کوئی مذمت کی جاسکتی ہے اور فرعون ان باتوں کو سمجھتا تھا کیونکہ اسے کچھ عقل تو تھی، وہ ساری بات جانتا تھا لیکن وہ اپنی رعایا کو بے وقوف بنانا چاہتا تھا، اس لیے کہ وہ سب غبی اور جاہل تھے۔

﴿ فَلَوْلَاۤ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ ﴾ ”تو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہ اتارے گئے؟“ ﴿ اَسْوِرَةٌ ﴾ سے مراد وہ زیور ہے جو ہاتھ میں پہنا جاتا ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔ ③ ﴿ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ۝53 ﴾ ”یا یہ ہوتا کہ فرشتے جمع ہوکر اس کے ساتھ آتے۔“ جو خدام کی حیثیت سے اسے گھیرے ہوتے اور اس کی تصدیق کے شاہد ہوتے۔ فرعون نے ظاہری شکل کی طرف دیکھا لیکن وہ اس معنوی راز کو نہ سمجھ سکا جو اس ظاہری شکل سے بدرجہا نمایاں تھا، بشرطیکہ وہ اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرتا، اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ ﴾ ”غرض اس نے اپنی قوم (کی عقل) کو ہلکا کردیا، تو انھوں نے اس کی بات مان لی۔“ اس نے ان کی عقلوں کو ماؤف کردیا، انھیں گمراہی کی طرف بلایا اور انھوں نے اس کی بات کو تسلیم کرلیا۔ ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝54 ﴾ ”بے شک وہ بدکار لوگ تھے۔“ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝55 ﴾ ”چنانچہ انھوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پھر ان سب کو ڈبو دیا۔“ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ اٰسَفُوْنَا ﴾ کے معنی ہیں کہ انھوں نے ہمیں ناراض کیا۔ ④

ضحاک نے کہا ہے کہ اس کا مطلب ہے: انھوں نے ہمیں غصہ دلایا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی یہی کہا ہے۔ مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، محمد بن کعب قرظی، قتادہ، سدی اور دیگر کئی مفسرین نے بھی اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔ ⑤ ابن ابوحاتم نے

---

① تفسیر الطبری : 105/25. ② تفسیر الطبری : 105/25. ③ تفسیر الطبری : 106/25. ④ تفسیر القرطبی : 101/16 و تفسیر الطبری: 107/25. ⑤ تفسیر الطبری : 108,107/25.

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ (57) وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ؕ مَا

اور جب (عیسیٰ) ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم اس (خوشی) سے چلا اٹھی (57) اور انھوں نے کہا: کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ (عیسیٰ ؟) انھوں

ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ (58) اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ

نے آپ سے یہ مثال محض جھگڑے کے لیے بیان کی، بلکہ یہ لوگ نرے جھگڑالو ہیں (58) وہ (عیسیٰ) تو صرف ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا اور

وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ؕ (59) وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ (60)

اسے بنی اسرائیل کے لیے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنا دیا (59) اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے بنا دیتے جو زمین میں (تمھارے) جانشین ہوتے (60)

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (61) وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ

اور بے شک وہ (عیسیٰ) قیامت کی ایک نشانی ہے، لہٰذا تم اس (قیامت کے آنے) میں شک نہ کرو، اور تم میری پیروی کرو، یہی سیدھا راستہ ہے (61) اور

الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (62) وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ

شیطان تمھیں (راہ حق سے) ہرگز نہ روک دے، بلاشبہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے (62) اور جب عیسیٰ کھلی کھلی (نشانیاں) لے کر آیا تو اس نے کہا: تحقیق میں

وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (63) اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ

تمھارے پاس حکمت لایا ہوں اور تاکہ میں تم پر بعض وہ باتیں واضح کر دوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو، لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (63)

وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (64) فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ

بلاشبہ اللہ ہی میرا اور تمھارا رب ہے، لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے (64) پھر اٹھی (بنی اسرائیل) میں سے جماعتوں نے باہم اختلاف کیا، تو

ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ (65)

جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے لیے المناک دن کے عذاب سے ہلاکت ہے (65)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا رَأَيْتَ اللّٰهَ يُعْطِي الْعَبْدَ مَا شَاءَ وَهُوَ مُقِيمٌ عَلٰى مَعَاصِيهِ، فَإِنَّمَا ذٰلِكَ اسْتِدْرَاجٌ مِّنْهُ لَهُ، ثُمَّ تَلَا: ﴿ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ (55) ﴾] ''جب تم یہ دیکھو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کسی بندے کو وہ کچھ دے رہا ہے جو وہ چاہتا ہے، حالانکہ وہ بندہ گناہوں کا مرتکب ہے اور اس پر مُصر ہے، تو یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے ڈھیل ہوتی ہے، پھر آنحضرت ﷺ نے اسی آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ (55) ﴾ ''چنانچہ جب انھوں نے غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پھر ان سب کو ڈبو دیا۔''① طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ میں عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، ان کے پاس اچانک موت کا ذکر ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ اچانک موت مومن کے لیے باعث تخفیف اور کافر کے لیے موجب حسرت ہوتی ہے، پھر انھوں نے بھی اس آیت کریمہ کی تلاوت کی۔② عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میں نے انتقام کو غفلت کے ساتھ پایا ہے، ان کا

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 3284/10، مزید دیکھیے المعجم الکبیر للطبرانی: 331,330/17، حدیث: 913. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 3284/10.

اشارہ بھی اسی آیت کریمہ کی طرف تھا۔ ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ ۝56﴾ ”اور ہم نے انھیں گئے گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لیے (عبرت کی) مثال بنا دیا۔“ ابو مجلز کہتے ہیں کہ ﴿سَلَفًا﴾ ان لوگوں کے لیے جو ان جیسے عمل کریں۔ ① اور انھوں نے اور مجاہد نے کہا ہے کہ ﴿مَثَلًا﴾ کے معنی ہیں کہ ان کے بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت بنا دیا۔ ② وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالَى الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ وَإِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ.

تفسیر آیات: 65-57

قریش کا حضرت عیسیٰ کی توہین وتحقیر کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا درجہ: اللہ تعالیٰ نے قریش کی سرکشی، عناد، جھگڑے اور کفر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ یَصِدُّوْنَ ۝57﴾ ”اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ کا حال بیان کیا گیا تو آپ کی قوم کے لوگ اس سے چلا اٹھے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، سدی، ضحاک اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ حضرت عیسیٰ کا ذکر سن کر ہنسنے اور اس پر خوش ہونے لگے۔ ③ قتادہ کا قول ہے کہ وہ بے صبرے ہو کر ہنسنے لگے۔ ④ ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ وہ اعراض کرنے لگے۔ ⑤

اس آیت کی شان نزول محمد بن اسحاق نے سیرت میں یہ ذکر کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ولید بن مغیرہ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ نضر بن حارث آیا اور وہ بھی وہاں بیٹھ گیا، اس مجلس میں قریش کے اور بھی کئی لوگ بیٹھے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس مجلس میں جب گفتگو فرمائی تو نضر بن حارث نے اعتراض کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اسے لاجواب کر دیا، پھر آپ نے نضر کو اور دیگر کفار قریش کو یہ آیت کریمہ پڑھ کر سنائی: ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝﴾ (الأنبیآء 21:98) ”(کافرو! اس روز) بے شک تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے، تم اس میں وارد ہونے والے ہو۔“ پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر چل دیے اور عبداللہ بن زبعریٰ تمیمی آیا اور بیٹھ گیا تو ولید بن مغیرہ نے اس سے کہا: اللہ کی قسم! نضر بن حارث، ابن عبدالمطلب کے سامنے نہ کھڑا ہوا نہ بیٹھا، یعنی یہ اس کے سامنے لاجواب ہو گیا۔ محمد ﷺ تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اور جن معبودوں کی ہم پوجا کرتے ہیں یہ سب جہنم کا ایندھن ہوں گے۔ عبداللہ بن زبعری کہنے لگا کہ واللہ! اگر میری ان سے ملاقات ہو جائے تو میں ضرور ان سے جھگڑا کروں گا، اس نے کہا کہ محمد (ﷺ) سے ذرا یہ تو پوچھو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کی پوجا کی جاتی ہے کیا وہ سب اپنے عابدوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے؟ ہم فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں، یہودی عزیر کی پوجا کرتے ہیں اور عیسائی ابن مریم کی پرستش کرتے ہیں تو کیا فرشتے، عزیر اور عیسیٰ ابن مریم بھی جہنم میں جائیں گے؟ ولید اور اس وقت مجلس میں بیٹھے ہوئے سب لوگ عبداللہ کی اس بات سے بہت خوش ہوئے اور انھوں نے سمجھا کہ اس طرح کی

---

① تفسیر القرطبی: 102/16. ② تفسیر الطبری: 109/25 و تفسیر القرطبی: 102/16. ③ تفسیر ابن کثیر میں ابن عباس، مجاہد، عکرمہ وغیرہ سے ﴿یَصِدُّوْنَ ۝57﴾ کی تفسیر میں منقول لفظ یَضْحَکُوْنَ ہے لیکن تفسیر الطبری: 112,111/25 میں ان تمام حضرات سے منقول لفظ یَضِجُّوْنَ ہے جس کا معنی چلانا، شور مچانا ہے۔ ④ تفسیر الطبری: 112/25. ⑤ تفسیر القرطبی: 103/16.

بات کے ذریعے سے تو محمد ﷺ پر عبداللہ بن زبعریٰ حجت میں غالب آ گیا کیونکہ اس کی یہ دلیل بہت مضبوط ہے، جب رسول اللہ ﷺ کے پاس عبداللہ کی اس بات اور دلیل کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: [كُلُّ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّعْبَدَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَهُوَ مَعَ مَنْ عَبَدَهٗ، إِنَّهُمْ إِنَّمَا الشَّيَاطِينُ، وَمَنْ أَمَرَتْهُمْ بِعِبَادَتِهٖ] ”ہر وہ معبود جو یہ پسند کرے کہ اللہ کے سوا اس کی پوجا کی جائے تو وہ اپنے پوجا کرنے والوں کے ساتھ ہوگا کیونکہ یہ لوگ شیطانوں کی پوجا کرتے ہیں اور اس کی جس کی پوجا کا شیطانوں نے انھیں حکم دیا ہوتا ہے۔“ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾ (الأنبیآء 102,101:21) ”جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے بھلائی پہلے مقرر ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے۔ وہ اس کی آہٹ نہیں سنیں گے، اور وہ اپنی دل پسند نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔“ یعنی عیسیٰ، عزیر اور ان کے ساتھ ساتھ جن علماء و مشائخ کی پوجا کی گئی جو خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کرتے تھے اور ان کے بعد گمراہ لوگوں نے از خود انھیں معبود بنا لیا تو انھیں جہنم سے دور رکھا جائے گا اور انھوں نے جو یہ دعویٰ کیا کہ وہ تو فرشتوں کی پوجا کرتے ہیں اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۙ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ (الأنبیآء 21:26-29) ”اور کہتے ہیں کہ رحمٰن نے اولاد بنائی ہے، وہ پاک ہے بلکہ وہ (فرشتے تو اس کے) معزز بندے ہیں۔ وہ بات کرنے میں اس سے سبقت نہیں کرتے، وہ اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں، وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے اور ان کے پیچھے ہے، اور وہ صرف اس کی سفارش کریں گے جس کے لیے اللہ پسند کرے گا، اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں، اور ان میں سے جو یہ کہے کہ بے شک اللہ کے سوا میں بھی معبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے، ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔“

عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اس نے جو ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تو ان کی بھی پوجا ہوتی ہے اور ولید اور دیگر حاضرین اس کی اس دلیل اور کٹ حجتی سے بہت خوش ہوئے تھے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ (57) ﴾ ”اور جب مریم کے بیٹے (عیسیٰ) کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم کے لوگ اس سے (خوشی سے) چلا اٹھے۔“ یعنی اپنی اس بات کے ذریعے سے وہ آپ سے لوگوں کو روکنے کے لیے شور و شغب برپا کر دیتے ہیں اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ (59) وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ (60) وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (61) ﴾ ”وہ تو ایسا بندہ تھا جس پر ہم نے انعام کیا اور بنی اسرائیل کے لیے اسے (اپنی قدرت کا) نمونہ بنا دیا، اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے بنا دیتے، جو زمین میں (تمھارے) جانشین ہوتے۔ اور وہ (عیسیٰ) قیامت کی نشانی ہیں تو

آپ کہہ دیں کہ اس میں شک نہ کرو اور میری پیروی کرو ، یہی سیدھا رستہ ہے'' یعنی ہم نے اس کے ہاتھ پر مردوں کو زندہ کرنے اور بیماریوں کے ختم ہونے کے جو معجزات انھیں عطا کیے، وہ قیامت کے علم کی کافی دلیل ہیں۔ ﴿ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ ﴾ ''تم اس میں ہرگز شک نہ کرو اور میری پیروی کرو یہی سیدھا رستہ ہے۔''①

ابن جریر نے بروایت عوفی ابن عباس ؓ سے اس آیت: ﴿ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ۝ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس میں قوم سے مراد قریش ہے کہ جب قریش سے یہ کہا گیا: ﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝ ﴾ (الأنبیآء 21:98) ''بے شک تم اور جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، جہنم کا ایندھن ہیں، تم اس میں داخل ہونے والے ہو۔'' تو قریش کے لوگ حضرت محمد ﷺ سے کہنے لگے کہ ابن مریم کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو انھوں نے کہا کہ یہ (محمد ﷺ) بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہم بھی انھیں اسی طرح رب مان لیں جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ ؑ کو رب بنالیا تھا، تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ۝ ﴾ ''انھوں نے یہ مثال محض جھگڑے کے لیے بیان کی، بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔''② ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ ﴾ ''اور کہنے لگے کہ بھلا ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ (عیسیٰ)؟'' قتادہ کہتے ہیں کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے معبود محمد ﷺ سے اچھے ہیں۔③ قتادہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ابن مسعود ؓ کی قراءت میں اس طرح ہے کہ وہ کہنے لگے: [ءَ اٰلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هٰذَا؟] ''بھلا ہمارے معبود اچھے ہیں یا یہ؟'' یعنی محمد ﷺ۔④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ ﴾ ''انھوں نے یہ (مثال) آپ سے صرف جھگڑے کے لیے بیان کی ہے۔'' یعنی انھوں نے یہ مثال محض جھگڑنے کے لیے پیش کی ہے ورنہ یہ جانتے ہیں کہ یقیناً یہ اس آیت پر وارد ہی نہیں ہے کیونکہ یہ آیت: ﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ ﴾ (الأنبیآء 21:98) غیر ذوی العقول کے بارے میں ہے اور پھر یہ خطاب قریش سے ہے جو بتوں اور شریکوں کی پوجا کرتے تھے، وہ تو عیسیٰ کی پوجا ہی نہیں کرتے تھے کہ اس آیت پر اعتراض کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی یہ بات محض جھگڑے کی خاطر تھی جسے وہ خود بھی صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ امام احمد ؒ نے ابو امامہ ؓ کی روایت کو بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوا عَلَيْهِ، إِلَّا أُوتُوا الْجَدَلَ، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ۝ ﴾] ''جو بھی قوم ہدایت کے بعد گمراہ ہوئی تو انھیں جھگڑے میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اسی آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ''انھوں نے آپ کے لیے یہ (مثال) صرف جھگڑنے کے لیے بیان کی ہے بلکہ وہ جھگڑالو لوگ ہیں۔''⑤ اسے امام ترمذی، ابن ماجہ اور ابن جریر نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی ؒ نے اسے حسن صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ

---

① السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ماکان یؤذی بہ النضر رسول اللہ ﷺ......:1/358-360. ② تفسیر الطبری: 25/110,111. ③ تفسیر القرطبی: 16/104. ④ تفسیر القرطبی: 16/104. قتادہ کی یہ روایت تفسیر الطبری: 25/112.113 میں ابی بن کعب ؓ کے حوالے سے بھی آئی ہے۔ ⑤ مسند أحمد: 5/252.

صرف ابوامامہ ؓ ہی سے مروی ہے۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ ﴾ ”وہ تو صرف ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا“ یعنی عیسیٰ ؑ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا تھا۔ ﴿ وَ جَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ ”اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے (اپنی قدرت کا) نمونہ بنا دیا۔“ یعنی انھیں اپنی اس قدرت کی دلیل، حجت اور برہان بنا دیا کہ ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ ﴿ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ ﴾ ”اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے بنا دیتے“ یعنی تمھارے بدلے بنا دیتے ﴿ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴾ ”فرشتے جو (تمھاری جگہ) زمین میں جانشین ہوتے۔“ سدی کہتے ہیں جو زمین میں تمھارے قائم مقام ہوتے۔ ② ابن عباس ؓ اور قتادہ کہتے ہیں کہ وہ بھی ایک دوسرے کے جانشین ہوتے جیسے تم ایک دوسرے کے جانشین ہوتے ہو۔ ③ یہ قول پہلے کو مستلزم ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ تمھارے بدلے وہ زمین میں آباد ہوتے۔ ④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ﴾ ”اور بے شک البتہ وہ (عیسیٰ) قیامت کی نشانی ہے۔“ صحیح بات اس بارے میں یہ ہے کہ اس سے مراد ان کا قیامت سے پہلے نازل ہونا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ﴾ (النسآء 4:159) ”اور کوئی اہل کتاب نہیں ہوگا مگر ان کی موت سے پہلے ان پر ضرور ایمان لے آئے گا۔“ یعنی عیسیٰ ؑ کی موت سے پہلے۔ ﴿ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴾ (النسآء 4:159) ”اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔“ اور اس معنی کی تائید اس دوسری قراءت سے بھی ہوتی ہے: [وَ إِنَّهٗ لَعَلَمٌ لِّلسَّاعَةِ] ”اور بے شک وہ (عیسیٰ) قیامت کی نشانی ہے“ ⑤ یعنی قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی نشانی اور دلیل ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ قیامت سے قبل عیسیٰ ابن مریم ؑ کا خروج قیامت کی نشانی ہے۔ ⑥ ابو ہریرہ ؓ، ابن عباس ؓ، ابوالعالیہ، ابو مالک، عکرمہ، حسن، قتادہ، ضحاک اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ ⑦ رسول اللہ ﷺ کی بہت سی متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے قیامت کے دن سے پہلے عیسیٰ ؑ کے امام عادل اور حاکم منصف کے طور پر نازل ہونے کی خبر دی ہے۔ ⑧

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا ﴾ ”تو (آپ کہہ دیں کہ لوگو!) اس میں ہرگز شک نہ کرو۔“ یعنی اس میں شک نہ کرو کیونکہ یہ ہر صورت میں وقوع پذیر ہونے والا ہے۔ ﴿ وَ اتَّبِعُوْنِ ﴾ ”اور میری پیروی کرو۔“ ان باتوں میں جن کی میں تمھیں خبر دے رہا ہوں۔ ﴿ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ﴾ ”یہی سیدھا رستہ ہے اور کہیں شیطان تمھیں (اس سے)

---

① جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الزخرف، حديث : 3253 وسنن ابن ماجه، السنة، باب اجتناب البدع والجدل، حديث: 48 وتفسير الطبری : 113/25. ② تفسير الطبری : 115/25 . ③ تفسير الطبری : 115/25. ④ تفسير الطبری: 115/25. ⑤ تفسير القرطبی: 105/16 . ⑥ تفسير الطبری: 116/25. ⑦ تفسير القرطبی: 105/16 . ⑧ دیکھیے مسند أحمد: 483,482/2 عن أبی هريرة ؓ .

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (66) اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ

وہ قیامت ہی کا انتظار تو کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ پڑے جبکہ انھیں خبر تک نہ ہو (66) اس دن متقین کے سوا تمام جگری دوست بھی ایک

بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ (67) يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ (68) ع 6 11/12

دوسرے کے دشمن بن جائیں گے (67) (انھیں کہا جائے گا:) اے میرے بندو! تم پر آج کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہو گے (68) (یعنی) جو لوگ ہماری

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ (69) اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ (70) يُطَافُ

آیات پر ایمان لائے اور وہ فرماں بردار تھے (69) تم جنت میں داخل ہو جاؤ، تم اور تمھاری بیویاں خوش حال ہو گے (70) ان پر سونے کی رکابیوں اور

عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ

ساغروں کے دور چل رہے ہوں گے، اور اس (جنت) میں جس شے کو ان کے دل چاہیں گے اور (ان کی) آنکھیں متلذذ ہوں گی (وہ موجود ہوگی)، اور تم

وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (71) وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (72) لَكُمْ فِيْهَا

اس میں ہمیشہ رہو گے (71) اور یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے رہے (72) اس میں تمھارے لیے بہت

فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ (73)

سے پھل ہوں گے جن میں سے تم کھاؤ گے (73)

روک نہ دے" یعنی اتباع حق سے۔ ﴿اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (62) وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ﴾ "بے شک وہ تو تمھارا کھلا دشمن ہے اور جب عیسیٰ نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے کہ میں تمھارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں" یعنی نبوت۔ ﴿وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ﴾ "اور اس لیے کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو تمھیں سمجھا دوں۔" ابن جریر فرماتے ہیں کہ ان باتوں سے مراد دینی باتیں ہیں، دنیاوی نہیں۔ اور ان کی یہ بات بہت ہی خوب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ "لہٰذا تم اللہ سے ڈرو۔" ان باتوں میں جن کا اس نے تمھیں حکم دیا ہے۔ ﴿وَاَطِيْعُوْنِ (63)﴾ "اور میری اطاعت کرو۔" ان باتوں میں جو میں تمھارے پاس لایا ہوں۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (64)﴾ "کچھ شک نہیں کہ اللہ ہی میرا اور تمھارا پروردگار ہے، لہٰذا تم (سب) اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا رستہ ہے" یعنی میں اور تم سب اللہ کے بندے اس کے محتاج اور اسی وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے میں مشترک ہیں اور یہی وہ سیدھا رستہ ہے جو میں تمھارے پاس لایا ہوں کہ رب جل وعلا کی عبادت ہے۔ ﴿فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ﴾ "پھر انھی میں سے جماعتوں نے باہم اختلاف کیا۔" یعنی ان کے فرقوں نے اختلاف کیا اور وہ متفرق جماعتوں میں تقسیم ہو گئے۔ ان میں سے بعض اس کا اقرار کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور حق بات بھی یہی ہے۔ بعض یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی اولاد ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ خود اللہ ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک اور بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ (65)﴾ "سو ظالم لوگوں کے لیے دردناک دن کے عذاب سے ہلاکت ہے۔"

تفسیر آیات :66-73

قیامت اچانک آئے گی: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ کیا یہ مشرکین اور رسولوں کی تکذیب کرنے والے اس بات کے منتظر ہیں کہ ﴿ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (66) ﴾ ”قیامت ان پر ناگہاں آموجود ہو اور انھیں خبر تک نہ ہو۔“ یعنی قیامت یقیناً وقوع پذیر ہونے والی ہے، یہ لوگ اس سے غافل ہیں، اس کی تیاری نہیں کر رہے اور پھر جب اچانک آئے گی تو انھیں خبر تک نہ ہوگی اور اس وقت وہ حد درجہ نادم اور پشیمان ہوں گے لیکن اس وقت ندامت و پشیمانی ان کے کچھ کام نہ آئے گی۔

اللہ کے سوا کسی اور کے لیے کی گئی رفاقت دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ (67) ﴾ ”(سب) دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیز گار“ یعنی ہر وہ دوستی اور رفاقت جو غیر اللہ کے لیے ہوگی قیامت کے دن دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی اور وہ دوستی جو اللہ کے لیے ہوگی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قائم و دائم رہے گی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا تھا: ﴿ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۙ ﴾ (العنکبوت 29:25) ”بے شک تم جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو تو دنیاوی زندگی میں باہم دوستی کے لیے، پھر قیامت کے دن ایک دوسرے (کی دوستی) سے انکار کر دو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے اور تمھارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور کوئی تمھارا مددگار نہ ہوگا۔“

پرہیز گاروں کے لیے روز قیامت بشارت اور جنت میں داخلہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ (68) ۚ ﴾ ”اے میرے بندو! آج تمھیں نہ کچھ خوف ہے اور نہ تم غمناک ہو گے۔“ پھر انھیں بشارت دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ (69) ۚ ﴾ ”جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرماں بردار ہو گئے“ یعنی ان کے دل اور ضمیر ایمان لے آئے اور ان کے ظاہری اعضا بھی اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرماں بردار ہو گئے۔ معتمر بن سلیمان نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا تو ان میں سے ہر ایک پر گھبراہٹ طاری ہوگی، اس وقت ایک منادی یہ اعلان کرے گا: ﴿ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ (68) ۚ ﴾ ”اے میرے بندو! آج تمھیں نہ کچھ خوف ہے اور نہ تم غمناک ہو گے۔“ تو اس سے سب لوگوں میں امید پیدا ہو جائے گی لیکن پھر اس کے بعد یہ بھی کہا جائے گا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ (69) ۚ ﴾ ”جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرماں بردار ہو گئے“ یعنی ان کے دل اور ضمیر ایمان لے آئے اور ان کے ظاہری اعضا بھی اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرماں بردار ہو گئے، تو اس اعلان کی وجہ سے مومنوں کے سوا دیگر سب لوگ مایوس ہو جائیں گے۔①

---

① تفسیر الطبری : 121/25 .

اِنَّ الۡمُجۡرِمِيۡنَ فِيۡ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ (74) ۖ لَا يُفَتَّرُ عَنۡهُمۡ وَهُمۡ فِيۡهِ

بے شک مجرم لوگ عذاب جہنم میں ہمیشہ رہیں گے (74) ان سے وہ (عذاب) ہلکا نہیں کیا جائے گا، اور وہ اس میں ناامید پڑے رہیں گے (75) اور ہم نے ان پر

مُبۡلِسُوۡنَ (75) ۚ وَمَا ظَلَمۡنٰهُمۡ وَلٰكِنۡ كَانُوۡا هُمُ الظّٰلِمِيۡنَ (76) وَنَادَوۡا يٰمٰلِكُ

ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے (76) اور وہ (داروغۂ جہنم کو) پکاریں گے: اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کردے، وہ کہے گا: بے شک تم تو ہمیشہ (اسی

لِيَقۡضِ عَلَيۡنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمۡ مّٰكِثُوۡنَ (77) لَقَدۡ جِئۡنٰكُمۡ بِالۡحَقِّ وَلٰكِنَّ

عذاب میں) رہو گے (77) بلاشبہ ہم تمھارے پاس حق لائے تھے، اور لیکن تمھارے اکثر لوگ حق کو ناپسند ہی کرنے والے تھے (78) کیا انھوں (مشرکین مکہ)

اَكۡثَرَكُمۡ لِلۡحَقِّ كٰرِهُوۡنَ (78) اَمۡ اَبۡرَمُوۡۤا اَمۡرًا فَاِنَّا مُبۡرِمُوۡنَ (79) ۚ اَمۡ يَحۡسَبُوۡنَ

نے (کسی اقدام کا) پختہ فیصلہ کرلیا ہے، تو ہم بھی قطعی فیصلہ کرنے والے ہیں (79) کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ بے شک ہم ان کا راز اور ان کی سرگوشی نہیں

اَنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّهُمۡ وَنَجۡوٰىهُمۡ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيۡهِمۡ يَكۡتُبُوۡنَ (80)

سنتے۔ کیوں نہیں! اور ہمارے پیغمبر (بھیجے ہوئے فرشتے) ان کے پاس ہی لکھتے رہتے ہیں (80)

﴿ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ اَنۡتُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ ﴾ ''تم اور تمھارے جیسے لوگ جنت میں داخل ہو جاؤ۔'' یعنی تم اور تمھارے جیسے لوگوں سے کہا جائے گا: ﴿ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ ﴾ ''تم جنت میں داخل ہو جاؤ'' ﴿ اَنۡتُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ ﴾ ''تم اور تمھارے جیسے لوگ۔'' ﴿ تُحۡبَرُوۡنَ (70) ﴾ ''تم خوش کیے جاؤ گے۔'' کہ تم اس جنت میں نعمتوں بھری سعادت و کامرانی کی زندگی بسر کرو گے، اس کی تفسیر قبل ازیں سورۂ روم میں بیان کی جا چکی ہے۔ ① ﴿ يُطَافُ عَلَيۡهِمۡ بِصِحَافٍ مِّنۡ ذَهَبٍ ﴾ ''ان پر سونے کی رکابیوں کا دور چلے گا۔'' جو کھانے کے خاص برتن ہیں۔ ﴿ وَّاَكۡوَابٍ ﴾ ''اور آبخوروں کا۔'' یہ سونے کے بنے ہوئے پینے کے برتن ہوں گے، جن کی ٹوٹیاں نہیں ہوں گی اور نہ حلقے۔ [وَفِيهَا مَا تَشْتَهِي الْأَنْفُسُ] ''اور ان میں وہ کچھ ہوگا جسے ان کے جی چاہیں گے۔'' اور بعض نے اسے ﴿ تَشۡتَهِيۡهِ الۡاَنۡفُسُ ﴾ ''جس کو دل پسند کریں گے۔'' پڑھا ہے۔ ② ﴿ وَتَلَذُّ الۡاَعۡيُنُ ۚ ﴾ ''اور (جسے دیکھ کر) آنکھیں لطف اندوز ہوں گی'' یعنی ایسا کھانا جس کی خوشبو اور ذائقہ بہت اچھا ہوگا، نیز وہ بہت خوش منظر ہوگا۔ ﴿ وَاَنۡتُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ (71) ﴾ ''اور تم اسی (جنت) میں ہمیشہ رہو گے۔'' نہ اس سے نکالے جاؤ گے اور نہ اسے چھوڑ کر اس کے بجائے کسی اور جگہ جانا چاہو گے، پھر بطور احسان بتایا گیا کہ ﴿ وَتِلۡكَ الۡجَنَّةُ الَّتِيۡۤ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ (72) ﴾ ''اور یہ جنت جس کے تم مالک بنا دیے گئے تمھارے اعمال کا صلہ ہے'' یعنی تمھارے اعمال صالحہ اس کے سبب بنے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تمھارے شامل حال ہوئی، پھر تم جنت میں داخل ہونے کے قابل ہوئے، ورنہ محض اپنے نیک عمل کی بنیاد پر کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا، ہاں! جنت میں داخلہ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل ہی سے ممکن ہوگا۔ جنت کے مختلف درجات حقیقت میں اعمال صالحہ ہی کی بنیاد پر ہوں گے۔ ﴿ لَكُمۡ فِيۡهَا فَاكِهَةٌ كَثِيۡرَةٌ ﴾ ''وہاں تمھارے لیے بہت سے پھل ہوں گے۔'' تمام انواع و اقسام کے مختلف پھل ہوں گے۔ ﴿ مِّنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ (73) ﴾ ''جن میں سے تم کھاؤ گے۔'' یعنی جنھیں پسند

---

① دیکھیے الروم، آیت :15 کے ذیل میں۔ ② تفسير القرطبي : 114/16.

کرو گے اور جن کے کھانے کا ارادہ کرو گے۔ کھانے پینے کے بعد پھلوں کا ذکر اس لیے کیا گیا تا کہ نعمتیں پوری ہو جائیں اور اہل جنت پر رشک بھی پورا پورا کیا جائے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات :74-80

بدبختوں کا برا انجام: سعادت مند لوگوں کے ذکر کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے بدبختوں کا ذکر شروع فرما دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿74﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ ﴾ ”اور بے شک مجرمین (کفار) ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہیں گے جو ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا“ یعنی ایک لمحے کے لیے بھی۔ ﴿ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿75﴾ ﴾ ”اور وہ اس میں ناامید ہو کر پڑے رہیں گے“ یعنی وہ ہر خیر و بھلائی سے ناامید ہوں گے۔ ﴿ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿76﴾ ﴾ ”اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہی (اپنے آپ پر) ظلم کرنے والے تھے“ یعنی اپنے برے اعمال کے سبب، ان پر قیام حجت اور رسولوں کے آنے کے بعد انھوں نے تکذیب اور نافرمانی کی تو انھیں اس کی پوری پوری سزا دی گئی۔ ﴿ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ ﴾ (حٰمٓ السجدة 46:41) ”اور آپ کا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔“ ﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ ﴾ ”اور وہ پکاریں گے کہ اے مالک!“ مالک جہنم کے داروغے کا نام ہے۔

امام بخاری نے حجاج بن منہال از سفیان بن عیینہ از عمرو از عطاء از صفوان بن یعلی از یعلی رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے، انھوں نے کہا: میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۭ ﴾ ”اور پکاریں گے کہ اے مالک! آپ کا پروردگار ہمیں موت دے دے۔“① یعنی وہ ہماری روحیں قبض کرے اور اس عذاب سے نجات دے جس میں ہم مبتلا ہیں مگر ان کا حال یہ ہوگا کہ ﴿ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ ﴾ (فاطر 36:35) ”ان کے بارے میں یہ فیصلہ نہیں کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ اس کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ ﴾ (الأعلیٰ 87 :11-13) ”اور (بے خوف) بدبخت پہلو تہی کرے گا، جو (قیامت کو) بڑی (تیز) آگ میں داخل ہوگا، پھر وہاں نہ مرے گا نہ جیے گا۔“ جب وہ یہ سوال کریں گے تو مالک انھیں جواب دے گا: ﴿ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿77﴾ ﴾ ”وہ کہے گا کہ تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے۔“ یعنی تم اس سے نکل نہیں سکو گے اور نہ نجات پا سکو گے، پھر ان کی بدبختی کا سبب بھی ذکر کیا کہ وہ حق کی مخالفت کرتے اور اس سے دشمنی رکھتے تھے۔

فرمایا: ﴿ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ ﴾ ”یقیناً ہم تمھارے پاس حق لائے تھے۔“ یعنی ہم نے تمھارے سامنے حق کو بیان کر کے واضح کر دیا تھا اور اس کی پوری پوری تفصیل بیان کر دی تھی۔ ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿78﴾ ﴾ ”اور لیکن تم میں سے اکثر

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۝ ﴾ (الزخرف 77:43)، حدیث : 4819.

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ (81) سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ

(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: اگر رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے میں ہی (اس کی) عبادت کرنے والا ہوتا (81) پاک ہے آسمانوں اور زمین کا رب، جو

الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (82) فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ

عرش کا رب ہے، اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں (82) چنانچہ آپ انھیں چھوڑ دیجیے، وہ (اپنے باطل خیالات میں) الجھے رہیں اور کھیل تماشے میں لگے

يُوْعَدُوْنَ (83) وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ (84)

رہیں، حتی کہ وہ اپنے اس دن کو پالیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے (83) اور وہی (اللہ) آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے۔ اور وہ

وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ

بہت حکمت والا، خوب جاننے والا ہے (84) اور وہ بہت بابرکت ذات ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس (سب)

وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (85) وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا

کی بادشاہی ہے، اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے، اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (85) اور وہ اللہ کو چھوڑ کر جنھیں پکارتے ہیں، وہ سفارش کا اختیار

مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (86) وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ

نہیں رکھتے، سوائے ان کے جنھوں نے حق کی گواہی دی، اور وہ علم بھی رکھتے ہیں (86) اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انھیں کس نے پیدا کیا۔ تو وہ ضرور

اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (87) ۙ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (88) ۘ فَاصْفَحْ وقف لازم

کہیں گے: اللہ نے! پھر وہ کہاں بہکائے جاتے ہیں؟ (87) اس (رسول) کے اس قول کی قسم ہے کہ اے میرے رب! بے شک یہ لوگ ایمان نہیں لائیں

عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (89) ع 7 ع 22 13

گے (88) لہٰذا (اے نبی!) ان سے عفو و درگزر کیجیے اور کہہ دیجیے: سلام ہے، پھر عنقریب وہ جان لیں گے (89)

حق کو ناپسند کرنے والے تھے۔'' تمھاری طبیعتیں حق قبول کرتی تھیں نہ اسے قبول کرنے پر آمادہ تھیں بلکہ وہ باطل کو مانتی اور اس کی تعظیم کرتی تھیں اور حق کی مخالفت کرتی، انکار کرتی اور اہل حق سے بغض رکھتی تھیں، لہٰذا اپنے آپ ہی کو ملامت کرو اور ندامت کا اظہار کرو لیکن اب اظہار ندامت بھی تمھارے کچھ کام نہ آئے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ (79) ﴾ ''بلکہ انھوں نے ایک کام کا پختہ فیصلہ کیا تو یقیناً ہم بھی قطعی فیصلہ کرنے والے ہیں۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے بری تدبیر کا ارادہ کیا تو ہم نے بھی ان کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کیا۔① مجاہد کا یہ قول اسی طرح ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ ﴾ (النمل 27:50) ''اور وہ ایک چال چلے اور ہم بھی ایک چال چلے اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔'' اس لیے کہ مشرکین باطل کے ساتھ حق کو رد کرنے کے لیے کئی حیلے بہانے اختیار کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے خلاف تدبیر کی اور ان کے حیلوں، بہانوں، چالوں اور سازشوں کا وبال انھی پر ڈال دیا، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ۭ ﴾ ''کیا وہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ

---

① تفسیر الطبری : 128/25 .

باتوں اور سرگوشیوں کو سنتے نہیں؟'' یعنی ان کی خفیہ اور علانیہ سب باتوں کو سنتے ہیں۔ ﴿بَلٰی وَرُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ (80)﴾ ''کیوں نہیں! (سب سنتے ہیں) اور ہمارے فرشتے ان کے پاس (ان کی سب باتیں) لکھ لیتے ہیں'' یعنی ہم ان کے حالات خوب جانتے ہیں اور فرشتے بھی ان کے چھوٹے بڑے سب اعمال لکھ رہے ہیں۔

تفسیر آیات :81-89

اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ﴾ ''کہہ دیں (اے محمد!)'' ﴿اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ (81)﴾ ''اگر اللہ کی اولاد ہو تو میں (سب سے) پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوں'' یعنی اگر بالفرض ایسا ہو تو میں اس بات پر بھی اس کی عبادت کروں گا کیونکہ میں اس کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں، وہ مجھے جو بھی حکم دے میں اس کے تمام احکام کی اطاعت بجالانے والا ہوں، میں اس کی عبادت سے تکبر اور اعراض نہیں کرتا، لہٰذا اگر بالفرض ایسا ہو تو میری طرف سے بھی ایسا ہوگا، یعنی میں اس کی عبادت و بندگی بجالاتا رہوں گا لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ کے حق میں ممکن نہیں کہ اس کی کوئی اولاد ہو اور یاد رہے شرط سے اس کا وقوع پذیر ہونا یا اس کا جواز لازم نہیں آتا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰی مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○﴾ (الزمر 39:4) ''اگر اللہ کسی کو اولاد بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا انتخاب کر لیتا، وہ پاک ہے، وہ تو اللہ یکتا (اور) انتہائی غالب ہے۔'' اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ (82)﴾ ''یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین کا مالک (اور) عرش کا مالک اس سے پاک ہے'' یعنی تمام اشیاء کا خالق اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو کیونکہ وہ تو یگانہ و یکتا اور احد و صمد ہے کوئی اس کی نظیر نہیں، کوئی اس کا ہمسر نہیں، لہٰذا اس کی کوئی اولاد نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَذَرْهُمْ یَخُوْضُوْا﴾ ''آپ انھیں چھوڑ دیں (کہ وہ بے ہودہ گوئی میں) الجھے رہیں۔'' اپنی جہالت و ضلالت میں۔ ﴿وَیَلْعَبُوْا﴾ ''اور کھیلنے دیں'' دنیا میں۔ ﴿حَتّٰی یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ (83)﴾ ''یہاں تک کہ جس دن کا وعدہ دیے جاتے ہیں اس سے ملیں۔'' اور وعدے کے دن سے مراد قیامت کا دن ہے تو یہ عنقریب جان لیں گے کہ اس دن ان کا کیا حال ہوگا اور کس قسم کے انجام سے دوچار ہوں گے۔

رب تعالیٰ کی توحید کا بیان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ﴾ ''اور وہ (اکیلا) آسمانوں میں معبود ہے اور (وہی) زمین میں معبود ہے'' یعنی آسمان والوں کا بھی وہی معبود ہے اور زمین والوں کا بھی وہی، آسمان و زمین دونوں کے باشندے اسی کی عبادت کرتے ہیں، سب اسی کے آگے جھکے ہوئے ہیں اور اسی کے آگے عاجز و درماندہ ہیں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ○﴾ (الأنعام 6:3) ''اور آسمان اور زمین میں وہ (ایک) اللہ ہے، تمھاری پوشیدہ اور ظاہر سب باتیں جانتا ہے اور تم جو عمل کرتے ہو، اس سے بھی واقف ہے'' یعنی آسمانوں اور زمینوں میں اسی کو اللہ کہا جاتا ہے۔ ﴿وَتَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ۚ﴾

’’اور وہ بہت بابرکت ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کی بادشاہت ہے‘‘یعنی وہی آسمانوں اور زمین کا خالق و مالک اور بلا روک ٹوک تصرف فرمانے والا ہے، وہ اولاد سے پاک، بلند و بابرکت ہے، یعنی وہ ذات گرامی تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے کیونکہ وہ رب تعالیٰ عظیم ہے، تمام اشیاء کا مالک، تمام امور کو کم کرنا یا پورا کرنا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ ﴿وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ ’’اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے‘‘یعنی: ﴿لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ﴾ (الأعراف 187:7) ’’وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔‘‘ ﴿وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝85﴾ ’’اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔‘‘تو وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، اگر عمل اچھے ہوئے تو اچھی جزا اور اگر برے ہوئے تو بری سزا۔

بتوں کی شفاعت کی نفی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ﴾ ’’اور جنھیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ اختیار نہیں رکھتے‘‘یعنی اصنام اور بت وغیرہ۔ ﴿الشَّفَاعَةَ﴾ ’’سفارش کا‘‘یعنی یہ ان کے لیے سفارش کی طاقت نہیں رکھتے۔ ﴿اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝86﴾ ’’مگر وہ جو حق کی گواہی دیں جبکہ وہ علم بھی رکھتے ہوں۔‘‘ یہ استثناء منقطع ہے، یعنی جو بصیرت اور علم کے ساتھ حق کی گواہی دیں تو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ان کی سفارش اس کے ہاں نفع دے سکتی ہے۔

مشرکین کا اعتراف کہ خالق صرف اللہ ہی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝87﴾ ’’اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انھیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو البتہ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے تو پھر وہ کہاں پھرے جاتے ہیں؟‘‘یعنی اگر آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں اور اس کے ساتھ غیروں کی پوجا کرنے والوں سے پوچھیں کہ ﴿مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ ’’انھیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو البتہ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے‘‘یعنی وہ اس بات کا تو اعتراف کرتے ہیں کہ تمام اشیاء کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کے بارے میں اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے باوجود وہ اس کے ساتھ غیروں کی بھی پوجا کرتے ہیں جو کسی چیز کے مالک نہیں اور نہ کسی چیز کی قدرت رکھتے ہیں گویا وہ حد درجہ کی جہالت اور بے وقوفی میں مبتلا ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝87﴾ ’’تو پھر وہ کہاں پھرے جاتے ہیں۔‘‘

نبی ﷺ کا شکوہ اللہ تعالیٰ کے حضور: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝﴾ ’’قسم اس (رسول) کے یہ کہنے کی کہ اے میرے پروردگار! بے شک یہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان نہیں لاتے‘‘یعنی محمد ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کے سامنے اپنی قوم کے ان لوگوں کا شکوہ کیا جنھوں نے آپ کی تکذیب کی تھی اور کہا کہ پروردگار! یہ ایسے لوگ ہیں کہ یہ ایمان نہیں لاتے جیسا کہ ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝﴾ (الفرقان 30:25) ’’اور پیغمبر کہیں گے کہ اے میرے پروردگار! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔‘‘مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں جو کچھ لکھا گیا ہے یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، مجاہد اور قتادہ کا قول ہے۔① نیز امام ابن جریر طبری نے بھی اس کی تفسیر

---

① تفسیر الطبری:136/25 و صحیح البخاري، التفسیر، باب قوله: ﴿وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا﴾ (الزخرف 77:43)، بعد الحدیث :4819.

میں اس طرح فرمایا ہے۔ ① امام بخاری نے کہا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت [وَقَالَ الرَّسُولُ يَارَبِّ] فرمائی ہے۔ ② اور مجاہد نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿88﴾ ﴾ کے بارے میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی بات پوری فرمائی۔ ③ اور قتادہ نے کہا ہے کہ یہ تمھارے نبی ﷺ کا قول ہے جس میں آپ نے رب تعالیٰ کے پاس اپنی قوم کا شکوہ کیا ہے۔ ④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ ﴾ ''پس آپ ان سے منہ پھیر لیں۔'' یعنی مشرکین سے۔ ﴿ وَقُلْ سَلٰمٌ ؕ ﴾ ''اور سلام کہہ دیں'' یعنی جس طرح مخاطب ہوتے ہوئے وہ لوگ بری زبان استعمال کرتے ہیں آپ اس طرح کی زبان استعمال نہ کریں بلکہ ان سے اچھے انداز میں گفتگو فرمائیں اور ان سے فعلی اور قولی ہر طرح سے درگزر فرمائیں۔ ﴿ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿89﴾ ﴾ ''پھر عنقریب وہ جان لیں گے۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے سرزنش ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی ایسی گرفت میں لیا جسے کوئی ٹال نہیں سکتا تھا اور اس نے اپنے دین اور اپنے کلمے کو سربلند کیا اور پھر اس کے بعد اس نے جہاد اور کفار کے ساتھ سختی کی بھی اجازت دے دی حتی کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو گئے اور اسلام مشرق و مغرب میں پھیل گیا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

سورۂ زخرف کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

* * *

---

① تفسير الطبرى: 135/25. ② صحيح البخارى، التفسير، باب قوله: ﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ ﴾ (الزخرف 43:77)، بعد الحديث: 4819. ③ تفسير الطبرى: 136/25. ④ تفسير الطبرى: 136/25.

تفسیر
سُورۂ دُخان

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۚ① وَالْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۙ② اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ ③ فِیْهَا

حٰمٓ ① قسم ہے واضح کتاب کی ② بلاشبہ ہم نے اسے ایک بابرکت رات میں نازل کیا، بے شک ہم ڈرانے والے ہیں ③ اسی (رات) میں ہر محکم

یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ ۙ④ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ۚ⑤ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ

معاملے کا فیصلہ کیا جاتا ہے ④ خاص ہمارے حکم سے، بے شک ہم ہی (رسول) بھیجنے والے ہیں ⑤ آپ کے رب کی خاص رحمت سے، بلاشبہ وہی خوب

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۙ⑥ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ وقف لازم

سننے والا، خوب جاننے والا ہے ⑥ جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، اور (ان کا بھی) جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو ⑦

مُّوْقِنِیْنَ ⑦ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ⑧

اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے، اور وہی مارتا ہے، وہی تمھارا اور تمھارے اگلے باپ دادوں کا رب ہے ⑧

سورۂ دخان کی فضیلت: مسند بزار میں بروایت ابو طفیل عامر بن واثلہ از زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد سے فرمایا: [إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبْأً فَأَخْبِرْنِي مَا هُوَ؟] ”میں نے تمھارے لیے کچھ چھپایا ہے تو مجھے بتاؤ وہ کیا ہے؟“ اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ دخان کو اس کے لیے مخفی رکھا ہوا تھا تو اس نے کہا کہ وہ دُخ ہے، آپ نے فرمایا: [اِخْسَهُ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ] ”تیرا برا ہو جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ ①

تفسیر آیات: 1-8

قرآن مجید لیلۃ القدر میں نازل ہوا: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس نے اسے مبارک رات میں نازل فرمایا اور مبارک رات سے مراد لیلۃ القدر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۚ﴾ (القدر 1:97) ”بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل (کرنا شروع) کیا۔“ اور یہ لیلۃ القدر رمضان کی رات تھی جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ﴾ (البقرة 185:2) ”رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن نازل کیا گیا۔“ اس بارے میں احادیث مبارکہ ہم نے سورۂ بقرہ میں ذکر کی

---

① مسند البزار: 169,168/4، حدیث: 1334، دیگر کتب احادیث میں [اِخْسَهُ] کے بجائے [اِخْسَأْ] ہے۔

بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ⑨ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۙ⑩ يَّغْشَى

(مگر کفار کو یقین نہیں) بلکہ وہ شک و شبہ میں پڑے کھیل رہے ہیں⑨ تو آپ اس دن کا انتظار کیجیے جب آسمان صاف دھواں لائے گا⑩ جو لوگوں کو

النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑪ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ⑫ اَنّٰى لَهُمُ

ڈھانپ لے گا (کہا جائے گا:) یہ ہے دردناک عذاب!⑪ (کافر کہیں گے:) اے ہمارے رب! ہم سے یہ عذاب ہٹا دے بلاشبہ ہم ایمان لانے والے

الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۙ⑬ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ⑭ ۘ وقف لازم

ہیں⑫ ان کے لیے نصیحت کیونکر ہوگی جبکہ ان کے پاس ایک ظاہر و باہر رسول آ گیا⑬ پھر وہ اس سے پھر گئے اور (بعض نے) کہا: یہ تو سکھایا پڑھایا ہے

اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ۘ⑮ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ وقف لازم

(اور بعض نے کہا:) دیوانہ ہے⑭ بے شک ہم تھوڑی دیر کے لیے عذاب دور کرنے والے ہیں، بلاشبہ تم لوٹنے والے ہو⑮ جس دن ہم بہت بڑی پکڑ

اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ⑯

پکڑیں گے، یقیناً ہم انتقام لینے والے ہیں⑯

ہیں۔ ① لہٰذا اب ان کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ③ ﴾ ''بے شک ہم تو ڈرانے والے ہیں۔'' یعنی لوگوں کو یہ معلوم کروانا چاہتے ہیں کہ شرعاً ان کے لیے نفع بخش چیز کون سی ہے اور نقصان دہ کون سی تاکہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ④ ﴾ ''اسی (رات) میں تمام حکمت کے کاموں کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔'' یعنی لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے لے کر ایک سال کے معاملات کے فیصلے فرشتوں کے سپرد کر دیے جاتے ہیں جن میں لوگوں کی موت، رزق اور اس نوع کے دیگر فیصلے ہوتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما، مجاہد، ابو مالک، ضحاک اور کئی ایک ائمۂ سلف رحمہم اللہ سے اسی طرح مروی ہے۔ ② ﴿ حَكِيْمٍ ۙ④ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ فیصلے ایسے محکم ہوتے ہیں کہ ان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کر سکتا، اسی لیے اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ ﴾ ''ہمارے ہاں سے حکم ہو کر۔'' یعنی جو کچھ بھی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو بھی فیصلہ فرماتا ہے وہ اس کے حکم، اس کی اجازت اور اس کے علم کے مطابق ہوتا ہے۔ ﴿ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ⑤ ﴾ ''بے شک ہم ہی (پیغمبروں کو) بھیجتے ہیں۔'' یعنی لوگوں کی طرف ہم نے اپنے پیغمبر کو بھیجا ہے جو انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی روشن آیات پڑھ کر سناتے ہیں کیونکہ اس وقت پیغمبر کے بھیجنے کی شدید ضرورت تھی، ﴿ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۙ⑥ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ ﴾ ''یہ آپ کے پروردگار کی رحمت ہے، وہ تو بڑا سننے والا، نہایت جاننے والا ہے، آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے، سب کا مالک ہے۔'' یعنی جس نے قرآن کو نازل فرمایا ہے، وہ آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان میں ہے، سب کا رب، خالق اور مالک ہے۔ ﴿ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ⑦ ﴾ ''بشرطیکہ تم (لوگ)

---

① دیکھیے البقرۃ، آیت: 185 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الطبری: 140,139/25 و تفسیر ابن أبي حاتم: 3287/10.

یقین کرنے والے ہو۔" یعنی تم اس بات کا یقین کرو کہ آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی تمام اشیاء کا صرف وہی خالق و مالک ہے۔ ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ⑧ ﴾ "اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے (وہی) تمھارا پروردگار اور تمھارے پہلے آباء واجداد کا پروردگار ہے۔" یہ آیت اس طرح ہے جیسے یہ آیت کریمہ ہے: ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۪ ﴾ (الأعراف 7:158) "(اے محمد!) کہہ دیں کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، (وہ) جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندگانی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔"

تفسیر آیات: 9-16

مشرکین کو اس دن سے ڈرانا جس میں آسمان سے دھواں نکلے گا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مشرکین ﴿ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ⑨ ﴾ "شک میں کھیل رہے ہیں۔" ان کے پاس حق یقیناً آگیا ہے لیکن یہ لوگ اس میں شک کر رہے ہیں اور اس کی تصدیق نہیں کرتے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۙ⑩ ﴾ "تو آپ اس دن کا انتظار کریں کہ (جس دن) آسمان صریح دھویں کے ساتھ آئے گا۔" مسروق سے روایت ہے کہ ابواب کندہ کے پاس سے ہم مسجد کوفہ میں داخل ہوئے تو وہاں ایک شخص اس آیت کریمہ کے حوالے سے بیان کر رہا اور اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ تمھیں معلوم ہے کہ اس دھویں سے کیا مراد ہے۔ یہ دھواں قیامت کے دن آئے گا اور منافقوں کے کانوں اور آنکھوں کو پکڑ لے گا اور مومنوں کو اس سے زکام کی سی شکایت ہوگی۔ مسروق کہتے ہیں کہ ہم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی خدمت میں اس کا ذکر کیا تو وہ اس وقت لیٹے ہوئے تھے اور گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ○ ﴾ (صٓ 38:86) "(اے پیغمبر!) کہہ دیں کہ میں تم سے اس کا صلہ نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔" یہ بھی علم کی بات ہے کہ آدمی جس چیز کو نہ جانتا ہو تو اس کے بارے میں یہ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے، میں تمھیں اس کے بارے میں بتاتا ہوں، بات یہ ہے کہ قریش نے جب اسلام قبول کرنے میں تاخیر کی اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی تو آپ نے ان کے لیے یوسف علیہ السلام کے دور جیسی قحط سالی کی بددعا فرمائی تو وہ بدترین قسم کی قحط سالی میں مبتلا ہو گئے حتی کہ بھوک سے ناچار ہو کر انھوں نے ہڈیوں اور مردار تک کو کھایا، پریشانی کے اس دور میں جب وہ آنکھیں اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھتے تو انھیں دھواں ہی دھواں نظر آتا۔ ① اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ آدمی آسمان کی طرف دیکھتا تو بھوک کی وجہ سے اسے اپنے اور آسمان کے مابین دھواں سا نظر آتا۔ ②

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله تعالی: ﴿ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ○ ﴾ (الدخان 44: 12)، حدیث: 4822 و صحیح مسلم، صفات المنافقین......، باب الدخان، حدیث: 2798 واللفظ له ومسند أحمد: 431/1.

② صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۙ ﴾ (الدخان 44:13)، حدیث: 4823 وصحیح مسلم، صفات المنافقین......، باب الدخان، حدیث: (40)-2798.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝١٠ يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝١١ ﴾ ”تو آپ اس دن کا انتظار کیجیے کہ آسمان صریح دھویں کے ساتھ آئے گا جو لوگوں پر چھا جائے گا، یہ درد دینے والا عذاب ہے۔“ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! خاندان مضر کے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائیں کیونکہ یہ لوگ تباہی کے قریب پہنچ گئے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تو بارش نازل ہوگئی تو اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ۝١٥ ﴾ ”بے شک ہم تھوڑی دیر کے لیے عذاب دور کرنے والے ہیں، بلاشبہ تم دوبارہ وہی کرنے والے ہو۔“ ابن مسعود ؓ نے فرمایا: کیا وہ ان سے روز قیامت عذاب کو دور کردے گا؟ جب قریش کو خوش حالی نصیب ہوگئی تو پھر اپنی پہلی حالت ہی کی طرف پلٹ آئے تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۝١٦ ﴾ ”جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے تو بے شک ہم انتقام لے کر چھوڑیں گے۔“ یعنی بدر کے دن۔ ① ابن مسعود ؓ نے فرمایا کہ پانچ علامتیں گزر چکی ہیں: (1) دھواں (2) رومیوں کی فتح (3) شق قمر (4) سخت پکڑ اور (5) بدر کا دن۔ یہ حدیث صحیحین میں بھی موجود ہے۔ ②

امام احمد ؒ نے اسے اپنی مسند میں روایت کیا ہے، ترمذی ونسائی کی کتاب التفسیر میں بھی ہے، نیز ابن جریر اور ابن ابوحاتم نے بھی اسے متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ③ ابن مسعود ؓ نے اس آیت کریمہ کی جو یہ تفسیر بیان کی ہے کہ دھواں گزر چکا ہے، اس سے ائمۂ سلف کی ایک جماعت، مثلاً: مجاہد، ابوالعالیہ، ابراہیم نخعی، ضحاک اور عطیہ عوفی ؒ نے بھی اتفاق کیا ہے۔ ④ اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ⑤

ابوسَرِیحہ حذیفہ بن اَسِید غِفاری ؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بالاخانے سے ہمیں جھانک کر دیکھا جبکہ ہم قیامت کا ذکر کررہے تھے تو آپ نے فرمایا: [لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى (تَرَوْا) عَشْرَ آيَاتٍ: طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا، وَالدُّخَانُ، وَالدَّابَّةُ، وَخُرُوجُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَخُرُوجُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، وَالدَّجَّالِ، وَ(ثَلَاثَةُ) خُسُوفٍ: خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَنَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِعَدَنٍ (تَسُوقُ النَّاسَ) أَوْتَحْشُرُ النَّاسَ، تَبِيتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوا، وَتَقِيلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوا] ”قیامت اس وقت تک

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ يَغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ ﴾ (الدخان 44:11)، حديث : 4821 و صحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب الدخان، حديث:(40)-2798. ② صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ○ ﴾ (الدخان 44 :16)، حديث : 4825 وصحيح مسلم، صفات المنافقين ......، باب الدخان، حديث:2798. ③ جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الدخان، حديث : 3254 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝١٠ ﴾ :455/6، حديث: 11481 و تفسير الطبري:145,144/25. ملحوظہ: یہ روایت ہمیں مسند احمد میں نہیں ملی۔ ④ تفسير الطبري : 146/25 . ⑤ تفسير الطبري:148/25.

قائم نہ ہوگی، جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو: (1) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (2) دھواں (3) جانور (4) یاجوج ماجوج کا نکلنا (5) عیسیٰ ابن مریم کا آنا (6) دجال (7) زمین میں زندہ دھنس جانے کے تین واقعات، ایک مشرق میں دھنسنا (8) ایک مغرب میں دھنسنا اور (9) جزیرۃ العرب میں دھنسنا (10) ایک آگ جو عدن کے زیریں علاقے کی طرف سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانک لے جائے گی یا لوگوں کو اکھٹا کر دے گی وہاں رات گزارے گی جہاں وہ شب بسر کریں گے اور وہ ان کے ساتھ قیلولہ کرے (دوپہر کو سوئے) گی جہاں وہ قیلولہ کریں گے۔'' اس حدیث کو امام مسلم ہی نے روایت کیا ہے ① (امام بخاری رحمہ اللہ نے نہیں۔)

اور صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن صَیّاد سے فرمایا تھا: [إِنِّی قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبْئًا] ''یقیناً میں نے تیرے لیے ایک چیز کو چھپایا ہے۔'' اس نے جواب دیا کہ وہ دُخّ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اِخْسَأْ، فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ] ''تیرا برا ہو تو اپنی حد سے تجاوز نہ کر سکے گا۔'' ② راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے جی میں اس وقت اس آیت کا تصور کیا تھا: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝10﴾ ③ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دھواں بھی ان باتوں میں سے ہے جن کے وقوع پذیر ہونے کا انتظار کیا جا رہا ہے، ابن صیاد کاہنوں کے طریقے پر جنوں کی زبان سے بات کرتا تھا اور یہ لوگ عبارت کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں، اسی وجہ سے اس نے دخ کہا اور اس سے اس کی مراد دخان تھا، اس سے رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ اس کا مادہ شیطانی ہے، اسی لیے تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا تھا: [اِخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ] ''تیرا برا ہو تو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکے گا۔'' ④

بہت سی مرفوع، موقوف، صحیح، حسن اور دیگر درجوں کی احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ دھواں بھی قیامت کی ان نشانیوں میں سے ہے جن کا انتظار کیا جا رہا ہے اور پھر قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے بھی بظاہر یہی معلوم ہو رہا ہے کہ ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝10﴾ ''تو آپ اس دن کا انتظار کریں کہ آسمان صریح دھویں کے ساتھ آئے گا۔'' یعنی ایسا صاف اور واضح دھواں ہوگا جسے ہر کوئی دیکھ لے گا جبکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس سے مراد وہ خیالی دھواں ہے جو کفار قریش کو شدید بھوک اور تکلیف کی وجہ سے محسوس ہوتا تھا لیکن یہ بات درست معلوم نہیں

---

① صحيح مسلم، الفتن……، باب في الآيات التي تكون قبل الساعة، حديث: 2901 جبکہ قوسین والے الفاظ جامع الترمذی، الفتن، باب ماجاء في الخسف، حديث: 2183 میں ہیں اور باقی حدیث مسند أحمد: 7/4 کے مطابق ہے۔ ② صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب كيف يعرض الإسلام على الصبي؟ حديث: 3055 وصحيح مسلم، الفتن، باب ذكر ابن صياد، حديث: 2930 عن ابن عمر رضی اللہ عنہما. ③ راوی کے یہ الفاظ کہ رسول اللہ نے اس وقت آیت: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝10﴾ کا تصور کیا تھا، صحیحین میں نہیں ملے، البتہ مسند البزار: 4/168، 169، حدیث: 1334 میں ہے کہ آپ ﷺ نے سورۂ دخان کا تصور کیا تھا، اسی طرح ہیثمی نے بھی كشف الأستار: 4/144، باب في ابن صياد، حديث: 3399 میں ذکر کیا ہے۔ والله أعلم. ④ دیکھیے صحيح البخاري، حديث: 3055 وصحيح مسلم، حديث: 2930 عن ابن عمر رضی اللہ عنہما.

ہوتی کیونکہ آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿ يَّغْشَى النَّاسَ ۭ ﴾ ”جو لوگوں پر چھا جائے گا۔“ یعنی سب لوگوں کو ڈھانپ کر اپنی لپیٹ میں لے لے گا، اگر اس سے مراد محض خیالی بات ہوتی جو مشرکین مکہ ہی کے ساتھ خاص تھی تو پھر اس کے بارے میں یہ نہ کہا جاتا: ﴿ يَّغْشَى النَّاسَ ۭ ﴾ ”جو لوگوں پر چھا جائے گا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑪ ﴾ ”یہ درد دینے والا عذاب ہے۔“ یعنی انھیں ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش کے طور پر یہ کہا جائے گا کہ یہ درد دینے والا عذاب ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۭ○ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ○ ﴾ (الطور 14,13:52) ”جس دن ان کو آتش جہنم کی طرف دھکیل دھکیل کر لے جایا جائے گا، (اور کہا جائے گا:) یہی وہ جہنم ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔“ یا وہ خود ایک دوسرے سے یہ الفاظ کہیں گے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ⑫ ﴾ ”اے ہمارے پروردگار! ہم سے اس عذاب کو دور کر دے یقیناً ہم ایمان لاتے ہیں۔“ یعنی کافر جب عذاب الٰہی کو دیکھیں گے تو وہ کہیں گے کہ اے اللہ! اس عذاب کو ہم سے دور کر دے جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ ﴾ (الأنعام 27:6) ”اور کاش! آپ (ان کو اس وقت) دیکھیں جب یہ دوزخ کے کنارے کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے کہ اے کاش! ہم پھر (دنیا میں) لوٹا دیے جائیں اور اپنے پروردگار کی آیتوں کی تکذیب نہ کریں اور مومن ہو جائیں۔“ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ○ ﴾ (إبرهيم 44:14) ”اور لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں کہ جب ان پر عذاب آجائے گا، تو تب ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں تھوڑی سی مدت مہلت عطا کر (تاکہ) ہم تیری دعوت (توحید) قبول کریں اور (تیرے) پیغمبروں کے پیچھے چلیں (تو جواب ملے گا) کیا تم پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تم کو (اس حال سے جس میں تم ہو) زوال (اور قیامت کو حساب اعمال) نہیں ہوگا۔“ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ⑬ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ⑭ ﴾ ”(اس وقت) ان کو نصیحت کہاں (مفید) ہوگی جبکہ ان کے پاس پیغمبر آ چکے جو کھول کھول کر بیان کر دیتے تھے، پھر وہ اس سے پھر گئے اور کہنے لگے (یہ تو) پڑھایا ہوا (اور) دیوانہ ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس وقت انھیں نصیحت کہاں حاصل ہوگی جبکہ ہم نے ان کی طرف اپنے رسول کو بھیجا تھا جس نے ان تک ہمارے پیغام کو پہنچایا اور انھیں واضح طور پر ڈر سنایا تھا لیکن انھوں نے اس سے منہ پھیر لیا، اس کی تصدیق نہ کی بلکہ تکذیب کی اور کہا کہ اس کو کسی نے پڑھایا ہے اور یہ تو دیوانہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۭ○ ﴾ (الفجر 23:89) ”تو انسان اس دن متنبہ ہوگا مگر (اب) انتباہ (سے) اسے (فائدہ) کہاں مل سکے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۙ○ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ

وَلَقَدۡ فَتَنَّا قَبۡلَهُمۡ قَوۡمَ فِرۡعَوۡنَ وَجَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ كَرِيۡمٌ ⑰ اَنۡ اَدُّوۡۤا اِلَىَّ عِبَادَ

اور البتہ تحقیق ان سے پہلے ہم نے قومِ فرعون کو آزمایا، اور ان کے پاس ایک معزز رسول آیا تھا ⑰ (اس نے کہا:) کہ اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل)

اللّٰهِ ؕ اِنِّىۡ لَكُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِيۡنٌ ⑱ وَّاَنۡ لَّا تَعۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّىۡۤ اٰتِيۡكُمۡ بِسُلۡطٰنٍ

کو میرے حوالے کر دو، بے شک میں تمھارے لیے امانت دار رسول ہوں ⑱ اور یہ کہ تم اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، بلاشبہ میں

مُّبِيۡنٍ ⑲ وَاِنِّىۡ عُذۡتُ بِرَبِّىۡ وَرَبِّكُمۡ اَنۡ تَرۡجُمُوۡنِ ⑳ وَاِنۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا لِىۡ

تمھارے سامنے واضح دلیل پیش کرتا ہوں ⑲ اور بلاشبہ میں نے اپنے رب اور تمھارے رب کی پناہ لی ہے اس سے کہ تم مجھے سنگسار

فَاعۡتَزِلُوۡنِ ㉑ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوۡمٌ مُّجۡرِمُوۡنَ ㉒ فَاَسۡرِ بِعِبَادِىۡ لَيۡلًا اِنَّكُمۡ

کر دو ⑳ اور اگر تم میری بات پر ایمان نہیں لاتے تو تم مجھ سے الگ ہو جاؤ ㉑ پھر اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بلاشبہ یہ لوگ تو مجرم ہیں ㉒

مُّتَّبَعُوۡنَ ㉓ وَاتۡرُكِ الۡبَحۡرَ رَهۡوًا ؕ اِنَّهُمۡ جُنۡدٌ مُّغۡرَقُوۡنَ ㉔ كَمۡ تَرَكُوۡا مِنۡ جَنّٰتٍ

(حکم ہوا کہ) اب میرے بندوں کو راتوں رات لے چل، یقیناً تمھارا پیچھا کیا جائے گا ㉓ اور تو سمندر کو ساکن و خشک چھوڑ جا، بلاشبہ یہ لوگ

وَّعُيُوۡنٍ ㉕ وَّزُرُوۡعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيۡمٍ ㉖ وَّنَعۡمَةٍ كَانُوۡا فِيۡهَا فٰكِهِيۡنَ ㉗ كَذٰلِكَ قف

(آل فرعون) غرق شدہ لشکر ہیں ㉔ وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے ㉕ اور کھیتیاں اور شاندار محل ㉖ اور سامان عیش جن میں وہ مزے

وَاَوۡرَثۡنٰهَا قَوۡمًا اٰخَرِيۡنَ ㉘ فَمَا بَكَتۡ عَلَيۡهِمُ السَّمَآءُ وَالۡاَرۡضُ وَمَا كَانُوۡا

کر رہے تھے ㉗ اسی طرح (ہوا) اور ہم نے ایک دوسری قوم کو ان (سب) کا وارث بنا دیا ㉘ پھر ان پر آسمان اور زمین نہ روئے، اور نہ

مُنۡظَرِيۡنَ ㉙ ع وَلَقَدۡ نَجَّيۡنَا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ مِنَ الۡعَذَابِ الۡمُهِيۡنِ ㉚ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ ؕ اِنَّهٗ ع 1 29 14

انھیں مہلت دی گئی ㉙ اور البتہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو رسوا کن عذاب سے نجات دی ㉚ (یعنی) فرعون سے، بلاشبہ وہ بڑا ہی سرکش (اور)

كَانَ عَالِيًا مِّنَ الۡمُسۡرِفِيۡنَ ㉛ وَلَقَدِ اخۡتَرۡنٰهُمۡ عَلٰى عِلۡمٍ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ㉜ وَاٰتَيۡنٰهُمۡ

حد سے گزرنے والوں میں سے تھا ㉛ اور البتہ بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو جانتے بوجھتے ہوئے جہانوں پر ترجیح دی ㉜ اور ہم نے انھیں

مِّنَ الۡاٰيٰتِ مَا فِيۡهِ بَلٰٓـؤٌا مُّبِيۡنٌ ㉝

نشانیاں دی تھیں جن میں کھلی آزمائش تھی ㉝

مَّكَانٍۭ بَعِيۡدٍ ۚ ﴾ (سبا 34:51، 52) ”اور کاش! آپ دیکھیں جب یہ گھبرا جائیں گے تو (عذاب سے) بچ نہیں سکیں گے اور نزدیک ہی سے پکڑ لیے جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لے آئے اور (اب) اتنی دور سے ان کے لیے (ایمان کا) حصول کیسے ممکن ہے!“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا كَاشِفُوا الۡعَذَابِ قَلِيۡلًا اِنَّكُمۡ عَآئِدُوۡنَ ⑮ ﴾ ”بے شک ہم تھوڑی دیر کے لیے عذاب ٹال دیتے ہیں (مگر پھر) بلاشبہ دوبارہ تم وہی (کچھ) کرنے والے ہو۔“ معنی یہ ہیں کہ اگر ہم تم سے عذاب ٹال دیں اور تمھیں دنیا میں ایک بار پھر لوٹا دیں تو تم پھر کفر اور تکذیب کی روش کو اختیار کر لو گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَوۡ رَحِمۡنٰهُمۡ وَكَشَفۡنَا مَا بِهِمۡ

مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ○ ﴾ (المؤمنون 23:75) ”اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جو تکلیفیں ان کو پہنچ رہی ہیں وہ دور کر دیں تو اپنی سرکشی پر اڑے رہیں (اور) بھٹکتے پھریں۔“ نیز فرمایا: ﴿ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ ﴾ (الأنعام 6:28) ”اور اگر یہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے ان کو منع کیا گیا تھا، وہی پھر کرنے لگیں، کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔“

﴿ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ﴾ کی تفسیر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ⑯ ﴾ ”جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں۔“ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر غزوۂ بدر سے کی ہے۔① اور اس جماعت کا بھی یہی قول ہے جنھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی دخان کے بارے میں تفسیر سے اتفاق کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی بروایت عوفی یہی مروی ہے۔② نیز اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔③ گو اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ غزوۂ بدر کی طرف اشارہ ہو لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سخت پکڑ سے قیامت کے دن کی پکڑ مراد ہے۔ غزوۂ بدر بھی اگرچہ کفار کے لیے ایک پکڑ تھی لیکن ابن جریر رحمہ اللہ نے بروایت عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ سخت پکڑ سے مراد بدر کا دن ہے مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔④ اس روایت کی سند صحیح ہے اور امام حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔⑤ اور زیادہ صحیح روایت کے مطابق عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کیا ہے کہ یہ قیامت کے دن کی طرف اشارہ ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 33-17

بنی اسرائیل کی نجات: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان مشرکین سے پہلے ہم نے قوم فرعون، یعنی مصر کے قبطیوں کی بھی آزمائش کی تھی ﴿ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِیْمٌ ⑰ ﴾ ”اور ان کے پاس ایک عالی قدر پیغمبر آئے۔“ یعنی موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام ﴿ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ ﴾ ”(جنھوں نے) یہ (کہا) کہ اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو۔“ جیسا کہ دوسری جگہ ہے: ﴿ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی ○ ﴾ (طٰہٰ 20:47) ”تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ (جانے کے لیے) چھوڑ دے اور انھیں تکلیف نہ دے ہم تیرے پاس تیرے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں اور جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلامتی ہو۔“ ﴿ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ⑱ ﴾ ”بے شک میں تمھارا امانت دار پیغمبر ہوں۔“ یعنی میں تمھیں جو بات پہنچاتا ہوں اس میں امین ہوں ﴿ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَی اللّٰهِ ۚ ﴾ ”اور اللہ کے سامنے سرکشی نہ کرو۔“ یعنی اس کی آیات کی اتباع، اس کے دلائل کو تسلیم کرنے اور اس کی براہین پر ایمان لانے کے بجائے تکبر نہ کرو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ○ ﴾ (المؤمن 40:60) ”بے شک جو لوگ میری عبادت سے ازراہِ تکبر کنارہ کشی کرتے ہیں، عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔“

---

① تفسیر الطبری: 25/146. ② تفسیر القرطبی: 16/134. ③ تفسیر القرطبی: 16/134. ④ تفسیر الطبری: 25/152. ⑤ تفسیر الطبری: 25/152.

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنِّیْۤ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ⑲ ﴾ ”میں تمھارے پاس کھلی دلیل لے کر آیا ہوں۔“ یعنی واضح اور ظاہر دلیل اور اس سے مراد وہ روشن آیات اور قطعی دلائل ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا۔ ﴿ وَ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ⑳ ﴾ ”اور اس (بات) سے کہ تم مجھے سنگسار کرو بے شک میں اپنے اور تمھارے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو صالح کا قول ہے کہ اس سے زبان کی سنگ زنی، یعنی گالی گلوچ مراد ہے۔① اور قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد پتھروں سے مارنا ہے،② یعنی میں اس اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس نے مجھے اور تمھیں پیدا فرمایا ہے کہ تم قول یا فعل سے میرے ساتھ کوئی برا سلوک کرو۔ ﴿ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ ㉑ ﴾ ”اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔“ میرے منہ نہ لگو، میرے اور اپنے معاملے کو چھوڑ دو حتی کہ ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا، جب موسیٰ علیہ السلام کا قیام ان میں طول اختیار کر گیا اور انھوں نے ان پر اللہ تعالیٰ کے تمام دلائل کو ثابت کر دیا مگر اس سے ان کے کفر اور دشمنی میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا تو انھوں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے ان کے بارے میں بد دعا کی جو ان کے بارے میں پوری طرح نافذ ہو گئی تھی جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ قَالَ مُوْسٰى رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِیْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ○ قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِیْمَا ﴾ (یونس 89,88:10) ”اور موسیٰ نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں (بہت سا) ساز و برگ اور مال و زر دے رکھا ہے، اے ہمارے پروردگار! اس لیے کہ تیرے رستے سے گمراہ کر دیں، اے ہمارے پروردگار! ان کے مال برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں، جب تک عذاب الیم نہ دیکھ لیں۔ اللہ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی، لہٰذا تم ثابت قدم رہنا۔“ اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ㉒ ﴾ ”تب اس (موسیٰ) نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ یقیناً یہ مجرم لوگ ہیں۔“ تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دے دیا کہ وہ فرعون کی اجازت، مشورے اور اذن کے بغیر بنی اسرائیل کو ان کے ہاں سے نکال کر لے جائیں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ㉓ ﴾ ”پس میرے بندوں کو راتوں رات لے کر چلے جاؤ بے شک (فرعونیوں کی طرف سے) تمھارا پیچھا کیا جائے گا۔“ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿ وَ لَقَدْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى ۙ۬ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّ لَا تَخْشٰى ○ ﴾ (طٰہٰ 77:20) ”اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو راتوں رات نکال لے جاؤ، پھر ان کے لیے دریا میں (لاٹھی مار کر) خشک رستہ بناؤ، نہ تو تم کو پکڑے جانے کا خوف ہوگا اور نہ (غرق ہونے کا) ڈر۔“ اور یہاں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿ وَ اتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ㉔ ﴾ ”اور دریا کو خشک ہی چھوڑ دو (تمھارے بعد) بلا شبہ ان کا تمام لشکر ڈبو دیا جائے گا۔“

---

① تفسیر الطبری: 155/25 و تفسیر القرطبی: 135/16. ② تفسیر الطبری: 155/25.

موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے جب دریا عبور کر لیا تو موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ فرمایا کہ دریا پر عصا ماریں تاکہ وہ پہلی حالت کی طرح ہو جائے تاکہ ان کے اور فرعون کے درمیان حائل ہو جائے اور وہ ان کے پاس نہ پہنچ سکے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دے دیا کہ دریا کو اسی طرح ساکن رہنے دیں اور ساتھ انھیں خوش خبری بھی سنا دی کہ اس تمام لشکر کو ڈبو دیا جائے گا اور تمھیں نہ تو فرعون کے آ پکڑنے کا خوف ہو گا اور نہ دریا میں غرق ہونے کا ڈر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ط ﴾ کے معنی یہ بیان فرماتے ہیں کہ دریا کو اسی شکل وصورت میں چھوڑ کر چل دو۔ ① مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ رَهْوًا ط ﴾ کے معنی ہیں کہ اسے اسی طرح خشک رستہ رہنے دو اور اسے اپنی اصلی حالت کی طرف پلٹ جانے کا حکم نہ دو بلکہ اسے اسی طرح رہنے دو حتی کہ ان کا آخری شخص تک اس میں داخل ہو جائے۔ ② عکرمہ، ربیع بن انس، ضحاک، قتادہ، ابن زید، کعب احبار، سماک بن حَرب اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ ③

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿25﴾ وَّ زُرُوْعٍ ﴾ ”وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے چھوڑ گئے اور کھیتیاں۔“ یعنی نہریں اور کنویں۔ ﴿ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿26﴾ ﴾ ”اور نفیس مکان۔“ یعنی نفیس مکانات اور عالی شان محلات۔ مجاہد اور سعید بن جبیر کہتے ہیں: ﴿ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿26﴾ ﴾ سے مراد منبر ہیں۔ ④ ﴿ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿27﴾ ﴾ ”اور آرام کی چیزیں جن میں عیش کیا کرتے تھے۔“ یعنی وہ بہت عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے تھے جو چاہتے کھاتے اور پسندیدہ لباس پہنتے تھے، علاوہ ازیں انھیں مال ودولت کی فراوانی اور علاقے کی حکمرانی حاصل تھی مگر اس ساری عیش وعشرت، مال ودولت اور منصب واقتدار سے وہ بیک وقت محروم کر دیے گئے، انھوں نے دنیا کو چھوڑ دیا اور جہنم رسید ہو گئے جو کہ بدترین ٹھکانا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَذٰلِكَ قف وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿28﴾ ﴾ ”اسی طرح (ہوا) اور ہم نے دوسرے لوگوں کو ان کا مالک بنا دیا۔“ اور وہ بنی اسرائیل تھے۔ ﴿ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ ﴾ ”تو پھر ان پر نہ تو آسمان اور زمین روئے۔“ یعنی ان کے اعمال اچھے نہیں تھے کہ آسمان کے دروازوں سے اوپر چڑھتے ہوں اور اب وہ ان کے نہ چڑھنے کی وجہ سے روتے ہوں اور نہ زمین ہی کے مختلف علاقوں میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ اب وہ ان کی عدم موجودگی کو محسوس کرتی ہو، اس لیے وہ اسی بات کے مستحق تھے کہ انھیں ذرہ بھر مہلت نہ دی جاتی، اس لیے کہ وہ کفر، جرم، سرکشی اور دشمنی کی تمام حدود سے تجاوز کر گئے تھے۔ ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض کی: اے ابو العباس! ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ وَ مَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿29﴾ ﴾ تو کیا آسمان وزمین بھی کسی پر روتے ہیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں، مخلوقات میں سے ہر ایک کے لیے آسمان میں ایک دروازہ ہے جس سے اس کا رزق نازل ہوتا اور عمل اوپر جاتا ہے، جب مومن فوت ہو جاتا ہے تو اس کا وہ دروازہ بند کر دیا جاتا ہے جس سے اس کا عمل اوپر جاتا اور رزق نازل ہوتا تھا اور جب وہ اس کے عمل کو اوپر آتے ہوئے نہیں دیکھتا تو رونے لگتا ہے،

---

① تفسیر ابن أبی حاتم :3288/10. ② تفسیر الطبری :158/25 مختصراً. ③ تفسیر الطبری :158/25 . ④ تفسیر الطبری :159/25 .

اسی طرح جب وہ زمین اسے نہیں دیکھتی جس پر وہ نماز ادا کیا کرتا تھا اور اللہ کا ذکر کیا کرتا تھا تو وہ زمین بھی اس پر روتی ہے، قوم فرعون کے نہ تو زمین میں نیک آثار تھے اور نہ ان کا کوئی نیک عمل ہی اوپر جاتا تھا، اس لیے ان پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین۔ ①

عوفی نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ②

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدۡ نَجَّیۡنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مِنَ الۡعَذَابِ الۡمُهِیۡنِ ۝٣٠ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِیًا مِّنَ الۡمُسۡرِفِیۡنَ ۝٣١﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات دی (یعنی) فرعون سے، بے شک وہ سرکش (اور) حد سے نکلا ہوا تھا۔“ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر اپنے اس احسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے انھیں فرعون کی ذلت و رسوائی سے نجات بخشی اور مشقت کے ان سخت کاموں سے بچا لیا جس میں فرعون نے انھیں لگا رکھا تھا ﴿مِنۡ فِرۡعَوۡنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِیًا﴾ ”فرعون سے، بے شک وہ سرکش تھا۔“ ﴿عَالِیًا﴾ کے معنی ہیں: متکبر، سرکش اور دشمن جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ﴾ (القصص 28:4) ”بے شک فرعون نے زمین میں سرکشی کی۔“ اور فرمایا: ﴿فَاسۡتَكۡبَرُوۡا وَكَانُوۡا قَوۡمًا عَالِیۡنَ ۚ﴾ (المؤمنون 23:46) ”تو انھوں نے تکبر کیا اور وہ سرکش لوگ تھے۔“ ﴿عَالِیۡنَ ۚ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ حد سے بڑھ جانے والے تھے تو معنی یہ ہوئے کہ فرعون اپنے معاملے میں حد سے بڑھا ہوا تھا اور فی نفسہ بہت گھٹیا رائے کا مالک تھا۔

اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدِ اخۡتَرۡنٰهُمۡ عَلٰی عِلۡمٍ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ۝٣٢﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو اہل عالم سے دانستہ منتخب کیا۔“ مجاہد کہتے ہیں: ﴿اخۡتَرۡنٰهُمۡ عَلٰی عِلۡمٍ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ۝٣٢﴾ کے معنی ہیں کہ ان لوگوں میں سے ان کا انتخاب کیا جو ان کے دور میں تھے۔ ③ قتادہ کہتے ہیں کہ اپنے زمانے کے لوگوں پر انھیں فائق کر دیا تھا جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ہر زمانے کا ایک عالم ہوتا ہے۔ ④ بہرحال یہ آیت اسی طرح ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اِنِّی اصۡطَفَیۡتُكَ عَلَی النَّاسِ﴾ (الأعراف 7:144) ”اس (اللہ) نے فرمایا: موسیٰ! میں نے تم کو لوگوں سے ممتاز کیا ہے۔“ یعنی اپنے زمانے کے لوگوں پر انھیں ممتاز کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام سے بھی فرمایا تھا: ﴿وَاصۡطَفٰكِ عَلٰی نِسَآءِ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝﴾ (آل عمران 3:42) ”اور اس نے تجھے جہان کی عورتوں پر منتخب کیا ہے۔“ یعنی اپنے زمانے کی عورتوں میں سے وہ منتخب تھیں جبکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان سے افضل یا شرف و فضل میں ان کے مساوی ہیں، اسی طرح فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم بھی، نیز آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا: [إِنَّ فَضۡلَ عَائِشَةَ عَلَی النِّسَاءِ کَفَضۡلِ الثَّرِیدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ] ”بے شک عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام خواتین پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید کو دیگر تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔“ ⑤ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿وَاٰتَیۡنٰهُمۡ مِّنَ الۡاٰیٰتِ﴾ ”اور ہم نے انھیں نشانیاں دی تھیں۔“ یعنی دلائل و براہین

---

① تفسیر الطبری: 161/25. ② تفسیر الطبری: 162/25. ③ تفسیر الطبری: 164/25. ④ تفسیر الطبری: 163/25. ⑤ صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالی: ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیۡنَ ......﴾ (التحریم 66:11، 12)، حدیث: 3411 و حیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل خدیجة أم المؤمنین رضی اللہ عنہا، حدیث: 2431 عن أبی موسی رضی اللہ عنہ.

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ۙ ㉞ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ㉟ فَاْتُوْا

بلاشبہ یہ لوگ تو بڑے عزم سے کہتے ہیں: ㉞ ہمیں مرنا تو بس پہلی بار ہے، اور ہمیں دوبارہ تو نہیں اٹھایا جائے گا ㉟ پھر

بِاٰبَآىِٕنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ㊱ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ

اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ ㊱ کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا قوم تُبَّع اور وہ لوگ جو ان سے پہلے ہوئے؟ ہم نے

قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ ۫ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ㊲

انھیں ہلاک کر دیا، بلاشبہ وہ مجرم تھے ㊲

اور خرق عادت امور، ﴿ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ㉝ ﴾ ''جن میں صریح آزمائش تھی۔'' یعنی اس میں واضح اور ظاہر آزمائش تھی، ان لوگوں کے لیے جو اس سے ہدایت حاصل کرنا چاہیں۔

تفسیر آیات: 34-37

منکرین قیامت کی تردید: مشرکین نے بعث بعد الموت اور آخرت کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ صرف یہی دنیا ہی کی زندگی ہے موت کے بعد اور کوئی زندگی نہیں اور نہ ہی موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنا ہے اور اس سلسلے میں وہ دلیل یہ دیتے تھے کہ ہمارے سابقہ آباء و اجداد جب ایک بار دنیا سے چل بسے تو وہ دوبارہ واپس نہیں آئے اور اگر بعث بعد الموت حق ہے ﴿ فَاْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ㊱ ﴾ ''تو ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر) لاؤ اگر تم سچے ہو۔'' جبکہ ان کی یہ دلیل باطل اور ان کا یہ شبہ فاسد تھا، اس لیے کہ دوبارہ جی اٹھنا تو قیامت کے دن ہوگا نہ کہ دنیا کی زندگی میں، دنیا کی زندگی کے ختم ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کو دوبارہ پیدا فرمائے گا اور ظالموں کو آتش جہنم کا ایندھن بنا دے گا اور اس دن تم لوگوں پر گواہ اور رسول اللہ ﷺ تم پر گواہ ہوں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے اپنے اس عذاب سے ڈرایا ہے کہ جو آ جائے تو اسے ٹالا نہیں جا سکتا جیسا کہ ماضی میں بھی وہ ان جیسے مشرکین اور منکرین بعث بعد الموت، مثلاً: قوم تبع، یعنی اہل سبا پر آیا تو وہ اسے ٹال نہ سکے بلکہ اللہ عزوجل نے اپنا عذاب بھیج کر انھیں ہلاک کر ڈالا، ان کے شہروں کو تباہ و برباد کر دیا اور انھیں مختلف علاقوں میں تتر بتر کر دیا جیسا کہ سورۂ سبا میں بھی اس کا ذکر گزر چکا ہے۔① اور اس سورت کا آغاز ہی مشرکین کے انکار آخرت کے ذکر سے ہوتا ہے، اسی طرح یہاں بھی مشرکین کو ان لوگوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، وہ لوگ بھی عرب تھے اور قحطان سے تعلق رکھتے تھے جبکہ یہ عرب عدنان سے تعلق رکھتے ہیں۔

تُبَّع کون تھا؟ حِمیَر یعنی اہل سبا اپنے ہر بادشاہ کو تبع کے لقب سے موسوم کرتے تھے جیسے ایران کے بادشاہ کو کسریٰ، روم کے بادشاہ کو قیصر، مصر کے کافر بادشاہ کو فرعون اور حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، اسی طرح مختلف علاقوں کے لوگوں نے اپنے بادشاہوں کے لیے مختلف نام تجویز کر رکھے تھے۔ اتفاق کی بات کہ ایک تبع یمن سے نکلا اور مختلف ملکوں کو فتح

---

① دیکھیے سبا، آیات: 15-19 کے ذیل میں۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ㊳ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے کھیل تماشا کے طور پر پیدا نہیں کیا㊳ ہم نے یہ دونوں تو حق (ایک مقصد)

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ㊴ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ㊵ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ

ہی کے ساتھ پیدا کیے ہیں اور لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے㊴ بلاشبہ فیصلے کا دن ان سب کے لیے طے شدہ ہے㊵ اس دن کوئی دوست

مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۙ㊶ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ

کسی دوست کے کچھ کام نہیں آئے گا، اور نہ ان کی مدد ہی کی جائے گی㊶ سوائے اس کے جس پر اللہ نے رحم کیا۔ بلاشبہ وہی نہایت غالب،

الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ㊷ ع 2 13 15

خوب رحم کرنے والا ہے㊷

کرتا ہوا سمرقند تک پہنچ گیا، اس کی سلطنت بہت وسیع و عظیم اور اس کی فوج بہت طاقتور ہوگئی، اس کی مملکت کی حدود بہت وسیع اور رعایا کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی، اسی بادشاہ نے حیرہ کا شہر آباد کیا تھا۔ اتفاق کی بات کہ اس کا مدینہ منورہ سے گزر ہوا اور یہ زمانۂ جاہلیت کی بات ہے تو اس نے یہاں کے لوگوں سے بھی جنگ کا ارادہ کیا تو مدینہ کے لوگوں نے اس کا مقابلہ کیا، دن کو وہ اس سے لڑائی کرتے اور رات کو مہمان نوازی، اس سے اس بادشاہ نے شرم و حیا محسوس کرتے ہوئے لڑائی کو ترک کر دیا، البتہ وہ یہاں سے دو یہودی علماء کو اپنے ساتھ لے گیا، انھوں نے ازراہ ہمدردی و خیر خواہی بادشاہ کو بتایا کہ وہ اس شہر کو فتح نہیں کر سکتا کیونکہ یہاں نبی آخر الزمان ہجرت کر کے تشریف لائیں گے، وہ بادشاہ مدینہ سے واپس چلا گیا اور ان دو یہودی عالموں کو اپنے ساتھ یمن لے گیا، جب مکہ کے پاس سے اس کا گزر ہوا تو اس نے کعبہ کو منہدم کرنا چاہا تو ان یہودی عالموں نے اسے اس سے بھی منع کیا اور اس گھر کی عظمت کے بارے میں اسے آگاہ کیا اور اسے بتایا کہ اسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا اور آخر زمانے میں مبعوث ہونے والے نبی کے ہاتھوں اس کی عظمت کو چار چاند لگ جائیں گے، یہ سن کر اس نے بھی کعبہ کی تعظیم کی، دھاری دار ریشمی کپڑوں کا غلاف پہنایا اور یمن واپس چلا گیا اور وہاں کے لوگوں کو اس نے دعوت دی کہ وہ بھی اس کے ساتھ یہودیت اختیار کر لیں۔ یمن میں ان دنوں موسیٰ علیہ السلام کا دین رائج تھا، یعنی ان لوگوں کا دین جو مسیح علیہ السلام کی بعثت سے قبل ہدایت پر تھے، یمن کے عام لوگوں نے اس کے کہنے سے یہودیت کو اختیار کر لیا۔

امام عبدالرزاق نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا أَدْرِي تُبَّعٌ نَبِيًّا كَانَ أَمْ غَيْرَ نَبِيٍّ] ”مجھے نہیں معلوم کہ تبع نبی تھا یا نہیں۔“ ① تمیم بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ عطاء بن ابورباح نے کہا کہ تبع کو گالی نہ دو

---

① تفسیر البغوی: 181,180/4 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3289/10، البتہ کتب احادیث میں یہ روایت ان الفاظ سے منقول ہے: [مَا أَدْرِي أَتُبَّعٌ لَعِينٌ هُوَ أَمْ لَا] دیکھیے سنن أبی داود، السنة، باب فی التخییر بین الأنبیاء علیہم السلام، حدیث: 4674. علامہ البانی رحمہ اللہ نے السلسلة الصحیحة: 253/5، حدیث: 2217 کے تحت لکھا ہے کہ مستدرک حاکم کی روایت میں [لَعِينًا] کے بجائے [نَبِيًّا] ہے اور یہ کاتب یا پرنٹر کی غلطی ہے۔ اور یہاں درست [لَعِينًا] ہی ہے، جیسا کہ دیگر روایات میں بھی اسی طرح ہے۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۙ ㊸ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۛ ㊹ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۙ ㊺ كَغَلْيِ

بے شک تھوہر کا درخت ㊸ گناہ گار کا کھانا ہے ㊹ پگھلے تانبے (یا تلچھٹ) کے مانند، وہ پیٹوں میں کھولے گا ㊺ تیز گرم پانی کے کھولنے

الْحَمِيْمِ ㊻ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۖ ㊼ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ

کی طرح ㊻ (حکم ہوگا:) اسے پکڑو اور گھسیٹتے ہوئے جہنم کے درمیان لے جاؤ ㊼ پھر اس کے سر پر تیز گرم پانی کا عذاب انڈیلو ㊽

الْحَمِيْمِ ۭ ㊽ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ㊾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ㊿

(مزہ) چکھ! بے شک تو بڑا عزت والا، بڑا تکریم والا (بنا پھرتا) تھا ㊾ بلاشبہ یہی وہ (عذاب) ہے جس میں تم شک کرتے تھے ㊿

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے گالی دینے سے منع فرمایا ہے۔① وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 38-42

دنیا بے مقصد نہیں پیدا کی گئی: اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل اور اپنی ذات گرامی کے لہو ولعب اور باطل سے پاک ہونے کا اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے جیسا کہ درج ذیل ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے: ﴿ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۭ﴾ (صٓ 38:27) ”اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے اس کو خالی از مصلحت پیدا نہیں کیا، یہ ان کا گمان ہے جو کافر ہیں سو کافروں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ○ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ○ ﴾ (المؤمنون 23:115،116) ”تو کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔ حقیقی بادشاہ اللہ کی ذات بڑی ہی برتر ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہی) عرشِ بزرگ کا مالک ہے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ ㊵ ﴾ ”کچھ شک نہیں کہ فیصلے کا دن ان سب (کے اٹھنے) کا طے شدہ وقت ہے۔“ اس سے مراد قیامت کا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ مخلوقات میں فیصلہ فرمائے گا، کافروں کو عذاب دے گا اور مومنوں کو ثواب۔ ﴿ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ ㊵ ﴾ ”ان سب (کے اٹھنے) کا طے شدہ وقت ہے۔“ یعنی اس دن وہ اگلوں اور پچھلوں سب کو جمع فرمائے گا: ﴿ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا ﴾ ”جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا۔“ یعنی کوئی قریبی کسی قریبی کو نفع نہیں پہنچا سکے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ○ ﴾ (المؤمنون 23:101) ”پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو نہ تو اس دن ان میں قرابتیں رہیں گی اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۚ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ ﴾ (المعارج 70:10،11) ”اور کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کا پرسان نہ ہوگا حالانکہ وہ انھیں دکھائے جائیں گے۔“ یعنی کوئی اپنے بھائی سے اس کا حال بھی نہیں پوچھے گا، حالانکہ وہ اسے بالکل اپنے سامنے دیکھ رہا ہوگا ﴿ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۙ ㊶ ﴾ ”اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔“ یعنی نہ تو کوئی قریبی کسی قریبی کی مدد کرے گا اور نہ انھیں باہر سے کوئی مدد ملے گی ﴿ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ

---

① تفسیر عبدالرزاق :3/187، رقم: 2822 اور دیکھیے السلسلة الصحيحة :5/548، حدیث: 2423.

اللّٰهُ ؕ ﴾ ’’مگر جس پر اللہ مہربانی کرے۔‘‘ یعنی اس دن مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سوا اور کوئی چیز کام نہ آئے گی، ﴿ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝42 ﴾ ’’بے شک وہ نہایت غالب، بڑا مہربان ہے۔‘‘ یعنی وہ غالب بھی ہے اور اس کی وسیع رحمت بے پایاں بھی ہے۔

تفسیر آیات: 43-50

قیامت کے دن مشرکین کے لیے عذاب: اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے جس میں وہ کافروں اور منکروں کو مبتلا کرے گا کہ ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝43 طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝44 ﴾ ’’بلاشبہ تھوہر کا درخت گناہ گار کا کھانا ہے۔‘‘ یعنی اس کا جو اپنے قول و فعل میں گناہ گار رہے اور اس سے مراد کافر ہے اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے ذکر کیا ہے کہ یہ ابوجہل کی طرف اشارہ ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ابوجہل بھی اس آیت میں داخل ہے لیکن یہ صرف اسی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ ایک شخص کو یہ پڑھا رہے تھے: ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝43 طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝44 ﴾ تو اس نے کہا: طَعَامُ الْيَتِيمِ تو ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ کہو کہ تھوہر کا درخت فاجر کا کھانا ہے۔① یعنی اس کے لیے اس کے سوا اور کوئی کھانا نہ ہوگا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اگر اس کا ایک قطرہ زمین پر گر جائے تو اہل زمین کی زندگی خراب ہو جائے۔② قبل ازیں اس مفہوم کی ایک مرفوع حدیث بھی بیان کی جا چکی ہے۔③

﴿ كَالْمُهْلِ ۚ ﴾ یعنی زیتون کی تلچھٹ کی طرح ﴿ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝45 كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ۝46 ﴾ ’’پیٹوں میں (اسی طرح) کھولے گا، جس طرح گرم پانی کھولتا ہے۔‘‘ یعنی حرارت و تمازت کے باعث گرم پانی کی طرح کھولے گا۔ ﴿ خُذُوْهُ ﴾ ’’(حکم دیا جائے گا کہ) اس کو پکڑ لو۔‘‘ یعنی کافر کو اور (منہال بن عمرو سے) منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دوزخ کے فرشتوں سے یہ فرمائیں گے کہ اس کافر کو پکڑ لو تو ستر ہزار فرشتے اسے جلدی سے اپنی گرفت میں لے لیں گے۔④ ﴿ فَاعْتِلُوْهُ ﴾ ’’پھر اسے کھینچو۔‘‘ یعنی اسے پشت کے بل خوب زور سے گھسیٹو، مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ ﴾ کے معنی ہیں کہ اسے پکڑو اور دھکا دے دو،⑤ ﴿ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝47 ﴾ ’’دوزخ کے درمیان میں۔‘‘ یعنی جہنم کے درمیان میں لے جاؤ، ﴿ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ۝48 ﴾ ’’پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا کچھ عذاب انڈیل دو۔‘‘ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَ الْجُلُوْدُ ۝ ﴾ (الحج 22: 20,19) ’’ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا، اس سے ان کے پیٹوں کے اندر کی چیزیں اور کھالیں گل جائیں گی۔‘‘ فرشتہ اسے لوہے کے ہتھوڑے کے

---

① تفسیر الطبری: 168/25. ② تفسیر الطبری: 169/25 مزید دیکھیے جامع الترمذی، صفة جهنم، باب ماجاء في صفة شراب أهل النار، حديث: 2585 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب صفة النار، حديث: 4325 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ.
③ دیکھیے الصّٰٓفّٰت، آیات: 62-66 کے ذیل میں مفصل تفسیر ابن کثیر جبکہ المصباح المنیر میں یہ روایت ذکر نہیں کی گئی، اسی طرح دیکھیے المصباح المنیر، ال عمرٰن، آیت: 102 کے تحت۔ ④ التخويف من النار لابن رجب الحنبلي، ص: 162(C.D).
⑤ تفسیر الطبری: 173/25.

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ (51) ۙ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ (52) ۚۙ یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ

بے شک متقین سکھ چین کی جگہ ہوں گے (51) باغات اور چشموں میں (52) وہ باریک اور موٹا ریشم پہنیں گے، آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے (53)

وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ (53) ۚۙ كَذٰلِكَ ۫ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ (54) ؕ یَدْعُوْنَ فِیْهَا بِكُلِّ

اسی طرح ہوگا۔ اور ہم غزال چشم (بڑی بڑی آنکھوں والی) حوروں کو ان کی بیویاں بنا دیں گے (54) وہاں وہ اطمینان سے ہر قسم کا پھل طلب

فَاكِهَةٍ اٰمِنِیْنَ (55) ۙ لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰی ۚ وَوَقٰىهُمْ

کریں گے (55) وہاں وہ موت (کا مزہ) نہ چکھیں گے، سوائے پہلی موت کے اور وہ (اللہ) انھیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے گا (56) (یہ)

عَذَابَ الْجَحِیْمِ (56) ۙ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (57) فَاِنَّمَا

آپ کے رب کا فضل ہوگا۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے (57) بس (اے نبی!) ہم نے تو اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے،

یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ (58) فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ (59) ع 3 ع 17 16

تاکہ وہ نصیحت پکڑیں (58) لہٰذا (اب) آپ انتظار کیجیے۔ بلاشبہ وہ بھی منتظر ہیں (59)

ساتھ مارے گا جس سے اس کا دماغ پھٹ جائے گا، پھر اس کے سر پر گرم کھولتا ہوا پانی انڈیل دیا جائے گا جو اس کے بدن میں اتر جائے گا جو اس کے پیٹ کی انتڑیوں وغیرہ کو کچل دے گا اور اس کے ٹخنوں میں سے نکل جائیں گی، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین!

﴿ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ (49)﴾ ''(اب مزہ) چکھ بے شک تو بڑی عزت والا (اور) سردار ہے۔'' یعنی فرشتوں کو حکم ہوگا کہ تم اس سے ڈانٹ ڈپٹ اور ذلت و رسوائی کے طور پر یہ بھی کہو، ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تو نہ عزت والا ہے اور نہ سردار۔ ① ﴿اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ (50)﴾ ''بے شک یہ وہی (دوزخ) ہے جس میں تم لوگ شک کیا کرتے تھے۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰی نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ؕ ○ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ○ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۚ ○﴾ (الطور 52:13-15) ''جس دن وہ آتش جہنم کی طرف دھکیل دھکیل کر لے جائے جائیں گے، یہی وہ جہنم ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے تو کیا یہ جادو ہے یا تم کو نظر ہی نہیں آتا۔'' اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ (50)﴾ ''بے شک یہ وہی (دوزخ) ہے جس میں تم لوگ شک کیا کرتے تھے۔''

تفسیر آیات: 51-59

پرہیزگاروں کے لیے جنت کی نعمتیں: بدبختوں اور بدنصیبوں کے حال کے بعد اب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خوش بختوں اور سعادت مندوں کا ذکر فرمایا ہے اور اسی وجہ سے قرآن مجید کا نام ''مثانی'' رکھا گیا ہے جس میں مضامین کو دوہرا کر بیان کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ﴾ ''بے شک پرہیزگار لوگ۔'' یعنی دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 3290/10.

﴿فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ (51) لا﴾ ”پرامن مقام میں ہوں گے۔“ یعنی آخرت میں جنت میں ہوں گے اور اس میں موت یا نکالے جانے کے خوف سے امن میں ہوں گے، نیز وہ ہر غم وفکر، گھبراہٹ اور پریشانی، تکلیف وتھکاوٹ، شیطان اور اس کے مکرو فریب اور تمام آفات ومصائب سے محفوظ ہوں گے۔ ﴿فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (52) لا﴾ ”باغوں اور چشموں میں۔“ یعنی ان لوگوں کے مقابلے میں جن کو تھوہر کا درخت کھانے اور گرم کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا، یہ لوگ جنت کے باغات اور چشموں سے شادکام ہوں گے۔ ﴿يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ﴾ ”وہ ریشم کا باریک لباس پہنیں گے۔“ اعلیٰ قسم کا ریشم جسے وہ قمیصوں کے لیے استعمال کریں گے۔ ﴿وَّ اِسْتَبْرَقٍ﴾ ”اور دبیز ریشم۔“ جس میں بہت چمک دمک اور سج دھج ہوگی جسے وہ زیب وزینت کے طور پر استعمال کریں گے، ان چیزوں کی طرح جنھیں لباس کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ ﴿مُّتَقٰبِلِيْنَ (53) لا﴾ ”ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔“ یعنی وہ تختوں پر جلوہ افروز ہوں گے اور ایک دوسرے کے سامنے اس طرح بیٹھے ہوں گے کہ کسی کی طرف کسی کی پشت نہ ہوگی۔

﴿كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ (54) ط﴾ ”(وہاں) اس طرح (کا حال ہوگا) اور ہم انھیں غزال چشم حوروں سے بیاہ دیں گے۔“ یعنی ان مذکورہ انعامات کے ساتھ ساتھ ایسی خوبصورت حوریں بھی عنایت کریں گے جن کی آنکھوں کی سفیدی اور سیاہی بالکل واضح ہوگی اور آنکھیں بھی موٹی ہوں گی جن کی یہ خوبی ہوگی ﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ج﴾ (الرحمٰن 55:56) ”انھیں اہل جنت سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی جن نے۔“ اور اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ ج﴾ (الرحمٰن 55:58) ”گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔“ ﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ج﴾ (الرحمٰن 55:60) ”نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ (55) لا﴾ ”وہاں مطمئن ہو کر ہر قسم کے پھل منگوائیں گے (اور کھائیں گے۔)“ یعنی جس انواع واقسام کے بھی پھل وہ طلب کریں گے ان کی خدمت میں پیش کر دیے جائیں گے اور انھیں پھلوں کے ختم ہو جانے یا ان سے روک دیے جانے کا بھی کوئی اندیشہ نہیں ہوگا بلکہ جب بھی وہ ارادہ کریں گے اسی وقت ان کی خدمت میں پیش کر دیے جائیں گے، ﴿لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ج﴾ ”وہاں وہ موت (کا مزہ) نہ چکھیں گے، سوائے پہلی موت کے۔“ یہ استثنا نفی کی تاکید کرتا ہے، یعنی استثنا منقطع ہے، معنی یہ ہیں کہ وہ جنت میں کبھی موت کا مزہ نہیں چکھیں گے جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يُؤْتَى بِالْمَوْتِ (فِي صُورَةِ) كَبْشٍ أَمْلَحَ ، فَيُوقَفُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ...... فَيُذْبَحُ...... ثُمَّ يُقَالُ:) يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ، وَيَا أَهْلَ النَّارِ! خُلُودٌ فَلَامَوْتَ] ”موت کو چتکبرے مینڈھے کی صورت میں لا کر جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا کر دیا جائے گا......، پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا......، پھر کہا جائے گا اے جنت والو! تم اب ہمیشہ ہمیشہ رہو گے اور کبھی موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! تم بھی اب ہمیشہ ہمیشہ رہو گے اور کبھی

موت نہیں آئے گی۔''① یہ حدیث قبل ازیں سورۂ مریم میں بھی بیان کی جا چکی ہے۔②

امام عبدالرزاق نے ابوسعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يُنَادِي مُنَادٍ: إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَصِحُّوا فَلَا تَسْقَمُوا أَبَدًا، وَّإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيَوْا فَلَا تَمُوتُوا أَبَدًا، وَّإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَشِبُّوا فَلَا تَهْرَمُوا أَبَدًا، وَّإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوا فَلَا تَبْأَسُوا أَبَدًا] ''ایک پکارنے والا صدا لگائے گا: بے شک اب تم تندرست رہو گے، سو کبھی بھی بیمار نہیں ہو گے یقیناً تم زندہ رہو گے، پس کبھی بھی نہیں مرو گے، بلاشبہ تم سدا جوان رہو گے، بعد ازاں کبھی بھی بوڑھے نہ ہو گے، کوئی شک نہیں کہ تم عیش و عشرت کی زندگی بسر کرو گے، پھر کبھی بھی پریشانی نہیں دیکھو گے۔''③ اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔④

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ دَخَلَ الْجَنَّةَ ، يَنْعَمُ فِيهَا لَا يَبْؤُسُ، وَيَحْيٰ فَلَا يَمُوتُ، لَا تَبْلٰى ثِيَابُهُ، وَلَا يَفْنٰى شَبَابُهُ] ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے، وہ جنت میں داخل ہو گا، اس میں ہمیشہ خوش و خرم رہے گا اور کبھی پریشان حال نہ ہو گا، زندہ رہے گا اور کبھی فوت نہیں ہو گا، نہ اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ اس کا شباب کبھی ختم ہو گا۔''⑤

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝56﴾ ''اور اللہ ان کو دوزخ کے عذاب سے بچائے گا۔'' یعنی ان عظیم الشان ابدی نعمتوں کے ساتھ ساتھ وہ انھیں دوزخ کے دردناک عذاب سے بھی بچائے اور محفوظ رکھے گا جس سے انھیں مطلوب حاصل ہو جائے گا اور جس عذاب سے انھیں ڈرایا گیا تھا اس سے نجات مل جائے گی، اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝57﴾ ''یہ آپ کے پروردگار کا فضل ہے، یہی تو بڑی کامیابی ہے۔'' یعنی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور احسان کی وجہ سے ہو گا جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(اِعْمَلُوا) قَارِبُوا وَسَدِّدُوا، وَاعْلَمُوا (فَإِنَّهُ لَنْ يُّدْخِلَ الْجَنَّةَ أَحَدًا عَمَلُهُ)، قَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ! وَلَا أَنْتَ؟ قَالَ: وَلَا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ] ''عمل کرو، میانہ روی اختیار کرو اور صحیح صحیح عمل کرو، جان لو کہ کسی کو اس کا عمل ہرگز جنت میں داخل نہیں کرے گا، صحابہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! اور آپ بھی نہیں؟ فرمایا: میں بھی نہیں، الا

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله عزوجل: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾ (مريم 19:39)، حديث:4730 عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ جبکہ پہلی قوسین والا جملہ السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾: 394,393/6، حديث: 11317 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ اور دوسری قوسین والے الفاظ صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء، حديث:2849 عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ. ② دیکھیے مریم، آیت : 39 کے ذیل میں عنوان: ''موت کا خاتمہ'' ③ تفسير عبدالرزاق:137/3، رقم:2648. ④ صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب في دوام نعيم أهل الجنة......، حديث : 2837 واللفظ له. ⑤ المعجم الأوسط للطبراني : 22,21/9، حديث:8041 مزید دیکھیے صحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها......، باب في دوام نعيم أهل الجنة......، حديث:2836.

یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت اور فضل کے ساتھ ڈھانپ لے۔‘‘①

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ ’’پس بے شک ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں۔‘‘ یعنی اس قرآن کو جسے ہم نے نازل کیا ہے، آسان، واضح، روشن اور نمایاں کر دیا ہے ﴿ بِلِسَانِكَ ﴾ ’’آپ کی زبان میں۔‘‘ جو تمام زبانوں سے زیادہ فصیح، روشن، شیریں اور بلند پایہ زبان ہے تاکہ وہ اس قرآن کو سمجھ اور سیکھ سکیں۔ قرآن مجید کے اس قدر واضح اور بین ہونے کے باوجود بعض لوگوں نے کفر، مخالفت اور دشمنی کا مظاہرہ کیا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تسلی دیتے ہوئے، فتح ونصرت کا وعدہ فرماتے ہوئے اور تکذیب کرنے والوں کو تباہی و بربادی کی وعید سناتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴾ ’’پس آپ بھی انتظار کریں یہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔‘‘ اور یہ عنقریب جان لیں گے کہ دنیا و آخرت میں کس کو فتح ونصرت اور سر بلندی و سرفرازی نصیب ہوتی ہے۔ اے محمد (ﷺ!) دنیا و آخرت کی کامیابیاں اور کامرانیاں تو آپ کے لیے آپ کے بھائیوں انبیاء و مرسلین کے لیے اور آپ کے نقش قدم پر چلنے والے مومنوں ہی کے لیے ہیں جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○ ﴾ (المجادلة 21:58) ’’اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے، بے شک اللہ زور آور، بڑا زبردست ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ○ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ○ ﴾ (المؤمن 52,51:40) ’’بے شک ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں، ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (قیامت کو بھی)، جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت اور برا گھر ہے۔‘‘

سورۂ دخان کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.

---

① صحيح البخارى، الرقاق، باب القصد والمداومة على العمل، حديث:6464,6463 وصحيح مسلم، صفات المنافقين وأحكامهم، باب لن يدخل أحد……، حديث:(76)-2816 عن أبى هريرة ﷺ و اللفظ له جبکہ پہلی قوسین والا لفظ اس سیاق میں نہیں ملا اور دوسری قوسین والے الفاظ صحيح مسلم، صفات المنافقين وأحكامهم، باب لن يدخل أحد……، حديث:2818 عن عائشة ﷺ کے مطابق ہیں۔

تفسیر
سُوْرَۂ جَاثِیَہ

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۚ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ② اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ

حٰمٓ① اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو بڑا زبردست، نہایت حکمت والا ہے② بلاشبہ آسمانوں اور زمین میں مومنوں کے لیے واقعی نشانیاں

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ③ؕ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ④ۙ وَاخْتِلَافِ

ہیں③ اور تمھاری پیدائش میں، اور ان چلنے پھرنے والوں میں جو وہ پھیلاتا ہے، ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو یقین رکھتے ہیں④ اور رات اور دن

الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ

کے آنے جانے میں، اور اس رزق (پانی) میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ذریعے سے زمین کو، اس کے مردہ ہو جانے کے بعد، زندہ کیا،

بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ⑤

اور ہواؤں کے (رخ) بدلنے میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں⑤

تفسیر آیات: 5-1

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور وفکر کی طرف راہنمائی: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اس کی نعمتوں، اس کی عظیم الشان قدرت جس کے ساتھ اس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان انواع واقسام کی مخلوقات، مثلاً: فرشتے، جن، انسان، حیوان، پرندے، درندے، کیڑے مکوڑے اور انواع واقسام کی دریائی اور سمندری مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے، نیز رات دن کی گردش اور ایک دوسرے کے پیچھے آنے پر غور کرے کہ وہ کبھی یکجا نہیں ہو سکتے کہ ان میں سے ایک اپنے اندھیرے اور دوسرا اجالے میں ممتاز ہے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے بوقت ضرورت بادلوں سے بارش نازل فرمائی اور اسے رزق کے نام سے موسوم فرمایا کیونکہ اس سے رزق حاصل ہوتا ہے۔ ﴿فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ ''پھر اس سے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ کیا۔'' یعنی اس کے بعد کہ وہ بنجر تھی، اس میں نباتات تھیں اور نہ کوئی اور چیز۔ ﴿وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ﴾ ''اور ہواؤں کے بدلنے (میں)'' کہ وہ کبھی جنوب کی طرف چلتی ہیں کبھی شمال کی طرف، کبھی باد صرصر چلتی ہے اور کبھی باد صبا، کبھی برّی ہوائیں چلتی ہیں اور کبھی بحری، کبھی رات کو چلتی ہیں اور کبھی دن کو، کچھ ہوائیں بارش کے لیے چلتی ہیں اور کچھ پودوں کو بارآور کرنے کے لیے، کچھ روحوں کی غذا کے لیے اور کچھ بانجھ ہوتی ہیں کہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتیں۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ

یہ اللہ کی آیات ہیں، ہم آپ پر حق کے ساتھ ان کی تلاوت کرتے ہیں، پھر اللہ اور اس کی آیات کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں

يُؤْمِنُوْنَ ⑥ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ⑦ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ

گے؟ ⑥ ہر سخت جھوٹے، گناہ گار کے لیے ہلاکت ہے ⑦ جو اللہ کی آیات سنتا ہے جبکہ وہ اس پر تلاوت کی جاتی ہیں، پھر وہ تکبر کرتے

مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑧ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا

ہوئے (اپنی بات پر) اڑ جاتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں، تو (اے نبی!) آپ اسے دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجیے ⑧ اور جب اس

اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑨ؕ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ

نے ہماری کچھ آیات جان لیں تو انھیں مذاق بنا لیا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے ⑨ ان کے آگے جہنم ہے، اور جو کچھ انھوں

عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑩ؕ

نے کمایا ہے ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ وہ (دیوتا کام آئیں گے) جنھیں انھوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا لیا، اور ان کے لیے بہت بڑا

ع 1 11 17 هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ⑪ع

عذاب ہے ⑩ یہ (قرآن) تو ہدایت ہے، اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا، ان کے لیے سخت قسم کا دردناک عذاب ہے ⑪

اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ فرمایا ہے: ﴿ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ③ؕ ﴾ ''البتہ ایمان والوں کے لیے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔'' پھر فرمایا: ﴿ يُّوْقِنُوْنَ ④ۙ ﴾ ''یقین کرنے والوں (کے لیے نشانیاں ہیں۔)'' اور پھر فرمایا: ﴿ يَّعْقِلُوْنَ ⑤ ﴾ ''عقل والوں (کے لیے نشانیاں ہیں۔)'' تو یہ حالتِ شریف سے اشرف اور اعلیٰ کی طرف ترقی ہے اور یہ آیات سورۂ بقرہ کی اس آیت کے مشابہ ہیں: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ ﴾ (البقرة 2:164) ''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں (اور جہازوں) میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے کے لیے رواں ہیں اور مینہ میں جس کو اللہ نے آسمان سے برسایا اور اس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (خشک ہونے کے بعد سرسبز) کر دیا اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں، یقیناً عقل مندوں کے لیے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔''

تفسیر آیات :6-11

جھوٹے گناہ گار کی علامات اور سزا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ ﴾ ''یہ اللہ کی آیتیں ہیں۔'' یعنی قرآن مجید اور اس میں بیان کردہ دلائل و براہین، ﴿ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ ﴾ ''جو ہم تم کو سچائی کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں۔'' یعنی یہ ذات برحق کی طرف سے حق و سچ پر مبنی ہیں، لہٰذا اگر وہ ان کے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے اور ان کو تسلیم نہیں کریں گے تو پھر

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ

اللہ وہی ہے جس نے سمندر کو تمھارے تابع کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو، اور تاکہ تم شکر کرو ⑫

فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۚ ⑫ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

اور اس نے اپنی طرف سے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب تمھارے تابع کر دیا۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں

مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ⑬ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ

ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں ⑬ (اے نبی!) آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ وہ ان لوگوں سے عفو و درگزر کریں جو اللہ کے ایام کی امید نہیں

لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ⑭ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا

رکھتے، تاکہ اللہ کچھ لوگوں کو ان (اعمال) کی سزا دے جو وہ کماتے رہے ⑭ جس نے نیک عمل کیا تو اپنے (فائدے کے) لیے ہی کیا، اور جس نے برا

فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ⑮

کیا تو (اس کا وبال) اسی پر ہے، پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ⑮

اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کے بعد اور کس بات پر ایمان لائیں گے، پھر فرمایا: ﴿وَیْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ ⑦﴾ ”ہر نہایت جھوٹے گناہ گار کے لیے ہلاکت ہے۔“ یعنی جو بات کرنے میں سخت جھوٹا، بہت قسمیں کھانے والا اور ذلیل و رسوا ہے اور اپنے فعل کے اعتبار سے سخت گناہ گار اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا منکر ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿یَّسْمَعُ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰی عَلَیْهِ ثُمَّ یُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا﴾ ”اللہ کی آیتیں اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کو سن تو لیتا ہے (مگر) پھر غرور سے ضد کرتا ہے۔“ یعنی از راہ تکبر و غرور کفر اور انکار کا اظہار کرتا ہے، ﴿كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا﴾ یعنی گویا ان کو سنا ہی نہیں ﴿فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ⑧﴾ ”سو اسے دکھ دینے والے عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔“ یعنی اسے بتا دیں کہ قیامت کے دن اس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں سخت دردناک عذاب ہوگا۔ ﴿وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ﴾ ”اور جب ہماری کچھ آیتیں اسے معلوم ہوتی ہیں تو ان کی ہنسی اڑاتا ہے۔“ یعنی جب وہ قرآن کے کسی حصے کو یاد کر لیتا ہے تو اس کے ساتھ کفر کرتا اور اسے ہنسی مذاق بنا لیتا ہے۔ ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ⑨ؕ﴾ ”ان لوگوں کے لیے رسوا کن عذاب ہے“ اس لیے کہ انھوں نے قرآن مجید کے ساتھ ہنسی مذاق کیا تو اس کے مقابلے میں انھیں ذلیل و رسوا کر دینے والا عذاب دیا جائے گا۔ صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کے ساتھ دشمن کے علاقے کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا تاکہ دشمن قرآن مجید کی توہین نہ کر سکے۔ ①

پھر روز قیامت اسے حاصل ہونے والے عذاب کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ﴾ ”ان کے سامنے دوزخ ہے۔“ یعنی جو لوگ بھی اسی طرح کی حرکت کریں گے روز قیامت جہنم رسید ہوں گے، ﴿وَلَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَیْـًٔا﴾ ”اور جو کام وہ کرتے ہیں ان کے کچھ بھی کام نہ آئیں گے۔“ یعنی ان کے اموال اور اولاد ان کے کچھ کام نہ

---

① صحیح مسلم، الإمارة، باب النهی أن یسافر بالمصحف……، حدیث: (93)-1869.

آئیں گے، ﴿ وَلَا مَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡلِيَآءَ ۚ ﴾ ’’اور نہ وہ (کام آئیں گے) جن کو انھوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھا تھا۔‘‘ یعنی ان کے وہ معبودانِ باطلہ بھی ان کے کچھ کام نہ آئیں گے، اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی وہ پوجا کرتے تھے، ﴿ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ۝١٠ ﴾ ’’اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔‘‘ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ هٰذَا هُدًى ۚ ﴾ ’’یہ (سراسر) ہدایت (کی کتاب) ہے۔‘‘ یعنی قرآن مجید۔ ﴿ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ لَهُمۡ عَذَابٌ مِّنۡ رِّجۡزٍ اَلِيۡمٌ ۝١١ ﴾ ’’اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں ان کے لیے (اللہ کی) سخت سزا سے دردناک عذاب ہے۔‘‘ یعنی انتہائی المناک اور بے حد دردناک عذاب۔ وَاللّٰهُ سُبۡحَانَهٗ وَ تَعَالٰى أَعۡلَمُ.

تفسیر آیات:15-12

تسخیر دریا وغیرہ میں بھی نشانی ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی اس نعمت کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ان کے لیے دریا کو بھی مسخر کر دیا ہے ﴿ لِتَجۡرِیَ الۡفُلۡكُ فِيۡهِ بِاَمۡرِهٖ ﴾ ’’تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے دریا کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ کشتیوں کو اٹھالے۔ ﴿ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ ﴾ ’’اور تاکہ تم اس کے فضل سے (معاش) تلاش کرو‘‘ تجارتوں اور کاروبار کی صورت میں، ﴿ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ۝١٢ ﴾ ’’اور تاکہ تم شکر کرو‘‘ ان منافع پر جو دور دراز کے علاقوں اور بعید شہروں سے تمھیں حاصل ہوتے ہیں، پھر فرمایا: ﴿ وَسَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ﴾ ’’اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو تمھارے کام میں لگا دیا۔‘‘ یعنی کواکب، پہاڑ، دریا، نہریں اور دیگر وہ تمام چیزیں جن سے تم مستفید ہوتے ہو وہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور لطف واحسان کی وجہ سے تمھارے لیے مسخر کر دی گئی ہیں، ﴿ جَمِيۡعًا مِّنۡهُ ؕ ﴾ ’’سب کو اپنی طرف سے۔‘‘ یعنی ان سب چیزوں کو اس وحدہ لاشریک نے اپنے حکم سے تمھارے لیے مسخر کر دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا بِكُمۡ مِّنۡ نِّعۡمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيۡهِ تَجۡـَٔرُوۡنَ ۝ ﴾ (النحل 16:53) ’’اور جو نعمتیں تم کو میسر ہیں (سب) اللہ کی طرف سے ہیں، پھر جب تم کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی کی طرف گڑ گڑاتے ہو۔‘‘

ابن جریر نے بروایت عوفی، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ: ﴿ وَسَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا مِّنۡهُ ؕ ﴾ ’’اور اس نے اپنی طرف سے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب تمھارے تابع کر دیا۔‘‘ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس میں یہ نام اسی کے اسماء میں سے ایک ہے اور یہ سب کچھ اسی کی طرف سے ہے، اس میں اس سے جھگڑا کرنے والے کوئی جھگڑا نہیں کر سکتے اور یقین کر لو کہ یہ سب کچھ اسی طرح ہے۔ ①

﴿ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ۝١٣ ﴾ ’’یقیناً جو لوگ غور وفکر کرتے ہیں ان کے لیے اس میں البتہ (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔‘‘

مشرکین کی ایذا پر صبر کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلۡ لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا يَغۡفِرُوۡا لِلَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ اَيَّامَ اللّٰهِ ﴾

---

① تفسیر الطبری: 187/25.

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ

اور یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت دی، اور ہم نے انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، اور ہم نے انھیں جہانوں پر

الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۚ ⑯ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا

فضیلت دی ⑯ اور ہم نے انھیں دین کی بابت واضح واضح (نشانیاں) دیں، پھر انھوں نے اپنے پاس علم آجانے کے بعد ہی محض آپس کی

اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ

بغاوت و عداوت سے، اختلاف کیا۔ بے شک آپ کا رب روز قیامت ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف

الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ⑰ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا

کرتے رہے ہیں ⑰ پھر ہم نے (اے نبی!) آپ کو دین کے (واضح) راستے پر لگا دیا، لہٰذا آپ اس کی پیروی کریں اور ان لوگوں کی خواہشات

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑱ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاِنَّ

کی پیروی نہ کریں جو علم نہیں رکھتے ⑱ بلاشبہ وہ اللہ (کے عذاب) سے آپ کے کچھ بھی کام نہیں آئیں گے۔ اور بے شک ظالم لوگ ایک

الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ⑲ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ

دوسرے کے دوست ہیں۔ اور اللہ متقین کا دوست ہے ⑲ یہ (قرآن اس میں) لوگوں کے لیے بصیرت افروز دلائل ہیں اور ان لوگوں کے

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ⑳

لیے ہدایت اور رحمت ہے جو یقین رکھتے ہیں ⑳

”(اے نبی!) مومنوں سے کہہ دیں کہ جو لوگ اللہ کے دنوں کی توقع نہیں رکھتے، ان سے عفو و درگزر کریں۔“ یعنی ان سے درگزر کریں اور ان کی طرف سے پہنچنے والی ایذا کو برداشت کریں۔ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا کہ مسلمان مشرکین اور اہل کتاب کی ایذا رسانی پر صبر کریں تاکہ اس سے ایک طرح ان کی تالیفِ قلب ہو لیکن جب وہ دشمنی میں بڑھتے ہی گئے تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے ان سے اپنا دفاع اور جہاد کرنا مشروع قرار دے دیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ①

مجاہد فرماتے ہیں: ﴿لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی پروا نہیں کرتے۔ ②

﴿لِيَجْزِيَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑭﴾ ”تاکہ وہ ان لوگوں کو اس کا بدلہ دے جو وہ کماتے رہے۔“ یعنی جب وہ ان سے دنیا میں درگزر کریں گے تو ان کے برے اعمال کی وجہ سے آخرت میں اللہ تعالیٰ ان سے جنگ کرے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۡ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ⑮﴾ ”جو کوئی نیک عمل کرے گا تو اپنے لیے اور جو کوئی برے عمل کرے گا تو (اس کا وبال) اسی پر ہوگا، پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔“ یعنی قیامت کے دن تم لوٹ کر اسی کے پاس جاؤ گے اور اپنے اعمال کے ساتھ اسی کے سامنے پیش کیے جاؤ گے اور وہ تمھیں تمھارے اچھے

---

① تفسیر الطبری: 25/187,188. ② تفسیر الطبری: 25/188.

برے اعمال کا بدلہ دے گا۔ وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی أَعۡلَمُ.

تفسیر آیات :16-20

اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل پر فضل: اللہ تعالیٰ نے اپنے ان انعامات کا ذکر فرمایا ہے جن کے ساتھ اس نے بنی اسرائیل کو نوازا تھا کہ اس نے ان پر کتابیں نازل فرمائیں، انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا اور انھیں بادشاہت سے سرفراز کیا، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ الۡکِتٰبَ وَالۡحُکۡمَ وَالنُّبُوَّۃَ وَرَزَقۡنٰہُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (ہدایت) اور حکومت اور نبوت بخشی اور انھیں پاکیزہ چیزیں عطا فرمائیں۔“ یعنی کھانے اور پینے کی چیزیں، ﴿ وَفَضَّلۡنٰہُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ⑯ ﴾ ”اور ہم نے ان کو اہل عالم پر فضیلت بخشی۔“ یعنی ان کے زمانے کے لوگوں پر، ﴿ وَاٰتَیۡنٰہُمۡ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ ۚ ﴾ ”اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں واضح دلیلیں عطا کیں۔“ یعنی قطعی دلائل و براہین دیے جن کی وجہ سے ان پر حجت تمام ہوگئی مگر حجت تمام ہونے کے بعد انھوں نے اختلاف کیا اور یہ ان کی ایک دوسرے پر بغاوت کے سبب تھا۔ ﴿ اِنَّ رَبَّکَ ﴾ ”بے شک آپ کا پروردگار“ اے محمد ﷺ! ﴿ اِنَّ رَبَّکَ یَقۡضِیۡ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ فِیۡمَا کَانُوۡا فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ⑰ ﴾ ”بلاشبہ آپ کا پروردگار قیامت کے دن ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔“ یعنی اپنے مبنی برعدل وانصاف حکم کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔

بنی اسرائیل کے طریقے پر چلنے کی ممانعت: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو خبردار کیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے رستے پر نہ چلے اور نہ ان کے اسلوب و انداز کو اختیار کرے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ جَعَلۡنٰکَ عَلٰی شَرِیۡعَۃٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ فَاتَّبِعۡہَا ﴾ ”پھر ہم نے آپ کو (دین کے) معاملے میں ایک کھلے رستے پر قائم کر دیا، لہٰذا آپ اسی رستے کی پیروی کریں۔“ یعنی: ﴿ اِتَّبِعۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ۚ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ○ ﴾ (الأنعام 106:6) ”جو حکم آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ کے پاس آتا ہے اسی کی پیروی کریں، اس (پروردگار) کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے کنارہ کرلیں۔“

اور یہاں اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ⑱ ﴾ ”اور آپ ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلیں جو جانتے نہیں۔“ کیونکہ ﴿ اِنَّہُمۡ لَنۡ یُّغۡنُوۡا عَنۡکَ مِنَ اللّٰہِ شَیۡـًٔا ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ بَعۡضُہُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ۚ ﴾ ”بے شک وہ اللہ (کے عذاب) سے ہرگز آپ کے کسی کام نہیں آئیں گے اور کوئی شک نہیں کہ ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں۔“ اور ان کی ایک دوسرے سے دوستی بھی ان کے کچھ کام نہ آئے گی بلکہ اس سے بھی ان کے نقصان اور تباہی و بربادی میں اضافہ ہی ہوگا، ﴿ وَاللّٰہُ وَلِیُّ الۡمُتَّقِیۡنَ ⑲ ﴾ ”اور اللہ پرہیز گاروں کا دوست ہے۔“ اور وہ انھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آتا ہے جبکہ کافروں کے دوست شیطان ہیں اور وہ انھیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں۔ پھر اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿ ہٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَہُدًی وَّرَحۡمَۃٌ لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ ⑳ ﴾ ”یہ (قرآن اس میں) لوگوں کے لیے کھلی نشانیاں ہیں اور جو لوگ یقین رکھتے ہیں ان کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔“

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم انھیں ان لوگوں کے مانند کردیں گے جو ایمان لائے اور

الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ㉑ ع وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ 2 ع10 18

انھوں نے نیک عمل کیے ان کا جینا اور مرنا برابر ہے۔ برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں ㉑ اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق و عدل کے

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ㉒ اَفَرَءَيْتَ

ساتھ پیدا کیا، تاکہ ہر شخص کو اس کے بدلے میں ٹھیک ٹھیک جزا دی جائے جو اس نے کمایا، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ㉒ کیا پھر آپ

مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ

نے اسے دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا اور اللہ نے اسے گمراہ کر دیا جبکہ اسے (حق کا) علم تھا اور اس کے کانوں اور اس

وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ㉓

کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، پھر کون ہے جو اللہ کے بعد اسے ہدایت دے؟ کیا پھر تم نصیحت نہیں پکڑتے؟㉓

تفسیر آیات:23-21

مومن اور کافر کی موت وحیات برابر نہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مومن اور کافر برابر نہیں ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ ﴾ (الحشر 20:59) ’’اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں، اہل بہشت تو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔‘‘ اور یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ ﴾ ’’جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں؟‘‘ یعنی جنھوں نے برے اعمال کمائے ہیں کیا ان کا یہ گمان ہے: ﴿ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ ﴾ ’’یہ کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کردیں گے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے (اور) ان کی زندگی اور موت یکساں ہوگی؟‘‘ یعنی ہم دنیا و آخرت میں ان کے ساتھ یکساں سلوک کریں گے؟ ﴿ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ㉑ ﴾ ’’یہ جو فیصلہ کرتے ہیں برا ہے۔‘‘ یعنی انھوں نے ہمارے اور ہمارے عدل کے بارے میں جو یہ گمان کیا ہے وہ برا ہے کہ ہم ابرار اور فجار کے ساتھ دنیا و آخرت میں یکساں سلوک کریں گے۔ امام طبرانی نے مسروق سے روایت کیا ہے کہ تمیم داری رضی اللہ عنہ نے ایک رات قیام کیا تو ساری رات صبح تک صرف اسی ایک آیت کریمہ کی تلاوت فرماتے رہے: ﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ ﴾ ’’جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کردیں گے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے۔‘‘① اسی لیے فرمایا: ﴿ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ㉑ ﴾ ’’یہ جو فیصلہ کرتے ہیں برا ہے۔‘‘ پھر فرمایا: ﴿ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ㉒ ﴾ ’’اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور تاکہ ہر شخص کو اپنے اعمال کا بدلہ دیا جائے اور

---

① المعجم الكبير للطبراني :50/2، حديث:1250.

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا

اور انھوں نے کہا: بس یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے، ہم مرتے اور زندہ ہوتے ہیں، اور ہمیں بس زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے۔

لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ㉔ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ

اور انھیں اس کا کوئی علم نہیں، وہ تو بس گمان کرتے ہیں ㉔ اور جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں جو واضح ہوتی

مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ㉕ قُلِ اللّٰهُ

ہیں تو ان کی دلیل بس یہی ہوتی ہے کہ وہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو لاؤ ㉕ (اے نبی!) آپ کہہ دیجیے:

يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

اللہ ہی تمھیں زندہ کرتا ہے، پھر وہی تمھیں مارتا ہے، پھر وہی تمھیں روز قیامت جمع کرے گا، جس میں کوئی شک نہیں اور

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ㉖ ع 3 5 19

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ㉖

ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

خواہشات کے پجاری: پھر اللہ جل وعلا نے فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ﴾ ''تو بھلا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟'' یعنی وہ اپنی خواہشِ نفس ہی کی پیروی کرتا ہے، جس چیز کو اس کا نفس اچھا سمجھے وہ کرتا ہے اور جس کو اس کا نفس برا سمجھے اسے چھوڑ دیتا ہے، ﴿ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ ﴾ ''اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر دیا اس لیے کہ اسے علم ہے کہ یہ اسی بات کا مستحق ہے یا اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے پاس علم کے پہنچ جانے اور اس پر حجت تمام ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر دیا ہے، یہ دوسرے معنی پہلے کو بھی مستلزم ہیں جبکہ پہلے معنی دوسرے کو مستلزم نہیں ہیں، ﴿ وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ ﴾ ''اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔'' جس کی وجہ سے یہ وہ بات نہیں سن سکتا جو اس کے لیے نفع بخش ہو اور نہ ایسی کوئی چیز یاد رکھ سکتا ہے جس سے یہ ہدایت حاصل کرے اور نہ کسی دلیل کو دیکھ سکتا ہے جس سے یہ روشنی حاصل کرے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ㉓ ﴾ ''پھر اللہ کے سوا اس کو کون راہ پر لا سکتا ہے؟ تو کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے؟'' جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○ ﴾ (الأعراف 186:7) ''جس شخص کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور وہ ان (گمراہوں) کو چھوڑے رکھتا ہے وہ اپنی سرکشی میں سرگردان پھرتے ہیں۔''

تفسیر آیات: 24-26

کافر کا عقیدہ، دلیل اور اس کی تردید: اللہ تعالیٰ نے دہریہ کافر اور انکار آخرت میں ان کی ہم نوائی کرنے والے مشرکینِ عرب کا قول ذکر فرمایا ہے: ﴿ وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا ﴾ ''اور کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو صرف

دنیا ہی کی ہے، ہم (یہیں) مرتے اور جیتے ہیں۔'' یعنی صرف یہی ایک جہان ہے جس میں کچھ لوگ مرجاتے ہیں اور کچھ زندہ ہو جاتے ہیں، آخرت اور قیامت کوئی چیز نہیں ہے آخرت کے منکر مشرکینِ عرب بھی یہی بات کہتے تھے اور فلاسفۂ الٰہیہ بھی یہی کہتے ہیں جو بداءت اور رجعت (اللہ کے پہلی بار پیدا کرنے اور دوبارہ پیدا کرنے) کے منکر ہیں، فلاسفۂ دہریہ (دوریہ) کا بھی یہی قول ہے اور وہ اس کائنات کے بنانے والے ہی کے منکر ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہر چھتیس ہزار سال بعد ہر چیز دوبارہ اپنی پہلی شکل وصورت میں لوٹ آتی ہے اور ان کا گمان ہے کہ ایسا بے شمار مرتبہ ہو چکا ہے، ان لوگوں نے معقول کی بھی مخالفت کی ہے اور منقول کی بھی تکذیب کی ہے، اسی لیے تو انھوں نے کہا: ﴿ وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ﴾ ''اور ہمیں تو زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے۔'' ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴾ ''اور ان کو اس کا کچھ علم نہیں، وہ تو صرف گمان سے کام لیتے ہیں۔'' یعنی وہ وہم اور خام خیالی میں مبتلا ہیں۔

رہی وہ حدیث جسے شیخین، ابوداود اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ، يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ، بِيَدِيَ الْأَمْرُ (أُقَلِّبُ لَيْلَهٗ وَنَهَارَهٗ)] ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ابن آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے، وہ زمانے کو گالی دیتا ہے، حالانکہ زمانہ تو میں ہوں، میرے ہاتھ میں سب معاملہ ہے اور میں ہی اس کے لیل ونہار کو بدلتا ہوں۔''① اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ، فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ] ''زمانے کو گالی نہ دو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے۔''② امام شافعی، ابوعبید اور دیگر کئی ائمہ نے اس حدیث کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عربوں کو زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی سختی یا بلا یا مصیبت پہنچتی تو وہ کہتے: ہائے زمانے کی خرابی! وہ ان افعال کو زمانے کی طرف منسوب کرتے اور اسے گالی دیتے، حالانکہ ان تمام افعال کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے تو گویا وہ اللہ عزوجل کو گالی دیتے کیونکہ ان کا فاعل درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی ہے، اسی لیے اس اعتبار سے زمانے کو گالی دینے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی وہ زمانہ ہے جو وہ مراد لیتے تھے اور جس کی طرف افعال کو منسوب کرتے تھے اس حدیث کی تفسیر میں جو کہا گیا ہے اس میں سب سے اچھا قول یہی ہے اور یہی مراد ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ . امام ابن حزم رحمہ اللہ اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے ظاہریہ کی یہ غلطی ہے کہ انھوں نے اس حدیث کے ظاہر الفاظ کے پیش نظر [دھر] کو اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے شمار کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ ﴾ ''اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی آیتیں

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ﴾ (الجاثية 45:24)، حدیث :4826 و صحیح مسلم، الألفاظ من الأدب ......، باب النهی عن سب الدهر، حدیث:(2)-2246 جبکہ قوسین والے الفاظ بھی صحیح مسلم، الألفاظ من الأدب......، باب النهی عن سب الدهر، حدیث: (3)-2246 میں ہیں، و سنن أبی داود، الأدب، باب فی الرجل یسب الدهر، حدیث:5274 و السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالٰی: ﴿ وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا ﴾ :457/6، حدیث:11487. ② صحیح مسلم، الألفاظ من الأدب......، باب النهی عن سب الدهر، حدیث : (5)-2246 عن أبی هريرة رضي الله عنه.

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ㉗

اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، اور جس دن قیامت برپا ہوگی اس دن باطل پرست خسارے میں رہیں گے㉗ اور

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً قف كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ط اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ

آپ ہر امت گھٹنوں کے بل (گری) دیکھیں گے، ہر امت اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلائی جائے گی (انھیں کہا جائے گا:) آج تمھیں ان (اعمال)

مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ㉘ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ط اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ

کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے تھے㉘ (کہا جائے گا:) یہ ہماری کتاب ہے، یہ تمھارے متعلق سچ سچ بولتی ہے۔ بلاشبہ ہم لکھواتے تھے

مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ㉙

جو تم عمل کرتے رہے تھے㉙

پڑھی جاتی ہیں۔'' یعنی جب ان کے سامنے استدلال کیا جاتا اور حق کو واضح کر دیا جاتا ہے کہ فنا ہو جانے اور اجزاء کے منتشر ہو جانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ جسموں کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ ﴿ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ㉕ ﴾ ''ان کی صرف یہی حجت ہوتی ہے کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر) لاؤ۔'' یعنی اگر تمھاری یہ بات سچی ہے تو پھر انھیں زندہ کر دکھاؤ، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ﴾ ''کہہ دیں کہ اللہ ہی تمھیں زندگی بخشتا ہے پھر (وہی) تم کو موت دیتا ہے۔'' یعنی جیسا کہ تم مشاہدہ کرتے ہو اللہ تعالیٰ ہی تمھیں عدم سے وجود بخشتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ج ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ﴾ (البقرة 28:2) ''(کافرو!) تم اللہ کا کیسے انکار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اس نے تم کو جان بخشی، پھر (وہی) تم کو مارے گا، پھر (وہی) تم کو زندہ کرے گا۔'' یعنی جو پہلی دفعہ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بطریق اَولیٰ قادر ہے۔ ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ط ﴾ (الروم 27:30) ''اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے لیے بہت آسان ہے۔'' اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ﴾ ''پھر تم کو قیامت کے روز جمع کرے گا جس (کے آنے) میں کچھ شک نہیں۔'' یعنی وہ تم کو قیامت کے دن میں جمع کرے گا، دنیا میں تمھیں دوبارہ نہیں بھیجے گا کہ تم یہ کہہ سکو: ﴿ ائْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ㉕ ﴾ ''اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر) لاؤ۔'' جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ﴾ (التغابن 9:64) ''جس دن وہ تم کو جمع ہونے (قیامت) کے دن اکٹھا کرے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝ط لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝ج ﴾ (المرسلٰت 13,12:77) ''بھلا (ان امور میں) تاخیر کس دن کے لیے کی گئی؟ فیصلے کے دن کے لیے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۝ط ﴾ (ھود 104:11) ''اور ہم اس (کے لانے) میں ایک وقت معین کے لیے تاخیر کر رہے ہیں۔'' اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ﴾ ''پھر تم کو قیامت کے روز جمع کرے گا جس (کے آنے) میں کچھ شک نہیں۔'' یعنی اس دن کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ㉖ ﴾ ''اور لیکن بہت

سے لوگ نہیں جانتے۔'' اسی لیے وہ آخرت کا انکار کرتے اور جسموں کے دوبارہ جی اٹھنے کو محال سمجھتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّهُمۡ يَرَوۡنَهٗ بَعِيۡدًا ۙ‏ وَّنَرٰٮهُ قَرِيۡبًا ؕ‏ ﴾ (المعارج 7,6:70) ''یقیناً وہ (لوگ تو) اس کو دور دیکھتے ہیں اور ہم اسے قریب دیکھتے ہیں۔'' یعنی کفار اس دن کے وقوع پذیر ہونے کو بہت بعید سمجھتے ہیں جبکہ مومن اس دن کو بہت قریب اور اللہ تعالیٰ کے لیے اس کے برپا کرنے کو بہت آسان سمجھتے ہیں۔

تفسیر آیات:27-29

قیامت کے دن کے ہولناک مناظر: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کا مالک اور دنیا و آخرت میں ان کا حاکم ہے، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ يَوۡمَٮِٕذٍ يَّخۡسَرُ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ۝٢٧ ﴾ ''اور جس روز قیامت برپا ہوگی اس روز اہل باطل خسارے میں پڑ جائیں گے۔'' اور اہل باطل سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والے اور ان روشن نشانیوں اور واضح دلائل کا انکار کرنے والے ہیں جنھیں اس نے اپنے رسولوں پر نازل فرمایا ہے۔ پھر فرمایا: ﴿ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ ﴾ ''اور آپ ہر امت کو گھٹنوں کے بل (گری ہوئی) دیکھیں گے۔'' یعنی شدت و عظمت کی وجہ سے وہ اپنے گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ صورت حال اس وقت ہوگی جب جہنم کو لایا جائے گا اور وہ سانس لے گی جس کی وجہ سے ہر شخص گھٹنوں کے بل گر جائے گا حتی کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی، اور وہ پکار اٹھیں گے: نفسی، نفسی، نفسی، اے اللہ! آج میں تجھ سے صرف اپنے ہی نفس کے بارے میں سوال کرتا ہوں۔ ① حتی کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی کہیں گے: اے اللہ! آج میں تجھ سے صرف اپنے ہی بارے میں سوال کرتا ہوں، اپنی والدہ مریم علیہا السلام کے بارے میں بھی سوال نہیں کرتا جس نے مجھے جنم دیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كُلُّ اُمَّةٍ تُدۡعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ ﴾ ''ہر جماعت اپنی کتاب (اعمال) کی طرف بلائی جائے گی۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الۡكِتٰبُ وَجِآىۡءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ ﴾ (الزمر 69:39) ''اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائے گی اور پیغمبر اور گواہ حاضر کیے جائیں گے۔'' اسی لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿ اَلۡيَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝٢٨ ﴾ ''جو کچھ تم کرتے رہے ہو آج تم کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔'' یعنی تمھارے اچھے یا برے اعمال کے مطابق تمھیں بدلہ دیا جائے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ يُنَبَّؤُا الۡاِنۡسَانُ يَوۡمَٮِٕذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ؕ‏ بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰى نَفۡسِهٖ بَصِيۡرَةٌ ۙ‏ وَّلَوۡ اَلۡقٰى مَعَاذِيۡرَهٗ ؕ‏ ﴾ (القیٰمۃ 75:13-15) ''اس دن انسان کو جو (عمل) اس نے آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے ہوں گے (سب) بتا دیے جائیں گے، بلکہ انسان اپنے نفس پر خوب گواہ ہے اور اگرچہ وہ اپنی معذرتیں پیش کرے۔'' اسی لیے اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنۡطِقُ عَلَيۡكُمۡ بِالۡحَـقِّ ؕ ﴾ ''یہ ہماری کتاب تمھارے بارے میں سچ سچ بیان کر دے گی۔'' یعنی کمی بیشی کے بغیر تمھارے تمام اعمال پیش کر دے گی، جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَوُضِعَ الۡكِتٰبُ فَتَرَى الۡمُجۡرِمِيۡنَ مُشۡفِقِيۡنَ مِمَّا فِيۡهِ وَيَقُوۡلُوۡنَ يٰوَيۡلَتَنَا مَالِ هٰذَا الۡكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيۡرَةً وَّلَا كَبِيۡرَةً اِلَّاۤ اَحۡصٰٮهَا ۚ وَوَجَدُوۡا مَا عَمِلُوۡا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظۡلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝ ﴾ (الکہف 49:18) ''اور (عملوں کی) کتاب (کھول کر)

---

① المصنف لابن أبی شیبة، ذکر النار، ماذکر فیما أعد لأهل النار وشدته: 77/7، حدیث: 34151.

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ

لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، تو ان کا رب انھیں اپنی رحمت (جنت) میں داخل کرے گا۔ یہی واضح کامیابی

هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ㉚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۫ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ

ہے ㉚ اور ہاں! جن لوگوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائے گا:) کیا پھر تم پر میری آیات تلاوت نہیں کی جاتی تھیں؟ تو تم نے تکبر

فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ㉛ وَاِذَا قِیْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ

کیا، اور تم مجرم لوگ تھے ㉛ اور جب (تم سے) کہا جاتا کہ بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور قیامت (کے آنے) میں کوئی شک نہیں تو

لَا رَیْبَ فِیْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ

تم کہتے تھے: ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے؟ ہمیں (قیامت کا) یونہی خیال سا آتا ہے، اور ہم (اس پر) یقین نہیں کر سکتے ㉜ اور

بِمُسْتَیْقِنِیْنَ ㉜ وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

ان کے سامنے ان کے اعمال کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی اور انھیں وہ (عذاب) گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے ㉝ اور

یَسْتَهْزِءُوْنَ ㉝ وَقِیْلَ الْیَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ

(ان سے) کہا جائے گا: آج ہم تمھیں بھول جائیں گے جیسے تم اپنے اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے، اور تمھارا ٹھکانا آگ ہے،

النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ㉞ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا

اور تمھارا مددگار کوئی نہیں ㉞ یہ اس لیے کہ بے شک تم نے اللہ کی آیات کو مذاق بنا لیا، اور تمھیں دنیاوی زندگی نے دھوکے میں ڈال

وَّغَرَّتْكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۚ فَالْیَوْمَ لَا یُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ㉟

دیا تھا، لہٰذا آج وہ اس (آگ) سے نہیں نکالے جائیں گے، اور نہ ان سے اللہ کو راضی کرنے کا مطالبہ ہی کیا جائے گا ㉟ چنانچہ تمام

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ㊱ وَلَهُ الْكِبْرِیَآءُ

تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں کا رب ہے، اور زمین کا رب ہے، جہانوں کا رب ہے ㊱ اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے

فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ㊲ ع

ع 4 11 20

لیے بڑائی ہے، اور وہی نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ㊲

رکھی جائے گی تو آپ گناہ گاروں کو دیکھیں گے کہ جو کچھ اس میں (لکھا) ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری شامت! یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ کسی چھوٹی (بات) کو چھوڑتی ہے اور نہ کسی بڑی کو (کوئی بات بھی نہیں چھوڑتی) مگر اسے اس نے لکھ رکھا ہے اور جو عمل انھوں نے کیے ہوں گے، (سب کو) حاضر پائیں گے اور آپ کا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ㉙﴾ "جو کچھ تم کیا کرتے تھے، یقیناً ہم لکھواتے تھے۔" یعنی ہم کراماً کاتبین کو حکم دیتے تھے کہ وہ تمھارے اعمال لکھتے جائیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فرشتے بندوں کے اعمال کو لکھتے ہیں اور پھر انھیں لے کر آسمانوں پر چڑھ جاتے ہیں تو دیوان اعمال کے فرشتے کراماً کاتبین کے ہاتھوں کے لکھے

ہوئے ان اعمال کا، ان کے ان اعمال کے ساتھ تقابل کرتے ہیں جو ہر لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے ظاہر کر دیے گئے تھے اور جنھیں اللہ تعالیٰ نے بندوں کے پیدا فرمانے سے قبل ازل ہی سے ان کے بارے میں لکھ دیا تھا تو فرشتے دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کو پڑھا: ﴿ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ㉙ ﴾ ’’جو کچھ تم کیا کرتے تھے، یقیناً ہم لکھواتے تھے۔‘‘

تفسیر آیات:30-37

روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کا مجرمین کے ساتھ مکالمہ: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اپنی مخلوق کے بارے میں اپنے فیصلے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ’’پھر لیکن جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے۔‘‘ یعنی ان کے دل ایمان لائے اور ان کے اعضا نے صالح اعمال کیے، یعنی ایسے اعمال جو خالص اور شریعت کے مطابق ہوں ﴿ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ﴾ ’’تو ان کا پروردگار انھیں اپنی رحمت (کے باغ) میں داخل کرے گا۔‘‘ اس سے مراد جنت ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا ہے: [أَنْتِ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ] ’’تو میری رحمت ہے تیرے ساتھ میں جس پر چاہوں رحم کروں۔‘‘① ﴿ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ㉚ ﴾ ’’یہی صریح کامیابی ہے۔‘‘ یعنی روشن اور واضح کامیابی۔

پھر فرمایا: ﴿ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ ﴾ ’’اور لیکن جنھوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائے گا کہ) بھلا میری آیتیں تم پر پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں، مگر تم نے تکبر کیا۔‘‘ یہ انھیں زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر کہا جائے گا کہ کیا تمھیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں؟ مگر تم نے ان کی اتباع کے بجائے تکبر کیا اور انھیں سننے سے اعراض کیا، ﴿ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ㉛ ﴾ ’’اور تم نافرمان لوگ تھے۔‘‘ اپنے افعال کے اعتبار سے تم مجرم تھے اور تمھارے دل تکذیب سے بھرے ہوئے تھے۔ ﴿ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا ﴾ ’’اور جب کہا جاتا تھا کہ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کچھ شک نہیں۔‘‘ یعنی جب مومن تم سے یہ بات کہتے تھے ﴿ قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ﴾ ’’تو تم کہتے تھے: ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے۔‘‘ یعنی ہم اسے نہیں پہچانتے، ﴿ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا ﴾ ’’ہم (اس کو) محض ظن ہی خیال کرتے ہیں۔‘‘ یعنی اس کے وقوع پذیر ہونے کو ہم ایک مرجوح تَوَهُّم سمجھتے ہیں۔ ﴿ وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ㉜ ﴾ ’’اور ہم (اس کا) ہرگز یقین کرنے والے نہیں‘‘ کہ واقعی قیامت برپا ہوگی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا ﴾ ’’اور ان کے اعمال کی برائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی۔‘‘ یعنی ان کے برے اعمال کی سزا ان پر واضح ہو جائے گی، ﴿ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ㉝ ﴾ ’’اور جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ ان کو آگھیرے گا۔‘‘ یعنی عذاب اور سزا، ﴿ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ﴾ ’’اور

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝ ﴾ (قٓ 50:30)، حديث: 4850 و صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب النار يدخلها الجبارون......، حديث: 2846 عن أبي هريرة رضي الله عنه.

کہا جائے گا کہ جس طرح تم نے اپنی اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا اسی طرح آج ہم (بھی) تمھیں بھلا دیں گے۔'' یعنی آتش دوزخ میں تمھارے ساتھ اس طرح معاملہ کریں گے جیسے کوئی بھول گیا ہو، اس لیے کہ تم نے اس دن کے لیے کوئی عمل نہیں کیا تھا کیونکہ تم اس کے وقوع پذیر ہونے کو سچ نہیں سمجھتے تھے، ﴿وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۳۴﴾ ''اور تمھارا ٹھکانا دوزخ ہے اور کوئی تمھارا مددگار نہیں۔''

صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت اپنے بندے سے فرمائے گا: [أَلَمْ أُكْرِمْكَ؟ (أَلَمْ) أُسَوِّدْكَ؟ أَلَمْ أُزَوِّجْكَ؟ وَأُسَخِّرْلَكَ الْخَيْلَ وَالْإِبِلَ، وَأَذَرْكَ تَرْأَسُ وَتَرْبَعُ؟ فَيَقُولُ: بَلٰى، يَارَبِّ!فَيَقُولُ: أَفَظَنَنْتَ أَنَّكَ مُلَاقِيَّ؟ قَالَ: فَيَقُولُ: لَا، فَيَقُولُ: (فَالْيَوْمَ) أُنْسَاكَ كَمَا نَسِيتَنِي] ''کیا میں نے تیری عزت نہیں کی تھی؟ کیا میں نے تجھے سردار نہیں بنایا تھا؟ کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ اور (کیا) میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ کو مسخر (نہیں) کر دیا تھا؟ اور (کیا) میں نے تجھے (ایسے نہیں) چھوڑ دیا تھا کہ تو سرداری کرتا تھا اور حکم روائی کرتا تھا؟ بندہ عرض کرے گا: کیوں نہیں! اے میرے رب! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے یقین تھا کہ بے شک تو مجھ سے ملاقات کرے گا؟ آپ نے فرمایا: بندہ جواب دے گا: نہیں، تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: آج میں بھی تجھے بھلاتا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔''①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا﴾ ''یہ اس لیے کہ بے شک تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنا رکھا تھا۔'' یعنی ہم نے تمھیں یہ سزا اس لیے دی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ دلائل و براہین کا مذاق اڑایا کرتے تھے، ﴿وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ﴾ ''اور دنیاوی زندگی نے تم کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔'' اور تم دنیا ہی پر مطمئن ہو کر خسارہ پانے والوں میں سے ہو گئے، اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا﴾ ''سو آج یہ (لوگ) نہ اس سے نکالے جائیں گے۔'' یعنی دوزخ کی آگ سے، ﴿وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝۳۵﴾ ''اور نہ ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔'' یعنی ان سے راضی کرنے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا بلکہ بغیر حساب و شمار کے ان کو عذاب دیا جائے گا جس طرح کہ مومنوں کی ایک جماعت کو عذاب اور حساب کے بغیر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ مومنوں اور کافروں کے بارے میں اپنے فیصلے کے ذکر کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: ﴿فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۶﴾ ''پس اللہ ہی کو ہر طرح کی تعریف سزاوار ہے جو آسمانوں کا مالک اور زمین کا مالک (اور) تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔'' یعنی آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے، سب کا مالک ہے۔ ﴿وَلَهُ الْكِبْرِيَاۗءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لیے بڑائی ہے۔'' یعنی آسمان و زمین میں اس کی سلطنت ہے اور وہ عظمت و شان کا مالک ہے، ہر چیز اس کے سامنے جھکی ہوئی اور اس کی محتاج ہے۔

اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي، فَمَنْ

---

① صحیح مسلم، الزهد والرقائق، باب: [الدنيا سجن للمؤمن......]، حدیث: 2968 جبکہ قوسین والے الفاظ صحیح ابن حبان، السير، ذكر منافسة خزنة الجنان......: 499/10، حدیث: 4642 عن أبي هريرة ؓ میں ہیں۔

نَّازَعَنِی وَاحِدًا مِّنُهُمَا قَذَفُتُهٗ فِی النَّارِ] ’’اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا ازار ہے، جو کوئی ان میں سے کسی ایک کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا تو میں اسے (جہنم کی) آگ میں پھینک دوں گا۔‘‘① امام مسلم نے بھی اسے (مختلف الفاظ میں) بیان کیا ہے۔② ﴿ وَهُوَ الْعَزِيزُ ﴾ ’’اور وہ نہایت غالب ہے‘‘ کہ اسے مغلوب نہیں کیا جا سکتا اور نہ روکا جا سکتا ہے، ﴿ الْحَكِيمُ ﴿٣٧﴾ ﴾ ’’خوب حکمت والا ہے۔‘‘ یعنی وہ اپنے اقوال، افعال اور شریعت میں حکمت والا ہے، عالی رتبہ اور پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

سورۂ جاثیہ کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمُدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوُفِيقُ وَالْعِصُمَةُ.

---

① سنن أبی داود، اللباس، باب ماجاء فی الکبر، حدیث :4090 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب البراءة من الکبر......، حدیث :4174 عن أبی هریرة ﷺ. ② صحیح مسلم، البر والصلة......، باب تحریم الکبر، حدیث :2620 .

تفسیر
سُوْرَۃُ اَحْقَاف

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ② مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا

حٰمٓ ① (اس) کتاب کا نزول اللہ غالب و حکمت والے کی طرف سے ہے ② ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور (اس کو) جو کچھ ان

بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ③

دونوں کے درمیان ہے، صحیح صحیح (غرض و غایت) اور مقررہ مدت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ان چیزوں سے

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ

اعراض کر رہے ہیں جن سے انھیں ڈرایا گیا ہے ③ آپ کہہ دیجیے: بھلا بتاؤ تو! جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ

فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ④

انھوں نے زمین میں سے کیا چیز پیدا کی ہے۔ یا ان کا آسمانوں میں کوئی حصہ ہے۔ اس (قرآن) سے پہلے کی (نازل شدہ) کوئی کتاب

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

یا علمی اثاثہ میرے پاس لاؤ، اگر تم سچے ہو ④ اور اس سے زیادہ گمراہ کون شخص ہے جو اللہ کے سوا اس کو پکارتا ہے جو اسے قیامت تک

وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ⑤ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا

جواب نہیں دے سکتا؟ جبکہ وہ ان کی پکار ہی سے غافل ہیں ⑤ اور جب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ (جھوٹے معبود) ان کے دشمن

بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ⑥

ہوں گے، اور وہ ان کی عبادت کے منکر ہوں گے ⑥

تفسیر آیات: 1-6

قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے عبد و رسول محمد ﷺ پر قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ دَائِمًا إِلٰى يَوْمِ الدِّينِ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اس عزت کے ساتھ موصوف قرار دیا ہے جس کی طلب نہیں ہو سکتی اور اپنے آپ کو اقوال و افعال میں حکمت کے ساتھ موصوف قرار دیا ہے اور پھر ذکر فرمایا ہے: ﴿مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ ”ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں میں ہے

مبنی برحکمت پیدا کیا ہے۔‘‘ عبث اور باطل طریقے سے پیدا نہیں کیا، ﴿ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ﴾ ’’اور ایک وقت مقرر تک کے لیے۔‘‘ جو طے شدہ مدت متعین ہے کہ اس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی۔ ﴿ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّاۤ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ③ ﴾ ’’اور کافروں کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے اس سے منہ پھیرنے والے ہیں۔‘‘ یعنی غفلت و بے پروائی کا مظاہرہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف کتاب کو نازل کیا اور اپنے رسول کو مبعوث فرمایا ہے مگر یہ لوگ ان سب سے منہ پھیر رہے ہیں اور انھیں عنقریب اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

مشرکین کی تردید: پھر فرمایا: ﴿ قُلْ ﴾ ’’کہہ دیں‘‘ ان مشرکین اور غیر اللہ کی پوجا کرنے والوں سے: ﴿ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ ﴾ ’’بھلا تم بتاؤ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو (ذرا) مجھے تو دکھاؤ کہ انھوں نے زمین میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے؟‘‘ یعنی زمین کی اس جگہ کی نشاندہی کرو جو انھوں نے پیدا کی ہو، ﴿ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ ﴾ ’’یا آسمانوں میں ان کی شرکت ہے۔‘‘ یعنی آسمانوں اور زمین میں ان کی ذرہ بھر شرکت نہیں ہے بلکہ وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، ملکیت بھی ساری اللہ عزوجل کی ہے اور تصرف بھی صرف اسی کا کارفرما ہے تو پھر تم اس کے ساتھ غیر کی پوجا کیوں کرتے اور اس کے ساتھ شرک کیوں کرتے ہو؟ تمھاری اس طرف کس نے رہنمائی کی ہے؟ تمھیں اس کی کس نے دعوت دی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس کا حکم دیا ہے؟ یا اسے تم نے ازخود گھڑ لیا ہے؟ اسی لیے فرمایا: ﴿ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ ﴾ ’’تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ۔‘‘ یعنی ان کتابوں میں سے کوئی کتاب لاؤ جو انبیائے کرام پر نازل کی گئی تھیں، جس میں تمھیں ان بتوں کی عبادت کا حکم دیا گیا ہو، ﴿ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ ﴾ ’’یا علم (انبیاء میں) سے کچھ (منقول) چلا آتا ہو (تو اسے پیش کرو۔)‘‘ جو اس مسلک کی دلیل ہو جسے تم نے اختیار کر رکھا ہے، ﴿ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ④ ﴾ ’’اگر تم سچے ہو۔‘‘ یعنی تمھارے پاس اس کی کوئی نقلی یا عقلی دلیل نہیں ہے، اسی لیے کئی قراء نے اسے [أَوْ أَثَرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ] پڑھا ہے، ① یعنی یا کوئی ایسا علم صحیح جسے تم اپنے سے پہلے کسی سے نقل کرو جیسا کہ امام مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا ہے: یا کسی سے دلیل پیش کرو جو علم کو نقل کرتا ہو۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ⑤ ﴾ ’’اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے جو اللہ کے سوا ایسے کو پکارے جو قیامت کے دن تک اسے جواب نہ دے سکے اور وہ ان کی پکار ہی سے (بے خبر) غافل ہیں۔‘‘ یعنی اس سے بڑھ کر اور کوئی گمراہ نہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کو پکارے اور ان سے وہ مانگے جس کی قیامت تک انھیں استطاعت نہ ہو بلکہ وہ جو کہہ رہے ہوں یہ تو اس سے ہی غافل ہوں، نہ سنتے ہوں، نہ دیکھتے ہوں اور نہ پکڑتے ہوں کیونکہ یہ تو جمادات ہیں، پتھر ہیں، سننے سمجھنے سے محروم ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ⑥ ﴾ ’’اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا

---

① تفسیر الطبری: 4/26. ② تفسیر الطبری: 5/26.

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا

اور جب ان پر ہماری واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر لوگ، اس حق (قرآن) کے بارے میں جبکہ وہ ان کے پاس آچکا، کہتے ہیں: یہ تو کھلا جادو

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑦ؕ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ

ہے⑦ بلکہ وہ کہتے ہیں: اس نے یہ خود گھڑ لیا ہے۔ آپ کہہ دیجیے: اگر میں نے یہ خود گھڑا ہے تو تم مجھے اللہ (کے عذاب) سے (بچانے کا) کوئی اختیار نہیں

هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ⑧

رکھتے۔ جو گفتگو تم اس (قرآن) کے بارے میں کرتے ہو وہ اس کو خوب جانتا ہے۔ وہ میرے اور تمھارے درمیان (بطور) گواہ کافی ہے۔ اور وہ نہایت

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا

بخشنے والا، خوب رحم کرنے والا ہے⑧ کہہ دیجیے: میں رسولوں سے انوکھا نہیں، اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمھارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ میں

مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ⑨

تو بس اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، اور میں تو فقط صاف صاف ڈرانے والا ہوں⑨

لَهُمْ عِزًّا ۙ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴾ (مریم 82,81:19) ”اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے ہیں تاکہ وہ ان کے لیے (موجب عزت و) مدد ہوں، ہرگز نہیں! وہ (معبودان باطل) عنقریب ان کی پرستش سے انکار کریں گے اور ان کے مخالف (ودشمن) ہوں گے۔“ یعنی وہ اس وقت انھیں دھوکا دیں گے جب انھیں ان کی مدد کی بہت ضرورت ہوگی، حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۙ ﴾ (العنکبوت 25:29) ”بے شک تم جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو تو دنیا کی زندگی میں باہم دوستی کے لیے (مگر) پھر قیامت کے دن ایک دوسرے (کی دوستی) سے انکار کر دو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے اور تمھارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور کوئی تمھارا مددگار نہ ہوگا۔“

تفسیر آیات: 7-9

قرآن وصاحب قرآن کے بارے میں مشرکین کے اقوال اور ان کی تردید: اللہ عزوجل نے مشرکین کے کفر و عناد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب انھیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جو لفظ و معنی کے اعتبار سے بے حد واضح اور روشن ہیں تو کہتے ہیں کہ ﴿ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑦ؕ ﴾ ”یہ تو صریح جادو ہے۔“ یعنی واضح طور پر جادو ہے، حالانکہ انھوں نے کذب و افترا سے کام لیا اور ضلالت و کفر کو اختیار کیا ہے۔ ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ ﴾ ”بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس نے اس کو از خود بنا لیا ہے۔“ یعنی اس قرآن کو محمد ﷺ نے خود بنایا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ ﴾ ”کہہ دیں کہ اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنایا ہو تو تم اللہ سے میرے (بچاؤ کے) لیے کچھ اختیار نہیں رکھتے۔“ یعنی اگر میں جھوٹ بولوں اور یوں دعویٰ کروں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اور حقیقت میں ایسا نہ ہو تو وہ مجھے سخت سزا دے گا اور اہل زمین سے کوئی بھی، تم یا کوئی اور، مجھے اللہ تعالیٰ سے نہیں بچا سکے گا جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد

فرمایا ہے: ﴿ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ۬ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ ؕ ﴾ (الجن 23,22:72) ''(یہ بھی) کہہ دیں کہ بے شک اللہ (کے عذاب) سے مجھے کوئی ہرگز پناہ نہیں دے سکتا اور میں اس کے سوا کبھی کوئی جائے پناہ نہیں دیکھتا، ہاں اللہ کی طرف سے (احکام کا) اور اس کے پیغاموں کا پہنچا دینا (ہی میرے ذمے ہے۔)''

اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ ۝ ﴾ (الحاقۃ 69: 44-47) ''اور اگر یہ (پیغمبر) ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لاتا تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے، پھر اس کی رگ گردن کاٹ ڈالتے، پھر تم میں سے کوئی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔'' اور یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِیْ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ ؕ كَفٰی بِهٖ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ ﴾ ''کہہ دیں کہ اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنایا ہو تو تم اللہ کے سامنے میرے (بچاؤ کے) لیے کچھ اختیار نہیں رکھتے، وہ خوب جانتا ہے ان باتوں کو جو تم اس (قرآن) کے بارے میں کرتے ہو، میرے اور تمھارے درمیان وہ (اللہ) بطور گواہ کافی ہے۔'' یہ سخت سرزنش، شدید تخویف اور زبردست ڈرانا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝۸ ﴾ ''اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' یہ ان لوگوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ اگر تم اللہ کی طرف رجوع کر لو اور توبہ کر لو تو وہ تمھاری توبہ قبول فرما لے گا، تمھیں عفو وبخشش سے نوازے گا اور تم پر رحم فرمائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فرقان میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَقَالُوْۤا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰی عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ ﴾ (الفرقان 25: 6,5) ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جن کو اس نے جمع کر رکھا ہے، پس وہ صبح وشام اس پر پڑھی جاتی ہیں، کہہ دیں کہ اس کو اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ ''کہہ دیں کہ میں کوئی نیا پیغمبر نہیں ہوں۔'' یعنی میں دنیا میں آنے والا کوئی پہلا رسول نہیں ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بھی کئی رسول آئے ہیں، میں کوئی ایسی نئی بات تو نہیں لایا جس کی کوئی نظیر نہ ہو کہ تم اپنی طرف سے میری بعثت کو عجیب وغریب سمجھو، مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو ان کی امتوں کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ؕ ﴾ ''اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا (سلوک) کیا جائے گا اور تمھارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی تھی: ﴿ لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ﴾ (الفتح 48: 2) ''تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔''① عکرمہ، حسن اور قتادہ نے بھی کہا ہے کہ یہ آیت سورۂ فتح کی مذکورہ بالا آیت کے ساتھ منسوخ ہے، نیز انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جب سورۂ احقاف کی یہ آیت نازل ہوئی تو ایک مسلمان نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ جو کرنے والا ہے وہ تو اس نے بیان کر دیا ہے، سوال یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ کیا

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 3293/10.

کرے گا؟ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ لِّيُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِيۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ﴾ (الفتح 48:5) ”اس لیے کہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بہشتوں میں، جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، داخل کرے۔“① انھوں نے اسی طرح کہا ہے لیکن جو بات صحیح حدیث میں ہے وہ یہ ہے کہ مومنوں نے کہا: اللہ کے رسول! آپ کو یہ مبارک ہو مگر سوال یہ ہے کہ ہمارے لیے کیا ہے؟ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا۔②

امام احمد نے خارجہ بن زید بن ثابت سے روایت کیا ہے، انھوں نے ام علاء سے، یہ ان کے خاندان کی ایک خاتون تھیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی تھی، انھوں نے کہا کہ جب انصار نے مہاجرین کی رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی تو قرعہ اندازی میں عثمان بن مظعون ؓ ان کے حصے میں آئے، پھر ہمارے پاس عثمان ؓ بیمار ہو گئے تو ہم نے ان کی بیمار پرسی کی، حتی کہ جب وہ فوت ہو گئے تو ہم نے انھیں کفن پہنایا، رسول اللہ ﷺ جب ہمارے گھر میں تشریف لائے تو میں نے کہا: ابو سائب! (حضرت عثمان بن مظعون ؓ کی کنیت) آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، میں آپ کے بارے میں یہ گواہی دیتی ہوں کہ اللہ عزوجل نے آپ کے ساتھ کرم کا معاملہ فرمایا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَمَا يُدْرِيكِ أَنَّ اللّٰهَ أَكْرَمَهُ؟] ”تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ کرم کا معاملہ فرمایا ہے؟“ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں مجھے نہیں معلوم تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَمَّا هُوَ، فَقَدْجَاءَهُ الْيَقِينُ مِنْ رَّبِّهٖ وَإِنِّي لَأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ، وَاللّٰهِ! مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللّٰهِ مَايُفْعَلُ بِي] ”ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے (اچھی حالت میں) موت آئی ہے اور میں ان کے لیے خیر کی امید کرتا ہوں اور اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم، حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔“ حضرت ام علاء نے عرض کی: اللہ کی قسم! اس کے بعد میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کا تزکیہ نہیں کروں گی، رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان نے مجھے غمزدہ کر دیا تو میں نے عثمان کا خواب میں ایک رواں دواں چشمہ دیکھا، میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا یہ خواب سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ذَاكَ عَمَلُهٗ] ”یہ ان کا عمل ہے۔“③ اسے صرف امام بخاری ہی نے روایت کیا ہے (امام مسلم نے نہیں)۔④ صحیح بخاری ہی کی ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِهٖ] ”میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اس کے باوجود مجھے نہیں معلوم کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔“⑤

یہ اور اس طرح کی دیگر احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ کسی معین انسان کے لیے قطعی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ جنتی ہے، البتہ جن لوگوں کا نص سے جنتی ہونا ثابت ہو تو انھیں جنتی قرار دیا جائے گا، جیسے عشرہ مبشرہ، ابن سلام، غُمَیصاء، بلال، سراقہ، جابر کے والد گرامی عبداللہ بن عمرو بن حرام، وہ ستر قرائے کرام جنھیں بئر معونہ میں شہید کر دیا گیا تھا، زید بن حارثہ، جعفر، ابن رواحہ اور اس طرح کے وہ دیگر صحابۂ کرام ؓ جنھیں رسول اللہ ﷺ نے جنتی قرار دیا ہے۔ ﴿ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا

---

① تفسیر الطبری: 10/26. ② صحیح البخاري، المغازی، باب غزوۃ الحدیبیة، حدیث: 4172 و مسند أحمد: 122/3 عن أنس ؓ. ③ مسند أحمد: 436/6. ④ صحیح البخاری، الجنائز، باب الدخول علی المیت......، حدیث: 1243. ⑤ صحیح البخاری، الشهادات، باب القرعه فی المشکلات، حدیث: 2687.

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

کہہ دیجیے: بھلا بتاؤ تو! اگر یہ (قرآن) اللہ ہی کی طرف سے ہو اور تم نے اس کا انکار کر دیا (تو تمھارا انجام کیا ہوگا؟) اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس جیسی

عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ع ⑩ وَقَالَ الَّذِيْنَ 1 ع 10 1

(کتاب اترنے) کی گواہی دے چکا، پھر وہ ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا⑩ اور کفر کرنے والوں نے ایمان

كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ط وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ

لانے والوں سے کہا: اگر وہ (دین) بہتر ہوتا تو وہ (عام لوگ) اس (کو قبول کرنے) میں ہم سے پہل نہ کرتے، اور جب انھوں نے اس (قرآن) کے ذریعے

فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ⑪ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ط وَهٰذَا كِتٰبٌ

سے ہدایت نہ پائی تو اب وہ ضرور کہیں گے کہ یہ قدیم جھوٹ ہے⑪ اور اس (قرآن) سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی، اور یہ (قرآن) عربی

مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ج ⑫ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا

زبان میں تصدیق کرنے والی کتاب ہے، تاکہ وہ ان لوگوں کو ڈرائے جنھوں نے ظلم کیا، اور نیکی کرنے والوں کے لیے خوش خبری ہے⑫ بے شک جن

رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ج ⑬ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ (اس پر) قائم رہے، تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے⑬ یہی لوگ جنتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ج جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑭

رہیں گے۔ (یہ) ان اعمال کی جزا ہے جو وہ کیا کرتے تھے⑭

﴿ يُوْحٰٓى اِلَيَّ ﴾ ”میں تو اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو احکام مجھ پر بذریعہ وحی نازل فرمائے ہیں میں ان کی اتباع کرتا ہوں، ﴿ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ⑨ ﴾ ”اور میں تو کھلا ڈرانے والا ہوں۔“ یعنی میرا کام تو کھلم کھلا ڈرانا ہے اور میرا معاملہ ہر صاحب عقل و دانش کے لیے واضح ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 10-14

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا سچا کلام ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”﴿ قُلْ ﴾ کہہ دیں“ اے محمد (ﷺ!) ان مشرکین اور قرآن مجید کے ساتھ کفر کرنے والوں سے: ﴿ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ ﴾ ”بھلا تم بتاؤ! اگر یہ اللہ کی طرف سے ہو اور تم نے اس سے انکار کیا (تو تمھارا انجام کیا ہوگا؟)“ یعنی یہ کتاب جسے میں تمھارے پاس لے کر آیا ہوں اگر اسے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمایا ہے تاکہ میں تمھیں یہ پہنچا دوں اور تم کفر اور تکذیب سے کام لے رہے ہو تو اس بات پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ ﴿ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ ﴾ ”اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اسی طرح (کی ایک کتاب) کی گواہی دے چکا ہے۔“ یعنی اس کتاب کی صداقت و صحت کی تو وہ سابقہ کتب بھی گواہی دے چکی ہیں جنھیں مجھ سے پہلے انبیائے کرام پر نازل کیا گیا تھا، ان کتابوں نے بھی اسی طرح کی بشارتیں اور خبریں دی تھیں جس طرح اس قرآن مجید نے دی ہیں۔ ﴿ فَاٰمَنَ ﴾ ”پھر وہ ایمان لے آیا۔“ یعنی بنی اسرائیل میں سے وہ شخص جس نے اس کی حقیقت کو

جاننے کی وجہ سے اس کی صداقت کی شہادت دی تھی، ﴿ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ط ﴾ ''اور تم نے سرکشی کی'' اس کی اتباع سے۔ مسروق کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ شاہد اپنے نبی اور اپنی کتاب پر ایمان لایا مگر تم اپنے نبی اور اپنی کتاب کے ساتھ کفر کر رہے ہو۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝۱۰ ﴾ ''بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' لفظ ﴿ شَاهِدٌ ﴾ یہاں اسم جنس ہے جو عبداللہ بن سلام ؓ اور ان جیسے دیگر سب لوگوں کو شامل ہے کیونکہ یہ آیت مکی ہے جو عبداللہ بن سلام ؓ کے اسلام لانے سے قبل نازل ہوئی تھی اور یہ اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿ وَاِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ۝ ﴾ (القصص 53:28) ''اور جب وہ (قرآن) ان پر تلاوت کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے، بے شک وہ ہمارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے (اور) ہم تو اس سے پہلے کے حکم بردار ہیں۔''

اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ۙ وَّیَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ ﴾ (بنی إسرآء یل 108,107:17) ''بلاشبہ جن لوگوں کو اس سے پہلے علم (کتاب) دیا گیا ہے جب وہ ان پر تلاوت کیا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک ہے، بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔'' حضرت سعد ؓ سے روایت ہے کہ میں نے نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے زمین میں چلنے والے کسی شخص کو، عبداللہ بن سلام ؓ کے سوا، اہل جنت میں سے قرار دیا ہو، انھوں نے کہا کہ انھی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی: ﴿ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی مِثْلِهٖ ﴾ ''اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اس کی مثل کی گواہی دے چکا ہے۔'' اسے امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے روایت کیا ہے۔ ① ابن عباس ؓ، مجاہد، ضحاک، قتادہ، عکرمہ، یوسف بن عبداللہ بن سلام، ہلال بن یساف، سدی، ثوری، مالک بن انس اور ابن زید نے اسی طرح کہا ہے کہ اس سے مراد عبداللہ بن سلام ؓ ہیں۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَاۤ اِلَیْهِ ط ﴾ ''اور کافر مومنوں سے کہتے ہیں کہ اگر یہ (دین) کچھ بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ لے جاتے۔'' یعنی قرآن مجید کے ساتھ ایمان لانے والوں کے بارے میں انھوں نے کہا کہ اگر یہ قرآن بہتر ہوتا تو یہ لوگ ہم سے پہلے اس کی طرف سبقت نہ لے جاتے، ان کی مراد حضرت بلال، عمار، صہیب اور ان جیسے کمزوروں، غلاموں اور لونڈیوں سے تھی، اس لیے کہ وہ اپنے بارے میں گمان رکھتے تھے کہ انھیں اللہ تعالیٰ کے ہاں وجاہت اور قدر و منزلت حاصل ہے، حالانکہ ان کا یہ خیال غلط اور باطل تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّیَقُوْلُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا ط ﴾ (الأنعام 53:6) ''اور اسی طرح ہم نے بعض کی بعض سے آزمائش کی تاکہ وہ (جو دولت مند، غریبوں کی نسبت) کہیں: کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ

---

① صحیح البخاری، مناقب الأنصار، باب مناقب عبداللّٰہ بن سلام ؓ، حدیث: 3812 و صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عبداللّٰہ بن سلام، حدیث: 2483 والسنن الکبرٰی للنسائی، المناقب، باب عبداللّٰہ بن سلام ؓ: 70/5، حدیث: 8252. ② تفسیر الطبری: 15,14/26 و تفسیر القرطبی: 188/16.

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا، اس کی ماں نے اسے تکلیف سے (پیٹ میں) اٹھائے رکھا، اور تکلیف سے جنا،

وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ

اور اس کا حمل اور دودھ چھڑانا تیس ماہ (کی مدت) ہے، حتی کہ جب وہ اپنی قوت وطاقت (کمال جوانی) کو پہنچا اور چالیس برس کا ہو گیا تو اس نے دعا

اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا

کی: اے میرے رب! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی، اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جو

تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ⑮

تو پسند کرے، اور تو میرے لیے میری اولاد میں اصلاح کر، بلاشبہ میں نے تیری طرف توبہ کی، اور بلاشبہ میں مسلمانوں میں سے ہوں ⑮ یہ وہ لوگ

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ

ہیں جن سے ہم اچھے عمل قبول کرتے ہیں، جو انھوں نے کیے، اور ان کی برائیوں سے ہم درگزر کرتے ہیں، (تو یہ) جنتیوں میں ہوں گے۔ (یہ) سچا

الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ⑯

وعدہ ہے جو ان سے کیا جاتا رہا ہے ⑯

نے ہم میں سے فضل کیا ہے۔'' یعنی یہ لوگ تعجب کرتے ہیں کہ ہمارے بجائے یہ لوگ کیسے ہدایت پا گئے، اسی لیے تو انھوں نے کہا: ﴿ لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ؕ ﴾ ''اگر یہ (دین) کچھ بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ لے جاتے۔'' جبکہ اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ ہر وہ قول وفعل جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے، چنانچہ اگر وہ قول یا فعل خیر ہوتا تو وہ ہم سے پہلے اس کی طرف سبقت فرماتے کیونکہ انھوں نے نیکی کے کسی بھی کام کو چھوڑا نہیں بلکہ اس کی طرف مبادرت و سبقت کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ⑪ ﴾ ''اور جب وہ اس (قرآن) سے ہدایت یافتہ نہ ہوئے تو اب کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔'' یعنی یہ وہ پرانا جھوٹ ہے جو پہلے لوگوں سے منقول ہوتا چلا آرہا ہے، اس طرح وہ قرآن اور قرآن مجید پر ایمان لانے والوں کی تنقیص کرتے ہیں اور یہی وہ تکبر ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ] ''تکبر حق کا انکار کرنے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔''①

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى ﴾ ''اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب تھی۔'' یعنی تورات۔ ﴿ اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ ﴾ ''لوگوں کے لیے رہنما اور رحمت اور یہ کتاب۔'' یعنی قرآن مجید ﴿ مُّصَدِّقٌ ﴾ ''تصدیق کرنے والی ہے۔'' سابقہ آسمانی کتابوں کی، ﴿ لِّسَانًا عَرَبِيًّا ﴾ ''عربی زبان میں۔'' جو فصیح، روشن اور واضح ہے، ﴿ لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ⑫ ﴾ ''تاکہ وہ ظالموں کو ڈرائے اور نیکوکاروں کے لیے خوش خبری ہے۔'' یعنی یہ کافروں کے لیے ڈر اور مومنوں کے لیے خوش خبری پر مشتمل ہے۔

---

① صحیح مسلم، الإیمان، باب تحریم الکبر وبیانه، حدیث: 91 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ﴾ ”بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ اس پر قائم رہے۔“ اس کی تفسیر قبل ازیں سورۂ حٰمٓ سجدہ میں گزر چکی ہے۔① ﴿ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ ﴾ ”تو ان کو نہ کچھ خوف ہوگا۔“ مستقبل کی زندگی میں، ﴿ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ⑬ ﴾ ”اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“ چھوڑی ہوئی دنیا پر۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑭ ﴾ ”یہی اہل جنت ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔“ یعنی اپنے اعمال صالحہ کی وجہ سے انھیں رحمت حاصل ہوئی اور وہ پوری طرح اس کے مستحق ہوئے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 16,15

اللہ تعالیٰ کی والدین کے بارے میں وصیت: اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے توحید، اخلاص، عبادت اور استقامت کا ذکر فرمایا تھا اور اب اس آیت میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت فرمائی ہے اور قرآن مجید کے کئی ایک مقامات پر یہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے، مثلاً: ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ ﴾ (بنیٓ إسرآءيل 23:17) ”اور آپ کے پروردگار نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔“ اور فرمایا: ﴿ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ○ ﴾ (لقمٰن 14:31) ”یہ کہ مجھے میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔“ علاوہ ازیں اس موضوع کی اور بھی بہت سی آیات ہیں اور یہاں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ ﴾ ”اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔“ یعنی ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے اور ان کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آئے۔ امام ابوداود طیالسی نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ام سعد نے سعد سے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے والدین کی اطاعت کا حکم نہیں دیا؟② میں تو اس وقت تک نہ کھانا کھاؤں گی اور نہ پانی پیوں گی جب تک تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر نہ کرو، پھر اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا حتی کہ اس کے گھر والے لاٹھی کے ساتھ اس کے منہ کو کھولتے تھے تاکہ اس میں کھانے پینے کی کوئی چیز ڈال دیں، اسی موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ ﴾ ”اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔“③ ابن ماجہ کے سوا اسے امام مسلم اور اہل سنن نے بھی روایت کیا ہے۔④

﴿ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا ﴾ ”اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا۔“ یعنی اس نے اس کی وجہ سے دوران حمل

---

① دیکھیے حٰمٓ السجدة، آیت: 30 کے ذیل میں۔ ② سعد رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے، چونکہ ان کی والدہ مشرکہ تھی، اس نے اپنے بیٹے کو اسلام چھوڑنے کا کہا اور دلیل کے طور پر یہ بات بھی کہی کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ ③ مسند أبي داود الطيالسي، أحاديث سعد بن أبي وقاص رضی اللہ عنہ: 1/168-170، حديث: 205. ④ صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب في فضل سعد بن أبي وقاص رضی اللہ عنہ، حديث: 1748، بعد الحديث: 2412 وسنن أبي داود، الجهاد، باب في النفل، حديث: 2740 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة العنكبوت، حديث: 3189 والسنن الكبرٰى للنسائي، باب التفسير، سورة الأنفال: 6/348,349، حديث: 11196.

بہت مشقت، تھکاوٹ، مختلف چیزوں کے کھانے کی خواہش (کی مشقت)، متلی، بوجھ اور تکلیف کو اٹھایا، نیز دیگر عوارض جو حاملہ خواتین کو پیش آتے ہیں۔ ﴿ وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ط ﴾ ''اور اسے تکلیف ہی سے جنا۔'' یعنی وضع حمل کی تکلیفوں اور سختیوں کو بھی برداشت کیا۔ ﴿ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ط ﴾ ''اور اس کا حمل اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے ہے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ، سورۂ لقمان کی آیت جس میں یہ الفاظ ہیں: ﴿ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ ﴾ (لقمٰن 14:31) ''اور دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے۔'' اور سورۂ بقرہ کی آیت: ﴿ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ط ﴾ (البقرة 233:2) ''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں (یہ حکم) اس شخص کے لیے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے۔'' سے استدلال کیا ہے کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے اور یہ ایک قوی اور صحیح استنباط ہے، حضرت عثمان اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے بھی اس استدلال میں آپ سے اتفاق کیا ہے۔

محمد بن اسحاق بن یسار نے بعجہ بن عبداللہ جہنی سے روایت کیا ہے کہ ہمارے ایک شخص نے جہینہ قبیلے کی ایک عورت سے شادی کی تو اس نے پورے چھ ماہ بعد اس کے بیٹے کو جنم دے دیا، اس عورت کا شوہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور اس نے آپ کی خدمت میں اس کا ذکر کیا، حضرت عثمان نے اس عورت کو بلا بھیجا تو وہ اپنے کپڑے پہننے کے لیے کھڑی ہوئی تو اس کی بہن رونے لگی؟ اس نے پوچھا کہ تم کیوں روتی ہو؟ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اپنے اس شوہر کے سوا اور کسی نے میرے ساتھ کبھی اختلاط نہیں کیا، اس لیے اللہ تعالیٰ میرے بارے میں جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا، جب اس عورت کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دے دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات پہنچی تو وہ آپ کے پاس آئے اور فرمانے لگے کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ اس عورت نے پورے چھ ماہ بعد بچے کو جنم دیا ہے تو کیا چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو سکتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ قرآن نہیں پڑھتے؟ انھوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: ﴿ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ط ﴾ ''اور اس کا حمل اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے ہے۔'' اور یہ فرمان کہ ﴿ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ﴾ (البقرة 233:2) ''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔'' اس طرح حمل کے لیے چھ ماہ بچتے ہیں، یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں اس بات کو نہیں سمجھ سکا تھا، عورت کو میرے پاس واپس لاؤ مگر لوگ اسے رجم کر کے فارغ ہو چکے تھے۔ بعجہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! اس بچے کو اپنے باپ کے ساتھ اس قدر مشابہت تھی کہ کوے کو کوے کے ساتھ اور انڈے کو انڈے کے ساتھ بھی اس طرح مشابہت نہیں ہوتی، جب اس کے باپ نے اسے دیکھا تو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے، اللہ کی قسم! مجھے اس کے بارے میں کوئی شک نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو اس آزمائش میں مبتلا کر دیا کہ اس کے چہرے پر گوشت کھانے والا ایک پھوڑا نکل آیا جو اسے مسلسل کھاتا رہا حتی کہ وہ مر گیا۔ اسے ابن ابو حاتم اور ابن منذر نے بیان کیا ہے۔ ①

ابن ابو حاتم نے اپنی سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عورت نو ماہ بعد بچے کو جنم دے تو پھر اس کے لیے

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 3294,3293/10.

وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ

اور جس نے اپنے والدین سے کہا: تم دونوں پر اُف (افسوس) ہے! کیا تم دونوں مجھے وعدہ دیتے ہو کہ مجھے (قبر سے) نکالا جائے گا، حالانکہ مجھ سے

قَبْلِیْ ۚ وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ ۖۗ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚۖ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ

پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں جبکہ وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے (اور کہتے) ہیں: تو ہلاک ہو جائے! ایمان لے آ، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، تب وہ

اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ⑰ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ

کہتا ہے: یہ تو بس اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں ⑰ یہ وہ لوگ ہیں جن پر (اللہ کے عذاب کی) بات ثابت ہو گئی، جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں کے

مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ ⑱ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِیُوَفِّیَهُمْ

ساتھ جو ان سے پہلے گزرے ہیں، بے شک وہ خسارہ پانے والے تھے ⑱ اور ہر ایک کے لیے اس کے اعمال کے مطابق درجے ہیں، اور تاکہ وہ (اللہ)

اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ⑲ وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِكُمْ

انھیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ⑲ اور جس دن اہل کفر کو آگ کے سامنے پیش کیا جائے گا، (تو کہا جائے گا:) تم نے

فِیْ حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ

دنیاوی زندگی ہی میں اپنی لذتوں کا (پورا) حصہ لے لیا، اور تم نے ان سے فائدہ اٹھا لیا، چنانچہ آج تمھیں ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی، اس

تَسْتَكْبِرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ⑳ ع

2
ع 10
2

لیے کہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے رہے، اور اس لیے کہ تم فسق و فجور کرتے رہے ⑳

اکیس ماہ تک دودھ پلانا بھی کافی ہے اور اگر وہ سات ماہ بعد جنم دے تو پھر اس کے لیے تیئیس ماہ تک دودھ پلانا کافی ہے اور اگر وہ چھ ماہ بعد بچے کو جنم دے تو پھر اسے پورے دو سال دودھ پلانا چاہیے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ ﴾ ”اور اس کا حمل اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے ہے۔“① ﴿ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ ﴾ ”یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے۔“ کڑیل اور رعنا جوان بن جاتا ہے۔ ﴿ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ﴾ ”اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے۔“ اور اس کی عقل پختہ اور فہم اور حلم کامل ہو جاتا ہے، اس لیے کہا جاتا ہے کہ چالیس برس کی عمر میں آدمی کے جو عادات واطوار ہوتے ہیں وہ عموماً تبدیل نہیں ہوتے۔ ﴿ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰى وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ ﴾ ”تو اس نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے (الہام کر دے) کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں ان کا شکر گزار بنوں اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جسے تو پسند کرے۔“ یعنی مستقبل میں نیک عمل کروں، ﴿ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚؕ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ⑮ ﴾ ”اور میرے لیے میری اولاد میں اصلاح (وتقویٰ پیدا) کر دے، بے شک میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔“ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی ہے کہ جو شخص چالیس برس کی عمر کو پہنچ جائے تو وہ توبہ اور انابت الی اللہ کی تجدید کرے بلکہ پکی سچی توبہ کرے۔

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 3294/10.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ نَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے نیک اعمال ہم قبول کریں گے اور ان کے گناہوں سے درگزر فرمائیں گے (اور یہی) اہل جنت میں ہوں گے۔'' یعنی یہ لوگ جو ان اوصاف سے متصف ہوں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنے والے، اس کی طرف رجوع کرنے والے اور جو اپنی کمی وکوتاہی کو توبہ واستغفار کر کے پورا کرنے والے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی بہت سی لغزشوں کو معاف فرما دیتا ہے اور ان کے تھوڑے عمل کو بھی شرفِ قبولیت سے نواز دیتا ہے۔ ﴿ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ﴾ ''(اور یہی) اہل جنت میں ہوں گے۔'' یہ لوگ اصحاب جنت میں سے ہوں گے، یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے بارے میں یہ حکم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص سے یہ وعدہ فرمایا ہے جو اس کی طرف توبہ اور رجوع کرے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ⑯ ﴾ ''(یہ) سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جاتا ہے۔''

تفسیر آیات: 17-20

نافرمان اولاد کا انجام: والدین کے لیے دعا کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے والوں کے ذکر اور انھیں حاصل ہونے والی کامیابی ونجات کے بیان کے بعد رب تعالیٰ نے بدنصیبوں اور والدین کے نافرمانوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَ الَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ ﴾ ''اور جس شخص نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تم دونوں پر اُف (افسوس۔)'' اور یہ آیت کریمہ عام ہے اور ہر اس شخص سے متعلق ہے جو اپنے والدین سے یہ کہے اور جس شخص نے یہ کہا ہے کہ یہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو اس کا قول ضعیف اور مردود ہے کیونکہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما تو اس آیت کے نازل ہونے کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور وہ ایک اچھے مسلمان بلکہ اپنے زمانے کے بہترین لوگوں میں سے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یوسف بن ماہک سے روایت کیا ہے کہ مروان حجاز کا گورنر تھا اور اسے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے گورنر مقرر کیا تھا، اس نے خطبہ دیا اور خطبے میں یزید بن معاویہ کا ذکر شروع کر دیا تاکہ ان کے باپ کے بعد ان کی بیعت کی جائے تو عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے اس سے کوئی بات کی تو اس نے کہا کہ انھیں پکڑ لو تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہو گئے، لہٰذا وہ انھیں نہ پکڑ سکے تو مروان نے کہا کہ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی: ﴿ وَ الَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَ قَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ﴾ ''اور جس شخص نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تم دونوں پر اُف (افسوس!) کیا تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا (دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟) اور تحقیق مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں۔'' یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پسِ پردہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں قرآن مجید میں میری براءت کے سوا اور کچھ نازل نہیں فرمایا ہے۔ ①

اسی طرح امام نسائی نے محمد بن زیاد سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کے لیے بیعت لی تو مروان نے کہا کہ یہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی سنت ہے تو عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ تو ہرقل اور قیصر کی سنت ہے، مروان نے کہا کہ

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَ الَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ ﴾ (الأحقاف 46:17)، حديث: 4827.

اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے: ﴿ وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ ﴾ حضرت عائشہ ؓ کو جب یہ بات پہنچی تو انھوں نے فرمایا کہ مروان نے جھوٹ بولا ہے، اللہ کی قسم! یہ آیت عبدالرحمٰن کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ ایک اور شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ میں اگر چاہوں تو اس کا نام بتا سکتی ہوں اور یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مروان کے باپ پر اس وقت لعنت فرمائی تھی جب مروان ابھی تک اس کی پشت میں تھا، پس مروان اللہ تعالیٰ کی لعنت سے جدا شدہ ٹکڑا ہے۔①

﴿ اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَ قَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ ۚ ﴾ ”کیا تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ میں نکالا (دوبارہ زندہ کیا) جاؤں گا، حالانکہ بہت سے لوگ مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں۔“ یعنی بہت سے لوگ پہلے گزر چکے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی اس کی خبر دینے کے لیے واپس نہیں آیا، ﴿ وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ ﴾ ”اور وہ دونوں اللہ کی جناب میں فریاد کرتے (ہوئے کہتے) تھے۔“ یعنی وہ دونوں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ وہ اسے ہدایت عطا فرمائے اور وہ اپنے بیٹے سے بھی یہ کہتے تھے: ﴿ وَیْلَكَ اٰمِنْ ۖۗ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚۖ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ⑰ ﴾ ”تیرا ناس ہو ایمان لے آ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے، تو کہنے لگا کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ ⑱ ﴾ ”یہی وہ لوگ ہیں جن پر (عذاب کی) بات ثابت ہوگئی ان امتوں سمیت جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں جنوں اور انسانوں میں سے، بے شک وہ نقصان اٹھانے والے تھے۔“ یعنی یہ لوگ بھی اپنے ہی جیسے ان کافروں کے زمرے میں داخل ہو چکے ہیں جو روز قیامت اپنے اور اپنے اہل وعیال کو نقصان پہنچانے والے ہوں گے۔ ﴿ وَالَّذِیْ قَالَ ﴾ کے بعد ﴿ اُولٰٓىِٕكَ ﴾ کے ساتھ اس بات کو ذکر کرنا اس کی دلیل ہے جو ہم نے کہا ہے کہ اس سے مراد ان لوگوں کی جنس ہے اور یہ بات عام اور ان سب لوگوں پر مشتمل ہے جو اس طرح کے ہوں۔ امام حسن بصری ؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مصداق ہر وہ کافر و فاجر ہے جو اپنے ماں باپ کا نافرمان اور بعث بعد الموت کی تکذیب کرتا ہو۔②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ ﴾ ”اور لوگوں نے جیسے کام کیے ہوں گے، ان کے مطابق سب کے درجے ہوں گے۔“ یعنی ہر ایک کے لیے اس کے عمل کے مطابق عذاب ہوگا۔ ﴿ وَ لِیُوَفِّیَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ⑲ ﴾ ”اور تاکہ ان کو ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ یعنی وہ کسی پر بھی ذرہ بھر بلکہ اس سے بھی کمتر ظلم نہیں کرے گا۔ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے کہ جہنم کے درجے نیچے کی طرف اور جنت کے درجے اوپر کی طرف جاتے ہیں۔③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ یَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَی النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ﴾ ”اور جس دن کافر دوزخ کے سامنے کیے جائیں گے (تو کہا جائے گا کہ) تم اپنی دنیا کی زندگی میں لذتیں حاصل کر چکے اور ان سے متمتع ہو چکے۔“ یعنی یہ بات انھیں زجر و توبیخ کے طور پر کہی جائے گی۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب ؓ نے کھانے

---

① السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب قوله: ﴿ وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ ﴾ :6/458,459، حدیث: 11491.

② تفسیر الطبری: 26/26. ③ تفسیر الطبری: 26/27.

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ

اور عاد کے بھائی (ہود) کو یاد کیجیے جب اس نے احقاف (یمن) میں اپنی قوم کو ڈرایا۔ اور یقیناً اس سے پہلے بھی کئی ڈرانے والے گزر چکے اور اس کے

يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ

بعد بھی، یہ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بلاشبہ میں تم پر ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں ㉑ انھوں نے کہا: کیا تو ہمارے پاس

عَظِيْمٍ ㉑ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ

اس لیے آیا ہے کہ تو ہمیں ہمارے معبودوں (کی پرستش) سے پھیر دے۔ چنانچہ اگر تو سچوں میں سے ہے تو ہمارے پاس وہ (عذاب) لے آ جس کا تو

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ㉒ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ٘ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ

ہمیں وعدہ دیتا ہے ㉒ (ہود نے) کہا: بس (اس کا) علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، اور میں تمھیں وہ چیز پہنچا رہا ہوں جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا اور لیکن میں

وَلٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ㉓ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا

تمھیں ایسے لوگ دیکھتا ہوں کہ تم جہالت کرتے ہو ㉓ پھر جب انھوں نے اس (عذاب) کو دیکھا کہ ان کی وادیوں کے سامنے ایک بادل چلا آ رہا ہے

هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ ㉔

تو وہ کہنے لگے: یہ بادل ہم پر بارش برسانے والا ہے (ہود نے کہا: نہیں!) بلکہ یہ تو وہ (عذاب) ہے جسے تم جلدی طلب کرتے تھے۔ (یہ) آندھی ہے، اس

تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی

میں نہایت دردناک عذاب ہے ㉔ وہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر دے گی، پھر وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا (وہاں) کچھ بھی دکھائی

الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ㉕

نہ دیتا تھا، ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں ㉕

پینے کی کئی اچھی چیزوں کو از خود ترک کر دیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ڈر ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤں جن سے زجر و توبیخ کے طور پر کہا جائے گا: ﴿ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِیْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ ﴾ ''تم اپنی دنیا کی زندگی میں لذتیں حاصل کر چکے اور ان سے متمتع ہو چکے ہو۔''① ابو مجلز رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ کئی لوگ اپنی دنیا کی زندگی میں کی گئی نیکیوں کو کم پائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ ﴿ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِیْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا ﴾ ''تم اپنی دنیا کی زندگی میں لذتیں حاصل کر چکے ہو۔'' نیز اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ⑳ ﴾ ''سو آج تم کو ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا، یہ اس کی سزا ہے کہ تم زمین میں ناحق غرور کیا کرتے تھے اور اس کی کہ بدکرداری کرتے تھے۔'' تو انھیں ان کے عمل کی جنس کے مطابق سزا دی جائے گی جیسا کہ انھوں نے اپنے آپ کو عیش و عشرت سے رکھا، اتباع حق سے منہ موڑا اور فسق و فجور کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالیٰ انھیں ذلت کا عذاب دیں گے اور وہ یہ کہ انھیں ذلیل و رسوا کیا جائے گا، دکھ دینے والے آلام اور مسلسل حسرت و ندامت میں مبتلا کیا جائے گا

---

① تفسیر القرطبی: 202,201/16.

اور جہنم کے انتہائی خوفناک مقامات میں انھیں رکھا جائے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اپنے فضل وکرم سے ان سب عذابوں سے محفوظ رکھے۔

تفسیر آیات:21-25

قومِ عاد کا قصہ: نبی ﷺ کی قوم کے لوگوں نے جب آپ کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ ؕ ﴾ ”اور (قوم) عاد کے بھائی کو یاد کریں۔“ اور وہ حضرت ہود علیہ السلام ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف مبعوث فرمایا جو سرزمین احقاف میں رہتے تھے۔ أَحقاف، حِقف کی جمع ہے اور حِقف ریت کے پہاڑ کو کہتے ہیں، یہ ابن زید کا قول ہے۔ ① اور عکرمہ کہتے ہیں کہ احقاف کے معنی پہاڑ اور غار کے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ عاد یمن کا ایک قبیلہ تھا جو ریت والے علاقے میں رہتا تھا اور شحر نامی جگہ میں ساحل سمندر پر تھا۔ ② امام ابن ماجہ نے ایک باب کا عنوان اس طرح قائم کیا ہے: بَابٌ:إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ ”دعا کرتے وقت اپنے آپ سے شروع کرنے کا باب۔“ اور پھر انھوں نے اس باب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَرْحَمُنَا اللّٰهُ وَأَخَا عَادٍ] ”اللہ تعالیٰ ہم پر اور قوم عاد کے بھائی (ہود علیہ السلام) پر رحم فرمائے۔“ ③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ ﴾ ”اور بلاشبہ ان سے پہلے اور پیچھے بھی ڈرانے والے گزر چکے ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے شہروں کے گردوپیش کے علاقوں میں بھی انبیائے کرام کو بھیجا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا ﴾ (البقرة 2:66) ”پھر ہم نے اس (قصے) کو اس وقت کے لوگوں کے لیے اور جو ان کے بعد آنے والے تھے، عبرت بنا دیا۔“ اور فرمایا: ﴿ فَإِنْ أَعْرَضُوْا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۝ إِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ أَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوْٓا إِلَّا اللّٰهَ ؕ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:13،14) ”پھر اگر یہ منہ پھیریں تو کہہ دیں کہ میں تم کو (ایسی) چیخ (کے عذاب) سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر چیخ (کا عذاب) آیا تھا جب ان کے پاس پیغمبران کے آگے اور پیچھے سے آئے کہ اللہ کے سوا (کسی کی) عبادت نہ کرو۔“ ﴿ إِنِّيْٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ㉑ ﴾ ”مجھے تمھارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا ڈر لگتا ہے۔“ یہ حضرت ہود علیہ السلام نے ان سے کہا تھا تو ان کی قوم نے جواب دیا: ﴿ أَجِئْتَنَا لِتَأْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ㉒ ﴾ ”کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو؟ پس اگر تم سچوں میں سے ہو تو جس چیز کا تم ہمیں وعدہ دیتے ہو اسے ہم پر لے آؤ۔“ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا جلد مطالبہ اس لیے کیا کہ وہ اس کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھتے تھے جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ ﴾ (الشورٰی 42:18) ”جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لیے جلدی کر رہے ہیں۔“

---

① تفسير الطبري :32/26 . ② تفسير الطبري :31/26 . ③ سنن ابن ماجه، الدعاء، باب إذا دعا أحدكم...... حديث :3852 .

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ ''اس نے کہا کہ یقیناً (اس کا) علم تو اللہ ہی کو ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ تمھیں بھی جانتا ہے اگر تم جلد عذاب کے مستحق ہوئے تو وہ تمھیں عنقریب عذاب میں مبتلا کر دے گا جبکہ میرا کام یہ ہے کہ میں تم تک اس پیغام کو پہنچا دوں جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے، ﴿ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ㉓ ﴾ ''لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت (کی باتیں) کرتے ہو۔'' اور عقل وشعور سے کام نہیں لے رہے ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ ﴾ ''پھر جب انھوں نے اس (عذاب) کو دیکھا کہ بادل کی صورت میں ان کے میدانوں کی طرف آ رہا ہے۔'' یعنی اپنی طرف عذاب کو آتے ہوئے دیکھا تو سمجھا کہ وہ بادل ہے جو بارش برسائے گا اور وہ اس پر شاداں وفرحاں ہونے لگے کیونکہ قحط سالی کی وجہ سے انھیں بارش کی ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ㉔ ۙ ﴾ ''(نہیں) بلکہ (یہ) وہ چیز ہے جس کے لیے تم جلدی کرتے تھے (یعنی) آندھی جس میں دردناک عذاب ہے۔'' یعنی یہ وہی عذاب ہے جس کا مطالبہ کرتے ہوئے تم نے کہا تھا: ﴿ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ㉒ ﴾ ''پس اگر تم سچوں میں سے ہو تو جس چیز کا تم ہمیں وعدہ دیتے ہوا سے ہم پر لے آؤ۔'' ﴿ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ ﴾ ''وہ ہر چیز کو تباہ کر دیتی ہے۔'' یعنی ان کے علاقے کی ہر چیز کو تباہ و برباد کر رہی ہے، ﴿ بِاَمْرِ رَبِّهَا ﴾ ''اپنے پروردگار کے حکم سے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا حکم دے دیا تھا جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ۭ ﴾ (الذّٰریٰت 42:51) ''وہ جس چیز پر چلتی اس کو ریزہ ریزہ کیے بغیر نہ چھوڑتی۔'' یعنی اسے بوسیدہ کر دیتی تھی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ ﴾ ''تو وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔'' یعنی ان سب کو اول سے آخر تک تباہ و برباد کر دیا گیا اور ان کی کوئی چیز باقی نہ بچی۔ ﴿ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ㉕ ﴾ ''مجرم لوگوں کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔'' یعنی جو ہمارے رسولوں کی تکذیب کریں اور ہمارے حکم کی مخالفت کریں تو ان کے بارے میں ہمارا یہی فیصلہ ہوتا ہے۔

امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی بھی اس طرح کھلکھلا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ جس سے حلق کا گوشت نظر آنے لگے بلکہ آپ تبسم فرمایا کرتے تھے۔ انھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب گھٹا یا آندھی کو دیکھتے تو اس کی وجہ سے چہرۂ اقدس پر (پریشانی کی وجہ سے) آثار نمایاں نظر آنے لگتے، انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! لوگ جب گھٹا کو دیکھتے ہیں تو اس امید سے خوش ہوتے ہیں کہ اس سے بارش ہوگی مگر میں یہ دیکھتی ہوں کہ آپ کے چہرۂ اقدس پر ناپسندیدگی کے آثار نمودار ہو جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا عَائِشَةُ! مَا يُؤْمِنِّي أَنْ يَّكُونَ فِيهِ عَذَابٌ، قَدْ عُذِّبَ قَوْمٌ بِالرِّيحِ وَقَدْ رَأَى قَوْمٌ الْعَذَابَ فَقَالُوا: ﴿ هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ ﴾] ''عائشہ! مجھے اس وجہ سے پریشانی لاحق ہوتی ہے کہ کہیں اس میں عذاب نہ ہو کیونکہ ایک قوم کو آندھی کے عذاب کے ساتھ ہلاک کر دیا گیا تھا اور ایک قوم نے جب عذاب کو دیکھا تو کہا کہ یہ بادل ہے جو ہم پر برس کر رہے گا۔''① اسے امام بخاری و

---

① مسند أحمد: 6/66.

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى

اور یقیناً ہم نے قوم عاد کو اس چیز کی قدرت دی تھی جس کی تمھیں قدرت نہیں دی، اور ہم نے انھیں کان اور آنکھیں اور دل دیے تھے، تو ان کے

عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

کانوں اور ان کی آنکھوں اور ان کے دلوں نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا جبکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہے اور انھیں اس (عذاب) نے گھیر لیا جس کا

3 ع 6 3 وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ㉖ ع وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا

وہ مذاق اڑاتے تھے ㉖ اور البتہ تحقیق ہم نے تمھارے آس پاس کی بستیاں ہلاک کر دیں، اور ہم نے آیات پھیر پھیر کر بیان کیں تاکہ وہ (ہماری

الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ㉗ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ

طرف) رجوع کریں ㉗ پھر ان لوگوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی جنھیں انھوں نے قرب (الٰہی) حاصل کرنے کے لیے اللہ کو چھوڑ کر معبود بنا رکھا تھا، بلکہ

بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ㉘

(معبود) ان سے گم ہو گئے، اور یہ تھا ان کا جھوٹ، اور ان کا افترا ㉘

مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔ ①

اور امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب آسمان کے کسی کنارے پر گھٹا دیکھتے تو کام چھوڑ دیتے اور اگر نماز میں ہوتے تو نماز سے فارغ ہو کر یہ دعا کرتے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيهِ] ”اے اللہ! اس میں جو برائی ہے، میں اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“ اگر اللہ تعالیٰ اسے کھول دیتے تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے اور اگر بارش برسنے لگتی تو یہ دعا فرماتے: [اَللّٰهُمَّ! صَيِّبًا نَّافِعًا] ”اے اللہ! یہ بارش موسلا دھار اور نفع بخش ہو۔“ ②

امام مسلم نے صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ جب آندھی چلتی تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا، وَخَيْرَ مَا فِيهَا، وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهٖ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا، وَشَرِّ مَا فِيهَا، وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهٖ] ”اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی، جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی اور جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے، اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے اس کی برائی، جو کچھ اس میں ہے اس کی برائی اور جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے، اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آسمان پر گھٹا چھا جاتی تو رسول اللہ ﷺ کا رنگ متغیر ہو جاتا، آپ کبھی گھر کے اندر آتے اور کبھی باہر تشریف لے جاتے، کبھی آگے بڑھتے اور کبھی پیچھے آ جاتے اور جب بارش شروع ہو جاتی تو آپ پرسکون ہو جاتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی پریشانی کی اس کیفیت کو بھانپ لیا تو اس بارے میں آپ سے پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَعَلَّهٗ، يَا عَائِشَةُ! كَمَا قَالَ قَوْمُ عَادٍ: ﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ﴾] ”عائشہ! شاید بات وہ نہ ہو جیسا کہ قومِ عاد نے کہا تھا: ”پھر

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ﴾ (الأحقاف 24:46)، حديث: 4829,4828 وصحيح مسلم، صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤية الريح……، حديث: (16)-899. ② مسند أحمد: 190/6.

انھوں نے جب اس (عذاب) کو دیکھا کہ بادل کی صورت میں ان کے میدانوں کی طرف آ رہا ہے تو کہنے لگے: یہ تو بادل ہے جو ہم پر برس کر رہے گا۔'' ① ہم نے قوم عاد کی تباہی و ہلاکت کا قصہ تفصیل کے ساتھ دو سورتوں اعراف اور ہود میں ذکر کیا ہے۔ ② لہٰذا اس کے اعادے کی اب ضرورت نہیں ہے۔ وَلِلّٰهِ تَعَالَى الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

تفسیر آیات: 26-28

ہلاک شدہ اقوام کا تذکرہ اس لیے ہے کہ لوگ پلٹ آئیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے سابقہ امتوں کو دنیا میں ایسے اموال و اولاد اور ایسی ایسی چیزیں دی تھیں کہ ان جیسی یا ان کے قریب تمھیں نہیں دیں، ﴿ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً ۖ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ﴾ ''اور ہم نے انھیں کان اور آنکھیں اور دل دیے تھے، جب وہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے تو نہ ان کے کان ہی ان کے کچھ کام آسکے اور نہ آنکھیں اور نہ دل اور جس چیز سے استہزا کیا کرتے تھے اس نے ان کو آگھیرا۔'' یعنی اس عذاب الٰہی نے انھیں آکر گھیر لیا جس کی وہ تکذیب کرتے اور جس کے وقوع پذیر ہونے کو وہ بعید سمجھتے تھے تو اے لوگو! ڈر جاؤ کہیں تم بھی ان جیسے نہ ہو جانا کہ تم بھی دنیا و آخرت میں اسی طرح کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤ جس طرح کے عذاب میں وہ مبتلا ہوئے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے تمھارے اردگرد کی بستیوں کو ہلاک کر دیا۔'' یعنی اہل مکہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گرد و پیش کی انبیائے کرام کی تکذیب کرنے والی قوموں کو ہلاک کر دیا تھا، مثلاً: قوم عاد جو سرزمین احقاف، یعنی یمن میں حضر موت میں رہتے تھے اور قوم ثمود جن کے مقامات ان کے اور شام کے درمیان تھے، اسی طرح سبا، یعنی اہل یمن اور اہل مدین جو غزہ کی طرف ان کے رستے اور گزرگاہ میں رہتے تھے، اسی طرح بحیرۂ قوم لوط جس کے پاس سے وہ گزرتے تھے۔ ﴿ وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ ﴾ ''اور ہم نے پھیر پھیر کر آیتیں بیان کیں۔'' یعنی انھیں بیان کر دیا اور واضح کر دیا، ﴿ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ ﴾ ''تاکہ وہ رجوع کریں، تو جن کو ان لوگوں نے تقرب (الٰہی) کے لیے اللہ کے سوا معبود بنایا تھا انھوں نے ان کی کیوں مدد نہ کی؟'' یعنی انھوں نے ان کی ضرورت کے وقت ان کی کیوں مدد نہ کی؟ ﴿ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ ﴾ ''بلکہ وہ ان (کے سامنے) سے گم ہو گئے۔'' یعنی جب انھیں ان کی شدید حاجت و ضرورت تھی اس وقت بھی وہ ان کے کچھ کام نہ آسکے۔ ﴿ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ ﴾ ''اور یہ ان کا جھوٹ تھا۔'' افک کے معنی جھوٹ کے ہیں۔ ﴿ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ ﴾ ''اور جو وہ افترا کیا کرتے تھے۔'' یعنی انھیں معبود بنا لینے میں افترا کیا کرتے تھے اور ان کی عبادت کرنے اور ان پر اعتماد کرنے کی وجہ سے وہ خائب و خاسر ہو گئے۔

---

① صحیح مسلم، صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤية الريح......، حديث: (15)-899 . ② دیکھیے الأعراف، آیات: 65-72 و ہود، آیات: 50-60 کے تحت.

وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ج فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ج

اور (یاد کیجیے) جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا، جبکہ وہ قرآن سنتے تھے، پھر جب وہ اس (کی تلاوت سننے) کو حاضر ہوئے، تو

فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ㉙ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ

(ایک دوسرے سے) کہا: خاموش رہو، چنانچہ جب (تلاوت) ختم ہوگئی تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر پھرے ㉙ انھوں نے کہا: اے ہماری

مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ㉚

قوم! بے شک ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے، وہ ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے کی ہیں، وہ حق کی طرف

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ

اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتی ہے ㉚ اے ہماری قوم! اللہ کے داعی کی بات کو قبول کرلو، اور اس پر ایمان لے آؤ، وہ تمھارے لیے تمھارے

اَلِيْمٍ ㉛ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ

گناہ بخش دے گا، اور وہ تمھیں نہایت دردناک عذاب سے پناہ دے گا ㉛ اور جو کوئی اللہ کے داعی کی بات قبول نہیں کرے گا تو وہ زمین میں (اللہ کو)

اَوْلِيَآءُ ط اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ㉜

عاجز نہیں کرسکے گا اور اللہ کے سوا اس کے کوئی حمایتی نہیں ہوں گے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں ㉜

تفسیر آیات: 29-32

جنوں کے قرآن سننے کا قصہ: امام احمد ؒ نے زبیر ؓ سے روایت کیا ہے کہ ﴿وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ج﴾ ”اور جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا، جبکہ وہ قرآن سنتے تھے۔“ یعنی مقام نخلہ میں جب رسول اللہ ﷺ نماز عشاء ادا فرما رہے تھے۔ ﴿كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ط﴾ (الجن 19:72) ”تو قریب تھے کہ وہ اس پر بھیڑ کرکے پل پڑنے والے ہوں۔“ سفیان کہتے ہیں کہ اَللِّبَدُ کے معنی ایک دوسرے پر پڑنے والے کے ہیں، جیسے نمدہ، اون یا بال ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس روایت کے بیان کرنے میں امام احمد متفرد ہیں۔①

امام احمد ؒ اور امام شہیر حافظ ابوبکر بیہقی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنوں کو نہ قرآن پڑھ کر سنایا اور نہ انھیں دیکھا، رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ بازار عکاظ کی طرف تشریف لے جارہے تھے، جبکہ شیاطین کے لیے آسمانی خبریں سننے سے رکاوٹ پیدا کردی گئی اور ان پر شہاب ثاقب کو مسلط کردیا گیا تو شیاطین اپنی قوم کے پاس آئے تو قوم نے پوچھا: کیا ہوا؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے لیے آسمان کی خبریں سننے کی راہ میں رکاوٹ پیدا کردی گئی ہے اور ہم پر شہاب ثاقب مسلط کردیے گئے ہیں۔ قوم نے کہا کہ تمھارے اور آسمانی خبروں کے درمیان رکاوٹ اسی لیے پیدا کردی گئی ہے کہ کوئی خاص واقعہ رونما ہوا ہے، لہٰذا مشرق و مغرب میں جاکر اس واقعے کا سراغ لگاؤ اور دیکھو کہ اس کا سبب کیا ہے، جنات مشرق و مغرب میں پھیل گئے تاکہ اس واقعے کا سراغ

---

① مسند أحمد: 167/1.

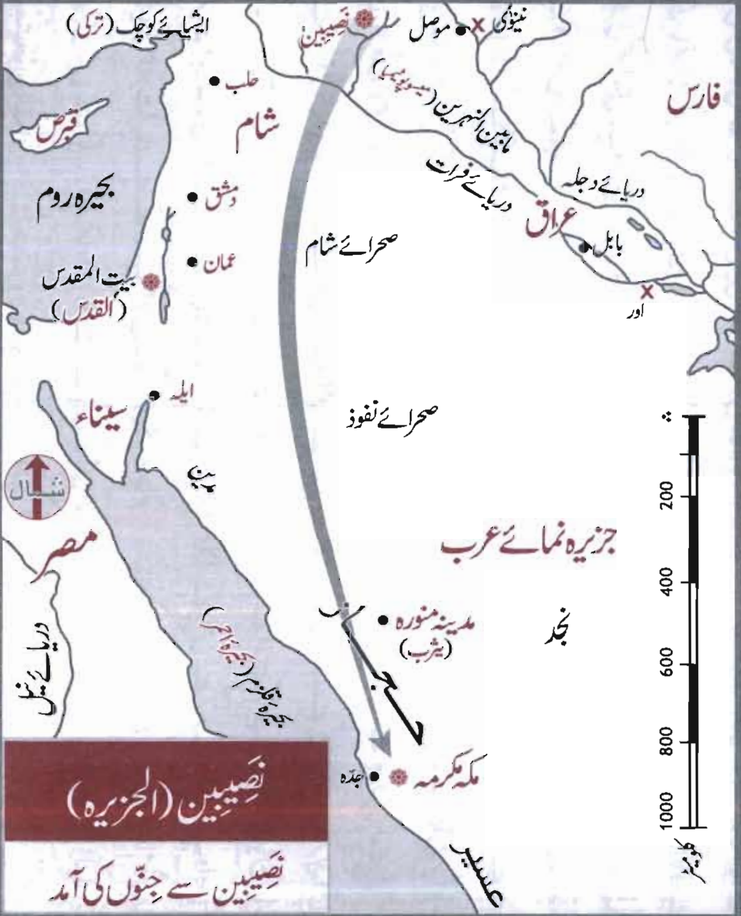
ایشیائے کوچک (ترکی)
نصیبین
موصل
نینویٰ
فارس
حلب
شام
قبرص
بحیرہ روم
دمشق
عمان
بیت المقدس
(القدس)
صحرائے شام
بین النہرین (میسوپوٹیمیا)
دریائے فرات
دریائے دجلہ
عراق
بابل
اور
ایلہ
سیناء
صحرائے نفوذ
مدین
شمال
مصر
جزیرہ نمائے عرب
مدینہ منورہ
(یثرب)
نجد
حجاز
دریائے نیل
بحیرہ قلزم (بحیرہ احمر)
مکہ مکرمہ
جدہ
عسیر
200
400
600
800
1000
کلومیٹر

نَصِیبِین (الجزیرہ)

نَصِیبِین سے جِنّوں کی آمد

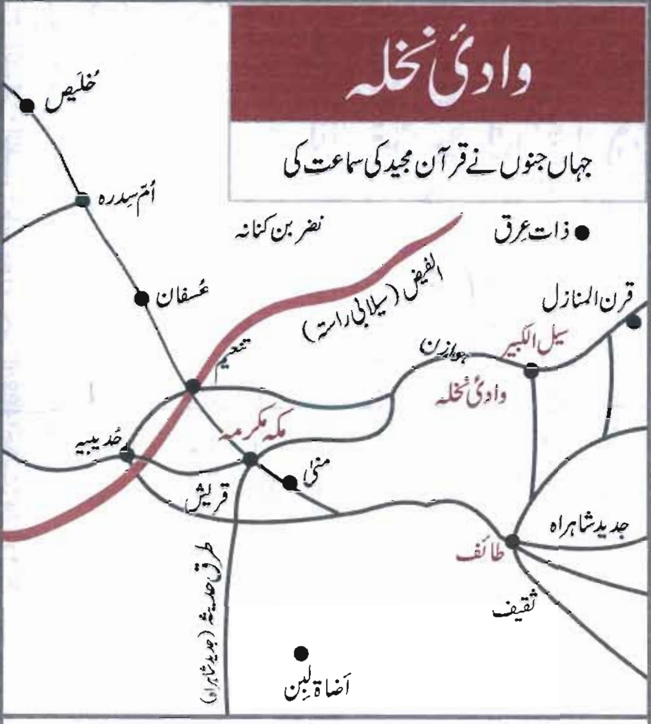
خُلَیص
اُم سِدرہ
نضر بن کنانہ
ذات عرق
عُسفان
الفیض (سیلابی راستہ)
قرن المنازل
تنعیم
ہوازن
سیل الکبیر
وادیٔ نخلہ
حُدیبیہ
مکہ مکرمہ
منیٰ
قریش
جدید شاہراہ
طائف
ثقیف
طرق صریحہ (جدید شاہراہ)
اَضاۃ لِبن

وادیٔ نخلہ

جہاں جنوں نے قرآن مجید کی سماعت کی

﴿ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ﴾

”اور جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا، جبکہ وہ قرآن سنتے تھے۔“

(الأحقاف 29:46)

لگائیں جس کی وجہ سے ان کے لیے آسمان کی خبریں سننے سے رکاوٹ کھڑی کردی گئی ہے، ان کی ایک جماعت جو تہامہ کی طرف آئی تھی رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچی جبکہ آپ سوق عکاظ کی طرف جانے کے لیے مقام نخلہ میں تشریف فرما تھے اور اپنے صحابہ کے ساتھ نماز فجر ادا فرما رہے تھے، جب انھوں نے آپ کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو کان لگا دیے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! یہی ہے وہ چیز جس کی وجہ سے تمھیں آسمان کی خبریں سننے سے منع کر دیا گیا ہے اور پھر جب وہ اپنی قوم کے پاس گئے تو انھوں نے کہا: ﴿ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ ﴾ (الجن 72:1،2) ’’بے شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو بھلائی کا رستہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔‘‘ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ ﴾ (الجن 72:1) ’’اے پیغمبر! لوگوں سے کہہ دیں کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) غور سے سنا۔‘‘ اور جنوں کی اس بات سے نبی ﷺ کو بذریعہ وحی الٰہی مطلع کیا گیا۔ ① اسی طرح اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا، نیز ترمذی و نسائی نے اسے کتاب التفسیر میں بیان کیا ہے۔ ②

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنات نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس سے گزرے جب آپ وادیٔ نخلہ میں قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے، جب انھوں نے قرآن مجید کو سنا تو ﴿ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ ﴾ ’’وہ کہنے لگے کہ خاموش رہو۔‘‘ اور وہ نو تھے جن میں سے ایک زوبعہ تھا، اسی واقعے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت: ﴿ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ ﴾ ’’اور جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا، جبکہ وہ قرآن سنتے تھے، پس جب وہ اس کے پاس آئے تو (آپس میں) کہنے لگے: خاموش رہو، جب پڑھنا تمام ہوا تو اپنی برادری کے لوگوں میں واپس گئے کہ (ان کو) ڈرائیں۔‘‘ سے ﴿ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾ ﴾ تک آیات نازل فرمائیں۔ ③ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی پہلی روایت کے ساتھ اگر اسے ملا لیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کی آمد کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا، انھوں نے آپ کی قراءت کو سنا، پھر اپنی قوم کے پاس واپس چلے گئے اور پھر وہ آپ کی خدمت میں موج در موج اور فوج در فوج حاضر ہوئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ ﴾ ’’اپنی برادری کے لوگوں میں واپس گئے کہ (ان کو) ڈرائیں۔‘‘ یعنی وہ اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے جو قرآن سنا تھا اس کے مطابق اپنی قوم کو نصیحت کی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝ ﴾ (التوبة

---

① مسند أحمد: 252/1 ودلائل النبوة للبيهقي، باب ذكر إسلام الجن وماظهر......: 226,225/2. ② صحيح البخاري، الأذان، باب الجهر بقراءة صلاة الصبح، حديث: 773 وصحيح مسلم، الصلاة، باب الجهر بالقراءة فى الصبح......، حديث: (149)-449 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الجن، حديث: 3323 والسنن الكبرٰى للنسائي، التفسير، باب سورة الجن: 499/6، حديث: 11624. ③ المستدرك للحاكم، التفسير، باب تفسير سورة الأحقاف: 456/2، حديث: 3701.

122:9) ’’تاکہ وہ دین میں سمجھ پیدا کریں اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو ان کو ڈرائیں تاکہ وہ (پیچھے والے بھی) ڈریں۔‘‘

اس آیت کریمہ سے استدلال کیا گیا ہے کہ جنوں میں نصیحت کرنے والے تو ہیں لیکن ان میں پیغمبر نہیں ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے جنوں میں سے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ ﴾ (یوسف 109:12) ’’اور ہم نے آپ سے پہلے بستیوں کے رہنے والوں میں سے مرد ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ ﴾ (الفرقان 20:25) ’’اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں، سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔‘‘ اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ ﴾ (العنکبوت 27:29) ’’اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب (مقرر) کردی۔‘‘ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس قدر بھی انبیاء مبعوث فرمائے وہ آپ ہی کی اولاد اور نسل میں سے مبعوث فرمائے تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ انعام میں جو یہ فرمایا ہے: ﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ ﴾ (الأنعام 130:6) ’’اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمھارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آتے رہے۔‘‘ تو اس سے یہاں دونوں جنسوں کا مجموعہ مراد ہے اور اس کا مصداق ان میں سے ایک جنس، یعنی انسان مراد ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۚ ﴾ (الرحمٰن 22:55) ’’اُن دونوں (دریاؤں) سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔‘‘ یعنی ان میں سے ایک سے نکلتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس نصیحت کا ذکر فرمایا ہے جو جنوں نے اپنی قوم کو کی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ﴾ ’’کہنے لگے کہ اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے۔‘‘ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا، اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل کی گئی اور اس میں مواعظ اور نصائح تھے اور حلال وحرام سے متعلق احکام بہت کم تھے۔ انجیل درحقیقت تورات ہی کی شریعت کا تکملہ تھی، لہٰذا اصل گویا تورات ہی ہے۔ اسی لیے جنوں نے کہا: ﴿ اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ﴾ ’’جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے۔‘‘ اسی طرح جب نبیٔ اکرم ﷺ نے ورقہ بن نوفل کو جبریل علیہ السلام کے پہلی بار آنے کا قصہ سنایا تو ورقہ نے بھی کہا تھا: واہ واہ! یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا، اے کاش! میں اس وقت جوان ہوتا۔① ﴿ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ﴾ ’’جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے۔‘‘ اور جنوں نے جو یہ کہا: ﴿ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ﴾ ’’وہ صحیح (دین) کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔‘‘ یعنی صحیح عقیدہ اور صحیح واقعات بیان کرتی ہے، ﴿ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۳۰ ﴾ ’’اور سیدھے رستے کی طرف

---

① صحیح البخاري، بدء الوحي، باب کیف کان بدء الوحي……، حدیث: 3 وصحیح مسلم، الإیمان، باب بدء الوحي إلی رسول اللہ ﷺ، حدیث: 160 عن عائشة رضي الله عنها.

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ

کیا انھوں نے دیکھا (جانا) نہیں کہ بے شک اللہ، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے اکتایا نہیں، اس پر قادر ہے کہ

يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ط بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ㉝ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى

مردوں کو زندہ کرے۔ کیوں نہیں! بلاشبہ وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ㉝ اور جس دن اہل کفر آگ کے سامنے پیش کیے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا:)

النَّارِ ط اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ط قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ط قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ

کیا یہ (دوزخ) حق نہیں ہے؟ تو وہ کہیں گے: کیوں نہیں، ہمارے رب کی قسم! (یہ حق ہے) اللہ فرمائے گا: اب تم اپنے کفر کی وجہ سے عذاب (کے مزے)

تَكْفُرُوْنَ ㉞ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ط كَاَنَّهُمْ

چکھو ㉞ تو (اے نبی!) آپ صبر کریں جس طرح عزم و ہمت والے رسولوں نے صبر کیا، اور ان کے لیے جلدی (عذاب) طلب نہ کریں، گویا کہ وہ (کافر)

يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ط بَلٰغٌ ج فَهَلْ يُهْلَكُ

جس دن اس (عذاب) کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے (تو سمجھیں گے کہ) وہ تو (دنیا میں) دن کی بس ایک گھڑی ہی ٹھہرے۔ یہ (تو پیغام) پہنچا

اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ع ㉟ ع 4 9 4

دینا ہے، چنانچہ نافرمان لوگوں کے سوا کوئی ہلاک نہیں کیا جائے گا ㉟

(رہنمائی کرتی ہے۔)'' یعنی یہ بتاتی ہے کہ اعمال کے بجالانے کے لیے سیدھا رستہ کون سا ہے، قرآن مجید دو چیزوں، یعنی خبر اور طلب پر مشتمل ہے، اس کی خبر صدق پر مبنی ہے اور طلب عدل پر جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط ﴾ (الأنعام 115:6) ''اور آپ کے پروردگار کی بات سچائی اور انصاف میں پوری ہے۔''

اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ ﴾ (التوبة 33:9) ''وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا۔'' دین حق سے مراد عمل صالح ہے، اسی طرح جنوں نے بھی کہا: ﴿ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ﴾ ''یہ (کتاب) صحیح دین کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔'' یعنی سچے اعتقادات کی طرف رہنمائی کرتی ہے، ﴿ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ㉚ ﴾ ''اور سیدھے رستے کی طرف (رہنمائی کرتی ہے۔)'' جو عمل کے لیے سیدھا رستہ ہے۔ ﴿ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ ﴾ ''اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات کو قبول کرو۔'' یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو جنوں اور انسانوں سب کی طرف مبعوث فرمایا ہے، اسی لیے تو انھوں نے کہا: ﴿ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ ﴾ ''اللہ کی طرف بلانے والے کی بات کو قبول کرو اور اسی پر ایمان لاؤ۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ ﴾ ''وہ (اللہ) تمھارے گناہ بخش دے گا۔'' کہا گیا ہے کہ ﴿ مِّنْ ﴾ یہاں زائد ہے لیکن یہ بات محل نظر ہے کیونکہ مقام اثبات میں مِنْ کا زائدہ ہونا بہت قلیل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿ مِّنْ ﴾ یہاں اپنے اصل پر تبعیض کے لیے ہے، یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے بعض گناہ بخش دے گا، ﴿ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ㉛ ﴾ ''اور تمھیں دردناک عذاب سے پناہ میں رکھے گا۔'' اور پھر اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کی بات کو قبول نہ کرنے والوں کے بارے

میں فرمایا: ﴿ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ ﴾ ”اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا تو وہ زمین میں (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکے گا۔“ بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کو بھی شامل ہو گی اور اسے اپنے گھیرے میں لے لے گی۔ ﴿ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ أَوْلِيَآءُ ۭ ﴾ ”اور نہ اس (اللہ) کے سوا اس کے حمایتی ہوں گے۔“ یعنی ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی نہ بچا سکے گا۔ ﴿ أُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿32﴾ ﴾ ”یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔“ یہ تہدید و ترہیب کا مقام ہے۔ الغرض! انھوں نے اپنی قوم کو ترغیب اور ترہیب دونوں طرح سے دعوت دی، یہی وجہ ہے کہ یہ اسلوب دعوت بہت سے جنوں کے لیے مؤثر ثابت ہوا اور وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں فوج در فوج اور موج در موج حاضر ہوئے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 35-33

حیات بعد الممات کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن دوبارہ زندگی کا انکار کرنے والوں اور روز آخرت جسموں کے اٹھ کھڑے ہونے کو بعید سمجھنے والوں نے کیا یہ نہیں دیکھا ہے کہ ﴿ أَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ ﴾ ”بے شک جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں۔“ یعنی ان کے پیدا کرنے سے اسے کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی۔ اس نے ان سے فرمایا کہ ہو جاؤ تو وہ کسی ممانعت و مخالفت کے بغیر وجود میں آ گئے اور انھوں نے بلا روک ٹوک اور محض ڈر اور خوف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کو اختیار کر لیا تو کیا وہ ذات گرامی مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟ جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ ﴾ (المؤمن 57:40) ”البتہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا (کام) ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿ بَلٰٓى إِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿33﴾ ﴾ ”ہاں ہاں! بلاشبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ پھر اللہ جل جلالہ نے اس کی ذات پاک کے ساتھ کفر کرنے والوں کو ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ أَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ ﴾ ”اور جس روز انکار کرنے والے آگ کے سامنے پیش کیے جائیں گے (تو کہا جائے گا!) کیا یہ حق نہیں ہے؟“ یعنی ان سے پوچھا جائے گا کیا یہ حق نہیں ہے؟ کیا یہ جادو ہے یا تم اسے دیکھ ہی نہیں رہے ہو؟ ﴿ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ ﴾ ”وہ کہیں گے: کیوں نہیں، ہمارے پروردگار کی قسم! (یہ حق ہے۔)“ یعنی اس وقت اعتراف کے بغیر ان کے لیے کوئی چارہ نہ ہو گا۔ ﴿ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿34﴾ ﴾ ”حکم ہو گا کہ تم جو (دنیا میں) انکار کیا کرتے تھے (اب) اس کے سبب عذاب (کے مزے) چکھو۔“

نبی اکرم ﷺ کو صبر کا حکم: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان کی قوم کی طرف سے تکذیب پر صبر کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ ﴾ ”پس (اے محمد!) جس طرح اور عالی ہمت پیغمبر صبر کرتے رہے اسی طرح آپ بھی صبر کریں۔“ یعنی جس طرح ان عالی ہمت پیغمبروں نے اپنی قوم کی طرف سے تکذیب پر صبر کیا آپ بھی صبر کریں۔ یاد رہے اولوالعزم پیغمبروں سے مراد ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام اور خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ ہیں، جیسا کہ اللہ

تبارک وتعالیٰ نے دو سورتوں احزاب اور شوریٰ میں ان کے اسمائے گرامی کی نشان دہی فرمائی ہے۔ ①

﴿ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ ﴾ ’’اور ان کے لیے (عذاب) جلد نہ مانگیں۔‘‘ یعنی اس بات کا مطالبہ نہ کریں کہ انھیں جلد سزا ملے اور ان پر جلدی سے عذاب نازل ہو جائے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ ذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝ ﴾ (المزمل 11:73) ’’اور مجھے اور ان خوشحال جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیں اور انھیں تھوڑی سی مہلت دیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝ ﴾ (الطارق 17:86) ’’تو آپ کافروں کو مہلت دیں بس چند روز ہی انھیں مہلت دیں۔‘‘ ﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ ﴾ ’’جس دن یہ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو (خیال کریں گے کہ) گویا (دنیا میں) رہے ہی نہ تھے مگر دن کی ایک گھڑی۔‘‘ جیسا کہ اللہ جلّ وعلا نے فرمایا ہے: ﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ۝ ﴾ (النّٰزعٰت 46:79) ’’جس دن وہ اس کو دیکھیں گے (تو ایسا خیال کریں گے) کہ گویا (دنیا میں صرف) دن کا آخری حصہ یا ابتدائی حصہ ٹھہرے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ ...... ﴾ الآیة (یونس 45:10) ’’اور جس دن اللہ ان کو جمع کرے گا (تو وہ دنیا کی نسبت ایسا خیال کریں گے کہ) گویا (وہاں) گھڑی بھر دن سے زیادہ رہے ہی نہیں تھے، وہ باہم ایک دوسرے کو پہچان لیں گے......۔‘‘ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ㉟ ﴾ ’’یہ (تو پیغام) پہنچا دینا ہے، پس (اب) وہی ہلاک ہوں گے جو بدکار تھے۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی ہلاک ہوگا جس نے خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور یہ اللہ تعالیٰ کا عدل وانصاف ہی ہے کہ وہ مستحق عذاب ہی کو عذاب میں مبتلا کرے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

سورۂ احقاف کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.

---

① دیکھیے الأحزاب، آیت :7 اور الشوریٰ، آیت :13 کے ذیل میں۔

تفسیر
سُوْرَۃُ مُحَمَّد

یہ سورت مدنی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعۡمَالَہُمۡ ① وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا

جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسروں کو) اللہ کی راہ سے روکا، اللہ نے ان کے عمل ضائع کر دیے ① اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، اور

الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ۙ کَفَّرَ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ

وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان لائے، جو محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا، اور وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے، اللہ نے ان سے ان کی برائیاں دور کر دیں اور

وَ اَصۡلَحَ بَالَہُمۡ ② ذٰلِکَ بِاَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا اتَّبَعُوا الۡبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الۡحَقَّ مِنۡ

ان کے حال کی اصلاح کر دی② یہ اس لیے کہ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے باطل کی پیروی کی، اور بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے انھوں نے

رَّبِّہِمۡ ؕ کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ لِلنَّاسِ اَمۡثَالَہُمۡ ③

اپنے رب کی طرف سے حق کی پیروی کی، اللہ اسی طرح لوگوں کے لیے ان کی مثالیں بیان کرتا ہے③

تفسیر آیات:1-3

کافروں اور مومنوں کی جزا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ﴾ ’’جن لوگوں نے کفر کیا۔‘‘ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ۔ ﴿ وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعۡمَالَہُمۡ ① ﴾ ’’اور (اوروں کو) اللہ کے رستے سے روکا، اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔‘‘ ان کے اعمال کو باطل اور رائیگاں کر دیا اور انھیں ان کا ثواب اور کوئی بدلہ نہ دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ قَدِمۡنَاۤ اِلٰی مَا عَمِلُوۡا مِنۡ عَمَلٍ فَجَعَلۡنٰہُ ہَبَآءً مَّنۡثُوۡرًا ۝ ﴾ (الفرقان 23:25) ’’اور جو انھوں نے عمل کیے تھے ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے تو ان کو اڑائے ہوئے ذرات بنا دیں گے۔‘‘ پھر اللہ جل وعلا نے فرمایا ہے: ﴿ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ’’اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔‘‘ یعنی ان کے دل اور ضمیر ایمان لے آئے، ان کے اعضاء، ان کا باطن اور ظاہر اللہ تعالیٰ کی شریعت کا مطیع ہو گیا۔ ﴿ وَ اٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﴾ ’’اور جو (کتاب) محمد پر نازل کی گئی اس پر ایمان لائے۔‘‘ یہ خاص کا عام پر عطف ہے اور اس بات کی دلیل بھی کہ صحت ایمان کے لیے یہ شرط ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے بعد اس کتاب پر بھی ایمان لایا جائے جو آپ پر نازل ہوئی ہے۔ ﴿ وَ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ۙ ﴾ ’’اور وہ ان کے پروردگار کی طرف سے برحق ہے۔‘‘ یہ ایک اچھا جملہ معترضہ ہے، اسی لیے اس کے بعد اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ کَفَّرَ عَنۡہُمۡ

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا

چنانچہ جب تم (جہاد میں) ان لوگوں سے ملو جنھوں نے کفر کیا تو (ان کی) گردنیں مارو، حتی کہ جب تم انھیں خوب قتل کر چکو تو (قیدیوں کو) بیڑیوں میں مضبوطی

الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ۫ ذٰلِكَ ؕ

سے باندھ دو، پھر یا تو اس کے بعد (ان پر) احسان کرنا ہے یا فدیہ (تاوان) لینا ہے، حتی کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے، (حکم) یہی ہے، اور اگر اللہ چاہتا

وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَاۡ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا

تو ضرور (خود ہی) ان سے بدلہ لے لیتا، لیکن (اس نے تمھیں حکم دیا ہے) تاکہ وہ تمھیں ایک دوسرے سے آزمائے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل (شہید)

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ④ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ⑤ ۚ وَيُدْخِلُهُمُ

کیے گئے، تو اللہ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہیں کرے گا④ وہ جلد ان کی رہنمائی کرے گا اور ان کے حال کی اصلاح کرے گا⑤ اور وہ انھیں (اس) جنت

الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ⑥ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ

میں داخل کرے گا جس کی ان کو خوب پہچان کروا چکا ہے⑥ اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم

اَقْدَامَكُمْ ⑦ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ⑧ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

ثابت رکھے گا⑦ اور جن لوگوں نے کفر کیا، تو ان کے لیے ہلاکت ہے، اور وہ (اللہ) ان کے اعمال ضائع کر دے گا⑧ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے

كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ⑨

اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کی، پھر اس نے بھی ان کے (نیک) اعمال ضائع کر دیے⑨

﴿سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ②﴾ ''ان سے ان کے گناہ دور کر دیے اور ان کی حالت سنوار دی۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے معاملے کو درست فرما دیا۔① اور مجاہد کہتے ہیں کہ ان کی حالت کو درست کر دیا۔② قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں کہ ان کے حال کی اصلاح فرما دی۔③ اور ان سب اقوال کا مفہوم ایک ہی ہے۔

حدیث میں ہے کہ چھینک کا جواب دینے والے سے یہ کہا جائے: [يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ] ''اللہ تعالیٰ تمھیں ہدایت عطا فرمائے اور تمھارے حال کو درست فرما دے۔''④

پھر فرمایا: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ﴾ ''یہ (کفار کا حبط اعمال اور مومنین کی اصلاح احوال) اس لیے ہے کہ جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے جھوٹی بات کی پیروی کی۔'' یعنی ہم نے کافر کے اعمال کو اس لیے باطل قرار دیا اور نیکوکاروں کی برائیوں سے درگزر کر کے ان کے احوال کی اس لیے اصلاح کر دی کہ کفار نے باطل کی پیروی کی تھی اور انھوں نے حق پر باطل کو ترجیح دی تھی۔ ﴿وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ③﴾ ''اور بلاشبہ جو ایمان لائے وہ اپنے پروردگار کی طرف سے (دین) حق کے پیچھے چلے۔ اسی طرح اللہ لوگوں سے ان کے حالات بیان فرماتا ہے۔''

---

① تفسير الطبري : 52/26. ② تفسير الطبري : 52/26. ③ تفسير الطبري : 52/26. ④ صحيح البخاري، الأدب، باب إذا عطس كيف يشمت؟ حديث : 6224 عن أبي هريرة رضي الله عنه.

یعنی اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے کہ ان لوگوں کے اعمال کا انجام کیا ہوگا اور آخرت میں ان کا ٹھکانا کہاں ہوگا۔ وَاللّٰهُ سُبۡحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَعۡلَمُ.

تفسیر آیات: 4-9

کفار کی گردنیں اڑانے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب جنگوں میں مشرکین سے مقابلہ ہوتو تمھارا طرز عمل یہ ہونا چاہیے۔ ﴿ فَاِذَا لَقِيۡتُمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَضَرۡبَ الرِّقَابِ ؕ ﴾ ''پھر جب تم کافروں سے ملوتو (ان کی) گردنیں مارو۔'' یعنی جب میدان جنگ میں تمھارا مشرکین سے مقابلہ ہوتو تلواروں کے ساتھ انھیں تہ تیغ کردو۔ ﴿ حَتّٰٓى اِذَاۤ اَثۡخَنۡتُمُوۡهُمۡ فَشُدُّوا الۡوَثَاقَ ۙ ﴾ ''یہاں تک کہ جب ان کو خوب قتل کر چکوتو (جو زندہ پکڑے جائیں ان کو) مضبوطی سے قید کرلو۔'' یعنی ان کافروں کو جن کو تم قیدی بنالو، پھر جنگ ختم ہونے کے بعد تمھیں ان کے بارے میں اختیار ہے کہ اگر چاہو تو ان پر احسان کرتے ہوئے انھیں بلا معاوضہ چھوڑ دو اور اگر چاہو تو حسب شرائط ان سے بطور فدیہ مال بھی لے سکتے ہو۔

بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت کریمہ واقعۂ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے اور ان میں سے کم لوگوں کو قتل کرنے کی وجہ سے مومنوں کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿ مَا كَانَ لِنَبِىٍّ اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهٗۤ اَسۡرٰى حَتّٰى يُثۡخِنَ فِى الۡاَرۡضِ ؕ تُرِيۡدُوۡنَ عَرَضَ الدُّنۡيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ○ لَوۡلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمۡ فِيۡمَاۤ اَخَذۡتُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ○ ﴾ (الأنفال 8:67,68) ''پیغمبر کو شایاں نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک (کافروں کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہادے۔ تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو اور اللہ آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو (فدیہ) تم نے لیا ہے اس کے بدلے میں تمھیں بڑا عذاب پہنچتا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ حَتّٰى تَضَعَ الۡحَرۡبُ اَوۡزَارَهَا ۛۚ ﴾ ''یہاں تک کہ (فریق مقابل) لڑائی (کے) اپنے ہتھیار (ہاتھ سے) رکھ دے۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حتی کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہو جائیں۔① گویا کہ انھوں نے یہ مفہوم رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے اخذ کیا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے: [لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنۡ أُمَّتِی ظَاهِرِينَ عَلَى الۡحَقِّ (حَتّٰى يُقَاتِلَ آخِرُهُمُ الۡمَسِيحَ الدَّجَّالَ)] ''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے ساتھ غالب رہے گا حتی کہ ان میں سے آخری انسان دجال مسیح سے لڑائی کرے گا۔''②

امام احمد رحمہ اللہ نے جبیر بن نفیر سے روایت کیا ہے کہ سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ نے انھیں خبر دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کی کہ میں گھوڑے سے اکتا گیا ہوں اور میں نے ہتھیار پھینک دیا ہے اور جنگ نے بھی اپنے

---

① تفسیر الطبری: 26/56. ② صحیح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: [لا تزال طائفة من أمتی……]، حدیث: 1920 عن ثوبان رضی اللہ عنہ جبکہ قوسین والے الفاظ سنن أبی داود، الجهاد، باب فی دوام الجهاد، حدیث: 2484 عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ میں ہیں۔

ہتھیار رکھ دیے ہیں اور میں نے یہ بھی کہا کہ اب قتال نہیں ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: [اَلْآنَ جَاءَ الْقِتَالُ، لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى النَّاسِ يُزِيغُ اللّٰهُ قُلُوبَ أَقْوَامٍ فَيُقَاتِلُونَهُمْ وَيَرْزُقُهُمُ اللّٰهُ مِنْهُمْ، حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ، أَلَا! إِنَّ عُقْرَدَارِ الْمُؤْمِنِينَ الشَّامُ وَالْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ’’اب ہی تو قتال کا موقع آیا ہے، میری امت کا ایک گروہ لوگوں پر غالب رہے گا، اللہ تعالیٰ جب کچھ لوگوں کے دل ٹیڑھے کر دے گا، تو وہ ان سے قتال کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے انھیں رزق دے گا حتی کہ اللہ تعالیٰ کا امر آ جائے گا اور وہ اسی حالت میں ہوں گے اور یاد رہے! مومنوں کا اصل گھر شام ① ہوگا اور گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک خیر و بھلائی کو رکھ دیا گیا ہے۔‘‘② امام نسائی نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكَ ۛؕ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ۙ﴾ ’’(حکم) یہی ہے اور اگر اللہ چاہتا تو البتہ (خود ہی) ان سے انتقام لے لیتا۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے اس حکم کو پسند فرمایا ہے ورنہ اگر وہ چاہتا تو کافروں سے از خود سزا یا عذاب کی صورت میں انتقام لے لیتا۔ ﴿ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَاۡ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ﴾ ’’اور لیکن (اس نے حکم دیا ہے) تاکہ وہ تمھاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے (لڑوا کر) کرے۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے جہاد اور دشمنوں سے قتال کا حکم اس لیے مقرر فرمایا ہے تاکہ وہ تمھاری آزمائش کرے اور تمھارے حالات جانچ لے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حکم جہاد کی حکمت بیان کرتے ہوئے سورۂ آل عمران میں فرمایا ہے: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾ (آل عمرٰن 3:142) ’’کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (بلا آزمائش) بہشت میں جا داخل ہو گے، حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور (یہ بھی مقصود ہے کہ) وہ صبر کرنے والوں کو معلوم کرے۔‘‘ اور سورۂ توبہ میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ۙ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝﴾ (التوبة 9:14، 15) ’’ان سے (خوب) لڑو اللہ ان کو تمھارے ہاتھوں سے عذاب میں ڈالے گا اور رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غلبہ دے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا بخشے گا اور ان کے دلوں سے غصہ دور کر دے گا اور اللہ جس پر چاہے توجہ فرماتا ہے۔ اور اللہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے۔‘‘

شہداء کی فضیلت: جہاد میں چونکہ بہت سے مومن بھی جام شہادت نوش کر جاتے ہیں، اس لیے ان کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ④﴾ ’’اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے، تو وہ (اللہ) ان کے عملوں کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔‘‘ یعنی انھیں ضائع نہیں کرے گا بلکہ انھیں زیادہ کرے گا اور بڑھائے گا اور ان میں

---

① یہ اس طرف اشارہ ہے کہ فتنوں کے زمانے اور آخری دور میں شام فتنوں سے محفوظ ہوگا اور شام میں مسلمان زیادہ محفوظ ہوں گے۔ النهاية في غريب الحديث والأثر لابن الأثير:271/3 مادة : "عقر" ② مسند أحمد :104/4 . ③ السنن الكبرى للنسائي، الخيل، باب ذكر الخيل :35/3، حديث:4401.

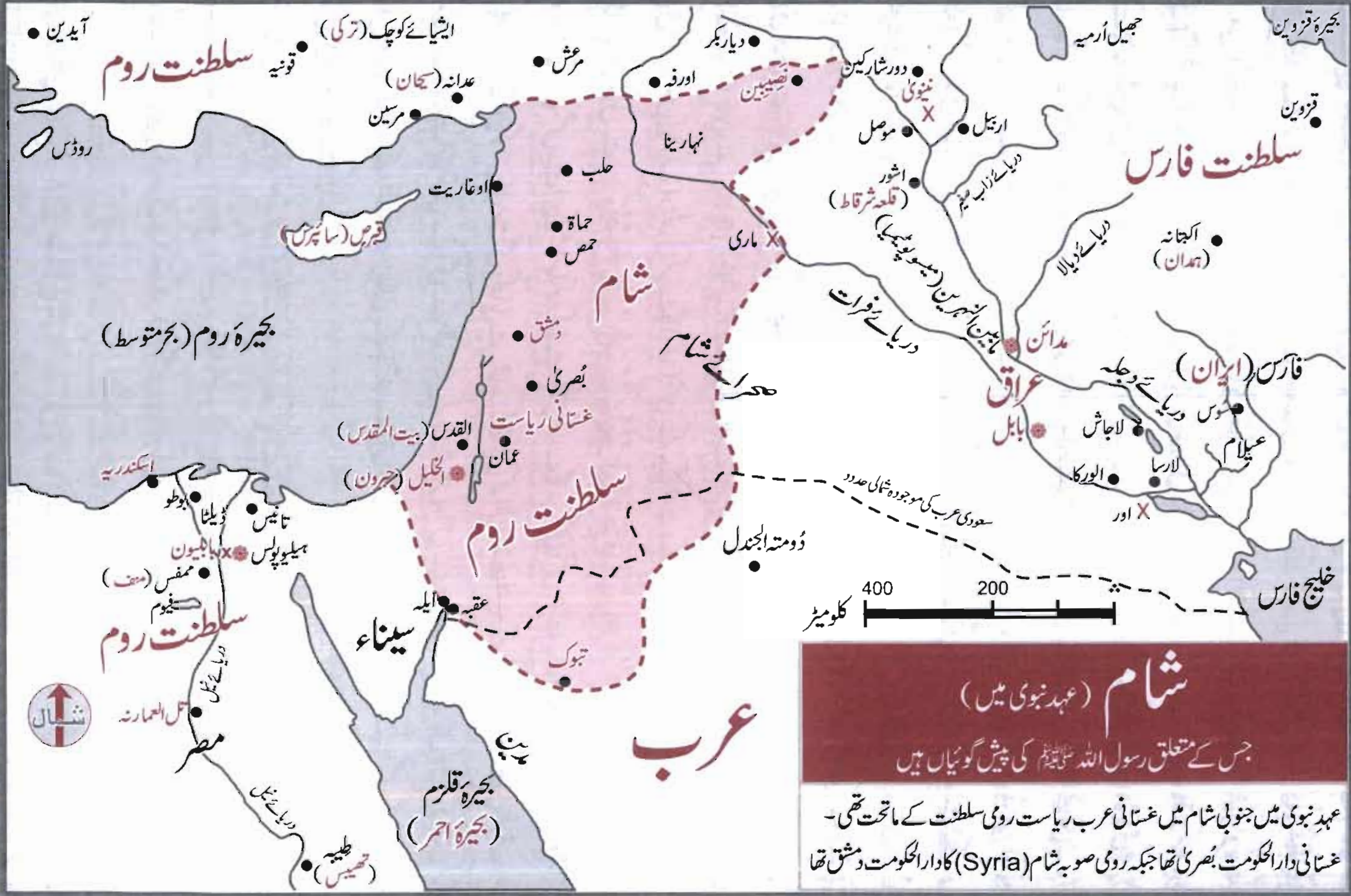
آیدین
سلطنت روم
قونیہ
ایشیائے کوچک (ترکی)
مرعش
دیار بکر
جھیل اُرمیہ
بحیرۂ قزوین
قزوین
روڈس
مرسین
عدانہ (سیحان)
اورفہ
نصیبین
دور شارکین
نینویٰ
موصل
اربیل
نہارینا
سلطنت فارس
حلب
اوغاریت
قبرص (سائپرس)
حماۃ
حمص
ماری
اشور
(قلعہ شرقاط)
دریائے زاب صغیر
(میسوپوٹیمیا)
دریائے دیالا
اکبتانہ
(ہمدان)
شام
بحیرۂ روم (بحر متوسط)
دمشق
بین النہرین
دریائے فرات
مدائن
صحرائے شام
بُصریٰ
غسانی ریاست
عراق
فارس (ایران)
دریائے دجلہ
سوس
عیلام
القدس (بیت المقدس)
عمان
بابل
لاجاش
لارسا
الورکا
اور
الخلیل (حبرون)
سلطنت روم
اسکندریہ
بوطو
ڈیلٹا
تانیس
سعودی عرب کی موجودہ شمالی حدود
دُومتہ الجندل
خلیج فارس
بابلیون
ہیلیوپولس
ممفس (منف)
فیوم
سلطنت روم
عقبہ
ایلہ
سیناء
400
200
کلومیٹر
تبوک
شمال
تل العمارنہ
دریائے نیل
مصر
عرب
یمن
بحیرۂ قلزم
(بحیرۂ احمر)
طیبہ
(تھیبس)

شام (عہد نبوی میں)

جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئیاں ہیں

عہدِ نبوی میں جنوبی شام میں غسانی عرب ریاست رومی سلطنت کے ماتحت تھی۔
غسانی دارالحکومت بُصریٰ تھا جبکہ رومی صوبہ شام (Syria) کا دارالحکومت دمشق تھا

سے بعض وہ ہوں گے جن کا عمل ساری برزخی زندگی میں جاری و ساری رہے گا جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں کثیر بن مرہ سے، انھوں نے قیس جذامی رضی اللہ عنہ، یہ صحابی ہیں، سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يُعْطَى الشَّهِيدُ سِتَّ خِصَالٍ عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ مِّنْ دَمِهٖ: يُكَفَّرُعَنْهُ كُلُّ خَطِيئَةٍ وَّيُرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُزَوَّجُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ (وَيَأْمَنُ) مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيُحَلّٰى حُلَّةَ الْإِيمَانِ] ”شہید کو خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی چھ باتیں عطا کی جاتی ہیں: (1) اس کے ہر گناہ کو معاف کر دیا جاتا ہے (2) اسے جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے (3) حور عین کے ساتھ اس کی شادی کر دی جاتی ہے (4) وہ بڑی گھبراہٹ اور (5) عذاب قبر سے محفوظ رہے گا اور (6) اسے ایمان کا حلہ پہنا دیا جاتا ہے۔“① اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ ہی نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يُشَفَّعُ الشَّهِيدُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ] ”شہید کی سفارش اپنے گھر کے ستر آدمیوں کے بارے میں قبول کی جائے گی۔“② شہید کی فضیلت کے بارے میں اور بھی بہت سی احادیث مبارکہ ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿سَيَهْدِيْهِمْ﴾ ”عنقریب وہ ان کی رہنمائی کرے گا۔“ یعنی جنت کے رستے پر جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝﴾ (یونس 10:9) ”بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کا پروردگار ان کے ایمان کی وجہ سے ان کی (ایسے محلوں کی طرف) رہنمائی کرے گا (کہ) جن کے نیچے نعمت کے باغوں میں نہریں بہہ رہی ہوں گی۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝5 وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝6﴾ ”اور ان کی حالت درست کر دے گا اور ان کو بہشت میں جس سے ان کو شناسا کر رکھا ہے داخل کرے گا۔“ یعنی جس جنت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو روشناس کر رکھا ہے اور پھر اس نے ان کو اس کا رستہ بھی دکھایا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اہل جنت اس کے مکانات و محلات کی طرف رستہ پالیں گے، یہ مکانات و محلات اللہ تعالیٰ نے انھی کے مقدر میں کر رکھے ہیں، اس لیے وہ ان تک پہنچنے میں کوئی غلطی نہیں کریں گے، گویا وہ اپنی ولادت ہی کے وقت سے یہاں کے باشندے ہیں، اس لیے یہاں تک پہنچنے کے لیے انھیں کسی سے رستہ معلوم کرنے کی بھی ضرورت نہ ہو گی۔③

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ حُبِسُوا بِقَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَيَتَقَاصُّونَ مَظَالِمَ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا، حَتّٰى إِذَا (هُذِّبُوا وَنُقُّوا) أُذِنَ لَهُمْ (فِي دُخُولِ) الْجَنَّةِ، فَوَالَّذِي (نَفْسِي) بِيَدِهٖ! لَأَحَدُهُمْ (أَهْدٰى بِمَنْزِلِهٖ فِي الْجَنَّةِ مِنْهُ)

---

① مسند أحمد: 200/4 جبکہ قوسین والا لفظ بھی مسند أحمد: 131/4 عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ میں ہے، یہی حدیث بالفاظ دیگر دیکھیے جامع الترمذي، فضائل الجهاد، باب فی ثواب الشهيد، حديث: 1663 وسنن ابن ماجه، الجهاد، باب فضل الشهادة فی سبيل الله، حديث: 2799. ② سنن أبي داود، الجهاد، باب فی الشهيد يشفع، حديث: 2522.

③ تفسير الطبري: 59/26.

بِمَنْزِلِهِ كَانَ فِي الدُّنْيَا] ’’مومن جب آگ سے نجات پا جائیں گے تو انھیں جنت اور جہنم کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا اور وہ ایک دوسرے سے ان مظالم کا بدلہ لیں گے جو دنیا میں ان کے مابین تھے حتی کہ وہ جب پاک صاف کر دیے جائیں گے، تو انھیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی، پس اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ان میں سے ہر کوئی جنت میں اپنے گھر (کے رستے) کو اپنے دنیا کے گھر کی نسبت کہیں زیادہ صحیح جاننے والا ہوگا۔‘‘①

تم اللہ کی مدد کرو، وہ تمھاری مدد کرے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ⑦ ﴾ ’’اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم ثابت رکھے گا۔‘‘ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ط ﴾ (الحج 22:40) ’’اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے، اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے۔‘‘ گویا جزا جنس عمل کے مطابق ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ⑦ ﴾ ’’اور وہ تمھارے قدموں کو ثابت رکھے گا۔‘‘ جیسا کہ حدیث میں بھی ہے: [مَنْ أَبْلَغَ ذَا سُلْطَانٍ حَاجَةَ مَنْ لَّا يَسْتَطِيعُ إِبْلَاغَهُ ثَبَّتَ اللّٰهُ قَدَمَيْهِ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ (الْقِيَامَةِ)] ’’جس نے بادشاہ تک کسی ایسے انسان کی حاجت وضرورت کو پہنچا دیا جو خود اپنی ضرورت پہنچانے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ روز قیامت پل صراط پر اسے ثابت قدم رکھے گا۔‘‘②

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ ﴾ ’’اور جو کافر ہیں ان کے لیے ہلاکت ہے۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں اور اس کی اور اس کے رسول کی مدد کرنے والوں کو تو ثابت قدم رکھے گا لیکن کافروں سے اس کے برعکس معاملہ فرمائے گا جیسا کہ حدیث میں بھی ہے: [تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ، (تَعِسَ) عَبْدُ الدِّرْهَمِ، (تَعِسَ) عَبْدُ (الْقَطِيفَةِ)...... تَعِسَ وَانْتَكَسَ وَإِذَا شِيكَ فَلَا انْتَقَشَ] ’’دینار کا بندہ ہلاک ہو، درہم کا بندہ ہلاک ہو اور چادر کا بندہ ہلاک ہو...... وہ ہلاک ہو، ناکام ونامراد ہو اور جب اسے کانٹا چبھے تو وہ اسے نکال نہ سکے۔‘‘③ یعنی اللہ عزوجل اسے شفا نہ بخشے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

① صحيح البخاري، المظالم، باب قصاص المظالم، حديث:2440، البتہ پہلی، دوسری اور چوتھی قوسوں والے الفاظ صحيح البخاري، الرقاق، باب القصاص يوم القيامة، حديث:6535 کے مطابق ہیں اور مذکورہ حوالے میں تیسری قوسین والے لفظ کے بجائے [نَفْسُ مُحَمَّدٍ] کے الفاظ ہیں۔ ② مجمع الزوائد، الخلافة، باب فيمن أبلغ حاجة...... :210/5، حديث:9064 عن أبي الدرداء ﷺ جبکہ قوسین والا لفظ المعجم الكبير للطبراني، ترجمة هند بن أبي هالة التميمي ﷺ:155/22-159، حديث: 414 عن هند بن أبي هالة ﷺ میں ہے۔ والشمائل المحمدية، باب ماجاء في تواضع رسول الله ﷺ، ص: 527-543، حديث: 336، مزید دیکھیے السلسلة الضعيفة:97/4، حديث:1594 بہر صورت یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس بارے میں ایک حسن حدیث بایں الفاظ ثابت ہے: [......وَمَنْ مَّشٰى مَعَ أَخِيهِ فِي حَاجَةٍ حَتّٰى تَتَهَيَّأَ لَهٗ أَثْبَتَ اللّٰهُ قَدَمَهٗ يَوْمَ تَزُولُ الْأَقْدَامُ] ’’......اور جو کوئی اپنے کسی بھائی کی حاجت برآری کے لیے قدم اٹھاتا ہے حتی کہ اسے وہ (سہولت یا کام) مہیا کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قدموں کو اس دن ثابت رکھے گا جس دن قدم ڈگمگا رہے ہوں گے۔‘‘ (السلسلة الصحيحة:574/2، 575، حديث: 906) ③ صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الحراسة في الغزو......، حديث:2887. یہ پہلی دو قوسوں والا لفظ المعجم الأوسط للطبراني، باب من اسمه إبراهيم:82/2، حديث:2595 میں جبکہ تیسری قوسین والا لفظ صحيح البخاري، حديث: 2886 اور سنن ابن ماجه، الزهد، باب في المكثرين، حديث:4135 عن أبي هريرة ﷺ میں ہے۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

کیا پھر وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی، اور کافروں کے لیے اسی

دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ⑩ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

طرح کی (سزائیں) ہیں⑩ یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ان لوگوں کا مددگار ہے جو ایمان لائے، اور بے شک (جو) کافر ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں⑪

ع 1 11 5 وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ⑪ ع اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، اللہ انھیں ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اور جن لوگوں نے

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا

کفر کیا وہ (دنیا ہی کا) فائدہ اٹھاتے ہیں، اور وہ یوں (بے فکرے ہو کر) کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں، اور آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے⑫ اور کتنی ہی

تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ⑫ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ

بستیاں کہ وہ آپ کی اس بستی (مکہ) سے، جس (کے باشندوں) نے آپ کو نکال دیا ہے، کہیں زیادہ طاقتور تھیں ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، پھر کوئی بھی

قَرْيَتِكَ الَّتِيْۤ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ⑬

ان کی مدد کرنے والا نہ تھا⑬

﴿ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ⑧ ﴾ ”اور وہ ان کے اعمال کو برباد کر دے گا۔“ یعنی انھیں رائیگاں اور باطل کر دے گا، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ﴾ ”یہ اس لیے کہ بلاشبہ اللہ نے جو چیز نازل فرمائی ہے، انھوں نے اس کو ناپسند کیا۔“ یعنی اسے نہ یہ لوگ چاہتے ہیں اور نہ پسند کرتے ہیں۔ ﴿ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ⑨ ﴾ ”تو اس (اللہ) نے ان کے اعمال اکارت کر دیے۔“

تفسیر آیات:10-13

جہنم کفار کے لیے اور جنت ابرار کے لیے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ﴾ ”تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والے۔ ﴿ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ ﴾ ”کہ دیکھتے جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیا ہوا؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی۔“ اور ان کی تکذیب اور کفر کی انھیں سزا دی اور ان میں سے مومنوں کو نجات بخشی، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ⑩ ﴾ ”اور کافروں کے لیے اس جیسی (سزائیں) ہیں۔“ پھر فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ⑪ ﴾ ”یہ اس لیے کہ بے شک جو مومن ہیں ان کا اللہ کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں۔“ سردارِ مشرکین ابوسفیان صخر بن حرب نے جب احد کے دن نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا اور اسے کوئی جواب نہ دیا گیا تو کہنے لگا کہ یہ لوگ فوت ہو گئے ہیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ کے دشمن! تو جھوٹ کہہ رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے اس چیز کو باقی رکھا ہے، جو تجھے بری لگے، تو نے جن لوگوں کو شمار کیا ہے، وہ سب زندہ

ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ یہ جنگ، جنگ بدر کا جواب ہے اور جنگ تو کنویں کے ڈول کے مانند ہوتی ہے کبھی ایک جماعت کو کامیابی ہوتی ہے اور کبھی دوسری جماعت کو، تم دیکھو گے کہ کچھ لوگوں کا مثلہ کر دیا گیا ہے لیکن میں نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا اور اس سے منع بھی نہیں کیا، پھر اس نے رجز پڑھنا شروع کیا: أُعْلُ هُبَلُ، أُعْلُ هُبَلُ ''ہبل سر بلند ہو، ہبل سر بلند ہو۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَلَا تُجِيبُوهُ؟] ''تم اسے جواب کیوں نہیں دیتے؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم کیا کہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قُولُوا: اَللّٰهُ أَعْلٰى وَأَجَلُّ] ''تم یہ کہو: اللہ ہی سب سے بلند اور برتر ہے۔'' ابوسفیان نے کہا: لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ ''ہمارے لیے عزّٰی ہے اور تمھاری کوئی عزّٰی نہیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَلَا تُجِيبُوهُ؟] ''تم اسے جواب کیوں نہیں دیتے؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اسے کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا: [قُولُوا: اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ] ''اللہ ہمارا کارساز ہے اور تمھارا کوئی کارساز نہیں۔''①

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ﴾ ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے ان کو اللہ بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل فرمائے گا۔'' یعنی قیامت کے دن۔ ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ﴾ ''اور جو کافر ہیں وہ فائدے اٹھاتے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جیسے حیوان کھاتے ہیں۔'' یعنی دنیا میں یہ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور جانوروں کی طرح جگالی کرتے ہوئے کھاتے ہیں اور دنیا میں ان کا مقصود و مطلوب کھانا پینا ہی ہے۔ صحیح حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَّاحِدٍ وَّالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ] ''مومن ایک انتڑی بھر کر کھانا کھاتا ہے اور کافر سات انتڑیاں بھر کر کھاتا ہے۔''②

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ⑫﴾ ''اور ان کا ٹھکانا آگ ہے۔'' یعنی روز قیامت انھیں جہنم رسید کیا جائے گا۔ ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ﴾ ''اور بہت سی بستیاں آپ کی بستی سے جس (کے باشندوں) نے آپ کو (وہاں سے) نکال دیا، زور و قوت میں کہیں بڑھ کر تھیں۔'' یعنی مکہ سے ﴿اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ⑬﴾ ''ہم نے ان کو ہلاک کر دیا، پھر ان کا کوئی مددگار نہ ہوا۔'' یہ اہل مکہ کے لیے شدید وعید اور سرزنش ہے کہ انھوں نے سید الرسل و خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی تکذیب کی اور اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کی تکذیب کرنے والی سابقہ قوموں کو تباہ و برباد کر دیا ہے، حالانکہ وہ طاقت و قوت میں اہل مکہ سے کہیں بڑھ کر تھیں تو ان لوگوں کا کیا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں

---

① صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة أحد، حديث: 4043 جبکہ پہلی اور تیسری بریکٹ والے الفاظ السنن الكبرٰى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالٰى: ﴿وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ﴾ (آل عمرٰن 3: 153): 6/315، 316، حديث: 11079 عن البراء بن عازب ؓ میں ہیں۔ ② صحيح البخاري، الأطعمة، باب: المؤمن يأكل في معى واحد……، حديث: 5393 وصحيح مسلم، الأشربة، باب المؤمن يأكل في معى واحد……، حديث: (184)-2061 عن جابر وابن عمر رضی اللہ عنہم.

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ⑭

کیا پھر وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہو، اس شخص کے مانند ہو سکتا ہے جس کے لیے اس کی بدعملی پرکشش بنا دی گئی، اور انھوں نے

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ

اپنی خواہشات کی پیروی کی؟⑭ اس جنت کی صفت جس کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں،

لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ

اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ (کبھی) تبدیل نہ ہوا ہوگا، اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے اور صاف شفاف شہد

مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ

کی نہریں ہیں، اور وہاں ان (متقین) کے لیے ہر طرح کے پھل ہوں گے، اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہوگی۔ (کیا یہ لوگ) ان لوگوں کے

فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ⑮

مانند ہو سکتے ہیں جو آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور انھیں گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، تو وہ ان کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا؟⑮

ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ اگر اس نے اپنے نبی رحمت حضرت **محمد** ﷺ کی وجہ سے ان میں سے بہت سے لوگوں کو دنیا میں سزا نہیں دی، تو وہ آخرت میں کافروں کو عذاب میں ضرور مبتلا کرے گا: ﴿ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۭ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ۝ ﴾ (ھود 11:20) ”ان کو دگنا عذاب دیا جائے گا کیونکہ یہ (حق کو) سننے کی استطاعت نہیں رکھتے اور نہ (حق کو) دیکھ سکتے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ ﴾ ”آپ کی بستی (مکہ) سے جس (کے باشندوں) نے آپ کو (وہاں سے) نکال دیا۔“ یعنی وہ لوگ زور و قوت میں ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر تھے جنھوں نے آپ کو اپنے ہاں سے نکال دیا تھا۔ ابن ابو حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ جب مکہ سے نکل کر غار کی طرف روانہ ہونے لگے تو اس موقع پر آپ نے مکہ کی طرف التفات کرتے ہوئے فرمایا: [أَنْتِ أَحَبُّ بِلَادِ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ وَأَنْتِ أَحَبُّ بِلَادِ اللّٰهِ إِلَيَّ، فَلَوْأَنَّ الْمُشْرِكِينَ لَمْ يُخْرِجُونِي لَمْ أَخْرُجْ مِنْكِ] ”اللہ تعالیٰ کے شہروں میں سے تو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کے شہروں میں مجھے سب سے محبوب تو ہے، اگر مجھے مشرکین تجھ سے نہ نکالتے تو میں تجھ سے نہ نکلتا۔“① سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حرم میں اس کی نافرمانی کرے یا اپنے قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل کرے یا جاہلیت کے فساد کی صورت میں قتل کرے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ⑬ ﴾ ”اور بہت سی بستیاں آپ کی بستی (مکہ) سے جس (کے باشندوں) نے آپ کو (وہاں سے) نکال دیا زور و قوت میں کہیں بڑھ کر تھیں، ہم نے ان کو ہلاک کر دیا، پھر ان کا کوئی مددگار نہ ہوا۔“

---

① تفسیر الطبری: 63,62/26 . یہی حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ دیکھیے جامع الترمذی، المناقب، باب فی فضل مکة، حدیث:3925 و سنن ابن ماجه، المناسك، باب فضل مكة، حديث:3108 عن عبدالله بن عدی بن الحمراء رضی اللہ عنہ.

تفسیر آیات: 15,14

حق تعالیٰ کی عبادت کرنے والا اور خواہش نفس کا پجاری برابر نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ﴾ ’’تو بھلا جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل پر ہو؟‘‘ یعنی اسے اللہ تعالیٰ کے امر اور دین، کتاب اللہ میں نازل ہونے والی ہدایت وعلم اور اس مستقیم فطرت کے بارے میں جس پر اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے، بصیرت اور یقین حاصل ہو۔ ﴿ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ⑭ ﴾ ’’وہ اس کی طرح ہو سکتا ہے جس کے اعمال بد اسے اچھے کر کے دکھائے جائیں اور جو اپنی خواہشوں کی پیروی کریں۔‘‘ یعنی یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ ﴾، (الرعد 19:13) ’’تو بھلا جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے، حق ہے، وہ اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ○ ﴾ (الحشر 20:59) ’’اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں، اہل بہشت ہی کامیاب ہونے والے ہیں۔‘‘

جنت اور اس کی نہریں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ ﴾ ’’جنت کی صفت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا۔‘‘ عکرمہ کہتے ہیں کہ ﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ ﴾ کے معنی ہیں جنت کی صفت۔ ﴿ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ ﴾ ’’اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جس (کے ذائقے) میں تبدل نہیں ہے۔‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس پانی میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوگا۔ ① قتادہ، ضحاک اور عطاء خراسانی کا قول ہے کہ وہ بدبودار نہیں ہوگا۔ ② عرب أَسِنَ الْمَاءُ اس وقت کہتے ہیں جب پانی کی بو بدل جائے۔ ﴿ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ ﴾ ’’اور دودھ کی نہریں ہیں، جن کا مزہ نہیں بدلے گا۔‘‘ اور وہ حد درجہ سفید، شیریں اور کریم سے پر ہوگا اور ایک مرفوع حدیث میں ہے: [لَمْ يَخْرُجْ مِنْ بُطُونِ الْمَاشِيَةِ] ’’وہ (جنت کا دودھ) مویشیوں کے پیٹوں سے نہیں نکلا ہوگا۔‘‘ ③ ﴿ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ ﴾ ’’اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے (سراسر) لذت ہے۔‘‘ دنیا کی شراب کی طرح نہ تو اس کا ذائقہ خراب ہوگا اور نہ اس میں بدبو ہوگی بلکہ اس کی شکل وصورت، اس کا ذائقہ، اس کی بو اور اس کا فعل سب کچھ بہت خوب صورت ہوگا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ○ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 47:37) ’’نہ اس سے درد سر ہو اور نہ وہ اس سے متوالے ہوں۔‘‘ ﴿ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ○ۙ ﴾ (الواقعة 19:56) ’’اس سے نہ تو سر میں درد ہوگا اور نہ ان کی عقلیں زائل ہوں گی۔‘‘ ﴿ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ○ۚ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 46:37) ’’(جو رنگ کی) سفید (اور) پینے والوں کے لیے (سراسر) لذت ہوگی۔‘‘

---

① تفسیر الطبری: 64/26. ② تفسیر الطبری: 64/26. ③ الترغیب والترهیب للمنذری، فصل فی صفة دخول أهل الجنة......: 4/494-496، حدیث: 3، منذری نے ایک لمبی حدیث بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا کے بجائے موقوفًا زیادہ صحیح اور مشہور ہے جبکہ البانی رحمہ اللہ نے اسے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیے ضعیف الترغیب والترهیب: 2/465,466، حدیث: 2181.

اور ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ [لَمْ تَعْصِرْهُ الرِّجَالُ بِأَقْدَامِهَا] ’’اسے لوگوں نے اپنے پاؤں سے نہیں نچوڑا ہوگا۔‘‘① ﴿ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ط ﴾ ’’اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں۔‘‘ یعنی وہ حد درجہ صاف اور اس کا رنگ، ذائقہ اور خوشبو بہت خوب صورت ہوگی اور ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ [لَمْ يَخْرُجْ مِنْ بُطُونِ النَّحْلِ] ’’وہ شہد مکھیوں کے پیٹوں سے نہیں نکلا ہوگا۔‘‘② امام احمد رحمہ اللہ نے حکیم بن معاویہ سے اور انھوں نے اپنے والد (معاویہ بن حیدہ قشیری) سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [فِي الْجَنَّةِ بَحْرُ اللَّبَنِ وَبَحْرُ الْمَاءِ وَبَحْرُ الْعَسَلِ وَبَحْرُ الْخَمْرِ ثُمَّ تَشَقَّقُ الْأَنْهَارُ مِنْهَا بَعْدُ] ’’جنت میں دودھ کا دریا، پانی کا دریا، شہد کا دریا اور شراب کا دریا ہے، پھر بعد میں ان سے نہریں نکلتی ہیں۔‘‘③ امام ترمذی نے اسے صفة الجنة میں ذکر کیا اور اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔④ اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ (فَاسْئَلُوهُ) الْفِرْدَوْسَ، فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ، وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ] ’’پس تم جب اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کیا کرو، وہ بہترین جنت اور اعلیٰ جنت ہے، اس سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں اور اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے۔‘‘⑤

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ﴾ ’’اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل ہیں۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴾ (الدخان 55:44) ’’اس میں وہ اطمینان وسکون سے ہر قسم کے پھل منگوائیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴾ (الرحمٰن 52:55) ’’ان دونوں میں سب پھل دو دو قسم کے ہیں۔‘‘ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ط ﴾ ’’اور ان کے پروردگار کی طرف سے مغفرت ہے۔‘‘ یعنی ان تمام نعمتوں کے ساتھ ساتھ جنت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور بخشش بھی ہوگی۔ ﴿ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ ﴾ ’’(کیا یہ پرہیز گار) اس کی طرح ہوسکتا ہے جو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔‘‘ یعنی کیا یہ پرہیز گار لوگ جنت میں جن کا مقام و مرتبہ ہم نے ذکر کیا ہے، یہ ان کی طرح ہوسکتے ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے؟ یعنی یہ ان کی طرح نہیں ہوسکتے جو جنت کی بلندیوں میں شاد کام ہوں، وہ ان کی طرح نہیں ہوسکتے جو جہنم کی پستیوں میں گرے ہوئے ہوں۔ ﴿ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا ﴾ ’’اور جن کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا۔‘‘ یعنی اس قدر شدید گرم جو کہ ناقابل برداشت ہوگا۔ ﴿ فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ⑮ ﴾ ’’تو وہ ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا۔‘‘ ان کے پیٹ کی تمام انتڑیوں اور پٹھوں کو کاٹ کاٹ کر رکھ دے گا۔ عِیَاذًا بِاللّٰہِ تَعَالٰی مِنْ ذٰلِكَ.

---

① الترغيب والترهيب للمنذری، فصل فی صفة دخول أهل الجنة……:495,494/4، حديث: 3 اور شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ دیکھیے ضعيف الترغيب والترهيب:466,465/2، حديث: 2181. ② الترغيب والترهيب للمنذری، فصل فی صفة دخول أهل الجنة الجنة……:495,494/4، حديث:3، مزید دیکھیے ضعيف الترغيب والترهيب للألبانی: 466,465/2، حديث:2181 بہر حال یہ حدیث ضعیف ہے۔ ③ مسند أحمد: 5/5 . ④ جامع الترمذی، صفة الجنة، باب ماجاء فی صفة أنهار الجنة، حديث:2571 . ⑤ صحيح البخاری، التوحيد، باب: ﴿ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ ﴾…… (هود11:7)، حديث:7423 جبکہ قوسین والا لفظ بھی صحيح البخاری، الجهاد والسير، باب درجات المجاهدين فی سبيل الله، حديث:2790 عن أبی هريرة ؓ میں ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

اور ان (منافقین) میں سے بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں حتی کہ جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو ان لوگوں سے، جنھیں علم دیا گیا

مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ قف اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ⑯

ہے، کہتے ہیں: اس (نبی) نے ابھی کیا کہا تھا؟ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے، اور انھوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی ⑯ اور

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ⑰ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ

جن لوگوں نے ہدایت پائی ہے، اللہ نے انھیں ہدایت میں زیادہ کیا، اور انھیں ان کا تقوی عطا فرمایا ⑰ چنانچہ یہ لوگ تو بس قیامت ہی کے منتظر ہیں

تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ⑱ فَاعْلَمْ

کہ وہ ان کے پاس اچانک آجائے، اس لیے کہ یقیناً اس کی نشانیاں آچکی ہیں، تو جب قیامت ان کے پاس آپہنچے گی تو ان کے لیے کہاں ہوگا نصیحت

اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

حاصل کرنا ⑱ پس (اے نبی!) آپ جان لیجیے کہ بلاشبہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اور اپنے گناہ کی بخشش مانگیے اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی،

مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ⑲ ع 2 8 6

اور اللہ تمھاری نقل و حرکت اور تمھارے ٹھکانے کو جانتا ہے ⑲

تفسیر آیات:19-16

منافقین کا حال، نیز توحید و استغفار کا حکم: اللہ تعالیٰ نے منافقین کا حال ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھتے اور آپ کا کلام سنتے ہیں مگر اس قدر کند ذہن اور کم فہم ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اٹھ کر جاتے ہیں۔ ﴿قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ ''جن لوگوں کو علم (دین) دیا گیا ہے، ان سے کہتے ہیں۔'' یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے: ﴿مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫﴾ ''انھوں نے ابھی کیا کہا تھا؟'' یعنی آپ نے جو فرمایا تھا، یہ اسے سمجھتے اور سوچتے ہی نہیں، ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ⑯﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا رکھی ہے اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چل رہے ہیں۔'' یعنی نہ ان کا فہم صحیح ہے اور نہ قصد، پھر فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى﴾ ''اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں، ان کو وہ ہدایت مزید بخشتا ہے۔'' یعنی جنھوں نے ہدایت حاصل کرنے کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ بھی انھیں اس کی توفیق عطا فرما دیتا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے انھیں ہدایت عطا فرمادی اور انھیں اس پر نہ صرف ثابت قدم رکھا بلکہ ان کی ہدایت میں اضافہ بھی فرما دیا ہے۔ ﴿وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ⑰﴾ ''اور انھیں ان کی پرہیزگاری عنایت کرتا ہے۔'' یعنی انھیں رشد و بھلائی کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔

ارشاد باری ہے: ﴿فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ﴾ ''تو یہ لوگ قیامت ہی کو دیکھتے ہیں کہ ناگہاں ان پر آواقع ہو۔'' اور وہ اس سے غافل ہوں، ﴿فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ﴾ ''سو اس کی نشانیاں (وقوع میں) آچکی ہیں۔'' جو قیامت کے قریب ہونے کی علامات ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ۝

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۚ﴾ (النجم 57,56:53) ”یہ (محمد ﷺ) بھی اگلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والے ہیں۔ آنے والی (قیامت) قریب آ پہنچی۔“ اور فرمایا: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝﴾ (القمر 1:54) ”قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔“ اور فرمایا: ﴿اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ﴾ (النحل 1:16) ”اللہ کا حکم (عذاب گویا) آ ہی پہنچا تو (کافرو!) اس کے لیے جلدی مت کرو۔“ اور فرمایا: ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝ۚ﴾ (الأنبیآء 21: 1) ”لوگوں کا حساب (اعمال کا وقت) نزدیک آ پہنچا ہے اور وہ غفلت میں (پڑے اس سے) اعراض کر رہے ہیں۔“ رسول اللہ ﷺ کی بعثت بھی اشراط قیامت میں سے ہے کیونکہ آپ تو وہ خاتم الرسل ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دین کو مکمل اور تمام جہانوں پر اپنی حجت کو تمام کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی علامات و اشراط کے بارے میں اس قدر تفصیل اور وضاحت کے ساتھ خبر دی ہے کہ آپ سے پہلے کسی بھی نبی نے اس قدر تفصیل کے ساتھ خبر نہیں دی جیسا کہ اپنی جگہ اس کا مفصل بیان موجود ہے۔ امام بخاری ؒ نے سہل بن سعد ؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی درمیانی اور انگوٹھے کے ساتھ والی دو انگلیوں کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: [بُعِثْتُ (أَنَا) وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ] ”مجھے اور قیامت کو ان دو انگلیوں کی طرح (ساتھ ساتھ) بھیجا گیا ہے۔“①

پھر فرمایا: ﴿فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ۝١٨﴾ ”پھر جب وہ ان پر آ نازل ہوگی، اس وقت انھیں نصیحت کہاں (مفید ہو سکے گی!)“ یعنی جب قیامت آ جائے گی تو پھر کافروں کے لیے نصیحت حاصل ہونے کا موقع کہاں ہوگا؟ کیونکہ اس وقت کوئی نصیحت ان کے لیے فائدہ مند نہ ہوگی جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَىِٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝ؕ﴾ (الفجر 23:89) ”تو انسان اس دن متنبہ ہوگا مگر (اب) انتباہ اسے کہاں (فائدہ دے گا۔)“ اور فرمایا: ﴿وَّقَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ۝ۚۖ﴾ (سبا 52:34) ”اور کہیں گے: ہم اس پر ایمان لے آئے اور (اب) اتنی دور سے ان کے لیے (ایمان کا) حصول کیسے ممکن ہوگا!“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ”پس جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔“ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس توحید کے جاننے کے بارے میں حکم دینا ہی کافی نہیں، اسی لیے اس کے بعد فرمایا: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ﴾ ”اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی۔“

اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! اِغْفِرْلِی خَطِيئَتِی، وَجَهْلِی وَإِسْرَافِی فِی أَمْرِی، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّی، اَللّٰهُمَّ! اِغْفِرْلِی هَزْلِی وَجِدِّی وَخَطَئِی وَعَمْدِی، وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِی] ”اے اللہ! میرے گناہ بخش دے، اور اپنے کام میں میں نے جو نادانی اور زیادتی کی اسے بھی معاف فرما دے اور میرے جس

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: (1)، حدیث: 4936 و صحیح مسلم، الفتن……، باب قرب الساعة، حدیث: 2951,2950 عن أنس ؓ جبکہ قوسین والا لفظ حضرت سہل بن سعد ؓ ہی سے صحیح البخاری کی حدیث: 6503 میں ایک دوسری سند کے ساتھ مروی ہے۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا

اور جو لوگ ایمان لائے وہ کہتے ہیں: (جہاد کے متعلق) کوئی سورت کیوں نہیں نازل کی گئی؟ پھر جب کوئی محکم سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں قتال

الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ

(جہاد) کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جن کے دلوں میں روگ ہے کہ وہ آپ کی طرف اس شخص کی طرح دیکھتے ہیں جس پر موت کے

الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۚ ⑳ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۫ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ

باعث غشی طاری ہو، چنانچہ ان کے لیے ہلاکت ہے ⑳ اطاعت کرنا اور بھلی بات کہنا (بہتر ہے،) پھر جب (جہاد کا) قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے، تو اگر وہ اللہ

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ ㉑ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا

سے سچے رہیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے ㉑ پھر (اے منافقو!) تم سے یہی امید ہے کہ اگر تم حکمران بن جاؤ تو تم زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتے ناتے

اَرْحَامَكُمْ ㉒ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ㉓

توڑ ڈالو ㉒ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے، پھر اس نے انھیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں ㉓

گناہ کو تو مجھ سے بھی زیادہ جانتا ہے، اسے بھی معاف فرما دے، اے اللہ! میری ہنسی مذاق میں، سنجیدگی میں، غلطی سے اور دانستہ کیے ہوئے تمام گناہوں کو معاف فرما دے اور یہ سب گناہ میرے اندر ہیں۔''① صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نماز کے آخر میں یہ دعا بھی پڑھا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! اِغْفِرْلِی مَا قَدَّمْتُ، وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ، وَمَا أَعْلَنْتُ، وَمَا أَسْرَفْتُ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهٖ مِنِّی (أَنْتَ إِلٰهِی) لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ] ''اے اللہ! میرے اگلے پچھلے، مخفی اور علانیہ گناہ بخش دے اور جو میں نے زیادتی کی اور جسے تو مجھ سے بھی زیادہ بہتر جانتا ہے، اسے بھی معاف فرما دے، اے اللہ! تو ہی میرا معبود ہے، تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔''② اور صحیح بخاری ہی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(یَاأَیُّهَا النَّاسُ! تُوبُوا إِلٰی رَبِّكُمْ) إِنِّی لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِینَ مَرَّةً] '' لوگو! اپنے پروردگار کے سامنے توبہ کرو، میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک دن میں ستر بار سے بھی زیادہ توبہ و استغفار کرتا ہوں۔''③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ⑲﴾ ''اور اللہ تم لوگوں کی نقل و حرکت اور ٹھہرنے

---

① صحیح البخاری، الدعوات، باب قول النبی ﷺ: [اللهم! اغفرلی......]، حدیث :6399 و صحیح مسلم، الذکر والدعاء......، باب فی الأدعیة، حدیث:2719 عن أبی موسی الأشعری ؓ. ② صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللّٰه تعالٰی: ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ﴾ (الفتح 48:15)، حدیث:7499 عن ابن عباس ؓ و صحیح مسلم، صلاة المسافرین......، باب صلاة النبی ﷺ ودعائه باللیل، حدیث:771 عن علی بن أبی طالب ؓ واللفظ له جبکہ قوسین والے الفاظ صحیح بخاری کے مذکورہ حوالے اور صحیح مسلم، صلاة المسافرین......، باب صلاة النبی ﷺ......، حدیث: 769 عن ابن عباس ؓ میں ہیں۔ ③ صحیح البخاری، الدعوات، باب استغفار النبی ﷺ فی الیوم واللیلة، حدیث: 6307 عن أبی هریرة ؓ، جبکہ قوسین والے الفاظ صحیح ابن حبان، الرقائق، ذکر الأمر بالاستغفار للّٰه جل و علا......:209/3، حدیث:929 عن ابن عمر ؓ میں ہیں۔

سے واقف ہے۔‘‘ یعنی وہ دن میں تمھارے تصرف کرنے اور رات میں قرار پکڑنے کو خوب جانتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ﴾ (الأنعام 60:6) ’’اور وہی تو ہے جو رات کو تمھیں فوت کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو، اس سے باخبر ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ (هود 6:11) ’’اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے سو وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی، یہ سب کچھ کتاب روشن میں (لکھا ہوا) ہے۔‘‘

تفسیر آیات:23-20

حکم جہاد کے وقت مومن صادق اور بیمار دل انسان کا حال: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے جہاد کی مشروعیت کی آرزو کی اور جب اللہ تعالیٰ نے جہاد کو فرض قرار دیتے ہوئے اس کا حکم دیا تو بہت سے لوگوں نے اس سے منہ موڑ لیا جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۟ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ ﴾ (النسآء 77:4) ’’بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو (پہلے یہ) حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو (جنگ سے) روکے رہو اور نماز پڑھتے اور زکاۃ دیتے رہو، پھر جب ان پر جہاد فرض کر دیا گیا تو بعض لوگ ان میں سے لوگوں سے یوں ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرا کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے کہ اے اللہ! تو نے ہم پر جہاد (جلد) کیوں فرض کر دیا تھوڑی مدت اور ہمیں کیوں مہلت نہ دی (اے پیغمبر ان سے) کہہ دیں کہ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے اور بہت اچھی چیز تو پرہیزگار کے لیے (نجات) آخرت ہے اور تم پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔‘‘ اور یہاں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ ﴾ ’’اور مومن لوگ کہتے ہیں کہ (جہاد کی) کوئی سورت کیوں نازل نہیں ہوتی؟‘‘ یعنی کوئی ایسی سورت جو حکم جہاد پر مشتمل ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ ﴾ ’’پھر جب کوئی صاف معنوں کی سورت نازل ہو اور اس میں جہاد کا ذکر کیا گیا ہو تو جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے، آپ ان کو دیکھیں گے کہ آپ کی طرف اس طرح دیکھنے لگیں گے جس طرح کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو۔‘‘ یعنی دشمن کی ملاقات سے گھبراہٹ، رعب اور بزدلی کے باعث ان کی یہ حالت ہوتی ہے، پھر انھیں حوصلہ دیتے ہوئے کہا: ﴿ فَاَوْلٰى لَهُمْ ⑳ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۟ ﴾ ’’سو ان کے لیے خرابی ہے (خوب کام تو) فرماں برداری اور بھلی بات کہنا ہے۔‘‘ یعنی ان کے لیے بہتر یہ تھا کہ مشکل حالت میں بھی حکم الٰہی سنتے اور اطاعت بجا لاتے۔ ﴿ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۟ ﴾ ’’پھر جب معاملہ پختہ ہو جائے۔‘‘ یعنی صورت حال جہاد کی متقاضی تھی اور فی الواقع جہاد کا موقع پیش آ گیا۔ ﴿ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ ﴾ ’’تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہتے۔‘‘ یعنی اخلاص نیت سے کام لیتے۔ ﴿ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ㉑ ۚ ﴾ ’’تو ان کے لیے بہت اچھا ہوتا۔‘‘ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ

﴿ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ ﴾ ''پس (اے منافقو!) قریب ہے کہ اگر تم پھر جاؤ۔'' یعنی جہاد سے منہ پھیر لو۔ ﴿ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ㉒ ﴾ ''یہ کہ زمین میں تم خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو۔'' یعنی پھر سے دور جاہلیت کی طرف لوٹ جاؤ، خون ریزیاں کرنے اور رشتوں کو توڑنے لگو، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ ㉓ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے، پھر ان (کے کانوں) کو بہرا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔'' یہ زمین میں فساد برپا کرنے سے عموماً اور قطع رحمی سے خصوصاً منع کیا گیا ہے۔

صلہ رحمی احادیث کی روشنی میں: اللہ تعالیٰ نے زمین میں اصلاح اور صلہ رحمی کا حکم دیا ہے صلہ رحمی کا مفہوم یہ ہے کہ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ احسن انداز میں گفتگو کی جائے، اچھے اچھے کام کیے جائیں اور ان پر مال خرچ کیا جائے، اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بہت سی صحیح اور حسن درجے کی احادیث مروی ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَأَخَذَتْ (بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ) فَقَالَ لَهُ :مَهْ، قَالَتْ :هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ قَالَ: أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ: بَلٰى، يَارَبِّ! قَالَ: فَذَاكِ (لَكِ)] ''اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور جب اللہ تعالیٰ خلق سے فارغ ہوئے، تو رحم کھڑا ہوا اور رحمان کے ازار کو پکڑا، اللہ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: یہ قطع رحمی سے پناہ مانگنے والے کا مقام ہے، اللہ نے فرمایا: کیا تو اس سے خوش نہیں کہ میں اسے ملاؤں، جو تجھے ملائے اور اسے قطع کروں جو تجھ سے قطع تعلق کرے۔ رحم نے کہا: کیوں نہیں، میرے پروردگار! تو اللہ نے فرمایا، پس یہ بات تیرے لیے ہے۔''
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم چاہو تو یہ پڑھ لو: ﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ㉒ ﴾ ''پس (اے منافقو!) قریب ہے کہ اگر تم پھر جاؤ (اور) یہ کہ تم زمین میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو۔''① پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہ پڑھ لو: ﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ㉒ ﴾۔② اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔③

امام احمد رحمہ اللہ نے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنْ ذَنْبٍ أَحْرٰى أَنْ يُّعَجِّلَ اللّٰهُ الْعُقُوبَةَ لِصَاحِبِهٖ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُلَهٗ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ] ''ظلم اور قطع رحمی سے بڑھ کر اور کوئی گناہ ایسا نہیں جس کی اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں جلد سزا دے دے اس کے باوجود آخرت میں اس کے لیے، اس کی سزا ذخیرہ کی

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ وَتُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ○ ﴾ (محمد47 :22)، حدیث:4830 و صحیح مسلم، البر والصلة......، باب صلة الرحم......، حدیث:2554 پہلی قوسین والا جملہ بخاری کے بعض نسخوں میں نہیں ہے اور دوسری قوسین والا لفظ صحیح البخاری، التوحید، باب قول الله تعالیٰ: ﴿ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ﴾ (الفتح48 :15)، حدیث: 7502 و صحیح مسلم، البر والصلة......، باب صلة الرحم......، حدیث:2554 میں ہے۔ ② صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ وَتُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ○ ﴾ (محمد47 :22)، حدیث :4832,4831 . ③ صحیح مسلم، البر والصلة......، باب صلة الرحم......، حدیث :2554 .

جارہی ہے۔'' ① اسے ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ② امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ سَرَّهُ النَّسَاءُ فِي الْأَجَلِ وَالزِّيَادَةُ فِي الرِّزْقِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ] ''جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اس کی عمر اور رزق میں اضافہ ہو تو وہ صلہ رحمی سے کام لے۔'' ③ اس حدیث کے روایت کرنے میں امام احمد متفرد ہیں لیکن صحیح میں اس کا شاہد بھی موجود ہے۔ ④ اور امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الرَّحِمَ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ وَلَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنِ الْوَاصِلُ الَّذِي (إِذَا قُطِعَتْ) رَحِمُهٗ وَصَلَهَا] ''رحم عرش کے ساتھ معلق ہے اور صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو پورا پورا بدلہ دے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کے ساتھ قطع رحمی کا معاملہ کیا جائے تو وہ صلہ رحمی سے کام لے۔'' ⑤ اسے امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔ ⑥

اور امام احمد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [تُوضَعُ الرَّحِمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهَا حُجْنَةٌ كَحُجْنَةِ الْمِغْزَلِ تَكَلَّمُ بِلِسَانٍ طَلْقٍ ذَلْقٍ فَتَصِلُ مَنْ وَصَلَهَا وَتَقْطَعُ مَنْ قَطَعَهَا] ''رحم کو قیامت کے دن اس طرح رکھا جائے گا کہ اس کے لیے چرخے کے تکلے کی طرح تکلا ہوگا اور وہ فصیح و بلیغ زبان سے گفتگو کرے گا تو جس نے اسے ملایا وہ اسے ملائے گا اور جس نے اسے کاٹا وہ بھی اسے کاٹ دے گا۔'' ⑦

امام احمد ہی نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور وہ اس کی سند کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچاتے تھے کہ آپ نے فرمایا: [اَلرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ، اِرْحَمُوا أَهْلَ الْأَرْضِ يَرْحَمُكُمْ أَهْلُ السَّمَاءِ وَالرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهٗ] ''رحم کرنے والوں پر رحمان رحم فرمائے گا، لہٰذا تم اہل زمین پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا، رحم رحمان کی شاخ ہے جو اسے ملائے، میں اسے ملاؤں گا اور جو اسے کاٹے میں اسے کاٹ ڈالوں گا۔'' ⑧ اس حدیث کو امام ابوداود اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور یہ وہ روایت ہے جسے تسلسل

---

① مسند أحمد :38/5 . ② سنن أبي داود، الأدب، باب في النهي عن البغي، حديث:4902 وجامع الترمذي، صفة القيامة......، باب في عظم الوعيد......، حديث:2511 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب البغي، حديث:4211. ③ مسند أحمد :279/5 . ④ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح البخاری، الأدب، باب من بسط له في الرزق لصلة الرحم، حديث: 5985 میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسے اس طرح روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِي رِزْقِهٖ، وَأَنْ يُّنْسَأَ لَهٗ فِي أَثَرِهٖ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ] ''جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے لیے رزق میں فراخی کی جائے اور اس کے نشانات قدم میں تاخیر کی جائے، (اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے) تو وہ صلہ رحمی کرے۔'' ⑤ مسند أحمد:163/2 جبکہ قوسین والا لفظ صحیح بخاری کے آمدہ حوالے، حدیث: 5991 میں ہے۔ ⑥ صحيح البخاري، الأدب، باب ليس الواصل بالمكافئ ، حديث :5991۔ ⑦ مسند أحمد: 189/2، اس حدیث کی سند ابوثمامہ ثقفی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ البتہ امام ابوحاتم نے علل الحديث، علل أخبار في ثواب الأعمال :170/2، حديث: 2002 میں کہا ہے کہ یہ حدیث ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے موقوفاً زیادہ صحیح ہے، دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد):389,388/11. ⑧ مسند أحمد :160/2 .

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْاٰنَ أَمْ عَلٰى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ㉔ إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا

کیا پھر وہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے (لگے ہوئے) ہیں؟㉔ بے شک جو لوگ، بعد اس کے کہ ان پر ہدایت ظاہر ہو گئی،

عَلٰٓى أَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ۭ وَأَمْلٰى

اپنی پیٹھوں کے بل پلٹ گئے، شیطان نے ان کے لیے (ان کے عمل) مزین وخوشنما بنا دیے، اور (اللہ نے) انھیں ڈھیل دے دی㉕ یہ اس لیے کہ

لَهُمْ ㉕ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ

بے شک انھوں نے ان لوگوں (یہود) سے، جنھوں نے اس چیز (قرآن) کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کی، کہا کہ بعض امور میں ہم آپ کی بات مانیں گے،

الْأَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ㉖ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُونَ

اور اللہ ان کے راز جانتا ہے㉖ پھر کیا (حال) ہوگا جب فرشتے ان کو فوت کریں گے؟ جبکہ وہ ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر مارتے ہوں گے㉗ یہ

وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ㉗ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَآ أَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ

(مار) اس لیے کہ بے شک انھوں نے اس چیز کی پیروی کی جس نے اللہ کو ناراض کر دیا، اور انھوں نے اس (اللہ) کی رضامندی ناپسند کی، لہٰذا اللہ نے

فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ㉘ ع 3 9 7

ان کے اعمال برباد کر دیے㉘

الأوّليه ① کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ② اور اس موضوع سے متعلق اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

تفسیر آیات: 24-28

قرآن مجید میں تدبر کا حکم: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تدبر اور غور وفکر کرنے کا حکم دیتے ہوئے اور اس میں اعراض سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْاٰنَ أَمْ عَلٰى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ㉔ ﴾ ”بھلا یہ لوگ قرآن مجید میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔“ ان کے دلوں پر قفل لگے ہوتے ہیں، یعنی یہ الٹے ہو گئے ہیں کہ قرآن کے معانی میں سے کوئی چیز ان تک پہنچ نہیں سکتی، ابن جریر نے ہشام بن عروہ سے اور انھوں نے اپنے والد گرامی عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْاٰنَ أَمْ عَلٰى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ㉔ ﴾ تو اہل یمن میں سے ایک جوان نے کہا کہ دلوں کے اوپر قفل لگے ہوئے ہیں حتی کہ انھیں اللہ تعالیٰ ہی کھولتا یا کشادہ

---

① تسلسل أوليه حدیث مسلسل کی ایک صورت ہے، حدیث مسلسل اصول حدیث کی اصطلاح ہے جس کی تعریف یہ کی گئی ہے: هُوَ تَتَابُعُ رِجَالِ إِسْنَادِهِ عَلَى صِفَةٍ أَوْ حَالَةٍ لِّلرُّوَاةِ تَارَةً وَّلِلرِّوَايَةِ تَارَةً أُخْرٰى ”سند کے رجال کا تسلسل کے ساتھ راوی یا روایت کی ایک ہی حالت یا صفت پر ہونا۔“ تيسير مصطلح الحديث، ص: 184. تسلسل أوليه کا مطلب یہ ہے کہ شاگرد نے اپنے استاد سے سب سے پہلے یہ حدیث سنی ہے، اس حدیث میں تسلسل أوليه کا یہ سلسلہ عمرو بن دینار پر ختم ہو جاتا ہے۔ تدريب الراوي: 169,168/2. ② سنن أبي داود، الأدب، باب في الرحمة، حديث: 4941 و جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في رحمة الناس، حديث: 1924.

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿29﴾ وَلَوْ نَشَآءُ

کیا ان لوگوں نے جن کے دلوں میں روگ ہے، یہ سمجھ رکھا ہے کہ اللہ ان کے کینے ہرگز ظاہر نہیں کرے گا﴿29﴾ اور اگر ہم چاہتے تو یقیناً آپ کو وہ (منافق) دکھا

لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿30﴾

دیتے، پھر آپ انھیں ان (کے چہروں) کی علامت سے ضرور پہچان لیتے، اور یقیناً آپ انھیں گفتگو کے لب و لہجے سے پہچان لیں گے، اور اللہ تمھارے

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَاۡ اَخْبَارَكُمْ ﴿31﴾

اعمال جانتا ہے﴿30﴾ اور ہم تمھیں ضرور آزمائیں گے حتی کہ تم میں سے مجاہدین کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں، اور ہم تمھارے حالات جانچ لیں﴿31﴾

کرتا ہے، یہ نوجوان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں رہا حتی کہ آپ جب منصب خلافت پر فائز ہوئے، تو آپ نے اس سے مدد لی۔①

ارتداد کی مذمت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ﴾ ’’بلاشبہ جو لوگ ان کے لیے راہ ہدایت ظاہر ہونے کے بعد پیٹھ دے کر پھر گئے۔‘‘ یعنی انھوں نے ایمان کو چھوڑ دیا اور دوبارہ کفر کی طرف لوٹ گئے۔ ﴿ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ﴾ ’’شیطان نے (یہ کام) ان کو مزین کر دکھایا۔‘‘ یعنی شیطان نے یہ کام انھیں مزین اور اچھا کر کے دکھایا۔ ﴿ وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿25﴾﴾ ’’اور انھیں مہلت دی۔‘‘ اور اس طرح دھوکے اور فریب میں مبتلا کر دیا۔ ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ﴾ ’’یہ اس لیے کہ ان لوگوں نے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسے ناپسند کرنے والوں سے کہہ دیا ہے کہ ہم عنقریب بعض کاموں میں تمھاری فرمانبرداری کریں گے۔‘‘ یعنی باطنی طور پر انھوں نے انھیں باطل پر آمادہ کیا اور منافقین کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ اپنے باطن کے خلاف اظہار کرتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿26﴾﴾ ’’اور اللہ ان کی پوشیدہ باتوں سے آگاہ ہے۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ﴾ (النسآء 4:81) ’’اور وہ جو رات کو مشورے کرتے ہیں اللہ ان کو لکھ لیتا ہے۔‘‘ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿27﴾﴾ ’’تو اس وقت ان کا کیا (حال) ہوگا جب فرشتے ان کو فوت کریں گے (اور) ان کے چہروں اور پیٹھوں پر ماریں گے۔‘‘ یعنی ان کا اس وقت کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کے پاس ان کی روحوں کو قبض کرنے کے لیے آئیں گے اور روحیں ان کے جسموں میں چھپنے کی کوشش کریں گی تو فرشتے انھیں سختی کر کے، ڈانٹ ڈپٹ کر اور مار مار کر باہر نکالیں گے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ○﴾ (الأنفال 8:50) ’’اور کاش! تم اس وقت (کی کیفیت) دیکھو جب فرشتے کافروں کو فوت کرتے ہیں، ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہیں اور (کہتے ہیں کہ) عذاب آتش (کا مزہ) چکھو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ○﴾ (الأنعام 6:93) ’’اور کاش! تم ان ظالم (مشرک) لوگوں کو

---

① تفسیر الطبری: 26/75 یہ حدیث مرسل ہے۔

اس وقت دیکھو جب موت کی سختیوں میں (مبتلا) ہوں اور فرشتے (ان کی طرف عذاب کے لیے) ہاتھ بڑھا رہے ہوں کہ نکالو اپنی جانیں، آج تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی، اس لیے کہ تم اللہ پر جھوٹ بولا کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے سرکشی کرتے تھے۔'' اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿28﴾ ﴾ ''یہ اس لیے کہ جو چیز اللہ کو ناراض کرتی ہے انھوں نے اس کی پیروی کی اور انھوں نے اس کی خوشنودی کو ناپسند جانا تو اس نے بھی ان کے عملوں کو برباد کر دیا۔''

تفسیر آیات:31-29

منافقین کی پردہ دری: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿29﴾ ﴾ ''کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے، یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ اللہ ان کے کینوں کو ظاہر نہیں کرے گا۔'' یعنی کیا منافقین یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا معاملہ اپنے مومن بندوں کے سامنے واضح نہیں فرمائے گا۔ کیوں نہیں! وہ ان کے معاملے کو ضرور واضح فرما دے گا تاکہ عقل مند انھیں خوب سمجھ لیں، اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں سورۂ براءت کو نازل فرما کر ان کی رسوائیوں کو طشت از بام کر دیا تھا اور ان کے ان تمام کرتوتوں کو ظاہر کر دیا تھا جو ان کے نفاق پر دلالت کرتے تھے، اسی وجہ سے سورۂ براءت کو سورۂ فاضحہ رسوا کر دینے والی کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ أَضْغَان، ضِغْن کی جمع ہے، اس سے مراد اسلام اور مسلمانوں اور اسلام کی مدد کرنے والوں سے وہ حسد اور کینہ ہے جسے منافق اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ لَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ ﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو وہ لوگ آپ کو دکھا بھی دیتے تو آپ ان کو ان کے چہروں ہی سے پہچان لیتے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) اگر ہم چاہتے تو آپ کو منافق اشخاص دکھا دیتے اور آپ واضح طور پر انھیں پہچان لیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمام منافقین کے بارے میں ایسا نہیں کیا تاکہ وہ اپنی مخلوق کی پردہ پوشی فرمائے، امور کو ظاہر پر محمول کیا جائے اور باطنی احوال کو اسی کی ذات گرامی کے سپرد کر دیا جائے۔ ﴿ وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ ﴾ ''اور آپ ضرور انھیں (ان کے) انداز گفتگو ہی سے پہچان لیں گے۔'' یعنی جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو وہ ایسی ہوتی ہے جو ان کے مقاصد پر دلالت کرتی ہے اور ان کی گفتگو ہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ متکلم کا کس جماعت سے تعلق ہے، ﴿ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ ﴾ سے یہی مراد ہے جیسا کہ امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی کوئی انسان کسی مخفی عمل کو چھپائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے چہرے کے نقوش اور زبان کی لغزشوں سے ظاہر فرما دیتا ہے۔

﴿ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ ﴾ ''اور ہم تم (لوگوں) کو ضرور آزمائیں گے۔'' یعنی اوامر و نواہی کے ساتھ ﴿ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ ۙ وَ نَبْلُوَاۡ اَخْبَارَكُمْ ﴿31﴾ ﴾ ''یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جان لیں، اور تمھارے حالات کو جانچ لیں۔'' اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق جو کچھ ہونے والا ہے، وہ بلا شک و ریب ضرور ہو کر رہے گا، لہٰذا اس سے مراد یہ ہے کہ ہم اس کے وقوع پذیر ہونے کو معلوم کر لیں، اسی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما لِنَعْلَمَ جیسے الفاظ کے معنی لِنَرٰی

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسروں کو) اللہ کی راہ سے روکا، اور ان پر ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول (ﷺ) کی مخالفت کی وہ اللہ کا

الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ㉜ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا

ہرگز کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے، اور عنقریب وہ ان کے اعمال برباد کر دے گا㉜ اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اور

اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ㉝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اپنے عملوں کو باطل نہ کرو㉝ بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا، اور (دوسروں کو) اللہ کی راہ سے روکا، پھر وہ (اسی) حالتِ کفر میں مر گئے تو اللہ انھیں ہرگز

ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ㉞ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَاَنْتُمُ

نہیں بخشے گا㉞ چنانچہ تم کمزور نہ پڑو اور نہ تم صلح کی طرف بلاؤ جبکہ تم ہی غالب ہو، اور اللہ تمھارے ساتھ ہے، اور وہ تم سے تمھارے عملوں (کے

الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ㉟

ثواب) کو ہرگز کم نہیں کرے گا㉟

کرتے ہیں، یعنی تا کہ ہم دیکھ لیں۔ ①

تفسیر آیات:32-35

کفار کے عمل کو اکارت کر دینا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جو شخص کفر کرے، اللہ تعالیٰ کے رستے سے روکے، رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور نافرمانی کرے اور ہدایت کے واضح ہونے کے بعد ایمان سے مرتد ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا بلکہ وہ اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچا کر روز قیامت خائب و خاسر ہو جانے کا سبب بنے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو اکارت کر دے گا اور اس کی کسی سابقہ نیکی کا اسے کوئی ثواب نہیں دے گا کیونکہ اس کے ارتداد کے باعث اس کے کسی عمل کی حیثیت مچھر کے برابر نہ رہی، اسی لیے اللہ تعالیٰ اس کی تمام نیکیوں کو اس کے ارتداد کی وجہ سے اسی طرح ختم کر دے گا، جس طرح نیکیوں سے گناہ ختم ہو جاتے ہیں، امام محمد بن نصر مروزی نے کتاب الصلاۃ میں ابو العالیہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا خیال تھا کہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا جس طرح شرک کے ساتھ کوئی عمل نفع نہیں پہنچا سکتا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ㉝﴾ ”اللہ کی فرمانبرداری کرو اور پیغمبر کی فرمانبرداری کرو اور اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو۔“ تو وہ ڈرنے لگے کہ گناہ سے عمل باطل بھی ہو جاتا ہے۔ ② پھر انھوں نے

---

① حافظ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿نَعْلَمَ﴾ کے معنی لِنُمَيِّزَ ”تا کہ ہم الگ کر دیں“ نقل کیے ہیں۔ اور ابن جریر نے ﴿نَعْلَمَ﴾ بمعنی لِنَرٰى ”تا کہ ہم دیکھیں“ پر سخت رد فرمایا ہے۔ دیکھیے تفسیر الطبری: 21,20/2 تاہم ایک غیر مستند تفسیر بنام تنویر المقباس جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف ناحق طور پر منسوب ہے، اس میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿نَعْلَمَ﴾ کے معنی لِنَرٰى وَ نُمَيِّزَ ”تا کہ ہم دیکھیں اور الگ کر دیں“ منقول ہے، علاوہ ازیں اکثر مفسرین نے بھی اس کے معنی لِنَرٰى ذکر کیے ہیں جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔ ② تعظیم قدر الصلاۃ لمحمد بن نصر المروزی :645/2، رقم:698(C.D).

اِنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا یُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا یَسْـَٔلْكُمْ

بس دنیاوی زندگی تو محض ایک کھیل اور تماشا ہے، اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقوٰی اختیار کرو (تو) اللہ تمھیں تمھارے اجر دے گا، اور وہ تم سے تمھارے

اَمْوَالَكُمْ ﴿36﴾ اِنْ یَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَیُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَیُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿37﴾ هٰۤاَنْتُمْ

(تمام) مال نہیں مانگے گا ﴿36﴾ اگر اللہ تم سے (تمام) مال کا سوال کرے، پھر وہ (اس پر) اصرار کرے، تو تم بخل کرو گے، اور وہ تمھارے کینے نکال باہر

هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ

کرے گا ﴿37﴾ سنو! تم تو وہ لوگ ہو کہ تمھیں دعوت دی جاتی ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو، پھر تم میں سے بعض وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں، اور جو بخل

عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۙ

کرتا ہے تو بس وہ اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے، اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو، اور اگر تم پھرو گے تو اللہ تمھارے سوا دوسرے لوگ بدل لائے

4 ع 10 8 ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴿38﴾ ع

گا، پھر وہ تم جیسے (نافرمان) نہ ہوں گے ﴿38﴾

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ یہ سمجھتے تھے کہ ہر نیک عمل مقبول ہے حتی کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی: ﴿ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿33﴾ ﴾ تو ہم نے کہا کہ یہ کون سی چیز ہے جو ہمارے اعمال کو ضائع کر دیتی ہے۔ پھر ہم نے کہا کہ جہنم کو واجب کر دینے والے کبیرہ گناہ اور فواحش حتی کہ یہ ارشاد باری تعالیٰ نازل ہوگیا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (النسآء 4:48) ﴾ ’’بے شک اللہ اس (گناہ) کو نہیں بخشے گا کہ (کسی کو) اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے بخش دے۔‘‘ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو ہم اس بارے میں گفتگو سے رک گئے، ہم کبیرہ گناہوں اور فواحش و منکرات کا ارتکاب کرنے والے کے بارے میں ڈرتے تھے اور ان کا ارتکاب نہ کرنے والے کے لیے پر امید تھے۔ ①

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے جو دنیا و آخرت میں سعادت و کامرانی کا موجب ہے اور اس نے ارتداد سے منع کیا ہے کیونکہ اس سے تمام اعمال اکارت ہو جاتے ہیں، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿33﴾ ﴾ ’’اور اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو۔‘‘ یعنی ارتداد کے ساتھ، اسی وجہ سے اس کے بعد فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿34﴾ ﴾ ’’بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے رستے سے روکتے رہے، اور پھر کافر ہی مر گئے تو اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔‘‘ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (النسآء 4:48) ﴾ ’’بے شک اللہ اس (گناہ) کو نہیں بخشے گا کہ (کسی کو) اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) کو جس کے لیے چاہے بخش دے۔‘‘ پھر اللہ جل وعلا نے اپنے مومن بندوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَلَا تَهِنُوْا ﴾ ’’تو تم کمزور نہ پڑو۔‘‘ یعنی دشمنوں کے مقابلے میں

---

① تعظیم قدر الصلاۃ لمحمد بن نصر المروزی: 646/2، رقم: 699(C.D).

کمزوری نہ دکھاؤ۔ ﴿ وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ﴾ ''اور (دشمنوں کو) صلح کی طرف (نہ) بلاؤ۔'' یعنی اپنی قوت، تعداد اور ساز و سامان کی کثرت کی حالت میں دشمن کو صلح و سلامتی کی دعوت نہ دو، البتہ اگر تمام مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کو قوت و کثرت حاصل ہو اور حاکم وقت معاہدہ و مصالحت ہی کو مصلحت سمجھے تو پھر وہ کفار کو صلح کی پیشکش کر سکتا ہے جیسا کہ کفار قریش نے جب رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور انھوں نے آپ کو دعوت دی کہ صلح کر لی جائے اور دس سال تک جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر لیا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس پیشکش کو قبول فرما لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ ﴾ ''اور اللہ تمھارے ساتھ ہے۔'' اس میں بہت زبردست بشارت ہے کہ مسلمانوں کو اپنے دشمنوں پر فتح و نصرت اور غلبہ حاصل ہوگا۔ ﴿ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾ ﴾ ''اور وہ تمھارے اعمال کو کم (اور گم) نہیں کرے گا۔'' یعنی وہ انھیں اکارت اور رائیگاں کر کے تمھیں ان سے محروم نہیں کرے گا بلکہ وہ تمھیں ان کا پورا پورا اجر و ثواب بھی عطا کرے گا اور تمھارے اعمال صالحہ کو ذرہ بھر کم بھی نہیں کرے گا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 36-38

دنیا کے حقیر ہونے کا بیان: اللہ تعالیٰ نے دنیا کو حقیر اور بے حیثیت قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ﴾ ''دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشا ہے۔'' یعنی دنیا کا حاصل کھیل اور تماشا ہی ہے، سوائے اس کے جو اس (دنیا) میں سے اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿٣٦﴾ ﴾ ''اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے تو وہ تم کو تمھارے اجر دے گا اور تم سے تمھارے مال طلب نہیں کرے گا۔'' یعنی وہ تم سے بے نیاز ہے، وہ تم سے کچھ طلب نہیں کرتا، اس نے تمھارے مال میں صدقات تو تمھارے فقیر بھائیوں ہی کی ہمدردی و خیر خواہی کے لیے فرض کیے ہیں تاکہ اس کا نفع تمھیں ہی حاصل ہو اور اس کا ثواب بھی تمھیں ملے، پھر اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا ﴾ ''اگر وہ تم سے مال طلب کرے، پھر وہ تم سے مبالغہ و اصرار کرے تو تم بخل کرنے لگو۔'' یعنی تمھیں حرج میں مبتلا کر دے تو تم بخل کرنے لگو گے۔ ﴿ وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿٣٧﴾ ﴾ ''اور تمھارے کینوں کو نکال باہر کرے۔'' قتادہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اموال نکالنا درحقیقت کینوں کو نکال دینا ہے۔① قتادہ نے یہ بالکل سچ کہا ہے کیونکہ مال سے انسان کو محبت ہوتی ہے اور انسان اسے صرف اسی کام میں خرچ کرتا ہے جو اسے مال سے زیادہ پسند ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ ﴾ ''دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بلائے جاتے ہو تو تم میں ایسے شخص بھی ہیں جو بخل کرنے لگتے ہیں۔'' اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتے۔ ﴿ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ﴾ ''اور جو بخل کرتا ہے تو بلاشبہ وہ اپنے آپ سے بخل کرتا ہے۔'' یعنی اپنے اجر و ثواب کو کم کرتا ہے اور اس کا وبال اسی کی جان پر ہوگا۔ ﴿ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ ﴾ ''اور اللہ بے نیاز

---

① تفسیر عبدالرزاق: 209/3، رقم: 2891.

ہے۔ ''اپنے سوا ہر چیز سے، جبکہ ہر چیز ہمیشہ اس کی محتاج ہے، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ ﴾ ''اور تم محتاج ہو۔'' یعنی اس کی نسبت سے تم محتاج ہو، بے نیازی اس کی صفت لازم ہے جبکہ مخلوق کی لازمی صفت فقر و محتاجی ہے کہ مخلوقات اس سے کبھی الگ نہیں ہوسکتیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا ﴾ ''اور اگر تم روگردانی کرو۔'' یعنی اس کی اطاعت اور اتباع شریعت سے۔ ﴿ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴿38﴾ ﴾ ''تو وہ تمھارے علاوہ کوئی (اور) لوگ بدل لائے گا، پھر وہ تمھاری طرح کے نہیں ہوں گے۔'' بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو سننے والے اور اس کی اور اس کے اوامر کی اطاعت بجالانے والے ہوں گے۔

سورۂ محمد کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

تفسیر
سورۂ فتح

یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ① لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ

(اے نبی!) بلاشبہ ہم نے آپ کو فتح مبین دی ① تاکہ اللہ آپ کے لیے آپ کی اگلی پچھلی ہر غلطی معاف کردے،

وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ② وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ③

اور آپ پر اپنی نعمت پوری کرے، اور آپ کو صراط مستقیم کی ہدایت دے ② اور (تاکہ) اللہ آپ کی بڑی زبردست مدد کرے ③

سورۂ فتح کی فضیلت: امام احمد ؒ نے عبداللہ بن مغفل ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال رستے میں چلتے ہوئے اپنی سواری پر سورۂ فتح کی تلاوت فرمائی اور آپ نے اس میں ترجیع فرمائی۔ معاویہ (راوی) کہتے ہیں کہ اگر مجھے یہ بات ناپسند نہ ہوتی کہ لوگ جمع ہو جائیں گے تو میں آپ کی قراءت کی طرح قراءت کر کے سنا دیتا۔① امام بخاری و مسلم نے اسے بروایت شعبہ بیان کیا ہے۔②

تفسیر آیات :1-3

سورۂ فتح کا سبب نزول: یہ سورۂ مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے ذوالقعدہ 6ھ میں اس وقت واپس تشریف لا رہے تھے جب مشرکین نے عمرہ ادا کرنے کے لیے آپ کو مسجد حرام میں جانے سے روک دیا تھا۔ وہ آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے، پھر مصالحت اور معاہدے کی طرف مائل ہو گئے کہ آپ اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آ جائیں تو آپ نے جماعت صحابہ کی ناپسندیدگی کے باوجود اس بات کو تسلیم فرما لیا، اس معاہدے کو ناپسند کرنے والوں میں حضرت عمر بن خطاب ؓ بھی تھے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ اس سورت میں اپنے مقام پر اس کی تفسیر میں بیان کریں گے۔③ جب آپ نے اس جگہ اپنی قربانی کے جانور کو نحر کر دیا جہاں آپ محصور کر دیے گئے تھے تو آپ واپس تشریف لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو نازل فرمایا اور اس میں آپ کے اور کفار مکہ کے حالات کو بیان فرمایا اور اس صلح کو مصلحت اور انجام کے اعتبار سے فتح قرار دیا جیسا کہ ابن مسعود ؓ اور کئی دیگر سے مروی ہے کہ تم فتح سے مراد فتح مکہ لیتے ہو جبکہ ہم صلح حدیبیہ کو

---

① مسند أحمد :54/5. ② صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ﴾ (الفتح 48:1)، حديث: 4835 و صحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب ذكر قراء ة النبي ﷺ سورة الفتح يوم فتح مكة، حديث: 794.

③ دیکھیے الفتح، آیات :25,26 کے ذیل میں۔

فتح قرار دیتے ہیں۔ حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ ہم حدیبیہ کے دن کو فتح قرار دیتے تھے۔ ①

امام بخاری ؒ نے براء ؓ سے روایت کیا ہے کہ تم فتح مکہ کو فتح قرار دیتے ہو بلاشبہ فتح مکہ بھی فتح تھی مگر ہم تو حدیبیہ کے دن بیعت رضوان کو فتح سمجھتے تھے، ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چودہ سو تھے، حدیبیہ ایک کنواں تھا جس کا ہم نے سارا پانی نکال لیا اور اس میں ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ہمارے پاس تشریف لائے، آپ کنویں کی منڈیر پر جلوہ افروز ہوگئے، پھر آپ نے پانی کا ایک برتن منگوایا، اس سے وضو فرمایا، پھر کلی کی، دعا فرمائی اور اس پانی کو اس کنویں میں ڈال دیا، ہم نے اسے تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دیا، پھر ہم نے اس سے اس قدر پانی حاصل کر لیا جس قدر اس کی ہمیں اور ہماری سواریوں کو ضرورت تھی۔ ②

امام احمد ؒ نے حضرت عمر بن خطاب ؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، میں نے آپ سے ایک چیز کے بارے میں تین بار پوچھا مگر آپ نے جواب نہ دیا، میں نے اپنے دل میں کہا: ابن خطاب! تجھے تیری ماں گم پائے، تو نے تین بار رسول اللہ ﷺ سے پوچھا مگر آپ نے جواب نہیں دیا! آپ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی سواری پر سوار ہوگیا اور میں نے اپنے اونٹ کو حرکت دی، میں آگے بڑھا اور میں ڈرتا تھا کہ میرے بارے میں کوئی چیز نازل نہ ہوگئی ہو، اسی دوران میں ایک شخص نے پکارتے ہوئے کہا اے عمر! میں واپس پلٹا تو ڈر رہا تھا کہ میرے بارے میں کوئی چیز نازل ہوگئی ہوگی مگر جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [نَزَلَتْ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ سُورَةٌ هِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا: ﴿ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝١ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ﴾] ''رات مجھ پر ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہے اور وہ ہے: ﴿ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝١ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ﴾ ''(اے محمد!) بے شک ہم نے آپ کو فتح دی، فتح بھی صریح و صاف تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔'' ③ امام بخاری و ترمذی اور نسائی نے اس حدیث کو کئی طرق سے امام مالک ؒ سے روایت کیا ہے۔ ④ امام علی بن مدینی نے اس حدیث کی سند کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ مدنی اور جید سند ہے اور اسے ہم نے صرف اہل مدینہ ہی کے پاس پایا ہے۔

امام احمد ؒ نے حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت کیا ہے کہ آیت کریمہ: ﴿ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ﴾ نبی اکرم ﷺ پر حدیبیہ سے واپسی پر نازل ہوئی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ آيَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا عَلَى الْأَرْضِ] ''رات مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا کی ساری چیزوں سے زیادہ عزیز ہے۔'' پھر

---

① تفسير الطبری: 93,92/26 . ② صحيح البخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية ، حديث: 4150 . ③ مسند أحمد : 31/1 . ④ صحيح البخاری، التفسير، باب قوله: ﴿ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝١ ﴾ (الفتح 48:1)، حديث : 4833 و جامع الترمذی، تفسير القرآن، باب و من سورة الفتح، حديث : 3262 و السنن الكبرٰى للنسائی، التفسير، باب قوله تعالٰى: ﴿ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝١ ﴾ :461/6، حديث:11499.

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو یہ آیت پڑھ کر سنائی تو صحابہ کرام نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! مبارک مبارک! اللہ تعالیٰ نے یہ تو بیان فرما دیا کہ وہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا لیکن سوال یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ تو اس کے جواب میں آپ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی: ﴿لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ’’(یہ) اس لیے کہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے۔‘‘ یہاں سے لے کر آپ نے ﴿فَوْزًا عَظِيْمًا ۵﴾ ’’بہت بڑی کامیابی۔‘‘ تک کی آیات پڑھ کر سنائیں۔① اسے امام بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔②

امام احمد رحمہ اللہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اس قدر لمبی نماز ادا فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک سوج جاتے، آپ کی خدمت میں عرض کی گئی: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف نہیں فرما دیے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(أَفَلَا) أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا؟] ’’تو کیا میں (اس کا) شکرگزار بندہ نہ بن جاؤں؟‘‘③ اسے بخاری و مسلم نے اور سوائے ابوداود کے دیگر اہل سنن نے بھی روایت کیا ہے۔④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۱﴾ ’’بے شک (اے محمد!) ہم نے آپ کو فتح دی، فتح بھی صریح و صاف۔‘‘ یعنی بین اور واضح فتح اور اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے کیونکہ اس کے سبب بہت خیر و بھلائی حاصل ہوئی، لوگوں کو امن حاصل ہوگیا اور انھیں ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے ہونے کا موقع مل گیا، مومنوں کو کافروں کے ساتھ گفتگو کا موقع مل گیا اور علم نافع اور ایمان کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ﴾ ’’تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔‘‘ یہ رسول اللہ ﷺ کے خصائص میں سے وہ خصوصیت ہے جس میں کوئی بھی آپ کا سہیم و شریک نہیں، آپ کے سوا اور کسی کے لیے بھی کسی صحیح حدیث سے اس کے اعمال کا یہ ثواب ثابت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیے ہوں، یہ شرف عظیم صرف رسول اللہ ﷺ ہی کو حاصل ہے کیونکہ آپ نے تمام امور میں ایسی اطاعت اور صبر و استقامت ہی کو اختیار فرمایا کہ جس تک اولین و آخرین میں سے کسی بشر کی رسائی نہ ہوسکی، آپ کی ذات گرامی بلاشبہ تمام انسانوں سے اکمل ہے اور آپ دنیا و آخرت میں ساری انسانیت کے سردار ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اپنے

---

① مسند أحمد: 197/3. ② صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4172 و صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب صلح الحديبية، حديث: 1786. ③ مسند أحمد: 255/4 جبکہ قوسین والا لفظ بھی مسند أحمد: 115/6 عن عائشة رضی اللہ عنہا میں ہے۔ ④ صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ﴾ (الفتح 2:48)، حديث: 4836 و صحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب إكثار الأعمال......، حديث: 2819 و جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في الاجتهاد في الصلاة، حديث: 412 و سنن النسائي، قيام الليل، باب الاختلاف على عائشة في إحياء الليل، حديث: 1645 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......، باب ماجاء في طول القيام في الصلوات، حديث: 1419.

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْۤا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ؕ وَلِلّٰهِ

وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں طمانینت و تسکین نازل کی، تاکہ ان کے ایمان میں اور (مزید) ایمان کا اضافہ ہو،

جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ④ۙ لِّیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

اورآسمانوں اور زمین کے(سب) لشکر اللہ ہی کے ہیں، اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ④(یہ سب اس لیے کیا) تاکہ

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَیُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ

وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کوایسے باغات میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے،اور

ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا ⑤ۙ وَّیُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِیْنَ

(تاکہ) ان سے ان کی برائیاں دور کردے، اور یہ اللہ کے ہاں بہت بڑی کامیابی ہے⑤ اور (تاکہ) منافق مردوں اور منافق عورتوں

وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّیْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَیْهِمْ دَآىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ

اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ کے متعلق برے گمان کرتے ہیں، بری گردش انھی پر ہے، اور اللہ ان پر

عَلَیْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ⑥ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ

ناراض ہوا، اور اس نے ان پر لعنت کی، اوراس نے ان کے لیے جہنم تیار کر رکھا ہے، اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے⑥اور آسمانوں

وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ⑦

اورزمین کے(سب)لشکر اللہ ہی کے لیے ہیں، اوراللہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے⑦

رب تعالیٰ کے سب سے زیادہ اطاعت گزار اوراس کے اوامر ونواہی کی سب سے زیادہ تعظیم بجالانے والے تھے، جب آپ کی اونٹنی مکہ مکرمہ کی طرف آگے بڑھنے کے بجائے زمین پر بیٹھ گئی تھی تو آپ نے فرمایا: [حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ] ”اسے اس ذات پاک نے آگے بڑھنے سے روک دیا ہے جس نے ابرہہ کے ہاتھیوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! (لَا يَسْأَلُونِّي الْيَوْمَ) (شَيْئًا) يُّعَظِّمُونَ فِيهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ (إِلَّا أَجَبْتُهُمْ إِلَيْهَا)] ”اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! آج اگر وہ مجھ سے کسی بھی ایسی چیز کا سوال کریں جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی حرمت والی اشیاء کی عزت وتکریم کریں تو میں ان کی بات تسلیم کرلوں گا۔“①

جب آپ نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی اختیار کرتے ہوئے صلح کی دعوت قبول فرمالی تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے مخاطب ہوتے ہوئے یہ آیات کریمہ نازل فرمادیں: ﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ①ۙ لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ ﴾ ”بے شک (اے محمد!) ہم نے آپ کو فتح دی، فتح بھی صریح وصاف تاکہ اللہ آپ کے اگلے

---

① صحیح البخاری، الشروط، باب الشروط فی الجهاد......، حدیث: 2732,2731 عن المسور بن مخرمة رضی اللہ عنہ و مروان. پہلی قوسین والے الفاظ سنن أبی داود، الجهاد، باب فی صلح العدو، حدیث: 2765 اور دوسری قوسین والا لفظ اس سیاق میں نہیں ملا جبکہ تیسری قوسین والا جملہ المصنف لابن أبی شیبة، غزوة الحدیبیة: 387/7، حدیث: 36844 میں ہے۔

پچھلے گناہ بخش دے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے۔‘‘ یعنی دنیا و آخرت میں، ﴿ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ ﴾ ’’اور آپ کو سیدھے رستے پر چلائے۔‘‘ یعنی شرع عظیم اور دین قویم کے اس رستے پر جسے اس نے آپ کے لیے مقرر فرما دیا ہے، ﴿ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝ ﴾ ’’اور اللہ آپ کی زبردست مدد کرے۔‘‘ یعنی آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کے مقام و مرتبے کو سر بلند کر کے آپ کے دشمنوں پر آپ کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمائے گا جیسا کہ صحیح حدیث میں بھی آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَّمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِّلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ] ’’معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی عزت ہی میں اضافہ فرماتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار فرمائے تو اللہ تعالیٰ اسے سر بلند فرما دیتا ہے۔‘‘① حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص تمھارے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو تم اسے اس سے بڑھ کر اور کوئی سزا نہیں دے سکتے کہ تم اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔②

تفسیر آیات: 4-7

مومنوں کے دلوں پر سکینت کا نزول: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هُوَ الَّذِيٓ أَنْزَلَ السَّكِينَةَ ﴾ ’’وہی تو ہے جس نے (مومنوں کے دلوں پر) تسلی نازل فرمائی۔‘‘ یعنی انھیں اطمینان عطا فرما دیا، قتادہ کہتے ہیں کہ مومنوں کے دلوں میں وقار پیدا فرما دیا۔③ مومنوں سے مراد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور یہ حدیبیہ کے دن کی بات ہے جب انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان پر لبیک کہا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے آگے سر اطاعت خم کر دیا اور جب انھیں اطمینان قلب حاصل ہو گیا تو اس سے ان کے ایمان میں بھی مزید اضافہ ہو گیا۔ اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات کریمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ نے استدلال کیا ہے کہ دلوں کے اندر ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔④ پھر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر وہ چاہتا تو کافروں سے بدلہ لے سکتا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ﴾ ’’اور آسمانوں اور زمین کے لشکر (سب) اللہ ہی کے ہیں۔‘‘ یعنی اگر وہ چاہتا تو ان پر صرف ایک فرشتہ بھیج کر انھیں تباہ و برباد کر سکتا تھا لیکن اس نے اپنے مومن بندوں کو جہاد و قتال کا حکم دیا ہے اور اس میں اس کی حکمت بالغہ، حجت قاطعہ اور براہین دامغہ کے کئی پہلو مضمر ہیں، اسی لیے اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ ﴾ ’’اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔‘‘

پھر اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا ﴾ ’’یہ اس لیے کہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ان میں ہمیشہ کے لیے داخل

---

① صحیح مسلم، البر والصلة......، باب استحباب العفو والتواضع، حدیث : 2588 عن أبي هريرة رضي الله عنه. ② تاریخ دمشق الكبير لابن عساكر، ترجمة عمر بن الخطاب رضي الله عنه...... : 275,274/47 . ③ تفسير الطبري : 829/2 والدر المنثور: 69/6 . ④ صحيح البخاري، الإيمان، باب قول النبي ﷺ: [بني الإسلام على خمس]، قبل الحديث : 8.

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ⑧ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ

(اے نبی!) بلاشبہ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، اور بشارت دینے والا، اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ⑧ تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان

وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا ⑨ إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ

لاؤ، اور تم اس کی مدد کرو، اور اس کا ادب کرو، اور تم صبح اور شام اس (اللہ) کی پاکی بیان کرو ⑨ بلاشبہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں،

اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ أَوْفٰى

وہ تو بس اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے، پھر جس نے عہد شکنی کی، تو بس وہ اپنی ہی ذات کے خلاف عہد شکنی

ع 1 10 9 بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا ⑩ ع

کرتا ہے، اور جس نے (وہ) عہد پورا کیا جو اس نے اللہ سے باندھا تھا، تو عنقریب وہ اسے بہت بڑا اجر دے گا ⑩

کرے۔'' قبل ازیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بیان کی جا چکی ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مبارک ہو! یہ نوید مسرت آپ کے لیے ہے اور ہمیں کیا ملے گا؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ﴿ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ﴾ یعنی اس میں وہ ابدالآباد تک رہیں گے۔ ① ﴿ وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ ﴾ ''اور ان سے ان کے گناہوں کو دور کر دے۔'' یعنی ان کی غلطیوں اور گناہوں کی انھیں سزا نہ دے بلکہ عفو و درگزر سے کام لے کر انھیں بخش دے، پردہ پوشی فرمائے، رحم فرمائے اور ان کی نیکیوں کا اچھا صلہ عطا فرمائے، ﴿ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ⑤ ﴾ ''اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ ﴾ (اٰل عمرٰن 3:185) ''تو جو شخص آتش جہنم سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ ﴾ ''اور اس لیے کہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ کے حق میں برے برے خیال رکھتے ہیں، عذاب دے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر الزام لگاتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے بارے میں یہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ قتل ہو کر بالکل ختم ہو جائیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ ﴾ ''انھی پر برے حادثے واقع ہوں اور اللہ ان پر غصے ہوا اور ان پر لعنت کی۔'' یعنی انھیں اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ ﴿ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ⑥ ﴾ ''اور ان کے لیے دوزخ تیار کیا اور وہ بری جگہ ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس قدرت کا اظہار کرتے ہوئے کہ وہ اپنے دشمنوں، اسلام کے دشمنوں، کافروں اور منافقوں سے انتقام لے سکتا ہے، فرمایا: ﴿ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ⑦ ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں

---

① دیکھیے الفتح ، آیت : 2 کے ذیل میں اور صحیح البخاری، المغازی، باب غزوۃ الحدیبیة، حدیث: 4172 وصحیح مسلم، الجهاد والسیر، باب صلح الحدیبیة، حدیث: 1786.

اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔''

تفسیر آیات: 8-10

رسول اللہ ﷺ کی صفات: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا ﴾ ''یقیناً ہم نے (اے محمد!) آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔'' یعنی مخلوق کے بارے میں گواہی دینے والا، ﴿ وَّ مُبَشِّرًا ﴾ ''اور خوش خبری سنانے والا۔'' یعنی مومنوں کو، ﴿ وَّ نَذِيْرًا ⑧ ﴾ ''اور خوف دلانے والا۔'' یعنی کافروں کو، اس آیت کریمہ کی تفسیر قبل ازیں سورۂ احزاب میں بیان کی جا چکی ہے۔ ① ﴿ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ ﴾ ''تاکہ (مسلمانو!) تم اللہ پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو۔'' حضرت ابن عباس ؓ اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ان کی تعظیم بجا لاؤ۔ ② ﴿ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ ﴾ ''اور ان (رسول) کی عزت و تکریم کرو۔'' یہ توقیر سے ہے جس کے معنی احترام، اِجلال اور تعظیم بجا لانے کے ہیں۔ ﴿ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ⑨ ﴾ ''اور صبح و شام اس (اللہ) کی تسبیح کرتے رہو۔'' یعنی دن کے ابتدائی اور آخری حصے میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے رہو۔

بیعت رضوان: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو تشریف و تعظیم و تکریم عطا کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ ﴾ ''بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں، وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ ﴾ (النسآء 4:80) ''جو شخص رسول کی فرماں برداری کرے گا تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی۔'' ﴿ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ ﴾ ''اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔'' یعنی وہ ان کے پاس موجود ہے، ان کی باتوں کو سنتا، ان کی جگہ کو دیکھتا اور ان کے ظاہری و باطنی حالات کو جانتا ہے، گویا رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے اللہ تعالیٰ ہی ان سے بیعت لیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ ﴾ (التوبۃ 9:111) ''بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں (اور اس کے) عوض ان کے لیے بہشت (تیار کی) ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے جاتے بھی ہیں۔ یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے، جس کا پورا کرنا اسے ضروری ہے اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔'' ﴿ وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ⑩ ﴾ ''اور جو اس بات کو جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے، پورا کرے تو وہ اسے عنقریب اجر عظیم دے گا۔'' یعنی ثواب جزیل عطا فرمائے گا۔ اس بیعت سے مراد بیعت رضوان ہے جو حدیبیہ کے مقام پر ببول کے ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی۔ اس دن بیعت کرنے والے حضرات صحابہ کرام کی

---

① دیکھیے الأحزاب، آیت: 45 کے تحت عنوان: ''رسول اللہ ﷺ کی صفات جمیلہ'' ② تفسیر القرطبی: 266/16.

تعداد تیرہ سو، ① دوسرے قول کے مطابق چودہ سو، ② اور تیسرے قول کے مطابق پندرہ سو تھی۔ ③ اور اس سلسلے میں درمیان والا قول سب سے زیادہ صحیح ہے، یعنی ان کی تعداد چودہ سو تھی۔

حدیبیہ کی تفصیل: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حدیبیہ کے دن ہماری تعداد چودہ سو تھی۔ ④ اسے امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔ ⑤ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ اس دن ہماری تعداد چودہ سو تھی، اسی دن آپ نے اپنا دست مبارک جب پانی میں ڈالا تو پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے رواں ہو گیا حتی کہ سب لوگوں نے اسے خوب سیر ہو کر پیا۔ ⑥ حدیبیہ کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیاس کے بارے میں یہ ایک مفصل روایت کا اختصار ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن انھیں اپنے ترکش کا ایک تیر عطا فرمایا جسے انھوں نے حدیبیہ کے (خشک) کنویں میں ڈال دیا، اس سے پانی جوش مارنے لگ گیا حتی کہ وہ سب لوگوں کی ضرورت کے لیے کافی ہو گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ اس دن تمھاری تعداد کتنی تھی؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم چودہ سو تھے اور اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے پھر بھی یہ پانی ہماری ضرورت کے لیے کافی تھا۔ ⑦ صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ تعداد پندرہ سو تھی۔ ⑧

امام بخاری رحمہ اللہ نے قتادہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ میں نے سعید بن مسیّب سے پوچھا کہ بیعت رضوان کے موقع پر صحابہ کرام کی تعداد کتنی تھی؟ انھوں نے کہا: پندرہ سو، میں نے عرض کی: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کی تعداد چودہ سو تھی، حضرت سعید بن مسیّب نے جواب دیا کہ انھیں وہم ہو گیا ہے، انھوں نے خود مجھ سے یہ بیان فرمایا تھا کہ ان کی تعداد پندرہ سو تھی۔ ⑨ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما پہلے ان کی تعداد پندرہ سو بیان کیا کرتے تھے، پھر انھیں اپنی غلطی یاد آئی تو انھوں نے تعداد چودہ سو بیان کرنا شروع کر دی۔ ⑩

---

① صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث : 4155 عن عبدالله بن أبي أوفى رضی اللہ عنہ. ② صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث :4154 عن جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہ. ③ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث : 4152 عن جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہ. ④ صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ﴾ (الفتح 18:48) ، حديث: 4840. ⑤ صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام الجيش......، حديث : 1856. ⑥ صحيح البخاري، الأشربة، باب شرب البركة والماء المبارك، حديث : 5639 و صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام......، حديث: (74)-1856 مختصرًا. ⑦ صحيح البخاري، الشروط، باب الشروط فى الجهاد والمصالحة......، حديث:2732,2731 عن المسور بن مخرمة رضی اللہ عنہ جبکہ ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ...... ہماری ضرورت کے لیے کافی تھا'' تک کے الفاظ صحيح البخاري، المناقب، باب علامات النبوة فى الإسلام، حديث: 3576 و صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام......، حديث: (73)-1856 مختصرا میں ہیں، البتہ اس حوالے میں ''ہم پندرہ سو تھے'' ہے اور ''چودہ سو'' کے الفاظ اس سیاق میں نہیں ملے۔

⑧ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث : 4152 و صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام......، حديث: (73)-1856. ⑨ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث :4153 لیکن اس میں اتنا ہی ہے کہ مسیّب نے جواب دیا کہ انھیں وہم ہو گیا ہے۔ انھوں نے مجھے بیان کیا ہے کہ صحابہ پندرہ سو تھے، وہم کی نسبت نہیں کی، البتہ دلائل النبوہ کے مندرجہ ذیل حوالے میں وہم کی نسبت صراحتًا آئی ہے۔ ⑩ دلائل النبوة للبيهقي، باب عدد من كان مع النبي ﷺ بالحديبية : 97/4 .

صلح حدیبیہ

(ذی القعدہ 6ھ)

﴿ اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ﴾

"بے شک، ہم نے آپ کو واضح فتح دی۔" (الفتح 1:48)

بیعت رضوان

﴿ لَقَدۡ رَضِىَ اللّٰهُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ يُبَايِعُوۡنَكَ تَحۡتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ فَاَنۡزَلَ السَّكِيۡنَةَ عَلَيۡهِمۡ وَاَثَابَهُمۡ فَتۡحًا قَرِيۡبًا ﴾

"اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کی کیفیت جان لی اور ان پر اطمینان و سکون نازل فرمایا اور ان کو ایک قریبی فتح عطا فرمائی۔" (الفتح 18:48)

X حدیبیہ کا مقام ‖ آغاز حرم کے مقامات

● مقامِ میقات (حرم مکی کی حدود

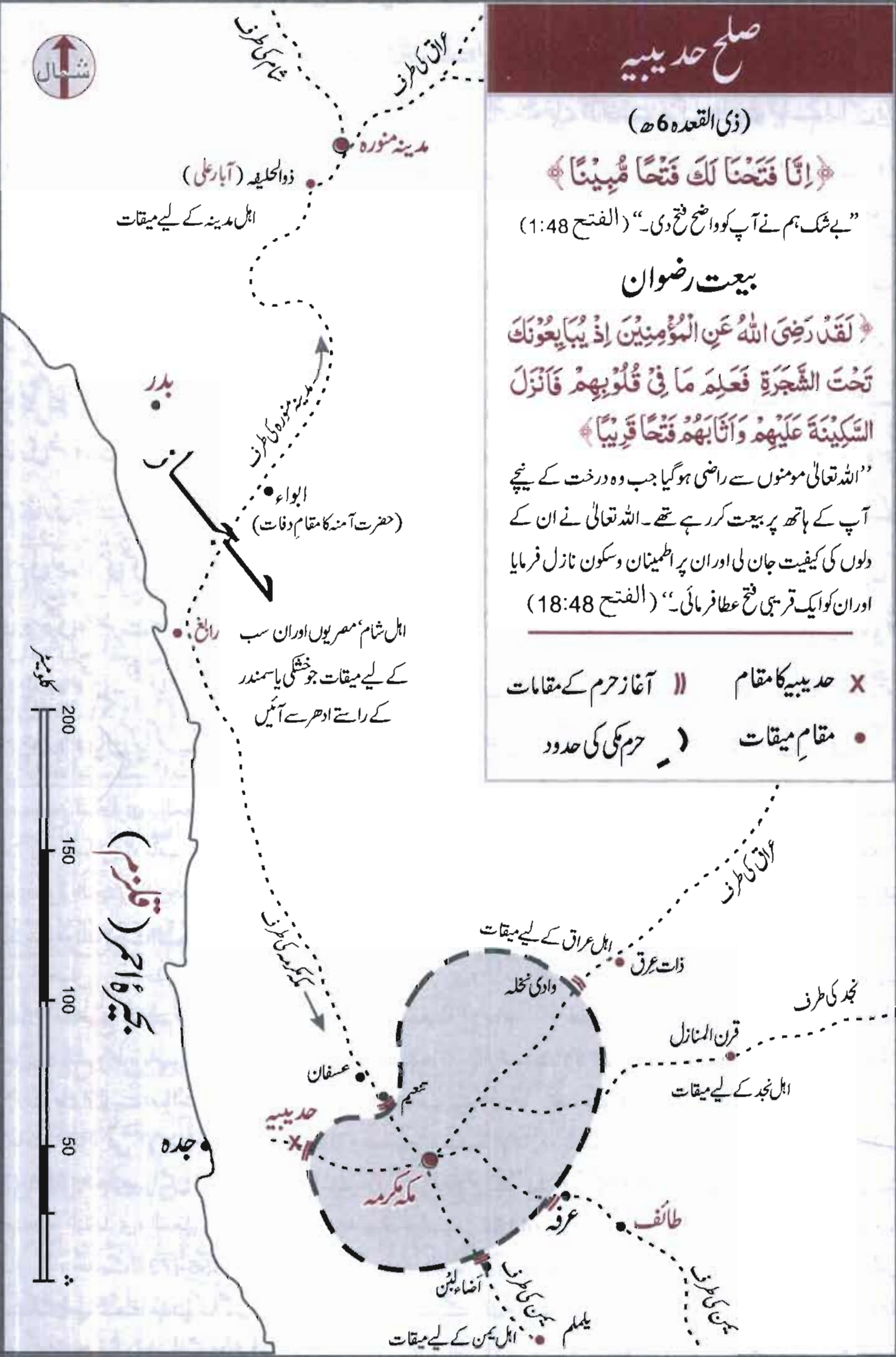
شمال
شام کی طرف
عراق کی طرف
مدینہ منورہ
ذوالحلیفہ (آبارِ علی)
اہل مدینہ کے لیے میقات
بدر
مدینہ منورہ کی طرف
ابواء
(حضرت آمنہ کا مقامِ وفات)
رابغ
اہل شام، مصریوں اور ان سب کے لیے میقات جو خشکی یا سمندر کے راستے ادھر سے آئیں
کلومیٹر
200
150
100
50
0
بحیرۂ احمر (قلزم)
عراق کی طرف
اہل عراق کے لیے میقات
ذات عرق
وادی نخلہ
نجد کی طرف
قرن المنازل
اہل نجد کے لیے میقات
مکہ مکرمہ کی طرف
عسفان
تنعیم
حدیبیہ
جدہ
مکہ مکرمہ
عرفہ
طائف
اضاءۃ لبن
یمن کی طرف
یمن کی طرف
یلملم
اہل یمن کے لیے میقات

اس عظیم الشان بیعت کا سبب: محمد بن اسحاق بن یسار نے سیرت میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں بھیجنے کے لیے عمر بن خطاب کو طلب فرمایا تا کہ وہ سردارانِ قریش تک آپ کی آمد کے مقصد کو پہنچا دیں، انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے قریش کی طرف سے جان کا ڈر ہے اور مکہ میں خاندان عدی بن کعب کا کوئی فرد نہیں جو میری حفاظت کر سکے اور قریش کو خوب معلوم ہے کہ میری ان سے کس قدر شدید دشمنی اور میرا ان سے کتنا شدید برتاؤ تھا، اس لیے میں ایک ایسے شخص کی نشاندہی کرتا ہوں جو قریش پر مجھ سے زیادہ غالب ہے اور وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں، آپ نے انھیں ابوسفیان اور دیگر سردارانِ قریش کے پاس بھیجا تا کہ وہ انھیں بتا دیں کہ آپ لڑائی کرنے کے لیے تشریف نہیں لائے ہیں، چنانچہ آنحضرت ﷺ کے حکم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سوئے مکہ روانہ ہو گئے، مکہ میں داخل ہوتے وقت یا داخل ہونے سے پہلے ان کی ملاقات ابان بن سعید بن عاص سے ہوئی، انھوں نے حضرت عثمان کو سواری پر اپنے آگے بٹھا لیا اور انھیں اپنی پناہ میں لیے رکھا حتی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچا دیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان اور دیگر سردارانِ قریش کے پاس جا کر رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچا دیا، آپ جب پیغام پہنچانے سے فارغ ہوئے تو انھوں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ بیت اللہ کا طواف کرنا چاہتے ہیں تو کر لیں مگر آپ نے جواب دیا کہ نہیں، میں اس وقت تک طواف نہیں کر سکتا جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہ کر لیں، قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس روک لیا اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے پاس یہ افواہ پہنچ گئی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن ابوبکر نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: [لَا نَبْرَحُ حَتّٰی نُنَاجِزَ الْقَوْمَ] ''اب ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک ان لوگوں سے لڑ نہ لیں۔'' اس مقصد کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی۔ لوگ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے موت پر بیعت کی تھی جبکہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے موت پر بیعت نہیں کی تھی بلکہ ہم نے بیعت اس بات پر کی تھی کہ ہم میدان سے بھاگیں گے نہیں۔ سب لوگوں نے بیعت کی حتی کہ بنوسلمہ کے جد بن قیس کے سوا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جس نے بیعت نہ کی ہو، میں اسے گویا دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی اونٹنی کی بغل کے ساتھ چمٹا ہوا لوگوں کی نگاہوں سے چھپنے کی کوشش کر رہا تھا، پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ خبر بھی پہنچ گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید کر دیے جانے کی بات غلط ہے۔①

حافظ ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان کا حکم دیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت اہل مکہ کی طرف رسول اللہ ﷺ کے سفیر کی حیثیت سے گئے ہوئے تھے تو آپ نے لوگوں سے بیعت کی، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ عُثْمَانَ فِي حَاجَةِ اللّٰهِ وَحَاجَةِ رَسُولِهِ] ''بے شک عثمان اللہ تعالیٰ اور اس

---

① السيرة النبوية لابن إسحٰق، أمر الحديبية في آخر سنة ست و ذكر بيعة الرضوان : 460,459/2.

کے رسول کے کام سے گیا ہے۔'' تو آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا اور اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی بیعت لے لی تو اس طرح حضرت عثمان کے لیے رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک ان لوگوں کے لیے ان کے اپنے ہاتھوں سے بہت بہتر تھا۔ ①

امام بخاری نے نافع سے روایت کیا ہے کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے لیکن یہ بات درست نہیں ہے، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ کو ایک انصاری کے پاس بھیجا کہ وہ ان سے آپ کے گھوڑے کو لے آئے وہ اس گھوڑے کو لڑائی کے لیے استعمال کریں اور رسول اللہ ﷺ اس وقت درخت کے نیچے بیعت لے رہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم نہ تھی لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی اور گھوڑا لینے کے لیے روانہ ہو گئے، پھر اسے لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت جنگی لباس زیب تن کر رہے تھے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے انھیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ درخت کے نیچے بیعت لے رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل پڑے اور انھوں نے بھی جا کر رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کر لی، اسی بات کو لوگ اس طرح بیان کرنے لگے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ ② پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ لوگ درختوں کے سائے میں مختلف مقامات پر بیٹھ گئے تھے، پھر لوگ نبی اکرم ﷺ کے گرد جمع ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: عبداللہ! دیکھ کیا بات ہے؟ لوگ رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع ہیں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ آپ کی بیعت کر رہے ہیں تو انھوں نے بیعت کر لی، پھر جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا تو انھوں نے بھی آ کر آپ کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔ ③

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن ہماری تعداد چودہ سو تھی اور ہم نے آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت آپ کے دست مبارک کو تھامے ہوئے تھے، یہ بیعت درخت کے نیچے ہو رہی تھی اور یہ درخت ببول کا تھا، ان کا بیان ہے کہ ہم نے یہ بیعت موت پر نہیں کی تھی بلکہ اس بات پر کی تھی کہ ہم میدان جنگ سے فرار نہیں ہوں گے۔ ④

امام مسلم نے معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے درخت والے دن اپنے آپ کو دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ جب لوگوں سے بیعت لے رہے تھے تو میں درخت کی ایک ٹہنی کو آپ کے سر سے اوپر اٹھائے ہوئے تھا، اس دن ہماری تعداد

---

① سنن أبي داود، الجهاد، باب فيمن جاء بعد الغنيمة......، حديث :2726 اس حوالے میں یوم بدر کے لفظ ہیں لیکن شارحین نے اسے راوی کا وہم قرار دیا ہے، دیکھیے اس حدیث کے تحت عون المعبود: 283/7 و جامع الترمذي، المناقب، باب في عد عثمان تسميته......، حديث:3702 و اللفظ له جبکہ ہمیں حافظ ابوبکر بیہقی کی کتابوں السنن الكبرى اور دلائل النبوة میں یہ حدیث نہیں ملی۔ ② صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث :4186. ③ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث :4187. ④ صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام...... ، حديث :1856.

چودہ سو تھی، ہم نے یہ بیعت موت پر نہیں کی تھی بلکہ ہم نے یہ بیعت اس پر کی تھی کہ میدان جنگ سے بھاگیں گے نہیں۔ ①

امام بخاری رحمہ اللہ نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی، یزید کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اے ابومسلم! اس دن تم لوگوں نے کس بات پر بیعت کی تھی؟ انھوں نے جواب دیا: موت پر۔ ②

امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حدیبیہ کے دن رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی اور پھر میں ایک طرف ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [یَا سَلَمَةُ! أَلَا تُبَایِعُ؟] ''اے سلمہ! کیا تم بیعت نہیں کرو گے؟'' میں نے عرض کی: میں نے بیعت کر لی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَقْبِلْ فَبَایِعْ] ''آؤ بیعت کر لو۔'' تو میں نے آپ کے قریب ہو کر پھر بیعت کر لی، میں نے پوچھا کہ سلمہ! تم نے کس بات پر بیعت کی تھی؟ انھوں نے جواب دیا: موت پر۔ ③ اسے مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ④ اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے عباد بن تمیم سے بھی روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام نے یہ بیعت موت پر کی تھی۔ ⑤

امام بیہقی نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ کے مقام پر آئے اور اس وقت ہماری تعداد چودہ سو تھی، یہاں پچاس بکریاں تھیں اور ان کا دودھ اس تعداد کو سیر نہیں کر سکتا تھا، رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے کنویں کی منڈیر پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے دعا فرمائی یا اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا جس سے کنویں میں پانی جوش مارنے لگ گیا، ہم سب لوگوں نے بھی پانی پیا اور اپنے جانوروں کو بھی پلایا، پھر رسول اللہ ﷺ نے درخت کے تنے کے پاس بیٹھ کر بیعت کی دعوت دی تو سب سے پہلے میں نے بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا، پھر لوگوں نے جوق در جوق بیعت کی، رسول اللہ ﷺ لوگوں میں گھرے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا: [بَایِعْنِی یَا سَلَمَةُ!] ''سلمہ! تم بھی میری بیعت کرو۔'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں نے تو آپ کی سب سے پہلے بیعت کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَأَیْضًا] ''پھر بھی بیعت کر لو۔'' رسول اللہ ﷺ نے جب مجھے ایک طرف دیکھا تو آپ نے مجھے ڈھال پکڑا دی، پھر آپ نے لوگوں سے بیعت لی حتی کہ جب آخر تک سب لوگوں نے بیعت کر لی تو آپ نے فرمایا: [أَلَا تُبَایِعُ یَا سَلَمَةُ؟] ''سلمہ! کیا تم بیعت نہیں کرو گے؟'' میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں نے تو ابتدا میں اور پھر درمیان میں بھی بیعت کر لی تھی، آپ نے فرمایا: [وَأَیْضًا] ''پھر کر لو۔'' اس طرح میں نے تیسری بار بیعت کرنے کا اعزاز حاصل کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [یَا سَلَمَةُ! أَیْنَ حَجَفَتُكَ أَوْ دَرَقَتُكَ الَّتِی أَعْطَیْتُكَ؟] ''سلمہ! وہ ڈھال کہاں ہے جو میں نے تمھیں دی تھی؟'' میں نے عرض کی:

---

① صحیح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام......، حديث :1858. ② صحيح البخارى، الجهاد والسير، باب البيعة فى الحرب على أن لا يفروا، حديث :2960 و صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام......، حديث:1860مختصرًا. ③ صحيح البخارى، الجهاد والسير، باب البيعة فى الحرب......، حديث:2960 و المعجم الكبير للطبرانى، ترجمة يزيد بن أبى عبيد......:30,29/7، حديث:6281 و اللفظ له. ④ صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام......،حديث: 1860 مختصرًا. ⑤ صحيح البخارى، الجهاد والسير، باب البيعة فى الحرب......، حديث : 2959 و4167.

اے اللہ کے رسول! مجھے عامر ایک طرف ملے تو وہ میں نے انھیں دے دی، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ہنستے ہوئے فرمانے لگے: [إِنَّكَ كَالَّذِي قَالَ الْأَوَّلُ: اَللّٰهُمَّ! أَبْغِنِي حَبِيبًا هُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَّفْسِي] ’’تمھاری مثال تو اس پہلے زمانے کے آدمی کی طرح ہے جس نے کہا تھا کہ اے اللہ! مجھے ایک ایسا دوست عطا فرما جو مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہو۔‘‘

حضرت سلمہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر مشرکین نے صلح کے بارے میں ہم سے مراسلت شروع کر دی اور ہم ایک دوسرے کے پاس آئے حتی کہ ہم نے صلح کر لی، میں طلحہ بن عبید اللہ ؓ کا خادم تھا، میں ان کے گھوڑے کو پانی پلاتا، اسے دور باندھ دیتا اور انھی کے پاس کھانا کھایا کرتا تھا کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر ہجرت کر کے اپنے اہل و مال کو چھوڑ دیا تھا، جب ہم نے اور اہل مکہ نے صلح کر لی اور ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل گئے تو میں نے درخت کے پاس آ کر اس کے کانٹے صاف کیے اور اس کے سائے میں اس کے تنے کے پاس لیٹ گیا، میرے پاس مکہ کے چار مشرکین آئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں ناشائستہ گفتگو شروع کر دی جس کی وجہ سے مجھے ان پر بہت غصہ آیا اور میں اس جگہ کو چھوڑ کر دوسرے درخت کے نیچے چلا گیا، انھوں نے درخت کے ساتھ اپنا اسلحہ لٹکایا اور خود لیٹ گئے، اسی دوران میں وادی کے زیریں طرف سے ایک شخص نے اعلان کیا کہ اے مہاجرین! ابن زُنیم کو قتل کر دیا گیا ہے، میں نے اپنی تلوار سونتی اور ان چاروں مشرکین پر جو سوئے ہوئے تھے حملہ کر دیا اور ان کا اسلحہ بھی لے کر ہاتھ میں پکڑ لیا، پھر میں نے کہا: اس ذات اقدس کی قسم جس نے محمد ﷺ کے چہرے کو عزت بخشی ہے! تم میں سے جس نے بھی اپنا سر اٹھایا تو میں اس کے چہرے پر ماروں گا جس میں اس کی دو آنکھیں ہیں، پھر میں انھیں ہانک کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا، میرے چچا عامر بھی عَبَلات کے ایک شخص کو جو مشرکین میں سے تھا اور جس کا نام مکرز تھا، گھسیٹتے ہوئے لے آئے حتی کہ دیگر ستر مشرکین کے ساتھ ان سب کو ہم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا تو فرمایا: [دَعُوهُمْ، يَكُنْ لَّهُمْ بَدْءُ الْفُجُورِ وَثِنَاهُ] ’’انھیں چھوڑ دو کہ برائی کی ابتدا اور انتہا انھی کے حصے میں آئے۔‘‘ الغرض رسول اللہ ﷺ نے انھیں معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ ’’اور وہی تو ہے جس نے تم کو ان (کافروں) پر فتح یاب کرنے کے بعد سرحد مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے۔‘‘① امام مسلم نے بھی اس روایت کو قریباً اسی طرح بیان کیا ہے۔②

صحیحین میں سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ میرے والد گرامی بھی ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی تھی، اگلے سال جب ہم حج کے لیے گئے تو وہ جگہ اوجھل ہو گئی اور اگر تمھیں معلوم ہو جائے تو تم اس کے بارے میں بہتر جانتے ہو۔③ امام ابو بکر حمیدی نے جابر ؓ کی حدیث کو بیان

---

① دلائل النبوة للبيهقي، باب إرسال النبي ﷺ عثمان بن عفان ؓ إلى مكة......: 4/138-141. ② صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب غزوة ذي قرد...... ، حديث: 1807. ③ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4164 و صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام......، حديث: 1859 واللفظ له.

کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو ہم نے جد بن قیس نامی ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے اونٹ کی بغل کے نیچے چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ① اسے مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔ ② امام حمیدی ہی نے عمرو سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت جابر ؓ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ حدیبیہ کے دن ہم چودہ سو تھے، رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: [أَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ] ’’آج تم روئے زمین کے سب سے بہتر انسان ہو۔‘‘ حضرت جابر ؓ نے کہا کہ اگر مجھے نظر آتا③ تو میں تمھیں بھی اس درخت کی جگہ دکھا دیتا۔ ④ سفیان کہتے ہیں کہ اس درخت کی جگہ کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہو گیا تھا۔ اسے بخاری و مسلم نے بھی بطریق سفیان روایت کیا ہے۔ ⑤

امام احمد نے حضرت جابر ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ مِّمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ] ’’ان لوگوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا جنھوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔‘‘ ⑥

عبداللہ بن احمد نے حضرت جابر ؓ سے روایت کیا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [مَنْ يَّصْعَدُ الثَّنِيَّةَ ثَنِيَّةَ الْمُرَارِ، فَإِنَّهُ يُحَطُّ عَنْهُ مَا حُطَّ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ] ’’جو شخص مرار کی گھاٹی پر چڑھے تو اس کے گناہوں کو اس طرح معاف کر دیا جائے گا جس طرح بنی اسرائیل کے گناہوں کو معاف کر دیا گیا تھا۔‘‘ اس گھاٹی پر سب سے پہلے خزرج کے گھڑ سوار چڑھے، پھر دوسرے لوگ بھی اس پر تیزی سے چڑھنے لگے، نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [وَكُلُّكُمْ مَّغْفُورٌ لَّهُ، إِلَّا صَاحِبَ الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ] ’’سرخ اونٹ والے کے سوا تم سب کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے۔‘‘ ہم نے اس سے کہا کہ آؤ تاکہ رسول اللہ ﷺ تیری بخشش کی دعا فرمائیں، اس نے جواب دیا کہ اگر مجھے میرا گمشدہ سامان مل جائے تو یہ مجھے تمھارے ساتھی کی بخشش کی دعا سے زیادہ پسند ہے، یہ شخص اپنے گمشدہ سامان کی تلاش کے لیے اعلان کر رہا تھا۔ ⑦

امام مسلم نے ابوزبیر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے جابر ؓ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ مجھے ام مبشر ؓ نے خبر دی کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت حفصہ ؓ کے پاس یہ بیان فرماتے ہوئے سنا کہ [لَا يَدْخُلُ النَّارَ، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ مِّنَ الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا] ’’ان شاء اللہ تعالیٰ درخت کے نیچے بیعت کرنے والے لوگوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔‘‘ حضرت حفصہ ؓ نے عرض کی: کیوں نہیں، اللہ کے رسول! تو آپ نے انھیں ڈانٹا۔

---

① مسند الحمیدی، أحادیث جابر بن عبداللہ الأنصاری ؓ: 537/2، حدیث :1277. ② صحیح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبایعة الإمام......، حدیث : (69)-1856 مختصرًا. ③ حضرت جابر ؓ کی بینائی اس وقت ختم ہو گئی تھی۔ ④ مسند الحمیدی، أحادیث جابر بن عبداللہ الأنصاری ؓ: 514/2، حدیث: 1225. ⑤ صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الحدیبیة، حدیث : 4154 و صحیح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبایعة الإمام......، حدیث: (71)-1856 جبکہ سفیان کا یہ قول کہ اس درخت کی جگہ کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہو گیا تھا، دلائل النبوة للبیهقی، باب فضل من بایع تحت الشجرة......: 142/4 میں ہے۔ ⑥ مسند أحمد: 350/3 مزید دیکھیے سنن أبی داود، السنة، باب فی الخلفاء، حدیث:4653 و جامع الترمذی، المناقب، باب ماجاء فی فضل من بایع تحت الشجرة، حدیث: 3860. ⑦ صحیح مسلم، کتاب و باب صفات المنافقین و أحکامهم، حدیث : 2780 .

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ

دیہاتیوں میں سے پیچھے چھوڑے جانے والے لوگ آپ سے ضرور کہیں گے: ہمارے مالوں اور ہمارے اہل وعیال نے ہمیں مشغول کر دیا تھا، لہٰذا

يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا

آپ ہمارے لیے مغفرت طلب کریں، وہ اپنی زبانوں سے وہ (بات) کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے، آپ کہہ دیجیے: پھر کون تمھارے لیے

اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۭ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ⑪ بَلْ

اللہ سے کسی شے کا اختیار رکھتا ہے اگر وہ تمھیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے یا کوئی نفع دینا چاہے؟ (کوئی بھی نہیں) بلکہ اللہ اس سے خوب باخبر ہے جو تم عمل

ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

کرتے ہو⑪ بلکہ تم نے گمان کیا تھا کہ رسول اور مومنین اپنے اہل وعیال کی طرف ہرگز نہیں پلٹیں گے، اور یہ بات تمھارے دلوں میں پرکشش بنا دی گئی

وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ښ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ⑫ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ

تھی، اور تم نے برا گمان کیا تھا، اور تم لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے⑫ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لایا تو بلاشبہ ہم نے ایسے کافروں

اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ⑬ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ

کے لیے خوب بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے⑬ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جسے چاہے معاف کرے اور جسے چاہے

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑭

عذاب دے، اور اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے⑭

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ ﴾ (مریم 71:19) ”اور تم میں سے کوئی (شخص) نہیں مگر اسے اس پر سے گزرنا ہوگا۔“ نبی ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ۝ ﴾ (مریم 72:19) ”پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل پڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔“①

اور مسلم ہی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حاطب بن ابو بلتعہ کا ایک غلام آیا اور اس نے حاطب کی شکایت کرتے ہوئے عرض کی: اے اللہ کے رسول! حاطب ضرور بالضرور جہنم میں داخل ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كَذَبْتَ لَا يَدْخُلُهَا، فَإِنَّهٗ شَهِدَ بَدْرًا وَّالْحُدَيْبِيَةَ] ”تو غلط کہتا ہے، وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ اس نے تو بدر اور حدیبیہ میں شرکت کی ہے۔“② اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے ان بندوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰي نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ⑩ ﴾ ”بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں بلاشبہ وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان

---

① صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أصحاب الشجرة……، حديث : 2496 . ② صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل حاطب بن أبي بلتعة……، حديث : 2495 .

کے ہاتھوں کے اوپر ہے، پھر جو عہد کو توڑے تو عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے اور جو اس بات کو جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے، پورا کرے تو وہ اسے عنقریب اجر عظیم دے گا۔‘‘ اسی طرح دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ۙ ﴾ (الفتح 18:48) ’’(اے پیغمبر!) جب مومن درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے کوئی شک نہیں کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا، چنانچہ جو (صدق وخلوص) ان کے دلوں میں تھا، وہ اس نے معلوم کر لیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انھیں بدلے میں فتح عنایت کی۔‘‘

تفسیر آیات: 11-14

حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والوں کا جھوٹا عذر اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان پیچھے رہ جانے والے اعراب کے بارے میں بتایا ہے جنھوں نے اپنے اہل وعیال کے پاس رہنے کو پسند کیا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلنے کو ترک کر دیا تھا کہ وہ اپنے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے عذر پیش کریں گے اور آپ سے درخواست کریں گے کہ آپ ان کی بخشش کے لیے دعا مانگیں اور ان کا یہ طرز عمل بھی اعتقاد کی بنا پر نہیں بلکہ محض تقیہ اور تکلف کے طور پر تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۭ ﴾ ’’یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے، کہہ دیں کہ اگر اللہ تم (لوگوں) کو نقصان پہنچانا چاہے یا تمھیں فائدہ پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو کون ہے، جو اس کے سامنے تمھارے لیے کسی بات کا کچھ اختیار رکھے؟ (کوئی نہیں۔)‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے بارے میں جو ارادہ فرمائیں اسے ٹال دینے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اور وہ تمھارے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے اور وہ تمھارے تقیہ اور نفاق سے خوب واقف ہے، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ⑪ ﴾ ’’بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے خوب واقف ہے۔‘‘

پھر فرمایا: ﴿ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا ﴾ ’’بلکہ تم لوگوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ پیغمبر اور مومن اپنے اہل وعیال کی طرف کبھی بھی لوٹ کر آئیں گے ہی نہیں۔‘‘ یعنی تمھارا پیچھے رہ جانا عذر اور معصیت کی وجہ سے نہیں بلکہ نفاق کی وجہ سے تھا اور تم یہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمان شہید کر دیے جائیں گے، ان کی جڑ کٹ جائے گی، وہ تباہ و برباد ہو جائیں گے اور ان کے بارے میں کوئی خبر دینے والا بھی واپس نہیں آئے گا۔ ﴿ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ښ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ⑫ ﴾ ’’تم نے برے برے خیال کیے اور (آخر کار) تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔‘‘ اور ﴿ بُوْرًا ⑫ ﴾ کے معنی ہیں ہلاک ہونے والے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے۔ ① امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں فاسد لوگ۔ ② کہا گیا ہے کہ یہ لفظ لغت عمان کا ہے، پھر فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ ’’اور جو شخص اللہ پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان نہ لائے۔‘‘ یعنی ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ عمل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ

---

① تفسیر الطبری: 103,102/26 و تفسیر القرطبی: 269/16. ② تفسیر الطبری: 103/26.

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ج

عنقریب جب تم مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے (خیبر کو) چلو گے تو پیچھے چھوڑے جانے والے لوگ کہیں گے: ہمیں بھی چھوٹ (اجازت) دیجیے ہم

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ط قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ج

بھی تمھارے پیچھے پیچھے چلتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا کلام (وعدہ) بدل دیں، کہہ دیجیے: تم ہرگز ہمارے پیچھے نہیں چلو گے، اللہ نے پہلے ہی سے یہ

فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ط بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ⑮

فرما دیا ہے۔ پھر وہ یقیناً کہیں گے: (نہیں) بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو، (ایسا نہیں) بلکہ وہ لوگ کم ہی سمجھتے ہیں ⑮

اسے جہنم میں عذاب دے گا، خواہ لوگوں کے سامنے وہ یہ ظاہر کرے جس سے وہ حقیقت کے خلاف سمجھنے لگیں، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آسمان وزمین والوں کا وہی حاکم، مالک اور متصرف ہے۔ ﴿ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑭ ﴾ ''وہ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے سزا دے اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔'' اس کے لیے جو توبہ کرے، رجوع کرے اور اس کے آگے جھک جائے۔

تفسیر آیت :15

آیت مبارکہ میں ﴿ كَلٰمَ اللّٰهِ ط ﴾ سے کیا مراد ہے؟ عمرۂ حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ جانے والے اعراب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا ہے کہ جب نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیبر فتح کرنے کے لیے نکلیں گے تو وہ بھی ان کے ساتھ مل کر مال غنیمت جمع کرنے کے لیے نکلنے کی اجازت طلب کریں گے، حالانکہ دشمنوں سے جنگ، ان سے مقابلہ اور مشکل وقت میں ساتھ نکلنے کے بجائے وہ پیچھے رہ گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ جب وہ اجازت طلب کریں تو انھیں اجازت نہ دیں اور یہ سزا ان کے گناہ کی جنس کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف اہل حدیبیہ سے خیبر کی غنیمتوں کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ پیچھے رہ جانے والے اعراب میں سے کوئی ان کے ساتھ شریک نہیں ہوگا، لہٰذا شرعاً اور قدرًا اس کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ط ﴾ ''یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے قول کو بدل دیں۔'' مجاہد، قتادہ اور جویبر کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول سے مراد وہ وعدہ ہے جو اس نے اہل حدیبیہ سے فرمایا تھا۔ ① امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار فرمایا ہے۔ ② ﴿ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ج ﴾ ''کہہ دیں کہ تم ہرگز ہمارے پیچھے نہیں آسکتے، اسی طرح اللہ نے پہلے سے فرما دیا ہے۔'' یعنی تمھارے ساتھ چلنے کے بارے میں سوال کرنے سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے اس کا اہل حدیبیہ سے وعدہ فرما لیا ہے۔ ﴿ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ط ﴾ ''پھر عنقریب کہیں گے کہ نہیں تم ہم سے حسد کرتے ہو۔'' اس بات سے کہ ہم بھی تمھارے ساتھ غنیمتوں میں شریک ہوں۔ ﴿ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ⑮ ﴾ ''بلکہ یہ لوگ سمجھتے ہی نہیں مگر بہت کم۔'' یعنی بات اس طرح نہیں جو یہ کہہ رہے ہیں کیونکہ ان میں فہم ہی نہیں ہے۔

---

① تفسیر الطبری : 104/26 . ② تفسیر الطبری : 104/26 .

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ

آپ ان پیچھے چھوڑے جانے والے دیہاتیوں سے کہہ دیجیے: عنقریب تم ایک سخت جنگجو قوم کی طرف بلائے جاؤ گے، تم ان سے لڑو گے

اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ

یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ پھر اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تمھیں نیک اجر دے گا، اور اگر تم پھرو گے جیسا کہ اس سے پہلے تم پھرے

مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑯ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ

تو وہ تمھیں نہایت دردناک عذاب دے گا⑯ (جہاد سے پیچھے رہنے میں) اندھے پر کوئی گناہ نہیں، اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے، اور نہ مریض

وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

پر کوئی گناہ ہے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اللہ اسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑰ ع 2 7 10 نصف

اور جو شخص (حق سے) پھرے گا تو وہ اسے نہایت دردناک عذاب دے گا⑰

تفسیر آیات:17,16

ایک اور جہاد کی خبر جس سے مومنوں اور منافقوں میں امتیاز ہو جائے گا: مفسرین کا اختلاف ہے کہ ان سخت جنگجو لوگوں سے کون مراد ہیں جن کے ساتھ لڑائی کے لیے بلائے جانے کا یہاں ذکر ہے۔ اس بارے میں کئی اقوال ہیں ان سے مراد ہوازن کے لوگ ہیں۔ ① اس قول کو شعبہ نے ابو بشر سے اور انھوں نے اسے سعید بن جبیر یا عکرمہ یا ان دونوں سے روایت کیا ہے۔ ② اور ایک روایت کے مطابق امام قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ ③ ان سے مراد ثقیف کے لوگ ہیں، یہ ضحاک کا قول ہے۔ ④ ان سے مراد بنو حنیفہ ہیں، یہ جویبر کا قول ہے۔ ⑤ محمد بن اسحاق نے اسے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ ⑥ اور عکرمہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ⑦ کعب احبار کہتے ہیں کہ ان سے مراد رومی ہیں۔ ⑧ ابن ابو لیلیٰ، عطاء، حسن اور قتادہ کا قول ہے کہ ان سے ایرانی اور رومی لوگ مراد ہیں۔ ⑨ مجاہد سے روایت ہے کہ ان سے بت پرست مراد ہیں۔ ⑩ انھی سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان سے سخت جنگجو لوگ مراد ہیں، کوئی خاص لوگ مراد نہیں۔ ابن جریج کا بھی یہی قول ہے۔ اور امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ⑪

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ ﴾ ''ان سے تم یا تو جنگ کرتے رہو گے یا وہ اسلام لے آئیں گے۔'' یعنی تمھارے لیے ان سے جہاد اور قتال کا حکم ہے اور ہمیشہ ان کے خلاف جہاد ہوتا رہے گا اور تمھیں ان پر فتح حاصل

---

① تفسیر الطبری : 108,107/26 . ② تفسیر الطبری : 108/26 . ③ تفسیر الطبری : 108/26 وتفسیر القرطبی: 272/16 . ④ تفسیر الطبری : 108/26 و تفسیر القرطبی: 272/16 عن سعید . ⑤ تفسیر الطبری: 108/26 عن الزھری. ⑥ تفسیر الطبری : 108/26 وتفسیر القرطبی: 272/16 . ⑦ تفسیر الطبری : 108/26 . ⑧ تفسیر الطبری: 108/26 وتفسیر القرطبی: 272/16 . ⑨ تفسیر الطبری : 107/26 . ⑩ الدر المنثور : 66/6 . ⑪ تفسیر الطبری : 109,108/26 .

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ

البتہ تحقیق اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، چنانچہ ان کے دلوں میں جو (خلوص) تھا، وہ اس نے جان

قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ⑱ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ

لیا، تو اس نے ان پر طمانینت و تسکین نازل کی اور بدلے میں انھیں قریب کی فتح دی ⑱ اور بہت سی غنیمتیں بھی (عطا کیں) جو وہ حاصل کریں گے۔ اور

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ⑲

اللہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ⑲

ہوتی رہے گی یا پھر بغیر قتال کے اپنی مرضی سے وہ تمھارے دین میں داخل ہو جائیں گے۔

پھر فرمایا: ﴿ فَاِنْ تُطِيْعُوْا ﴾ ”پھر اگر تم حکم مانو گے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے جہاد کے لیے نکل آؤ گے اور اس کا پورا پورا حق ادا کرو گے ﴿ يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ ﴾ ”تو اللہ تم کو اچھا بدلہ دے گا اور اگر منہ پھیر لو گے جیسے پہلے پھیرا تھا۔“ حدیبیہ کے زمانے میں کہ جب تم کو جہاد کے لیے کہا گیا مگر تم نے شرکت نہ کی اور پیچھے بیٹھے رہ گئے ﴿ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑯ ﴾ ”(تو) وہ تمھیں عذاب دے گا بہت دردناک عذاب۔“

ترک جہاد کے لیے شرعی عذر: پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ترک جہاد کے شرعی عذر ذکر فرمائے ہیں کہ ان میں سے کچھ تو مستقل نوعیت کے ہیں، مثلاً: اندھا پن اور مستقل لنگڑا پن اور کچھ عارضی نوعیت کے، مثلاً: چند دن کے لیے آنے والی بیماری جو بعد میں ختم ہو جائے تو ایسی بیماری میں مبتلا انسان حالت مرض میں معذور لوگوں میں شمار ہو گا حتی کہ وہ صحت یاب ہو جائے، پھر اللہ تعالیٰ نے جہاد اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ ﴾ ”اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کی فرماں برداری کرے گا، اللہ اس کو بہشتوں میں داخل کرے گا اور جو روگردانی کرے گا۔“ یعنی جہاد سے منہ موڑ کر اپنے دنیوی مشاغل ہی میں کھویا رہے گا ﴿ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑰ ﴾ ”اسے وہ دردناک عذاب دے گا۔“ یعنی دنیا میں ذلت و رسوائی میں مبتلا کرے گا اور آخرت میں آتش جہنم میں۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 19,18

اہل بیعت رضوان کے لیے خوشنودی اور غنیمتوں کی بشارت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے ان مومن بندوں سے خوش ہو گیا ہے جنھوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی اور یہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ ان سعادت مند لوگوں کی تعداد چودہ سو تھی اور سرزمین حدیبیہ میں یہ ببول کا درخت تھا جس کے نیچے بیعت کی گئی تھی۔ ①

امام بخاری رحمہ اللہ نے طارق سے روایت کیا ہے کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں حج کے لیے جا رہا تھا تو کچھ لوگوں کے پاس سے میرا گزر ہوا جو نماز پڑھ رہے تھے، میں نے پوچھا کہ یہ کون سی مسجد ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ وہ درخت ہے جس کے نیچے

---

① دیکھیے الفتح، آیت : 10 کے ذیل میں۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ

اور اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے کہ تم انھیں حاصل کرو گے، چنانچہ اس نے جلد ہی وہ تمھیں عطا کر دیں، اور لوگوں کے

وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ⑳ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا

ہاتھ تم سے روک دیے، تاکہ یہ مومنوں کے لیے ایک نشانی ہو جائے، اور تاکہ وہ تمھیں صراط مستقیم کی ہدایت دے⑳ اور (اللہ نے)

قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ㉑ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

دوسری غنیمتوں کا بھی (وعدہ کیا) جن پر تم قدرت نہیں رکھتے تھے (مگر) اللہ نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے، اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے㉑

لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ㉒ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ

اور اگر وہ لوگ، جنھوں نے کفر کیا تم سے لڑتے تو یقیناً وہ پیٹھوں کے بل پھر جاتے، پھر وہ کوئی دوست اور کوئی مددگار نہ پاتے㉒ یہ اللہ کا

قَبْلُ ۚۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ㉓ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ

طریقہ ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے، اور آپ اللہ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے㉓ اور وہ (اللہ) ہی تو ہے جس نے وادیٔ مکہ

وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا

میں ان (کفار) کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے بعد اس کے کہ اس نے تمھیں ان پر کامیابی دی تھی، اور اللہ اسے

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ㉔

خوب دیکھ رہا ہے جو تم عمل کرتے ہو㉔

رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان لی تھی، میں نے سعید بن مسیّب کو یہ بات بتائی تو انھوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد گرامی نے بیان کیا اور وہ ان لوگوں میں سے تھے جنھیں درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا کہ جب ہم اگلے سال آئے تو ہم اس درخت کو بھول گئے تھے اور اسے تلاش نہ کر سکے، سعید نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کرام کو تو یہ درخت معلوم نہ ہو سکا تھا اور تم نے معلوم کر لیا ہے، تم ہی زیادہ جانتے ہو!①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ﴾ ”تو جو اُن کے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کر لیا۔“ یعنی صدق و وفا اور سمع و طاعت، ﴿ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ ﴾ ”پھر ان پر تسلی نازل فرمائی۔“ یعنی طمانینت، ﴿ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۙ⑱ ﴾ ”اور انھیں بدلے میں فتح قریب عنایت کی۔“ اور اس سے مراد وہ صلح ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کے دشمنوں کے درمیان کروا دی اور پھر اس کے بعد خیر و برکت کا مسلسل دور شروع ہو گیا تو اس کے فوراً بعد پہلے خیبر فتح ہوا، پھر مکہ مکرمہ اور پھر دیگر تمام علاقوں پر بھی اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دنیا و آخرت کی عزت و سربلندی اور فتح و نصرت سے سرفراز فرما دیا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ⑲ ﴾ ”اور بہت سی غنیمتیں جو انھوں

---

① صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4163 وصحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام……، حديث: (77)-1859 مختصرًا.

نے حاصل کیں اور اللہ بڑا غالب، حکمت والا ہے۔‘‘

تفسیر آیات :20-24

بہت سی غنیمتوں کا وعدہ: امام مجاہد ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا ﴾ ’’اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے کہ تم ان کو حاصل کرو گے۔‘‘ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آج تک حاصل ہونے والی تمام غنیمتیں ہیں۔ ① ﴿ فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ ﴾ ’’تو اس نے جلد ہی تمھیں یہ (غنیمت) عطا فرمادی۔‘‘ یعنی جلد فتح خیبر سے نواز دیا۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے، ② ﴿ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ﴾ ’’اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے۔‘‘ یعنی دشمن تمھارے لیے جنگ و جدال کے جو منصوبے بنا رہے تھے تمھیں ان سے کوئی نقصان نہ پہنچا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ہاتھوں کو بھی تمھارے اہل و عیال سے روکے رکھا جنھیں تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے تھے، ﴿ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ’’تاکہ یہ مومنوں کے لیے (اللہ کی) نشانی ہو۔‘‘ تاکہ وہ اس سے نصیحت حاصل کریں کہ بے شک ان کی تعداد کی قلت کے باوجود ان کے تمام دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ ہی ان کا حامی و ناصر ہے اور اس سے مسلمان یہ بھی جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کے انجام کو جانتا ہے اور سراسر خیر و بھلائی اسی کام میں ہے جسے وہ اپنے مومن بندوں کے لیے پسند فرمائے، گو وہ بظاہر انھیں ناپسند ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ﴾ (البقرة 216:2) ’’ممکن ہے کہ ایک چیز تم کو بری لگے، حالانکہ وہ تمھارے حق میں بھلی ہو۔‘‘ ﴿ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۟﴾ ’’اور وہ تم کو سیدھے رستے پر چلائے۔‘‘ اس کے حکم کی اطاعت، اس کی اتباع اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری کی وجہ سے۔

قیامت تک کی تمام فتوحات کی بشارت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۟﴾ ’’اور دوسری (غنیمتیں دیں) جن پر تم قدرت نہیں رکھتے تھے اور وہ اللہ ہی کی قدرت میں تھیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے بہت سی ایسی دیگر غنیمتیں اور فتوحات، جن کی تمھیں قدرت نہیں تھی اللہ تعالیٰ کو ان کی قدرت تھی وہ اس نے تمھارے لیے آسان کر دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے پرہیزگار بندوں کو ایسی ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔ مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس غنیمت سے کیا مراد ہے، عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے خیبر مراد ہے، ③ اور یہ اس لیے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿ فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ ﴾ ’’تو اس نے جلد ہی تمھیں یہ (غنیمت) عطا فرمادی۔‘‘ سے صلح حدیبیہ مراد لیتے ہیں، ④ ضحاک، ابن اسحاق اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے۔ ⑤ قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے فتح مکہ مراد ہے۔ ⑥ ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ⑦ ابن ابولیلیٰ اور حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے فتح ایران و روم مراد ہے۔ ⑧ اور امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قیامت تک

---

① تفسیر الطبری : 115/26 . ② تفسیر الطبری : 116/26. ③ تفسیر الطبری : 118/26. ④ تفسیر الطبری : 116/26. ⑤ تفسیر الطبری : 119,118/26. ⑥ تفسیر الطبری : 119/26 . ⑦ تفسیر الطبری : 119/26 .
⑧ تفسیر الطبری : 118/26.

حاصل ہونے والی ہر فتح اور غنیمت ہے۔ ① امام ابوداود طیالسی نے ﴿ وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ﴾ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے آج تک حاصل ہونے والی تمام فتوحات مراد ہیں۔ ② طبری میں اس سند کے ساتھ آپ کا یہ قول ہے کہ اس سے فتح ایران و روم مراد ہے جبکہ امام مجاہد کا قول ہے کہ اس سے آج تک ہونے والی تمام فتوحات مراد ہیں۔

کفار مکہ حدیبیہ میں لڑائی کرتے تو بھاگ جاتے اور نہ ٹھہرتے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴾ ”اور اگر تم سے کافر لڑتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے، پھر کسی کو دوست نہ پاتے اور نہ مددگار۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو خوش خبری دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر مشرکین تم سے لڑتے تو اللہ تعالیٰ ان کے مقابلے میں اپنے رسول اور اپنے مومن بندوں کو فتح و نصرت سے سرفراز فرماتا، لشکر کفر دم دبا کر بھاگ جاتا اور اپنا کوئی دوست و مددگار نہ پاتا کیونکہ ان کی جنگ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کے مومن بندوں کے خلاف تھی، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴾ ”یہی اللہ کی عادت ہے، جو پہلے سے چلی آتی ہے اور تم اللہ کی عادت کبھی بدلتی نہ دیکھو گے۔“ یعنی مخلوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت و عادت ہے کہ جب بھی فیصلہ کن جگہ پر کفر و ایمان ایک دوسرے کے بالمقابل صف آراء ہوں تو اللہ تعالیٰ کفر کے مقابلے میں ایمان کو فتح و نصرت سے سرفراز فرماتا اور حق کو باطل پر سر بلند کر دیتا ہے جیسا کہ غزوۂ بدر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اپنے دشمنوں اور مشرکوں کے مقابلے میں فتح یاب فرمایا تھا، حالانکہ مسلمانوں کی تعداد بھی کم تھی اور ان کے پاس ساز و سامان کی بھی قلت تھی جبکہ مشرکین کی تعداد بھی زیادہ تھی اور ان کے پاس مال و منال کی بھی فراوانی تھی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴾ ”اور وہی تو ہے جس نے تم کو ان (کافروں) پر فتح یاب کرنے کے بعد سرحد مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔“ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنے مومن بندوں پر ایک احسان ہے کہ اس نے مشرکین کے ہاتھوں کو ان سے روک دیا اور انھوں نے مسجد حرام کے پاس ان سے لڑائی نہ کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں کو لڑائی سے بچا لیا اور ان میں صلح پیدا فرما دی جو مومنین کے لیے دنیا و آخرت میں خیر و بھلائی کا ذریعہ ثابت ہوئی۔ اس بارے میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی وہ روایت قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ انھوں نے ستر قیدیوں کو لا کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے باندھ دیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: [دَعُوهُمْ ، يَكُنْ لَّهُمْ بَدْءُ الْفُجُورِ وَثِنَاهُ] ”انھیں چھوڑ دو تاکہ ،ئی کی ابتدا بھی ان سے ہو اور انتہا بھی۔“ ان کا بیان ہے کہ یہ آیت ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ ﴾ اسی بارے میں نازل ہوئی تھی۔ ③

---

① تفسیر الطبری : 118/26. ② دلائل النبوۃ للبیهقی : 163/4 جبکہ مسند أبی داود الطیالسی میں یہ روایت ہمیں نہیں ملی۔

③ دیکھیے الفتح، آیت : 10 کے ذیل میں عنوان: ”اس عظیم الشان بیعت کا سبب“

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ

یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تمھیں مسجد حرام سے روکا، اور قربانی کے جانوروں کو بھی اپنی قربان گاہ تک پہنچنے سے روکے رکھا، اور اگر (مکہ میں

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ

کچھ) مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتے جن (کے ایمان) کو تم نہیں جانتے، (اگر یہ خطرہ نہ ہوتا) کہ تم انھیں روند ڈالو گے، پھر بے خبری میں

مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا

ان (کے قتل) کی وجہ سے تمھیں تکلیف پہنچتی (تو تمھیں لڑنے کی اجازت دے دی جاتی لیکن ایسا نہیں کیا گیا) تاکہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ㉕ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ

داخل کرے۔ اگر وہ (مومن اور کافر) الگ الگ ہوتے تو ان میں جو کافر تھے، ہم انھیں نہایت دردناک عذاب دیتے ㉕ جن لوگوں نے کفر کیا جب

حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ

انھوں نے اپنے دلوں میں حمیت (غیرت) پیدا کر لی۔ جاہلیت کی حمیت (غیرت۔) تو اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر تسکین نازل کی، اور ان کو

التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ㉖ ع 3 9 11

تقویٰ کی بات پر ثابت قدم رکھا، اور وہ اس کے زیادہ مستحق اور اہل تھے۔ اور اللہ ہر شے کو خوب جانتا ہے ㉖

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حدیبیہ کے دن مکہ کے اسّی (80) مسلح آدمی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے سامنے جبل تنعیم کی طرف سے آدھمکے، ان کا مقصد رسول اللہ ﷺ پر اچانک حملہ کرنا تھا، آپ نے ان کے لیے بددعا فرمائی تو وہ پکڑ لیے گئے اور عفان کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں معاف فرما دیا اور پھر اسی بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ﴾ ① اسے امام مسلم نے اپنی صحیح، ابوداود نے اپنی سنن اور ترمذی ونسائی نے اپنی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں بیان کیا ہے۔ ②

تفسیر آیات:26،25

صلح حدیبیہ کی مصلحتیں: اللہ تعالیٰ نے مشرکین عرب وقریش اور ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے جنھیں انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف اور اپنی تائید وحمایت میں اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا کہ ﴿هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے انکار کیا۔'' یعنی دوسرں کے بجائے یہی کافر ہیں۔ ﴿وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''اور تم کو مسجد حرام سے روک دیا۔'' حالانکہ تم ہی اس کے زیادہ حق دار اور حقیقت میں تم ہی اس کے اہل ہو۔ ﴿وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ﴾ ''اور قربانیوں کو بھی کہ اپنی جگہ پہنچنے سے رکی رہیں۔'' یعنی انھوں نے قربانیوں کو بھی اپنی جگہ پہنچنے سے روک دیا اور یہ سراسر ان کی سرکشی اور

---

① مسند أحمد: 122/3و290. ② صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب قول الله تعالى: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ﴾، حديث: 1808 وسنن أبي داود، الجهاد، باب في المن على الأسير بغير فداء، حديث: 2688 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الفتح، حديث: 3264 والسنن الكبرٰى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ﴾: 464/6، حديث: 11510.

عناد کا نتیجہ تھا اور اس وقت قربانی کے جانور ستر اونٹ تھے جیسا کہ اس کا بیان (زیرِ نظر عنوان کے بعد) ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا۔ ﴿ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ ﴾ ’’اور اگر ایسے مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتیں۔‘‘ یعنی اہل مکہ کے درمیان جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے ہیں اور اپنی جان کے خطرے کی وجہ سے ایمان کو اپنی قوم سے مخفی رکھے ہوئے ہیں تو ضرور ہم تمھیں ان پر مسلط کر دیتے اور تم انھیں قتل کر کے ان کی جڑ کاٹ لیتے لیکن ان کے درمیان مومن مرد اور مومن عورتیں ہیں جن کو تم لڑتے اور قتل کرتے وقت نہیں پہچانتے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ ﴾ ’’جنھیں تم نہیں جانتے تھے یہ کہ تم انھیں پامال کر دو گے، پس تمھیں لاعلمی کی بنا پر ان کی وجہ سے عیب کی بات لگتی۔‘‘ یعنی گناہ اور جرمانہ۔ ﴿ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ ﴾ ’’(تاخیر اس لیے ہوئی) کہ اللہ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کر لے۔‘‘ یعنی ان کی سزا کو موخر کر دے تا کہ ان میں پھنسے ہوئے مومنوں کو خلاصی عطا فرما دے اور ان میں سے بھی بہت سے لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں، پھر فرمایا: ﴿ لَوْ تَزَيَّلُوْا ﴾ ’’اور اگر دونوں (فریق) الگ الگ ہو جاتے۔‘‘ یعنی کفار ان مومنوں سے الگ ہو جاتے جو ان کے درمیان موجود تھے ﴿ لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿25﴾ ﴾ ’’تو جو ان میں کافر تھے ان کو ہم دردناک عذاب دیتے۔‘‘ یعنی تمھیں ان پر مسلط کر دیتے اور تم انھیں تہِ تیغ کر ڈالتے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ ﴾ ’’جب کافروں نے اپنے دلوں میں غیرت رکھی اور غیرت بھی جاہلیت کی۔‘‘ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب کفار نے (عہد نامے میں) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور یہ لکھنے کی مخالفت کی تھی کہ یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔ ﴿ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى ﴾ ’’تو اللہ نے اپنے پیغمبر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور ان کو پرہیز گاری کی بات پر قائم رکھا۔‘‘

مجاہد فرماتے ہیں کہ کلمۂ تقویٰ سے مراد اخلاص ہے۔ ① عطاء بن ابو رباح کہتے ہیں کہ اس سے مراد لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ہے۔ ② یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے، انھوں نے زہری سے، انھوں نے عروہ سے اور انھوں نے مِسْوَر سے بیان کیا ہے کہ اس کلمے سے مراد لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ ہے۔ ③

قصۂ صلح حدیبیہ، احادیث کی روشنی میں: امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کی کتاب الشروط میں مِسْوَر بن مَخْرمہ اور مَروان بن حَکم سے روایت کیا ہے اور ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کی بات کی تصدیق کی ہے، دونوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے زمانے میں ایک ہزار اور چند سو صحابہ کرام کے ساتھ نکلے، جب آپ ذوالحلیفہ کے مقام پر تشریف لائے تو آپ

---

① تفسیر الطبری : 137/26 . ② تفسیر الطبری : 137/26 . ③ تفسیر ابن أبی حاتم : 3301/10 .

نے قربانی کے جانوروں کو قلادہ پہنا دیا، انھیں اِشعار کیا① اور آپ نے وہاں سے عمرے کا احرام باندھ لیا، آپ نے اپنے ایک جاسوس کو جس کا تعلق خزاعہ سے تھا، بھیجا اور وہ روانہ ہو گیا جب آپ غدیر اشطاط پر پہنچے تو وہ واپس آ گیا اور اس نے بتایا کہ قریش نے آپ سے مقابلے کے لیے بہت سی جماعتوں کو جمع کیا حتی کہ انھوں نے اپنے ساتھ احابیش② کو بھی جمع کر لیا ہے، وہ آپ سے لڑائی کریں گے، آپ کا رستہ روکیں گے اور آپ کو بیت اللہ تک نہیں پہنچنے دیں گے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَشِيرُوا أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيَّ، أَتَرَوْنَ أَنْ أَمِيلَ إِلَى عِيَالِهِمْ وَذَرَارِيِّ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَصُدُّونَا عَنِ الْبَيْتِ؟] ''لوگو! مجھے مشورہ دو، کیا تمھاری یہ رائے ہے کہ میں ان لوگوں کے اہل وعیال پر حملہ کر دوں جو ہمیں بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں۔''③

اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [أَتَرَوْنَ أَنْ نَّمِيلَ إِلَى ذَرَارِيِّ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَعَانُوهُمْ؟] ''کیا تمھاری یہ رائے ہے کہ ہم ان لوگوں کے بچوں پر حملہ کر دیں جنھوں نے ان کی مدد کی ہے؟'' [فَإِنْ يَّأْتُونَا كَانَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قَدْ قَطَعَ (عُنُقًا) مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَإِلَّا تَرَكْنَا هُمْ مَّحْرُوبِينَ] ''اگر یہ ہمارے پاس آئے تو اللہ تعالیٰ مشرکین کی ایک جماعت کو تباہ و برباد کر دے گا ورنہ ہم انھیں اہل وعیال اور مال سے محروم کر کے چھوڑیں گے۔''④ اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ [فَإِنْ قَعَدُوا، قَعَدُوا مَوْتُورِينَ (مَجْهُودِينَ) مَحْزُونِينَ، وَإِنْ نَّجَوْا يَكُونُوا عُنُقًا قَطَعَهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، أَمْ تَرَوْنَ أَنْ نَّؤُمَّ الْبَيْتَ فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَاتَلْنَاهُ؟] ''اگر یہ بیٹھے رہے تو یہ تباہ و برباد، شکست خوردہ اور غمزدہ ہو کر رہ جائیں گے اور اگر نجات پا گئے تو اللہ تعالیٰ مشرکین کی اس جماعت کو تباہ و برباد کر دے گا یا تمھاری یہ رائے ہے کہ ہم بیت اللہ کا قصد کریں اور جو ہمیں اس سے روکے ہم اس سے لڑائی کریں؟''⑤ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کے رسول! آپ تو بیت اللہ کے ارادے سے تشریف لائے ہیں، آپ کا ارادہ کسی کو قتل کرنے یا کسی سے لڑنے کا نہیں تھا، آپ بیت اللہ ہی کا قصد فرمائیں جو ہمیں اس سے روکے گا ہم اس سے لڑائی کریں گے۔⑥

اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں، بلاشبہ ہم عمرہ کرنے کے

---

① إشعار کے معنی یہ ہیں کہ جو اونٹ حج پر قربان کرنا ہے اس کے کوہان کی دائیں جانب زخم دے کر کچھ خون نکالا جائے اور اسے مل دیا جائے تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ قربانی کا اونٹ ہے۔ ② تحبُّش کے معنی جمع ہونے کے ہوتے ہیں، احابیش سے مراد جزیرے کے کچھ قبائل تھے جو قریش سے جنگ کے لیے بنولیث کے ساتھ مل گئے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ حُبْشِی نامی ایک پہاڑ کے قریب قریش کے حلیف بنے تھے اور اس پہاڑ کی طرف نسبت کی وجہ سے وہ اس نام سے موسوم کیے گئے۔ النهاية في غريب الحديث والأثر لابن الأثير: 330/1 مادة: حبش. ③ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4179,4178. ④ پہلا حصہ صحيح ابن حبان، السير، ذكر ما يستحب للإمام استعمال المهادنة......: 227-216/11، حديث: 4872، دوسرا حصہ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4179,4178 اور قوسین والا لفظ السنن الكبرىٰ للنسائي، السير، باب مشاورة الإمام الناس......: 171,170/5، حديث: 8582,8581 میں ہے۔ ⑤ صحيح ابن حبان، السير، ذكر ما يستحب للإمام استعمال المهادنة......: 227-216/11، حديث: 4872 البتہ قوسین والا لفظ اس سیاق میں ہمیں نہیں ملا۔ ⑥ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4179,4178.

لیے آئے ہیں، کسی سے لڑنے کے لیے نہیں آئے لیکن اگر کوئی ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوا تو ہم اس سے لڑائی کریں گے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [فَرُوحُوا إِذًا] ”تو پھر چلو۔“① اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [اِمْضُوا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى] ”پس اللہ تعالیٰ کے نام سے چل پڑو۔“② ابھی راستے ہی میں تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ بِالْغَمِيمِ فِي خَيْلٍ لِّقُرَيْشٍ طَلِيعَةً، فَخُذُوا ذَاتَ الْيَمِينِ] ”خالد بن ولید قریش کے گھڑ سوار دستے کے ہمراہ (قریش کے) جاسوس کے طور پر آ رہا ہے جو غمیم (جحفہ اور رابغ کے درمیان کی جگہ) میں پہنچ چکا ہے، لہٰذا تم دائیں طرف کے راستے کی طرف ہو جاؤ۔“ اللہ کی قسم! خالد کو ان کے بارے میں معلوم ہی نہ ہو سکا حتی کہ اچانک جب اس نے لشکر کا گردو غبار دیکھا تو خالد نے قریش کو اس خطرے سے ڈرانے کے لیے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی، نبی اکرم ﷺ آگے ہی کی طرف رواں دواں رہے، حتی کہ آپ جب اس وادی میں پہنچے جس سے ان کے پاس آیا جاتا تھا تو آپ کی سواری بیٹھ گئی، لوگوں نے کہا: ہش ہش مگر اس نے بیٹھے رہنے پر اصرار کیا، لوگوں نے کہا کہ قصوا نافرمان ہو گئی ہے، قصوا نافرمان ہو گئی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: [مَا خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخُلُقٍ، وَّلٰكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ] ”قصوا نہ نافرمان ہوئی ہے اور نہ یہ اس کی عادت ہے بلکہ اسے اس ذات گرامی نے آگے بڑھنے سے روک دیا ہے جس نے (ابرہہ کے) ہاتھی کو روک دیا تھا۔“

پھر نبی ﷺ نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ! لَا يَسْأَلُونَنِي خُطَّةً يُّعَظِّمُونَ فِيهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا] ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ مجھ سے جو بھی مانگیں گے جس سے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ادب کی چیزوں کی اس (حرم) میں تعظیم کریں گے تو میں ضرور انھیں وہ عطا کر دوں گا۔“ پھر آپ نے اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ فوراً کھڑی ہو گئی، آپ یہاں سے ہٹ کر حدیبیہ کے آخری کنارے پر فروکش ہو گئے جہاں تھوڑا سا پانی تھا اور لوگ اسے وہاں سے تھوڑا تھوڑا لے کر حاصل کر رہے تھے حتی کہ لوگوں نے تھوڑی ہی دیر میں سارا پانی نکال لیا، پانی ختم ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پیاس کی شکایت کی گئی، آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اسے پانی کی جگہ ڈال دیں، واللہ! یہ پانی ان کے لیے جوش مارتا رہا یہاں تک کہ لوگ خوب سیراب ہو کر واپس آئے۔

اسی اثنا میں بُدیل بن ورقاء خزاعی اپنے قبیلہ خزاعہ کی ایک جماعت کے ساتھ آیا اور یہ لوگ اہل تہامہ میں سے رسول اللہ ﷺ کے خاص ہمدرد و خیر خواہ تھے۔ بُدیل نے کہا کہ میں نے کعب بن لؤی اور عامر بن لؤی کو چھوڑا ہے کہ انھوں نے حدیبیہ کے پانیوں پر ڈیرے ڈال لیے ہیں، ان کے ساتھ نئے نئے بچوں سمیت دودھ دینے والی اونٹنیاں (یا عورتیں اپنے بچوں سمیت) ہیں اور وہ آپ سے لڑائی کریں گے اور بیت اللہ جانے سے روکیں گے، نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّا لَمْ نَجِئْ لِقِتَالِ أَحَدٍ وَّلٰكِنَّا جِئْنَا مُعْتَمِرِينَ، وَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ نَهِكَتْهُمُ الْحَرْبُ وَأَضَرَّتْ بِهِمْ، فَإِنْ شَاءُوا مَادَدْتُّهُمْ مُدَّةً وَّيُخَلُّوا بَيْنِي وَبَيْنَ النَّاسِ، فَإِنْ أَظْهَرْ، فَإِنْ شَاءُوا أَنْ يَّدْخُلُوا فِيمَا دَخَلَ فِيهِ النَّاسُ فَعَلُوا، وَإِلَّا فَقَدْ جَمُّوا، وَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَوَالَّذِي

---

① مسند أحمد: 328/4 وصحيح ابن حبان، السير، ذكر ما يستحب للإمام استعمال المهادنة...... :227-216/11 ، حديث: 4872. ② صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 179,4178؛

نَفْسِی بِیَدِهٖ! لَأُقَاتِلَنَّهُمْ عَلٰی أَمْرِی هٰذَا حَتّٰی تَنْفَرِدَ سَالِفَتِی وَلَيُنْفِذَنَّ اللّٰهُ أَمْرَهٗ] ''ہم کسی سے لڑنے کے لیے نہیں آئے، ہم تو عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں، جنگ نے قریش کو کھوکھلا کر رکھا اور اسے بہت نقصان پہنچایا ہے، لہٰذا اگر وہ چاہیں تو ایک مدت تک ہم انھیں مہلت دے سکتے ہیں اور وہ اس طرح کہ میرے اور لوگوں کے درمیان حائل نہ ہوں، پھر اگر میں غالب آ جاؤں تو اگر وہ چاہیں تو اسی گروہ میں شامل ہو جائیں جس میں اور لوگ شامل ہوئے ہیں ورنہ انھیں کچھ مدت تک آرام کا موقع تو مل ہی جائے گا لیکن اگر جنگ کے سوا انھیں کوئی اور صورت قبول ہی نہیں تو اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اپنے اس دین کے معاملے میں ان سے جنگ کروں گا، یہاں تک کہ میرا سر تن سے جدا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اپنے اس دین کو غالب فرما دے۔'' بدیل نے کہا کہ میں آپ کی بات قریش تک پہنچا دوں گا۔

بدیل قریش کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ ہم اس شخص کے پاس سے آئے ہیں اور ہم نے اس کی بات کو سنا ہے اگر تم چاہو تو ہم ان کی بات تمھیں بھی بتا دیتے ہیں، ان کے بے وقوف لوگوں نے کہا کہ ہمیں ضرورت نہیں ہے کہ آپ ہمیں ان کی بات بتائیں، البتہ ان میں سے اصحاب رائے نے کہا کہ تم نے جو سنا ہے اسے بیان کرو، اس نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے جو سنا تھا سب بیان کر دیا۔ اس کے بعد عروہ بن مسعود کھڑے ہو کر کہنے لگے: قوم کے لوگو! کیا تم والد کی طرح نہیں ہو؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا: کیا میں تمھارا بیٹا نہیں ہوں! لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا: کیا تم مجھ پر کوئی الزام لگاتے ہو! انھوں نے جواب دیا: نہیں، اس نے کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے اہل عکاظ سے نکلنے کے لیے کہا تھا اور جب انھوں نے انکار کیا تو میں اپنے اہل و عیال اور اطاعت گزاروں کو لے کر تمھارے پاس آ گیا تھا؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا کہ اس شخص نے بہت اچھی تجویز پیش کی ہے، لہٰذا تم اسے قبول کر لو اور مجھے ان سے مل لینے دو، پس وہ آیا اور اس نے نبیٔ اکرم ﷺ سے گفتگو شروع کر دی۔

نبیٔ اکرم ﷺ نے اس سے بھی اسی طرح کی گفتگو فرمائی جس طرح آپ نے بُدیل بن ورقاء سے گفتگو فرمائی تھی، عروہ نے دوران گفتگو کہا کہ محمد (ﷺ!) دیکھو اگر تم اپنی قوم کو تباہ کر دو تو کیا تم نے سنا ہے کہ کبھی کسی عرب نے اپنی قوم کو تباہ کیا ہو؟ اور اگر کوئی دوسری صورت حال ہے تو واللہ! میں کچھ چہروں کو دیکھ رہا ہوں، میں ان مختلف قسم کے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو خود بھاگ جائیں گے اور آپ کو اکیلا چھوڑ دیں گے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اسے جواب دیا: جا! لات کا ٹنا چوس، کیا ہم بھاگ جائیں گے اور انھیں چھوڑ دیں گے؟ اس نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ ابوبکر ہیں، کہنے لگا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تمھارا مجھ پر وہ احسان نہ ہوتا جس کا میں نے ابھی تک بدلہ نہیں چکایا تو میں تمھاری اس بات کا ضرور جواب دیتا، عروہ نے نبی ﷺ سے گفتگو شروع کی اور وہ جب بات کرتا تو نبی ﷺ کی ڈاڑھی مبارک کو پکڑ لیتا تھا، اس وقت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبیٔ اکرم ﷺ کے سر کے پاس کھڑے تھے، ان کے ہاتھ میں تلوار اور سر پر خَود تھا، عروہ جب بھی اپنا ہاتھ نبیٔ اکرم ﷺ کی ڈاڑھی مبارک کی طرف بڑھاتا تو وہ تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پر مارتے اور کہتے کہ اپنے ہاتھ کو رسول اللہ ﷺ

کی ڈاڑھی مبارک سے پیچھے ہٹاؤ، عروہ نے سر اٹھایا اور پوچھا یہ کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ مغیرہ بن شعبہ ہے، عروہ نے کہا: غدار! کیا میں تمھاری غداری کے سلسلے میں (ابھی تک) سعی نہیں کر رہا ہوں؟ زمانہ جاہلیت میں مغیرہ بن شعبہ کچھ لوگوں کے ساتھ تھے اور انھوں نے انھیں قتل کر کے ان کے مال کو لوٹ لیا تھا اور پھر وہ آ کر مسلمان ہو گئے تھے، نبیٔ اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا تھا: [أَمَّا الإِسْلَامَ فَأَقْبَلُ، وَأَمَّا الْمَالَ فَلَسْتُ مِنْهُ فِي شَيْءٍ] ''(تمھارا) اسلام قبول ہے مگر اس مال سے میرا قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔''

عروہ رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کرتے ہوئے صحابہ کرام کا بھی کن انکھیوں سے جائزہ لے رہا تھا، اس نے بیان کیا کہ واللہ! صحابہ کا حال یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اگر تھوکتے تو کوئی نہ کوئی اس کو اپنے ہاتھ پر لے لیتا اور اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا، آپ کوئی حکم فرماتے تو ہر شخص تعمیل کے لیے لپکتا، آپ وضو فرماتے تو وضو کے پانی پر شمع رسالت کے پروانے اس طرح ٹوٹتے کہ لڑائی کا خدشہ ہونے لگتا اور آپ جب گفتگو فرماتے تو سب ہمہ تن گوش ہو جاتے اور فرط تعظیم و ادب کی وجہ سے آپ کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے۔ عروہ نے واپس جا کر اپنے ساتھیوں سے کہا لوگو! اللہ کی قسم! میں بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں، میں نے کسرٰی و قیصر اور نجاشی کے درباروں کے جلوے بھی دیکھے ہیں لیکن اللہ کی قسم! میں نے کوئی بادشاہ نہیں دیکھا کہ جس کے درباری اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جس طرح کہ محمد ﷺ کے ساتھی محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم بجا لاتے ہیں، واللہ! اگر وہ تھوک پھینکتے ہیں تو کوئی نہ کوئی اس کو اپنے ہاتھ پر لے کر اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا ہے، آپ کوئی حکم فرماتے ہیں تو ہر کوئی تعمیل کے لیے لپکتا ہے، آپ وضو فرماتے ہیں تو جاںنثار وضو کے پانی پر اس طرح ٹوٹتے ہیں کہ لڑائی کا خدشہ ہونے لگتا ہے، آپ گفتگو فرماتے ہیں تو سب ہمہ تن گوش ہو جاتے ہیں اور فرط تعظیم و ادب سے آپ کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے، انھوں نے تمھارے سامنے بہت اچھی تجویز پیش کی ہے، اسے مان لو۔

پھر بنو کنانہ کے ایک شخص نے کہا کہ مجھے اجازت دو، میں آپ کے پاس جاتا ہوں، لوگوں نے کہا تمھیں جانے کی اجازت ہے، جب وہ نبیٔ اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قریب پہنچا تو نبی ﷺ نے فرمایا: [هٰذَا فُلَانٌ وَّهُوَ مِنْ قَوْمٍ يُّعَظِّمُونَ الْبُدْنَ، فَابْعَثُوهَا لَهُ] ''یہ فلاں شخص ہے اور اس کا ایک ایسی قوم سے تعلق ہے، جو ہدی کے اونٹوں کی تعظیم کرتی ہے، لہٰذا تم اس کے لیے قربانیاں کھڑی کر دو۔'' چنانچہ اس کے لیے قربانیاں کھڑی کر دی گئیں، اور لوگ لبیک کہتے ہوئے اس کے سامنے آئے، جب اس نے یہ منظر دیکھا تو پکار اٹھا: سبحان اللہ! ان لوگوں کو بیت اللہ سے نہیں روکنا چاہیے۔ جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ اونٹوں کو قلادہ پہنایا اور اشعار کیا گیا ہے، لہٰذا میری رائے ہے کہ انھیں بیت اللہ سے نہ روکا جائے، پھر ان میں سے مِکرز بن حفص نامی ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ مجھے جانے کی اجازت دو، لوگوں نے کہا کہ ہاں تم بھی جاؤ، جب وہ آیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: [هٰذَا مِكْرَزٌ وَّهُوَ رَجُلٌ فَاجِرٌ] ''یہ مِکرز ہے جو ایک فاجر شخص ہے۔'' اس نے نبی ﷺ سے گفتگو شروع کر دی کہ اسی اثناء میں سُہَیل بن عمرو آ گیا۔ معمر نے کہا کہ مجھ سے ایوب نے اور انھوں نے

عکرمہ سے بیان کیا ہے کہ جب سُہَیل بن عمرو آیا تو نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [قَدْ سَهُلَ لَكُمْ مِّنْ أَمْرِكُمْ] ’’یقیناً تمھارے لیے تمھارا معاملہ آسان ہو گیا ہے۔‘‘

امام زہری نے اپنی حدیث میں یہ بیان کیا ہے کہ سہیل بن عمرو آیا تو اس نے کہا کہ آیئے ہم آپس میں ایک تحریر لکھ لیں، نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا لکھو: [بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ] سہیل نے کہا کہ واللہ! میں نہیں جانتا کہ رحمٰن کیا ہے، لہٰذا یہ لکھو: بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ! مسلمانوں نے کہا: نہیں واللہ! ہم تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی لکھیں گے، نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم [بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ!] ’’اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ‘‘ ہی لکھ دو، پھر آپ نے فرمایا: یہ لکھو: [هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ] ’’یہ وہ ہے جس کا محمد رسول اللہ نے معاہدہ کیا۔‘‘ یہ سن کر سہیل نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ آپ سے لڑائی کرتے، لہٰذا محمد رسول اللہ کے بجائے محمد بن عبد اللہ کے الفاظ لکھو، نبی ﷺ نے فرمایا: [وَاللّٰهِ! إِنِّي لَرَسُولُ اللّٰهِ وَإِنْ كَذَّبْتُمُونِي، اُكْتُبْ: مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ] ’’اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں، خواہ تم لوگ میری تکذیب کرو (اور حضرت علی سے فرمایا:) تم محمد بن عبد اللہ کے الفاظ لکھ دو۔‘‘

امام زہری کہتے ہیں کہ یہ اس لیے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا: [لَا يَسْأَلُونَنِي خُطَّةً يُّعَظِّمُونَ فِيهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا] ’’یہ مجھ سے جو بھی ایسی بات کا مطالبہ کریں گے جس سے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ادب کی چیزوں کی اس حرم میں تعظیم کریں تو میں انھیں عطا کر دوں گا۔‘‘ نبی ﷺ نے لکھوایا: [عَلٰى أَنْ تُخَلُّوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَطُوفَ بِهٖ] ’’اس (شرط) پر کہ تم لوگ ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان رستہ چھوڑ دو تاکہ ہم اس کا طواف کریں۔‘‘ سہیل نے کہا کہ اللہ کی قسم! یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ عرب یہ باتیں نہ کریں کہ ہم مغلوب ہو گئے تھے، البتہ آئندہ سال آپ طواف کر سکتے ہیں، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے بھی لکھ دیا، پھر سہیل نے کہا کہ یہ بھی لازم ہو گا کہ اگر ہمارے یہاں سے کوئی شخص آپ کے پاس چلا جائے، خواہ وہ آپ ہی کے مذہب پر ہو تو آپ اسے ہماری طرف لوٹا دیں گے۔‘‘ مسلمانوں نے کہا: سبحان اللہ! اگر کوئی مسلمان ہو کر ہمارے پاس آتا ہے تو ہم اس کو مشرکوں کے حوالے کیسے کر سکتے ہیں؟

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک ابو جندل بن سہیل بن عمرو بیڑیوں میں گرتے پڑتے پہنچے وہ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقے سے آئے تھے اور اس نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے آگے آ کر گرا دیا تھا، سہیل نے کہا: اے محمد (ﷺ!) یہ پہلا شخص ہے جس کی واپسی کا میں آپ سے مطالبہ کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّا لَمْ نَقْضِ الْكِتَابَ بَعْدُ] ’’ابھی تو ہم نے تحریر مکمل ہی نہیں کی۔‘‘ اس نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو پھر میں کسی بات پر آپ سے صلح کرنے پر تیار نہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: [فَأَجِزْهُ لِي] ’’تو یہ مجھے دے دو۔‘‘ اس نے کہا کہ نہیں میں اسے دینے والا نہیں ہوں، آپ نے فرمایا: [بَلٰى! فَافْعَلْ] ’’کیوں نہیں! ایسا کرو۔‘‘ اس نے کہا کہ نہیں، میں یہ نہیں کر سکتا، البتہ مکرز نے کہا کہ کیوں نہیں! ہم یہ آپ کو دیتے ہیں (یا کیوں نہیں! ہم آپ کو اس کی حفاظت کا

وعدہ دیتے ہیں۔) ابوجندل نے کہا: مسلمانو! میں مسلمان ہو کر آ گیا ہوں اور مجھے پھر مشرکوں کے پاس واپس بھیجا جا رہا ہے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے؟ انھیں اللہ تعالیٰ کے رستے میں بہت سخت تکلیفیں دی گئی تھیں۔

حضرت عمر ؓ نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: کیا آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے عرض کی: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے عرض کی: پھر ہم اپنے دین میں یہ دوں ہمتی کیوں گوارا کریں؟ آپ نے فرمایا: [إِنِّی رَسُولُ اللّٰهِ وَلَسۡتُ أَعۡصِیهِ وَهُوَ نَاصِرِی] ''بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں، اس کی نافرمانی نہیں کروں گا اور وہ میرا مددگار ہے۔'' میں نے عرض کی: آپ بیان فرماتے تھے کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: [بَلٰی! فَأَخۡبَرۡتُكَ أَنَّا نَأۡتِیهِ الۡعَامَ؟] ''کیوں نہیں! لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ ہم اسی سال جائیں گے؟'' میں نے عرض کی: نہیں، آپ نے فرمایا: [فَإِنَّكَ آتِیهِ وَمُطَّوِّفٌ بِهٖ] ''تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔'' حضرت عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں ابوبکر کے پاس گیا اور ان سے کہا: کیا یہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! میں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ حضرت ابوبکر ؓ نے جواب دیا: کیوں نہیں! میں نے کہا کہ پھر ہم اپنے دین میں یہ دوں ہمتی کیوں گوارا کریں؟ صدیق اکبر ؓ نے فرمایا: اے شخص! یہ اللہ کے رسول ہیں، آپ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے، وہ آپ کی ضرور مدد فرمائے گا، لہٰذا آپ کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ، اللہ کی قسم! آپ حق پر ہیں، میں نے کہا: کیا آپ ہم سے یہ بیان نہیں فرمایا کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، لیکن کیا آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ آپ اسی سال جائیں گے؟ میں نے کہا: نہیں، تو انھوں نے فرمایا کہ آپ ضرور بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔

امام زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر ؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی اس گفتگو کی وجہ سے بہت سے نیک اعمال کیے تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اس تحریر سے فارغ ہوئے تو آپ نے صحابۂ کرام سے فرمایا: [قُومُوا فَانۡحَرُوا، ثُمَّ احۡلِقُوا] ''کھڑے ہو جاؤ، قربانی کرو اور سر کے بال منڈوا دو۔'' لیکن اللہ کی قسم! ایک شخص بھی کھڑا نہ ہوا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہ ؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے پاس لوگوں کے اس طرز عمل کا ذکر کیا، حضرت ام سلمہ ؓ نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا آپ اسے پسند فرماتے ہیں؟ آپ باہر تشریف لے جائیں، کسی سے کوئی بات نہ کریں، اپنے اونٹ کو قربان کر دیں، پھر حجام کو بلا کر سر منڈا دیں، رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا۔ آپ باہر تشریف لے گئے، کسی سے کوئی بات نہیں کی، اپنے اونٹ کو نحر کر دیا اور حجام کو بلا کر بال منڈا دیے۔ جب صحابہ کرام نے یہ دیکھا تو وہ بھی کھڑے ہو گئے، انھوں نے اپنے اونٹ قربان کر دیے اور ایک دوسرے کے سر کے بال مونڈ دیے مگر شدت غم کی وجہ سے قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل

کر دیں گے۔

پھر آپ کے پاس مومن عورتیں آئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ ﴾ سے لے کر ﴿ بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ ﴾ (الممتحنة 10:60) تک آیت کریمہ نازل فرما دی تو حضرت عمر ؓ نے اس دن اپنی دو مشرکہ بیویوں کو طلاق دے دی اور ان میں سے ایک سے معاویہ بن ابوسفیان اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے شادی کر لی۔

پھر نبی ﷺ مدینہ منورہ میں واپس تشریف لے آئے تو آپ کے پاس ابوبصیر ؓ نامی ایک قریشی آئے جو مسلمان تھے، قریش نے اسے طلب کرنے کے لیے اپنے دو آدمیوں کو بھیجا اور انھوں نے کہا کہ آپ اس عہد کو وفا کریں جو آپ نے ہمارے ساتھ کیا ہے، آپ نے ابوبصیر کو ان دونوں کے سپرد کر دیا، وہ اسے لے کر روانہ ہو گئے اور جب وہ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو انھوں نے وہاں بیٹھ کر کھجوریں کھانا شروع کر دیں، ابوبصیر نے ان میں سے ایک سے کہا: اے شخص! تمھاری یہ تلوار بہت اچھی ہے، اس نے اسے سونت لیا اور کہا: ہاں! اللہ کی قسم! یہ بہت اچھی ہے میں نے اس کا بار بار تجربہ کیا ہے، ابوبصیر نے کہا کہ ذرا مجھے بھی تو یہ تلوار دکھائیں، اس نے تلوار دے دی تو ابوبصیر نے اسے ایسی ضرب کاری لگائی کہ اس کا کام تمام کر دیا اور دوسرا بھاگ کر مدینہ چلا گیا حتی کہ دوڑتے ہوئے مسجد میں داخل ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا: [لَقَدْ رَأٰى هٰذَا ذُعْرًا] ''اس نے کوئی خوفناک منظر دیکھا ہے۔'' اس نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ اللہ کی قسم! میرے ساتھی کو تو قتل کر دیا گیا ہے اور مجھے بھی قتل کر دیا جائے گا، تھوڑی دیر بعد ابوبصیر بھی آ گئے اور انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے آپ کا عہد پورا فرما دیا، آپ نے مجھے ان کی طرف لوٹا دیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات عطا فرما دی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: [وَيْلُ أُمِّهٖ! مِسْعَرَ حَرْبٍ لَّوْ كَانَ لَهٗ أَحَدٌ] ''اس پر تعجب! (یہ تو) جنگ کی آگ بھڑکانے والا ہے، کاش! اس کے ساتھ کوئی ہو (جو اس کی نصرت و حمایت کرے۔)''

ابوبصیر نے آپ کا جب یہ فرمان سنا تو اسے معلوم ہو گیا کہ آپ دوبارہ پھر اسے ان کی طرف واپس لوٹا دیں گے تو وہ مدینہ سے روانہ ہو کر ساحل سمندر پر چلے گئے، ابوجندل بن سہیل بھی مکہ سے بھاگ کر آ گئے اور ابوبصیر کے ساتھ مل گئے اور پھر قریش میں سے جو بھی مسلمان ہوتا وہ ابوبصیر کے پاس آ جاتا حتی کہ اس طرح ایک جماعت بن گئی اور جب بھی انھیں شام کی طرف جانے والے قریش کے کسی قافلے کا علم ہوتا تو یہ اس کا رستہ روک لیتے، قافلے والوں کو قتل کر کے ان کے مال لے لیتے، اس سے قریش اس قدر تنگ آ گئے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس قاصد بھیج کر اللہ تعالیٰ اور قرابت داری کا واسطہ دے کر پیغام بھیجا کہ آپ ان لوگوں کو اپنے پاس بلا لیں اور ان میں سے جو بھی آپ کے پاس آ گیا وہ امن میں ہو گا، نبی ﷺ نے پیغام بھیج کر انھیں اپنے پاس بلا لیا تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ﴾ سے ﴿ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ ﴾ تک وحی نازل فرمائی۔ قریش کی ضد یہ تھی کہ انھوں نے اس بات کا اقرار نہ کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں انھوں نے تحریر میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کی اجازت نہ دی،

پھر وہ مسلمانوں کے رستے میں حائل ہو گئے اور انھوں نے بیت اللہ جانے اور طواف کرنے کی اجازت نہ دی۔ ① اس طرح بخاری نے اسے ذکر کیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے الجامع الصحیح کی کتاب التفسیر، ② عمرۃ الحدیبیہ، ③ حج ④ اور کئی دیگر مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ ⑤ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ.

امام بخاری نے کتاب التفسیر میں حبیب بن ابوثابت سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابووائل سے جا کر (خوارج کے بارے میں) پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ہم صِفّین (جہاں علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان لڑائی ہوئی) میں تھے کہ ایک شخص نے کہا: تمھارا ان کے بارے میں کیا خیال ہے جو (صلح کے لیے) کتاب اللہ کی طرف بلائے جائیں (پھر آپ کیا کریں گے؟) علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں ٹھیک ہے (میں اس پر عمل کے لیے تیار ہوں لیکن خوارج نے، جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اس کے خلاف آواز اٹھائی) تو سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: تم اپنے آپ کو متہم سمجھو، ہم نے تو حدیبیہ کے دن نبی ﷺ اور مشرکین میں صلح ہوتے ہوئے بھی دیکھی ہے، اگر ہم چاہتے تو لڑائی بھی کر سکتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کی: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں جائیں گے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں! تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: پھر ہم اپنے دین میں یہ دوں ہمتی کیوں دکھائیں کہ واپس چلے جائیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان ابھی تک فیصلہ ہی نہیں فرمایا؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا: [يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ، وَلَنْ يُّضَيِّعَنِي اللّٰهُ أَبَدًا] ''ابن خطاب! بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ افسردگی کے عالم میں واپس آ گئے، ان سے صبر نہ ہو سکا حتی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر بھی کہنے لگے: ابوبکر! کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ابن خطاب! بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ انھیں ہرگز ضائع نہیں فرمائے گا، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح نازل فرما دی۔ ⑥ امام بخاری نے اس حدیث کو الجامع الصحیح کے کئی دیگر مقامات پر بھی روایت کیا ہے، نیز اسے امام مسلم اور امام نسائی رحمہما اللہ نے کئی دیگر سندوں کے ساتھ ابووائل سفیان بن سلمہ کے واسطے سے سہل بن حنیف سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ ⑦ بعض روایات

---

① صحيح البخاري، الشروط، باب الشروط في الجهاد......، حديث : 2732,2731. ② صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ﴾ (الفتح 18:48) ، حديث : 4844 . ③ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث : 4181,4180. ④ صحيح البخاري، الحج، باب من أشعر وقلد بذي الحليفة......، حديث : 1695,1694. ⑤ صحيح البخاري، الجزية والموادعة، باب : 18، حديث: 3182. ⑥ صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ﴾ (الفتح48:18) ، حديث : 4844. ⑦ صحيح البخاري، الجزية والموادعة، باب: 18، حديث: 3182 والمغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4189 والاعتصام بالكتاب والسنة، حديث : 7308 و صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب صلح الحديبية، حديث: 1785 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (الفتح48:4) 463/6، حديث: 11504.

میں یہ الفاظ ہیں: لوگو! اپنی رائے کا جائزہ لو، میں نے تو ابو جندل کے دن کو بھی دیکھا تھا، اگر مجھے رسول اللہ ﷺ کی کسی بات کی مخالفت کی استطاعت ہوتی تو میں ابو جندل سے متعلق آپ کے فرمان کی مخالفت کرتا۔ ① اور ایک روایت میں ہے کہ پھر سورۂ فتح نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انھیں یہ سورۂ مبارکہ پڑھ کر سنائی۔ ②

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قریش نے نبی ﷺ سے صلح کر لی، قریش کے وفد میں سہیل بن عمرو بھی تھے، نبی ﷺ نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [أُكْتُبْ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ] ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو۔“ تو سہیل نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کیا ہے، لہٰذا [بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ!] لکھو جسے ہم جانتے ہیں، نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [أُكْتُبْ: مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ] ”لکھو کہ (یہ معاہدہ) محمد رسول اللہ کی طرف سے ہے۔“ تو سہیل نے کہا کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کی اتباع کر لیتے، لہٰذا اس تحریر پر اپنا اور اپنے والد کا نام لکھوائیں، نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [أُكْتُبْ: مِنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ] ”یہ لکھ دو کہ (یہ معاہدہ) محمد بن عبداللہ کی طرف سے ہے۔“ قریش نے نبی ﷺ سے یہ شرط بھی بیان کی کہ تم میں سے جو شخص ہمارے پاس آیا تو ہم اسے تمھاری طرف نہیں لوٹائیں گے، البتہ ہمارا جو شخص تمھارے پاس آیا تو تم اسے لوٹانے کے پابند ہو گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا یہ لکھا جائے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ، إِنَّهُ مَنْ ذَهَبَ مِنَّا إِلَيْهِمْ، فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ] ”ہاں، ہم میں سے جو شخص ان کے پاس چلا جائے گا، پس اسے اللہ تعالیٰ نے دور فرما دیا۔“ ③ اسے مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔ ④

امام احمد ہی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب فرقہ حروریہ کے لوگوں نے خروج شروع کیا تو وہ الگ ہو گئے، میں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تو حدیبیہ کے دن مشرکین سے صلح کر لی اور حضرت علی سے فرمایا تھا: [أُكْتُبْ يَا عَلِيُّ! هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ] ”علی! لکھو کہ یہ ہے وہ (معاہدہ) جس کے مطابق محمد رسول اللہ (ﷺ) نے صلح کی ہے۔“ قریش نے کہا کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ سے لڑائی ہی نہ کرتے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اُمْحُ يَا عَلِيُّ! اَللّٰهُمَّ! إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي رَسُوْلُكَ، اُمْحُ يَا عَلِيُّ! وَاكْتُبْ: هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ] ”علی! (ان الفاظ کو) مٹا دو، اے اللہ! بے شک تو جانتا ہے کہ یقیناً میں تیرا رسول ہوں، علی! مٹا دو اور یہ لکھو کہ یہ ہے وہ معاہدہ جس کے مطابق محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے۔“ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ علی سے بہتر تھے آپ نے اپنے نام کے الفاظ مٹا دیے اور ان الفاظ کے مٹانے کے یہ معنی تو نہیں تھے کہ آپ نے اپنے اسم گرامی کو نبوت سے مٹا دیا، کیا میں تمھارے اعتراض سے نکل چکا ہوں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں۔ ⑤ اسی طرح اسے ابو داود نے بھی بیان کیا ہے۔ ⑥

---

① صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4189 و صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب صلح الحديبية، حديث: (95)1785. ② صحيح البخاري، الجزية والموادعة، باب: 18، حديث: 3182. ③ مسند أحمد: 268/3. ④ صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب صلح الحديبية، حديث: 1784. ⑤ مسند أحمد: 342/1.

⑥ سنن أبي داود، اللباس، باب لباس الغليظ، حديث: 4037 مختصرًا جدًا.

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ

البتہ تحقیق اللہ نے اپنے رسول کو خواب میں حق کے ساتھ سچی خبر دی کہ اگر اللہ نے چاہا تو تم اپنے سر منڈاتے اور بال کترواتے ہوئے امن کی حالت میں

مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ

مسجد حرام میں ضرور داخل ہوگے، تم (کسی سے) نہ ڈرتے ہوگے، چنانچہ اللہ وہ بات جانتا تھا جو تم نہیں جانتے تھے، لہٰذا اس نے اس سے

ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ㉗ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى

پہلے ایک فتح جلد ہی عطا کردی ㉗ اور وہ (اللہ) ہی تو ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے سب

الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ㉘

ادیان پر غالب کردے، اور اللہ بطور گواہ کافی ہے ㉘

امام احمد ؒ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے دن ستر اونٹ نحر فرمائے جن میں ابوجہل کا اونٹ بھی تھا، جب اسے بھی بیت اللہ کی طرف جانے سے روک دیا گیا تو اس نے اس طرح اشتیاق کا اظہار کیا جس طرح وہ اپنے بچوں سے ملاقات کے لیے مشتاق ہوتا ہے۔ ①

تفسیر آیات :28,27

نبی ﷺ کے خواب کی صداقت: رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپ مکہ میں تشریف لے گئے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کیا ہے، آپ نے مدینہ میں صحابہ کرام ؓ کو اپنے اس خواب کے بارے میں بتایا اور جب صحابہ حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے تو کسی کو بھی اس خواب کی اس سال تعبیر واقع ہونے میں شک نہیں تھا لیکن جب صلح کا واقعہ پیش آیا اور اس سال صحابہ واپس آگئے اور اگلے سال عمرہ کا پروگرام بنا تو اس سے بعض صحابہ کرام کے دل میں کئی خیالات پیدا ہوئے حتی کہ حضرت عمر ؓ نے تو اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوالات بھی پوچھے جن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ آپ نے تو فرمایا تھا: ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف بھی کریں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [بَلٰى، (أَفَأَخبَرتُكَ أَنَّكَ تَأْتِيهِ) الْعَامَ؟] ”ہاں! لیکن کیا میں نے تمھیں یہ بھی بتایا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ جاؤ گے؟“ حضرت عمر ؓ نے عرض کی: نہیں۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: [فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمُطَوِّفٌ بِهٖ] ”تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف بھی کرو گے۔“ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے بھی حضرت عمر ؓ کو بعینہ یہی جواب دیا تھا۔ ② اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ ”البتہ تحقیق اللہ نے اپنے رسول کو خواب حق کے ساتھ سچی خبر دی کہ البتہ تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوگے، اگر اللہ نے چاہا۔“ ان شاء اللہ کے الفاظ خبر کی تحقیق وتاکید کے لیے ہیں، استثنا سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

---

① مسند أحمد: 315,314/1 اس کی سند محمد بن عبدالرحمٰن بن ابولیلی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ② صحیح البخاری، الشروط، باب الشروط فی الجهاد......، حدیث: 2732,2731 جبکہ قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 332-328/4 عن المسور بن مخرمة ؓ ومروان بن الحكم میں ہیں۔

﴿ اٰمِنِیْنَ ۙ﴾ ’’امن وامان سے۔‘‘ یعنی مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت تم امن وامان کی حالت میں ہو گے، ﴿ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ ۙ﴾ ’’اپنے سر منڈوا کر اور اپنے بال کتروا کر۔‘‘ جیسا کہ بعض صحابہ نے سر منڈوا دیے تھے اور بعض نے بال کتروا دیے تھے اور صحیحین میں ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِينَ] قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: [رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِينَ] قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: [رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِينَ] قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ، يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: [وَالْمُقَصِّرِينَ] ’’اللہ تعالیٰ سر منڈانے والوں پر رحم فرمائے۔‘‘ صحابہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! بال کتروانے والوں پر بھی؟ آپ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ سر منڈانے والوں پر رحم فرمائے۔‘‘ صحابہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! بال کتروانے والوں پر بھی؟ آپ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ سر منڈانے والوں پر رحم فرمائے۔‘‘ صحابہ نے پھر عرض کی: اللہ کے رسول! بال کتروانے والوں پر بھی؟ تیسری یا چوتھی مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’بال کتروانے والوں پر بھی (اللہ رحم فرمائے۔)‘‘ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا تَخَافُوْنَ ؕ﴾ ’’تم (کسی طرح کا) خوف نہ کرو گے۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے مکہ میں داخلے کے وقت امن ثابت کر دیا اور شہر میں قیام کے وقت خوف دور کر دیا کہ وہ کسی سے نہیں ڈرتے تھے، یہ عمرہ قضا کے وقت کی کیفیت بیان کی جا رہی ہے جو ذوالقعدہ 7 ہجری میں ادا کیا گیا تھا۔ نبی ﷺ جب ذوالقعدہ میں حدیبیہ سے مدینہ منورہ میں واپس تشریف لائے تو ذوالحجہ اور محرم میں مدینہ ہی میں مقیم رہے، صفر میں آپ خیبر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے بعض حصے پر لڑائی سے اور بعض پر صلح کے ساتھ فتح عطا فرما دی، خیبر بہت بڑا علاقہ تھا، یہاں کھجوروں کے باغات اور کھیت کثرت سے تھے۔ نبی ﷺ نے باغات اور کھیتوں کو اس شرط پر یہودیوں ہی کے پاس رہنے دیا کہ وہ پیداوار کا نصف مسلمانوں کو دیں گے۔ ② جبکہ آپ نے خیبر کی تمام اراضی صرف اہل حدیبیہ ہی میں تقسیم فرما دی اور اہل حدیبیہ کے علاوہ اور کوئی اس غزوے میں شریک نہیں تھا، سوائے جعفر بن ابو طالب اور ان کے رفقاء کے جو حبشہ سے تشریف لائے تھے اور ابو موسیٰ اشعری اور ان کے رفقاء کے (جو یمن سے تشریف لائے تھے) اور اہل حدیبیہ میں سے کوئی بھی اس غزوے سے غائب نہیں رہا۔ ③ البتہ ابن زید کے بقول ابو دجانہ سماک بن خرشہ غائب تھے۔ ④ جیسا کہ اپنے مقام پر اس کی تفصیل موجود ہے۔

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں واپس تشریف لے آئے۔ ذوالقعدہ 7ھ میں رسول اللہ ﷺ اور اہل حدیبیہ عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، ذوالحلیفہ سے احرام باندھا، قربانی کے جانور بھی ساتھ لے لیے، ایک قول کے مطابق ان کی تعداد ساٹھ اونٹ تھی، آپ نے تلبیہ کہا اور صحابہ کرام بھی تلبیہ پڑھتے ہوئے چلنے لگے اور جب مرّ الظہران ⑤

---

① صحيح البخارى، الحج، باب الحلق و التقصير عند الإحلال، حديث: 1727 و صحيح مسلم، الحج، باب تفضيل الحلق على التقصير و جواز التقصير، حديث: (318)-1301 و اللفظ له عن ابن عمر رضی اللہ عنہما. ② دیکھیے صحيح البخارى، المغازى، باب معاملة النبى ﷺ أهل خيبر، حديث: 4248 عن عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ. ③ دیکھیے صحيح البخارى، فرض الخمس، باب: ومن الدليل على أن الخمس......، حديث: 3136 عن أبى موسٰى رضی اللہ عنہ. ④ تفسير الطبرى : 140/26.
⑤ مَرُّالظَّهران مکہ اور عُسفان کے درمیان ایک وادی کا نام ہے اور اس کی طرف منسوب بستی کا نام مَرّ ہے، النهاية فى غريب الحديث و الأثر لابن الأثير: 167/3، مادة: ظهر.

کے قریب پہنچے تو آپ نے گھڑ سوار دستے اور اسلحے کے ساتھ محمد بن مسلمہ کو اپنے آگے روانہ فرمادیا، مشرکین نے جب دیکھا تو شدید مرعوب ہو گئے اور انھوں نے سمجھا کہ شاید رسول اللہ ﷺ ان پر حملہ آور ہوں گے اور آپ نے دس سال تک جنگ نہ کرنے کا عہد توڑ دیا ہے، انھوں نے اہل مکہ کو اس کی خبر دی مگر رسول اللہ ﷺ نے مرّالظہران پر پڑاؤ ڈال دیا تھا جہاں سے حرم کے نشانات نظر آ رہے تھے، آپ نے کمانیں، نیزے، تیر اور دیگر اسلحہ بَطْنِ یَأْجِج ① بھیج دیا اور آپ مکہ مکرمہ کی طرف تلواروں کو میانوں میں ڈالے ہوئے روانہ ہوئے جیسا کہ قریش کے ساتھ شرائط معاہدہ میں طے ہوا تھا، ابھی آپ رستے ہی میں تھے کہ قریش نے مِکرز بن حفص کو بھیجا اور اس نے کہا: اے محمد! ہم نے تو کبھی آپ کو عہد شکنی کرتے ہوئے نہیں دیکھا، نبی ﷺ نے فرمایا: تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ آپ اسلحے، کمانوں اور تیروں کے ساتھ آئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں، اسلحہ ہمارے پاس نہیں ہے، اسے ہم نے ''یاجج'' بھیج دیا ہے، اس نے کہا یہی وجہ ہے کہ ہم آپ کو نیکی اور وفا ہی کے ساتھ جانتے ہیں۔

سرداران قریش رات کو غصے اور کینے کی وجہ سے مکہ سے باہر نکل گئے تا کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو نہ دیکھ سکیں اور اہل مکہ سے دیگر مرد، عورتیں اور بچے رستوں اور گھروں کی چھتوں پر بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کو دیکھنے لگے، رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں اس شان سے داخل ہوئے کہ آپ کے آگے حضرات صحابہ کرام ؓ تلبیہ پڑھ رہے تھے، قربانی کے جانوروں کو ذی طوی ② کی طرف بھیج دیا گیا، آپ اپنی اسی اونٹنی قصوا پر سوار تھے جس کو حدیبیہ کے سال سواری کا شرف بخشا تھا۔ ③ عبداللہ بن رواحہ انصاری، رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑے یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

بِاسْمِ الَّذِی لَا دِینَ إِلَّا دِینَهٗ بِاسْمِ الَّذِی مُحَمَّدٌ رَّسُولُهٗ

''اس ذات پاک کے نام سے جس کے دین کے سوا اور کوئی دین نہیں اور اس ذات اقدس کے نام سے، حضرت محمد ﷺ جس کے رسول ہیں۔''

خَلُّوا بَنِی الْكُفَّارِ عَنْ سَبِیلِهٖ اَلْیَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلٰی تَأْوِیلِهٖ

''اے کافروں کے بیٹو! آپ کے رستے کو چھوڑ دو آج آپ کے حکم کے مطابق ہم تمھیں ماریں گے۔''

كَمَا ضَرَبْنَاكُمْ عَلٰی تَنْزِیلِهٖ ضَرْبًا یُّزِیلُ الْهَامَ عَنْ مَّقِیلِهٖ

---

① یَأْجِج مکہ مکرمہ سے تین میل کی مسافت پر ایک جگہ کا نام ہے اور یہ جگہ عبداللہ بن زبیر کی منازل میں سے ایک تھی۔ دیکھیے النهاية في غريب الحديث والأثر لابن الأثير :291/5 ، مادة: يأجج. ② ذی طوٰی باب مکہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے، مکہ مکرمہ میں داخل ہونے والے کے لیے یہاں غسل کرنا مستحب ہے۔ النهاية في غريب الحديث والأثر لابن الأثير : 147/3 مادة:طوا (مترجم) جیسا کہ صحیح البخاری، الحج، باب الاغتسال عند دخول مكة، حديث: 1573 میں نافع ؒ ابن عمر ؓ کے بارے میں بیان فرماتے ہیں: جب ابن عمر ؓ قریب ترین حرم میں داخل ہو جاتے تو تلبیہ پڑھنا بند کر دیتے، پھر ذوطویٰ مقام میں رات گزار کر صبح کی نماز وہیں پڑھتے اور غسل کرتے، اور ابن عمر ؓ بیان فرماتے تھے کہ اللہ کے نبی ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ ③ كتاب المغازی للواقدی، غزوة القضية : 188،187/2 و دلائل النبوة للبيهقی، باب ماجرى فی أمر الهدايا والأسلحة ...... : 315،314/4 و 321 و السيرة النبوية لابن هشام، عمرة القضاء: 13،12/4 و فتح الباری: 500،499/7، تحت الحديث : 4252.

’’جیسا کہ اس کے قرآن کے مطابق ہم تمھیں ایسی کاری ضرب لگائیں گے جس سے سر تن سے جدا ہو جائیں گے۔‘‘

وَيُذْهِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهِ   قَدْ أَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ فِي تَنْزِيلِهِ

’’ایسی ضرب جو دوست سے دوست کو بھلا دے گی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں یہ نازل فرمایا ہے۔‘‘

فِي صُحُفٍ تُتْلٰى عَلٰى رَسُولِهِ   بِأَنَّ خَيْرَ الْقَتْلِ فِي سَبِيلِهِ

’’(یعنی) ایسے صحیفوں میں جو اس کے رسول پر پڑھے جاتے ہیں کہ بہترین قتل وہ ہے جو اس کی راہ میں ہو۔‘‘

يَا رَبِّ! إِنِّي مُؤْمِنٌ بِقِيلِهِ

’’اے میرے رب! میں اسی کے فرمان پر ایمان رکھتا ہوں۔‘‘ یہ اشعار مختلف روایات کا مجموعہ ہیں۔ ①

امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مکہ میں تشریف لائے تو یثرب کے بخار کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے اور وہاں انھیں خراب آب و ہوا کا سامنا کرنا پڑا تھا، اس لیے مشرکین نے کہا کہ تمھارے پاس ایسے لوگ آ رہے ہیں جنھیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے اور وہاں انھیں برے حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے، مشرکین حجر کی جانب بیٹھ گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس بات کے بارے میں نبی ﷺ کو مطلع فرما دیا تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دے دیا کہ وہ طواف کے ابتدائی تین چکر تیز رفتاری کے ساتھ کندھے ہلا ہلا کر لگائیں تاکہ مشرکین ان کی طاقت و قوت کا مشاہدہ کر لیں، صحابہ کرام نے تعمیل ارشاد میں تین چکر اسی انداز سے لگائے، آپ نے انھیں حکم دیا تھا کہ دونوں رکنوں کے درمیان عام چال چلیں کیونکہ وہاں انھیں مشرکین دیکھ نہیں سکتے تھے، نبی ﷺ نے تمام چکروں میں رمل کا حکم ان پر شفقت کی وجہ سے نہیں دیا۔ مشرکین نے جب صحابہ کرام کو اس انداز سے طواف کرتے دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھے کہ ان لوگوں کے بارے میں تم یہ کہتے ہو کہ انھیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے، حالانکہ یہ تو فلاں فلاں چیزوں سے بھی زیادہ مضبوط ہیں۔ ② اسے امام بخاری اور امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔ ③

ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم چار ذوالقعدہ کی صبح کو مکہ میں تشریف لائے، مشرکین نے کہا کہ تمھارے پاس ایسے لوگ آ رہے ہیں جنھیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے، اس لیے نبی ﷺ نے صحابہ کو حکم دے دیا کہ وہ طواف کے ابتدائی تین چکر رمل کے ساتھ لگائیں اور ان پر شفقت و مہربانی کی وجہ سے آپ نے طواف کے تمام چکروں میں

---

① جامع الترمذي، الأدب، باب ماجاء في إنشادالشعر، حديث: 2847 وسنن النسائي، مناسك الحج، باب إنشاد الشعر في الحرم.... حديث:2876 و صحيح ابن حبان، السير، ذكر الإباحة للإمام إذا ركب......: 380,379/10، حديث:4521 و مجمع الزوائد، المغازي والسير، باب الحديبية وعمرة القضاء: 147,146/6، حديث:10189 ودلائل النبوة للبيهقي، باب كيف كان قدومه بمكة وطوافه بالبيت......: 325-322/4، ان دیے گئے حوالوں میں اشعار کی ترتیب حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی ترتیب سے کچھ مختلف ہے۔ ② مسند أحمد: 295,294/1. ③ صحيح البخاري، المغازي، باب عمرة القضاء، حديث: 4256 وصحيح مسلم، الحج، باب استحباب استلام الركنين اليمانيين......، حديث: 1266.

رمل کے اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا۔ ① امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ جب سال امن میں تشریف لائے تو آپ نے صحابہ کرام کو حکم دیا: [اُرْمُلُوا، لِيَرَى الْمُشْرِكُونَ قُوَّتَهُمْ] ''رمل کرو تا کہ مشرکین ان کی قوت کا مشاہدہ کر سکیں۔'' مشرکین اس وقت قُعَیقِعان کی طرف بیٹھے تھے۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے بیت اللہ اور صفا و مروہ کی سعی اس لیے کی تھی تا کہ مشرکین آپ کی قوت کا مشاہدہ کر لیں۔ ③ اور امام بخاری ہی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عمرے کے لیے روانہ ہوئے مگر کفار قریش آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے، اسی لیے آپ نے قربانی کے اونٹوں کو نحر کر دیا اور حدیبیہ میں سر منڈا دیا اور ان سے یہ معاہدہ کر لیا کہ آپ آئندہ سال عمرہ ادا فرمائیں گے، پس آپ آئندہ سال مکہ مکرمہ میں اس طرح داخل ہوئے جیسا کہ معاہدۂ صلح میں طے ہوا تھا کہ آپ تلواروں کے سوا دیگر ہتھیار اٹھائے ہوئے نہیں ہوں گے اور قیام بھی اس قدر کریں گے جتنا کفار قریش چاہیں گے، پس آپ نے آئندہ سال عمرہ ادا فرمایا اور مکہ میں اس طرح تشریف لائے جیسا کہ معاہدۂ صلح میں طے ہوا تھا، جب آپ نے تین دن قیام فرما لیا تو مشرکین نے مطالبہ کیا کہ اب آپ تشریف لے جائیں تو آپ تشریف لے گئے۔ ④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿27﴾ ﴾ ''جو بات تم نہیں جانتے تھے اس کو معلوم تھی سو اس نے اس سے پہلے ہی جلد فتح کرا دی۔'' یعنی تمھارے مکہ مکرمہ سے واپس چلے جانے اور پھر آئندہ سال آنے میں جو خیر و بھلائی اور مصلحت تھی وہ اللہ تعالیٰ کو تو معلوم تھی مگر تم اسے نہیں جانتے تھے۔ ﴿ فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ ﴾ ''سو اس نے اس سے پہلے ہی کرا دی۔'' یعنی نبی ﷺ کے خواب میں تم سے جس فتح کا وعدہ کیا گیا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی عطا فرما دی اور اس سے مراد وہ صلح ہے جو تمھارے اور تمھارے دشمن مشرکین کے مابین ہو گئی تھی۔

دنیا پر مسلمانوں کے غلبے کی بشارت: اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنین کو بشارت دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دشمنوں اور باقی اہل زمین پر غالب آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ ﴾ ''وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت (کی کتاب) اور دین حق دے کر بھیجا۔'' یعنی علم نافع اور عمل صالح کے ساتھ یہ ساری شریعت دو ہی چیزوں پر مشتمل ہے، یعنی علم و عمل پر۔ اور علم شرعی ہی صحیح علم اور عمل شرعی ہی مقبول عمل ہے، اس کی خبریں حق اور اس کے اوامر و نواہی کے احکام مبنی بر عدل ہیں، ﴿ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ ﴾ ''تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔'' یعنی روئے زمین کے عرب و عجم، تمام مشرکین اور دیگر تمام ادیان کے ماننے والوں پر اس دین کو غالب کر دے، ﴿ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿28﴾ ﴾ ''اور اللہ بطور گواہ کافی ہے۔'' اس بات پر کہ وہ اس کے رسول ہیں اور اللہ ہی رسول ﷺ کا مددگار ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ.

---

① صحيح البخاري، الحج، باب كيف كان بدء الرمل؟ حديث: 1602 وصحيح مسلم، الحج، باب استحباب استلام الركنين......، حديث: 1266. ② صحيح البخاري، المغازي، باب عمرة القضاء، حديث: 4257 وصحيح مسلم، الحج، باب استحباب استلام الركنين......، حديث: (241)-1266. ③ صحيح البخاري، المغازي، باب عمرة القضاء، حديث: 4257 وصحيح مسلم، الحج، باب استحباب استلام الركنين اليمانيين......، حديث: (241)-1266.

④ صحيح البخاري، الصلح، باب الصلح مع المشركين، حديث: 2701.

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں، وہ کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت مہربان ہیں، آپ انھیں رکوع و سجود کرتے

سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ

دیکھیں گے، وہ اللہ کا فضل اور (اس کی) رضامندی تلاش کرتے ہیں، ان کی خصوصی پہچان ان کے چہروں پر سجدوں کا نشان ہے، ان کی یہ صفت تورات

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ

میں ہے، اور انجیل میں ان کی صفت اس کھیتی کے مانند ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا اور وہ (پودا) موٹا ہو گیا، پھر اپنے تنے پر سیدھا

فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کھڑا ہو گیا، کسانوں کو خوش کرتا ہے، (اللہ نے یہ اس لیے کیا) تاکہ ان (صحابۂ کرام) کی وجہ سے کفار کو خوب غصہ دلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو

وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۧ ㉙ ع 4 3 12

ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، مغفرت اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے ㉙

تفسیر آیت :29

مومنین کی صفات: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے کہ بلاشک وشبہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں: ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ ﴾ ”محمد اللہ کے پیغمبر ہیں۔“ یہ مبتدا اور خبر ہے اور یہ ہر وصف جمیل پر مشتمل ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ ”اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں (اور) آپس میں رحمدل۔“ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ؗ ﴾ (المآئدة 5:54) ”تو اللہ ایسے لوگ لے آئے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ لوگ اس سے محبت کریں گے اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کرنے والے ہوں گے اور کافروں سے سختی سے پیش آنے والے۔“ یہ مومنوں کی صفت ہے کہ وہ کفار کے مقابلے میں سخت اور درشت ہوتے ہیں اور اخیار کے مقابلے میں رحمدل اور نیکوکار، کافر کے لیے نہایت غضبناک اور ترش رو جبکہ اپنے مومن بھائی کے لیے نہایت ہنس مکھ، ہشاش بشاش جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ ﴾ (التوبة 9:123) ”اے اہل ایمان! اپنے نزدیک کے رہنے والے کافروں سے جنگ کرو اور وہ تم میں سختی (اور قوت جنگ) معلوم کریں۔“ اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے: [مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ (كَمَثَلِ) الْجَسَدِ (الْوَاحِدِ)، إِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى] ”مومنوں کی باہمی محبت و رحمدلی کی مثال ایک جسم کی مثال کی طرح ہے کہ اگر اس کا ایک عضو شکایت محسوس کرے تو سارا جسم بخار اور بیداری کے باعث بے قرار ہو جاتا ہے۔“① اور فرمایا:

---

① پہلی قوسین والا لفظ صحیح البخاری، الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، حديث :6011، دوسری قوسین والا لفظ آداب الصحبة لأبی عبدالرحمٰن السلمی، حديث: 2 اور باقی حدیث صحیح مسلم، البر والصلة......، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم......، حديث: 2586 عن النعمان بن بشير ﷛ کے مطابق ہے.

[اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا] ”مومن مومن کے لیے ایک دیوار کے مانند ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کے لیے مضبوطی کا باعث ہوتا ہے۔“ یہ بات بیان فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسری میں داخل کر کے دکھایا۔ ① یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ﴾ ”(اے دیکھنے والے!) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور اللہ کا فضل اور اس کی خوش نودی طلب کر رہے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کے کثرت عمل اور کثرت نماز کے ساتھ ان کی تعریف بیان کی ہے اور نماز ہی بہترین عمل ہے اور پھر ان کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ نماز سے ان کا مقصود اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اور اس سے بے پایاں اجر وثواب کا حصول ہوتا ہے جو جنت کی صورت میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل، وسعت رزق اور اللہ تعالیٰ کی رضا وخوش نودی پر مشتمل ہے اور رضائے الٰہی کا حصول دیگر تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ﴾ (التوبة 72:9) ”اور اللہ کی رضامندی تو سب سے بڑھ کر (نعمت) ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ﴾ ”(کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوتے ہیں۔“ علی ابن ابوطلحہ نے ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ ان کے چہروں کی نشانی ان کی اچھی سیرت ہے۔ ② مجاہد اور کئی دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ ان کی نشانی خشوع اور تواضع ہے۔ ③ بعض نے کہا ہے کہ نیکی کی وجہ سے دل میں نور، چہرے میں ضیاء، رزق میں کشادگی اور لوگوں کے دلوں میں محبت ہو جاتی ہے۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان ؓ فرمایا کرتے تھے کہ انسان جو بات بھی چھپائے اللہ تعالیٰ اسے اس کے چہرے کے خدوخال اور اس کی نوکِ زبان سے نمایاں فرما دیتا ہے۔

اور امام احمد ؒ نے ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الْهَدْيَ الصَّالِحَ وَالسَّمْتَ الصَّالِحَ وَالْاِقْتِصَادَ، جُزْءٌ مِّنْ خَمْسَةٍ وَّعِشْرِينَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ] ”بلاشبہ صالح طرز زندگی، نیک سیرت اور میانہ روی نبوت کا پچیسواں حصہ ہے۔“ ④ اسے ابوداود نے بھی بیان کیا ہے۔ ⑤ حضرات صحابہ کرام ؓ کی نیتیں خالص اور اعمال صالح تھے، جو بھی انھیں دیکھتا تو ان کی سیرت وکردار سے بہت خوش ہوتا، امام مالک، اللہ ان سے راضی ہو، فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ نصاریٰ جب شام فتح کرنے والے صحابہ کرام ؓ کو دیکھتے تو کہتے: اللہ کی قسم! ہمارے علم کے مطابق یہ لوگ حواریوں سے بہتر ہیں۔ اور ان کی یہ بات درست تھی کیونکہ اس امت کی عظمت کو سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی بیان کیا گیا ہے اور صحابہ کرام ؓ اس امت کے عظیم ترین اور افضل انسان ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے سابقہ آسمانی کتابوں اور اخبار متداولہ میں ان کے ذکر کو دوام بخش دیا ہے، اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہاں بھی بیان فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ﴾ ”ان

---

① صحيح البخاري، المظالم، باب نصر المظلوم، حديث: 2446 وصحيح مسلم، البر والصلة......، باب تراحم المؤمنين......، حديث: 2585 عن أبي موسى الأشعري ؓ. ② تفسير الطبري: 143/26. ③ تفسير الطبري: 143/26.
④ مسند أحمد: 296/1. ⑤ سنن أبي داود، الأدب، باب في الوقار، حديث: 4776.

کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں۔" پھر فرمایا: ﴿ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ ﴾ "اور انجیل میں ان کے اوصاف یہ ہیں کہ وہ گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی کونپل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور کسانوں کو خوش کرنے لگی۔" یعنی کھیتی نے اپنی شاخیں نکالیں، انھیں مضبوط کیا، چنانچہ وہ پلی بڑھیں اور کھیتی لہلہانے لگی، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی تائید وحمایت اور نصرت میں کوئی کمی نہ آنے دی، ابتدا میں ان کی حالت ایسی تھی جیسے کھیتی کی ابتدائی کونپلوں کی ہوتی ہے۔ ﴿ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ ﴾ "تاکہ وہ ان سے کافروں کو غضبناک کرے۔"

اس آیت کریمہ سے امام مالک رحمہ اللہ نے استدلال فرمایا ہے کہ روافض کافر ہیں جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں کیونکہ اس آیت کریمہ کے مطابق صحابہ سے بغض رکھنے والا کافر ہے۔ علماء کی ایک بہت بڑی جماعت نے بھی اس استدلال میں امام مالک رحمہ اللہ سے اتفاق کیا ہے۔ حضرات صحابہ کرام کی فضیلت اور ان کی شان میں گستاخی کی ممانعت کے بارے میں بہت سی احادیث مبارکہ بھی مروی ہیں، بہرحال ان کی عظمت شان کے لیے یہ بات ہی کافی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف بیان فرمائی اور ان سے اپنی رضا وخوشنودی کا اظہار فرمایا ہے اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾ ﴾ "جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان سے اللہ نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے بے پایاں اجر وثواب اور پاکیزہ رزق کا وعدہ فرمایا ہے اور اس کا وعدہ بالکل حق اور سچ ہے کہ ان میں کوئی کمی بیشی اور تبدیلی نہیں ہوسکتی اور جو شخص حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلے گا وہ بھی انھی کے حکم میں ہے، البتہ انھیں وہ فضیلت، سبقت اور کمال حاصل ہے کہ امت میں سے اور کوئی ان کے مقام ومرتبے کو نہیں پا سکتا۔

امام مسلم نے صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ! لَوْأَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَّا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهٗ] "میرے صحابہ کو گالی نہ دو، میرے صحابہ کو گالی نہ دو، اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کرے تو وہ ان میں سے کسی ایک کے مد یا نصف مد کے اجر وثواب کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔"①

سورۂ فتح کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

* * *

---

① صحیح البخاری، فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب، حدیث : 3673 وصحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب تحریم سَبّ الصحابة رضی اللہ عنہم ، حدیث:2540 واللفظ له.

تفسیر
سُوْرَۃُ حُجُرٰت

یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ

اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو، اور تم اللہ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے

عَلِیْمٌ ① یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا

والا ہے ① اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، اور آپ سے اونچی آواز میں بات نہ کرو، جیسے

لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ②

تم ایک دوسرے سے اونچی آواز میں (بات) کرتے ہو، کہیں تمھارے عمل برباد نہ ہو جائیں، اور تمھیں خبر تک نہ ہو ②

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ

بلاشبہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے۔

لِلتَّقْوٰی ؕ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ③

ان کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے ③

تفسیر آیات: 1-3

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے پیش قدمی کی ممانعت: ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ ادب سکھایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے معاملہ کرتے ہوئے وہ آپ کی عزت و احترام اور شان و عظمت کو ملحوظ رکھیں، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ﴾ ''مومنو! (کسی بات کے جواب میں) اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔'' یعنی آپ ﷺ سے پیش قدمی نہ کیا کرو بلکہ تمام امور و معاملات میں آپ کے پیچھے پیچھے چلو۔ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ کتاب و سنت کے خلاف کوئی بات نہ کہو۔ ① امام قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ کچھ لوگ کہا کرتے تھے کہ اے کاش! فلاں فلاں چیز کے بارے میں وحی نازل ہو، اے کاش! یہ بات اس طرح صحیح ہو، تو اللہ تعالیٰ نے اسے ناپسند فرمایا۔ ②

---

① تفسیر الطبری: 150/26. ② تفسیر الطبری: 151/26.

﴿ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ ”اور اللہ سے ڈرو۔“ ان امور میں جن کا اس نے تم کو حکم دیا ہے۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ﴾ ”بے شک اللہ بڑا سنتا ہے“ تمھارے اقوال کو، ﴿ عَلِيْمٌ ① ﴾ ”خوب جانتا ہے۔“ تمھاری نیتوں کو۔

آیت کا سبب نزول اور تعظیم نبی ﷺ : ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﴾ ”اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو۔“ یہ دوسرا ادب ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو سکھایا ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے اونچا نہ کریں، روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ شیخین حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ ①

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوملیکہ سے روایت کیا ہے کہ قریب تھا کہ دو نیک آدمی ہلاک ہو جاتے، یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کہ ان کی آوازیں اس وقت نبی ﷺ کی آواز سے بلند ہوگئی تھیں جب بنی تمیم کا وفد آیا تھا، ان میں سے ایک نے کہا کہ بنومجاشع کے اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کر دیا جائے جبکہ دوسرے نے کسی اور شخص کا نام پیش کیا۔ نافع نے کہا کہ مجھے ان کا نام یاد نہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کا ارادہ تو میری مخالفت ہے، انھوں نے کہا کہ نہیں میرا ارادہ آپ کی مخالفت نہیں، پس اسی اثنا میں غیر شعوری طور پر ان کی آوازیں بلند ہوگئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ② ﴾ ”اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور نہ تم ان سے اونچی آواز میں بات کرو، اپنے ایک دوسرے سے آواز بلند کرنے کی طرح (ایسا نہ ہو) کہ تمھارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔“ ابن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے اس قدر پست آواز میں بات کرتے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے: عمر! کیا کہہ رہے ہو؟ جبکہ ابن زبیر نے اپنے نانا یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا ذکر نہیں کیا۔ یہ روایت صحیح بخاری میں ہے، مسلم میں نہیں۔ ② صحیح بخاری ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ بنو تمیم کا ایک وفد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ قعقاع بن معبد کو ان کا امیر مقرر کر دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اقرع بن حابس کو امیر مقرر کر دیں...... یہ روایت بھی صرف صحیح بخاری میں ہے، مسلم میں نہیں۔ ③

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی غیر حاضری کو محسوس فرمایا تو ایک شخص نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں آپ کو خبر لا دیتا ہوں، وہ ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں سر جھکائے بیٹھے ہیں، انھوں نے ان سے پوچھا: کیا بات ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ بہت بری بات ہے کہ ان کی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند ہو جاتی تھی جس کی وجہ سے ان کے عمل رائیگاں ہو گئے اور وہ جہنمی ہیں، اس شخص نے نبی ﷺ کی

---

① الدر المنثور: 85/6 ملخصًا. ② صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﴾ (الحجرات 2:49)، حديث: 4845. ③ صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ ﴾ (الحجرات 4:49)، حديث: 4847.

خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ثابت نے یہ یہ باتیں کی ہیں، موسیٰ نے کہا کہ نبی ﷺ نے اس شخص کو دوبارہ ثابت کے پاس ایک عظیم بشارت دے کر بھیجا اور فرمایا: [اِذْهَبْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَّهٗ: إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَلٰكِنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ] ''ان کے پاس جاؤ، پس ان سے کہو کہ تم جہنمی نہیں بلکہ جنتیوں میں سے ہو۔'' اس حدیث کو بھی صرف امام بخاری ؒ ہی نے روایت کیا ہے، امام مسلم نے نہیں۔ ①

امام احمد نے حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت کیا ہے کہ جب آیت کریمہ: ﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ ﴾ سے لے کر ﴿ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ② ﴾ تک نازل ہوئی تو ثابت بن قیس بن شمّاس، جن کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی، کہنے لگے کہ میری آواز بھی رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند تھی، لہٰذا میں جہنمی ہوں کیونکہ میرے سارے اعمال رائیگاں ہو گئے ہیں، پھر وہ غمزدہ ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ گئے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی غیر حاضری کو محسوس فرمایا تو کچھ لوگوں نے انھیں جا کر بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمھاری غیر حاضری کو محسوس فرمایا ہے، تمھیں کیا ہوا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میری آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند تھی، میں بہت زور سے بات کیا کرتا تھا، میرے عمل رائیگاں ہو گئے اور میں جہنمی ہو گیا ہوں، لوگوں نے نبی ﷺ کو جا کر ثابت کی یہ باتیں بتائیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: [لَا، بَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ] ''نہیں وہ جہنمی نہیں بلکہ وہ تو جنتی ہیں۔'' حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم انھیں اپنے درمیان میں چلتے ہوئے دیکھتے تو ہم جانتے تھے کہ یہ شخص جنتی ہے، اس سلسلے میں جنگ یمامہ میں یہ انکشاف ہوا کہ ثابت بن قیس بن شماس اس شان سے میدان میں آئے کہ حنوط لگا رکھا اور کفن پہن رکھا تھا اور کہہ رہے تھے کہ تم نے اپنے ساتھیوں کو برا عادی بنا دیا ہے، پھر انھوں نے ان سے لڑائی کی حتی کہ جام شہادت نوش فرما گئے۔ ②

تعظیم نبی ﷺ کا ایک اور پہلو: بعدازاں اللہ تعالیٰ نے اس طرح دور سے آپ ﷺ کے ساتھ بات کرنے سے منع فرما دیا ہے جس طرح انسان اپنے کسی دوسرے مخاطب سے بات کرتا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ سے سکون، وقار اور تعظیم کے ساتھ بات کی جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ ﴾ ''اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو۔'' جیسا کہ دوسری جگہ بھی ارشاد فرمایا ہے: ﴿ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط ﴾ (النور 63:24) ''مومنو! پیغمبر کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔''

تعظیم نبی ﷺ کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو اعمال ضائع ہو جاتے ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ② ﴾ ''ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔'' یعنی ہم نے تمھیں ان کے پاس آواز بلند کرنے سے اس لیے منع کیا ہے تا کہ وہ اس سے ناراض نہ ہو جائیں کیونکہ ان کے ناراض ہونے سے اللہ بھی ناراض ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کے اعمال برباد کر دیتا ہے جو اسے ناراض کرے اور اسے اس کی خبر بھی نہیں ہوتی جیسا کہ صحیح حدیث میں

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ ﴾ (الحجرات 2:49)، حدیث: 4846. ② مسند أحمد: 137/3.

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ④ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا

بلاشبہ جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر بے عقل ہیں④ اور اگر بے شک وہ صبر کرتے،

حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ⑤

حتی کہ آپ (خود ہی) ان کی طرف نکلتے، تو ان کے لیے بہت بہتر ہوتا، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے⑤

ہے: [إِنَّ (الرَّجُلَ) لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِّضْوَانِ اللّٰهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالاً (فَيَكْتُبُ اللّٰهُ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ) وَإِنَّ (الرَّجُلَ) لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالاً يَّهْوِي بِهَا فِي (النَّارِ أَبْعَدَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ)] ”آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی ایک بات کہہ دیتا ہے اور وہ اس پر غور بھی نہیں کرتا لیکن اس بات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنی خوشنودی لکھ دیتا ہے اور ایک شخص اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی ایک بات کہتا ہے اور وہ اس پر غور بھی نہیں کرتا لیکن وہ اس ایک بات کی وجہ سے آگ میں اس سے بھی زیادہ دور جا گرتا ہے جتنا کہ آسمان اور زمین میں فاصلہ ہے۔“①

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے آواز پست رکھنے کی تلقین فرمائی، اس کی ترغیب دی اور اس کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ﴾ ”بے شک جو لوگ اللہ کے رسول کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقوے کے لیے آزمایا ہے۔“ یعنی ان دلوں کو اس نے تقوے کے لیے خالص کر لیا اور تقوے کا اہل و محل قرار دے دیا ہے، ﴿لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ③﴾ ”ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔“ امام احمد نے کتاب الزهد میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ خط لکھا: اے امیر المومنین! یہ فرمائیں کہ ایک شخص معصیت چاہتا ہی نہیں اور نہ اس کے مطابق عمل کرتا ہے، وہ افضل ہے یا وہ جو معصیت کو چاہتا ہے لیکن اس کے مطابق عمل نہیں کرتا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ جو لوگ معصیت کو چاہتے مگر اس کے مطابق عمل نہیں کرتے، وہ اس آیت کریمہ کے مصداق ہیں: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ③﴾ ”یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقوے کے لیے آزمایا ہے، ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔“②

تفسیر آیات:5,4

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حجروں کے باہر سے آواز دینے والوں کی مذمت: اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے تھے، حُجُرات سے مراد ازواج مطہرات کے گھر ہیں اور یہ باہر سے آواز دینے

---

① پہلی اور تیسری قوسین والا لفظ مسند أحمد: 469/3 اور دوسری قوسین والا جملہ جامع الترمذی، الزهد، باب ماجاء فی قلة الکلام، حدیث: 2319 عن بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ جبکہ چوتھی قوسین والے الفاظ صحیح مسلم، الزهد، باب حفظ اللسان، حدیث: 2988(50) میں ہیں، البتہ اس میں [اَلسَّمَاءِ وَالْأَرْضِ] کے بجائے [اَلْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ] ہے اور باقی حدیث صحیح البخاری، الرقاق، باب حفظ اللسان، حدیث: 6478 عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ

اے ایمان والو! اگر کوئی نافرمان تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو (تاکہ) تم کسی قوم کو نادانی سے تکلیف (نہ) پہنچاؤ

فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ⑥ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ

کہ پھر تم اپنے کیے پر پچھتاتے پھرو⑥ اور جان لو! بلاشبہ تم میں اللہ کے رسول ہیں، اگر بہت سے معاملات میں وہ تمھاری اطاعت کریں

كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ

(تو) یقیناً تم مشقت میں پڑ جاؤ، لیکن اللہ نے ایمان کو تمھارا محبوب بنا دیا ہے، اور اس نے اسے تمھارے دلوں میں آراستہ پیراستہ کر دیا ہے،

اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ⑦ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ

اور اس نے تمھارے لیے کفر و فسق اور نافرمانی کو ناپسند بنا دیا ہے (اور) یہی لوگ رشد و ہدایت والے ہیں ⑦ اللہ کے فضل اور احسان سے،

وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑧

اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے⑧

والے غیر مہذب بدو تھے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ④ ﴾ ''ان میں اکثر بے عقل ہیں۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ادب سکھاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ ﴾ ''اور اگر وہ یقیناً صبر کیے رہتے یہاں تک کہ آپ خود نکل کر ان کے پاس آتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا۔'' یعنی اس میں ان کے لیے دنیا و آخرت کی خیر و مصلحت تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے توبہ و انابت کی طرف دعوت دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤ ﴾ ''اور اللہ تو نہایت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔'' ذکر کیا گیا ہے کہ یہ آیت کریمہ اقرع بن حابس تمیمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ کئی ایک ائمہ نے ذکر کیا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اَقرع بن حابس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس نے حجروں کے باہر سے رسول اللہ ﷺ کو آواز دیتے ہوئے کہا کہ اے محمد! اے محمد!① اور ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ کے رسول! کہا مگر رسول اللہ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا تو اس نے کہا: اللہ کے رسول! میری تعریف زینت اور میری مذمت بری بات ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: [ذَاكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ] ''یہ تو اللہ عز و جل کی شان ہے۔''②

تفسیر آیات:6-8

بدکردار کی خبر کی تحقیق کا حکم: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ بدکردار شخص کی خبر کی تحقیق کر لی جائے، احتیاط سے کام لیا جائے اور اس کی بات کے مطابق فیصلہ نہ کر لیا جائے، ہوسکتا ہے کہ وہ حقیقت میں جھوٹا یا خطا کار ہو اور اس کی بات کے مطابق فیصلہ کرنے والا اس کے نقش قدم پر چلنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے مفسدین کے رستے پر چلنے سے منع فرمایا ہے اور اسی آیت کریمہ سے

---

① مسند أحمد: 394,393/6، البتہ یہاں يَا مُحَمَّدُ! ایک مرتبہ ہے جبکہ یہ دو مرتبہ تفسیر الطبری: 159/26 میں ہے۔

② مسند أحمد: 488/3 اور جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الحجرات، حدیث: 3267 عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ اس حدیث کا شاہد ہے۔

استدلال کرتے ہوئے بہت سے علماء نے مجہول الحال راوی کی روایت کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے کیونکہ احتمال ہے کہ فی نفسہ وہ فاسق ہو۔

اس آیت کریمہ کے سبب نزول کے بارے میں بہت سی سندوں سے ایک قصہ بھی بیان کیا جاتا ہے اور ان میں سے سب سے بہتر سند وہ ہے جسے امام احمد نے مسند میں بروایت مالک بن مُصْطَلِق بیان کیا ہے اور مالک بن مُصْطَلِق سے مراد حارث بن ابوضرار رضی اللہ عنہ ہیں جو ام المومنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے والد ہیں، انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسلام قبول کر لینے کی دعوت دی، میں نے اسے قبول کر لیا اور اسلام کا اقرار کر لیا، آپ نے مجھے زکاۃ ادا کرنے کی دعوت دی میں نے اس کا اقرار کر لیا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں اپنی قوم کے پاس جا رہا ہوں، انھیں اسلام قبول کرنے اور زکاۃ ادا کرنے کی دعوت دوں گا جس نے اس دعوت کو قبول کر لیا، میں اس سے زکاۃ بھی جمع کر لوں گا اور پھر اللہ کے رسول! آپ میری طرف کسی قاصد کو فلاں فلاں وقت میں بھیج دیں جو جمع کی ہوئی زکاۃ کو لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دے۔ جب حارث نے اسلام قبول کرنے والوں سے زکاۃ کو جمع کر لیا اور جب وہ وقت آ گیا جس میں رسول اللہ ﷺ نے کسی کو اس کے پاس بھیجنے کا ارادہ فرمایا تھا، قاصد رک گیا اور وہ اس کے پاس نہ پہنچا تو حارث نے سمجھا کہ شاید اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کسی وجہ سے ناراض ہو گئے ہیں، اس نے اپنی قوم کے سرداروں کو بلایا اور ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مقرر وقت پر میرے پاس قاصد بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا تاکہ وہ مجھ سے جمع کردہ زکاۃ وصول کر لے، رسول اللہ ﷺ وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے، لہٰذا میرا خیال ہے کہ آپ نے کسی ناراضی کی وجہ سے قاصد کو اب تک نہیں بھیجا، لہٰذا آؤ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

دوسری طرف رسول اللہ ﷺ نے ولید بن عقبہ کو حارث سے جمع کردہ زکاۃ وصول کرنے کے لیے روانہ فرما دیا تھا، ولید جب رستے میں تھا تو اسے ڈر محسوس ہوا اور وہ واپس آ کر کہنے لگا: اللہ کے رسول! حارث نے مجھے زکاۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا اور میرے قتل کا ارادہ کیا ہے، رسول اللہ ﷺ اس سے ناراض ہوئے اور آپ نے حارث کو طلب فرمایا، حارث اپنے ساتھیوں سمیت آیا، ادھر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھیجا ہوا دستہ جب مدینہ سے روانہ ہو کر حارث کی طرف جا رہا تھا تو اس کی حارث سے ملاقات ہو گئی، لوگ کہنے لگے کہ حارث تو یہ آ رہا ہے، جب حارث کی ان سے ملاقات ہوئی تو حارث نے پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ انھوں نے کہا: تیری طرف، پوچھا کیوں؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ولید بن عقبہ کو تیرے پاس بھیجا تھا اور اس نے کہا ہے کہ تو نے اسے زکاۃ دینے سے انکار کیا اور اسے قتل کر دینے کا ارادہ کیا ہے۔ حارث رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں، اس ذات پاک کی قسم جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں نے تو اسے بالکل دیکھا ہی نہیں اور نہ وہ میرے پاس ہی آیا ہے۔ حارث جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: [مَنَعْتَ الزَّكَاةَ وَأَرَدْتَّ قَتْلَ رَسُولِي] ”تم نے زکاۃ دینے سے انکار اور میرے قاصد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ہے۔“ حارث نے

عرض کی: نہیں، اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں نے تو اسے دیکھا ہی نہیں اور نہ وہ میرے پاس ہی آیا ہے اور میں تو رسول اللہ ﷺ کے قاصد کے نہ پہنچنے کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں کیونکہ مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ شاید اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کسی وجہ سے ناراض ہو گئے ہیں، اسی موقع پر سورۂ حجرات کی یہ آیت کریمہ: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ⑥ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۙ⑦ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑧ ﴾ نازل ہوئی۔① اسے ابن ابو حاتم اور طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔②

نبی ﷺ کا حکم ہی سب سے زیادہ بہتر ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ ﴾ ’’اور جان لو کہ تم میں اللہ کے پیغمبر ہیں۔‘‘ یعنی جان لو کہ تم میں اللہ کے پیغمبر موجود ہیں، لہٰذا ان کی تعظیم و توقیر بجا لاؤ، ان کے ساتھ ادب سے پیش آؤ اور ان کے حکم کے آگے سر اطاعت خم کر دو، وہ تمھاری مصلحتوں کو خوب جانتے اور تم پر تم سے بھی زیادہ شفیق ہیں اور تمھارے بارے میں تمھاری اپنی رائے سے، ان کی تمھارے بارے میں رائے زیادہ موزوں ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ﴾ (الأحزاب 6:33) ’’پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔‘‘ پھر فرمایا کہ ان کی مصلحتوں کے حوالے سے ان کی اپنی رائے بہت کمزور ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ ﴾ ’’اگر بہت سی باتوں میں وہ تمھارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ۔‘‘ یعنی اگر تمام باتوں میں وہ تمھارا کہا مان لیں تو اس سے تم مشکل اور حرج میں مبتلا ہو جاؤ جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ؕ ﴾ (المؤمنون 71:23) ’’اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرے تو آسمانوں اور زمین اور جو ان میں ہیں سب درہم برہم ہو جائیں بلکہ ہم ان کے پاس ان کی نصیحت (کی کتاب) لے آئے ہیں، پھر وہ اپنی (کتاب) نصیحت سے اعراض کر رہے ہیں۔‘‘ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ﴾ ’’اور لیکن اللہ نے تمھارے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اس کو تمھارے دلوں میں سجا دیا۔‘‘ یعنی اسے تمھارے نفسوں میں محبوب اور تمھارے دلوں میں مزین کر دیا ہے۔

اسلام اور ایمان میں فرق: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ ﴾ ’’اور کفر اور گناہ اور نافرمانی کو تمھارے لیے ناپسند فرمایا ہے۔‘‘ یعنی کفر اور فسق سے اس نے تم کو بیزار کر دیا ہے، فسوق سے مراد کبیرہ گناہ اور نافرمانی کے کام ہیں اور اس طرح تمام گناہ ہی اس میں آجاتے ہیں اور یہ بھی کمال نصیحت ہی کی بات ہے کہ ایمان کو

---

① مسند أحمد: 279/4 حارث بن ضرار کے مسلمان ہونے کے واقعے کے علاوہ یہ حدیث شواہد کے ساتھ حسن ہے، دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 406,405/30. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3303/10 والمعجم الكبير للطبرانی، ترجمة الحارث بن سرار الخزاعی: 275,274/3، حدیث: 3395.

پسندیدہ اور کفر و عصیان کو اہل ایمان کے دلوں میں ناپسندیدہ ٹھہرا دیا: ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ⑦﴾ ”یہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں۔“ یعنی جو اس صفت سے متصف ہیں وہی راہِ ہدایت پر ہیں اور انھی کو اللہ تعالیٰ نے رشد و بھلائی سے سرفراز فرمایا ہے۔

امام احمد نے ابن رِفاعہ زُرَقی کی ان کے والد سے روایت کو بیان کیا ہے کہ جب غزوۂ احد کے دن مشرکین کو شکست ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام سے فرمایا: [اِسْتَوُوا حَتّٰی أُثْنِیَ عَلٰی رَبِّی] ”سیدھے ہو جاؤ تا کہ میں اپنے رب تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کروں۔“ صحابہ کرام نے آپ کے پیچھے صفیں بنا لیں تو رسول اللہ ﷺ نے یہ دعائیں مانگیں:

[اَللّٰهُمَّ! لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ، اَللّٰهُمَّ! لَا قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَ، وَلَا بَاسِطَ لِمَا قَبَضْتَ، وَلَا هَادِیَ لِمَنْ أَضْلَلْتَ، وَلَا مُضِلَّ لِمَنْ هَدَیْتَ، وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَیْتَ، وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَ، وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ. اَللّٰهُمَّ! اُبْسُطْ عَلَیْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَرِزْقِكَ، اَللّٰهُمَّ! إِنِّی أَسْأَلُكَ النَّعِیمَ الْمُقِیمَ الَّذِی لَا یَحُولُ وَلَا یَزُولُ. اَللّٰهُمَّ! إِنِّی أَسْأَلُكَ النَّعِیمَ یَوْمَ الْعَیْلَةِ، وَالْأَمْنَ یَوْمَ الْخَوْفِ. اَللّٰهُمَّ! إِنِّی عَائِذٌ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا أَعْطَیْتَنَا وَمِنْ شَرِّ مَا مَنَعْتَنَا. اَللّٰهُمَّ! حَبِّبْ إِلَیْنَا الْإِیمَانَ وَزَیِّنْهُ فِی قُلُوبِنَا وَكَرِّهْ إِلَیْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْیَانَ، وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِینَ. اَللّٰهُمَّ! تَوَفَّنَا مُسْلِمِینَ وَأَحْیِنَا مُسْلِمِینَ وَأَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِینَ غَیْرَ خَزَایَا وَلَا مَفْتُونِینَ، اَللّٰهُمَّ! قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِینَ یُكَذِّبُونَ رُسُلَكَ وَیَصُدُّونَ عَنْ سَبِیلِكَ وَاجْعَلْ عَلَیْهِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ، اَللّٰهُمَّ! قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِینَ أُوتُوا الْكِتَابَ، إِلٰهَ الْحَقِّ!]

”اے اللہ! سب تعریف تیرے ہی لیے ہے، اے اللہ! جسے تو کشادہ کر دے اسے کوئی تنگ کرنے والا نہیں اور جسے تو تنگ کر دے اسے کوئی کشادہ کرنے والا نہیں ہے، جسے تو گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے تو ہدایت عطا فرما دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، جسے تو محروم کر دے اسے کوئی دینے والا نہیں اور جسے تو عطا فرما دے اسے کوئی محروم کرنے والا نہیں، جسے تو دور کر دے اسے کوئی قریب کرنے والا نہیں اور جسے تو قریب کر دے اسے کوئی دور کرنے والا نہیں، اے اللہ! تو ہم پر اپنی برکتوں، اپنی رحمت، اپنے فضل اور اپنے رزق کو فراوانی کے ساتھ نازل فرما، اے اللہ! میں تجھ سے اس ہمیشہ قائم رہنے والی نعمت کا سوال کرتا ہوں جو کبھی نہ ختم ہو اور نہ زائل ہو، اے اللہ! میں تجھ سے تنگ دستی کے دن نعمت اور خوف کے دن امن کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! تو نے ہمیں جو عطا فرمایا ہے اس کی برائی سے اور جو عطا نہیں فرمایا اس کی بھی برائی سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! ایمان کو ہمارے لیے محبوب بنا دے اور اسے ہمارے دلوں میں سجا دے اور کفر اور گناہ اور نافرمانی کو ہمارے لیے ناپسندیدہ بنا دے اور ہمیں ہدایت یافتہ لوگوں میں بنا دے۔ اے اللہ! ہمیں مسلمان فوت کرنا اور مسلمان زندہ رکھنا اور نیک لوگوں کے ساتھ اس طرح شامل کر دینا کہ ہم نہ رسوا ہوں اور نہ کسی فتنے میں مبتلا، اے اللہ! ان کافروں کو قتل کر دے جو تیرے پیغمبروں کی تکذیب کرتے اور تیرے رستے سے روکتے ہیں، ان پر اپنا عذاب نازل فرما، اے اللہ! ان کافروں کو قتل کر دے جنھیں کتاب دی گئی تھی، اے معبود برحق (ہماری دعا قبول فرما!)“① اسے امام نسائی نے عمل

---

① مسند أحمد: 424/3 اس حدیث کی سند متکلم فیہ ہے۔

وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا ۚ فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰٮهُمَا

اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر (ان) دونوں میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے، تو تم

عَلَى الۡاُخۡرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىۡ تَبۡغِىۡ حَتّٰى تَفِىۡٓءَ اِلٰٓى اَمۡرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا

اس سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، حتی کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ لوٹ آئے تو تم ان دونوں کے درمیان عدل (حق) کے

بَيۡنَهُمَا بِالۡعَدۡلِ وَاَقۡسِطُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ ⑨ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَةٌ

ساتھ صلح کرا دو، اور تم انصاف کرو، بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ⑨ مومن تو (ایک دوسرے کے) بھائی ہیں،

فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَ اَخَوَيۡكُمۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ⑩ ع 1 10 13 الثلثة

لہٰذا تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو، اور تم اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ⑩

الیوم واللیلۃ میں ذکر کیا ہے۔ ①

پھر فرمایا: ﴿ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعۡمَةً ؕ ﴾ ’’اللہ کے فضل اور احسان سے۔‘‘ یعنی یہ عطیہ جو اللہ تعالیٰ نے تمھیں عطا فرمایا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی تم پر نعمت ہے، ﴿ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ⑧ ﴾ ’’اور اللہ خوب جاننے والا، بڑا حکمت والا ہے۔‘‘ یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ ہدایت کا مستحق کون ہے اور گمراہی کا مستحق کون۔ اور وہ اپنے تمام اقوال، افعال اور شرع و قدر میں حکمت والا ہے۔

تفسیر آیات:10,9

لڑنے والے مومنوں میں صلح کرا دینے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے پر زیادتی کرنے والی جماعتوں میں صلح کرا دینے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا ۚ ﴾ ’’اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں کی آپس میں صلح کرا دو۔‘‘ لڑائی کے باوجود ان لڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے مومن قرار دیا ہے، اس آیت کریمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر کئی ائمہ نے استدلال کیا ہے کہ معصیت خواہ کتنی بڑی ہو اس سے انسان ایمان سے خارج نہیں ہوتا جیسا کہ خوارج اور ان کی اتباع کرنے والے معتزلہ مرتکب معصیت کو دائرہ ایمان سے خارج بتاتے ہیں۔ ② صحیح بخاری ہی میں حسن کی ابوبکرہ سے حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ ارشاد فرمایا اور آپ کے ساتھ منبر پر حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی تھے، آپ کبھی ان کی طرف دیکھتے اور کبھی لوگوں کی طرف اور پھر فرمایا: [إِنَّ ابۡنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰهَ (تَعَالٰى) أَنۡ يُّصۡلِحَ بِهٖ بَيۡنَ فِئَتَيۡنِ عَظِيۡمَتَيۡنِ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ] ’’میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کرا دے۔‘‘ ③ آپ ﷺ کی یہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی، طویل

---

① السنن الکبرٰی للنسائی، عمل الیوم واللیلة، باب الاستنصار عند اللقاء: 156/6، حدیث: 10445. ② صحیح البخاری، الإیمان، باب: ﴿ وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴾ ، قبل الحدیث: 31. ③ صحیح البخاری، الصلح، باب قول النبی ﷺ للحسن بن علی رضی اللہ عنہما......، حدیث: 2704.

جنگوں اور ہولناک واقعات کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اہل شام اور اہل عراق میں صلح کرا دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنۢ بَغَتْ إِحْدَىٰهُمَا عَلَى ٱلْأُخْرَىٰ فَقَٰتِلُوا۟ ٱلَّتِى تَبْغِى حَتَّىٰ تَفِىٓءَ إِلَىٰٓ أَمْرِ ٱللَّهِ﴾ ”پس اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹ آئے، حق کو سن کر مان لے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا] ”اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مظلوم کی تو مدد کروں گا لیکن ظالم کی مدد کس طرح کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ (فَذَاكَ نَصْرُكَ إِيَّاهُ)] ”اسے ظلم سے روکو تو یہ تمھارا اس کی مدد کرنا ہی ہوگا۔“② سعید بن جبیر نے ذکر کیا ہے کہ اوس و خزرج میں ڈنڈوں اور جوتوں کے ساتھ لڑائی ہوتی رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرما کر انھیں صلح کرنے کا حکم دیا ہے۔ ③ سدی کہتے ہیں کہ عمران نامی ایک انصاری تھا، اس کی بیوی کا نام ام زید تھا، عورت نے اپنے میکے جانا چاہا تو اس نے اسے منع کر دیا اور بالا خانے میں بند کر دیا تا کہ اس کے میکے میں سے اس کے پاس کوئی نہ آسکے، عورت نے اپنے خاندان والوں کو پیغام بھیج کر بلایا، وہ آئے اور انھوں نے اسے بالا خانے سے نیچے اتارا تا کہ اسے اپنے ساتھ لے جائیں، آدمی نے باہر نکل کر اپنے خاندان کے لوگوں کو بلایا تو اس کے چچازاد بھائی آگئے تا کہ وہ عورت کے خاندان والوں کو اسے نہ لے جانے دیں، اس طرح لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا اور جوتے چلنے لگے تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرما دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پیغام بھیج کر انھیں اپنے پاس بلایا، ان میں صلح کرادی اور یہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ ④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِن فَآءَتْ فَأَصْلِحُوا۟ بَيْنَهُمَا بِٱلْعَدْلِ وَأَقْسِطُوٓا۟ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُقْسِطِينَ ⑨﴾ ”پس جب وہ (فریق) لوٹ آئے تو دونوں فریقوں میں انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“ یعنی بعض نے بعض پر جو زیادتی کی ہو تو ان میں عدل و انصاف کر دیا کرو کیونکہ ﴿إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُقْسِطِينَ ⑨﴾ ”بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“ امام ابن ابو حاتم نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الْمُقْسِطِينَ فِي الدُّنْيَا، عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ لُؤْلُؤٍ بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ بِمَا أَقْسَطُوا فِي الدُّنْيَا] ”یقیناً دنیا میں عدل و انصاف کرنے والے، دنیا میں اس انصاف کی وجہ سے رحمان عزوجل کے سامنے موتیوں سے بنے ہوئے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے۔“⑤ اسے امام نسائی نے بھی بیان کیا ہے۔ ⑥

---

① اس صلح کی تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے صحیح البخاری، الصلح، باب قول النبی ﷺ للحسن بن علی ؓ: [إن ابنی ......]، حدیث: 2704 . ② صحیح البخاری، الإکراہ، باب یمین الرجل لصاحبہ: أنه أخوه ......، حدیث: 6952 جبکہ قوسین والے الفاظ جامع الترمذی، الفتن، باب: [انصر أخاك ......]، حدیث: 2255 میں ہیں۔ ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 3304/10 وتفسیر الطبری: 166/26. ④ تفسیر الطبری: 166/26. ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم: 3304/10 . ⑥ السنن الکبرٰی للنسائی، القضاء، باب ذکر الاختلاف علی الزہری فی ہذا الحدیث: 460/3، حدیث: 5917 مزید دیکھیے مسند أحمد: 159/2.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا

اے ایمان والو! مردوں کی کوئی جماعت دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائے، ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں، اور نہ

نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا

عورتیں دوسری عورتوں کا (مذاق اڑائیں) ہوسکتا ہے کہ وہ (عورتیں) ان سے بہتر ہوں، اور تم آپس میں (ایک دوسرے پر) عیب نہ لگاؤ،

بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ

اور تم ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو، ایمان (لانے) کے بعد فاسقانہ نام (سے پکارنا) برا ہے۔ اور جس نے توبہ نہ کی، تو وہی

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪

(لوگ) ظالم ہیں⑪

اخوت اس کو کہتے ہیں……: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ﴾ ”بے شک مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔“ یعنی تمام مومن آپس میں دینی بھائی ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ] ”مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ خود اس پر ظلم کرے اور نہ ظلم کے لیے اسے کسی کے سپرد کرے۔“① اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ] ”اللہ تعالیٰ اس وقت اپنے بندے کی مدد میں ہوتا ہے، جب بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔“② یہ بھی صحیح حدیث میں ہے کہ [إِذَا دَعَا (الْمُسْلِمُ) لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ (قَالَ الْمَلَكُ:) آمِينَ! وَلَكَ بِمِثْلٍ] ”جب کوئی مسلمان غائبانہ طور پر اپنے بھائی کے لیے دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے: آمین! اور تجھے بھی اللہ تعالیٰ اسی طرح عطا فرمائے۔“③ اس مفہوم کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَ(تَوَاصُلِهِمْ)، (كَمَثَلِ) الْجَسَدِ (الْوَاحِدِ) إِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى] ”باہمی محبت، رحمدلی اور میل جول کے اعتبار سے مومنوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ جب اس کے کسی ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم بیداری اور بخار کی وجہ سے بے قرار ہو جاتا ہے۔“④ اسی طرح یہ بھی صحیح حدیث میں ہے: [اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ

---

① صحیح البخاری، المظالم، باب: لا یظلم المسلم المسلم……، حدیث: 2442 و صحیح مسلم، البر والصلة……، باب تحریم الظلم، حدیث: 2580 عن ابن عمر رضی اللہ عنہ. ② صحیح مسلم، الذکر والدعاء……، باب فضل الاجتماع علی تلاوة ……، حدیث: 2699 عن أبی ہریرة رضی اللہ عنہ. ③ سنن أبی داود، الوتر، باب الدعاء بظهر الغیب، حدیث: 1534 اس میں پہلی قوسین والے لفظ کے بجائے [اَلرَّجُلُ] ہے جبکہ دوسری قوسین والے الفاظ صحیح مسلم، الذکر والدعاء……، باب فضل الدعاء للمسلمین……، حدیث: (87)-2732 عن أبی الدرداء رضی اللہ عنہ میں ہیں۔ ④ صحیح البخاری، الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، حدیث: 6011 دوسری قوسین والا لفظ بھی اسی میں ہے، پہلی قوسین والا لفظ شعب الإیمان للبیہقی، باب فی التعاون علی البر والتقوٰی: 102/6، حدیث: 7609 میں جبکہ تیسری قوسین والا لفظ آداب الصحبة لأبی عبدالرحمٰن السلمی، حدیث: 2 میں ہے اور باقی حدیث صحیح مسلم، البر والصلة……، باب تراحم المؤمنین……، حدیث: 2586 عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔

يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا] ''مومن، مومن کے لیے دیوار کے مانند ہے کہ اس کا بعض حصہ بعض کے لیے مضبوطی کا باعث ہوتا ہے۔'' آپ نے یہ بات سمجھانے کے لیے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے دکھایا۔ ① ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ﴾ ''تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو۔''، یعنی لڑنے والی دونوں جماعتوں میں صلح کرا دیا کرو۔ ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ ''اور اللہ سے ڈرتے رہو۔'' اپنے تمام امور میں، ﴿ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ ﴾ ''شاید تم پر رحم کیا جائے۔'' اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو اسے یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہوتی ہے۔

تفسیر آیت :11

تمسخر کرنے اور حقیر جاننے کی ممانعت: اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے تمسخر کرنے، انھیں حقیر جاننے اور ان کا استہزاء کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [......لٰكِنَّ الْكِبْرَ مَنْ بَطَرَ الْحَقَّ وَغَمَصَ النَّاسَ] ''......لیکن جس نے حق کو ٹھکرایا اور لوگوں کو حقیر جانا اس نے تکبر کیا۔'' ② اور [......غَمْطُ النَّاسِ] ''......لوگوں کو حقیر سمجھنا۔'' بھی روایت کیا گیا ہے۔ ③ مراد یہ ہے کہ لوگوں کو حقیر اور ذلیل سمجھنا حرام ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جس شخص کو حقیر گردانا جا رہا ہو، اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے بڑی قدر و منزلت حاصل ہو اور اسی لیے فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ ﴾ ''مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں، عورتوں سے تمسخر کریں ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں۔'' پہلے مردوں کو اسی سے واضح طور پر منع فرمایا اور پھر اسی پر عطف کے ذریعے سے عورتوں کو بھی اس سے منع فرما دیا۔

﴿ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ﴾ ''اور آپس میں (ایک دوسرے پر) عیب نہ لگاؤ۔'' یعنی لوگوں کو عیب نہ لگاؤ، طعنہ زنی کرنے والے اور عیب لگانے والے لوگ مذموم اور ملعون ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝ ﴾ (الهمزة 1:104) ''ہر طعنہ زن، عیب جو کے لیے ہلاکت ہے۔'' ھمز کا تعلق فعل سے اور لمز کا قول سے ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۝ ﴾ (القلم 11:68) ''طعنہ زنی کرنے والا، چغلیاں لیے پھرنے والا۔'' یعنی لوگوں کو حقیر جانتا، ان پر طعن کرتا، ان پر سرکشی کرتا ہے اور ان میں چغلیاں لیے پھرتا ہے۔ چغل خوری کا تعلق قول سے ہوتا ہے اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ﴾ ''اور آپس میں (ایک دوسرے پر) عیب نہ لگاؤ۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ ﴾ (النسآء 29:4) ''اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔'' یعنی ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ ابن عباس ؓ، مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ اور مقاتل بن حیان رحمہم اللہ ﴿ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ

---

① صحيح البخاري، المظالم، باب نصر المظلوم، حديث: 2446 وصحيح مسلم، البر والصلة......، باب تراحم المؤمنين ......، حديث: 2585 عن أبي موسى الأشعري ؓ. ② جامع الترمذي، البر والصلة، باب ما جاء في الكبر، حديث: 1999 عن ابن مسعود ؓ ومسند أحمد: 170,169/2 عن عبدالله بن عمرو ؓ وصحيح ابن حبان، الزينة والتطييب، ذكر الأخبار عن جواز تحسين المرء......: 281/12، حديث: 5467 عن أبي هريرة ؓ. ③ صحيح مسلم، الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه، حديث: 91 عن ابن مسعود ؓ.

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا

اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچو، بلاشبہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔ اور تم ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو، اور نہ تم میں سے

تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا

کوئی دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ تو (ظاہر ہے کہ) تم اسے ناپسند

فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫

کرتے ہو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ⑫

ایک دوسرے پر طعنہ زنی نہ کرو۔ ①

برے نام رکھنے اور پکارنے کی ممانعت: ﴿ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ ﴾ ’’اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔‘‘ یعنی ایک دوسرے کو ایسے برے القاب سے نہ پکارو جن کا سننا کسی شخص کو برا لگتا ہو۔ امام احمد نے ابوجبیرہ بن ضحاک سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ہم بنوسلمہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ منورہ کو قدوم میمنت لزوم سے نوازا تو اس وقت ہم میں سے ہر شخص کے دو دو یا تین تین نام تھے، آپ ان میں سے کسی کو جب ان میں سے کسی نام سے پکارتے تو لوگ بتاتے کہ اللہ کے رسول وہ اس نام سے ناراض ہوتا ہے تو اس وقت یہ حکم نازل ہوا: ﴿ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ ﴾ ’’اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔‘‘ ② اسے امام ابو داود نے بھی بیان کیا ہے۔ ③ ﴿ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ ﴾ ’’ایمان لانے کے بعد برا نام (رکھنا) گناہ ہے۔‘‘ یعنی بری صفت اور برا نام رکھنا گناہ ہے اور جب تم دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے ہو اور تم نے دین اسلام کو خوب سمجھ لیا ہے تو پھر زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کی طرح ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔ ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ ﴾ ’’اور جس نے توبہ نہ کی‘‘ اس برے نام رکھنے سے، ﴿ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪ ﴾ ’’تو یہی ظالم ہیں۔‘‘

تفسیر آیت:12

بدگمانی کی ممانعت: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو بہت گمان کرنے سے منع فرمایا ہے اور وہ یہ کہ اہل واقارب اور لوگوں پر ناجائز تہمت لگائی جائے کیونکہ اس طرح کی بعض بدگمانیاں اور تہمتیں محض گناہ ہوتی ہیں، لہٰذا ازراہِ احتیاط اس سے بہت اجتناب کرنا چاہیے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ فرمایا کرتے تھے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے مومن بھائی کی بات کو اچھائی پر محمول کرو۔ ④ امام احمد نے اس قول کو کتاب الزھد میں ذکر فرمایا ہے۔ امام مالک ؒ نے حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِيَّاكُم وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَنَافَسُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا] ’’گمان سے احتراز

---

① تفسیر الطبری : 170/26 وتفسیر القرطبی : 327/16. ② مسند أحمد : 69/4 و260 . ③ سنن أبی داود، الأدب، باب فی الألقاب، حدیث : 4962 . ④ الدر المنثور : 99/6 .

کرو کیونکہ گمان سب سے جھوٹی بات ہوتی ہے، ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو، ایک دوسرے کے عیب تلاش نہ کرو، ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے میں رغبت نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے کی پشت پیچھے بات نہ کیا کرو اور سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ ''① اسے امام بخاری، مسلم اور ابوداود نے بھی بیان کیا ہے۔②

حضرت انس ؓ سے روایت ہے ، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[لَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا وَّلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَّهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ (ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ)] ''ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو، ایک دوسرے کے پس پشت بات نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ، کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بھائی سے تین دن سے زیادہ عرصے تک قطع تعلق کرے۔'' اس حدیث کو امام مسلم اور ترمذی نے بیان کیا اور ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔③

﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا﴾ ''اور ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو۔'' تجسس کا لفظ اکثر و بیشتر برے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے، جاسوس کا لفظ بھی اسی سے ہے اور تحسس کا لفظ اکثر و بیشتر اچھے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب ؑ کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا تھا: ﴿يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ﴾ (یوسف 87:12) ''میرے بیٹو! (یوں کرو کہ ایک دفعہ پھر) جاؤ پس یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔'' البتہ یہ دونوں لفظ برے مفہوم میں بھی استعمال ہوتے ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[لَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَاللّٰهِ إِخْوَانًا] ''ایک دوسرے کے عیوب تلاش نہ کرو، ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے کے پس پشت بات نہ کرو اور تم سب اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ۔''④ امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ تجسس کسی چیز کی تلاش کو کہتے ہیں جبکہ تحسس ایسے لوگوں کی بات سننے کی کوشش کرنا جو اسے ناپسند کرتے ہوں یا لوگوں کے دروازوں پر جا کر ان کی باتوں کو سننے کی کوشش کرنا اور تدابر کے معنی اعراض کرنے کے ہیں۔ امام اوزاعی کے اس قول کو ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔⑤

---

① الموطأ للإمام مالك، حسن الخلق، باب ماجاء في المهاجرة: 364/2، حديث: 1730. ② صحيح البخاري، الأدب، باب: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا......﴾، حديث: 6066 و صحيح مسلم، البروالصلة......، باب تحريم الظن......، حديث: 2563 وسنن أبي داود، الأدب، باب في الظن، حديث: 4917. ③ صحيح مسلم، البروالصلة......، باب تحريم الظن......، حديث: 2563 وجامع الترمذي، البروالصلة، باب ماجاء في الحسد، حديث: 1935 واللفظ له جبکہ قوسین والے الفاظ صحیح البخاري، الأدب، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر، حديث: 6065 میں ہیں۔ ④ صحيح البخاري، الفرائض، باب تعليم الفرائض، حديث: 6724 وصحيح مسلم، البروالصلة......، باب تحريم الظن......، حديث: (30)-2563 عن أبي هريرة ؓ. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 3305/10.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ ﴾ ”اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔“ اس ارشاد میں غیبت سے منع فرما دیا گیا ہے اور شارع نے اس کی تفسیر اس طرح بیان فرمائی جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسے امام ابوداود نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! غیبت کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ] ”تمھارا اپنے بھائی کو اس طرح یاد کرنا جسے وہ ناپسند کرے۔“ عرض کی گئی کہ میرے بھائی میں واقعی وہ خرابی موجود ہو جو میں نے بیان کی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَإِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهَتَّهُ] ”اگر اس میں وہ خرابی موجود ہے جو تم نے بیان کی تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ بات موجود نہ ہو جو تم کہہ رہے ہو تو تم نے اس پر بہتان لگایا ہے۔“ ① امام ترمذی نے اس حدیث کو بیان کیا اور حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ②

غیبت کے بارے میں سخت سرزنش آئی ہے، اسی وجہ سے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے غیبت کو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ ﴾ ”کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے (تو غیبت نہ کرو۔)“ یعنی جس طرح طبعی طور پر اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے سے نفرت کرتے ہو، اسی طرح شرعی طور پر اس کی غیبت سے بھی نفرت کرو کیونکہ اس کی سزا اس سے بھی زیادہ شدید ہے، غیبت سے نفرت دلانے اور اس سے احتراز کرنے کے لیے یہ مثال بیان کی گئی ہے جیسا کہ اپنے ہبہ کو واپس لینے والے کے لیے آنحضرت ﷺ نے یہ مثال بیان فرمائی ہے کہ [...... كَالْكَلْبِ يَقِيءُ ثُمَّ (يَرْجِعُ) فِي قَيْئِهِ] ”......وہ اس کتے کی طرح ہے جو قے کرے اور پھر اسے چاٹ لے۔“ ③ اور ساتھ ہی آپ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ [لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ......] ”ہمارے لیے بری مثال نہیں ہے......۔“ ④

صحاح، حسان اور مسانید میں کئی طرق سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا: [فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا] ”بے شک تمھارے خون اور تمھارے اموال اور تمھاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح یہ دن تمھارے اس شہر میں اور تمھارے اس مہینے میں، قابل احترام ہے۔“ ⑤ امام ابوداود نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ

---

① سنن أبي داود، الأدب، باب في الغيبة، حديث: 4874 . ② جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في الغيبة، حديث: 1934 . ③ صحيح البخاري، الهبة وفضلها......، باب هبة الرجل لامرأته ......، حديث: 2589 و صحيح مسلم، الهبات، باب تحريم الرجوع في الصدقة......، حديث: 1622 جبکہ قوسین والا لفظ سنن ابن ماجه، الصدقات، باب الرجوع في الصدقة، حديث: 2391 عن ابن عباس ﷺ میں ہے۔ ④ صحيح البخاري، الهبة وفضلها......، باب لا يحل لأحد أن يرجع في هبة وصدقة، حديث: 2622 عن ابن عباس ﷺ. ⑤ صحيح البخاري، الحج، باب الخطبة أيام منى، حديث: 1739 عن ابن عباس ﷺ و صحيح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حديث: 1218 عن جابر بن عبدالله ﷺ و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة التوبة، حديث: 3087 عن عمرو بن الأحوص ﷺ و مسند أحمد: 230/1 عن ابن عباس ﷺ.

نے فرمایا:[كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: مَالُهُ وَعِرْضُهُ وَدَمُهُ، حَسْبُ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ يَّحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ] ’’مسلمان سارے کا سارا، اس کا مال، اس کی عزت اور اس کا خون دوسرے مسلمان کے لیے حرام ہے، آدمی کے لیے اتنی برائی ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔‘‘① امام ترمذی نے اس حدیث کو بیان کیا اور حسن غریب قرار دیا ہے۔②

حافظ ابو یعلیٰ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ کے چچازاد بھائی سے روایت کیا ہے کہ ماعز رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: اللہ کے رسول! میں نے زنا کر لیا ہے، آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا حتی کہ اس نے یہ بات چار دفعہ کہی، جب اس نے یہ بات پانچویں دفعہ کہی تو آپ نے فرمایا:[زَنَيْتَ؟] ’’تو نے زنا کیا ہے؟‘‘ اس نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا:[وَتَدْرِي مَا الزِّنٰى؟] ’’تم جانتے ہو زنا کیا ہوتا ہے؟‘‘ اس نے عرض کی: جی ہاں، آدمی اپنی عورت سے جو کام حلال طریقے سے کرتا ہے میں نے اس کا ارتکاب حرام طریقے سے کیا ہے، آپ نے فرمایا:[مَا تُرِيدُ إِلٰى هٰذَا الْقَوْلِ؟] ’’اس بات سے تمھارا کیا ارادہ ہے؟‘‘ اس نے جواب دیا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ آپ مجھے پاک کر دیں، راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[أَدْخَلْتَ ذٰلِكَ مِنْكَ فِي ذٰلِكَ مِنْهَا كَمَا يَغِيبُ الْمِيلُ فِي الْمُكْحُلَةِ (وَالرِّشَاءُ فِي الْبِئْرِ)؟] ’’کیا تم نے اپنے عضو خاص کو اس کے مقام مخصوص میں اس طرح داخل کر دیا تھا جس طرح سلائی سرمہ دانی میں یا ڈول کنویں میں غائب ہو جاتا ہے؟‘‘ اس نے جواب دیا: جی ہاں، اللہ کے رسول! راوی کہتے ہیں، پھر آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دے دیا تو اسے رجم کر دیا گیا، نبیٔ اکرم ﷺ نے دو آدمیوں کو باتیں کرتے ہوئے سنا، ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے یہ کہہ رہا تھا: کیا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈالا تھا مگر اس نے اپنے آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک اسے کتے کی طرح رجم نہ کر دیا گیا، پھر نبی ﷺ چلتے رہے حتی کہ آپ کا ایک گدھے کی لاش کے پاس سے گزر ہوا، آپ نے فرمایا:[أَيْنَ فُلَانٌ وَّفُلَانٌ؟ انْزِلَا فَكُلَا مِنْ جِيفَةِ هٰذَا الْحِمَارِ] ’’فلاں اور فلاں شخص کہاں ہیں؟ اترو اور تم اس گدھے کی لاش کو کھاؤ۔‘‘ وہ بولے کہ اللہ آپ کو معاف فرمائے، اللہ کے رسول! کیا یہ چیز بھی کھائی جاتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[فَمَا نِلْتُمَا مِنْ أَخِيكُمَا آنِفًا أَشَدُّ أَكْلًا مِّنْهُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّهُ الْآنَ فِي أَنْهَارِ الْجَنَّةِ (يَنْغَمِسُ) فِيهَا] ’’تم نے اپنے بھائی کی جو ابھی غیبت کی تھی وہ تو اس کے کھانے سے بھی زیادہ سخت ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ تو اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔‘‘③ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

امام احمد نے جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک بدبودار لاش کی بدبو بلند ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[أَتَدْرُونَ مَا هٰذِهِ الرِّيحُ؟ هٰذِهِ رِيحُ الَّذِينَ يَغْتَابُونَ الْمُؤْمِنِينَ] ’’کیا تم جانتے ہو کہ یہ بدبو کیسی ہے؟ یہ ان کی بدبو ہے جو مومنوں کی غیبت کرتے ہیں۔‘‘④

---

① سنن أبي داود، الأدب، باب في الغيبة، حديث :4882 . ② جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في شفقة المسلم على المسلم، حديث :1927. ③ مسند أبي يعلى الموصلي 525,524/10 ، حديث:6140 جبکہ دونوں قوسوں والے الفاظ سنن أبي داود، الحدود، باب رجم ماعز بن مالك، حديث:4428 میں ہیں۔ ④ مسند أحمد :351/3.

يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ

اے لوگو! بلاشبہ ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور ہم نے تمھارے خاندان اور قبیلے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو،

لِتَعَارَفُوْا ؕ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ ؕ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ⑬

بلاشبہ اللہ کے ہاں تم میں سے زیادہ عزت والا (وہ ہے جو) تم میں سے زیادہ متقی ہے، بلاشبہ اللہ بہت علم والا، خوب باخبر ہے ⑬

غیبت اور چغلی کرنے والے کی توبہ کا طریقہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ ﴾ ”اور اللہ سے ڈرو۔“ یعنی اس نے تمھیں جو حکم دیا ہے اور جن باتوں سے منع فرمایا ہے اس کی پابندی کرو اور اس سے ڈرتے رہو۔ ﴿ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫ ﴾ ”بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ یعنی وہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس کے حضور توبہ کرے اور اس پر رحم فرماتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے اور اس کی ذات پاک پر بھروسا کرے۔ جمہور علماء کا قول ہے کہ لوگوں کی غیبت کرنے والے کی توبہ کا طریقہ ہے کہ وہ اس سے باز آ جائے، پختہ ارادہ کرے کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کرے گا۔ پہلے جو کوتاہی ہوئی کیا اس پر ندامت بھی شرط ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق علماء میں اختلاف ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ جس کی غیبت کی گئی ہو کیا اس سے معاف کرانا بھی شرط ہے یا نہیں۔ دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ اس سے معاف کرانا شرط نہیں ہے کیونکہ وہ جب اسے بتائے گا کہ اس نے اس کی غیبت کی ہے تو ہو سکتا ہے کہ علم ہونے کی صورت میں اسے علم نہ ہونے کی صورت سے زیادہ تکلیف پہنچے، لہٰذا اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ان مجالس میں اس کی تعریف کرے جن میں اس نے اس کی مذمت کی تھی اور حسب مقدور غیبت کو دور کرنے کی کوشش کرے تا کہ یہ اس کا بدلہ ہو جائے۔

تفسیر آیت: 13

تمام انسان آدم و حوا علیہما السلام کی اولاد ہیں: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مطلع کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے ان سب کو ایک شخص سے پیدا کیا اور پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا، اس سے مراد آدم و حوا علیہما السلام ہیں، پھر انھیں مختلف قومیں بنا دیا، شعوب کا لفظ قبائل کی نسبت زیادہ عام ہے اور قبائل کے بعد بھی کئی مراتب ہیں، مثلاً: فصائل، عشائر، عمائر اور افخاذ وغیرہ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شعوب سے مراد قبائل عجم اور قبائل سے مراد قبائل عرب ہیں جیسا کہ اسباط قبائل بنی اسرائیل کو کہا جاتا ہے، ان تمام اشیاء کو میں نے ایک مستقل مقدمے میں بیان کیا ہے جسے ابو عمر بن عبدالبر کی کتاب الأشباہ اور کتاب القصد والأمم فی معرفة أنساب العرب والعجم سے استفادہ کر کے مرتب کیا ہے۔ تمام انسان، آدم و حوا علیہما السلام کی طرف خاکی نسبت کی بنا پر شرف و عزت میں برابر ہیں، البتہ دینی امور کے اعتبار سے انھیں ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ دینی امور سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے غیبت اور ایک دوسرے کو حقیر جاننے کی ممانعت کے بعد لوگوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بشریت کے اعتبار سے وہ سب برابر ہیں: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ ﴾ ”لوگو! بے شک ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔“ تا کہ باہمی طور پر تعارف حاصل ہو جائے کیونکہ ہر شخص

اپنے قبیلے ہی سے پہچانا جاتا ہے۔ امام مجاہد نے ﴿ لِتَعَارَفُوْا ؕ ﴾ کے بارے میں فرمایا ہے کہ جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں بن فلاں کا تعلق فلاں قبیلے سے ہے۔ ① سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ حِمیَر اپنی اقوام کی طرف اور عرب حجاز اپنے قبائل کی طرف نسبت کرتے تھے۔

اللہ کے ہاں عزت کا معیار تقویٰ ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ ﴾ ”بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے، جو زیادہ پرہیز گار ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمھیں فضیلت تقوے کی بنیاد پر حاصل ہے، حسب ونسب کی بنیاد پر نہیں جیسا کہ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی بہت سی احادیث مبارکہ بھی مروی ہیں۔ امام بخاری نے ابوہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ معزز کون ہے۔ آپ نے فرمایا: [أَكْرَمُهُمْ عِنْدَاللّٰهِ أَتْقَاهُمْ] ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔“ صحابہ نے عرض کی: ہمارا آپ سے اس بارے میں سوال نہیں ہے، آپ نے فرمایا: [فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيلِ اللّٰهِ] ”لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والے یوسف ہیں جو اللہ کے نبی ہیں، اللہ کے نبی کے بیٹے ہیں اور ان کے دادا اللہ کے نبی خلیل اللہ حضرت ابراہیم ؑ کے صاحبزادے ہیں۔“ صحابہ نے عرض کی: ہمارا آپ سے اس بارے میں بھی سوال نہیں ہے، آپ نے فرمایا: [فَعَنْ مَّعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِي؟] ”پھر تم مجھ سے قبائل عرب کے بارے میں پوچھتے ہو؟“ صحابہ نے عرض کی: جی ہاں، آپ نے فرمایا: [فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوا] ”تم میں سے جو لوگ جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں، بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کر لیں۔“ ② امام بخاری ؒ نے اس حدیث کو صحیح بخاری کے کئی ایک مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ ③ امام نسائی نے اسے تفسیر میں روایت کیا ہے۔ ④

ایک اور حدیث: امام مسلم ؒ نے ابوہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ] ”بے شک اللہ تمھاری صورتوں اور تمھارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمھارے دلوں اور تمھارے عملوں کو دیکھتا ہے۔“ ⑤ اسے ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ⑥

ایک اور حدیث: امام ابن ابوحاتم نے ابن عمر ؓ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن اپنی ناقہ قصوا پر طواف کیا، ارکان کو آپ نے اس چھڑی کے ساتھ چھوا جو آپ کے دست مبارک میں تھی، آپ نے مسجد میں اونٹنی

---

① تفسير الطبرى: 26/181. ② صحيح البخارى، التفسير، باب قوله: ﴿ لَقَدْ كَانَ فِیْ یُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ …… ﴾ (يوسف 12:7)، حديث: 4689. ③ صحيح البخارى، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا ۝ ﴾ (النسآء 4:125)، حديث: 3353، 3374، 3383. ④ السنن الكبرٰى للنسائى، التفسير، باب قوله تعالىٰ: ﴿ لَقَدْ كَانَ فِیْ یُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ …… ﴾ (يوسف 12:7) 6/367، حديث: 11249. ⑤ صحيح مسلم، البر والصلة……، باب تحريم ظلم المسلم……، حديث: (34)-2564. ⑥ سنن ابن ماجه، الزهد، باب القناعة، حديث: 4143.

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ

دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لائے۔ آپ کہہ دیجیے: تم ایمان نہیں لائے، لیکن تم یوں کہو کہ ہم نے اسلام قبول کیا، اور ابھی تک ایمان

الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ

تمھارے دلوں میں داخل (راسخ) نہیں ہوا، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تو وہ تمھارے اعمال (کی جزا) میں سے کچھ بھی کم

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑭ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ

نہیں کرے گا، بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ⑭ بس (سچے) مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے،

يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ⑮

پھر انھوں نے شک نہ کیا، اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے (مومن) ہیں ⑮

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: کیا تم اللہ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو؟ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑯ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ

اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے⑯ وہ (دیہاتی) آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہوئے، کہہ دیجیے: تم مجھ پر اپنے اسلام

اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑰ اِنَّ

(لانے) کا احسان نہ جتاؤ، بلکہ اللہ تم پر یہ احسان فرماتا ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کی ہدایت دی، اگر تم سچے ہو ⑰ بلاشبہ

اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑱ ع 2 8 14

اللہ آسمانوں اور زمین کی چھپی باتیں جانتا ہے، اور اللہ خوب دیکھ رہا ہے جو تم عمل کرتے ہو⑱

کو بٹھانے کے لیے کوئی جگہ نہ پائی حتی کہ آپ لوگوں کے ہاتھوں پر اس سے اترے اور ناقہ کو بطن مسیل کی طرف لے جا کر بٹھا دیا گیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے سواری پر سوار ہو کر لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی وہ حمد و ثنا بیان کی جس کا وہ اہل ہے، پھر فرمایا: [يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ (عُبِّيَّةَ) الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَظُّمَهَا بِآبَائِهَا، فَالنَّاسُ رَجُلَانِ: رَجُلٌ بَرٌّ تَقِيٌّ كَرِيمٌ عَلَى اللّٰهِ وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ هَيِّنٌ عَلَى اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ⑬﴾ ثُمَّ قَالَ: أَقُولُ قَوْلِي هٰذَا وَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِي وَلَكُمْ] ”اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت اور اپنے آباء پر فخر و غرور کو دور دور کر دیا ہے، پس لوگ دو قسم کے ہیں: (1) (ایک) نیکوکار، پرہیزگار، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز اور (2) (دوسرے) گناہ گار، بدبخت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بے قدر، بے شک اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ”لوگو! بے شک ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کرو (اور) اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، سب سے خبردار ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”بس میں

تم سے اپنی یہ بات کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمھارے لیے بخشش کی دعا کرتا ہوں۔‘‘① اسی طرح اسے عبد بن حمید نے بھی ذکر کیا ہے۔②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ⑬ ﴾ ’’بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے۔‘‘ یعنی وہ تمھیں جانتا اور تمھارے امور سے باخبر ہے جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے، جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے جس پر چاہتا ہے فضیلت عطا فرما دیتا ہے۔ وہ ان تمام امور و معاملات میں حکیم، علیم اور خبیر ہے۔

اس آیت کریمہ اور ان احادیث شریفہ سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جو نکاح میں کفو ہونے کو شرط قرار نہیں دیتے اور ان کے نزدیک دین کے سوا اور کوئی شرط نہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ ﴾ ’’اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے، جو زیادہ پرہیزگار ہے۔‘‘

تفسیر آیات: 14-18

مومن اور مسلم میں فرق: اللہ تعالیٰ نے ان اعرابیوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے جنھوں نے اسلام میں داخل ہوتے ہی اپنے لیے مقام ایمان کا دعویٰ کر دیا تھا اور ابھی تک ایمان ان کے دلوں میں پیوست نہیں ہوا تھا: ﴿ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ ﴾ ’’دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے کہہ دیجیے کہ تم ایمان نہیں لائے (بلکہ یوں) کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ابھی تک تمھارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔‘‘ اس آیت کریمہ سے استفادہ کیا گیا ہے کہ ایمان اسلام سے اخص ہے جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے اور اس کی دلیل حدیث جبریل علیہ السلام بھی ہے کہ جب انھوں نے اسلام، ایمان پھر احسان کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے عام سے خاص اور خاص سے اخص کی طرف ترقی کی تھی۔ امام احمد نے سعد بن ابو وقاص ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو تو دیا اور ان میں سے ایک آدمی کو کچھ بھی نہ دیا تو سعد ؓ نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ نے فلاں فلاں آدمی کو تو دیا ہے اور فلاں کو کچھ بھی نہیں دیا، حالانکہ وہ مومن ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: [أَوْ مُسْلِمٌ] ’’یا وہ مسلم ہے۔‘‘ حتیٰ کہ سعد ؓ نے اپنی بات کو تین بار دوہرایا اور نبی ﷺ نے بھی تین بار فرمایا: [أَوْ مُسْلِمٌ] ’’یا وہ مسلم ہے۔‘‘ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنِّی لَأُعْطِی رِجَالًا وَّأَدَعُ مَنْ هُوَأَحَبُّ إِلَیَّ مِنْهُمْ ، فَلَا أُعْطِیهِ شَیْئًا مَّخَافَةَ أَنْ یُّكَبُّوا فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوهِهِمْ] ’’یقیناً میں کچھ لوگوں کو تو ضرور دے دیتا ہوں اور اسے چھوڑ دیتا ہوں جو مجھے ان سے زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے اور اسے کچھ نہیں

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 3306/10 قوسین والا لفظ سنن أبی داود، الأدب، باب فی التفاخر بالأحساب، حدیث: 5116 عن أبی هریرة ؓ میں ہے جبکہ ابن ابو حاتم میں حَمِیَّةً کا لفظ ہے۔ ② مسند عبد بن حمید: 253/1، حدیث: 795 (C.D) ومخطوطة عبد بن حمید، مسند عبداللّٰه بن عمر، ص: 106 مزید دیکھیے سنن أبی داود، الأدب، باب فی التفاخر……، حدیث: 5116 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الحجرات، حدیث: 3270 ومسند أحمد: 361/2.

دیتا (اوران لوگوں کواس خوف کی وجہ سے دیتا ہوں کہ) کہیں وہ اپنے چہروں کے بل جہنم میں (نہ) گرادیے جائیں۔''① اسے بخاری ومسلم نے بھی بیان کیا ہے۔②

اس حدیث میں بھی نبی ﷺ نے مومن اور مسلم میں فرق فرمایا تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان اسلام سے اخص ہے۔ ہم نے اس مسئلے کو دلائل کے ساتھ صحیح بخاری کی کتاب الإیمان کی شرح کے آغاز میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ. اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں مذکور یہ دیہاتی لوگ منافق نہیں تھے بلکہ مسلمان تھے لیکن اسلام ابھی ان کے دلوں میں مستحکم نہیں ہوا تھا، وہ جس مقام تک پہنچے تھے انھوں نے اپنے لیے اس سے زیادہ اعلیٰ مقام کا دعویٰ کر دیا تھا، اس لیے اس بارے میں انھیں ادب سکھایا گیا اور یہی معنی ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابراہیم نخعی اور امام قتادہ رحمہم اللہ کے اس قول کے جسے ابن جریر نے بھی اختیار کیا ہے کہ ان سے یہ بات ادب سکھانے کے لیے کہی گئی تھی۔③ ﴿ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ ﴾ ''کہہ دیجیے کہ تم ایمان نہیں لائے (بلکہ یوں) کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ابھی تک تمھارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔'' یعنی تم ابھی تک ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچے ہو۔

پھر فرمایا: ﴿ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ ﴾ ''اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو گے تو اللہ تمھارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا۔'' یعنی تمھارے اجر کو کم نہیں کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ ﴾ (الطور21:52) ''اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑭ ﴾ ''بے شک اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' یعنی اس کے لیے جو اس کے سامنے توبہ کرے اور اس کی طرف رجوع کرے، ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''بس مومن تو وہ ہیں'' یعنی کامل مومن۔ ﴿ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا ﴾ ''جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر شک میں نہ پڑے۔'' یعنی نہ شک میں پڑے نہ ڈگمگائے بلکہ ایک ہی حالت پر ثابت قدم رہے اور وہ ہے خالص تصدیق کی حالت، ﴿ وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا۔'' یعنی انھوں نے اپنی جانوں اور اپنے نفیس مالوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وخوشنودی میں خرچ کر دیا، ﴿ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ⑮ ﴾ ''یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں۔'' یعنی اپنی اس بات میں وہ سچے ہیں جب یہ کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں جبکہ یہ بعض اعرابی جنھوں نے ابھی تک صرف ظاہری حکم ہی پڑھا ہے یہ مومن نہیں ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ ﴾ ''ان سے کہیں کیا تم اللہ کو اپنی دین داری جتلاتے ہو۔'' یعنی اسے بتلاتے ہو کہ تمھارے دلوں میں کیا ہے، ﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ ﴾ ''اور اللہ تو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں سے واقف ہے۔'' اس سے آسمانوں اور زمین کی ذرہ بھر یا اس سے بڑی چھوٹی کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے۔ ﴿ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑯ ﴾ ''اور اللہ ہر چیز کے متعلق خوب جاننے والا ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ

---

① مسند أحمد: 176/1. ② صحیح البخاری، الإیمان، باب: إذا لم یکن الإسلام علی الحقیقة......، حدیث: 27 وصحیح مسلم، الإیمان، باب تألف قلب من یخاف......، حدیث: 150. ③ تفسیر الطبری: 184/26.

نے فرمایا: ﴿ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ ﴾ ”یہ لوگ آپ پر احسان کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں کہہ دیجیے کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ کرو۔“ یعنی یہ اعرابی جنھوں نے اپنے اسلام لانے اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع و نصرت کی وجہ سے احسان جتلایا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ ﴾ ”کہہ دیجیے کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ کرو۔“ کیونکہ اس کا فائدہ تو تمھیں ہی حاصل ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے ﴿ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑰ ﴾ ”بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کا رستہ دکھایا، بشرطیکہ تم سچے ہو۔“ یعنی اپنے اس دعوے میں جیسا کہ نبی ﷺ نے حنین کے دن انصار سے فرمایا تھا: [يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ بِي؟ وَكُنْتُمْ مُتَفَرِّقِينَ فَأَلَّفَكُمُ اللّٰهُ بِي؟ وَكُنْتُمْ عَالَةً فَأَغْنَاكُمُ اللّٰهُ بِي؟] ”اے گروہ انصار! کیا میں نے تمھیں گمراہ نہیں پایا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے تمھیں میرے ساتھ ہدایت بخشی؟ اور تم الگ الگ تھے، پس اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تم میں الفت پیدا فرما دی اور تم فقیر تھے تو اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تم کو غنی کر دیا۔“ آپ جب بھی کوئی بات فرماتے تو انصار کہتے اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ احسان مند ہیں۔①

حافظ ابوبکر بزار نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنو اسد نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم اسلام لے آئے ہیں جبکہ عربوں نے آپ سے لڑائی کی مگر ہم نے آپ سے لڑائی نہیں کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ (فِقْهَهُمْ) قَلِيلٌ وَّإِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْطِقُ عَلٰى أَلْسِنَتِهِمْ] ”بے شک ان میں سمجھ بوجھ بہت کم ہے اور بلاشبہ شیطان ان کی زبانوں میں بولتا ہے۔“ اور اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی: ﴿ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑰ ﴾ ”یہ لوگ آپ پر احسان کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں! کہہ دیجیے کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ کرو بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کا رستہ دکھایا، بشرطیکہ تم سچے ہو۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس بات کا ذکر فرمایا کہ وہ تمام کائنات کے بارے میں علم رکھتا ہے اور تمام مخلوقات کے اعمال کو دیکھتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑱ ﴾ ”بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے دیکھتا ہے۔“②

سورۂ حجرات کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.

◆

---

① صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الطائف فی شوال……، حدیث:4330 عن عبداللّٰہ بن زید بن عاصم ؓ.

② السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالٰی: ﴿ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ ﴾: 467/6، حدیث:11519 جبکہ قوسین والا لفظ المعجم الأوسط للطبرانی: 127/8، حدیث:7252 میں ہے، البتہ مسند البزار میں یہ روایت نہیں ملی۔

تفسیر سُورَۂ ق

یہ سورت مکی ہے

مفصل سورتوں کا آغاز: یہ سورۂ مبارکہ صحیح قول کے مطابق حزب مفصل میں سے پہلی سورت ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ مفصل سورتوں کا آغاز سورۂ حجرات سے ہوتا ہے۔ عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ اس کا آغاز ﴿ عَمَّ ﴾ یعنی سورۂ نبا سے ہوتا ہے تو یہ بالکل بے اصل ہے، ہمارے علم کے مطابق قابل اعتبار علمائے کرام میں سے کسی نے یہ نہیں کہا۔

سورۂ ''ق'' کی فضیلت: امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو واقد لیثی سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ عید کی نماز میں کیا پڑھا کرتے تھے۔ انھوں نے جواب دیا کہ آپ ﴿ قٓ ۚ ﴾ اور ﴿ اِقْتَرَبَتِ ﴾ (القمر 1:54) پڑھا کرتے تھے۔ ① اس حدیث کو امام مسلم اور اہل سنن اربعہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ②

ایک اور حدیث: امام احمد نے ام ہشام بنت حارثہ سے روایت کیا ہے کہ دو سال یا ایک سال اور کچھ عرصہ تک ہمارا اور رسول اللہ ﷺ کا تنور ایک ہی تھا اور میں نے سورۂ ''ق'' کو رسول اللہ ﷺ کی زبانی سن کر یاد کر لیا تھا، آپ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے ہر جمعے منبر پر اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ③ اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ④
امام ابوداود نے حارث بن نعمان کی بیٹی سے روایت کیا ہے کہ میں نے سورۂ ق کو رسول اللہ ﷺ کے منہ سے سن کر یاد کیا تھا، آپ ہر جمعے کے خطبے میں اس کی تلاوت فرمایا کرتے تھے، ہمارا اور رسول اللہ ﷺ کا تنور ایک ہی تھا۔ ⑤ اسی طرح اسے امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ⑥ مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید اور جمعہ جیسے بڑے اجتماعات میں اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے کیونکہ یہ سورۂ مبارکہ ابتدائے آفرینش، بعث بعد الموت، آخرت، میدان حشر میں قیام، حساب، جنت و دوزخ، ثواب و عذاب اور ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

---

① مسند أحمد:218,217/5. ② صحيح مسلم، صلاة العيدين، باب مايقرأ في صلاة العيدين، حديث :891 و سنن أبي داود، الصلاة، باب مايقرأ في الأضحى والفطر، حديث:1154 و جامع الترمذي، أبواب العيدين، باب ماجاء في القراءة في العيدين، حديث:534 و سنن النسائي، صلاة العيدين، باب القراءة في العيدين......، حديث:1568 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في القراءة في صلاة العيدين، حديث:1282. ③ مسند أحمد : 436,435/6. ④ صحيح مسلم، الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، حديث :(52)-873 . ⑤ سنن أبي داود، الصلاة، باب الرجل يخطب على قوس، حديث :1100. ⑥ صحيح مسلم، الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، حديث:873 و السنن الكبرى للنسائي، القراءة في الخطبة :532/1، حديث:1720.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

قٓ ۚ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِیۡدِ ① بَلۡ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَہُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡہُمۡ فَقَالَ الۡکٰفِرُوۡنَ

قٓ! قسم ہے قرآنِ مجید کی ① بلکہ انھوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا، پھر کافروں نے کہا: یہ تو عجیب بات ہے ② کیا

ھٰذَا شَیۡءٌ عَجِیۡبٌ ۚ ② ءَاِذَا مِتۡنَا وَکُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِکَ رَجۡعٌۢ بَعِیۡدٌ ③ قَدۡ عَلِمۡنَا

جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے (تو کیا دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟) یہ واپسی تو (عقل سے) بہت بعید ہے ③ یقیناً ہمیں علم ہے جو کچھ

مَا تَنۡقُصُ الۡاَرۡضُ مِنۡہُمۡ ۚ وَعِنۡدَنَا کِتٰبٌ حَفِیۡظٌ ④ بَلۡ کَذَّبُوۡا بِالۡحَقِّ لَمَّا جَآءَہُمۡ

زمین ان میں سے کم کرتی ہے، اور ہمارے پاس ایک کتاب (ہر چیز کی) حفاظت کرنے والی ہے ④ بلکہ انھوں نے حق کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس

فَہُمۡ فِیۡۤ اَمۡرٍ مَّرِیۡجٍ ⑤

آیا، چنانچہ وہ ایک الجھے ہوئے معاملے میں ہیں ⑤

تفسیر آیات:1-5

﴿قٓ ۚ﴾ بعض سورتوں کے آغاز میں مذکور حروفِ تہجی میں سے ایک حرف ہے جیسا کہ ﴿صٓ﴾، ﴿نٓ﴾، ﴿الٓمّٓ ۚ﴾، ﴿حٰمٓ ۚ﴾ اور ﴿طٰسٓ ۚ﴾ وغیرہ حروف ہیں، یہ امام مجاہد اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا قول ہے، ان کے بارے میں سورۂ بقرہ کے آغاز میں گفتگو ہو چکی ہے۔ ① لہٰذا اس کی اب ضرورت نہیں ہے۔

کفار کا رسالت و آخرت پر تعجب اور ان کی تردید: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِیۡدِ ①﴾ ''قرآن مجید کی قسم!'' یعنی اس قرآن کی قسم جو کریم و عظیم ہے اور ﴿لَّا یَاۡتِیۡہِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِہٖ ؕ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ حَکِیۡمٍ حَمِیۡدٍ ○﴾ (حٰمٓ السجدة 42:41) ''اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے (اور) بڑے دانا، نہایت تعریف کیے ہوئے کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔'' جوابِ قسم، قسم کے بعد مضمون کلام ہے اور وہ ہے اثباتِ نبوت، اثباتِ آخرت اور اس کا یقینی طور پر وقوع پذیر ہونا، گو قسم یہاں لفظی طور پر مذکور نہیں ہے، قرآن مجید کی قسموں میں یہ اسلوب بکثرت استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ قبل ازیں ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿صٓ وَالۡقُرۡاٰنِ ذِی الذِّکۡرِ ؕ بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ عِزَّۃٍ وَّشِقَاقٍ ○﴾ (صٓ 2,1:38) کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے۔ ② اسی طرح یہاں بھی فرمایا: ﴿قٓ ۚ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِیۡدِ ① بَلۡ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَہُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡہُمۡ فَقَالَ الۡکٰفِرُوۡنَ ھٰذَا شَیۡءٌ عَجِیۡبٌ ②﴾ ''ق، قرآن مجید کی قسم! (کہ محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں) لیکن ان لوگوں نے تعجب کیا کہ انھی میں سے ایک ڈرانے والا ان کے پاس آیا تو کافر کہنے لگے: یہ بات تو بڑی عجیب و غریب ہے۔'' یعنی انھوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ ایک بشر ہی کو رسول بنا کر ان کی طرف بھیجا گیا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے:

---

① دیکھیے البقرة، آیت:1 کے تحت عنوان: ''حروف مقطعات کے متعلق بحث'' ② دیکھیے صٓ، آیات:2,1 کے ذیل میں۔

اَفَلَمْ یَنْظُرُوْٓا اِلَی السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ کَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَزَیَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ⑥ وَالْاَرْضَ

کیا پھر انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے کیسا بنایا اور ہم نے اسے آراستہ کیا، اور اس میں کوئی شگاف نہیں ⑥ اور ہم نے

مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ⑦ۙ تَبْصِرَةً

زمین پھیلائی، اور ہم نے اس میں مضبوط پہاڑ گاڑ دیے، اور ہم نے اس میں ہر طرح کی خوش نما نباتات اگائی ⑦ (حق کی طرف) رجوع کرنے والے

وَّذِکْرٰی لِکُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ⑧ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَکًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ

ہر بندے کی بصیرت اور نصیحت کے لیے ⑧ اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس کے ذریعے سے باغات اور اناج کی کاٹی

الْحَصِیْدِ ⑨ۙ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ ⑩ۙ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَةً

جانے والی فصل اگائی ⑨ اور کھجور کے بلند و بالا درخت (پیدا کیے) جن کے شگوفے تہ بہ تہ ہیں ⑩ بندوں کی روزی کے لیے، اور ہم نے اس (پانی) کے

مَّیْتًا ؕ کَذٰلِکَ الْخُرُوْجُ ⑪

ذریعے سے مردہ زمین کو زندہ کیا، اسی طرح (مرنے کے بعد قبروں سے) نکلنا ہے ⑪

﴿ اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ ﴾ (یونس 10:2) ”کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے انھی میں سے ایک مرد کو حکم بھیجا کہ لوگوں کو ڈراؤ۔“ یعنی یہ بات کوئی باعث تعجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب فرمالیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔

پھر اللہ عزوجل نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ان لوگوں نے آخرت سے بھی تعجب کیا اور اس کے وقوع پذیر ہونے کو بہت بعید سمجھتے ہوئے کہا: ﴿ ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِکَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ ③ ﴾ ”بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے (تو پھر زندہ ہوں گے؟) یہ لوٹنا (زندہ ہونا عقل سے) بعید ہے۔“ یعنی یہ لوگ ازراہِ تعجب کہتے ہیں: جب ہم مر گئے، بوسیدہ ہو گئے، ہمارے جوڑ ٹوٹ گئے اور ہم خاک میں مل گئے تو پھر دوبارہ سے اس انسانی ڈھانچے اور جسم کا وجود میں آنا کیونکر ممکن ہوگا؟ ﴿ ذٰلِکَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ ③ ﴾ یعنی اس کا وقوع پذیر ہونا تو بہت بعید از قیاس ہے، معنی یہ ہیں کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ دوبارہ زندہ ہونا محال اور ناممکن ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ ﴾ ”بلاشبہ ان (کے جسموں) سے زمین جتنا (کھا کھا کر) کم کرتی جاتی ہے، ہم کو معلوم ہے۔“ یعنی زمین ان کے جسموں کو کھا کر جس قدر بوسیدہ اور کم کرتی ہے، ہمیں معلوم ہے اور ہم سے یہ بات ذرّہ بھر مخفی نہیں کہ ان کے جسم کس قدر منتشر ہو گئے، کہاں چلے گئے اور کس حالت میں ہو گئے ہیں، ﴿ وَعِنْدَنَا کِتٰبٌ حَفِیْظٌ ④ ﴾ ”اور ہمارے پاس تحریری یادداشت بھی ہے۔“ جو ان سب باتوں کو محفوظ کیے ہوئے ہیں۔

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ ﴾ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ زمین ان کے گوشت، جسموں، ہڈیوں اور بالوں کو کھا رہی ہے۔ ① مجاہد، قتادہ، ضحاک اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ ② اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے کفر، سرکشی اور جو بات بعید از عقل نہیں ہے، اسے بعید سمجھنے کا سبب بیان

---

① تفسیر الطبری : 192/26 . ② تفسیر الطبری : 192/26 .

کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ⑤﴾ ’’بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ جب ان کے پاس دین حق آ پہنچا تو انھوں نے اس کو جھوٹ سمجھا، سو یہ ایک الجھی ہوئی بات میں (پڑ رہے) ہیں۔‘‘ اور یہی حال اس شخص کا ہوتا ہے جو حق سے دور ہو جائے اور اس کے بعد وہ جو بھی کہے وہ باطل ہے۔ ﴿مَّرِيْجٍ ⑤﴾ کے معنی مختلف، مضطرب، ملتبس اور منکر کے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝﴾ (الذّٰریٰت 9,8:51) ’’(اے اہل مکہ!) بلاشبہ تم ایک متناقض بات میں (پڑے ہوئے) ہو، اس سے وہی پھرتا ہے جو (اللہ کی طرف سے) پھیرا جائے۔‘‘

تفسیر آیات: 6-11

اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا بیان جو آخرت سے بھی بڑی ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اپنی اس عظیم الشان قدرت کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی بڑی چیز کو ظاہر کیا جس کے وقوع پذیر ہونے کو انھوں نے بعید سمجھتے ہوئے اظہارِ تعجب کیا ہے ﴿اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا﴾ ’’تو کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نگاہ نہیں کی کہ ہم نے اس کو کیسے بنایا اور اسے (کیونکر) سجایا ہے‘‘ یعنی چراغوں کے ساتھ۔ ﴿وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ⑥﴾ ’’اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں۔‘‘ مجاہد کہتے ہیں کہ فروج کے معنی شگاف کے ہیں۔① دیگر علماء نے کہا ہے کہ اس کے معنی دراڑ کے ہیں۔② کچھ دیگر اہل علم نے کہا ہے کہ اس کے معنی پھٹن کے ہیں۔③ اور تمام کا مفہوم ایک ہی ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝﴾ (الملك 4,3:67) ’’جس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے (اے دیکھنے والے!) کیا تو (اللہ) رحمان کی آفرینش میں کچھ نقص دیکھتا ہے ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ! بھلا تجھ کو (آسمان میں) کوئی شگاف نظر آتا ہے؟ پھر دوبارہ (سہ بارہ) نظر کر! تو نظر (ہر بار) تیرے پاس ناکام اور تھک ہار کر لوٹ آئے گی۔‘‘ یعنی نظر دیکھتے دیکھتے تھک جائے گی مگر آسمان میں کوئی عیب یا نقص نہ دیکھ سکے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا﴾ ’’اور زمین کو (دیکھو اسے) ہم نے پھیلایا‘‘ یعنی وسعت دے کر ہم نے اسے بچھا دیا ہے، ﴿وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ﴾ ’’اور اس میں ہم نے پہاڑ رکھ دیے۔‘‘ رواسی کے معنی پہاڑ کے ہیں اور یہ اس لیے رکھے ہیں تاکہ زمین میں حرکت و اضطراب نہ ہو۔ ﴿وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ⑦﴾ ’’اور اس میں ہم نے ہر طرح کی خوش نما چیزیں اگائیں۔‘‘ یعنی تمام انواع و اقسام کی فصلیں، پھل اور نباتات۔ ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝﴾ (الذّٰریٰت 49:51) ’’اور ہر چیز کی ہم نے دو قسمیں بنائیں تاکہ تم نصیحت پکڑو۔‘‘ بھیج کے معنی خوش نما اور خوش منظر کے ہیں۔ ﴿تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ⑧﴾ ’’ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے (اسے) ہدایت اور نصیحت (بنایا۔)‘‘ یعنی آسمانوں

---

① تفسیر الطبری: 194/26. ② تفسیر الطبری: 194/26 وتفسیر القرطبی: 6/17. ③ تفسیر الطبری: 194/26.

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ⑫ وَعَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ⑬

ان سے پہلے قوم نوح نے، اوراصحاب الرس نے اور ثمود نے جھٹلایا ⑫ اور عاد اور فرعون اور برادران لوط نے ⑬اور ایکہ(لبستی)

وَّ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ⑭ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ

والوں اور قوم تُبّع نے، (ان) سب نے رسولوں کو جھٹلایا، لہٰذا (ان پر) میری وعید ثابت ہوگئی⑭ کیا پھر ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟

ع 1 15 15 بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑮

(نہیں!) بلکہ وہ از سرِ نو تخلیق کے متعلق شک میں ہیں⑮

اور زمین کی آفرینش کا مشاہدہ اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں جو عظیم الشان نشانیاں پیدا فرما دی ہیں یہ ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے ہدایت، دلیل اور نصیحت ہیں، یعنی ہر اس بندے کے لیے جو اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف رکھنے والا اور اس کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا ﴾ ‘‘اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا۔’’ یعنی جو بہت ہی نفع بخش ہے۔ ﴿ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ⑨ ﴾ ‘‘پھر ہم نے اس سے باغ و بستان اگائے اور کھیتی کا اناج۔’’ اس سے مراد وہ فصلیں ہیں جن کے دانے حاصل کر کے جمع کیے جاتے ہیں۔ ﴿ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ ﴾ ‘‘اور لمبی لمبی کھجوریں۔’’ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، حسن، قتادہ، سدی اور دیگر کئی ائمہ کا قول ہے کہ باسقات کے معنی ہیں لمبی لمبی۔ ①

﴿ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ⑩ ﴾ ‘‘جن کا گابھا تہ بہ تہ ہوتا ہے۔’’ نضید کے معنی ہیں تہ بہ تہ۔ ﴿ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ﴾ ‘‘(یہ سب کچھ) بندوں کو روزی دینے کے لیے (ہے۔)’’ بندوں سے یہاں تمام مخلوقات مراد ہیں۔ ﴿ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ ﴾ ‘‘اور اس (پانی) سے ہم نے شہر مردہ (زمین افتادہ) کو زندہ کیا۔’’ یعنی اس زمین کو جو بنجر اور مردہ ہو چکی تھی اور پھر جب اس پر بارش کا پانی برستا ہے تو یہ شاداب ہو جاتی، لہلہانے لگتی اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اگانے لگتی ہے، پھل اور پھول وغیرہ جو دیکھنے میں بہت خوش نما معلوم ہوتے ہیں، حالانکہ پہلے اس میں کوئی نبات نہ تھی مگر بارش برسنے کے بعد یہ سرسبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگی، موت و ہلاکت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کی یہی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیا اسی طرح وہ مردہ انسانوں کو بھی دوبارہ زندہ فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے یہ عظیم الشان شاہکار جو دیکھے اور محسوس کیے جا رہے ہیں، ان سے کہیں بڑھ کر ہیں جن کا بعثت کے منکر انکار کر رہے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ ﴾ (المؤمن 57:40) ‘‘البتہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا (کام) ہے۔’’ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ (الأحقاف 33:46) ‘‘کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ نے

---

① تفسیر الطبری : 197,196/26 .

آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں، وہ اس (بات) پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔ ہاں (ہاں) وہ ہر چیز پر قادر ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾ (حٰمٓ السجدة 39:41) ’’اور (اے بندے یہ) اسی (کی قدرت) کے نمونے ہیں کہ تو زمین کو بنجر (خشک) دیکھتا ہے جب ہم اس پر پانی برسا دیتے ہیں تو شاداب ہو جاتی اور پھلنے پھولنے لگتی ہے تو جس نے زمین کو زندہ کیا وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔‘‘

تفسیر آیات: 15-12

سابقہ امتوں کی ہلاکت اور قریش کو نصیحت: کفار قریش کی طرح پہلے تکذیب کرنے والے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو عذاب نازل فرمائے، مثلاً: قوم نوح پر عذاب نازل کر کے تمام اہل زمین کو غرق کر دیا گیا، اسی طرح کنویں والوں پر عذاب نازل کر کے انھیں تباہ و برباد کر دیا گیا جیسا کہ ان کا واقعہ سورۂ فرقان میں گزر چکا ہے۔① اللہ تعالیٰ نے ان تمام واقعات کی طرف اشارہ فرما کر کفار قریش کو سرزنش کی ہے۔ ﴿ وَثَمُوْدُ ۝۱۲ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴾ ’’اور ثمود (جھٹلا چکے ہیں) اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائی۔‘‘ لوط کے بھائیوں سے مراد ان کی امت کے لوگ اور وہ اہل سَدُوم ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے انھیں مبعوث فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان پر پتھروں کی بارش برسائی، انھیں زمین میں دھنسا دیا، ان کی زمین کو ان کے کفر و سرکشی اور ان کی مخالفت حق کی وجہ سے بحر مردار میں تبدیل کر دیا۔ کیونکہ ان کی زمینوں کے پانی گہرے ہو گئے تھے۔ ﴿ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ ﴾ ’’اور ایکہ والے۔‘‘ ان سے مراد شعیب علیہ السلام کی قوم کے لوگ ہیں۔ ﴿ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ ﴾ ’’اور تبع کی قوم‘‘ کے لوگ جو یمن کے رہنے والے تھے ان کا واقعہ ہم نے سورۂ دخان میں ذکر کیا ہے۔② لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ.

﴿ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ ﴾ ’’سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔‘‘ یعنی ان تمام امتوں اور ان تمام صدیوں کے لوگوں نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا اور جو کسی ایک پیغمبر کی بھی تکذیب کرے اس نے گویا تمام پیغمبروں کی تکذیب کی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ۝ۚۖ ﴾ (الشعرآء 105:26) ’’قوم نوح نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا۔‘‘ حالانکہ ان کے پاس ایک ہی پیغمبر آئے تھے، اگر ان کے پاس تمام پیغمبر بھی آتے تو وہ ان سب کو جھٹلا دیتے، اس لیے فرمایا کہ قوم نوح نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا، ﴿ فَحَقَّ وَعِيْدِ ۝۱۴ ﴾ ’’تو میری وعید ثابت ہو کر رہی۔‘‘ یعنی تکذیب کرنے کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے جس عذاب سے انھیں ڈرایا تھا وہ پورا ہو کر رہا، اس لیے قرآن مجید کے مخاطب لوگوں کو بھی ڈرنا چاہیے کہ وہ بھی عذاب الٰہی کی لپیٹ میں نہ آ جائیں جس طرح پہلے لوگ مبتلا ہوئے تھے کیونکہ یہ بھی اپنے پیغمبر کو اس طرح جھٹلا رہے ہیں جس طرح ان لوگوں نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا۔

---

① دیکھیے الفرقان، آیت: 38 کے ذیل میں۔ ② دیکھیے الدخان، آیات: 37-34 کے ذیل میں عنوان: ’’منکرین قیامت کی تردید‘‘

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ

اور البتہ تحقیق ہم نے انسان کو پیدا کیا، اور اس کے دل میں ابھرنے والے وسوسوں کو بھی ہم جانتے ہیں، اور ہم (اس کی) شہ رگ سے بھی زیادہ

مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ⑯ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ⑰

اس کے قریب ہیں⑯ جب اخذ کرتے (لکھتے) ہیں دو اخذ کرنے (لکھنے) والے (فرشتے)، اس کے دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے⑰

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ⑱ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ

(انسان) جو بات بھی (منہ سے) نکالتا ہے (وہ لکھنے کو) اس کے پاس ایک نگران (فرشتہ) تیار ہوتا ہے⑱ اور موت کی سختی حق الیقین

ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ⑲ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ⑳ وَجَآءَتْ

(موت) کو لے آتی ہے۔ (کہا جاتا ہے:) یہی ہے وہ (موت) جس سے تو بھاگتا تھا⑲ اور صور میں پھونکا جائے گا، یہ وعید (وعدۂ عذاب) کا

كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ㉑ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا

دن ہے⑳ اور ہر نفس آئے گا، اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک شہادت دینے والا ہوگا㉑ البتہ تحقیق تو اس سے غفلت میں تھا، تو ہم نے تجھ

عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ㉒

سے تیرا پردہ ہٹا دیا، چنانچہ آج تیری نگاہ بہت تیز ہے㉒

دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ ﴾ ''تو کیا ہم پہلی پیدائش سے تھک گئے ہیں؟'' یعنی کیا پہلی دفعہ پیدا کرنے نے ہمیں عاجز و درماندہ کر دیا ہے جس کی وجہ سے دوبارہ پیدا کرنے کے بارے میں یہ لوگ شک میں مبتلا ہیں؟ ﴿ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑮ ﴾ ''نہیں بلکہ یہ ازسرِنو پیدا کرنے میں شک میں (پڑے ہوئے) ہیں۔'' معنی یہ ہیں کہ پہلی دفعہ پیدا کرنے نے ہمیں عاجز و درماندہ نہیں کیا جبکہ دوبارہ پیدا کرنا تو اس سے بھی زیادہ آسان ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ ﴾ (الروم 27:30) ''اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا اور یہ اس کو بہت آسان ہے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ○ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ○ ﴾ (یٰسٓ 36:79,78) ''اور ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، کہنے لگا کہ جب ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو اُن کو کون زندہ کرے گا، کہہ دیں کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے اُن کو پہلی بار پیدا کیا تھا، وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔'' یہ صحیح حدیث قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے①: [قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (يُؤْذِينِي) ابْنُ آدَمَ...... فَقَوْلُهٗ: لَنْ يُّعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي، وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهٖ] ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے...... پھر اس کا یہ کہنا کہ جس طرح اس نے مجھے پہلی دفعہ پیدا کیا ہے دوبارہ پیدا نہیں کر سکے گا، (صحیح نہیں) حالانکہ

---

① دیکھیے مریم، آیات: 67,66 کے ذیل میں، عنوان: ''انسان کا حیات بعد الممات پر تعجب'' مزید دیکھیے الروم، آیت: 27 کے ذیل میں، عنوان: ''مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے''

میرے لیے پہلی دفعہ پیدا کرنا اسے لوٹانے (دوسری دفعہ پیدا کرنے) سے زیادہ آسان تو نہیں ہے۔"①

تفسیر آیات :22-16

انسان کے پاس جو کچھ ہے، اللہ تعالیٰ اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے: اللہ تعالیٰ انسان پر اپنی قدرت کے بارے میں ارشاد فرما رہا ہے کہ اس نے انسان کو پیدا فرمایا اور وہ اس کے تمام امور کا اپنے علم کے ساتھ احاطہ کیے ہوئے ہے حتی کہ وہ تو انسانوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے اچھے یا برے خیالات سے بھی آگاہ ہے، صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي عَمَّا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَالَمْ تَعْمَلْ أَوْتَتَكَلَّمْ بِهِ] "بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو معاف فرما دیا ہے، جب تک انھیں زبان سے کہہ نہیں دیا جاتا یا ان کے مطابق عمل نہیں کر لیا جاتا۔"②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ⑯﴾ "اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔" یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتے انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ جس نے اس آیت کی تاویل کرتے ہوئے اس کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ ہم علم کے اعتبار سے اس کے زیادہ قریب ہیں تو یہ اس لیے تاکہ حلول یا اتحاد لازم نہ آئے، حالانکہ اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حلول و اتحاد سے پاک ہے اور پھر الفاظ بھی اس مفہوم کا تقاضا نہیں کرتے کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے یہ نہیں فرمایا کہ أَنَا أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ "میں اس کی رگ جان سے بھی اس کے زیادہ قریب ہوں۔" بلکہ یہ فرمایا ہے: ﴿وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ⑯﴾ "اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں۔" جیسا کہ اس شخص کے بارے میں فرمایا جس کی موت کا وقت آ گیا ہو: ﴿وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝﴾ (الواقعة 85:56) "اور ہم اس مرنے والے سے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں اور لیکن تم دیکھتے نہیں۔" یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے فرشتے مراد ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝﴾ (الحجر 9:15) "بے شک یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔" فرشتے ہی اس کتاب نصیحت، یعنی قرآن مجید کو لے کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوئے تھے، اسی طرح فرشتے ہی انسان سے اس کی رگ حیات سے بھی زیادہ قریب ہوتے ہیں اور اس بات کی اللہ تعالیٰ ہی نے انھیں قدرت عطا فرمائی ہوتی ہے۔ فرشتہ انسان کے دل میں خیال ڈالتا ہے جیسا کہ شیطان انسان کے دل میں وسوسہ پیدا کرتا ہے: [فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنِ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ] "پس بلاشبہ

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب :1، حدیث:4974 عن أبی هريرة ﷺ البتہ مذکورہ حوالے میں قوسین والے لفظ کے بجائے [كَذَّبَنِي] ہے جبکہ [يُؤْذِينِي] اس سیاق میں نہیں ملا، بلکہ یہ لفظ صحیح البخاری، حدیث:7491 و صحیح مسلم، حدیث: (2)-2246 میں [يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ، يَسُبُّ الدَّهْرَ......] عن أبی هريرة ﷺ کے سیاق میں ہے۔ ② صحیح البخاری، الأيمان والنذور، باب: إذا حنث ناسيا فی الأيمان، حدیث :6664 و صحیح مسلم، الإيمان، باب تجاوز اللّٰه عن حديث النفس......، حدیث:(202)-127 و اللفظ له عن أبی هريرة ﷺ .

شیطان تو آدم کے بیٹے کے جسم میں اس طرح چلتا ہے جیسے خون کی گردش ہوتی ہے۔''① جیسا کہ صادق و مصدوق ﷺ نے اس کے بارے میں خبر دی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ ﴾ ''جب دو اخذ کرنے (لکھنے والے اخذ کرتے ہیں۔'' یعنی وہ دو فرشتے جو انسان کے عمل کو لکھتے ہیں، ﴿ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ⑰ ﴾ ''جو دائیں اور بائیں بیٹھے ہیں۔'' گھات لگائے ہوئے ﴿ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ ﴾ ''کوئی بات (اس کی زبان سے) نہیں نکلتی۔'' یعنی ابن آدم کوئی لفظ نہیں بولتا ﴿ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ⑱ ﴾ ''مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔'' یعنی ایک نگہبان مستعد اور تیار رہتا ہے اور وہ اسے فوراً لکھ لیتا ہے، وہ نہ انسان کی زبان سے ادا ہونے والے کسی لفظ کو چھوڑتا ہے اور نہ اس کی کسی حرکت کو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ○ ﴾ (الانفطار 82: 10-12) ''اور بلاشبہ تم پر نگہبان مقرر ہیں، عالی قدر (تمھاری باتوں کے) لکھنے والے، جو تم کرتے ہو، وہ اسے جانتے ہیں۔'' فرشتہ انسان کی ہر بات کو لکھ لیتا ہے، قتادہ اور حسن کا یہی قول ہے۔② اس آیت کریمہ سے بظاہر بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِّضْوَانِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، مَايَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَابَلَغَتْ، يَكْتُبُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهٗ بِهَا رِضْوَانَهٗ إِلٰى يَوْمِ (يَلْقَاهُ)، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ، يَكْتُبُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِهَا عَلَيْهِ سَخَطَهٗ إِلٰى يَوْمِ (يَلْقَاهُ)] ''انسان اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی ایک ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کے بارے میں اسے یہ گمان نہیں ہوتا کہ وہ بات یہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک وہ پہنچی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس بات کی وجہ سے اپنی ملاقات کے دن تک اس کے لیے اپنی رضامندی لکھ دیتا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی ایک ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کے بارے میں اسے یہ گمان نہیں ہوتا کہ وہ یہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک وہ پہنچی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس بات کی وجہ سے اپنی ملاقات کے دن تک اس کے لیے اپنی ناراضی لکھ دیتا ہے۔'' علقمہ فرمایا کرتے تھے کہ کتنی ہی ایسی باتیں ہیں جن سے مجھے حدیث بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا۔③ اسے امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔④ اور صحیح میں اس کا شاہد بھی ہے۔⑤

سکرات موت، نفخ صور اور حشر کے ساتھ نصیحت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ

---

① صحيح البخاري، الاعتكاف، باب: هل يخرج المعتكف لحوائجه......، حديث: 2035 عن علي بن حسين ؓ و صحيح مسلم، السلام، باب بيان أنه يستحب لمن رؤى خاليا بامرأة......، حديث: 2174 عن أنس ؓ. ② تفسير الطبرى: 205/26. ③ مسند أحمد: 469/3 دونوں قوسوں والا لفظ جامع الترمذي، الزهد، باب ماجاء في قلة الكلام، حديث: 2319 میں ہے جبکہ مسند احمد میں القیامہ کا لفظ ہے۔ ④ جامع الترمذي، الزهد، باب ماجاء في قلة الكلام، حديث: 2319 وسنن ابن ماجه، الفتن، باب كف اللسان في الفتنة، حديث: 3969، ملحوظہ: نسائی شریف میں یہ حدیث نہیں ملی۔
⑤ صحيح البخاري، الرقاق، باب حفظ اللسان، حديث: 6478 وصحيح مسلم، الزهد، باب حفظ اللسان، حديث: 2988 مختصرًا.

مِنْهُ تَحِيْدُ ⑲ ﴾ ”اور موت کی سختی حق کے ساتھ آ پہنچی (اے انسان!) یہی وہ (حالت) ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔“ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ اے انسان! موت کی بے ہوشی حقیقت واضح کرنے کے لیے طاری ہوگئی ہے، یعنی اس نے تیرے سامنے اس یقین کو واضح کر دیا ہے جس کے بارے میں تو شک میں مبتلا تھا، ﴿ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ⑲ ﴾ ”یہی وہ (حالت) ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔“ اس سے بھاگتا تھا مگر اب جبکہ یہ تیرے پاس آگئی ہے تو اب اسے کسی طرح بھی نہ روکا جا سکتا ہے نہ ٹالا جا سکتا ہے نہ موخر کیا جا سکتا ہے اور نہ اس سے خلاصی حاصل کی جا سکتی ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جب نبی ﷺ کو موت (کی سختی) ڈھانپنے لگی تو آپ نے چہرہ اقدس سے پسینہ پونچھنا شروع فرما دیا اور ساتھ ساتھ ارشاد فرما رہے تھے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ] ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک موت کی بہت سختیاں ہیں۔“①

﴿ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ⑲ ﴾ میں ما کے بارے میں دو قول ہیں: (1) یہ ”ما“ موصولہ ہے اور معنی یہ ہوں گے کہ جس سے تو دور ہوتا، بھاگتا اور راہِ فرار اختیار کرتا تھا، وہ چیز تیرے پاس آ پہنچی اور تیرے گھر میں اتر چکی ہے۔ (2) یہ ”ما“ نافیہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ یہ ہے وہ حالت جس سے بھاگنے اور فرار ہونے کی تجھ میں قدرت نہیں ہے۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت سمرہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَثَلُ الَّذِی يَفِرُّ مِنَ الْمَوْتِ كَمَثَلِ الثَّعْلَبِ تَطْلُبُهُ الْأَرْضُ بِدَيْنٍ، فَجَعَلَ يَسْعٰى حَتّٰى إِذَا أَعْیٰ وَانْتَهَرَ دَخَلَ جُحْرَهٗ فَقَالَتْ لَهُ الْأَرْضُ: يَا ثَعْلَبُ! دَيْنِی، فَخَرَجَ وَلَهٗ حُصَاصٌ، فَلَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ حَتّٰى تَقَطَّعَتْ عُنُقُهٗ فَمَاتَ] ”موت سے بھاگنے والے کی مثال اس لومڑ کی سی ہے جس سے زمین اپنے قرض کا مطالبہ کرتی ہو، تو وہ دوڑنے لگا حتی کہ تھک ہار کر اور بیدار رہنے کے بعد وہ اپنے بل میں داخل ہوگیا تو پھر بھی زمین نے اس سے کہا: لومڑ! میرا قرض ادا کر، وہ نکلا تو اس کی ہوا خارج ہو رہی تھی، پس اسی حالت میں اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ مر گیا۔“② اس مثال کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح لومڑ کے لیے زمین کے سوا چارہ کار نہیں، اسی طرح انسان بھی موت سے بچ نہیں سکتا۔③ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ⑳ ﴾ ”اور صور میں پھونکا جائے گا۔ یہی (عذاب کی) وعید کا دن ہے۔“ نفخ صور، گھبراہٹ، بے ہوشی اور دوبارہ جی اٹھنے سے متعلق حدیث کے بارے میں گفتگو قبل ازیں کی جا چکی ہے۔④ اور یہ سب کچھ روز قیامت رونما ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كَيْفَ أَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ، وَحَنٰی جَبْهَتَهٗ، يَسْمَعُ مَتٰی يُؤْمَرُ فَيَنْفُخُ! فَقَالَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ: (فَكَيْفَ نَقُولُ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟) قَالَ: قُولُوا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ(فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ)]

---

① صحیح البخاری، المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، حدیث: 4449 عن عائشة ؓ. ② المعجم الكبير للطبرانی: 222/7، حدیث: 6922 یہ حدیث ضعیف ہے۔ ③ الضعفاء الكبير للعقیلی: 201/4، حدیث: 1781. ④ دیکھیے الأنعام، آیت: 73 کے ذیل میں عنوان: ”صور میں پھونکنے کا بیان“ والنمل، آیت: 87 کے ذیل میں عنوان: ”قیامت کے دن کی ہولناکیاں اور نیکی و برائی کا بدلہ“، یٰسٓ، آیت: 49 کے تحت عنوان: ”کفار کا یوم بعثت کو محال سمجھنا“ اور الزمر، آیت: 68 کے تحت عنوان: ”صور میں پھونکنے، فیصلے اور بدلے کا بیان“

وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ؕ ㉓ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ ㉔

اوراس کا ساتھی (فرشتہ) کہے گا: یہ ہے وہ (روداد) جو میرے پاس تیار ہے㉓ (حکم ہوگا:) تم دونوں ہر کافر سرکش کو جہنم میں ڈال دو㉔

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ۙ ㉕ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ

بھلائی سے منع کرنے والے کو، حد سے نکلنے والے (اور دین میں) شک کرنے والے کو㉕ وہ جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنالیا تھا، لہٰذا تم

فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ㉖ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ

دونوں اسے سخت عذاب میں ڈال دو㉖ اس کا ساتھی (شیطان) کہے گا: اے ہمارے رب! میں نے اسے سرکش نہیں بنایا تھا اور لیکن وہ (خود ہی)

ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ㉗ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ㉘

پرلے درجے کی گمراہی میں پڑا رہا㉗ اللہ فرمائے گا: تم میرے پاس جھگڑا نہ کرو، حالانکہ میں پہلے ہی تمھاری طرف (عذاب کی) وعید بھیج چکا تھا㉘

2 ع 14 16 مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ع ㉙

میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی، اور میں بندوں پر ظلم توڑنے والا نہیں㉙

”میں کیسے پرسکون ہو جاؤں جبکہ سینگ والے (فرشتے) نے سینگ منہ میں لے لیا ہے، اپنی پیشانی کو جھکا دیا ہے اور کان لگائے ہوئے ہے کہ کب اسے حکم دیا جائے، پھر وہ (صور میں) پھونک دے! آپ کے ساتھیوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم کیسے کہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ کہو ہمیں اللہ ہی کافی ہے۔ اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔“ صحابہ نے کہا: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ ①

﴿ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ㉑ ﴾ ”اور ہر شخص (ہمارے سامنے) آئے گا ایک فرشتہ اس کے ساتھ چلانے والا ہوگا اور ایک (اس کے عملوں کی) گواہی دینے والا۔“ یعنی ایک فرشتہ اسے محشر کی طرف لے جائے گا اور دوسرا فرشتہ اس کے اعمال کے بارے میں گواہی دے گا۔ آیت کریمہ کا بظاہر یہی مفہوم معلوم ہو رہا ہے اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ② پھر انھوں نے ثقیف کے مولیٰ یحییٰ بن رافع سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، انھوں نے اسی آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ㉑ ﴾ انھوں نے فرمایا کہ ایک چلانے والا اسے اللہ کی طرف چلا کر لے جائے گا اور دوسرا اس کے اعمال کے بارے میں گواہی دے گا۔ ③

﴿ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ㉒ ﴾ ”البتہ تحقیق یہ وہ (دن) ہے کہ اس سے تو غافل ہو رہا تھا۔ تو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ اٹھا دیا، پس آج تیری نگاہ بہت تیز (اور قوی) ہے۔“ یہ ہر انسان سے بحیثیت انسان خطاب ہے اور دن سے مراد روز قیامت ہے اور نگاہ تیز اس لیے ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک حتی کہ کفار بھی دیکھ رہے

---

① پہلی قوسین والا جملہ جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الزمر، حدیث: 3243 عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، دوسری قوسین والے الفاظ معجم شیوخ أبی بکر الإسماعیلی: 428/1، رقم: 87 میں اور باقی حدیث مسند أحمد: 326/1 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق ہے۔ ② تفسیر الطبری: 207/26. ③ تفسیر الطبری: 207/26.

ہوں گے اور اس دن وہ بھی استقامت پر ہوں گے لیکن اس سے انھیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا ﴾ (مریم 38:19) ”وہ جس دن ہمارے سامنے آئیں گے کیسے سننے والے اور کیسے دیکھنے والے ہوں گے!“ اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝ ﴾ (السجدۃ 12:32) ”اور کاش! آپ (اس وقت) دیکھیں جب گناہ گار اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے کہ) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو ہم کو (دنیا میں) واپس بھیج دے کہ ہم نیک عمل کریں۔ بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔“

تفسیر آیات:23-29

فرشتے کی گواہی اور اللہ تعالیٰ کا کافر کو جہنم میں گرانے کا حکم: ابن آدم کے عمل کے ساتھ مقرر کیے ہوئے فرشتے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ روز قیامت اس کے اعمال کی گواہی دیتے ہوئے کہے گا: ﴿ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ؕ﴿23﴾ ﴾ ”یہ (اعمال نامہ) میرے پاس تیار ہے۔“ اور کسی کمی بیشی کے بغیر حاضر ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے فرمائے گا: ﴿ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ﴿24﴾ ﴾ ”(حکم ہوگا کہ) تم دونوں ہر سرکش ناشکرے کو دوزخ میں ڈال دو۔“ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ چلانے والے اور گواہی دینے والے فرشتوں سے خطاب ہے، چلانے والا اسے میدان حشر میں چلا کر لائے گا اور گواہی دے گا تو اللہ تعالیٰ انھیں حکم دیں گے کہ اسے دوزخ میں ڈال دو، جو بدترین ٹھکانا ہے ﴿ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ﴿24﴾ ﴾ یعنی حق کا بہت زیادہ انکار اور تکذیب کرنے والا، حق کا دشمن اور علم کے باوجود باطل کے ساتھ حق کا مقابلہ کرنے والا، ﴿ مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ ﴾ ”خیر و بھلائی کو روکنے والا۔“ مال سے متعلق حقوق ادا نہ کرنے والا اور نہ مال کے ساتھ نیکی، صلہ رحمی اور صدقہ کرنے والا، ﴿ مُعْتَدٍ ﴾ ”حد سے بڑھنے والا۔“ اور جن کاموں میں خرچ کرتا ہے تو حد سے بڑھ جاتا ہے۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ ہے جو گفتگو، چال ڈھال اور اپنے حکم میں حد سے بڑھ جائے۔ ① ﴿ مُّرِيْبٍ ۙ﴿25﴾ ﴾ ”شکی (تھا)“ اپنے معاملے میں شک میں مبتلا تھا، نیز جو اس کے معاملے کا جائزہ لیتا اسے یہ شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ ﴿ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ﴾ ”جس نے اللہ کے ساتھ اور معبود مقرر کر رکھے تھے۔“ یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اور غیر اللہ کی پوجا کی تھی ﴿ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿26﴾ ﴾ ”تو تم دونوں اس کو سخت عذاب میں ڈال دو۔“

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَخْرُجُ عُنُقٌ مِّنَ النَّارِ، يَتَكَلَّمُ، يَقُولُ: وُكِّلْتُ الْيَوْمَ بِثَلَاثَةٍ: بِكُلِّ جَبَّارٍ(عَنِيدٍ)، وَّبِمَنْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ، وَبِمَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ فَيَنْطَوِي عَلَيْهِمْ فَيَقْذِفُهُمْ فِي غَمَرَاتِ جَهَنَّمَ] ”آگ سے ایک گردن نکلے گی جو گفتگو کر رہی ہوگی اور کہے گی کہ مجھے تین آدمیوں پر مسلط کر دیا گیا ہے: (1) ہر جابر سرکش پر (2) ہر اس شخص پر جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور (بندگان الٰہی) کی عبادت

---

① تفسیر الطبری: 214/26.

کرے اور (3) جو ناحق کسی انسان کو قتل کرے۔ یہ آگ ان کو سمیٹ کر جہنم کی ہولناکیوں میں گرا دے گی۔''①

اللہ تعالیٰ کے پاس انسان اور شیطان کا جھگڑا: ﴿ قَالَ قَرِیۡنُهٗ ﴾ ''اس کا ساتھی کہے گا'' ابن عباس ؓ، مجاہد، قتادہ اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا قول ہے کہ ساتھی سے مراد وہ شیطان ہے جو اس کے ساتھ مقرر کیا گیا تھا۔② ﴿ رَبَّنَا مَاۤ اَطۡغَیۡتُهٗ ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا۔'' یعنی وہ اس انسان کے بارے میں کہے گا جسے وہ قیامت کے دن کافر پائے گا اور اس سے وہ براءت کا اظہار کر دے گا اور کہے گا کہ میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا ﴿ وَ لٰکِنۡ کَانَ فِیۡ ضَلٰلٍۭ بَعِیۡدٍ ﴿27﴾ ﴾ ''بلکہ یہ آپ ہی دور دراز کی گمراہی میں تھا۔'' بلکہ یہ خود ہی گمراہ، باطل کا قائل اور حق کا دشمن تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ وَ قَالَ الشَّیۡطٰنُ لَمَّا قُضِیَ الۡاَمۡرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَکُمۡ وَعۡدَ الۡحَقِّ وَ وَعَدۡتُّکُمۡ فَاَخۡلَفۡتُکُمۡ ؕ وَ مَا کَانَ لِیَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ اِلَّاۤ اَنۡ دَعَوۡتُکُمۡ فَاسۡتَجَبۡتُمۡ لِیۡ ۚ فَلَا تَلُوۡمُوۡنِیۡ وَ لُوۡمُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصۡرِخِکُمۡ وَ مَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُصۡرِخِیَّ ؕ اِنِّیۡ کَفَرۡتُ بِمَاۤ اَشۡرَکۡتُمُوۡنِ مِنۡ قَبۡلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۝ ﴾ (إبراهیم 14:22) ''جب (حساب کتاب کا) کام فیصل ہو چکے گا تو شیطان کہے گا (جو) وعدہ اللہ نے تم سے کیا تھا (وہ تو) سچا تھا اور (جو) وعدہ میں نے تم سے کیا تھا تو میں نے تم سے وعدہ خلافی کی اور میرا تم پر کسی طرح کا زور نہیں تھا۔ ہاں، میں نے تم کو (گمراہی اور باطل کی طرف) بلایا تو تم نے (جلدی سے اور بے دلیل) میرا کہنا مان لیا تو (آج) مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ ہی کو ملامت کرو، نہ میں تمھاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو، میں اس بات سے انکار کرتا ہوں کہ تم پہلے مجھے شریک بناتے تھے۔ بے شک جو ظالم ہیں، ان کے لیے درد دینے والا عذاب ہے۔'' ﴿ قَالَ لَا تَخۡتَصِمُوۡا لَدَیَّ ﴾ ''اللہ کہے گا کہ میرے حضور میں رد و کد نہ کرو۔'' یہ اللہ عزوجل انسان اور اس کے ساتھی جن سے فرمائے گا، اس لیے کہ وہ دونوں حق تعالیٰ جل شانہٗ کے سامنے جھگڑا کریں گے۔ انسان کہے گا کہ اے میرے رب! نصیحت آنے کے بعد اس نے مجھے گمراہ کر دیا تھا اور شیطان کہے گا: ﴿ رَبَّنَا مَاۤ اَطۡغَیۡتُهٗ وَ لٰکِنۡ کَانَ فِیۡ ضَلٰلٍۭ بَعِیۡدٍ ﴿27﴾ ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ آپ ہی دور دراز کی گمراہی میں تھا۔'' اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: ﴿ لَا تَخۡتَصِمُوۡا لَدَیَّ ﴾ ''میرے حضور میں رد و کد نہ کرو۔'' یعنی میرے پاس، ﴿ وَ قَدۡ قَدَّمۡتُ اِلَیۡکُمۡ بِالۡوَعِیۡدِ ﴿28﴾ ﴾ ''حالانکہ ہم تمھارے پاس پہلے ہی (عذاب کی) وعید بھیج چکے تھے۔'' یعنی ہم نے رسولوں کی زبانی تمھارے حیلے بہانے ختم کر دیے تھے، ہم نے تمھاری طرف اپنی کتابیں نازل کیں اور تمھارے خلاف دلائل و براہین ثابت ہو چکے ہیں۔ ﴿ مَا یُبَدَّلُ الۡقَوۡلُ لَدَیَّ ﴾ ''میرے ہاں بات بدلا نہیں کرتی۔'' مجاہد ؒ فرماتے ہیں، یعنی میں نے جو فیصلہ کرنا تھا وہ کر دیا ہے۔③ ﴿ وَ مَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ ﴿29﴾ ﴾ ''اور میں اپنے بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتا۔'' یعنی میں کسی کو کسی دوسرے کے گناہ کی وجہ سے سزا نہیں دیا کرتا بلکہ ہر شخص کو اتمام حجت کے بعد اس کے گناہ ہی کی وجہ سے عذاب دیا کرتا ہوں۔

---

① مسند أحمد: 40/3 جبکہ قوسین والا لفظ جامع الترمذی، أبواب صفة جهنم، باب ماجاء فی صفة النار، حدیث: 2574 عن أبی هریرة ؓ میں ہے۔ ② تفسیر الطبری: 215/26. ③ تفسیر الطبری: 217,216/26.

يَوۡمَ نَقُوۡلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امۡتَلَاۡتِ وَتَقُوۡلُ هَلۡ مِنۡ مَّزِيۡدٍ ⑩ وَاُزۡلِفَتِ الۡجَنَّةُ

(یاد کرو!) جس دن ہم جہنم سے کہیں گے: کیا تو بھر گئی ہے؟ اور وہ کہے گی: کیا کچھ مزید ہے؟⑩ اور جنت متقین کے قریب کی جائے گی، (وہ) دور

لِلۡمُتَّقِيۡنَ غَيۡرَ بَعِيۡدٍ ⑪ هٰذَا مَا تُوۡعَدُوۡنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيۡظٍ ج ⑫ مَنۡ خَشِيَ الرَّحۡمٰنَ

نہیں ہوگی⑪ (کہا جائے گا:) یہ ہے وہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، خوب رجوع کرنے والے، (امر الٰہی کی) حفاظت کرنے والے ہر شخص

بِالۡغَيۡبِ وَجَآءَ بِقَلۡبٍ مُّنِيۡبِ ۨ لا ⑬ ادۡخُلُوۡهَا بِسَلٰمٍ ط ذٰلِكَ يَوۡمُ الۡخُلُوۡدِ ⑭

سے⑫ جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتا تھا اور وہ رجوع کرنے والا دل لیے آیا ہے⑬ (کہا جائے گا:) تم اس (جنت) میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ، یہی

لَهُمۡ مَّا يَشَآءُوۡنَ فِيۡهَا وَلَدَيۡنَا مَزِيۡدٌ ⑮

ہمیشہ رہنے کا دن ہے⑭ وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لیے ہوگا، اور ہمارے پاس اور بھی بہت کچھ ہے⑮

تفسیر آیات: 30-35

جنت و جہنم کے حالات: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ روزِ قیامت دوزخ سے پوچھے گا: کیا تو بھر گیا ہے؟ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ روزِ قیامت اسے جنوں اور انسانوں سے بھرے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جن لوگوں کے لیے جہنم رسید ہونے کا حکم دے گا، انھیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو جہنم کہے گا: کیا اور بھی ہے؟ یعنی کیا کوئی چیز باقی رہ گئی ہے جو تو مجھے دے گا؟ آیت کریمہ کے سیاق سے بظاہر یہی معنی معلوم ہو رہے ہیں اور پھر احادیث بھی اسی معنی پر دلالت کرتی ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقٰى فِيهَا وَتَقُولُ: هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ؟ حَتّٰى يَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ فِيهَا قَدَمَهٗ فَيَنْزَوِي بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ وَّتَقُولُ: قَطْ قَطْ وَعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ، وَلَا يَزَالُ فِي الْجَنَّةِ فَضْلٌ حَتّٰى يُنْشِئَ اللّٰهُ لَهَا خَلْقًا (آخَرَ فَيُسْكِنَهُمْ فِي فُضُولِ الْجَنَّةِ)] ”جہنم میں لوگوں کو مسلسل ڈالا جائے گا اور وہ کہے گا: کیا کچھ اور بھی ہے؟ حتی کہ رب العزت اپنے قدم مبارک کو اس میں رکھ دے تو اس کے بعض حصے بعض کی طرف سمٹ جائیں گے اور جہنم کہے گا: بس بس، تیری عزت و کرم کی قسم! البتہ جنت میں جگہ باقی بچی رہے گی جس کے لیے اللہ تعالیٰ اور مخلوق پیدا فرمائے گا، پھر انھیں جنت کے باقی ماندہ مقامات میں بسا دے گا۔“① اور اسے امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔②

دوسری حدیث: امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسے مرفوع روایت کیا ہے جبکہ ابو سفیان اسے اکثر موقوف روایت کیا کرتے تھے: يُقَالُ لِجَهَنَّمَ: هَلِ امْتَلَأْتِ؟ وَتَقُولُ: هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ؟ فَيَضَعُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَدَمَهٗ عَلَيْهَا، فَتَقُولُ: قَطْ قَطْ ”جہنم سے کہا جائے گا: کیا تو بھر گیا ہے؟ وہ کہے گا: کیا کچھ اور بھی ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ اس

---

① مسند أحمد: 234/3 جبکہ قوسین والے الفاظ بھی مسند أحمد: 134/3 و 141 میں ہیں۔② صحیح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب النار يدخلها الجبارون......، حديث: (38)-2848.

پر اپنا قدم مبارک رکھ دیں گے تو وہ کہے گا: بس بس۔"①

ایک اور روایت: امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَقَالَتِ النَّارُ: أُوثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِينَ وَالْمُتَجَبِّرِينَ. وَقَالَتِ الْجَنَّةُ: مَالِي لَا يَدْخُلُنِي إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ؟ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لِلْجَنَّةِ: أَنْتِ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي، وَقَالَ لِلنَّارِ: إِنَّمَا أَنْتِ عَذَابِي أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْكُمَا مِلْؤُهَا، فَأَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ حَتّٰى يَضَعَ رِجْلَهٗ (فِيهَا) فَتَقُولُ: قَطْ قَطْ، فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيَنْزَوِي بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ، وَّلَا يَظْلِمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ خَلْقِهٖ أَحَدًا، وَّأَمَّا الْجَنَّةُ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا (آخَرَ)] "جنت اور دوزخ نے آپس میں جھگڑا کیا، تو دوزخ نے کہا کہ مجھے متکبر اور جابر لوگوں کے لیے مخصوص کیا گیا ہے، جنت نے کہا: مجھے کیا ہوا ہے کہ مجھ میں کمزور اور ناتواں لوگ ہی داخل ہوتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے، اپنے بندوں میں سے جس پر میں چاہوں تیرے ذریعے سے رحمت کروں اور دوزخ سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں تیرے ذریعے سے عذاب دوں، البتہ تم دونوں میں سے ہر ایک کو بھر دیا جائے گا، دوزخ اس وقت تک نہیں بھرے گا جب تک اللہ جل شانہٗ اپنا قدم مبارک اس میں نہ رکھیں گے تو وہ پکار اٹھے گا: بس بس۔ اس وقت دوزخ بھر جائے گا اور اس کے بعض حصے بعض کی طرف سمٹ جائیں گے اور اللہ عزوجل اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں فرمائے گا جبکہ جنت کے لیے اللہ عزوجل اور مخلوق پیدا فرما دے گا۔"②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝31 ﴾ "اور بہشت پرہیزگاروں کے قریب کر دی جائے گی (کہ مطلق) دور نہ ہوگی۔" قتادہ، ابو مالک اور سدی کا قول ہے: ﴿ وَاُزْلِفَتْ ﴾ کے معنی ہیں کہ اسے پرہیزگاروں کے قریب کر دیا جائے گا۔③ ﴿ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝31 ﴾ "دور نہ ہوگی۔" یہ قیامت کا دن ہے اور قیامت دور نہیں ہوگی کیونکہ وہ لامحالہ آنے ہی والی ہے اور ہر وہ چیز جو آنے والی ہو، قریب ہوتی ہے۔ ﴿ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۝32 ﴾ "یہی وہ (چیز) ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہر رجوع کرنے والے، حفاظت کرنے والے سے۔" ﴿ اَوَّابٍ ﴾ کے معنی رجوع کرنے والا، توبہ کرنے والا اور گناہ سے رک جانے والا اور ﴿ حَفِيْظٍ ۝32 ﴾ سے مراد وہ جو عہد کی حفاظت کرے، نہ اسے توڑے اور نہ اس کی خلاف ورزی کرے، ﴿ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ﴾ "جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتا رہا۔" یعنی وہ خلوت میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا جبکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی دیکھنے والا نہ تھا جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا روز قیامت عرش الٰہی کے سائے تلے جگہ پانے والے سات قسم کے سعادت مند لوگوں میں سے [وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ] "ایک وہ شخص

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝ ﴾ (قٓ 50:30)، حديث: 4849. ② صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝ ﴾ (قٓ 50:30)، حديث: 4850 البتہ پہلی اور تیسری قوسین والے الفاظ صحیح بخاری میں نہیں ملے جیسا کہ تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں بھی نہیں ہیں جبکہ دوسری قوسین والا لفظ صحیح بخاری میں [يَنْزَوِي] کے بجائے [يُزْوٰى] ہے۔ ③ تفسير الطبري: 220/26.

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ

ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں، وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھیں، پھر وہ شہروں میں گشت کرنے لگے، کیا انھیں (ہمارے عذاب سے)

مَّحِيْصٍ ﴿36﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿37﴾

کوئی بچ نکلنے کی جگہ ملی؟ ﴿36﴾ بلاشبہ اس میں اس شخص کے لیے نصیحت ہے جو (آگاہ) دل رکھتا ہے، یا وہ کان لگائے جبکہ وہ (دل و دماغ سے) حاضر ہو ﴿37﴾

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿38﴾

اور البتہ تحقیق ہم نے آسمانوں اور زمین کو، اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، چھ دنوں میں پیدا کیا، اور ہمیں کسی قسم کی تھکاوٹ نے چھوا تک نہیں ﴿38﴾

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿39﴾ ۚ

چنانچہ (اے نبی!) جو وہ کہتے ہیں اب آپ اس پر صبر کریں، اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں، طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے ﴿39﴾

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿40﴾

اور رات کے کچھ حصے میں پھر آپ اس کی تسبیح کریں، اور سجود (نمازوں) کے بعد بھی ﴿40﴾

بھی ہوگا جس نے خلوت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔''① ﴿ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِۣ ﴿33﴾ ﴾ ''اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔'' یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ایسے دل کے ساتھ ملے گا جو اس کی طرف رجوع کرنے والا، سب سے پاک اور اس کے سامنے جھکنے والا ہوگا۔

﴿ اُدْخُلُوْهَا ﴾ ''اس میں داخل ہو جاؤ۔'' یعنی جنت میں، ﴿ بِسَلٰمٍ ؕ ﴾ ''سلامتی کے ساتھ۔'' قتادہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے سلامتی میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان پر سلام بھیجیں گے۔② ﴿ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿34﴾ ﴾ ''یہ ہمیشگی کا دن ہے۔'' یعنی وہ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور کبھی نہیں مریں گے، نہ وہاں سے کوچ کریں گے اور نہ وہاں سے نقل مکانی کرنا چاہیں گے، ﴿ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا ﴾ ''وہاں وہ جو چاہیں گے ان کے لیے ہوگا۔'' یعنی جس چیز کو پسند کریں گے اپنے سامنے موجود پائیں گے، لذت کے جس قسم کے سامان کو طلب کریں گے، حاضر پائیں گے ﴿ وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿35﴾ ﴾ ''اور ہمارے ہاں اور بھی بہت کچھ ہے۔'' جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ ﴾ (یونس 26:10) ''جن لوگوں نے نیکوکاری کی ان کے لیے بھلائی ہے مزید برآں اور بھی۔'' صحیح مسلم میں صہیب بن سنان رومی سے روایت ہے کہ ﴿ وَزِيَادَةٌ ؕ ﴾ سے مراد اللہ کریم کے چہرۂ اقدس کا دیدار ہے۔③

تفسیر آیات :36-40

کفار کو عذاب کی دھمکی اور نبی ﷺ کو صبر اور نماز کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ

---

① صحيح البخاري، الأذان، باب من جلس في المسجد......، حديث : 660 وصحيح مسلم، الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة، حديث : 1031 عن أبي هريرة ﷺ. ② تفسير الطبري : 222/26 . ③ صحيح مسلم، الإيمان، باب إثبات رؤية المؤمنين في الآخرة......، حديث : (298,297)-181.

مِنْهُمْ بَطْشًا ﴾ ''اور ہم نے ان سے پہلے کئی امتیں ہلاک کر ڈالیں وہ اُن سے قوت میں کہیں بڑھ کر تھے۔'' یعنی ان تکذیب کرنے والوں سے پہلے جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور قوت میں شدید تھے، انھوں نے زمین میں نشانات بنائے اور ان کی نسبت زمین کو زیادہ آباد کیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿ فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ۭ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ㊱ ﴾ ''تو وہ شہروں میں گشت کرنے لگے، کیا کہیں بھاگنے کی جگہ ہے؟'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے شہروں میں نشانات بنائے۔ ① قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے شہروں میں گشت کی، رزق اور مال و دولت کو تلاش کیا اور تمھاری نسبت انھوں نے شہروں میں زیادہ سیر و سیاحت کی۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ㊱ ﴾ ''کیا کہیں بھاگنے کی جگہ ہے؟'' کیا اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے بھاگنے کی ان کے پاس کوئی صورت تھی۔ انھوں نے جو مال و دولت جمع کیا وہ ان کے کچھ کام آسکا اور نہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے آنے والے عذاب کو ان سے ٹال سکا۔ اسی طرح تمھارے لیے بھی کوئی ملجا و ماویٰ، بھاگنے اور راہ فرار اختیار کرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے، ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ㊲ ﴾ ''جو شخص دل (آگاہ) رکھتا ہے یا متوجہ ہو کر سننے کے لیے کان لگاتا ہے، اس کے لیے یقیناً اس میں نصیحت ہے۔'' ذکرٰی کے معنی عبرت اور نصیحت کے ہیں اور قلب سے مراد عقل ہے جیسا کہ امام مجاہد نے کہا ہے۔ ③ ﴿ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ㊲ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ کلام کو سنتا، اسے یاد رکھتا اور عقل کے ساتھ اسے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ ﴾ کے معنی ہیں دل کے ساتھ اپنے نفس سے بات نہ کرے ﴿ وَهُوَ شَهِيْدٌ ㊲ ﴾ اور اس کا دل بھی حاضر ہو۔ ④ ضحاک کا قول ہے کہ عرب أَلْقٰی فُلَانٌ سَمْعَهٗ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی اپنے دونوں کانوں کے ساتھ غور سے سنے اور وہ دل کے ساتھ حاضر ہو اور غائب نہ ہو۔ ⑤ ثوری اور کئی ایک ائمہ نے اسی طرح کہا ہے۔ ⑥

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ڰ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ㊳ ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو مخلوقات ان میں ہیں سب کو چھ دن میں بنا دیا اور ہم کو ذرا بھی تکان نہیں ہوئی۔'' اس میں گویا آخرت کا اثبات ہے کیونکہ جو آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے پر قادر ہے اور اسے ان کے پیدا کرنے سے کوئی تکان نہیں ہوئی وہ مُردوں کو دوبارہ پیدا کرنے پر بطریق اولیٰ قادر ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ یہودیوں کا کہنا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور پھر ساتویں دن، یعنی ہفتے کے دن آرام کیا اور اسے وہ آرام کے دن سے موسوم کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ㊳ ﴾ ''اور ہم کو ذرا بھی تکان نہیں ہوئی۔'' ⑦ یعنی درماندگی اور نہ کوئی تھکاوٹ اور نہ تکلیف ہوئی جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک دوسری آیت

---

① تفسیر القرطبی: 22/17 و تفسیر الطبری: 227/26. ② تفسیر القرطبی: 22/17 ملخصًا. ③ تفسیر القرطبی: 23/17 اور یہی قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی ہے، دیکھیے زاد المسیر: 244/7. ④ تفسیر الطبری: 228/26. ⑤ تفسیر الطبری: 228/26. ⑥ تفسیر القرطبی: 23/17. ⑦ تفسیر الطبری: 230/26.

میں فرمایا ہے: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝ ﴾ (الأحقاف 46:33) ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں، وہ اس (بات) پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کردے، کیوں نہیں! وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ ﴾ (المؤمن 40:57) ”آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا کام ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰهَا۝ ﴾ (النّٰزعٰت 79:27) ”بھلا تمھارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا؟ اسی نے اس کو بنایا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ﴾ ”تو جو کچھ یہ کفار کہتے ہیں اس پر صبر کرو۔“ یعنی ان تکذیب کرنے والے کفار کی باتوں پر صبر کریں اور اچھے طریق سے ان سے کنارہ کشی اختیار کریں۔ ﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ۝ ﴾ ”اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں۔“ معراج سے پہلے دو نمازیں فرض تھیں، ایک طلوع آفتاب سے قبل فجر کے وقت اور دوسری غروب آفتاب سے قبل عصر کے وقت، رات کا قیام ایک سال تک نبی ﷺ اور آپ کی امت پر واجب تھا، پھر امت کے حق میں اس کے وجوب کو منسوخ کر دیا گیا، پھر شب معراج پانچ نمازوں کو فرض قرار دے کر اس سب کچھ کو منسوخ کر دیا گیا، البتہ طلوع و غروب آفتاب سے قبل نماز فجر اور نماز عصر کو باقی رہنے دیا گیا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا تو فرمایا: [أَمَا! إِنَّكُمْ سَتُعْرَضُونَ عَلٰى رَبِّكُمْ عَزَّوَجَلَّ، فَتَرَوْنَهٗ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُونَ فِيهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تُغْلَبُوا عَلٰى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ۝ ﴾] ”خبردار! تم اپنے رب کے سامنے پیش کیے جاؤ گے تو تم اسے اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو اور اس دیکھنے میں ازدہام میں مبتلا نہیں ہو گے، پس اگر تمھیں استطاعت ہو کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے قبل نماز سے مغلوب نہ ہو جاؤ تو ایسا کرو، پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ۝ ﴾ ”اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے پہلے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں۔“① اسے امام بخاری و مسلم اور دیگر جماعت محدثین نے بروایت اسماعیل بیان کیا ہے۔②

---

① مسند أحمد: 366,365/4 . ② صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب فضل صلاة العصر، حديث: 554 و صحيح مسلم، المساجد، باب فضل صلاتي الصبح......، حديث: 633 وسنن أبي داود، السنة، باب في الرؤية، حديث: 4729 وجامع الترمذي، صفة الجنة، باب ماجاء في رؤية الرب تبارك و تعالى، حديث: 2551 وسنن ابن ماجه، السنة، باب فيما أنكرت الجهمية، حديث: 177 .

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿41﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ

اور توجہ سے سنیے! جس دن منادی کرنے والا قریب کے مقام سے ندا دے گا﴿41﴾ جس دن وہ اس چیخ (نفخۂ ثانیہ) کو فی الواقع سنیں گے،

بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿42﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿43﴾

یہی (قبروں سے) نکلنے کا دن ہوگا﴿42﴾ بلاشبہ ہم ہی زندہ کرتے اور ہم ہی مارتے ہیں، اور ہماری ہی طرف (سب کی) واپسی ہے﴿43﴾

يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿44﴾

جس دن ان کے اوپر سے زمین پھٹ جائے گی (وہ اس میں سے) تیزی سے (نکل رہے ہوں گے) یہ حشر (برپا کرنا) ہم پر نہایت آسان ہے﴿44﴾

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ

ہم اسے خوب جانتے ہیں جو وہ (مشرکین) کہتے ہیں، اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں، لہٰذا آپ اس قرآن کے ذریعے سے اس شخص

ع 3 16/17 مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿45﴾ ع

کو نصیحت کرتے رہیں، جو میری وعید سے ڈرتا ہے﴿45﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ ﴾ ’’اور رات کے بعض اوقات میں بھی اس کی تسبیح کیا کریں۔‘‘ یعنی اس کے لیے نماز پڑھا کرو جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 17:79) ’’اور آپ رات کے بعض حصے میں اس (قرآن) کے ساتھ شب بیداری کیا کریں (اور یہ) آپ کے لیے نفل ہے قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے۔‘‘ ﴿ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿40﴾ ﴾ ’’اور نمازوں کے بعد (بھی۔)‘‘ ابن ابو نجیح نے مجاہد سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد نماز کے بعد تسبیح پڑھنا ہے۔① اس کی تائید صحیحین کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے کہ فقراء مہاجرین نے حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! صاحب ثروت لوگوں نے بلند درجات اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کو حاصل کر لیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [وَمَا ذَاكَ؟] ’’وہ کیسے؟‘‘ انھوں نے عرض کی کہ وہ بھی نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں، وہ روزے بھی رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں اور وہ صدقہ کرتے ہیں لیکن ہم صدقہ نہیں کر سکتے، وہ گردنیں آزاد کرتے ہیں جبکہ ہم نہیں کر سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَفَلَا أُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُونَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُونَ بِهِ مَنْ بَعْدَكُمْ وَلَا يَكُونُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ إِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟ قَالُوا: بَلٰى، يَارَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: تُسَبِّحُونَ وَتُكَبِّرُونَ وَتَحْمَدُونَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ، ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ مَرَّةً] ’’کیا میں تمھیں ایک ایسی چیز نہ سکھا دوں کہ جو تم سے آگے ہوں ان کو تم پالو اور اپنے سے پیچھے والوں کے ہمیشہ آگے رہو اور تم سے کوئی بھی افضل نہیں ہوگا سوائے اس کے جو اسی طرح کرے جیسے تم کرو۔ اور وہ یہ کہ تم ہر نماز کے بعد تینتیس (تینتیس) مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھو۔‘‘ راوی نے کہا کہ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہمارے مال دار بھائیوں نے بھی یہ بات سن لی ہے اور انھوں نے بھی اسی طرح کرنا شروع کر دیا ہے جس طرح ہم کرتے

---

① تفسیر الطبری : 234/26

ہیں، آپ نے فرمایا: [ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيهِ مَنۡ يَّشَاءُ] ”یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمادے۔“① دوسرا قول یہ ہے کہ ﴿ وَ اَدۡبَارَ السُّجُوۡدِ ۝۴۰ ﴾ سے مراد نماز مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھنا ہے۔ یہ حضرت عمر، حضرت علی، آپ کے صاحبزادہ گرامی حضرت حسن، ابن عباس، ابو ہریرہ اور ابو امامہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔② امام مجاہد، عکرمہ، شعبی، نخعی، حسن اور قتادہ کے علاوہ دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔③

تفسیر آیات: 41-45

روز قیامت کے بعض حقائق کے ساتھ نصیحت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاسۡتَمِعۡ ﴾ ”اور سنیے“ اے محمد (ﷺ!) ﴿ يَوۡمَ يُنَادِ الۡمُنَادِ مِنۡ مَّكَانٍ قَرِيۡبٍ ۝۴۱ ﴾ ”جس دن پکارنے والا نزدیک کی جگہ سے پکارے گا“ کہ تم فیصلے سننے کے لیے جمع ہو جاؤ۔ ﴿ يَّوۡمَ يَسۡمَعُوۡنَ الصَّيۡحَةَ بِالۡحَقِّ ؕ ﴾ ”جس دن لوگ چیخ و پکار حقیقتاً سن لیں گے۔“ یعنی نفخۂ صور جس سے یقیناً وہ حق سامنے آجائے گا جس کے بارے میں اکثر لوگ شک کرتے تھے، ﴿ ذٰلِكَ يَوۡمُ الۡخُرُوۡجِ ۝۴۲ ﴾ ”وہی نکل پڑنے کا دن ہے۔“ یعنی قبروں سے نکل پڑنے کا۔ ﴿ اِنَّا نَحۡنُ نُحۡيٖ وَ نُمِيۡتُ وَ اِلَيۡنَا الۡمَصِيۡرُ ۝۴۳ ﴾ ”یقیناً ہم ہی تو زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔“ یعنی وہ اللہ ہی مخلوق کو ابتدا میں پیدا فرماتا اور پھر اسے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرتا ہے اور دوبارہ زندہ کرنا اس کے لیے بہت آسان ہے، تمام مخلوقات کو بالآخر اسی کے پاس جانا ہے اور وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا۔ عمل اچھا ہوا تو اچھی جزا اور اگر برا ہوا تو بری سزا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوۡمَ تَشَقَّقُ الۡاَرۡضُ عَنۡهُمۡ سِرَاعًا ؕ ﴾ ”اس دن زمین ان پر سے پھٹ جائے گی تو وہ جھٹ پٹ نکل کھڑے ہوں گے۔“ اللہ عزوجل آسمان سے بارش نازل فرمائے گا جس کے ساتھ قبروں میں تمام مخلوقات کے جسموں کو اس طرح زندہ فرمادے گا جس طرح پانی کے ساتھ مٹی میں دانہ اگتا ہے، جب جسم مکمل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اسرافیل کو حکم دیں گے اور وہ صور میں پھونکیں گے، روحوں کو صور کے سوراخ میں رکھا گیا ہوگا اور جب اسرافیل پھونک ماریں گے تو روحیں چمکتی دمکتی آسمان و زمین کے درمیان نکل آئیں گی۔ اللہ عزوجل ارشاد فرمائیں گے، مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! ہر روح اس جسم میں چلی جائے جسے اس نے آباد کیا ہوا تھا تو ہر روح اپنے اپنے جسم میں چلی جائے گی اور وہ جسم میں اس طرح سرایت کر جائے گی جس طرح ڈسے ہوئے کے جسم میں زہر سرایت کر جاتا ہے، زمین ان سے پھٹ جائے گی اور لوگ جھٹ پٹ حساب کے مقام کی طرف نکل کھڑے ہوں گے، اللہ عزوجل کے حکم کی طرف جلدی کرتے ہوئے ﴿ مُّهۡطِعِيۡنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوۡلُ الۡكٰفِرُوۡنَ هٰذَا يَوۡمٌ عَسِرٌ ۝ ﴾ (القمر 54:8) ”اس بلانے والے کی طرف دوڑتے جاتے ہوں گے۔ کافر کہیں گے یہ دن بڑا سخت ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوۡمَ يَدۡعُوۡكُمۡ فَتَسۡتَجِيۡبُوۡنَ بِحَمۡدِهٖ وَتَظُنُّوۡنَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا ۝ ﴾ (بنی إسرآء يل

---

① صحیح البخاری، الأذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، حدیث: 843 و صحیح مسلم، المساجد و مواضع الصلاۃ، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ……، حدیث: 595۔ ② تفسیر الطبری: 234-232/26۔ ③ تفسیر الطبری: 234-232/26۔

52:17) ''جس دن وہ تمھیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ جواب دو گے اور خیال کرو گے کہ تم دنیا میں بہت کم مدت رہے۔''

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ] ''سب سے پہلا میں ہوں جس سے زمین پھٹے گی۔''① ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴾ ''یہ جمع کرنا ہمیں آسان ہے۔'' یعنی یہ دوبارہ پیدا کرنا ہمیں کچھ مشکل نہیں بلکہ بہت آسان ہے جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ ○ ﴾ (القمر 54:50) ''اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک بات ہوتی ہے۔'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ○ ﴾ (لقمٰن 31:28) ''(اللہ کو) تمھارا پیدا کرنا اور جلا اٹھانا محض ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جلا اٹھانے) کی طرح ہے۔ بے شک اللہ بڑا سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی: اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴾ ''یہ (لوگ) جو کچھ کہتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے۔'' یعنی مشرک آپ کی تکذیب کرتے ہوئے جو کہتے ہیں، ہمارا علم اس سب کچھ کا احاطہ کیے ہوئے ہے، لہٰذا اس سے دل آزردہ نہ ہوں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۙ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ○ ﴾ (الحجر 15:97-99) ''اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے تو آپ اپنے پروردگار کی تسبیح کہتے (اور اس کی خوبیاں بیان کرتے) رہیں اور سجدہ کرنے والوں میں رہیں اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ ﴾ ''اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں۔'' یعنی انھیں ہدایت قبول کرنے کے لیے زبردستی آمادہ نہیں کرتے اور نہ ہی یہ بات آپ کے ذمے عائد کی گئی ہے کہ انھیں زبردستی ہدایت یافتہ بنا دیں، پھر فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴾ ''پس جو میری وعید سے ڈرے اس کو قرآن سے نصیحت کرتے رہیں۔'' یعنی آپ اپنے رب کے پیغام کو پہنچا دیں جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کی وعید سے ڈرتا اور اس کے وعدے کی امید رکھتا ہے وہ ضرور نصیحت حاصل کرے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ○ ﴾ (الرعد 13:40) ''پس آپ کا کام صرف (ہمارے احکام) پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ ۣ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ○ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۙ ﴾ (الغاشية 88:21,22) ''تو آپ نصیحت کرتے رہیں بس آپ تو نصیحت کرنے والے ہیں، آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ ﴾ (البقرة 2:272) ''(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ ان لوگوں کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے

---

① صحیح البخاری، الخصومات، باب مایذکر فی الإشخاص......، حدیث :2412 عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ.

ملحوظہ: صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ہمیں نہیں ملی۔ البتہ صحیح مسلم میں [أَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ] ''سب سے پہلے جس سے قبر پھٹے گی'' دیکھیے صحیح مسلم، الفضائل، باب تفضیل نبینا صلی اللہ علیہ وسلم......، حدیث:2278 عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ.

ہدایت بخشتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ ﴾ (القصص 56:28) ''(اے محمد ﷺ!) آپ جس کو پسند کرتے ہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔'' اسی لیے اللہ جل شانہٗ نے یہاں فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡهِمۡ بِجَبَّارٍ ۟ فَذَكِّرۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مَنۡ یَّخَافُ وَعِیۡدِ ﴿45﴾ ﴾ ''اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں، پس جو میری وعید سے ڈرے اس کو اس قرآن سے نصیحت کرتے رہیں۔''

امام قتادہ یہ دعا کیا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ! اجۡعَلۡنَا مِمَّنۡ یَّخَافُ وَعِیدَكَ وَیَرۡجُو مَوۡعُودَكَ یَا بَارُّ! یَارَحِیمُ! ''اے اللہ! ہمیں اپنے ان بندوں میں سے بنادے جو تیری وعید سے ڈرتے اور تیرے وعدے کی امید رکھتے ہیں،① اے احسان کرنے والے! اے رحم فرمانے والے!''

سورۂ قٓ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَحۡدَهٗ وَحَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِیلُ.

---

① تفسیر القرطبی: 29/17.

تفسیر
سُورۂ ذٰرِیٰت

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَ الذّٰرِیٰتِ ذَرۡوًا ۙ① فَالۡحٰمِلٰتِ وِقۡرًا ۙ② فَالۡجٰرِیٰتِ یُسۡرًا ۙ③ فَالۡمُقَسِّمٰتِ

قسم ہے ان ہواؤں کی جو (مٹی وغیرہ کو) اڑا کر بکھیرنے والی ہیں① پھر ان بادلوں کی (قسم) جو (پانی کا) بوجھ اٹھانے والے ہیں② پھر ان کشتیوں کی

اَمۡرًا ۙ④ اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَصَادِقٌ ۙ⑤ وَّ اِنَّ الدِّیۡنَ لَوَاقِعٌ ؕ⑥ وَ السَّمَآءِ ذَاتِ

(قسم) جو آسانی سے چلنے والی ہیں③ پھر ان فرشتوں کی (قسم) جو کام تقسیم کرنے والے ہیں④ بلاشبہ تمھیں جو وعدہ دیا جاتا ہے وہ ضرور سچا ہے⑤ اور

الۡحُبُکِ ۙ⑦ اِنَّکُمۡ لَفِیۡ قَوۡلٍ مُّخۡتَلِفٍ ۙ⑧ یُّؤۡفَکُ عَنۡہُ مَنۡ اُفِکَ ؕ⑨ قُتِلَ الۡخَرّٰصُوۡنَ ۙ⑩

بلاشبہ (اعمال کی) جزا ضرور ملنے والی ہے⑥ قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے⑦ بلاشبہ تم (باہم) مختلف باتوں میں (پڑے) ہو⑧ اس سے

الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ غَمۡرَۃٍ سَاہُوۡنَ ۙ⑪ یَسۡـَٔلُوۡنَ اَیَّانَ یَوۡمُ الدِّیۡنِ ؕ⑫ یَوۡمَ ہُمۡ

پھیرا جاتا ہے جو شخص (بھلائی سے) پھیرا گیا⑨ اٹکل پچو لگانے والے مارے گئے⑩ جو لاپروا غفلت میں پڑے ہیں⑪ وہ پوچھتے ہیں: جزا کا دن کب

عَلَی النَّارِ یُفۡتَنُوۡنَ ⑬ ذُوۡقُوۡا فِتۡنَتَکُمۡ ؕ ہٰذَا الَّذِیۡ کُنۡتُمۡ بِہٖ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ⑭

ہوگا؟⑫ جس دن وہ آگ میں جلائے جائیں گے⑬ (کہا جائے گا:) تم اپنا عذاب چکھو، یہ وہ عذاب ہے جسے تم جلدی مانگتے تھے⑭

تفسیر آیات: 1-14

آخرت اور حساب کی خبر کی صداقت: امیر المؤمنین حضرت علی بن ابو طالب ؓ سے روایت ہے کہ آپ کوفہ میں منبر پر چڑھے، پھر آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کی جس آیت اور رسول اللہ ﷺ کی جس سنت کے بارے میں بھی مجھ سے پوچھو گے تو میں تمھیں بتا دوں گا، ابن کوّاء نے کھڑے ہو کر پوچھا: امیر المؤمنین ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَالذّٰرِیٰتِ ذَرۡوًا ۙ①﴾ کے کیا معنی ہیں؟ حضرت علی ؓ نے فرمایا: اس کے معنی ہوا کے ہیں، اس نے پوچھا: ﴿فَالۡحٰمِلٰتِ وِقۡرًا ۙ②﴾ کے معنی؟ آپ نے فرمایا: بادل، اس نے پوچھا: ﴿فَالۡجٰرِیٰتِ یُسۡرًا ۙ③﴾ کے معنی؟ آپ نے جواب دیا: کشتیاں، اس نے سوال کیا: ﴿فَالۡمُقَسِّمٰتِ اَمۡرًا ۙ④﴾ کے معنی؟ آپ نے فرمایا: فرشتے۔ ①

---

① تفسیر الطبری: 242-239/26.

بعض نے کہا ہے: ﴿فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ﴾ سے ستارے مراد ہیں جو اپنے دائروں میں آسانی کے ساتھ چلتے ہیں تاکہ ادنیٰ سے اعلیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ ترین کی طرف ترقی ہو کیونکہ ہواؤں کے اوپر بادل ہیں، بادلوں کے اوپر ستارے ہیں اور ﴿فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ﴾ سے مراد فرشتے ہیں جو ستاروں سے اوپر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے شرعی اور کونی احکام لے کر نازل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آخرت کے وقوع پذیر ہونے پر یہ قسمیں کھائی ہیں، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۙ﴾ ”بلاشبہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچا ہے۔“ یعنی وہ ایک سچی خبر ہے، ﴿وَّاِنَّ الدِّيْنَ﴾ یعنی حساب کا دن ﴿لَوَاقِعٌ ۭ﴾ ”ضرور واقع ہوگا۔“ یعنی وہ یقینی طور پر وقوع پذیر ہونے والا ہے۔ پھر فرمایا: ﴿وَالسَّمَاۗءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۙ﴾ ”اور آسمان کی قسم! جس میں رستے ہیں۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ذَاتِ الْحُبُكِ ۙ﴾ کے معنی ہیں حسن و جمال، رونق اور مضبوطی والا۔ ① مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، ابو مالک، ابو صالح، سدی، قتادہ، عطیہ عوفی، ربیع بن انس اور دیگر کئی ائمہ کا بھی یہی قول ہے۔ ② ضحاک اور منہال بن عمرو وغیرہ کا قول ہے کہ ہوا جب پانی، ریت اور کھیتی پر چل کر الگ الگ رستے بنا دیتی ہے، انھیں حبک کہا جاتا ہے۔ ③ ان سب اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کے معنی حسن و جمال کے ہیں کہ یہ اپنے حسن کی وجہ سے بلند، صاف شفاف، مضبوط و مستحکم اور وسیع و عریض ہے جسے ثوابت اور سیاروں کا تاج پہنایا گیا اور شمس و قمر اور روشن ستاروں کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔

مشرکین کی باتوں میں اختلاف: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۙ﴾ ”بلاشبہ (اے اہل مکہ!) تم ایک متناقض بات میں پڑے ہوئے ہو۔“ یعنی اے مشرکو اور پیغمبروں کی تکذیب کرنے والو! تم ایک ایسی مختلف اور مضطرب بات میں پڑے ہو جو بے جوڑ اور بے سروپا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ایک متناقض بات پر اڑے ہو جس سے قرآن مجید کی تصدیق بھی ہوتی ہے اور تکذیب بھی۔ ④ ﴿يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۭ﴾ ”اس سے وہی پھرتا ہے جو (بھلائی سے) پھیرا جائے۔“ یعنی یہ بات اس شخص کے ہاں پذیرائی حاصل کر سکتی ہے جو واقعی گمراہ ہو کیونکہ یہ ایک بالکل باطل بات ہے اسے صرف وہ صحیح مان سکتا اور اسے صحیح ماننے کی وجہ سے گمراہ ہو سکتا ہے جو واقعی سر پھرا، گمراہ اور حد درجہ احمق ہو جو فہم و بصیرت سے بالکل عاری ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ۙ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ۙ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 37:161-163) ”سو تم اور جن کو تم پوجتے ہو، اللہ کے خلاف بہکا نہیں سکتے مگر اس کو جو جہنم میں جانے والا ہے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سدی کا قول ہے کہ ﴿يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۭ﴾ کے معنی ہیں کہ اس سے وہ بھٹکے گا جو گمراہ ہوگا۔ ⑤ ﴿قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۙ﴾ ”اٹکل دوڑانے والے ہلاک ہوں۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد کذاب لوگ ہیں، یہ آیت ایسے ہے جیسے سورۂ عبس کی یہ آیت: ﴿قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۭ﴾ (عبس 80:17) ”انسان ہلاک ہو جائے

---

① تفسیر الطبری: 26/244-246. ② تفسیر القرطبی: 17/31 و تفسیر الطبری: 26/244,245. ③ تفسیر القرطبی: 17/31,32 و تفسیر الطبری: 26/245. ④ تفسیر الطبری: 26/246. ⑤ فتح القدیر: 5/103 و تفسیر الماوردی: 5/363.

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ⑮ۙ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ

بلاشبہ متقین باغات اور چشموں میں ہوں گے⑮ جو کچھ ان کا رب انھیں دے گا، وہ اسے لے رہے ہوں گے۔ بلاشبہ وہ اس سے پہلے نیکوکار تھے⑯ وہ

مُحْسِنِيْنَ ⑯ؕ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ⑰ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ⑱ وَفِيْٓ

رات کو بہت ہی تھوڑا سوتے تھے⑰ اور وہ سحری کے وقت مغفرت مانگا کرتے تھے⑱ اور ان کے مالوں میں سوالی اور محروم (نہ مانگنے والے) شخص کا حق

اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ⑲ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ⑳ۙ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ

(حصہ) ہوتا تھا⑲ اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں (بہت سی) نشانیاں ہیں⑳ اور (خود) تمھارے نفسوں میں بھی، کیا پھر تم دیکھتے نہیں؟㉑

اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ㉑ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ㉒ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ

اور آسمان میں تمھارا رزق ہے، اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے㉒ پھر قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی! بلاشبہ یہ (مذکورہ امور اسی

1 ع 23 18 لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ㉓ع

طرح) حق ہیں، جیسے تم بولتے ہو㉓

کیسا ناشکرا ہے!''① ﴿ الْخَرّٰصُوْنَ ⑩ۙ ﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہتے کہ ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا اور نہ وہ آخرت ہی پر یقین رکھتے ہیں۔② علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ⑩ۙ ﴾ کے معنی ہیں کہ شک کرنے والوں پر لعنت ہو۔③ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی اپنے خطبے میں کہا کرتے تھے کہ شک کرنے والے ہلاک ہوں۔④ قتادہ کہتے ہیں کہ ﴿ الْخَرّٰصُوْنَ ⑩ۙ ﴾ سے فریب اور ظنون میں مبتلا لوگ مراد ہیں۔⑤ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ⑪ۙ ﴾ ''جو بے خبری میں بھولے ہوئے ہیں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کفر اور شک میں مبتلا غافل اور لاپروا ہیں۔⑥

﴿ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ⑫ؕ ﴾ ''پوچھتے ہیں کہ جزا کا دن کب ہوگا۔'' اور یہ بات وہ تکذیب، سرکشی، شک اور اس کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھنے کی بنا پر کہتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ⑬ ﴾ ''اس دن (ہوگا) جب ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن اور کئی ایک ائمہ کا قول ہے کہ ﴿ يُفْتَنُوْنَ ⑬ ﴾ کے معنی ہیں کہ ان کو عذاب دیا جائے گا۔⑦ مجاہد کہتے ہیں کہ اس طرح جیسے سونے کو آگ میں گرمایا جاتا ہے۔⑧ ائمۂ تفسیر کی ایک دوسری جماعت جس میں عکرمہ، ابراہیم نخعی، زید بن اسلم، سفیان ثوری اور مجاہد رحمہم اللہ بھی شامل ہیں، نے کہا ہے کہ ﴿ يُفْتَنُوْنَ ⑬ ﴾ کے معنی ہیں کہ انھیں جلایا جائے گا۔⑨ ﴿ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ؕ ﴾ ''اپنا عذاب چکھو۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے جلنے کا مزہ چکھو۔⑩ دیگر ائمۂ تفسیر نے بھی اس کے معنی یہ کیے ہیں کہ تم اپنے عذاب کے مزے چکھو۔⑪

---

① تفسير الطبرى: 248/26. ② تفسير الطبرى: 248/26 عن مجاهد. ③ تفسير الطبرى: 247/26. ④ سنن أبى داود، السنة، باب من دعا إلى السنة، حديث: 4611 و المستدرك للحاكم: 460/4، حديث: 8422. ⑤ تفسير الطبرى: 248/26. ⑥ تفسير الطبرى: 249,248/26. ⑦ تفسير الطبرى: 250,249/26. ⑧ تفسير الطبرى: 250/26. ⑨ تفسير الطبرى: 250/26. ⑩ تفسير الطبرى: 252/26. ⑪ تفسير الطبرى: 252/26.

﴿ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ⑭ ﴾ ’’یہ وہی ہے جس کے لیے تم جلدی مچایا کرتے تھے۔‘‘ یہ انھیں سرزنش، زجر و توبیخ، حقیر اور رسوا کرنے کے لیے کہا جائے گا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 15-23

پرہیز گاروں کی جزا اور ان کی صفات: اللہ تعالیٰ نے اپنے پرہیز گار بندوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ آخرت میں باغات اور چشموں میں ہوں گے جبکہ ان کے برعکس بد بخت لوگ عذاب، آتشِ دوزخ اور بیڑیوں میں جکڑے ہوں گے۔

﴿ اٰخِذِيْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ط ﴾ ’’اور جو نعمتیں ان کا پروردگار انھیں دیتا ہوگا ان کو لے رہے ہوں گے۔‘‘ ﴿ اٰخِذِيْنَ ﴾ اللہ کے اس فرمان: ﴿ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ⑮ ﴾ سے حال ہے، یعنی پرہیز گار جنتوں اور چشموں میں ہونے کی حالت میں وہ سب کچھ لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انھیں عطا فرمائے گا، یعنی نعمتیں، خوشیاں اور مسرتیں۔ ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ ﴾ ’’بے شک وہ اس سے پہلے‘‘ یعنی دنیا میں ﴿ مُحْسِنِيْنَ ⑯ ﴾ ’’نیکیاں کرتے تھے۔‘‘ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ○ ﴾ (الحآقة 24:69) ’’جو عمل تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔‘‘

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے حسنِ عمل کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ⑰ ﴾ ’’وہ رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے۔‘‘ ﴿ مَا ﴾ کے بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں، ایک یہ کہ یہ ﴿ مَا ﴾ نافیہ ہے، یعنی رات کا کم حصہ ایسا ہوتا تھا جس میں وہ سوتے نہیں تھے۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی ایسی رات نہ ہوتی تھی جس میں وہ اللہ کی عبادت نہ کرتے ہوں، خواہ تھوڑے سے وقت ہی کے لیے کیوں نہ ہو۔ ② قتادہ نے مُطَرِّف بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ کم راتیں ہی ایسی ہوں گی جن میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے نماز نہ پڑھی ہو، خواہ رات کے ابتدائی حصے میں پڑھی ہو یا درمیانی حصے میں۔ ③ مجاہد کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کم راتیں ایسی ہوں گی جن میں وہ صبح تک سوئے رہے ہوں اور انھوں نے تہجد نہ پڑھی ہو۔ ④ قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ ⑤ انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ابو العالیہ کا قول ہے کہ وہ مغرب و عشاء کے مابین نماز پڑھتے تھے۔ ⑥ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ﴿ مَا ﴾ مصدریہ ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے۔ ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ⑦ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے قیام اللیل کو اپنا معمول بنا لیا تھا جس کی وجہ سے وہ رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے، ان کا قیام سپیدۂ سحر نمودار ہونے تک طویل ہو جاتا تھا حتی کہ بوقت سحر وہ استغفار کیا کرتے تھے۔ ⑧

عبداللہ بن سلام نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لے آئے تو لوگ کشاں کشاں آپ

---

① تفسیر القرطبی: 36/17 و تفسیر الطبری: 253/26. ② تفسیر الطبری: 254/26. ③ تفسیر الطبری: 254/26.
④ تفسیر الطبری: 254/26. ⑤ تفسیر الطبری: 254/26. ⑥ تفسیر الطبری: 254,253/26. ⑦ تفسیر الطبری: 258/26. ⑧ تفسیر الطبری: 255/26.

کے پاس کھچے چلے آئے، ان لوگوں میں میں بھی شامل تھا، میں نے جب آپ کا چہرہ اقدس دیکھا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے شخص کا نہیں ہے، میں نے پہلی بات جو آپ کو فرماتے ہوئے سنی وہ یہ تھی: [(يَاأَيُّهَاالنَّاسُ!) أَفْشُواالسَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا (بِاللَّيْلِ) وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ] ''لوگو! سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، رات کو نماز پڑھو جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''①

امام احمد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ فِي الْجَنَّةِ (غُرَفًا) يُرَى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا، وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا. فَقَالَ أَبُومُوسَى الْأَشْعَرِيُّ: لِمَنْ هِيَ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: لِمَنْ أَلَانَ الْكَلَامَ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَبَاتَ لِلّٰهِ قَائِمًا وَّالنَّاسُ نِيَامٌ] ''بے شک جنت میں کچھ ایسے بالاخانے ہوں گے جن کے اندر سے باہر کا منظر دیکھا جا سکے گا اور باہر سے اندر کا۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) یہ کن کے لیے ہوں گے؟ فرمایا: اس کے لیے جو نرم کلام کرے، کھانا کھلائے اور اللہ کے لیے قیام میں رات بسر کر دے جبکہ (دوسرے) لوگ سوئے ہوئے ہوں۔''②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ⑱ ﴾ ''اور اوقات سحر میں وہ بخشش مانگا کرتے تھے۔'' مجاہد اور دیگر کئی ائمہ نے کہا ہے کہ وہ ان اوقات میں نماز پڑھتے تھے۔③ دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ وہ رات کو قیام کیا کرتے اور استغفار کو اوقاتِ سحر تک مؤخر کر دیتے تھے۔④ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے اوصاف میں یہ بھی ذکر فرمایا ہے: ﴿ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْأَسْحَارِ ۝ ﴾ (اٰل عمرٰن 3:17) ''اور اوقات سحر میں بخشش مانگا کرتے ہیں۔'' اور اگر استغفار نماز ہی میں ہو تو وہ اور بھی اچھا ہے۔ کتب صحاح وغیرہ میں بہت سے صحابۂ کرام سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلٰى سَمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ (الْأَخِيرُ فَيَقُولُ:)]، [هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَيُعْطٰى سُؤْلَهٗ؟ هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَلَهٗ؟ هَلْ مِنْ تَائِبٍ (فَأَتُوبَ)عَلَيْهِ؟]، [حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ] ''بے شک اللہ تعالیٰ ہر رات اس وقت آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے (جیسا اس کی ذات پاک کے شایان شان ہے) جب رات کا آخری ثلث باقی رہ جاتا ہے تو وہ فرماتا ہے: کوئی ہے سوال کرنے والا کہ اس کے سوال کو پورا کر دیا جائے۔ کوئی ہے بخشش طلب کرنے والا کہ میں اسے بخش دوں۔ کیا ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کر لوں، یہ اعلان طلوع فجر تک ہوتا

---

① پہلی قوسین والے الفاظ جامع الترمذي، صفة القيامة، باب حديث:[أفشوا السلام......]، حديث : 2485 اور دوسری قوسین والے الفاظ سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في قيام الليل، حديث : 1334 جبکہ باقی حدیث مسند أحمد: 451/5 میں ہے۔ ② مسند أحمد : 173/2 اور قوسین والا لفظ جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في قول المعروف، حديث: 1984 عن علی رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ③ تفسير الطبري : 258/26. ④ تفسير الطبري : 258/26 عن حسن.

رہتا ہے۔''① بہت سے مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے جو یہ فرمایا تھا: ﴿ سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَكُمۡ رَبِّيۡ ؕ ﴾ (یوسف 98:12) ''میں اپنے پروردگار سے تمھارے لیے بخشش مانگوں گا۔'' تو انھوں نے اسے وقت سحر تک مؤخر کر دیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَفِيۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ ⑲ ﴾ ''اوران کے مالوں میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (دونوں) کا حق ہوتا ہے۔'' پہلے ان کی تعریف میں کہا کہ نماز پڑھتے ہیں اور اب ان کی تعریف میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ وہ زکاۃ دیتے اور نیکی اور صلہ رحمی کے کام کرتے ہیں، ﴿ وَفِيۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ ﴾ ''اوران کے مالوں میں حق ہوتا ہے۔'' یعنی انھوں نے ان کے لیے ایک طے شدہ حصے کو الگ کر دیا ہوتا ہے، ﴿ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ ⑲ ﴾ ''مانگنے والے اور نہ مانگنے والے کے لیے۔'' سائل تو معروف ہے کہ جو خود سوال کرے اسے سائل کہتے ہیں اور اس کا حق ہے اور محروم کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جس کا بیت المال میں حصہ نہ ہو اور نہ اپنی روزی کے لیے کمائی کر سکتا ہو۔② ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محروم سے مراد وہ ہے جس کے لیے کمانا ممکن نہ ہو۔③ امام قتادہ و زہری کا قول ہے کہ محروم سے مراد وہ ہے جو لوگوں سے سوال نہ کرے۔④ امام زہری نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَيۡسَ الۡمِسۡكِينُ (بِالطَّوَّافِ) الَّذِی تَرُدُّهُ اللُّقۡمَةُ وَاللُّقۡمَتَانِ وَالتَّمۡرَةُ وَالتَّمۡرَتَانِ، وَلٰكِنِ الۡمِسۡكِينُ الَّذِی لَا يَجِدُ غِنًى يُّغۡنِيهِ، وَلَا يُفۡطَنُ لَهُ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيۡهِ] ''مسکین وہ چکر لگانے والا نہیں ہے جسے ایک لقمہ یا دو لقمے، ایک کھجور یا دو کھجوریں لوٹا دیتی ہیں بلکہ مسکین وہ ہے کہ جس کے پاس بے نیاز کر دینے کے لیے کچھ نہ ہو اور نہ ضرورت مند سمجھ کر اس پر صدقہ کیا جائے۔''⑤ اسے شیخین نے ایک دوسری سند سے مرفوع بھی روایت کیا ہے۔⑥

---

① پہلا حصہ صحیح البخاری، التہجد، باب الدعاء والصلاۃ......، حدیث : 1145 جبکہ قوسین والے الفاظ السنن الکبرٰی للنسائی :420/4، حدیث : 7768 میں، دوسرا حصہ مسند أبی یعلی الموصلی : 342/10، حدیث : 5936 قوسین والا لفظ مسند أحمد : 433/2 میں اور تیسرا حصہ سنن ابن ماجہ، إقامة الصلوات ، باب ماجاء فی أی ساعات اللیل أفضل؟ حدیث: 1367 عن رفاعة الجھنی میں ہے۔ مزید دیکھیے صحیح مسلم، صلاة المسافرین......، باب الترغیب فی الدعاء......، حدیث: 758 وسنن أبی داود، التطوع، باب أی اللیل أفضل؟ حدیث: 1315 وجامع الترمذی، الصلاة، باب ماجاء فی نزول الرب تبارك و تعالٰی......، حدیث: 446 . ② تفسیر الطبری : 260,259/26 . ③ تفسیر ابن أبی حاتم : 3312/10 . ④ تفسیر الطبری : 262,261/26 . ⑤ امام طبری نے بایں الفاظ: [لَيۡسَ الۡمِسۡكِينُ الَّذِی تَرُدُّهُ التَّمۡرَةُ وَالتَّمۡرَتَانِ وَالۡأُكۡلَةُ وَالۡأُكۡلَتَانِ. قَالُوا: فَمَنِ الۡمِسۡكِينُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلَّذِی لَا يَجِدُ غِنًى، وَّلَا يُعۡلَمُ بِحَاجَتِهِ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيۡهِ، فَذٰلِكَ الۡمَحۡرُومُ] اسے مرسل بیان کیا ہے۔ تفسیر الطبری : 261/26 جبکہ سنن أبی داود، الزکاة، باب من یعطی من الصدقة ؟ حدیث : 1632 میں اس سے ملتی جلتی روایت موجود ہے اور اس میں صرف لفظ المحروم کی زیادت امام زہری کی طرف سے اوثق رواۃ کی مخالفت ہے۔ ⑥ صحیح البخاری، الزکاة، باب قول اللّٰہ عزوجل: ﴿ لَا يَسۡـَٔلُوۡنَ النَّاسَ اِلۡحَافًا ؕ ﴾ (البقرۃ 273:2)، حدیث: 1479 وصحیح مسلم، الزکاة، باب المسکین الذی لا یجد غنی......، حدیث: 1039 جبکہ قوسین والا لفظ مسند أحمد : 469/2 عن أبی ھریرة رضی اللہ عنہ میں ہے۔

وقف لازم

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ㉔ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ

(اے نبی!) کیا آپ کے پاس ابراہیم کے گرامی قدر مہمانوں کی خبر آئی ہے؟㉔ جب وہ اس کے پاس پہنچے تو انھوں نے سلام کہا، ابراہیم نے بھی کہا:

قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ㉕ فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ㉖ۙ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَيْهِمْ

(تم پر) سلام ہو، (پھر دل میں کہا تم) لوگ تو اجنبی ہو㉕ پھر وہ اپنے اہل کی طرف بڑھا، اور ایک موٹا تازہ بچھڑا (بھون کر) لے آیا㉖ پھر وہ انھیں

قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ㉗ۡ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ㉘

پیش کیا (اور) کہا: تم کھاتے کیوں نہیں؟㉗ تب اس نے (دل میں) ان سے خوف محسوس کیا۔ انھوں نے کہا: تو نہ ڈر۔ اور انھوں نے اسے بڑے ذی

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ㉙ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ

علم بیٹے کی بشارت دی㉘ پس ابراہیم کی عورت چیختی چلاتی سامنے آئی، پھر اس نے (تعجب سے) اپنے چہرے پر ہاتھ مارا اور کہا: (میں) بانجھ، بڑھیا

قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ㉚

(ہوں اولاد کیسے؟)㉙ انھوں نے کہا: تیرے رب نے اسی طرح کہا ہے، بلاشبہ وہ بڑی حکمت والا، خوب جاننے والا ہے㉚

زمین اور نفس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں: اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ⑳ۙ﴾ ''اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔'' یعنی زمین میں ایسی بہت سی نشانیاں ہیں جو اپنے خالق کی عظمت اور اس کی قدرت کی دلیل ہیں اور وہ یہ کہ اس نے زمین میں انواع واقسام کی نباتات، حیوانات، چٹیل میدان، پہاڑ، صحرا، دریا اور سمندر پیدا فرما دیے ہیں۔ لوگوں کو مختلف زبانیں اور رنگ عطا کیے، انھیں مختلف ارادوں اور قوتوں سے نوازا، عقل وفہم، حرکت وارادہ اور سعادت وشقاوت کے اعتبار سے ان میں تفاوت پیدا فرمایا، ان کے اعضائے جسم میں سے ایک ایک عضو کو وہاں رکھا جہاں اس کی ضرورت تھی، اسی لیے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَفِيْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ㉑﴾ ''اور خود تمھارے نفوس میں بھی (نشانیاں ہیں) تو کیا تم دیکھتے نہیں؟'' امام قتادہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے نفس کی تخلیق کے بارے میں غور کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ اسے عبادت ہی کے لیے پیدا کیا گیا اور اسی مقصود کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے جوڑوں کو لچکدار بنایا گیا ہے۔①

پھر فرمایا: ﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ﴾ ''اور تمھارا رزق آسمان میں ہے۔'' یعنی بارش، ﴿وَمَا تُوْعَدُوْنَ ㉒﴾ ''اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔'' یعنی جنت جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور کئی ایک ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔② ﴿فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ㉓﴾ ''تو آسمانوں اور زمین کے مالک کی قسم! یہ اسی طرح قابل یقین ہے جس طرح تم بولتے ہو۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی قسم کھا کر فرمایا کہ اس نے تم سے قیامت، بعث بعد الموت اور جزا کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ یقینی طور پر پورا ہونے والا ہے۔ وہ وعدہ حق ہے اور اس میں کوئی شک نہیں، لہٰذا تم بھی شک نہ کرو جیسا کہ تمھیں اپنے بولنے میں شک نہیں ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب کوئی بات کرتے تو اپنے مخاطب سے کہتے: إِنَّ هٰذَا لَحَقٌّ كَمَا

---

① تفسیر القرطبی: 40/17. ② تفسیر الطبری: 266/26.

أَنَّكَ هٰهُنَا ’’یہ بات اسی طرح حق ہے جیسا کہ تمھارا وجود یہاں حق ہے۔‘‘①

تفسیر آیات:30-24

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا قصہ: یہ قصہ قبل ازیں سورۂ ہود اور حجر میں بھی بیان ہو چکا ہے۔② ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿٢٤﴾ ﴾ ’’بھلا تمھارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟‘‘ یعنی جن کے لیے عزت و کرامت کو مقدر کر دیا گیا تھا، ﴿ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ ﴾ ’’پھر انھوں نے سلام کہا تو (جواب میں) ابراہیم نے بھی سلام کہا۔‘‘ رفع، نصب کی نسبت زیادہ قوی اور ثابت ہے، لہٰذا ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں افضل صورت اختیار فرمائی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ ﴾ (النسآء 4:86) ’’اور جب تم کو کوئی دعا دے تو جواب میں تم اس سے بہتر کلمے سے اسے دعا دو یا انھی لفظوں سے دعا دو۔‘‘ پس حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے افضل صورت کو اختیار فرمایا۔ ﴿ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿٢٥﴾ ﴾ ’’ایسے لوگ کہ نہ جان نہ پہچان۔‘‘ کیونکہ فرشتے، یعنی جبریل، میکائیل اور اسرافیل آپ کے پاس ایسے خوبصورت جوانوں کی صورت میں آئے تھے جو بہت بارعب تھے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا کہ یہ ایسے لوگ ہیں جن سے جان پہچان نہیں ہے، ﴿ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَاۗءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿٢٦﴾ ﴾ ’’پھر انھوں نے اپنے اہل خانہ کا رخ کیا تو ایک (بھنا ہوا) موٹا بچھڑا لائے۔‘‘ یعنی چپکے سے اور جلدی سے گھر چلے گئے اور اپنے مال میں سے پسندیدہ بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت لے آئے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: ﴿ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَاۗءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ○ ﴾ (ہود 11:69) ’’پھر کچھ دیر نہ گزری کہ ابراہیم ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔‘‘ یعنی جو گرم پتھروں پر بھنا ہوا تھا، ﴿ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ ﴾ ’’پھر اس نے اسے (کھانے کے لیے) ان کے نزدیک کر دیا۔‘‘ ﴿ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٢٧﴾ ﴾ ’’کہنے لگے: آپ اسے تناول کیوں نہیں کرتے؟‘‘ آپ نے بہت شائستہ انداز میں کھانے کی دعوت دی۔ اس آیت کریمہ سے آدابِ ضیافت بھی معلوم ہوتے ہیں، آپ بہت جلد کھانا لے آئے کہ مہمانوں کو معلوم بھی نہ ہونے دیا، مہمانوں پر احسان جتلاتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ ہم تمھارے لیے کھانا لاتے ہیں بلکہ چپکے سے جا کر جلدی سے کھانا لے آئے، اس وقت موجود مال میں سے سب سے بہتر مال لے کر آئے اور وہ ایک موٹے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت تھا، کھانا مہمانوں کے قریب کر دیا، یہ نہیں کہ کھانا رکھ کر کہا ہو کہ قریب ہو جاؤ بلکہ کھانا مہمانوں کے آگے رکھ دیا اور پھر مہمانوں کو کھانے کا حکم اس انداز سے نہیں دیا جو سماعت پر گراں گزرتا ہو بلکہ ادب و شائستگی کے ساتھ فرمایا کہ آپ تناول کیوں نہیں کرتے جیسا کہ آج کہنے والا یہ کہتا ہے کہ اگر آپ مہربانی، احسان اور صدقہ کرنا چاہیں تو ایسا ضرور کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ ﴾ ’’پھر اس نے (دل میں) ان سے خوف محسوس کیا۔‘‘ جیسا کہ دوسری سورت میں فرمایا ہے: ﴿ فَلَمَّا رَآ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ۭ○ وَامْرَاَتُهٗ قَاۗىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ ﴾ (ہود 11: 70,71) ’’پھر جب اس نے ان کے ہاتھوں کو دیکھا کہ وہ کھانے

---

① سنن أبي داود، الملاحم، باب في أمارات الملاحم، حديث: 4294 عن معاذ رضی اللہ عنہ. ملحوظہ: یہ الفاظ مرفوع ہیں جبکہ معاذ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً نہیں ملے۔ اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ. ② دیکھیے هود، آیات: 73-69 اور الحجر، آیات: 60-51 کے ذیل میں۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ㉛ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۙ㉜ لِنُرْسِلَ

ابراہیم نے کہا: اچھا تو تمھارا مقصد کیا ہے، اے قاصدو! (فرشتو؟)㉛ انھوں نے کہا: بلاشبہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں㉜ تاکہ ہم ان پر

عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ۙ㉝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ㉞ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا

مٹی کے پتھر (کھنگر) برسائیں㉝ جو آپ کے رب کے ہاں حد سے گزر جانے والوں کے لیے نامزد ہو چکے ہیں㉞ پھر وہاں جو بھی مومن تھے،

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ㉟ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۚ㊱ وَتَرَكْنَا فِيْهَاۤ اٰيَةً

ہم نے انھیں نکال لیا㉟ اور ہم نے وہاں مسلمانوں کا صرف ایک ہی گھرانہ پایا㊱ اور ہم نے وہاں ان لوگوں کے لیے ایک نشانی چھوڑی

لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۗ㊲

جو دردناک عذاب سے خوف کھاتے ہیں㊲

کی طرف نہیں پہنچتے (وہ کھانا نہیں کھاتے اور) ان کو اجنبی سمجھ کر ان سے (دل میں) خوف محسوس کیا۔ انھوں نے کہا کہ خوف نہ کیجیے، ہم قوم لوط کی طرف (ان کے ہلاک کرنے کو) بھیجے گئے ہیں اور ابراہیم کی عورت جو (پاس) کھڑی تھی ہنس پڑی۔'' یعنی وہ قوم کی ہلاکت کی خبر سن کر خوش ہوئی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں حد سے بڑھ گئی تھی۔ اس کے ساتھ فرشتوں نے انھیں اسحاق کی اور ان کے بعد یعقوب کی بشارت سنائی تو ﴿ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ○ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ ﴾ (ہود 11:73,72) ''اس نے کہا: اے ہے! میں (بچہ) جنوں گی! میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرے میاں بھی بوڑھے ہیں، یہ تو بڑی عجیب بات ہے! انھوں نے کہا: کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہو؟ اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، وہ سزاوار تعریف، نہایت بزرگوار ہے۔''

یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ㉘ ﴾ ''اور انھوں نے اس کو ایک دانش مند لڑکے کی بشارت بھی سنائی۔'' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے بشارت حضرت سارہ کے لیے بھی بشارت تھی کیونکہ بیٹے نے دونوں سے جنم لینا تھا، لہٰذا بشارت دونوں کے لیے تھی۔ ﴿ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ ﴾ ''تو ابراہیم کی عورت (حیرت سے) چیختی ہوئی آئی۔'' یعنی اس نے بہت شور کیا جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، ابوصالح، ضحاک، زید بن اسلم، ثوری اور سدی رحمہم اللہ نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔① اور انھوں نے شور مچاتے ہوئے کہا: ﴿ يٰوَيْلَتٰۤى ﴾ (ہود 11:72) ''اے ہے!'' ﴿ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا ﴾ ''پھر اپنا چہرا پیٹ کر کہنے لگی:'' یعنی اس نے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر مارا جیسا کہ مجاہد اور ابن سابط نے کہا ہے۔② ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس نے ازراہِ تعجب اپنے چہرے پر طمانچہ مارا جیسا کہ عورتیں عجیب وغریب بات سن کر اپنے منہ پر طمانچہ مار لیتی ہیں۔③ ﴿ وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ㉙ ﴾ ''اور اس نے کہا: (اے ہے! ایک تو) بڑھیا اور (دوسری) بانجھ۔'' یعنی میرے ہاں بچہ

---

① تفسیر الطبری: 271,270/26 وتفسیر القرطبی: 46/17. ② تفسیر الطبری: 271/26. ③ تفسیر القرطبی: 47/17 عن سفیان رحمہ اللہ وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ، مختصرًا.

کیسے ہوگا کہ میں تو بڑھیا ہوں اور پھر بچپن ہی سے بانجھ بھی ہوں کہ مجھے حمل قرار نہیں پاتا۔ ﴿ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ㉚ ﴾ ”انھوں نے کہا: (ہاں) تیرے پروردگار نے یوں ہی فرمایا ہے، بے شک وہ بڑا صاحب حکمت، خوب خبردار ہے۔“ یعنی تم جس عزت وکرامت کے مستحق ہو اسے وہ جانتا ہے اور اپنے اقوال وافعال میں بڑا پرحکمت ہے۔

تفسیر آیات :31-37

قوم لوط کی تباہی کے لیے فرشتوں کی آمد: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ○ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ○ ﴾ (ھود 11:74-76) ”پس جب ابراہیم سے خوف جاتا رہا اور ان کو خوش خبری بھی مل گئی تو قوم لوط کے بارے میں لگے ہم سے بحث کرنے، بے شک ابراہیم بڑے تحمل والے، نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے۔ اے ابراہیم! اس بات کو جانے دو، تیرے پروردگار کا حکم آ پہنچا ہے اور ان لوگوں پر عذاب آنے والا ہے جو کبھی ٹلنے والا نہیں۔“

اور یہاں فرمایا: ﴿ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ㉛ ﴾ ”اس (ابراہیم) نے کہا کہ فرشتو! تمھارا مدعا کیا ہے؟“ یعنی تمھاری آمد کا مقصد کیا ہے اور تم کس لیے آئے ہو؟ ﴿ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ㉜ ﴾ ”انھوں نے کہا کہ ہم گناہ گاروں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔“ یعنی قوم لوط کی طرف، ﴿ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ㉝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ㉞ ﴾ ”تاکہ ان پر کھنگر برسائیں جن پر حد سے بڑھ جانے والوں کے لیے تمھارے پروردگار کے ہاں سے نشان کر دیے گئے ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان پتھروں پر ان کے نام اس طرح لکھے ہوئے ہیں کہ ہر ایک پتھر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا ہے جسے لگ کر وہ تباہ کر دے گا۔ سورۂ عنکبوت میں ہے: ﴿ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ○ ﴾ (العنکبوت 29: 32) ”اس (ابراہیم) نے کہا کہ اس میں تو لوط بھی ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ جو لوگ وہاں رہتے ہیں ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیں گے بجز ان کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی۔“ اور یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ㉟ ﴾ ”پھر وہاں جتنے مومن تھے ان کو ہم نے نکال لیا۔“ مومنوں سے مراد حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی بیوی کے سوا دیگر اہل خانہ ہیں، ﴿ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ㊱ ﴾ ”تو وہاں ہم نے ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔“ ﴿ وَتَرَكْنَا فِيْهَاۤ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ㊲ ﴾ ”اور جو لوگ عذاب الیم سے ڈرتے ہیں ان کے لیے ہم نے وہاں نشانی چھوڑ دی۔“ یعنی ہم نے ان پر جس عذاب، سزا اور پتھروں کو نازل کیا، اسے باعثِ عبرت بنا دیا اور ان کے مقام کو خبیث بحرِ مردار بنا دیا، بلاشبہ اس میں مومنوں کے لیے عبرت ہے ﴿ لِلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ㊲ ﴾ ”ان لوگوں کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔“

وَفِیْ مُوْسٰۤی اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰی فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿38﴾ فَتَوَلّٰی بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ

اور موسیٰ (کے قصے) میں (عظیم نشانی ہے) جب ہم نے اسے فرعون کی طرف ایک کھلے معجزے کے ساتھ بھیجا ﴿38﴾ تو وہ اپنی قوت کے بل پر (حق سے)

اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿39﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ وَهُوَ مُلِیْمٌ ﴿40﴾ وَفِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا

پھرا اور کہا: (موسیٰ) جادوگر یا دیوانہ ہے ﴿39﴾ پھر ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا اور انھیں سمندر میں پھینک دیا جبکہ وہ قابل ملامت (کام کرتا) تھا ﴿40﴾

عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ ﴿41﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ ﴿42﴾ وَفِیْ

اور عاد (کے قصے) میں (نشانی ہے) جب ہم نے ان پر بے خیر و برکت ہوا بھیجی ﴿41﴾ وہ جس چیز پر سے بھی گزرتی اسے گلی سڑی ہڈی کے مانند ریزہ ریزہ

ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰی حِیْنٍ ﴿43﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ

کرڈالتی تھی ﴿42﴾ اور ثمود (کے قصے) میں (نشانی ہے)، جب ان سے کہا گیا: تم ایک وقت (تین دن) تک فائدہ اٹھاؤ ﴿43﴾ پھر انھوں نے اپنے رب کے

یَنْظُرُوْنَ ﴿44﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ ﴿45﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ

حکم سے سرکشی کی تو انھیں کڑک نے آ پکڑا جبکہ وہ دیکھ رہے تھے ﴿44﴾ پھر نہ تو ان میں اٹھنے کی سکت تھی اور نہ وہ بدلہ ہی لینے والے تھے ﴿45﴾ اور ان سے پہلے

2 ع 23 1 اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿46﴾

(ہم نے) قوم نوح کو (ہلاک کیا)، بلاشبہ وہ لوگ نافرمان تھے ﴿46﴾

تفسیر آیات: 38-46

باعثِ عبرت واقعات: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَفِیْ مُوْسٰۤی اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰی فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿38﴾ ﴾ ”اور موسیٰ کے حال میں بھی نشانی ہے جب ہم نے ان کو فرعون کی طرف کھلی کھلی دلیل دے کر بھیجا۔“ یعنی مضبوط دلیل اور ان کے دلائل کو قطع کر دینے والی حجت کے ساتھ، ﴿ فَتَوَلّٰی بِرُكْنِهٖ ﴾ ”تو وہ اپنی قوت کے گھمنڈ پر پھرا۔“ یعنی موسیٰ علیہ السلام جس واضح حق کو لے کر آئے، فرعون نے از راہ تکبر و سرکشی اس سے اعراض کیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثَانِیَ عِطْفِهٖ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﴾ (الحج 22:9) ”تکبر سے گردن موڑ لیتا ہے تا کہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے گمراہ کرے“ یعنی حق سے اعراض کرنے والا متکبر کر دے۔ ﴿ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿39﴾ ﴾ ”اور کہنے لگا (یہ تو) جادوگر ہے یا دیوانہ۔“ یعنی تم میرے پاس جو چیز لے کر آئے ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم جادوگر ہو یا مجنون۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ وَهُوَ مُلِیْمٌ ﴿40﴾ ﴾ ”تو ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا پھر ان کو دریا میں پھینک دیا اور وہ (کام ہی) قابل ملامت (کرتا) تھا۔“ یعنی وہ ملامت زدہ، کافر، منکر، بدکار اور سرکش تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَفِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ ﴿41﴾ ﴾ ”اور عاد (کی قوم کے حال) میں بھی نشانی ہے جب ہم نے ان پر بے خیر و برکت خشک ہوا چلائی۔“ یعنی اس طرح تباہ و برباد کر دینے والی ہوا کہ جس کے چلنے کے بعد کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا، ضحاک، قتادہ اور دیگر ائمۂ تفسیر نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔① اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

① تفسیر الطبری: 8,7/27.

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ㊼ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ㊽ وَمِنْ كُلِّ

اور ہم نے آسمان کو قوت کے ساتھ بنایا، اور بلاشبہ ہم بہت وسعت والے ہیں㊼ اور ہم نے زمین کو بچھایا، تو (ہم) کیا ہی خوب بچھانے والے ہیں!㊽ اور ہم

شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ㊾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ㊿ ۚ

نے ہر (جاندار) چیز سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو㊾ لہٰذا تم اللہ کی طرف دوڑ د، بلاشبہ میں تمھیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (51)

ہوں㊿ اور تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ، بلاشبہ میں تمھیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں(51)

﴿ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ㊷ ﴾ ''جس چیز پر چلتی اس کو ریزہ ریزہ کیے بغیر نہ چھوڑتی۔'' یعنی اسے تباہ و برباد اور بوسیدہ چیز کی طرح کر دیتی۔ سعید بن مسیّب اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ''ریح عقیم'' سے مراد باد جنوب ہے۔ ① صحیح بخاری میں بروایت شعبہ، از حکم، از مجاہد، از ابن عباس رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نُصِرْتُ بِالصَّبَا، وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُورِ] ''میری باد صبا کے ساتھ مدد کی گئی ہے جبکہ قوم عاد کو باد صرصر کے ساتھ ہلاک کر دیا گیا تھا۔''②

﴿ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ㊶ ﴾ ''اور (قوم) ثمود (کے حال) میں بھی نشانی ہے جب ان سے کہا گیا کہ ایک وقت تک فائدے اٹھا لو۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ ﴾ (حٰمٓ السجدۃ 41: 17) ''اور جو ثمود تھے تو ان کو ہم نے سیدھا رستہ دکھا دیا تھا مگر انھوں نے ہدایت کے مقابلے میں اندھا رہنا پسند کیا تو ذلت کے عذاب کی کڑک نے انھیں آ پکڑا۔'' اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ㊸ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ㊹ ﴾ ''اور (قوم) ثمود کے حال میں بھی نشانی ہے، پھر جب ان سے کہا گیا کہ ایک وقت تک فائدہ اٹھا لو تو انھوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی تو ان کو کڑک نے آ پکڑا اور وہ دیکھ رہے تھے۔'' انھوں نے تین دن تک عذاب کا انتظار کیا اور پھر چوتھے دن صبح سویرے عذاب آ گیا، ﴿ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ ﴾ ''پھر وہ نہ تو اٹھنے کی طاقت رکھتے تھے۔'' یعنی کھڑے ہو سکے اور نہ بھاگ سکے، ﴿ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ㊺ ﴾ ''اور نہ وہ ایک دوسرے کی مدد کر سکتے تھے۔'' یعنی اس حالت میں وہ ایک دوسرے کی مدد بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ ﴾ ''اور اس سے پہلے (ہم) نوح کی قوم (کو ہلاک کر چکے تھے۔)'' یعنی ان لوگوں سے پہلے ہم نے قوم نوح کو بھی ہلاک کر دیا تھا، ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ㊻ ﴾ ''بے شک وہ نافرمان لوگ تھے۔'' یہ تمام واقعات قبل ازیں مختلف سورتوں کے بہت سے مقامات پر تفصیل کے ساتھ بیان کیے جا چکے ہیں۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

---

① تفسیر الطبری: 7/27. ② صحیح البخاری، المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الأحزاب، حدیث: 4105 وصحیح مسلم، صلاۃ الاستسقاء، باب فی ریح الصبا والدبور، حدیث: 900.

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (52) ج اَتَوَاصَوْا

اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو بھی رسول آیا تو انھوں نے بس یہی کہا کہ (یہ) جادوگر ہے یا دیوانہ (52) کیا وہ ایک دوسرے کو اس بات کی وصیت

بِهٖ ج بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ (53) ج فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ (54) ق وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ

کرتے آئے ہیں؟ (نہیں) بلکہ وہ (سب) لوگ سرکش ہیں (53) لہٰذا آپ ان سے پھر جائیں تو آپ پر کچھ ملامت نہیں (54) اور آپ نصیحت کرتے رہیں، اس

الْمُؤْمِنِيْنَ (55) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (56) مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ

لیے کہ بے شک نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے (55) اور میں نے جن اور انسان اسی لیے تو پیدا کیے ہیں کہ وہ میری ہی عبادت کریں (56) میں ان سے کوئی رزق

وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ (57) اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (58) فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ

نہیں چاہتا، اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں (57) بلاشبہ اللہ تو خود رزق دینے والا ہے، بڑی قوت والا، نہایت طاقت ور ہے (58) پھر بے شک جن لوگوں نے

ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ (59) فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ظلم کیا ان کے نصیب میں (عذاب) ہے جیسا ان کے ساتھیوں کے نصیب میں (تھا)، لہٰذا وہ مجھ سے (عذاب) جلدی نہ مانگیں (59) چنانچہ کافروں کے لیے

3 ع 14 2 مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ (60) ع

ان کے اس دن (کے آنے) سے تباہی ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے (60)

تفسیر آیات: 47-51

توحید باری تعالیٰ کے دلائل: اللہ تعالیٰ نے عالمِ عُلوِی وسُفلِی کی تخلیق کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا ﴾ ''اور آسمانوں کو ہم ہی نے بنایا۔'' یعنی اسے ہم نے ایک محفوظ اور بلند چھت بنا دیا ہے ﴿ بِاَيْىدٍ ﴾ ''قوت کے ساتھ۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، ثوری اور کئی ایک ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ کا یہی قول ہے کہ اس کے معنی ہیں قوت کے ساتھ۔① ﴿ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ㊼ ﴾ ''اور بلاشبہ ہم کو سب مقدور ہے۔'' یعنی ہم نے اس کی حدود کو وسیع کر دیا اور اسے ستونوں کے بغیر کھڑا کر دیا ہے حتی کہ یہ اس طرح قائم دائم ہو گیا ہے جیسا کہ نظر آ رہا ہے، ﴿ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا ﴾ ''اور زمین کو ہم ہی نے بچھایا۔'' یعنی اسے مخلوقات کے لیے بچھونا بنا دیا ہے، ﴿ فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ㊽ ﴾ ''تو (دیکھو ہم) کیا خوب بچھانے والے ہیں!'' یعنی اسے ہم نے اہل زمین کے لیے بچھا دیا ہے، ﴿ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ ﴾ ''اور ہر چیز کی ہم نے دو قسمیں بنائیں۔'' یعنی تمام مخلوقات آسمان و زمین، رات دن، سورج چاند، بر و بحر، روشنی اور تاریکی، ایمان و کفر، موت و حیات، شقاوت و سعادت، جنت و جہنم حتی کہ تمام حیوانات و نباتات بھی جوڑے جوڑے بنائے ہیں، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ㊾ ﴾ ''تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔'' یعنی تا کہ تم یہ خوب جان لو کہ خالق واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ ﴿ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ط ﴾ ''تو تم لوگ اللہ کی طرف بھاگ چلو۔'' اسی کی طرف لپکو اور اپنے تمام امور و معاملات میں صرف اسی کی ذات پاک پر بھروسا رکھو۔ ﴿ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ㊿ ج ﴾ ''بلاشبہ میں اس (کی طرف) سے تم کو کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں۔'' اور ارشاد باری تعالیٰ:

---

① تفسیر الطبری : 11/27 .

﴿ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ ﴾ ’’اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔‘‘ ﴿ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝51 ﴾ ’’بلاشبہ میں اس (کی طرف) سے تم کو کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں۔‘‘

تفسیر آیات :52-60

ہر قوم نے اپنے رسول کی ایک ہی طرح تکذیب کی ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ جو بات یہ مشرکین آپ سے کہتے ہیں، پہلے رسولوں کی تکذیب کرنے والوں نے بھی اسی طرح کہا تھا: ﴿ كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝52 ﴾ ’’اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو پیغمبر آتا وہ اس کو جادوگر یا دیوانہ کہتے۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ ﴾ ’’کیا یہ لوگ ایک دوسرے کو اسی بات کی وصیت کرتے آئے ہیں؟‘‘ کیا ان لوگوں نے ایک دوسرے کو اسی بات کی وصیت کی ہے؟ ﴿ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝53 ﴾ ’’بلکہ یہ شریر و سرکش لوگ ہیں۔‘‘ یہ سرکش لوگ ہیں، ان کے دل، یعنی سوچ اور فکر کا انداز ایک دوسرے کے مشابہ ہے، ان کے پچھلے بھی وہی بات کہہ رہے ہیں جو ان کے اگلوں نے کہی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ﴾ ’’تو ان سے اعراض کریں۔‘‘ یعنی اے محمد (ﷺ!) ان سے اعراض کرو، ﴿ فَمَاۤ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝54 ﴾ ’’سو آپ کو (ہماری طرف سے) ملامت نہ ہوگی۔‘‘ یعنی اس کی وجہ سے ہم آپ کو ملامت نہیں کریں گے، ﴿ وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝55 ﴾ ’’اور نصیحت کرتے رہیں کہ نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے۔‘‘ یعنی نصیحت سے صرف وہ دل ہی نفع حاصل کر سکتے ہیں جو ایمان سے لبریز ہوں۔

جنوں اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے: اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝56 ﴾ ’’اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔‘‘ یعنی میں نے انھیں اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ انھیں یہ حکم دوں کہ وہ میری عبادت کریں، میں نے انھیں اس لیے پیدا نہیں کیا کہ میں ان کا محتاج ہوں۔ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝56 ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ میری عبادت کا اقرار کریں، خواہ پسندیدگی سے یا اسے ناپسند کرتے ہوئے۔①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝57 اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝58 ﴾ ’’میں ان سے طالب رزق نہیں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے (کھانا) کھلائیں، اللہ ہی تو رزق دینے والا زور آور، مضبوط ہے۔‘‘ امام احمد نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت مجھے اس طرح پڑھائی تھی: [إِنِّي أَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ] ’’بلاشبہ میں ہی رزق دینے والا، زور آور، مضبوط ہوں۔‘‘② اسے امام ابوداود، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا اور امام ترمذی نے حسن صحیح قرار دیا ہے۔③ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس

---

① تفسیر الطبری : 16/27 . ② مسند أحمد : 418/1 . ③ سنن أبی داود، الحروف والقراءات، باب، حدیث: 3993 وجامع الترمذی، القراءات، باب ومن سورة الذاريات، حديث: 2940 والسنن الكبرٰى للنسائی، النعوت، باب قول الله عزوجل: ﴿ هُوَ الرَّزَّاقُ ﴾ : 406/4، حديث : 7707.

لیے پیدا فرمایا ہے کہ وہ اسی وحدہ لاشریک کی عبادت کریں جو اس کی اطاعت کرے گا، اسے وہ پوری پوری جزا عطا فرمائے گا اور جو اس کی نافرمانی کرے گا تو اسے وہ شدید ترین عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ اللہ جل شانہ نے یہاں یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ وہ ان کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنے تمام حالات میں اس کی ذات پاک کے محتاج ہیں اور وہ ان کا خالق بھی ہے اور رازق بھی۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: يَا ابْنَ آدَمَ! تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي، أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى، وَّأَسُدَّ فَقْرَكَ، وَإِلَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ صَدْرَكَ شُغْلًا، وَّلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ] ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! اپنے آپ کو میری عبادت کے لیے فارغ کر لے، میں تیرے سینے کو بے نیازی سے بھر دوں گا اور تیرا فقر دور کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرا سینہ مشاغل سے بھر دوں گا اور تیرا فقر بھی دور نہیں کروں گا۔'' ① اسے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور امام ترمذی نے حسن غریب قرار دیا ہے۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذَنُوبًا مِّثْلَ ذَنُوبِ أَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونِ ﴿٥٩﴾ ﴾ ''پس کچھ شک نہیں کہ ان ظالموں کے لیے بھی ان کے ساتھیوں کے (عذاب کے) حصے جیسا (عذاب کا) حصہ مقرر ہے، سو وہ جلدی نہ مچائیں۔'' وہ جلدی نہ کریں یہ یقیناً وقوع پذیر ہونے والا ہے۔ ﴿ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٦٠﴾ ﴾ ''تو جس دن کا ان کافروں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس سے ان کے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔'' اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔

سورۂ ذاریات کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

◆

---

① مسند أحمد: 358/2. ② جامع الترمذي، صفة القيامة......، باب أحاديث: ابتلينا بالضراء ......، حديث: 2466 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب الهم بالدنيا، حديث: 4107.

تفسیر
سُوْرَۂ طُوْر

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالطُّوْرِ ۙ① وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ② فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ③ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۙ④ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۙ⑤

قسم ہے طور (پہاڑ) کی ① اور ایک کتاب کی (قسم) جو لکھی ہوئی ہے ② کھلے کاغذ میں ③ اور بیتِ معمور کی (قسم) ④ اور اونچی چھت کی (قسم) ⑤ اور

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۙ⑥ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ⑦ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۙ⑧ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ

بھڑکائے ہوئے سمندر کی (قسم) ⑥ بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے ⑦ اسے کوئی روکنے والا نہیں ⑧ (وہ واقع ہوگا) جس

مَوْرًا ۙ⑨ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۭ⑩ فَوَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۙ⑪ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ

دن آسمان زور سے حرکت کرنے لگے گا ⑨ اور پہاڑ تیزی سے چلنے لگ جائیں گے ⑩ چنانچہ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے تباہی ہے ⑪ جو

وقف لازم

خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۘ⑫ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۭ⑬ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ

(تکذیبِ حق کی) سخن سازی میں پڑے کھیل رہے ہیں ⑫ جس دن انھیں نہایت سختی سے دھکے دے دے کر جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا ⑬

بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ⑭ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۚ⑮ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ

(کہا جائے گا:) یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلایا کرتے تھے ⑭ کیا پھر یہ جادو ہے؟ یا تم دیکھتے ہی نہیں؟ ⑮ تم اس (دوزخ) میں داخل ہو جاؤ، اب تم

سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑯

صبر کرو یا صبر نہ کرو تمھارے لیے برابر ہے، تمھیں بس اسی کی سزا دی جائے گی جو تم عمل کیا کرتے تھے ⑯

فضیلت: امام مالک ؒ نے جبیر بن مطعم ؓ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے نمازِ مغرب میں نبیٔ اکرم ﷺ کو سورۂ طور کی تلاوت فرماتے ہوئے سنا، میں نے کسی اور کو نہیں سنا جس کی آواز یا قراءت آپ سے زیادہ اچھی ہو۔ ① امام بخاری و مسلم نے اس حدیث کو بطریق امام مالک ؒ بیان فرمایا ہے۔ ② امام بخاری ؒ نے حضرت ام سلمہ ؓ کی روایت کو بیان

---

① الموطأ للإمام مالك، الصلاة، باب القراءة في المغرب والعشاء: 25/1، حديث: 175 . ② صحيح البخاری، الأذان، باب الجهر فی المغرب، حديث: 765 و3050 وصحيح مسلم، الصلاة، باب القراء ة فی الصبح، حديث: 463. ملحوظ: مَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْهُ أَوْقِرَاءَةً کے الفاظ اس حدیث کے سیاق میں نہیں ملے جبکہ یہ الفاظ کسی اور حدیث کے سیاق میں ہیں، دیکھیے صحيح البخاری، الأذان، باب القراء ة فی العشاء، حديث: 769 وصحيح مسلم، الصلاة، باب القراء ة فی العشاء، حديث: (177)-464 عن البراء ؓ.

کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ میں بیمار ہوں، آپ نے فرمایا: [طُوفِي مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ] ”تم لوگوں کے پیچھے پیچھے سواری پر سوار ہو کر طواف کرلو۔“ میں نے طواف کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے پاس نماز پڑھائی جس میں آپ نے ﴿ وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ ﴾ کی تلاوت فرمائی۔ ①

تفسیر آیات: 1-16

عذاب کے وقوع پذیر ہونے پر اللہ تعالیٰ کی قسم: اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم الشان قدرت پر دلالت کرنے والی اپنی مخلوقات کی قسم کھا کر بیان فرمایا ہے کہ اس کے دشمنوں پر وہ عذاب واقع ہونے والا ہے جو ان سے کوئی نہیں ٹال سکے گا۔ طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر بہت سے درخت ہوں جیسا کہ وہ پہاڑ جس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا اور جس سے عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔ جس پہاڑ پر درخت نہ ہوں اسے طور نہیں کہا جاتا بلکہ اسے جبل کہا جاتا ہے۔ ﴿ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ ﴾ ”اور لکھی ہوئی کتاب کی۔“ ایک قول کے مطابق اس سے مراد لوح محفوظ ہے اور دوسرے قول کے مطابق اس سے مراد وہ کتب ہیں جنھیں آسمان سے نازل کیا گیا ہے جنھیں لکھا جاتا ہے اور جنھیں بلند آواز کے ساتھ پڑھ کر لوگوں کو سنایا جاتا ہے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝ ﴾ ”کشادہ جھلی (کے اوراق) میں اور آباد گھر کی۔“ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیث اسراء میں ساتویں آسمان سے تجاوز کر جانے کے بعد کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا: [ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ...... يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ، إِذَا خَرَجُوا مِنْهُ لَمْ يَعُودُوا فِيهِ آخِرُ مَا عَلَيْهِمْ] ”پھر میرے لیے بیت معمور اٹھایا گیا...... اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، جب وہ اس سے نکل گئے تو پھر وہ آخر وقت تک اس میں لوٹ نہیں سکیں گے۔“ ② یعنی فرشتے اسی گھر میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، اس کا طواف کرتے ہیں جیسا کہ اہل زمین کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہیں اسی وجہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو ایسی مسند عطا کی گئی ہے جس کی پشت بیت معمور کے ساتھ ہے کیونکہ وہ زمینی کعبہ کے بانی ہیں اور جزا عمل کے مطابق ہوتی ہے۔ بیت معمور کعبۃ اللہ کی سمت پر ہے، اسی طرح ہر آسمان میں بھی اللہ تعالیٰ کا ایک گھر ہے جس میں اس آسمان والے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور نماز پڑھتے ہیں، آسمان دنیا پر اللہ تعالیٰ کا جو گھر ہے، اس کا نام بیت العزت ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝ ﴾ ”اور اونچی چھت کی۔“ سفیان ثوری، شعبہ اور أبو الأحوص نے سماک سے، انھوں نے خالد بن عرعرہ سے اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد آسمان ہے۔ ③ سفیان نے کہا کہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی تائید میں اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ

---

① صحيح البخاري، الصلاة، باب إدخال البعير في المسجد للعلة، حديث: 464 وصحيح مسلم، الحج، باب جواز الطواف على بعير وغيره......، حديث: 1276. ② صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم، حديث: 3207 وصحيح مسلم، الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ......، حديث: (264)-164 واللفظ له عن مالك بن صعصعة رضي الله عنه. ③ تفسير الطبري: 25/27.

﴿ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ○ ﴾ (الأنبيآء 32:21) ”اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور وہ اس (آسمان) کی نشانیوں سے اعراض کر رہے ہیں۔“① مجاہد، قتادہ، سدی، ابن جریج اور ابن زید کا بھی یہی قول ہے، امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔② ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ⑥ ﴾ ”اور بھڑکائے ہوئے سمندر کی۔“ جمہور کہتے ہیں کہ بحر مسجور سے مراد یہی سمندر ہے اور مسجور سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن اسے آگ لگا دی جائے گی جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ○ ﴾ (التکویر 6:81) ”اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے۔“ یعنی جب ان کو بھڑکا دیا جائے گا تو یہ آگ ہو جائیں گے جو شدت کے ساتھ بھڑکے گی اور میدان حشر میں کھڑے لوگوں کو ہر طرف سے گھیر لے گی۔ اسے سعید بن مسیّب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔③ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، مجاہد، عبداللہ بن عبید بن عمیر اور دیگر کئی ائمہ رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔④ قتادہ کہتے ہیں کہ ﴿ الْمَسْجُوْرِ ⑥ ﴾ کے معنی بھرے ہوئے کے ہیں۔⑤ امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ یہ آج بھڑک نہیں رہا بلکہ آج تو پانی سے بھرا ہوا ہے۔⑥

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ⑦ ﴾ ”بلاشبہ آپ کے پروردگار کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔“ یہ ہے وہ چیز جس کے بارے میں یہ قسمیں کھائی گئی ہیں اور یہ عذاب کافروں کے لیے واقع ہونے والا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ⑧ ﴾ ”اس کو کوئی روک نہیں سکے گا۔“ یعنی کوئی نہیں ہوگا جو ان سے اس عذاب کو دور کر سکے، جب اللہ تعالیٰ انھیں مبتلائے عذاب کرنے کا ارادہ فرما لے۔ حافظ ابوبکر بن ابو دنیا نے جعفر بن زید عبدی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ میں بھیس بدل کر نکلے، ان کا گزر مسلمانوں کے ایک ایسے گھر کے پاس سے ہوا جس میں اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا، آپ نے اس کی قراءت کو بغور سننا شروع کیا تو دیکھا کہ وہ پڑھ رہا تھا: ﴿ وَالطُّوْرِ ① ﴾ حتی کہ وہ اس آیت پر پہنچا ﴿ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ⑦ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ⑧ ﴾ تو انھوں (حضرت عمر) نے کہا کہ رب کعبہ کی قسم! یہ عذاب برحق ہے، پھر اپنے گدھے سے نیچے اتر آئے اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور خاصی دیر تک کھڑے رہے، پھر اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے اور ایک مہینے تک بیمار رہے، لوگ آپ کی بیمار پرسی کے لیے آتے تھے مگر جانتے نہیں تھے کہ آپ کا مرض کیا ہے۔⑦

یوم عذاب، یعنی روز قیامت کا حال: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ⑨ ﴾ ”جس دن آسمان بری طرح لرزنے لگے گا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس دن آسمان زور زور سے ہلے گا۔⑧ ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آسمان کا پھٹنا ہے۔⑨ مجاہد کا قول ہے کہ آسمان زور سے گھومنے لگے گا۔⑩

---

① تفسير الطبرى: 25/27. ② تفسير الطبرى: 25/27. ③ تفسير الطبرى: 26/27 مختصرًا. ④ تفسير البغوى: 290,289/4 وتفسير الطبرى: 26/27. ⑤ تفسير الطبرى: 26/27. ⑥ تفسير الطبرى: 27,26/27. ⑦ تاريخ دمشق لابن عساكر، ترجمة عمر بن الخطاب رضي الله عنه......: 239/47. ⑧ تفسير الطبرى: 29/27. ⑨ تفسير الطبرى: 29/27. ⑩ تفسير الطبرى: 29/27.

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّنَعِيمٍ ⑰ ۙ فٰكِهِينَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ

بلاشبہ متقین باغات اور نعمتوں میں ہوں گے ⑰ درآں حالیکہ وہ ان چیزوں سے لطف اٹھا رہے ہوں گے جو ان کے رب نے انھیں دیں، اور ان کے

عَذَابَ الْجَحِيمِ ⑱ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ⑲ ۙ مُتَّكِـِٕينَ

رب نے انھیں جہنم کے عذاب سے بچا لیا ⑱ (انھیں کہا جائے گا:) خوب مزے سے کھاؤ اور پیو، ان اعمال کے بدلے میں جو تم کیا کرتے تھے ⑲ جبکہ

عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ⑳

وہ باہم برابر بچھے تختوں پر تکیے لگائے ہوں گے، اور ہم انھیں غزال چشم حوروں سے بیاہ دیں گے ⑳

ضحاک کہتے ہیں کہ آسمان کا گھومنا اور حرکت کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم اور آسمان کے بعض حصوں کے بعض میں ضم ہو جانے کی وجہ سے ہوگا۔ ① ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے کہ اس سے مراد گھومتے ہوئے حرکت کرنا ہے۔ ② ﴿ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ⑩ ﴾ ”اور پہاڑ تیز تیز چلنے لگیں گے۔“ یعنی پہاڑ بھی چلنے لگیں گے اور چلتے چلتے غبار کی طرح اڑنے لگیں گے۔ ﴿ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ⑪ ﴾ ”تو اس دن جھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہے۔“ یعنی اس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب، اس کی سخت سزاؤں اور مضبوط پکڑ کی وجہ سے ان کے لیے خرابی ہوگی، ﴿ الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَّلْعَبُونَ ⑫ ﴾ ”وہ لوگ جو (تکذیب حق کے) مشغلے میں پڑے کھیل تماشا کرتے رہے۔“ یعنی دنیا میں یہ باطل میں کھوئے ہوئے تھے اور دین کو کھیل تماشا بنا رکھا تھا، ﴿ يَوْمَ يُدَعُّونَ ﴾ یعنی اس دن انھیں دھکے دے کر لے جایا جائے گا۔ ﴿ إِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ⑬ ﴾ ”آتش جہنم کی طرف دھکیل دھکیل کر (لے جائے جائیں گے۔)“ مجاہد، شعبی، محمد بن کعب، ضحاک، سدی اور ثوری رحمہم اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انھیں آتش دوزخ میں دھکا دے کر گرا دیا جائے گا۔ ③ ﴿ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ⑭ ﴾ ”یہی وہ آگ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔“ یعنی ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے زبانیہ فرشتے ان سے یہ کہیں گے: ﴿ أَفَسِحْرٌ هٰذَآ أَمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ ⑮ ۚ اِصْلَوْهَا ﴾ ”تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟ اس میں داخل ہو جاؤ۔“ اب اس میں داخل ہو جاؤ کہ آتش دوزخ تمھیں ہر طرف سے گھیر لے گی، ﴿ فَاصْبِرُوٓا أَوْ لَا تَصْبِرُوا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ ﴾ ”پھر صبر کرو یا نہ کرو تمھارے لیے یکساں ہے۔“ یہ برابر ہے کہ تم اس سزا اور عذاب پر صبر کرو یا نہ کرو، تمھیں اس سے کوئی نہیں بچا سکے گا، تم اس سے ہرگز خلاصی نہیں پا سکو گے۔ ﴿ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ⑯ ﴾ ”جو کام تم کیا کرتے تھے تمھیں صرف انھی کا بدلہ دیا جائے گا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں فرمائے گا بلکہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا۔

تفسیر آیات: 20-17

سعادت مندوں کا انجام: اللہ تعالیٰ نے سعادت مندوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّنَعِيمٍ ⑰ ۙ ﴾ ”بلاشبہ جو پرہیزگار ہیں وہ باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔“ یہ صورت حال اس سزا اور عذاب کے برعکس ہے جس میں بدبخت لوگ مبتلا ہوں گے، ﴿ فٰكِهِينَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ ﴾ ”جو کچھ ان کے پروردگار نے ان کو بخشا اس (کی وجہ)

---

① تفسیر الطبری :29/27. ② تفسیر الطبری :28/27. ③ تفسیر الطبری :31/27.

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَآ

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، تو ہم ان کی اولاد کو (جنت میں) ان سے ملا دیں گے، اور ہم ان کے

اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ كُلُّ امْرِیءٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِیْنٌ ㉑ وَاَمْدَدْنٰهُمْ

عمل میں سے کچھ بھی کم نہیں کریں گے۔ ہر شخص اس کے عوض جو اس نے کمایا گروی ہے ㉑ اور وہ جو چاہیں گے ان میں سے ہم انھیں (ہر طرح کے)

بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ ㉒ یَتَنَازَعُوْنَ فِیْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِیْهَا

پھل اور گوشت وافر دیں گے ㉒ وہاں وہ (شراب کے چھلکتے) جام ایک دوسرے سے جھپٹ رہے ہوں گے، اس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ

وَلَا تَاْثِیْمٌ ㉓ وَیَطُوْفُ عَلَیْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ㉔ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

کا کام ㉓ اور ان (کی خدمت) کے لیے ان کے آس پاس نوعمر لڑکے پھر رہے ہوں گے (ایسے حسین) جیسے وہ چھپا کر رکھے گئے موتی ہیں ㉔ اور وہ

عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ㉕ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِیْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ ㉖ فَمَنَّ

(اہل جنت) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہم (حال) پوچھیں گے ㉕ وہ کہیں گے: بلاشبہ ہم (اس سے) پہلے اپنے اہل و عیال میں (اللہ سے)

اللّٰهُ عَلَیْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ㉗ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ

ڈرا کرتے تھے ㉖ پھر اللہ نے ہم پر احسان کیا اور اس نے ہمیں (جھلسا دینے والی) لو کے عذاب سے بچا لیا ㉗ بلاشبہ ہم پہلے ہی اس (اللہ) کو

الرَّحِیْمُ ㉘ ع

ع 1 28 3

پکارا کرتے تھے، بے شک وہی خوب احسان کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ㉘

سے خوش حال ہوں گے۔‘‘ اللہ تعالیٰ انھیں جن انواع و اقسام کی لذت بخش نعمتوں، مثلاً: ماکولات، مشروبات، ملبوسات، نفیس رہائش گاہوں اور عمدہ سواریوں سے سرفراز فرمائیں گے، ان سے وہ فیض یاب ہوں گے، ﴿ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ⑱ ﴾ ’’اور ان کے پروردگار نے ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیا۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے انھیں عذاب دوزخ سے نجات عطا فرما رکھی ہوگی، یہ بذات خود مستقل طور پر ایک بہت بڑی نعمت ہوگی لیکن اس پر مستزاد یہ کہ انھیں جنت میں داخل کر دیا جائے گا جس میں فرحت و مسرت کے ایسے سامان ہوں گے کہ کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور کسی انسان کے دل میں ان کا تصور تک نہیں آسکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑲ ﴾ ’’اپنے اعمال کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔‘‘ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ○ ﴾ (الحآقۃ 24:69) ’’جو (عمل) تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔‘‘ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی وجہ سے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰی سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ﴾ ’’تختوں پر جو برابر بچھے ہوئے ہیں تکیہ لگائے ہوئے (بیٹھے) ہوں گے۔‘‘ امام ثوری نے حصین سے، انھوں نے مجاہد سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تخت حَجَلہ عُروسی میں ہوں گے۔ اور ﴿ مَّصْفُوْفَةٍ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ان کے چہرے ایک دوسرے کی طرف ہوں گے جیسا کہ دوسری جگہ

فرمایا: ﴿ عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ۝ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 44:37) ”ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر (بیٹھے ہوں گے۔)“ ﴿ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ۝۲۰ ﴾ ”اور ہم انھیں موٹی موٹی (سفید، سیاہ) آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے۔“ یعنی ہم نے ان کی ہم نشین صالح اوران کی بیویاں ایسی خوب صورت حوروں کو بنایا ہوگا جن کی آنکھیں موٹی موٹی ہوں گی۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم موٹی موٹی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کر دیں گے۔ حوروں کے اوصاف کا تذکرہ قبل ازیں کئی ایک مقامات پر ہو چکا ہے، لہٰذا اس کے اعادے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ ①

تفسیر آیات: 28-21

مومن کی اولاد بھی اسی کے ہم مرتبہ ہوگی: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر اپنے فضل و کرم اور لطف و احسان کے بارے میں مطلع کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مومنوں کی اولاد نے اگر ایمان میں ان کی اتباع کی ہوگی تو وہ انھیں ان کے آباء کے مقام و مرتبہ میں ان کے ساتھ ملا دے گا، خواہ وہ اپنے عمل کے اعتبار سے اس مقام و مرتبہ کے مستحق نہ بھی ہوں تاکہ اپنی اولاد کو اپنے مقام و مرتبہ میں اپنے ساتھ پا کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اللہ تعالیٰ انھیں احسن انداز میں یکجا فرما دے گا کہ ناقص عمل والے کو کامل عمل والے کے ساتھ سر بلندی عطا فرما دے گا اور وہاں دونوں میں برابری کی وجہ سے اس کے عمل و مرتبہ میں کمی نہیں کرے گا، اسی لیے اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے: ﴿ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ ﴾ ”ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے (درجے کے) ساتھ ملا دیں گے اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔“ ثوری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو بھی اس کے درجے میں سر بلند کر دے گا، خواہ وہ عمل میں اس سے کم تر ہو تا کہ اس کی اپنی اولاد کی وجہ سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی: ﴿ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ ﴾ ② ابن جریر اور ابن ابو حاتم نے بھی حدیث سفیان ثوری کو اسی طرح بیان کیا ہے۔ ③ ابن ابو حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد مومن کی وہ اولاد ہے جو ایمان کے ساتھ فوت ہو، اگر ان کے آباء کے مراتب ان کے مراتب سے بلند ہوئے تو انھیں بھی اپنے آباء کے مراتب میں پہنچا دیا جائے گا اور ان کے اعمال میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ ④

عبداللہ بن امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ان دو بیٹوں کی بابت پوچھا جو زمانۂ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [هُمَا فِي النَّارِ] ”وہ دوزخ میں ہیں۔“ پھر آپ نے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھے تو فرمایا: [لَوْ رَأَيْتِ مَكَانَهُمَا لَأَبْغَضْتِهِمَا] ”اگر تم ان کی جگہ کو دیکھ لو تو انھیں ناپسند کرو۔“ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ سے میرے دو بیٹے فوت ہوئے ہیں، ان کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا: [فِي الْجَنَّةِ] ”وہ جنت میں ہیں۔“ راوی کہتے ہیں

---

① دیکھیے الصّٰٓفّٰت، آیات: 49,48 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الثوری: 283/1 (C.D). ③ تفسیر الطبری: 33/27 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3316/10. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 3316/10.

کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الْمُؤْمِنِينَ وَأَوْلَادَهُمْ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمُشْرِكِينَ وَأَوْلَادَهُمْ فِي النَّارِ] ”مومن اوران کی اولاد جنت میں جائے گی اور مشرک اوران کی اولاد جہنم رسید ہوگی۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ ...... ﴾ الآیۃ ① آباء کے عمل کی برکت سے یہ اللہ تعالیٰ کا ان کی اولاد پر فضل وکرم ہوگا اور اولاد کی دعا کی برکت سے ان کے آباء پر اللہ تعالیٰ کا جو فضل وکرم ہوگا اس کا ذکر اس حدیث میں ہے جسے امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ: يَارَبِّ! أَنّٰى لِي هٰذِهٖ؟ فَيَقُولُ: بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ] ”اللہ تعالیٰ ایک عبد صالح کا جنت میں درجہ بلند فرما دے گا تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میرا یہ درجہ کس وجہ سے بلند کیا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تمھارے لیے تمھارے بیٹے کے بخشش طلب کرنے کی وجہ سے۔“ ② اس حدیث کی سند صحیح ہے، دیگر ائمہ نے اسے اس طرح بیان نہیں کیا، البتہ صحیح مسلم میں اس کا شاہد موجود ہے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْعِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ، أَوْوَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُولَهٗ] ”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین (چیزوں) کے سوا اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے: (1) صدقہ جاریہ (2) ایسا علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہو اور (3) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو۔“ ③

گناہ گاروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا عدل: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ㉑﴾ ”ہر شخص اس کے بدلے میں گرو ہوگا جو اس نے کمایا۔“ اللہ جل شانہ نے پہلے مقامِ فضل کا ذکر فرمایا اور وہ یہ کہ کسی عمل کے تقاضے کے بغیر اولاد کا درجہ ان کے آباء کے درجے تک بلند کر دیا جائے گا اور اب مقامِ عدل کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ کسی کے عمل کی وجہ سے کسی دوسرے شخص سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا، پس ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ㉑﴾ یعنی ہر شخص صرف اپنے عمل کے عوض گروی ہے کسی دوسرے انسان کے گناہ کا بوجھ اس پر نہیں ڈالا جائے گا، خواہ وہ باپ ہو یا بیٹا جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۝ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝﴾ (المدثر 74:38-41) ”ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گرو ہے، مگر دائیں طرف والے (نیک لوگ) کہ وہ باغہائے بہشت میں (ہوں گے اور) پوچھتے ہوں گے (آگ میں جلنے والے) گناہ گاروں سے۔“

جنت کی شراب اور اہل جنت کی نعمتوں کا تذکرہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ㉒﴾ ”اور جس طرح کے پھل اور گوشت وہ چاہیں گے ہم ان کو پے در پے عطا کریں گے۔“ یعنی ہم انھیں انواع واقسام کے پاکیزہ اور پسندیدہ پھلوں اور گوشت سے نوازیں گے، ﴿يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا﴾ ”وہاں وہ ایک دوسرے سے جام شراب جھپٹ لیا کریں گے۔“ ایک دوسرے سے چھینیں گے۔ یہ ضحاک کا قول ہے۔ ﴿لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ㉓﴾

---

① مسند أحمد: 135,134/1 اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ ② مسند أحمد: 509/2. ③ صحیح مسلم، الوصية، باب مايلحق الإنسان من الثواب......، حديث: 1631.

”جس (کے پینے) سے نہ بیہودہ گوئی ہوگی اور نہ کوئی گناہ کی بات۔“ وہ بہشتوں میں کوئی ایسی گفتگو نہیں کریں گے جو لغو یا ہرزہ سرائی پر مبنی ہو یا اس میں گناہ اور فحش ہو جیسا کہ دنیا میں شرابیوں کی گفتگو ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿لَغْوٌ﴾ سے مراد باطل اور ﴿تَاْثِيْمٌ ۝23﴾ سے مراد جھوٹ ہے۔① مجاہد نے کہا ہے کہ وہ گالی گلوچ نہیں دیں گے اور نہ گناہ کا ارتکاب کریں گے۔② قتادہ نے کہا کہ ان باتوں کا تعلق دنیا سے تھا جن کا ارتکاب شیطان نے ان سے کرایا لیکن آخرت کی شراب کو اللہ تعالیٰ نے ان گندگیوں اور ایذا رسانیوں سے پاک کر دیا ہے جو دنیا کی شراب کا خاصہ تھیں۔③ جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آخرت کی شراب سے اس بات کی نفی کی ہے کہ اس کی وجہ سے سر درد، پیٹ درد ہو یا اس سے عقل زائل ہو،④ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ آخرت کی شراب انھیں بری، فائدہ سے خالی اور فضول گفتگو و فحش پر مبنی بات پر آمادہ نہ کرے گی، نیز اس نے ہمیں اس کے حسن منظر اور عمدہ ذائقے کے بارے میں مطلع کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ۚ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝﴾ (الصّٰٓفّٰت 37:46,47) ”جو چٹی سفید (اور) پینے والوں کے لیے (سراسر) لذت ہوگی، نہ اس سے سر درد ہوگا اور نہ وہ اس سے متوالے ہوں گے۔“ اور فرمایا ﴿لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝ۙ﴾ (الواقعة 56:19) ”وہ اس سے نہ سر درد میں مبتلا ہوں گے اور نہ مدہوش ہوں گے۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ۝23﴾ ”وہاں وہ ایک دوسرے سے جام شراب جھپٹ لیا کریں گے، جس (کے پینے) سے نہ ہرزہ سرائی ہوگی اور نہ کوئی گناہ کی بات۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ۝24﴾ ”اور نوجوان خدمت گار (جو ایسے ہوں گے) جیسے چھپائے ہوئے موتی، ان کے آس پاس پھریں گے۔“ اللہ تعالیٰ نے جنت کے خدم وحشم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اپنے حسن، رعنائی وزیبائی، نظافت اور خوب صورت لباس کی وجہ سے یوں معلوم ہوں گے گویا تازہ اور چھپے ہوئے موتی ہوں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝ۙ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ۵ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ۙ﴾ (الواقعة 56:17,18) ”نوجوان خدمت گزار جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہیں گے، ان کے آس پاس پھریں گے آفتابے اور آبخورے اور شراب کے جاری چشمے سے لبریز جام لے لے کر۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝25﴾ ”اور ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے آپس میں (حال) پوچھیں گے۔“ یعنی وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر آپس میں باتیں کریں گے اور دنیا میں ان کے اعمال اور احوال کی بابت پوچھیں گے جیسا کہ شرابی اس وقت ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں، جب شراب کا دور چل رہا ہو، ﴿قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۝26﴾ ”کہیں گے کہ اس سے پہلے یقیناً ہم اپنے اہل وعیال میں (اللہ سے) ڈرتے رہتے تھے۔“ یعنی دنیا میں جب ہم اپنے اہل وعیال میں رہتے تھے تو ہم اپنے رب تعالیٰ سے ڈرتے اور اس کے عذاب وعقاب کا اپنے دلوں میں خوف رکھتے تھے، ﴿فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝27﴾ ”تو اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا۔“ اللہ تعالیٰ نے ہم پر صدقہ کیا اور ہمیں ان تمام چیزوں سے

---

① تفسير ابن أبي حاتم : 10/3316 وتفسير الطبرى : 27/39. ② تفسير الطبرى : 27/39. ③ تفسير الطبرى : 27/39 مختصرًا. ④ دیکھیے الصّٰٓفّٰت 37، آیات: 46,47 کے ذیل میں عنوان: ”مشرکین کی سزا اور مخلصین کی جزا“

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ؕ ㉙ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ

تو (اے نبی!) آپ نصیحت کرتے رہیں کہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ دیوانے ㉙ کیا وہ (کافر) کہتے ہیں: (یہ نبی) شاعر ہے

بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ㉚ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ؕ ㉛ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ

(اور) ہم اس کے بارے میں حوادثِ زمانہ (موت) کا انتظار کر رہے ہیں؟ ㉚ کہہ دیجیے: تم انتظار کرو، یقیناً میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں

بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۚ ㉜ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ㉝ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ

میں سے ہوں ㉛ کیا ان کی عقلیں انھیں یہ سبق دیتی ہیں یا پھر وہ لوگ ہی سرکش ہیں؟ ㉜ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود ہی یہ (قرآن) گھڑا ہے؟ بلکہ

مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ؕ ㉞

وہ ایمان نہیں لاتے ㉝ پھر (انھیں) چاہیے کہ اس (قرآن) جیسی ایک بات لے آئیں اگر وہ سچے ہیں ㉞

بچالیا ہے جن سے ہم ڈرتے تھے، ﴿اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ﴾ ”اس سے پہلے بلا شبہ ہم اس سے دعائیں کیا کرتے تھے۔“ ہم اس کے حضور الحاح وزاری کرتے تھے، اس نے ہماری دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے ہمیں وہ سب کچھ عطا فرما دیا ہے جس کا ہم سوال کیا کرتے تھے، ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ㉘﴾ ”بے شک وہ بڑا احسان کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

تفسیر آیات: 34-29

مشرکین کی بہتان بازیوں سے رسول اللہ ﷺ کی براءت: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ بندگانِ الٰہی تک اس کے پیغام کو پہنچا دیں، ان پر جو نازل کیا گیا ہے اس کے ساتھ انھیں نصیحت کریں اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اہل بہتان و فجور کی بہتان طرازیوں کی نفی کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ؕ ㉙﴾ ”تو (اے پیغمبر!) آپ نصیحت کرتے رہیں آپ اپنے پروردگار کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ دیوانے۔“ آپ بحمد اللہ کاہن نہیں ہیں جیسا کہ جاہل کفارِ قریش کہتے ہیں۔ کاہن اسے کہتے ہیں جس کے پاس نظر آنے والا جن وہ بات لے کر آئے جسے اس نے آسمان سے سن لیا ہو اور نہ آپ مجنون ہیں، مجنون وہ ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بابت ان کی بات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ㉚﴾ ”کیا وہ (کافر) کہتے ہیں کہ شاعر ہے (اور) ہم اس کے حق میں زمانے کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں۔“ یعنی حوادث زمانہ اور منون کے معنی موت کے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم انتظار اور صبر کرتے ہیں حتیٰ کہ یہ فوت ہو جائیں اور ہم اس سے اور اس کے معاملے سے آرام پا جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ؕ ㉛﴾ ”کہہ دیجیے کہ انتظار کیے جاؤ تو بے شک میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔“ یعنی تم انتظار کرو، میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں اور پھر تم عنقریب یہ جان لو گے کہ دنیا و آخرت میں فتح و نصرت کسے حاصل ہوتی ہے۔

محمد بن اسحاق نے عبداللہ بن ابو نجیح سے، انھوں نے مجاہد سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قریش جب نبی ﷺ کے معاملے میں غور کے لیے دارالندوہ میں جمع ہوئے تو ان میں سے ایک نے کہا کہ انھیں زنجیروں سے

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ؕ﴿㉟﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ

کیاوہ بغیر کسی شے کے پیدا کیے گئے ہیں، یا وہی (خود اپنے) خالق ہیں؟㉟ کیا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟ بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے㊱ کیا

بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ؕ﴿㊱﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ ؕ﴿㊲﴾ اَمْ لَهُمْ

ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں؟ یا وہ (ان پر) محافظ ونگران ہیں؟㊲ کیا ان کے لیے کوئی سیڑھی ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے (چڑھ

سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ؕ﴿㊳﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ

کر آسمان کی باتیں) سن لیتے ہیں؟ پھر چاہیے کہ ان کا سننے والا کوئی واضح دلیل لے آئے㊳ کیا اس (اللہ) کے لیے بیٹیاں ہیں اور تمھارے لیے

الْبَنُوْنَ ؕ﴿㊴﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ؕ﴿㊵﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ

بیٹے؟㊴ کیا آپ ان سے کوئی اجر مانگتے ہیں کہ وہ (اس کے) تاوان سے بوجھ تلے دب گئے ہیں؟㊵ یا ان کے پاس (علم) غیب ہے، تو وہ لکھتے

يَكْتُبُوْنَ ؕ﴿㊶﴾ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ؕ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ؕ﴿㊷﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ

ہیں㊶ کیا وہ کسی فریب کا ارادہ کرتے ہیں؟ تو جن لوگوں نے کفر کیا وہی فریب خوردہ ہیں㊷ کیا ان کے لیے اللہ کے سوا اور کوئی معبود ہے؟ اللہ پاک

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿㊸﴾

ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں㊸

باندھ دو، پھر ان کی موت کا انتظار کرو حتی کہ یہ فوت ہو جائیں جیسا کہ ان سے قبل کے شعراء زُہیر اور نابِغہ بھی فوت ہو گئے تھے، کیونکہ یہ بھی تو انھی کی طرح کا ایک شاعر ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تردید کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ㉚﴾ ”یا وہ (کافر یہ) کہتے ہیں کہ شاعر ہے (اور) ہم اس کے حق میں زمانے کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں۔“①

پھر فرمایا: ﴿اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ﴾ ”کیا ان کی عقلیں ان کو یہی سکھاتی ہیں؟“ یعنی آپ کے بارے میں جو یہ باطل باتیں کرتے ہیں، ان کی عقلیں ایسا کرنے کا انھیں حکم دیتی ہیں، حالانکہ یہ خود بھی جانتے ہیں کہ ان کی یہ باتیں سراسر جھوٹی ہیں، ﴿اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ㉜ۚ﴾ ”بلکہ یہ لوگ ہیں ہی شریر۔“ بات یہ ہے کہ یہ سرکش، گمراہ، اور معاند ہیں اور اسی بات نے انھیں آپ کے بارے میں ان بہتان طرازیوں پر آمادہ کیا ہے، ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ﴾ ”کیا وہ (کفار) کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) نے یہ (قرآن) از خود بنا لیا ہے۔“ یعنی یہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ نے اپنی طرف سے قرآن بنا لیا ہے، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ㉝﴾ ”بلکہ (بات یہ ہے کہ) وہ (اللہ پر) ایمان نہیں رکھتے۔“ یعنی ان کا کفر انھیں اسی بات پر آمادہ کرتا ہے۔ ﴿فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ㉞ؕ﴾ ”اگر یہ سچے ہیں تو ایسا کلام بنا تو لائیں۔“ یعنی اگر یہ اپنی اس بات میں سچے ہیں کہ اس قرآن کو محمد ﷺ نے خود بنایا ہے تو یہ بھی اسی طرح کا قرآن بنا کر دکھا دیں جس طرح کا قرآن محمد ﷺ لے کر آئے ہیں لیکن اگر یہ سب اور ان کے ساتھ روئے زمین کے تمام جن اور انسان بھی مل جائیں تو اس طرح

---

① تفسیر الطبری: 42/27.

کا قرآن کبھی بھی نہیں لا سکتے بلکہ اس جیسی دس سورتیں بلکہ اس جیسی ایک سورت بھی بنا کر نہیں لا سکتے۔

تفسیر آیات: 35-43

توحید باری تعالیٰ کے اثبات اور مشرکین کی حیلہ سازیوں کی نفی کے بارے میں چند سوالات: قرآن مجید کا یہ مقام ربوبیت اور توحید الوہیت کے اثبات کے بارے میں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝35 ﴾ ''کیا یہ کسی چیز (خالق) کے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود (اپنے آپ کو) پیدا کرنے والے ہیں؟'' یعنی کیا یہ کسی ایجاد کرنے والے کے بغیر از خود وجود میں آ گئے ہیں؟ یا انھوں نے اپنے آپ کو خود پیدا کیا ہے؟ نہیں نہیں، ان میں سے کوئی بات بھی درست نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی کی وہ پاک ذات ہے جس نے انھیں پیدا فرمایا اور وجود بخشا ہے جبکہ اس سے پہلے ان کا ذکر تک مذکور نہ تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے جبیر بن مُطعِم رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب میں سورۂ طور کی تلاوت فرماتے ہوئے سنا، آپ جب اس آیت کریمہ پر پہنچے: ﴿ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝35 اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝36 اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ ۝37 ﴾ ''کیا یہ کسی چیز (خالق) کے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود (اپنے آپ کو) پیدا کرنے والے ہیں؟ یا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ یقین ہی نہیں رکھتے، کیا ان کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے ہیں یا یہ (کہیں کے) داروغے ہیں؟'' تو قریب تھا کہ میرا دل اُڑ جاتا۔ ① یہ حدیث صحیحین میں مختلف طرق سے مروی ہے۔ ② جبیر بن مُطعِم رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر کے بعد بدر کے قیدیوں کے فدیے کے بارے میں بات چیت کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور اس وقت یہ مشرک تھے اور اس سورۂ مبارکہ کی اسی آیت کریمہ کا سننا ان کے مشرف بہ اسلام ہونے کا ایک سبب تھا۔

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝36 ﴾ ''یا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ یقین ہی نہیں رکھتے۔'' کیا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کی تردید ہے کہ یہ جانتے ہیں کہ وہ وحدہ لاشریک ہی خالق ہے لیکن اس بات پر ان کا عدم یقین انھیں شرک پر آمادہ کرتا ہے، ﴿ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ ۝37 ﴾ ''کیا ان کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے ہیں یا وہ داروغے ہیں؟'' یعنی کیا کائنات میں یہ تصرف کر رہے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں خزانوں کی چابیاں ہیں یا یہ مخلوقات سے حساب لینے والے ہیں؟ حالانکہ ان میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ جل شانہ ہی مالک، متصرف اور اپنے ارادے کے مطابق کر گزرنے والا ہے۔

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب : 1 ، حدیث: 4854. ② صحیح البخاری، الأذان، باب الجهر فی المغرب، حدیث: 765 والجهاد......، باب فداء المشرکین، حدیث: 3050 والمغازی، باب: 12، حدیث: 4023 و صحیح مسلم، الصلاة، باب القراءة فی الصبح، حدیث: 463.

وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ㊹ فَذَرْهُمْ حَتّٰى
اور اگر وہ آسمان سے گرتا ہوا کوئی ٹکڑا بھی دیکھیں تو وہ کہیں گے: (یہ) تہ بہ تہ بادل ہے ㊹ لہٰذا (اے نبی!) آپ انھیں (ان کے حال پر) چھوڑ دیجیے،
يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ㊺ۙ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ
حتی کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں وہ بے ہوش کیے جائیں گے ㊺ اس دن انھیں ان کا فریب کچھ فائدہ نہیں دے گا، اور نہ ان کی مدد ہی کی جائے
يُنْصَرُوْنَ ㊻ؕ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ㊼
گی ㊻ اور بلاشبہ جن لوگوں نے ظلم کیا، ان کے لیے اس (عذاب) کے علاوہ (دنیا میں) بھی ایک عذاب ہے، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے ㊼ اور
وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ㊽ۙ وَمِنَ
(اے نبی!) اپنے رب کے حکم (آنے) تک صبر کیجیے، بلاشبہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، اور جب آپ کھڑے ہوں، تو اپنے رب کی حمد کے
الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ㊾ ع 2 ع 21 4
ساتھ تسبیح کیجیے ㊽ اور (کچھ حصہ) رات میں بھی، پس آپ اس کی تسبیح کیجیے، اور ستارے غروب ہونے کے بعد بھی ㊾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ﴾ ''یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر (چڑھ کر آسمان سے باتیں) سن آتے ہیں۔'' کیا ان کے پاس مَلاءِ اعلیٰ تک پہنچنے کے لیے کوئی سیڑھی ہے؟ ﴿ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ㊳ؕ ﴾ ''ان میں سے جو سن آتا ہے وہ صریح سند لے کر آئے۔'' یعنی جو ان کے لیے ملاءِ اعلیٰ کی باتیں سننے کا دعوٰی کرتا ہے وہ کوئی ایسی مضبوط دلیل پیش کرے جس سے معلوم ہو کہ یہ اپنے قول و فعل میں سچے ہیں لیکن ان کے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں، یہ کسی صحیح بات پر نہیں ہیں، ان کے پاس کوئی رستہ نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تردید فرمائی ہے جو انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹیوں کو منسوب کیا، فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا، اپنے لیے بیٹیوں کے بجائے بیٹوں کو پسند کیا حتی کہ ان میں سے کسی کو جب اس کے ہاں بیٹی کی ولادت کی بشارت سنائی جاتی تو شدتِ غم کی وجہ سے اس کا چہرہ کالا اور وہ انتہائی غمزدہ ہوتا لیکن اس سب کچھ کے باوجود انھوں نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی بھی عبادت کی، ان کی ان سب باتوں کی تردید کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ㊴ؕ ﴾ ''کیا اس (اللہ) کی تو بیٹیاں ہیں اور تمھارے لیے بیٹے؟'' یہ زبردست ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش ہے۔

﴿ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا ﴾ ''(اے پیغمبر!) کیا آپ ان سے صلہ مانگتے ہیں؟'' آپ اللہ تعالیٰ کا پیغام جو انھیں پہنچا رہے ہیں کیا ان سے اس کی اجرت مانگتے ہیں؟ حالانکہ آپ تو ان سے اس کی بابت کچھ بھی مطالبہ نہیں کرتے، ﴿ فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ㊵ؕ ﴾ ''تو وہ تاوان کے بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں'' کہ یہ تاوان ان پر بہت گراں اور شاق گزرتا ہو، ﴿ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ㊶ؕ ﴾ ''یا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے کہ وہ (اسے) لکھ لیتے ہیں؟'' معاملہ اس طرح بھی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں اور زمین والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا، ﴿ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ؕ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ

﴿الْمَكِيْدُوْنَ ۝٤٢﴾ ’’یا یہ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں؟ تو کافر تو خود داؤ میں آنا چاہتے ہیں۔‘‘ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا کافر لوگ رسول اور دین کے بارے میں اپنی اس طرح کی بات سے لوگوں کو دھوکا دینا اور رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام کے بارے میں مکروفریب سے کام لینا چاہتے ہیں، حالانکہ ان کے مکروفریب کا وبال انھیں پر ہوگا کیونکہ کافر ہی مکروفریب کی زد میں آتے ہیں: ﴿اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝٤٣﴾ ’’کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور معبود ہے، اللہ ان کے شریک بنانے سے پاک ہے۔‘‘ یہ مشرکین کے بتوں اور غیر اللہ کی عبادت کرنے کی زبردست تردید ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اقدس کو ان کے شرک اور ان کی افتراء پردازیوں سے پاک قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝٤٣﴾ ’’اللہ ان کے شریک بنانے سے پاک ہے۔‘‘

تفسیر آیات: 44-49

مشرکین کے سرکشی کی وجہ سے مبتلائے عذاب ہونے کا بیان: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی سرکشی اور ایک محسوس چیز کو دیکھنے کے بعد بھی ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا﴾ ’’اور اگر یہ آسمان سے (عذاب کا) کوئی ٹکڑا گرتے ہوئے دیکھیں۔‘‘ یعنی اگر یہ آسمان کے ٹکڑے کو عذاب کے طور پر اپنے اوپر گرتا ہوا دیکھیں تو پھر بھی تصدیق اور یقین نہیں کریں گے بلکہ کہیں گے کہ یہ تو ایک گھنا بادل ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ۝ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝﴾ (الحجر 15:14,15) ’’اور اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ ان پر کھول دیں اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں تو بھی یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں مخمور ہو گئی ہیں بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔‘‘ ﴿فَذَرْهُمْ﴾ یعنی اے نبی (ﷺ!) آپ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے ﴿حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ۝٤٥﴾ ’’حتی کہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں وہ بے ہوش کیے جائیں گے۔‘‘ اس سے مراد روز قیامت ہے۔ ﴿يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا﴾ ’’جس دن ان کا کوئی داؤ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔‘‘ یہ دنیا میں جس مکروفریب سے کام لے رہے ہیں آخرت میں یہ ان کے کچھ کام نہ آئے گا، ﴿وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝٤٦﴾ ’’اور نہ ان کو (کہیں سے) مدد ملے گی۔‘‘

پھر فرمایا: ﴿وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ﴾ ’’اور بے شک ظالموں کے لیے اس کے سوا اور عذاب بھی ہے۔‘‘ یعنی آخرت کے عذاب سے قبل دنیا میں بھی ان کے لیے عذاب ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝﴾ (السجدۃ 32:21) ’’اور ہم ان کو ضرور (قیامت کے) بڑے عذاب کے سوا عذابِ دنیا (کا) بھی (مزہ) چکھائیں گے تاکہ وہ (ہماری طرف) لوٹ آئیں۔‘‘ یعنی دنیا میں ہم انھیں عذاب دیں گے اور مصائب کے ساتھ آزمائش کریں گے، شاید یہ حق کی طرف پلٹ آئیں اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ ''اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔'' یعنی ان کے ساتھ جو معاملہ کیا جا رہا ہے یہ اسے سمجھنے ہی سے عاری ہیں اور پھر جب عذاب یا آزمائش کو ختم کر دیا جاتا ہے تو یہ پہلے سے بھی زیادہ بری حالت کو اختیار کر لیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو تسبیح اور صبر کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا ﴾ ''اور آپ اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کیے رہیں آپ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔'' یعنی ان کی طرف سے پہنچائی جانے والی تکلیفوں پر صبر کریں، ان کی پروا نہ کریں ہمارے سامنے اور ہماری نگہداشت میں ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا، ﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ ﴾ ''اور جب اٹھا کریں تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کیا کریں۔'' ضحاک کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو تو پڑھو: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ (وَتَعَالٰى جَدُّكَ) وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ] ''اے اللہ! تو اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے، تیرا نام بابرکت ہے، تیری شان بہت بلند ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''①

صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نماز کی ابتدا میں ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔② امام احمد اور اہل سنن نے ابو سعید رضی اللہ عنہ اور دیگر سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ بھی ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔③ ابو جوزاء کہتے ہیں کہ ﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ ﴾ ''اور جب آپ اٹھا کریں تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کیا کریں۔'' سے مراد ہے کہ جب آپ نیند کے بعد اپنے بستر سے اٹھنے لگیں۔④ ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔⑤ اس قول کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام احمد نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رات کو بیدار ہوا اور اس نے یہ کلمات پڑھ لیے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ] ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، (ساری) بادشاہت اسی کی اور (ساری) تعریفیں بھی اسی کے لیے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ پاک ہے، سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے بغیر نہ حرکت ہے اور نہ قوت۔'' پھر کہے: [رَبِّ! اِغْفِرْلِي] ''اے میرے رب! مجھے بخش دے۔'' یا آپ نے فرمایا: [ثُمَّ دَعَا، اُسْتُجِيبَ لَهٗ، فَإِنْ عَزَمَ وَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلّٰى قُبِلَتْ صَلَاتُهٗ] ''پھر دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرما لیتا ہے، اگر وہ عزیمت کو اختیار کرتے ہوئے وضو کر لے اور پھر نماز پڑھے تو اس کی نماز کو قبول

---

① تفسير الطبرى: 51/27 قوسین والا جملہ مذکورہ حوالے میں نہیں ہے۔ ② صحيح مسلم، الصلاة، باب حجة من قال: لا يجهر بالبسملة، حديث: (52)-399. ③ مسند أحمد: 50/3 وسنن أبى داود، الصلاة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللّٰهم! وبحمدك، حديث: 775 وجامع الترمذى، الصلاة، باب مايقول عند افتتاح الصلاة، حديث: 242 وسنن النسائى، الافتتاح، نوع آخر من الذكر بين افتتاح الصلاة وبين القراءة، حديث: 900 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......،باب افتتاح الصلاة، حديث: 804. ④ تفسير القرطبى: 79/17. ⑤ تفسير الطبرى: 51/27.

کرلیا جائے گا۔‘‘① اسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں اور اہل سنن نے بھی روایت کیا ہے۔ ②

ابن ابونجیح نے مجاہد سے ﴿ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب آپ کسی بھی مجلس سے اٹھیں تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں۔ امام ثوری نے ابواسحاق سے اور انھوں نے ابوالاحوص سے روایت کیا ہے کہ جب آدمی اپنی مجلس سے اٹھنے کا ارادہ کرے تو وہ یہ کلمات پڑھے: [سُبُحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبِحَمُدِكَ] ’’اے اللہ! تو اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے۔‘‘③ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنُ جَلَسَ فِي مَجُلِسٍ فَكَثُرَ فِيهِ لَغَطُهٗ؟ فَقَالَ قَبُلَ أَنُ يَّقُومَ مِنُ مَّجُلِسِهٖ (ذَالِكَ): سُبُحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبِحَمُدِكَ، أَشُهَدُ أَنُ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنُتَ، أَسُتَغُفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيُكَ إِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا كَانَ فِي مَجُلِسِهٖ ذَالِكَ] ’’جو شخص کسی ایک مجلس میں بیٹھا جس میں کثرت سے بے ہودہ باتیں ہوئیں اور پھر اس نے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ کلمات پڑھ لیے: اے اللہ! تو اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی معبود ہے، میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ اس سب کچھ کو معاف فرما دے گا جو اس مجلس میں ہوا۔‘‘ اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ ترمذی ہی کی روایت کے مطابق ہیں، امام نسائی نے اسے عمل الیوم و اللیلۃ میں روایت کیا ہے، امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام حاکم نے اسے مستدرک میں بیان کیا اور کہا ہے کہ اس کی سند شرطِ مسلم کے مطابق ہے۔ ④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ ﴾ ’’اور رات (کے بعض اوقات) میں اس کی تسبیح کیا کریں۔‘‘ یعنی رات کو تلاوت اور نماز کی صورت میں اس کا ذکر اور اس کی عبادت کرو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○﴾ (بنیٓ إسرآء یل 17: 79) ’’اور رات کے کسی حصے میں پس اس (قرآن) کے ساتھ شب بیداری کیا کریں (یہ) آپ کے لیے نفل ہے ہوسکتا ہے کہ آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود پر فائز کردے۔‘‘ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴾ ’’اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد۔‘‘ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ ہے کہ اس سے نماز فجر سے قبل کی دو رکعتیں مراد ہیں کہ وہ ستاروں کے غروب ہونے کے وقت مشروع

---

① مسند أحمد : 313/5، البتہ الفاظ جامع ترمذی کے آمدہ حوالے کے مطابق ہیں۔ ② صحیح البخاری، التهجد، باب فضل من تعارّ من الليل فصلّى، حديث :1154 وسنن أبي داود، الأدب ، باب مايقول الرجل إذا تعارمن الليل؟ حديث: 5060 وجامع الترمذی، الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء إذا انتبه من الليل، حديث:3414 والسنن الكبرى للنسائی، عمل اليوم والليلة، باب مايقول إذا انتبه من منامه؟ 215/6، حديث:10697وسنن ابن ماجه، الدعاء، باب مايدعو به إذا انتبه من الليل، حديث: 3878. ③ تفسير القرطبي :78/17 . ④ جامع الترمذي، الدعوات، باب مايقول إذا قام من مجلسه؟ حديث :3433 والسنن الكبرى للنسائی، عمل اليوم والليلة :106,105/6، حديث:10230 والمستدرك للحاكم :537,536/1 حديث:1969، اسی حدیث کی سند کے بارے میں مفید بحث پڑھیے، فتح الباری، حدیث:7563 کے ذیل میں، نیز قوسین والا لفظ تفسیر ابن کثیر میں نہیں ہے۔

ہیں۔ ① صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی نفل کی اس قدر شدت کے ساتھ پابندی نہیں فرمایا کرتے تھے جس طرح فجر کی دو رکعتوں کی پابندی فرمایا کرتے تھے۔ ② مسلم کی روایت میں ہے: [رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا] ”فجر کی دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔“ ③

سورۂ طور کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

① حدیث ابن عباس یوں ہے عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال: [﴿ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴾ اَلرَّكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ، ﴿ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ﴾ (قٓ 50:40) اَلرَّكْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ] جامع الترمذی، تفسير القرآن، باب ومن سورة الطور، حديث: 3275، یہ حدیث ضعیف ہے۔ ② صحيح البخاري، التهجد، باب تعاهد ركعتي الفجر……، حديث: 1169 و صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر……، حديث: (94)-724. ③ صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر……، حديث: 725 عن عائشة رضی اللہ عنہا.

تفسیر
سُوْرَۂ نَجْم

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ① مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ② وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ③ اِنْ هُوَ

قسم ہے ستارے کی جب وہ گرتا ہے① تمھارا ساتھی نہیں بہکا اور نہ وہ بھٹکا ہے② اور وہ (اپنی) خواہش سے نہیں بولتا③ وہ وحی ہی تو ہے جو (اس کی

اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ④

طرف) بھیجی جاتی ہے④

یہ پہلی سورت ہے جس میں سجدۂ تلاوت نازل کیا گیا: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلی سورت جس میں سجدہ نازل ہوا، وہ ﴿ وَالنَّجْمِ ﴾ ہے، انھوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور آپ کے پیچھے دیگر سب لوگوں نے بھی سجدہ کیا، سوائے ایک شخص کے کہ میں نے دیکھا کہ اس نے مٹی کی ایک مٹھی لی اور اس پر سجدہ کیا، پھر بعد میں میں نے دیکھا کہ وہ حالتِ کفر میں مارا گیا تھا اور وہ اُمَیّہ بن خَلَف تھا۔ ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کئی ایک مقامات پر روایت کیا ہے۔ ② نیز اسے امام مسلم، ابوداود اور نسائی نے کئی سندوں کے ساتھ ابو اسحاق سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ③

تفسیر آیات: 1 - 4

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق ہونے پر اللہ تعالیٰ کی قسم: امام شعبی اور دیگر کئی اہل علم نے کہا ہے کہ خالق اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھا سکتا ہے، مگر مخلوق کو خالق کے سوا اور کسی کی قسم نہیں کھانی چاہیے، اسے ابن ابوحاتم نے

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب : ﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۝﴾ (النجم53:62)، حدیث :4863. ② صحیح البخاری، سجود القرآن......، باب ماجاء فی سجود القرآن......، حدیث:1067 وباب سجدة النجم......، حدیث:1070 ومناقب الأنصار، باب مالقی النبی وأصحابه......، حدیث:3853 والمغازی، باب قتل أبی جهل، حدیث:3972. ③ صحیح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، باب سجود التلاوة، حدیث :576 و سنن أبی داود، سجود القرآن، باب من رأى فیها سجودا، حدیث:1406 و السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالٰی: ﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۝﴾ (النجم 53:62):475/6، حدیث:11549.

روایت کیا ہے۔① ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ﴿۱﴾ ﴾ ''تارے کی قسم! جب غائب ہونے لگے۔'' ابن ابونجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ نجم سے مراد ستارہ ثریا ہے، جو سپیدۂ سحر نمودار ہونے کے ساتھ ہی غائب ہو جاتا ہے۔② ضحاک کہتے ہیں کہ نجم سے مراد وہ ستارہ ہے جس کے ساتھ شیاطین کو مارا جائے۔③ یہ آیت اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۙ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۙ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۙ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۙ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (الواقعة 56:75-80) ''مجھے تاروں کی منزلوں کی قسم! اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے (کہ بے شک) یہ بڑے رتبے کا قرآن ہے (جو) کتاب محفوظ میں (لکھا ہوا ہے)، اس کو صرف وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں، پروردگارِ عالَم کی طرف سے اتارا گیا ہے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ﴿۲﴾ ﴾ ''تمھارے رفیق (محمد ﷺ) نہ رستہ بھولے ہیں اور نہ بھٹکے ہیں۔'' یہ ہے وہ بات جس پر قسم کھائی گئی ہے، یہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں گواہی ہے کہ آپ راشد اور تابع حق ہیں، رستہ بھولے ہوئے نہیں ہیں۔ ضال اس جاہل کو کہتے ہیں جو بغیر علم کے غلط رستے پر چلے اور غاوی اس کو کہتے ہیں جو حق کو جانتا تو ہو لیکن جاننے بوجھنے کے باوجود قصد و ارادہ کے ساتھ حق سے اعراض کرے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور آپ کے دین و شریعت کو اہل ضلال، مثلاً: نصاریٰ کی مشابہت سے پاک قرار دیا ہے، نیز یہودیوں کے طریقوں سے بھی اور وہ یہ کہ کسی چیز کو جاننے کے باوجود چھپا لینا اور عمل اس کے خلاف کرنا، جبکہ آپ صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ اور جس عظیم الشان شریعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا، حد درجہ کی استقامت، اعتدال اور درستی پر ہیں۔

رحمۃ للعالمین ﷺ خواہشِ نفس سے گفتگو نہیں فرماتے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۭ﴿۳﴾ ﴾ ''اور نہ وہ خواہشِ نفس سے بولتے ہیں۔'' یعنی آپ کوئی بات بھی خواہش نفس یا نفسانی غرض سے نہیں فرماتے ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ﴿۴﴾ ﴾ ''یہ (قرآن) تو صرف وحی ہے (جو اس کی طرف) نازل کی جاتی ہے۔'' بلکہ آپ جو بھی فرماتے ہیں، وہ ہے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی کمی بیشی کے بغیر بلا کم و کاست بندگانِ الٰہی تک پہنچا دیں، جیسا کہ امام احمد نے ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ لَّيْسَ بِنَبِيٍّ مِّثْلُ الْحَيَّيْنِ أَوْ مِثْلُ أَحَدِ الْحَيَّيْنِ: رَبِيعَةَ وَمُضَرَ] ''ایک شخص کی شفاعت کے ساتھ، جو نبی نہیں ہوگا، ربیعہ و مضر جیسے دو قبیلوں یا ان میں سے ایک قبیلے کے برابر لوگ جنت میں ضرور داخل ہوں گے۔'' ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ربیعہ کا تعلق بھی قبیلۂ مضر ہی سے نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: [إِنَّمَا أَقُولُ مَا أُقَوَّلُ] ''میں جو کچھ کہتا ہوں وہ وحی الٰہی کی روشنی میں کہتا ہوں۔''④

امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سننے والی ہر بات کو لکھ لیتا تھا تاکہ اسے حفظ کر سکوں، قریش نے مجھے منع کیا اور کہا: تم رسول اللہ ﷺ سے سننے والی ہر بات کو لکھ لیتے ہو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ

---

① شرح ابن بطال، باب: (6):103/11(C.D). ② تفسیر القرطبی: 82/17. ③ تفسیر الماوردی: 390/5 وتفسیر القرطبی: 82/17. ④ مسند أحمد: 257/5.

عَلَّمَهٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ⑤ۙ ذُوۡمِرَّةٍ ؕ فَاسۡتَوٰی ⑥ۙ وَهُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی ⑦ؕ ثُمَّ دَنَا

اسے مضبوط قوتوں والے (جبریل) نے سکھایا⑤ جو نہایت طاقتور ہے، سو وہ (اپنی اصلی صورت میں) سیدھا کھڑا ہو گیا⑥ جبکہ وہ (آسمان کے) بلند

فَتَدَلّٰی ⑧ۙ فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی ⑨ۚ فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِهٖ مَاۤ اَوۡحٰی ⑩ؕ

کنارے پر تھا⑦ پھر وہ قریب ہوا، اور اتر آیا⑧ تو وہ دو کمانوں جتنا بلکہ اس سے بھی قریب ہو گیا⑨ پھر اس نے اللہ کے بندے کی طرف وحی کی جو وحی

مَا کَذَبَ الۡفُؤَادُ مَا رَاٰی ⑪ اَفَتُمٰرُوۡنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی ⑫ وَلَقَدۡ رَاٰهُ

کی⑩ اس (رسول) نے جو کچھ دیکھا، اس کے دل نے (اس کے متعلق) جھوٹ نہیں بولا⑪ کیا پھر تم اس چیز پر اس (نبی) سے جھگڑتے ہو جو وہ دیکھتا

نَزۡلَةً اُخۡرٰی ⑬ۙ عِنۡدَ سِدۡرَةِ الۡمُنۡتَهٰی ⑭ عِنۡدَهَا جَنَّةُ الۡمَاۡوٰی ⑮ؕ

ہے⑫ اور البتہ تحقیق اس (رسول) نے اس (جبریل) کو ایک بار اور بھی اترتے دیکھا⑬ سدرۃ المنتہٰی (آخری حد کی بیری) کے قریب⑭ اس کے

اِذۡ یَغۡشَی السِّدۡرَةَ مَا یَغۡشٰی ⑯ۙ مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰی ⑰ لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ

نزدیک ہی جنت الماویٰ ہے⑮ اس وقت بیری پر چھا رہا تھا جو کچھ چھا رہا تھا⑯ نگاہ نہ تو بہکی اور نہ حد سے بڑھی⑰ البتہ تحقیق اس (رسول) نے اپنے

رَبِّهِ الۡکُبۡرٰی⑱

رب کی بعض بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں⑱

تو بشر ہیں، آپ کبھی ناراضی کے عالم میں بھی گفتگو فرماتے ہیں اور کبھی خوشی کی حالت میں، پس میں لکھنے سے رک گیا اور میں نے اس کا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا: [اُكْتُبْ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ! مَا خَرَجَ مِنِّي إِلَّا حَقٌّ] ''تم لکھ لیا کرو، اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میرے منہ سے حق کے سوا اور کوئی بات نہیں نکلتی۔''① اور اسے ابوداود نے بھی روایت کیا ہے۔②

تفسیر آیات: 18-5

رسول امین ﷺ کے مُعلّم روح الامین: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول حضرت محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے کہ آپ لوگوں کے پاس جو قرآن لے کر آئے، اسے آپ کو اس نے سکھایا ہے جو ﴿شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ⑤ۙ﴾ ''زبردست قوتوں والا ہے۔'' یعنی جبریل ؑ، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ کَرِیۡمٍ ۙ ذِیۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَکِیۡنٍ ۙ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ ؕ﴾ (التکویر 81: 19-21) ''بے شک یہ (قرآن) رسول (جبریل) عالی مقام کی زبان کا پیغام ہے، (جو) صاحبِ قوت ہے، عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے، وہاں (آسمانوں میں) اس کی بات مانی جاتی ہے (اور) امانت دار ہے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ذُوۡمِرَّةٍ ؕ﴾ ''بڑی طاقت والا ہے۔'' ﴿ذُوۡمِرَّةٍ ؕ﴾ کے معنی ہیں طاقت ور۔ یہ مجاہد، حسن اور ابن زید رحمہم اللہ کا قول ہے۔③ حدیث صحیح میں بروایت ابن عمرو اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ وَّلَا

---

① مسند أحمد :162/2 . ② سنن أبی داود، العلم، باب کتابة العلم، حدیث :3646 . ③ تفسیر الطبری :57/27.

لِذِی مِرَّةٍ سَوِیٍّ] ”صدقہ کسی دولت مند کے لیے حلال ہے نہ کسی طاقت ور اور تندرست و توانا کے لیے۔“① ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاسْتَوٰی ۙ﴾ ”پھر وہ سیدھے (کھڑے) ہو گئے۔“ یعنی جبریل علیہ السلام، جیسا کہ حسن، مجاہد، قتادہ اور ربیع بن انس کا قول ہے۔② ﴿وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۭ﴾ ”اور وہ (آسمان کے) اونچے کنارے پر تھے۔“ یعنی جبریل علیہ السلام اُفق اعلیٰ میں سیدھے ہو کر کھڑے ہو گئے، جیسا کہ عکرمہ اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔ عکرمہ نے یہ بھی کہا ہے کہ اُفقِ اعلیٰ سے مراد وہ ہے جہاں سے سپیدۂ سحر نمودار ہوتا ہے۔ امام مجاہد کا قول ہے کہ اس سے سورج کے طلوع ہونے کی جگہ مراد ہے۔③ امام قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مقام ہے جہاں سے دن آتا ہے۔④ ابن زید اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے بھی یہی کہا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو ان کی (اصلی) صورت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں اور ان میں سے ہر پر نے افق کو گھیر رکھا ہے، ان کے پر سے ایسے رنگا رنگ موتی اور یاقوت گرتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔⑤ اس روایت کو صرف امام احمد رحمہ اللہ ہی نے روایت کیا ہے، نیز انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ وہ آپ کو اپنی اصل شکل و صورت دکھائیں، جبریل نے عرض کی: آپ اپنے رب تعالیٰ سے دعا کریں، آپ نے اللہ جل شانہٗ سے دعا فرمائی تو مشرق کی طرف سے ایک سیاہی نمودار ہوئی جس نے بلند ہونا اور پھیلنا شروع کر دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے دیکھا تو بے ہوش ہو گئے تو جبریل آپ کے پاس آئے اور انھوں نے آپ کو ہوش میں لانا اور آپ کی باچھوں سے لعاب دہن صاف کرنا شروع کر دیا۔⑥ اسے روایت کرنے میں بھی امام احمد متفرد ہیں۔

﴿قَابَ قَوْسَيْنِ﴾ کی تفسیر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ﴾ ”تو ہو گیا وہ دو کمانوں کے فاصلے پر بلکہ (اس سے بھی) کم۔“ یعنی جبریل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے، اس وقت جب زمین پر نازل ہوئے، اس قدر قریب ہو گئے کہ ان کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان فاصلہ دو کمانوں کے برابر تھا۔ یہ مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ کا قول ہے۔⑦ اور ﴿قَابَ قَوْسَيْنِ﴾ سے مراد دونوں کمانوں کے درمیان کا فاصلہ ہے جب انھیں کھینچا جائے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کمان کی تندی سے لے کر اس کے درمیان تک کا فاصلہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَوْ اَدْنٰى ۚ﴾ ”بلکہ (اس سے بھی) کم۔“ قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ لغت میں یہ لفظ مخبر عنہ (جس کے بارے میں خبر دی جا رہی ہے) کے (مذکورہ وصف کے) اثبات کے لیے اور اس سے زائد مفہوم کی نفی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ (یعنی یہ فاصلہ دو قوس یا اس سے کم تو ہو سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں)، جیسا کہ ارشاد باری

---

① سنن أبي داود، الزكاة، باب من يعطىٰ من الصدقة......؟ حديث :1634 وجامع الترمذي، الزكاة، باب ماجاء من لا تحل له الصدقة، حديث: 652 ومسند أحمد: 164/2 عن ابن عمرو ﷺ و389/2 عن أبي هريرة ﷺ، وسنن ابن ماجه، الزكاة، باب من سأل عن ظهر غنى، حديث: 1839. ② تفسير الطبري :27/57-59 وتفسير القرطبي :17/85،86. ③ تفسير القرطبي :17/88. ④ تفسير الطبري :27/59. ⑤ مسند أحمد :1/395. یہ حدیث ایک دوسری سند کے ساتھ حسن ہے، دیکھیے مسند أحمد: 1/412. ⑥ مسند أحمد :1/322. اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ ⑦ تفسير الطبري :27/60.

تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ ﴾ (البقرة 2: 74) ’’پھر اس کے بعد تمھارے دل سخت ہو گئے، گویا وہ پتھر ہیں بلکہ (ان سے بھی) زیادہ سخت۔‘‘ یعنی یہ پتھروں سے نرم نہیں ہیں بلکہ یہ پتھروں جیسے ہیں یا شدت اور سختی میں ان سے بھی زیادہ ہیں، اسی طرح یہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے: ﴿ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ ﴾ (النسآء 4:77) ’’وہ لوگوں سے یوں ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرا کرتے ہیں بلکہ (اس سے بھی) زیادہ ڈرنا۔‘‘ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۚ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 37: 147) ’’اور ہم نے ان کو ایک لاکھ بلکہ (اس سے بھی) زیادہ کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا۔‘‘ کا مفہوم یہ ہے کہ قوم یونس کے لوگوں کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہیں تھی بلکہ حقیقت میں وہ ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ ہی تھے۔ پس یہ ﴿ اَوْ ﴾ مخبر به (جس کے ساتھ خبر دی جا رہی ہے) کی تحقیق کے لیے ہے، نہ کہ شک و تردد کے لیے کیونکہ شک و شبہ یہاں محال ہے، اور اسی طرح یہ آیت کریمہ ہے: ﴿ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ ⑨ ﴾ ’’تو ہو گیا وہ دو کمانوں کے فاصلے پر بلکہ (اس سے بھی) کم۔‘‘ ہم نے جو یہ کہا ہے کہ اس قریب ہونے والے سے مراد جبریل ہیں حتی کہ ان کے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مابین دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا، یہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ، ابن مسعود، ابوذر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔① جیسا کہ ان کی احادیث کو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب بیان کریں گے۔ ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[رَأَيْتُ جِبْرِيلَ لَهُ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ] ’’میں نے جبریل کو دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔‘‘②

امام بخاری نے طلق بن غنّام سے، انھوں نے زائدہ سے اور انھوں نے شیبانی سے روایت کیا ہے کہ میں نے زِرّ سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ نے بیان کیا کہ حضرت محمد ﷺ نے جبریل کو دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ؕ ⑩ ﴾ ’’پھر اس نے وحی پہنچائی اس (اللہ) کے بندے کی طرف جو وحی پہنچائی۔‘‘ اس کے معنی یہ ہیں کہ جبریل نے اللہ کے بندے حضرت محمد ﷺ کو وحی پہنچائی جو پہنچائی یا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے محمد رسول اللہ ﷺ پر جبریل کے واسطے سے جو چاہی وحی نازل فرمائی، یہ دونوں معنی صحیح ہیں۔ سعید بن جبیر سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ؕ ⑩ ﴾ کے بارے میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ وحی نازل فرمائی: ﴿ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۪ ⑥ ﴾ (الضحٰی 93:6) ’’کیا اس (آپ کے رب) نے آپ کو یتیم پایا تو ٹھکانا نہیں دیا؟‘‘ ﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕ ④ ﴾ (الانشراح 94:4) ’’اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کیا۔‘‘④ سعید بن جبیر کے علاوہ دیگر سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف یہ وحی نازل فرمائی کہ انبیاء کے لیے جنت حرام ہے حتی کہ آپ ان سب سے پہلے داخل ہوں،

---

① تفسیر الطبری: 27/61، 62۔ ② تفسیر الطبری: 27/61۔ ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ؕ ⑩ ﴾ (النجم 53:10)، حدیث: 4857۔ ④ تفسیر البغوی: 4/303۔

اور امتوں کے لیے بھی حرام ہے حتی کہ آپ کی امت سب سے پہلے داخل ہو۔ ①

کیا نبی ﷺ نے شبِ معراج اپنے رب کا دیدار کیا؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ⑫ ﴾ ''جو کچھ انھوں نے دیکھا (ان کے) دل نے جھوٹ نہ بولا، کیا جو کچھ وہ دیکھتے ہیں، تم اس پر ان سے جھگڑتے ہو؟'' امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪ ﴾ ''جو کچھ انھوں نے دیکھا (ان کے) دل نے جھوٹ نہ بولا۔'' اور ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ ﴾ ''اور بلاشبہ انھوں نے اس کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے رب تعالیٰ کا اپنے دل کے ساتھ دو مرتبہ دیدار کیا۔ ② سماک نے بھی عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ③ ابو صالح، سدی اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے کہ آپ نے دل کے ساتھ دو مرتبہ دیدار کیا۔ ④

مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے عرض کی: کیا محمد ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کیا تھا؟ انھوں نے فرمایا: تم نے ایک بہت بڑی چیز کے بارے میں گفتگو کی ہے جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں، میں نے عرض کی: ذرا ٹھہر جائیں! پھر میں نے یہ آیت پڑھی: ﴿ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ⑱ ﴾ ''بلاشبہ انھوں نے اپنے پروردگار کی (قدرت کی) کتنی ہی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔'' انھوں نے فرمایا: تم کہاں جا رہے ہو؟ اس سے مراد تو جبریل ہیں، جو تم سے یہ کہے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے یا جس کے پہنچا دینے کا آپ کو حکم دیا گیا تھا آپ نے اس میں سے کچھ چھپایا یا آپ ان پانچ باتوں کو جانتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ ﴾ (لقمٰن 31: 34) ''بلاشبہ اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے۔'' تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ البتہ آپ نے جبریل کو ضرور دیکھا تھا، آپ نے جبریل کو ان کی اصلی شکل وصورت میں صرف دو بار ہی دیکھا ہے، ایک بار سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور دوسری بار اجیاد میں کہ ان کے چھ سو پر تھے جنھوں نے افق کو ڈھانپ رکھا تھا۔ ⑤

اور صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: کیا آپ نے اپنے رب کا دیدار فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا: [نُورٌ أَنّٰى أَرَاهُ!] ''وہ تو سراپا نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں!'' ⑥ اور ایک روایت میں ہے: [رَأَيْتُ نُورًا] ''میں نے نور دیکھا ہے۔'' ⑦

---

① تفسير البغوى: 303/4. ② صحيح مسلم، الإيمان، باب معنى قول الله عزوجل: ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ ﴾ .....، حديث: (285)-176. ③ تفسير الطبرى: 69/27. ④ تفسير الطبرى: 65,64/27. ⑤ صحيح البخارى، التفسير، سورة ﴿ وَالنَّجْمِ ﴾، باب: 1، حديث: 4855 وصحيح مسلم، الإيمان، باب معنى قول الله عزوجل: ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ ﴾ .....، حديث: 177 وجامع الترمذى، تفسير القرآن، باب ومن سورة ﴿ وَالنَّجْمِ ﴾، حديث: 3278 واللفظ له. ⑥ صحيح مسلم، الإيمان، باب فى قوله عليه السلام: نورأنّٰى أراه......، حديث: 178. ⑦ صحيح مسلم، الإيمان، باب فى قوله عليه السلام: نورٌ أنّٰى أراه......، حديث: (292)-178.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ⑭ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ⑮ ﴾ ’’اور بلاشبہ انھوں نے اس کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے، آخری حد کی بیری کے پاس، اس کے پاس رہنے کی بہشت ہے۔‘‘ یہ وہ دوسری بار ہے جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل کو ان کی اس اصلی شکل وصورت میں دیکھا جس میں انھیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور یہ شب معراج کا واقعہ ہے۔ اسراء سے متعلق احادیث اپنے مختلف طرق اور الفاظ کے ساتھ ہم قبل ازیں سورۂ سبحان (بنی اسراءیل) کے آغاز میں بیان کر آئے ہیں۔ ① لہٰذا یہاں ان کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

جبریل علیہ السلام کے کتنے پر ہیں؟ امام احمد رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ: ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ⑭ ﴾ ’’اور بلاشبہ انھوں نے اس کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے آخری حد کی بیری کے پاس۔‘‘ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَأَيْتُ جِبْرِيلَ وَلَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ، يَنْتَثِرُ مِنْ رِّيشِهِ التَّهَاوِيلُ الدُّرُّ وَالْيَاقُوتُ] ’’میں نے جبریل کو دیکھا، ان کے چھ سو پر تھے اور ان کے پروں سے موتیوں اور یاقوت کے ٹکڑے گر رہے تھے۔‘‘ ② اس حدیث کی سند جید اور قوی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل کو ان کی اصل شکل وصورت میں دیکھا اور ان کے چھ سو پر تھے اور ان میں سے ہر پر نے افق کو ڈھانپ رکھا تھا اور ان کے پروں سے موتیوں اور یاقوت کے اتنے ٹکڑے گر رہے تھے کہ جنھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ③ اس حدیث کی سند بھی حسن ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بھی روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَأَيْتُ جِبْرِيلَ عَلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَلَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ] ’’میں نے جبریل کو سدرۃ المنتہٰی کے پاس دیکھا، ان کے چھ سو پر تھے۔‘‘ میں نے عاصم سے پروں کی بابت پوچھا تو انھوں نے جواب دینے سے انکار کر دیا، راوی کا بیان ہے کہ مجھے ان کے بعض شاگردوں نے بتایا کہ ایک پر مشرق ومغرب کے درمیانی فاصلے کے برابر ہے۔‘‘ ④ اس حدیث کی سند بھی جید ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَتَانِي جِبْرِيلُ فِي خُضْرٍ مُّعَلَّقٍ بِهِ الدُّرُّ] ’’جبریل میرے پاس ایسے سبز لباس میں آئے جسے موتی لگے ہوئے تھے۔‘‘ ⑤ اس حدیث کی سند بھی جید ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دیدارِ الٰہی کے متعلق موقف: امام احمد رحمہ اللہ نے عامر سے روایت کیا ہے کہ مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انھوں نے عرض کی: ام المؤمنین! کیا حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار فرمایا تھا؟ انھوں نے فرمایا: سبحان اللہ! تمھاری بات سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں، تمھیں وہ تین باتیں کیوں یاد نہیں کہ ان کے بارے میں جو بھی تم سے بیان کرے تو وہ جھوٹ بولتا ہے، جو شخص تم سے یہ بیان کرے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کا دیدار

---

① دیکھیے بنیّ إسرآء یل، آیت: 1 کے تحت عنوان: ’’معراج سے متعلق احادیث مبارکہ‘‘ ② مسند أحمد: 460/1. ③ مسند أحمد: 395/1. اس حدیث کی سند ضعیف ہے، البتہ ایک دوسری سند کے ساتھ یہ حدیث حسن ہے۔ دیکھیے مسند أحمد: 460/1.
④ مسند أحمد: 407/1. ⑤ مسند أحمد: 407/1.

کیا ہے تو وہ جھوٹ بولتا ہے، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ز وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ ﴾ (الأنعام 103:6) ’’نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے۔‘‘ ﴿ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ ﴾ (الشورٰی 51:42) ’’اور کسی آدمی کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے بات کرے مگر الہام کے ذریعے یا پردے کے پیچھے سے۔‘‘ اور جو تم سے یہ کہے کہ آپ جانتے تھے کہ کل کیا رونما ہونے والا ہے تو وہ بھی جھوٹ بولتا ہے، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کو پڑھا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ ﴾ (لقمٰن 34:31) ’’بلاشبہ اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو (ماؤں کے) پیٹوں میں ہے۔‘‘ اور جو شخص یہ کہے کہ حضرت محمد ﷺ نے دین کی کچھ باتوں کو چھپایا ہے تو وہ بھی جھوٹ بولتا ہے، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کو پیش فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ ﴾ (المآئدۃ 67:5) ’’اے پیغمبر! جو (ارشادات) آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوئے ہیں (وہ سب لوگوں کو) پہنچا دیں۔‘‘ البتہ آپ نے جبریل کو دوبار اُن کی اصلی شکل وصورت میں ضرور دیکھا تھا۔ ①

محمد رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو کتنی دفعہ دیکھا؟ امام احمد رحمہ اللہ نے مسروق سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھا، میں نے عرض کی: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝ ﴾ (التکویر 23:81) ’’بے شک انھوں نے اس (فرشتے) کو (آسمان کے) کھلے (مشرقی) کنارے پر دیکھا ہے۔‘‘ ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ ﴾ ’’اور بلاشبہ انھوں نے اس کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے۔‘‘ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ امت میں سے سب سے پہلے میں نے اس بارے میں سوال کیا تھا تو آپ نے جواب میں فرمایا: اس سے مراد جبریل ہیں، آپ نے جبریل کو ان کی اصلی شکل وصورت میں صرف دوبار دیکھا تھا، آپ نے انھیں آسمان سے زمین پر اترتے ہوئے اس طرح دیکھا کہ ان کے جسم کی عظمت نے آسمان وزمین کے درمیان کے خلا کو بھر رکھا تھا۔ ② صحیحین میں یہ روایت بطریق شعبی اسی طرح ہے۔ ③

سدرۃ المنتہیٰ پر فرشتوں، روشنیوں اور رنگوں کا جمگھٹ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ⑯ ﴾ ’’جبکہ اس بیری پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔‘‘ احادیث معراج میں اس سے قبل یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ فرشتوں نے سدرۃ المنتہیٰ کو اس طرح ڈھانپ رکھا تھا جیسے کوؤں کے جھنڈ کے جھنڈ ہوں، اسے رب تعالیٰ کے نور نے بھی ڈھانپ رکھا تھا۔ ④ نیز کچھ ایسے رنگوں نے بھی ڈھانپ رکھا تھا جن کے بارے میں (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ) مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا تھے۔ ⑤ امام احمد نے

---

① مسند أحمد :50,49/6 . مزید دیکھیے صحیح البخاري، التفسیر، باب: 1، حدیث:4855 و صحیح مسلم، الإیمان، باب معنٰی قول اللّٰه عزوجل: ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ ﴾......، حدیث:177. ② مسند أحمد :241/6. ③ صحیح البخاري، التفسیر، باب:1، حدیث:4855 والتوحید، باب قول اللّٰه تعالٰی: ﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ ﴾ (الجن 26:72)......، حدیث: 7380 و7531 وصحیح مسلم، الإیمان، باب معنٰی قول اللّٰه عزوجلّ: ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ ﴾، حدیث: 177. ④ تفسیر الطبري :75/27 . یہ الفاظ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ربیع بن انس سے مروی ہیں۔

⑤ مسند أحمد :144/5 . مزید دیکھیے بنیٓ إسرآءیل، آیت:1 کے تحت عنوان: ’’معراج سے متعلق احادیث مبارکہ‘‘

أَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ⑲ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى ⑳ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثٰى ㉑ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ

کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا؟ ⑲ اور تیسری (دیوی) مناۃ کو جو گھٹیا ہے ⑳ کیا تمھارے لیے بیٹے ہیں اور اللہ کے لیے بیٹیاں؟ ㉑ یہ تو پھر بڑی ہی

ضِيْزٰى ㉒ إِنْ هِيَ إِلَّآ أَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ أَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط

بے انصافی کی تقسیم ہے ㉒ یہ تو محض چند نام ہی ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل و برہان نازل نہیں کی،

إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ج وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ㉓ ط أَمْ لِلْإِنْسَانِ

وہ لوگ تو گمان ہی کی پیروی کرتے ہیں اور اس چیز کی جو ان کے دل چاہتے ہیں، حالانکہ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس یقیناً ہدایت آچکی

ع 1 25 5 مَا تَمَنّٰى ㉔ صلے فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْأُوْلٰى ㉕ ع وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا

ہے ㉓ کیا انسان کے لیے (ہر چیز میسر) ہے جو وہ تمنا کرے؟ ㉔ چنانچہ اللہ ہی کے لیے ہے آخرت اور دنیا ㉕ اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں

إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَّأْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ㉖

جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دے گی مگر بعد ازاں کہ اللہ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور پسند کرے ㉖

عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت کیا ہے کہ شب معراج رسول اللہ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا، یہ چھٹے آسمان میں ہے، زمین سے جو کچھ اوپر لے جایا جاتا ہے وہ اس مقام تک لے جایا جاتا ہے اور اسے قبضے میں لے لیا جاتا ہے اور اس کے اوپر سے جو کچھ زمین پر نازل کیا جاتا ہے، اسے بھی اس مقام پر نازل کر کے یہاں سے وصول کر لیا جاتا ہے ﴿ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ⑯ ﴾ ”جبکہ اس بیری پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔“ اس سے مراد سونے کے پتنگے ہیں، راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین چیزیں عطا کی گئیں: (1) آپ کو پانچ نمازیں عطا کی گئیں (2) سورۂ بقرہ کی آخری آیات عطا فرمائی گئیں اور (3) آپ کی امت میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناتا ہو، اس کے بڑے بڑے گناہوں کو بھی معاف کر دیا جائے گا۔ ① اسے صرف امام مسلم ہی نے بیان کیا ہے (امام بخاری نے نہیں۔) ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ⑰ ﴾ ”ان کی نگاہ نہ بہکی اور نہ وہ حد سے آگے بڑھی۔“ ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ آپ کی نظر دائیں بائیں نہیں گئی۔ ③ اور جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا تھا، آپ نے اس سے تجاوز نہیں فرمایا، ثبات اور اطاعت کے اعتبار سے یہ آپ کی ایک عظیم الشان صفت ہے کہ آپ نے صرف وہ کیا جس کا آپ کو حکم دیا گیا تھا اور جو کچھ آپ کو عطا فرمایا گیا، اس سے زیادہ کا آپ نے سوال نہیں کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ⑱ ﴾ ”بلاشبہ انھوں نے اپنے پروردگار کی (قدرت کی) کتنی ہی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ط ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 17:1) ”تا کہ ہم اسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔“ یعنی ایسی نشانیاں جو ہماری قدرت و عظمت کی دلیل ہوں، ان دونوں آیاتِ کریمہ سے ان ائمۂ اہل سنت نے استدلال کیا ہے جن کا مذہب یہ ہے کہ اس رات رؤیت وقوع پذیر

---

① مسند أحمد: 422/1. ② صحيح مسلم، الإيمان، باب في ذكر سدرة المنتهى، حديث: 173. ③ تفسير الطبري: 76/27.

نہیں ہوئی، اس لیے کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے: ﴿ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ⑱ ﴾ ”بلاشبہ انھوں نے اپنے پروردگار کی (قدرت کی) کتنی ہی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔“ اگر آپ نے اپنے رب تعالیٰ کے دیدار کی سعادت حاصل کی ہوتی تو اس کا بھی ذکر کیا جاتا اور اس کے بارے میں بھی لوگوں کو بتایا جاتا۔

تفسیر آیات:19-26

بتوں کے پجاریوں کی تردید اور لات، عزیٰ اور منات کا بیان: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اصنام و انداد اور بتوں کی پوجا کرنے اور ابراہیم خلیل اللہ کے بنائے ہوئے کعبہ کے بالمقابل بتوں کے لیے گھر بنانے پر سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ ﴾ ”بھلا تم (لوگوں) نے لات کو دیکھا؟“ لات سفید رنگ کی نقش و نگار کی ہوئی ایک چٹان تھی جس پر طائف میں گھر بنایا گیا تھا جس پر پردے ڈالے جاتے اور باقاعدہ محافظ مقرر کیے گئے تھے، اس کے گرداگرد اہل طائف کے لیے ایک بہت بڑا صحن تھا، طائف میں خاندان ثقیف اور ان کے متبع لوگ رہتے تھے، قریش کے بعد دیگر قبائلِ عرب پر وہ اپنے اس گھر کی وجہ سے فخر کیا کرتے تھے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ انھوں نے ذات باری تعالیٰ کے اسم پاک اللہ سے لات کے نام کو مشتق کیا تھا، یعنی اسے انھوں نے اللہ کی مؤنث بنا لیا تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ان کی اس بات سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور ربیع بن انس سے مروی ہے کہ یہ لات کو ”تا“ کی تشدید کے ساتھ پڑھتے تھے اور اس کی وضاحت انھوں نے یہ کی کہ ایک شخص زمانۂ جاہلیت میں حاجیوں کو ستو پلایا کرتا تھا، جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کی قبر کو مزار بنا کر اس کی پوجا شروع کر دی۔ ②

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ لات ایک شخص تھا جو حاجیوں کے لیے ستو تیار کیا کرتا تھا۔ ③ ابن جریر کہتے ہیں کہ اسی طرح عزّیٰ کو عزیز سے مشتق کیا گیا ہے، یہ نخلہ میں ایک درخت تھا جس پر عمارت بنا کر اس پر پردے ڈال دیے گئے تھے، یہ مکہ اور طائف کے درمیان تھا، قریش اس گھر کی تعظیم بجا لاتے تھے۔ ④ جیسا کہ ابوسفیان نے بھی احد کے دن کہا تھا کہ لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ ”ہماری عزّیٰ ہے اور تمھاری کوئی عزّیٰ نہیں۔“ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کے جواب میں یہ کہو: [اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ] ”اللہ تعالیٰ ہمارا کارساز ہے اور تمھارا کوئی کارساز نہیں۔“ ⑤

منات مکہ و مدینہ کے درمیان مقام مُشَلَّل میں قُدَیْد کے پاس تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں خزاعہ، اوس اور خزرج اس بت کدے کی تعظیم بجا لاتے اور اس کے پاس سے حج کے لیے کعبہ جاتے ہوئے احرام باندھا کرتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ⑥ جزیرۃ العرب اور دیگر مقامات پر کچھ اور طاغوت بھی تھے جن کی عرب

---

① تفسير الطبرى :77/27. ② تفسير الطبرى :78,77/27. ③ صحيح البخارى، التفسير، باب : ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ ﴾ (النجم19:53)، حديث:4859. ④ تفسير الطبرى :77/27. ⑤ صحيح البخارى، المغازى، باب غزوة أحد، حديث :4043. ⑥ صحيح البخارى، التفسير، باب: ﴿ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ ﴾ (النجم20:53)، حديث:4861.

کعبہ کی تعظیم کی طرح تعظیم کیا کرتے تھے جو ان تین کے علاوہ تھے جن کا اللہ جل شانہٗ نے اپنی کتاب عزیز میں ذکر فرمایا ہے اور ان تین کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ دیگر بت کدوں کی نسبت زیادہ مشہور تھے۔

امام نسائی نے ابوطفیل سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کرلیا تو آپ نے خالد بن ولید ؓ کو مقام نخلہ کی طرف روانہ فرمایا، جہاں عزّٰی تھی، خالد وہاں گئے تو وہاں بُول کے تین درخت تھے، انھوں نے ان درختوں کو کاٹ دیا اور وہاں بنے ہوئے مزار کو منہدم کردیا، پھر انھوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا: [اِرْجِعْ، فَإِنَّكَ لَمْ تَصْنَعْ شَيْئًا] ’’واپس جاؤ، تم نے کچھ نہیں کیا۔‘‘ خالد واپس گئے، جب اس مزار کے دربانوں نے انھیں دیکھا تو انھوں نے حیلہ سازیوں کے لیے خوب خوب غور کیا اور یا عزّٰی! یا عزّٰی! کہہ کر اسے اپنی مدد کے لیے پکارنا شروع کردیا، خالد اس کے پاس گئے تو انھوں نے دیکھا کہ وہاں ایک عورت جو عریاں اور سر کے بال کھولے ہوئے ہے اور اپنے سر پر مٹی ڈال رہی ہے، خالد نے اسے تلوار کی ایسی ضرب کاری لگائی جس نے اس کا کام تمام کردیا، پھر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کو اس کی اطلاع دی، تو آپ نے فرمایا: [تِلْكَ الْعُزّٰى] ’’یہی عزّٰی تھی۔‘‘①

ہر ایک قبیلے کا صنم خانہ: ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ لات طائف میں خاندان ثقیف کا بت کدہ تھا۔ اس کے نگہبان اور متولی بنو مُعَتِّب تھے۔② میں کہتا ہوں کہ اس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے مغیرہ بن شعبہ اور ابوسفیان صخر بن حرب ؓ کو بھیجا تھا، انھوں نے اسے منہدم کر کے اس کی جگہ طائف میں مسجد بنادی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مناۃ اوس، خزرج اور اہل یثرب ہی سے ان کے ہم مذہب لوگوں کا بت کدہ تھا اور یہ ساحلِ سمندر پر مُشَلَّل کی جانب سے قدید کے مقام پر تھا، رسول اللہ ﷺ نے اسے منہدم کرنے کے لیے ابوسفیان صخر بن حرب ؓ کو بھیجا تھا، انھوں نے اسے پیوند خاک کردیا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ کام حضرت علی بن ابوطالب ؓ نے سرانجام دیا تھا۔ ذوالخلصہ،③ خَثعم، دَوس اور بَجیلہ قبیلوں کا بت کدہ تھا، نیز ان کے علاقوں کے جو عرب تَبالہ کے مقام پر مقیم تھے، وہ بھی اسی بت کے پجاری تھے۔④ میں (مصنف) کہتا ہوں کہ اسے کعبۂ یمانیہ اور کعبہ مکہ کو کعبۂ شامیہ کہا جاتا تھا، اس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے جریر بن عبداللہ بَجلی ؓ کو بھیجا تھا، انھوں نے اسے گرادیا تھا۔ فلس⑤ خاندانِ طے اور جبلِ طے کے ساتھ قبائلِ سلمٰی اور اَجا کا بت تھا۔

---

① السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ أَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴾ :474/6، حدیث:11547، مزید دیکھیے مسند أبي يعلى المَوْصِلي:197,196/2، حدیث:902. اس حدیث کی سند متابعت کے ساتھ صحیح ہے۔ ② السيرة النبوية لابن إسحاق، حديث عمرو بن لحي وذكر أصنام العرب :65-60/1 والسيرة النبوية لابن هشام، قصة عمرو بن لحي......: 89-76/1. ③ ابن اسحاق نے اسے خُلُصَہ (خاء اور لام کے ضمہ کے ساتھ) پڑھا ہے، جبکہ ابن ہشام کے نزدیک یہ خَلَصہ (خاء اور لام کے فتح کے ساتھ) ہے۔ ④ السيرة النبوية لابن إسحاق، حديث عمرو بن لحي وذكر أصنام العرب:65-60/1 والسيرة النبوية لابن هشام، قصة عمرو بن لحي......:89-76/1. ⑤ ابن اثیر نے اپنی کتاب النهاية في غريب الحديث والأثر: 470/3، مادة : فلس میں لکھا ہے کہ فُلُس فاء کے ضمہ اور لام کے سکون کے ساتھ بنو طے کے بت کا نام ہے، جبکہ صاحبِ تاج العروس (مادة: فلس) نے ابن درید کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ فِلس، یعنی کسرہ سے قبیلہ بنو طے کا بت تھا، والله أعلم بالصواب.

ابن ہشام کہتے ہیں کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ اس بت کو توڑنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابو طالب ؓ کو روانہ فرمایا تھا، انھوں نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ حضرت علی ؓ نے یہاں سے رسوب اور مخذم نامی دو تلواریں بھی حاصل کیں جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ؓ کو ہی عطا فرما دی تھیں، بعد میں یہ حضرت علی ؓ کی تلواروں کے طور پر مشہور ہوئیں۔ ① ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حِمیَر اور اہل یمن کا صنعاء میں ایک بت کدہ تھا، جسے رِئام کہا جاتا تھا۔ ② انھوں نے ذکر کیا ہے کہ یہاں ایک کالا کتا تھا، تبع کے ساتھ جانے والے دونوں عالموں نے اسے نکال کر قتل کر دیا اور اس بت کدے کو گرا دیا تھا۔ ③

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رضاء بنی ربیعہ بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم کا بت کدہ تھا۔ اسی کے بارے میں مستوغر بن ربیعہ بن کعب بن سعد نے کہا تھا، جب اسلام لانے کے بعد انھوں نے اسے گرا دیا تھا ؎

وَلَقَدْ شَدَدْتُ عَلٰی رُضَاءٍ شَدَّةً   فَتَرَكْتُهَا قَفْرًا بِقَاعٍ أَسْحَمَا

”میں نے رضاء پر زوردار حملہ کیا تو میں نے اسے چٹیل میدان میں سیاہ (وحشت ناک) اور ویران کر کے چھوڑا۔“ ④

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ذوالکعبات بکر اور تغلب۔ جو وائل اور ایاد کے بیٹے تھے۔ کا بت کدہ مقامِ سنداد میں تھا، اس کے بارے میں اَعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ نے کہا تھا ؎

بَيْنَ الْخَوَرْنَقِ وَالسَّدِيرِ وَبَارِقٍ   وَالْبَيْتِ ذِي الْكَعَبَاتِ مِنْ سَنْدَادِ

”خورنق، سدیر اور بارق کے درمیان سنداد کے مقام پر وہ بت کدہ ہے جسے ذوالکعبات کہا جاتا ہے۔“ ⑤

معبودانِ باطلہ کو مذکر اور فرشتوں کو مؤنث قرار دینے پر مشرکین کی تردید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۟ۙ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۟ ﴾ ”بھلا تم لوگوں نے لات و عزیٰ کو دیکھا اور تیسرے منات کو جو گھٹیا ہے؟“ پھر فرمایا: ﴿ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۟ ﴾ ”(مشرکو!) کیا تمھارے لیے تو بیٹے اور اللہ کے لیے بیٹیاں ہیں؟“ یعنی تم اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد قرار دیتے ہو اور اولاد بھی مادینہ جبکہ تم اپنے لیے نرینہ اولاد پسند کرتے ہو، اگر تم اور تمھارے جیسے لوگ اس طرح کی تقسیم کریں تو یہ ﴿ قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۟ ﴾ ”بہت بے انصافی کی تقسیم ہے۔“ یعنی یہ تقسیم ظلم اور باطل ہے، اپنے رب تعالیٰ کے لیے تم اس طرح کی تقسیم کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ اگر دو مخلوقوں میں بھی اس طرح تقسیم کی جائے تو یہ ظالمانہ اور احمقانہ تقسیم ہو گی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمائی کہ انھوں نے بتوں کی پوجا کر کے کذب و افترا اور کفر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے بتوں کا نام اِلٰہ رکھ دیا، حالانکہ ﴿ اِنْ هِيَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ ﴾ ”وہ تو صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمھارے

---

① السيرة النبوية لابن هشام، قصة عمرو بن لحى......:1/76-89 و السيرة النبوية لابن إسحاق، حديث عمرو بن لحى...... :1/60-65 . ② السيرة النبوية لابن إسحاق، حديث عمرو بن لحى...... :1/60-65 . ③ السيرة النبوية لابن إسحاق، هدم البيت المسمى رئام :1/31 و السيرة النبوية لابن هشام، رئام وما صار إليه:1/27,28 . ④ السيرة النبوية لابن إسحاق، حديث عمرو بن لحى...... :1/60-65 . ⑤ السيرة النبوية لابن إسحاق، حديث عمرو بن لحى...... :1/60-65 . مزید دیکھیے السيرة النبوية لابن هشام، قصة عمرو بن لحى......:1/76-89.

باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔'' یعنی یہ نام تم نے ازخود ایجاد کر لیے ہیں ﴿ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ ﴾ ''اللہ نے تو ان کی کوئی دلیل نازل نہیں کی۔'' سلطان کے معنی حجت اور دلیل کے ہیں۔ ﴿ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ ﴾ ''یہ لوگ محض ظن (فاسد) اور جس کی طرف (ان کے) دل مائل ہوں (اس) کے پیچھے چل رہے ہیں۔'' یعنی ان کے پاس اپنے ان آباء و اجداد کے ساتھ حسن ظن کے بغیر اور کوئی دلیل نہیں، جنھوں نے ان سے پہلے اس باطل مسلک کو اختیار کیا تھا، ان کی دلیل بس یہی ہے کہ ان کے دلوں میں اپنے آباء و اجداد کی تعظیم اور محبت رچی بسی ہوئی ہے ﴿ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ؕ ۝ ﴾ ''اور (حالانکہ) بلاشبہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔'' اب تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف روشن حق اور دلیل قاطع کے ساتھ اپنے رسول کو مبعوث فرما دیا ہے لیکن اس کے باوجود انھوں نے اس رسول کی اتباع کی اور نہ آپ کے لائے ہوئے دین و شریعت کو قبول کیا۔

خواہشات سے خیر حاصل نہیں ہوتی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ۝ ﴾ ''کیا جس چیز کی انسان آرزو کرتا ہے وہ اسے ضرور ملتی ہے؟'' یعنی ہر شخص جس خیر و بھلائی کی تمنا کرے، اسے حاصل نہیں کر سکتا جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَاۤ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ ﴾ (النسآء 4:123) ''(نجات) نہ تو تمھاری آرزوؤں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر۔'' یعنی ہر شخص جو اپنے بارے میں یہ گمان کرے کہ وہ ہدایت یافتہ ہے، ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتا، ہر شخص جس چیز کو پسند کرے، اسے حاصل نہیں کر سکتا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا تَمَنّٰى أَحَدُكُمْ، فَلْيَنْظُرْ مَا يَتَمَنّٰى، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا يُكْتَبُ لَهُ مِنْ أُمْنِيَّتِهِ] ''جب تم میں سے کوئی تمنا کرے تو اسے چاہیے کہ وہ دیکھے کہ وہ کیا تمنا کر رہا ہے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کی خواہش و تمنا میں سے کیا لکھا جائے گا۔''① امام احمد رحمہ اللہ اس حدیث کے روایت کرنے میں متفرد ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ۝ ﴾ ''آخرت اور دنیا تو اللہ ہی کے لیے ہیں۔'' یعنی سب امور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، وہی دنیا و آخرت کا مالک ہے، دنیا و آخرت میں صرف اسی کا تصرف کارفرما ہے، وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شفاعت نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ۝ ﴾ ''اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اس وقت کہ اللہ جس کے لیے چاہے اجازت بخشے اور (سفارش) پسند کرے۔'' جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ ﴾ (البقرة 2:255) ''کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ ﴾ (سبا 34:23) ''اور اس (اللہ) کے ہاں (کسی کے لیے) سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لیے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔'' جب ملائکہ مقربین کی یہ صورت حال ہے تو اے جاہلو! تم

---

① مسند أحمد :357/2 . اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ مزید دیکھیے السلسلة الضعيفة :282/5، حدیث :2255.

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةَ الْأُنْثَىٰ ㉗ وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ

بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے سے رکھتے ہیں ㉗ حالانکہ انھیں اس کا کوئی علم نہیں، وہ تو بس گمان کی پیروی

عِلْمٍ ۖ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۖ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ㉘ فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ

کرتے ہیں، اور بلاشبہ گمان حق کے مقابلے میں کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا ㉘ لہٰذا (اے نبی!) آپ اس سے اعراض کر لیں جو ہمارے ذکر سے

تَوَلَّىٰ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ㉙ ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّ رَبَّكَ

پھرے (اور منہ موڑے) اور وہ صرف دنیاوی زندگی چاہتا ہو ㉙ ان کے علم کی یہی انتہا ہے، بلاشبہ آپ کا رب ہی اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کے

هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ ㉚

راستے سے بھٹک گیا، اور وہی اس شخص کو خوب جانتا ہے جس نے ہدایت پائی ㉚

یہ کیسے امید کر سکتے ہو کہ یہ بت اور تمھارے دوسرے معبود اللہ تعالیٰ کے ہاں تمھاری شفاعت کریں گے؟ اللہ تعالیٰ نے ان بتوں اور معبودوں میں سے کسی کی عبادت کو مشروع قرار نہیں دیا اور نہ اس کی اجازت دی ہے بلکہ تمام رسولوں کی زبانی اس سے منع فرمایا اور اپنی تمام کتابوں میں بھی اس کی ممانعت نازل فرمائی ہے۔

تفسیر آیات: 30-27

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینے پر مشرکین کی تردید: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس بات کی تردید فرمائی ہے کہ انھوں نے فرشتوں کے عورتوں جیسے نام رکھے، اور انھیں اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس اولاد سے پاک ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَٰنِ إِنَاثًا ۚ أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ ۚ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ○﴾ (الزخرف 19:43) ”اور انھوں نے فرشتوں کو کہ وہ بھی اللہ کے بندے ہیں (اللہ کی) بیٹیاں مقرر کیا، کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت حاضر تھے؟ عنقریب ان کی شہادت لکھ دی جائے گی اور ان سے باز پرس کی جائے گی۔“ اسی لیے فرمایا ہے: ﴿وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۖ﴾ ”حالانکہ ان کو اس کی کچھ خبر نہیں۔“ یعنی ان کے پاس ایسا صحیح علم نہیں ہے جو ان کی بات کی تصدیق کرے بلکہ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہ کذب، جھوٹ، افترا پردازی اور بدترین کفر ہے ﴿إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۖ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ㉘﴾ ”وہ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں اور ظن یقین کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا۔“ یعنی ظن کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اور نہ کبھی حق کے قائم مقام ہو سکتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ] ”اپنے آپ کو ظن سے بچاؤ کیونکہ ظن سب سے جھوٹی بات ہے۔“①

اہل باطل سے اعراض کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ عَنْ ذِكْرِنَا﴾ ”تو جو ہماری یاد سے روگردانی کرے اس سے آپ بھی اعراض کریں۔“ جو شخص حق سے اعراض کرے، تم اس سے اعراض کرو اور اسے چھوڑ دو ﴿وَلَمْ

---

① صحیح البخاری، الأدب، باب: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ ز﴾ (الحجرات 12:49)، حدیث: 6066 و صحیح مسلم، البر والصلة، باب تحریم الظن والتجسس......، حدیث: 2563 عن أبی ہریرة ﷺ.

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ

اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو جنھوں نے برے کام کیے، ان کے اعمال کی سزا دے، اور ان

اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۚ ㉛ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ

لوگوں کو جنھوں نے اچھائیاں کیں، اچھا بدلہ دے ㉛ وہ لوگ جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں الا یہ کہ کوئی صغیرہ گناہ (سرزد) ہو،

الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ

بے شک آپ کا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے، وہ تمھیں (اس وقت سے) خوب جانتا ہے جب اس نے تمھیں زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ㉜ ع 2 7 6

ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے، لہٰذا تم اپنے آپ کی پاکی بیان نہ کرو، وہ اسے (بھی) خوب جانتا ہے جس نے تقویٰ اختیار کیا ㉜

﴿ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ ㉙ ﴾ ”اور صرف دنیا ہی کی زندگی کا خواہاں ہو۔“ اس کا تمام تر مقصود اور اس کے علم کی انتہا دنیا ہی ہے اور یہ وہ مطلوب و مقصود ہے جس میں کوئی خیر و بھلائی نہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ ﴾ ”ان کے علم کی یہی انتہا ہے۔“ دنیا کی طلب اور اس کے حصول کے لیے جدوجہد ہی ان کا منتہائے مقصود ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ کی ایک دعا میں یہ الفاظ بھی ہیں: [اَللّٰهُمَّ!...... لَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا] ”اے اللہ!...... ہمارا بڑا مقصود اور ہمارے علم کی انتہا دنیا ہی کو نہ بنا دینا۔“① ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ㉚ ﴾ ”یقیناً آپ کا پروردگار اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے بھٹک گیا اور اس سے بھی خوب واقف ہے جس نے ہدایت پائی۔“ وہ تمام مخلوق کو پیدا فرمانے والا اور اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جاننے والا ہے، وہ جسے چاہے ہدایت عطا فرما دے اور جسے چاہے راہِ ہدایت سے ہٹا دے، یہ سب کچھ اس کی قدرت، علم اور حکمت پر مبنی ہے وہ ایسا عادل ہے کہ کبھی بھی شرع یا قدر میں ظلم نہیں کرتا۔

تفسیر آیات: 32،31

اللہ تعالیٰ ہر چھوٹی بڑی چیز کو جانتا ہے: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے، وہ اپنی مخلوق میں عدل کے ساتھ فیصلہ فرماتا ہے اور اس نے تمام مخلوق کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے ﴿ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۚ ㉛ ﴾ ”تاکہ جن لوگوں نے برے کام کیے ہیں ان کو ان کے اعمال کا (برا) بدلہ دے اور جنھوں نے نیکیاں کیں ان کو اچھا بدلہ دے۔“ یعنی وہ ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیتا ہے، عمل اچھا ہو تو اچھا بدلہ عطا فرماتا ہے اور اگر عمل برا ہو تو وہ برا بدلہ دیتا ہے۔

محسنین کے اوصاف: محسنین کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کبیرہ گناہوں اور فواحش و منکرات سے اجتناب کرتے ہیں، یعنی کبیرہ گناہوں اور محرمات کا ارتکاب نہیں کرتے اور اگر ان سے صغیرہ گناہوں کا ارتکاب ہو جائے تو وہ

---

① جامع الترمذي، الدعوات، باب دعاء: [اللّٰهم! اقسم لنا......]، حديث:3502 عن ابن عمر رضی اللہ عنہما.

انھیں معاف کر دیتا اور ان کی پردہ پوشی فرماتا ہے جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ○ ﴾ (النسآء 31:4) ”اگر تم بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے اجتناب کرو گے تو ہم تمھارے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف کر دیں گے اور تمھیں عزت کی جگہ میں داخل کریں گے۔“ اور فرمایا ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ﴾ ”جو لوگ صغیرہ گناہوں کے سوا بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں۔“ یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ ﴿ اللَّمَمَ ﴾ صغیرہ گناہوں اور حقیر اعمال کو کہتے ہیں۔

امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی جو لمم کے ساتھ اس سے زیادہ مشابہت رکھتی ہو جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا ہے: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنٰى، أَدْرَكَ (ذٰلِكَ) لَا مَحَالَةَ، وَزِنَى الْعَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَى اللِّسَانِ النُّطْقُ، وَالنَّفْسُ تَمَنّٰى وَتَشْتَهِي، وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا ہے جسے وہ یقیناً پالے گا، آنکھ کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا بولنا ہے، نفس تمنا اور خواہش کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔“ ① اسے امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ② ابن جریر رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنکھوں کا زنا دیکھنا، ہونٹوں کا زنا چومنا، ہاتھوں کا زنا پکڑنا، پاؤں کا زنا چلنا اور فرج اس سب کچھ کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب، اگر وہ شرم گاہ کے ساتھ بھی پیش قدمی کرے تو یہ زنا ہے ورنہ لمم۔ ③ مسروق اور شعبی کا بھی یہی قول ہے۔ ④ اور عبدالرحمٰن بن نافع، جسے ابن لبابہ طائفی کہا جاتا ہے، نے کہا ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِلَّا اللَّمَمَ ﴾ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: بوسہ، چھیڑ چھاڑ، دیکھنا اور جسم سے جسم لگانا لمم ہے لیکن جب ختنے کے مقام سے ختنے کا مقام لگ جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے اور یہ زنا ہے۔ ⑤

توبہ کی ترغیب اور اپنے آپ کو پاک قرار دینے کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ﴾ ”بے شک آپ کا پروردگار وسیع بخشش والا ہے۔“ اس کی رحمت ہر چیز سے وسیع ہے اور اس کی مغفرت توبہ کرنے والے کے تمام گناہوں کو اپنے دامن میں لے لیتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ ﴾ (الزمر 53:39) ”(اے پیغمبر! میری طرف سے لوگوں کو) کہہ دیں: اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا، بے شک اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے (اور) بے شک وہ تو بخشنے والا، مہربان ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ﴾ ”وہ تم کو خوب جانتا ہے جب اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا۔“ یعنی وہ تمھیں دیکھتا اور تمھارے تمام احوال،

---

① مسند أحمد :276/2 ، البتہ قوسین والا لفظ بخاری و مسلم کے آمدہ حوالے میں ہے۔ ② صحيح البخاری، القدر، باب: ﴿ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ ﴾ (الأنبيآء21:95)، حديث:6612 و صحيح مسلم، القدر، باب قدر على ابن آدم حظه ...... ، حديث:2657. ③ تفسير الطبری :86/27 . ④ تفسير الطبری :87/27 . ⑤ تفسير الطبری :87/27 .

افعال اور اقوال کو خوب جانتا ہے اور ان کو اسی وقت سے جانتا ہے، جب اس نے تمھارے باپ آدم کو مٹی سے پیدا فرمایا، ان کی پشت سے ان کی ساری اولاد کو ننھی چیونٹیوں کے مانند نکالا اور پھر انھیں دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ایک گروہ جنت کے لیے اور ایک گروہ جہنم کے لیے، اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ﴾ ’’اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔‘‘ اور مقرر کیے ہوئے فرشتے نے رزق، اجل، عمل اور یہ کہ بد بخت ہے یا خوش بخت لکھ دیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ﴾ ’’پس تم اپنے آپ کو پاک صاف نہ جتاؤ۔‘‘ یعنی اپنے آپ کی تعریفیں نہ کرو، انھیں مستحقِ شکر قرار نہ دو اور اپنے اعمال کے ساتھ امیدیں وابستہ نہ کر لو ﴿هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ㉜﴾ ’’جو پرہیز گار ہے وہ اس سے خوب واقف ہے۔‘‘ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا۝﴾ (النسآء 4:49) ’’کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں؟ (نہیں!) بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے پاکیزہ کرتا ہے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر (بھی) ظلم نہیں کیا جائے گا۔‘‘

صحیح مسلم میں محمد بن عمرو بن عطا سے روایت ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام بَرّہ رکھا، تو زینب بنت ابوسلمہ نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس نام سے منع فرمایا ہے، میرا نام برّہ رکھا گیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ، اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِأَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ] ’’تم اپنے آپ کو پاک قرار نہ دو، اللہ تعالیٰ تم میں سے اہلِ بِر کو خوب جانتا ہے۔‘‘ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! ہم اس کا کیا نام رکھیں؟ آپ نے فرمایا: [سَمُّوهَا زَيْنَبَ] ’’اس کا نام زینب رکھ دو۔‘‘① اس حدیث سے بھی ثابت ہے جسے امام احمد نے عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی نبی ﷺ کے پاس تعریف کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَيْلَكَ! قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ۔ مِرَارًا۔ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ مَادِحًا صَاحِبَهُ لَا مَحَالَةَ، فَلْيَقُلْ: أَحْسَبُ فُلَانًا، وَاللّٰهُ حَسِيبُهُ، وَلَا أُزَكِّي عَلَى اللّٰهِ أَحَدًا، إِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذٰلِكَ، أَحْسَبُهُ كَذَا وَ كَذَا] ’’تم پر افسوس! تم نے تو اپنے ساتھی کی گردن کو توڑ دیا۔ آپ نے یہ بات کئی بار ارشاد فرمائی۔ اگر تم میں سے کوئی اپنے ساتھی کی ضرور تعریف کرنا چاہے تو اسے یہ کہنا چاہیے کہ میں فلاں شخص کو ایسا خیال کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اس سے حساب کرنے والا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کو پاک قرار نہیں دیتا، البتہ میں اسے ایسا ایسا خیال کرتا ہوں، بشرطیکہ وہ اس کے بارے میں ایسا جانتا ہو۔‘‘② اسی طرح اسے امام بخاری، امام مسلم، ابوداود اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔③

امام احمد رحمہ اللہ نے ہمام بن حارث سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے آپ کے

---

① صحیح مسلم، الآداب، باب استحباب تغییر الاسم القبیح.........، حدیث :(19)-2142 . ② مسند أحمد : 46/5 . ③ صحیح البخاری، الشهادات، باب : إذا زکی رجل رجلا کفاه......، حدیث:2662 وصحیح مسلم، الزهد، باب النهی عن المدح......، حدیث:(65)-3000 وسنن أبی داود، الأدب، باب فی کراهیة التمادح، حدیث: 4805 و سنن ابن ماجه، الأدب، باب المدح، حدیث:3744.

أَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ تَوَلّٰى ﴿33﴾ وَأَعْطٰى قَلِيْلًا وَّأَكْدٰى ﴿34﴾ أَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿35﴾

کیا پھر آپ نے اسے دیکھا جو پھرا (اور جس نے حق سے روگردانی کی) ③③ اور اس نے تھوڑا سا (مال) دیا، اور (پھر دینا) روک دیا ③④ کیا اس کے پاس

أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿36﴾ وَإِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰٓى ﴿37﴾ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ

علم غیب ہے کہ وہ (سب کچھ) دیکھ رہا ہے؟ ③⑤ کیا اسے ان (باتوں) کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں؟ ③⑥ اور ابراہیم جس نے (صحیفوں

وِّزْرَ أُخْرٰى ﴿38﴾ وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى ﴿39﴾ وَأَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿40﴾ ثُمَّ

میں جو باتیں تھیں، انھیں) ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا؟ ③⑦ یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ③⑧ اور یہ کہ انسان کے لیے بس وہی کچھ

يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْأَوْفٰى ﴿41﴾

ہے جس کی اس نے سعی کی ③⑨ اور بلاشبہ اس کی سعی جلد دیکھی جائے گی ④⓪ پھر اسے پوری پوری جزا دی جائے گی ④①

منہ پر آپ کی تعریف شروع کر دی تو مقداد بن اسود نے اس کے منہ پر مٹی پھینکنی شروع کر دی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا تھا کہ جب ہم تعریف کرنے والوں سے ملیں تو ان کے چہروں پر مٹی پھینک دیں۔ ① اسے امام مسلم اور امام ابوداود نے بھی بیان کیا ہے۔ ②

تفسیر آیات: 33-41

اطاعت سے روگردانی اور بخل کرنے والے کی مذمت: اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی کرنے والے کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۙ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۙ ﴾ (القيمة 32,31:75) ”تو اس (عاقبت نا اندیش) نے نہ تو (اللہ کے کلام کی) تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔“ اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ وَأَعْطٰى قَلِيْلًا وَّأَكْدٰى ﴿34﴾ ﴾ ”اور تھوڑا سا دیا اور (پھر) ہاتھ روک لیا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تھوڑا سا دیا اور پھر دینا بند کر دیا۔ ③ مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، قتادہ اور کئی ایک ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ نے یہی فرمایا ہے۔ ④ عکرمہ اور سعید نے کہا ہے کہ ان کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو کنواں کھودتے ہیں اور کھودتے ہوئے وہ ایک ایسی چٹان اپنے سامنے پاتے ہیں جو کام کی تکمیل میں حائل ہو جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ أُكْدِيْنَا ⑤ ”ہم رک گئے“ اور پھر کام چھوڑ دیتے ہیں۔ ⑥

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ أَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿35﴾ ﴾ ”کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ (اسے) دیکھ رہا ہے؟“ کیا یہ شخص جس نے خرچ ہو جانے کے ڈر سے اپنا ہاتھ روک لیا اور نیکی کو ختم کر دیا کیا اسے غیب کا علم ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ ختم ہو جائے گا کہ اس نے نیکی سے ہاتھ روک لیا ہے کیونکہ وہ مال کو ختم ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہے؟ حالانکہ بات اس طرح

---

① مسند أحمد : 5/6 . ② صحيح مسلم، الزهد، باب النهي عن المدح......، حديث :3002 وسنن أبي داود، الأدب، باب في كراهية التمادح، حديث:4804. ③ تفسير الطبري :93/27 . ④ تفسير الطبري :94,93/27.

⑤ تمام نسخوں میں یہ لفظ اسی طرح ہے لیکن شاید یہ لفظ أُكْدَيْنَا ہے ”تا“ کے ساتھ اور یہ ضمیر غائب ہے یا مخاطب، مزید ملاحظہ فرمائیں تفسير الطبري :94/27. ⑥ تفسير القرطبي :112/17 وتفسير الطبري :94/27 نحوه.

نہیں ہے بلکہ یہ صدقہ، نیکی اور صلہ رحمی سے بخل اور کنجوسی کی وجہ سے رکا ہے، اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَنْفِقْ يَا بِلَالُ! وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِقْلَالًا] ''بلال! خرچ کرو اور عرش والے کی طرف سے فقر و فاقہ سے نہ ڈرو۔''① ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ○ ﴾ (سبا 39:34) ''اور تم جو چیز خرچ کرو گے وہ اسی کا تمھیں عوض دے گا اور وہ سب رزق دینے والوں سے بہتر (رزق دینے والا) ہے۔''

صحف موسیٰ و ابراہیم علیہما السلام کا بیان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿36﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى ﴿37﴾ ﴾ ''کیا جو باتیں موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں ان کی اس کو خبر نہیں پہنچی اور ابراہیم جس نے (اللہ کے احکام کو) پورا کر دکھایا؟'' سعید بن جبیر اور ثوری کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے ان تمام کاموں کو پورا کر دیا جن کا آپ کو حکم دیا گیا تھا۔② ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے اللہ کے لیے دین کے پہنچا دینے کے فریضے کو پورا کر دیا۔③ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ جس کا آپ کو حکم دیا گیا، آپ نے اسے پورا کر دیا۔④ قتادہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور مخلوق کی طرف اس کے پیغام کو پہنچا دینے کے فرض کو پورا فرما دیا۔⑤ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔⑥ اور یہ سابقہ تمام اقوال پر بھی مشتمل ہے اور اس کی تائید حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے بھی ہوتی ہے: ﴿ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ ﴾ (البقرة 2:124) ''اور جب پروردگار نے چند باتوں میں ابراہیم کی آزمائش کی تو وہ ان میں پورے اترے (اللہ نے) فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔'' آپ نے تمام اوامر کو پورا کیا، تمام نواہی کو ترک کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو بتمام و کمال پہنچا دیا، اسی وجہ سے وہ اس بات کے مستحق قرار پائے کہ انسانیت کی امامت کا تاج ان کے فرق ناز پر سجا دیا جائے اور انھیں لوگوں کا ایسا امام بنا دیا جائے کہ تمام احوال، اقوال اور افعال میں انھی کے نقش قدم پر چلا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ ﴾ (النحل 16:123) ''پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ دین ابراہیم کی پیروی اختیار کریں جو ایک (اللہ کی) طرف ہو جانے والے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔'' جامع ترمذی میں ابودرداء اور ابوذر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: [اِبْنَ آدَمَ! اِرْكَعْ لِي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِّنْ أَوَّلِ النَّهَارِ، أَكْفِكَ آخِرَهُ] ''ابن آدم! دن کے ابتدائی حصے میں میرے لیے چار رکعات پڑھ لو، میں دن کے آخری حصے تک تجھے کفایت کروں گا۔''⑦

---

① المعجم الأوسط للطبراني:2/75، حديث:2572 عن أبي هريرة ؓ، مزید دیکھیے مسند البزار، ترجمة أسلم مولى عمر عن عمر ؓ:1/396، حديث:273 عن عمر ؓ اور ہیثمی نے مجمع الزوائد:3/126، الزكاة، باب في الادخار، حديث:4701 کے ذیل میں کہا ہے کہ امام طبرانی نے اسے المعجم الأوسط میں حسن سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ② تفسير الطبري :27/95. ③ الدر المنثور :6/168. ④ تفسير الطبري :27/95. ⑤ تفسير الطبري :27/95. ⑥ تفسير الطبري :27/96,97. ⑦ جامع الترمذي، الوتر، باب ماجاء في صلاة الضحى، حديث:475. اور ترمذی کے بعض نسخوں میں عن أبي الدرداء وأبي ذر میں ''و'' کے بجائے ''أو'' ہے۔ مزید دیکھیے سنن أبي داود، التطوع، باب صلاة الضحى، حديث:1289 ومسند أحمد:5/287 عن نُعيم بن همار ؓ.

قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا: اب اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بیان کرنا شروع فرمایا ہے کہ اس نے صحف ابراہیم وموسیٰ میں کیا وحی نازل فرمائی تھی، پس ارشاد ہے: ﴿ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى ۝38 ﴾ ”یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا نفس دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔“ یعنی ہر وہ انسان جس نے کفر یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا تو اس کا بوجھ خود اسی کو اٹھانا پڑے گا، اس کی طرف سے کوئی دوسرا انسان اس کے بوجھ کو نہیں اٹھائے گا جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ﴾ (فاطر18:35) ”اور اگر کوئی بوجھ تلے دبا ہوا اپنا بوجھ بٹانے کے لیے کسی کو بلائے تو کوئی اس میں سے کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ قرابت دار ہی ہو۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿ وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى ۝39 ﴾ ”اور یہ کہ انسان کے لیے وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔“ یعنی جس طرح کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ اس پر لادا نہیں جائے گا، اسی طرح اسے اجر وثواب بھی صرف انھی اعمال کا ملے گا جو اس نے اپنے لیے کمائے تھے اور وہ حدیث جسے امام مسلم نے صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُّنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُولَهُ] ”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین کے سوا اس کا ہر عمل منقطع ہو جاتا ہے: (1) ایسا صدقہ جو (اس کے بعد بھی) جاری رہنے والا ہو یا (2) ایسا علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہو یا (3) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔“① تو یہ تینوں چیزیں در حقیقت اس کی اپنی ہی سعی وکاوش اور اپنا ہی عمل ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے: [إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ، وَإِنَّ وَلَدَهُ مِنْ كَسْبِهِ] ”سب سے پاکیزہ کھانا وہ ہے جو انسان اپنی کمائی سے کھائے اور اس کی اولاد بھی اس کی کمائی ہے۔“② اور صدقۂ جاریہ، مثلاً: وقف وغیرہ تو یہ بھی اس کے عمل کے آثار ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ﴾ (یٰسٓ 12:36) ”بے شک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور جو کچھ وہ آگے بھیج چکے ہیں اور (جو) ان کے نشان (پیچھے رہ گئے) ہم قلم بند کرتے ہیں۔“ اور علم جو اس نے لوگوں میں پھیلایا اور لوگوں نے اس کے بعد بھی اس کی پیروی کی یہ اس کی کوشش اور اسی کا عمل ہے۔ حدیث صحیح میں ہے: [مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى، كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ (مِنْ غَيْرِ أَنْ يُّنْقَصَ) مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا] ”جس نے ہدایت کی طرف دعوت دی تو اسے ان سب لوگوں کے اجر کے برابر ثواب ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے اور ان کے اجر وثواب میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔“③

---

① صحيح مسلم، الوصية، باب مايلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، حديث :1631. ② سنن النسائي، البيوع، باب الحث على الكسب، حديث:4457 و سنن ابن ماجه، التجارات، باب الحث على المكاسب، حديث:2137، عن عائشة رضی اللہ عنہا. ③ صحيح مسلم، العلم، باب من سن سنة حسنة......، حديث:2674 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ. **جبکہ قوسین والے الفاظ کے بجائے مذکورہ حوالے میں** [لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ] **جملہ ہے۔ اور قوسین والے الفاظ** صحيح مسلم، الزكاة، باب الحث على الصدقة......، حديث:1017 عن جرير بن عبدالله رضی اللہ عنہ [مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً......] **کے سیاق میں آتے ہیں۔**

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۙ ㊷ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ۙ ㊸ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ۙ ㊹

اور بے شک (سب کا) آپ کے رب ہی کے پاس ٹھکانا ہے㊷ اور بلاشبہ وہی ہنساتا اور وہی رلاتا ہے㊸ اور بے شک وہی مارتا اور وہی زندہ کرتا

وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۙ ㊺ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ۪ ㊻ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ

ہے㊹ اور بلاشبہ اسی نے جوڑا (یعنی) نر اور مادہ پیدا کیے㊺ نطفے سے جب وہ (رحم میں) ڈالا جاتا ہے㊻ اور بلاشبہ دوسری (بار) پیدائش بھی اسی کے

الْاُخْرٰى ۙ ㊼ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ۙ ㊽ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ۙ ㊾ وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ

ذمے ہے㊼ اور بے شک وہی غنی کرتا اور سرمایہ دار بناتا ہے㊽ اور یقیناً وہی شِعریٰ (ستارے) کا رب ہے㊾ اور بلاشبہ اسی نے پہلے عادیوں کو ہلاک

عَادَاۨ الْاُوْلٰى ۙ ㊿ وَثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰى ۙ (51) وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ

کیا㊿ اور ثمود کو بھی، پھر اس نے (کسی کو بھی) باقی نہ چھوڑا(51) اور (ان سے) پہلے قومِ نوح کو بھی، بلاشبہ وہ نہایت ظالم اور بڑے سرکش تھے(52) اور اس

اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ؕ (52) وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ۙ (53) فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ۚ (54) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ

نے الٹی ہوئی بستیوں کو (زمین پر) دے مارا(53) پھر اس بستی کو ڈھانپ لیا جس (سنگ باری) نے ڈھانپ لیا(54) پھر (اے انسان!) تو اپنے رب کی کون

تَتَمَارٰى (55)

کون سی نعمتوں میں شک کرے گا؟(55)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ㊵ ﴾ ”اور (یہ کہ) بلاشبہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی۔“ یعنی قیامت کے دن جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۚ ﴾ (التوبة 105:9) ”اور (ان سے) کہہ دیں کہ عمل کیے جاؤ پس عنقریب اللہ اور اس کا رسول اور مومن (سب) تمھارے عملوں کو دیکھ لیں گے اور تم غائب و حاضر جاننے والے (اللہ واحد) کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر جو تم کرتے رہے ہو وہ سب تم کو بتا دے گا۔“ یعنی قیامت کے دن وہ تمھیں تمھارے اعمال کی خبر بھی دے گا اور تمھیں پوری پوری جزا بھی عطا فرمائے گا کہ اعمال اچھے ہوئے تو اچھی جزا اور اگر اعمال برے ہوئے تو بدترین سزا، اسی طرح یہاں بھی فرمایا: ﴿ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ㊶ ﴾ ”پھر اس کو (اس کا) پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔“

تفسیر آیات: 42-55

اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ㊷ ﴾ ”اور (یہ کہ) بے شک آپ کے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے۔“ یعنی قیامت کے دن رب تعالیٰ کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے۔ ابن ابو حاتم نے عمرو بن میمون اَوْدی سے روایت کیا ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہمارے پاس کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا: اے بنی اَوْد! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمھارے پاس قاصد ہوں، تم جانتے ہو کہ آخرت میں سب کو اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے اور پھر جنت کی طرف جانا ہو گا یا دوزخ کی طرف۔ ①

---

① المستدرك للحاكم: 83/1، حديث: 281.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى ؁ ㊸ ﴾ ''اور (یہ کہ) بے شک وہی ہنساتا اور رلاتا ہے۔'' اس نے اپنے بندوں میں ہنسنے، رونے اور ان کے اسباب کو پیدا فرمایا، جو مختلف ہیں، ﴿ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْيَا ؁ ㊹ ﴾ ''اور (یہ کہ) بے شک وہی مارتا اور جلا بخشتا ہے۔'' جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ ﴾ (الملك 67:2) ''اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔'' ﴿ وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ؁ ㊺ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ؁ ㊻ ﴾ ''اور (یہ کہ) بے شک وہی نر اور مادہ (کا) جوڑا پیدا کرتا ہے (یعنی) نطفے سے جو (رحم میں) ڈالا جاتا ہے۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًى ؀ اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰى ؀ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ؀ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ؀ اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ؀ ﴾ (القیٰمة 75: 36-40) ''کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا، جو (رحم میں) ڈالی جاتی ہے، ایک قطرہ نہ تھا، پھر لوتھڑا ہوا، پھر (اللہ نے) اس کو بنایا، پھر (اس کے اعضاء کو) درست کیا، پھر اس سے جوڑا (ایک) مرد اور (ایک) عورت بنایا، کیا اس کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے؟''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ؁ ㊼ ﴾ ''اور (یہ کہ) بے شک (قیامت کو) اسی پر دوبارہ اٹھانا لازمی ہے۔'' یعنی جس طرح اس نے ابتدا میں پیدا فرمایا، اسی طرح وہ ان کے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے، اس سے مراد قیامت کے دن دوبارہ پیدا کرنا ہے ﴿ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰى ؁ ㊽ ﴾ ''اور (یہ کہ) بے شک وہی دولت مند اور مفلس کرتا ہے۔'' یعنی اس نے اپنے بندوں کو مال کا مالک بنا دیا اور اسے ان کے پاس رہنے والا بنا دیا کہ انھیں اس کے فروخت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر تمام نعمت ہے، اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں بہت سے مفسرین کے اقوال کا یہی خلاصہ ہے جن میں سے ابو صالح اور ابن جریر بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ ① مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ اَغْنٰى ﴾ کے معنی ہیں کہ اس نے مال دار بنایا اور ﴿ اَقْنٰى ؁ ㊽ ﴾ کے معنی ہیں کہ اس نے خدمت گزار عطا کیے۔ ② قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ ③ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد نے یہ بھی کہا ہے کہ ﴿ اَغْنٰى ﴾ کے معنی اس نے دیا اور ﴿ اَقْنٰى ؁ ㊽ ﴾ کے معنی اس نے راضی کر دیا۔ ④

﴿ وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ؁ ㊾ ﴾ ''اور (یہ کہ) بے شک وہی شعریٰ کا مالک ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، ابن زید اور دیگر کئی مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے کہ شعریٰ سے مراد وہ بہت زیادہ چمکنے والا ستارہ ہے جسے مِرْزَم جوزا کہا جاتا ہے اور عربوں کا ایک گروہ اس ستارے کی پوجا کیا کرتا تھا۔ ⑤ ﴿ وَ اَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ا۟لْاُوْلٰى ؁ ㊿ ﴾ ''اور (یہ کہ) بے شک اسی نے عادِ اول کو ہلاک کر ڈالا۔'' عاد حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی، انھیں عاد بن ارم بن سام بن نوح بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ؀ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ؀ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ؀ ﴾ (الفجر 89:6-8) ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا (جو) ارم (کہلاتے تھے) ستونوں والے (اتنے دراز قد کہ) شہروں میں ان جیسے پیدا نہیں ہوئے تھے۔'' وہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر، سب سے قوی

---

① تفسیر الطبری :27/99. ② تفسیر الطبری :27/99. ③ تفسیر الطبری :27/99. ④ تفسیر الطبری :27/100.
⑤ تفسیر الطبری :27/101.

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى (56) اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ (57) لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ (58)

یہ (رسول) تو پہلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہے (56) قریب آنے والی (قیامت) قریب آگئی (57) اس (قیامت) کو اللہ کے سوا کوئی

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ (59) وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ (60) وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ (61)

ہٹانے والا نہیں (58) کیا پھر اس بات (قرآن) پر تم تعجب کرتے ہو؟ (59) اور تم ہنستے ہو، اور روتے نہیں (60) اور تم غفلت و اعراض کرنے والے ہو (61) اب تم

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا (62) السجدة

(باز آجاؤ اور) اللہ کو سجدہ کرو اور (اسی کی) عبادت کرو (62)

3 ع 30 7 السجدة 13

اور سب سے زیادہ سرکش تھے، پس اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا ﴿ بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ﴾ (الحاقّة 7,6:69) ”نہایت تخ تیز آندھی سے (ان کا ستیاناس کر دیا گیا) اس (اللہ) نے اس کو سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل ان پر چلائے رکھا۔“ یعنی مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک ان پر بادِ صرصر چلائے رکھی۔

﴿ وَثَمُوْدَا فَمَآ اَبْقٰى (51) ﴾ ”اور ثمود کو (بھی) پس (کسی کو) باقی نہ چھوڑا۔“ یعنی انھیں بھی تباہ و برباد کر دیا اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا۔ ﴿ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ﴾ ”اور اس سے پہلے قوم نوح کو (بھی۔)“ یعنی ان سب سے پہلے اس نے قوم نوح کو ہلاک کر دیا تھا ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى (52) ﴾ ”کچھ شک نہیں کہ وہ بڑے ہی ظالم اور بڑے ہی سرکش تھے۔“ یعنی بعد میں آنے والوں سے زیادہ سرکش تھے۔ ﴿ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى (53) ﴾ ”اور اسی نے الٹی ہوئی بستیوں کو دے پٹخا۔“ یعنی اس نے قوم لوط کی بستیوں کو تہ و بالا کر کے تباہ و برباد کر دیا اور ان کے اوپر تہ بہ تہ کھنگر کے پتھر برسائے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى (54) ﴾ ”پھر ان پر چھایا جو چھایا۔“ یعنی ان پتھروں نے جو اُن پر برسائے گئے، ﴿ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ○ ﴾ (النمل 58:27) ”اور ہم نے ان پر مینہ برسایا سو جو مینہ ان (لوگوں) پر برسا جو ڈرائے گئے تھے وہ برا تھا۔“ پھر فرمایا: ﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى (55) ﴾ ”تو (اے انسان!) تو اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت پر جھگڑے گا؟“ اے انسان! تجھے اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کی کن نعمتوں کے بارے میں شک ہے، یہ قول قتادہ کا ہے۔ ① اور ابن جریج کہتے ہیں کہ اس کے مخاطب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، یعنی اے محمد (ﷺ!) آپ اپنے بارے میں اپنے رب کی کن نعمتوں کے بارے میں شک کریں گے؟ ② لیکن اس آیت کریمہ کا پہلا مفہوم زیادہ درست ہے کہ اس آیت کا مخاطب ہر انسان ہے، امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ③

تفسیر آیات: 56-62

انذار و تنبیہ اور سجدہ و خضوع کا حکم: ﴿ هٰذَا نَذِيْرٌ ﴾ ”یہ ایک ڈرانے والے ہیں۔“ یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ﴿ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى (56) ﴾ ”اگلے ڈرانے والوں میں سے۔“ یعنی یہ بھی انھی کی جنس میں سے مبعوث کیے گئے ہیں جس طرح کہ سابقہ

---

① تفسیر الطبری :105/27. ② فتح القدیر :141/5. ③ تفسیر الطبری :105/27.

انبیائے کرام مبعوث کیے گئے تھے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ (الأحقاف 9:46) ”کہہ دیں کہ میں رسولوں میں سے کوئی نیا (پیغمبر) نہیں ہوں۔“ ﴿ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۝57 ﴾ یعنی قریب آنے والی قیامت قریب آ گئی۔ ﴿ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ۝58 ﴾ ”اس (دن کی تکلیفوں) کو اللہ کے سوا کوئی ہٹا نہیں سکے گا۔“ یعنی جب آ جائے گی تو اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی ٹال نہیں سکے گا اور نہ ہی اس کے بارے میں کسی کو علم ہے کہ وہ کب آئے گی اور ﴿ نَذِيْرٌ ﴾ اس ڈرانے والے کو کہتے ہیں جو اس شر کو گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوتا ہے جو وقوع پذیر ہونے والا ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝ ﴾ (سبا 46:34) ”وہ تو تم کو سخت عذاب (کے آنے) سے پہلے صرف ڈرانے والے ہیں۔“ اور حدیث میں ہے: [أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ] ”میں (تم کو) کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔“① النذیر العریان سے مراد ایسا ڈرانے والا جسے اس شر کی شدت کی وجہ سے، جسے اس نے دیکھا ہو، ڈرانے کی بہت جلدی ہو اور وہ اس کے آنے سے پہلے انھیں ڈرا رہا ہو، لہٰذا وہ ان کے پاس جلدی میں واضح طور پر ہی آ جائے اور یہی بات ﴿ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۝57 ﴾ سے مطابقت رکھتی ہے کہ روز قیامت قریب آ گیا ہے جیسا کہ اس کے بعد آنے والی سورت کے آغاز میں فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ ﴾ (القمر 54: 11) ”قیامت قریب آ پہنچی۔“

امام احمد رحمہ اللہ نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِيَّاكُم وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ، فَإِنَّمَا مَثَلُ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ كَقَوْمٍ نَّزَلُوا فِي بَطْنِ وَادٍ، فَجَاءَ ذَا بِعُودٍ وَّجَاءَ ذَا بِعُودٍ حَتّٰى أَنْضَجُوا خُبْزَتَهُمْ، وَإِنَّ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ مَتٰى يُؤْخَذْ بِهَا صَاحِبُهَا تُهْلِكْهُ] ”چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ، چھوٹے گناہوں کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو کسی وادی میں اترے، ان میں سے ایک شخص ایک لکڑی لے آیا اور دوسرا شخص دوسری لکڑی حتی کہ اس سے انھوں نے اپنی روٹی پکا لی، اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہوں کے ارتکاب کرنے والے کا جب محاسبہ ہوگا تو وہ اسے ہلاک کر دیں گے۔“② پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے قرآن سن کر اس سے اعراض کرنے اور غافل ہو جانے کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ تَعْجَبُوْنَ ۝59 ﴾ ”تم تعجب کرتے ہو“ اس بات سے کہ یہ صحیح ہے ﴿ وَتَضْحَكُوْنَ ﴾ ”اور ہنستے ہو“ اس سے ازراہ مذاق ہنستے ہو ﴿ وَلَا تَبْكُوْنَ ۝60 ﴾ ”اور روتے نہیں ہو۔“ جیسا کہ اس پر ایمان و یقین رکھنے والوں کا عمل ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 109:17) ”اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں (اور) روتے جاتے ہیں اور یہ ان کو عجز و انکسار میں زیادہ کرتا ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ۝61 ﴾ ”اور تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔“ امام سفیان ثوری نے اپنے والد سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد گانا بجانا ہے، یمنی زبان میں أَسْمِدْلَنَا کے معنی ہوتے ہیں

---

① صحیح البخاری، الرقاق، باب الانتہاء عن المعاصی، حدیث: 6482 وصحیح مسلم، الفضائل، باب شفقتہ علی أمتہ……، حدیث: 2283 عن أبی موسٰی. ② مسند أحمد: 331/5.

کہ ہمارے لیے گانا گاؤ۔ ① عکرمہ کا بھی یہی قول ہے۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت کے مطابق ﴿ سٰمِدُوْنَ ۝ ﴾ کے معنی اعراض کرنے والوں کے ہیں۔ ③ مجاہد اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے۔ ④ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ وہ بھی اس کے رسول ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں، اس کی عبادت بجالائیں، توحید اور اخلاص کے ساتھ اس کی بندگی کو اختیار کریں ﴿ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۝ ﴾ ''تو تم اللہ کے آگے سجدہ کرو اور (اس کی) عبادت کرو۔'' اس کے آگے جھک جاؤ، اخلاص کے ساتھ اسی کی بندگی کرو اور اس کی توحید کو اختیار کرو۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے سورۂ نجم کی اس آیت پر سجدہ کیا تو آپ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں، جنوں اور انسانوں نے سجدہ کیا۔ ⑤ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے، مسلم میں نہیں ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے مطلب بن ابو وداعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں سورۂ نجم کی تلاوت فرمائی تو سجدہ کیا اور آپ کے پاس موجود لوگوں نے بھی سجدہ کیا، میں نے اپنے سر کو اٹھایا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، مُطَّلِب ان دنوں ابھی تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے، اس کے بعد وہ جس کو بھی اس سورت کی تلاوت کرتے ہوئے سنتے تو اس کے ساتھ سجدہ کرتے۔ ⑥ امام نسائی نے اسے کتاب الصلاۃ میں روایت کیا ہے۔ ⑦

سورۂ نجم کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

① تفسیر الطبری :108/27 . ② تفسیر القرطبی :123/17 . ③ تفسیر عبدالرزاق :257/3 ، رقم:3052.
④ تفسیر البغوی :319/4 . ⑤ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۝ ﴾ (النجم 62:53)، حدیث:4862. ⑥ مسند أحمد :400/6 . ⑦ سنن النسائی، الافتتاح، السجود فی ﴿ وَالنَّجْمِ ﴾ (النجم 1:53)، حدیث :959 .

تحقیق وتخریج کے

مصادر ومراجع

اسم الکتاب	اسم المصنف	المطبعة	مقام	تاریخ الطبع
آداب الصحبة	لأبی عبدالرحمٰن السّلمی	دارالصحابة للتراث (C.D)	طنطا مصر	1410ھ 1990م
الإتقان	للإمام جلال الدین أبی الفضل عبدالرحمٰن السیوطی (849-911ھ)	دار المعرفة	بیروت لبنان	
الأحادیث الطوال	للحافظ سلیمان بن أحمد الطبرانی (260-360ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
الأحادیث المختارة	لأبی عبداللّٰه محمد بن عبدالواحد بن أحمد الحنبلی المقدسی (567-643ھ)	دارخضر	بیروت لبنان	1421ھ 2001م
أحکام القرآن	للإمام أبی بکر محمد بن عبداللّٰه المعروف بابن العربی (468-543ھ)	دارالکتاب العربی	بیروت لبنان	1421ھ 2000م
أحکام القرآن	لمحمد بن إدریس الشافعی أبو عبداللّٰه (المتوفی 204ھ)	دارالکتب العلمیة (C.D)	بیروت	
الأدب المفرد	للإمام أبی عبداللّٰه محمد بن إسماعیل البخاری (194-256ھ)	مکتبة المعارف	الریاض	1419ھ 1998م
إرشاد الساری	للإمام شهاب الدین أبی العباس أحمد بن محمد الشافعی القسطلانی (المتوفی 923ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1416ھ 1996م
إرواء الغلیل	للشیخ محمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت	1405ھ 1985م

الاستذكار	لأبى عمر يوسف بن عبدالله بن عبدالبر النمرى الأندلسى (5463-5368ه)	دار الوعى	حلب القاهرة	1414ه 1993م
أسد الغابة	لعز الدين ابن الأثير أبى الحسن على بن محمد الجَزَرى (المتوفى 630ه)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1417ه 1996م
الإسراء والمعراج	لمحمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420ه)	المكتبة الإسلامية	عمان (اردن)	1421ه 2000م
الإصابة	للإمام الحافظ أحمد بن على بن حجر العسقلانى (773-852ه)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1415ه 1995م
الأعلام	لخير الدين الزركلى	دارالعلم للملايين	بيروت لبنان	2005م
إكمال المُعلم بفوائد مسلم	للإمام الحافظ أبى الفضل عياض بن موسى بن عياض اليحصبى (المتوفى 544ه)	دار الوفاء	بيروت لبنان	1419ه 1998م
الأم	للإمام أبى عبدالله محمد بن إدريس الشافعى القرشى (المتوفى 204ه)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1420ه 2000م
بائبل،قرآن اورسائنس (اردو)	موریس بوکائے	نگارشات	لاہورپاکستان	1999م
البحر الزخّار المعروف بمسند البزّار	للإمام أبى بكر أحمد بن عمرو بن عبدالخالق العتكى البزّار (المتوفى 292ه)	مؤسسة علوم القرآن ومكتبة العلوم والحكم	بيروت المدينة المنورة	1409ه 1988م
البداية والنهاية	لأبى الفداء الحافظ ابن كثير الدِّمشقى (المتوفى 774ه)	دار الريان للتراث	القاهرة	1408ه 1988م
البيان فى عدّ آى القرآن	لأبى عمرو عثمان بن سعيد الأموى الدانى (371-444ه)	مركز المخطوطات	الكويت	1414ه 1994م
تاج العروس	الإمام محب الدين أبى فيض السيد محمد مرتضى الحسينى الزبيدى (المتوفى 1205ه)	دارالفكر	بيروت لبنان	1414ه 1994م

تاريخ ابن خلدون	لعبد الرحمٰن بن خلدون (732-808هـ /1332-1406م)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1413هـ 1992م
تاريخ بغداد	للحافظ أبى بكر أحمد بن على الخطيب البغدادى (المتوفى 463هـ)	دارالفكر	بيروت لبنان	1418هـ 1998م
تاريخ دمشق	للإمام الحافظ أبى القاسم على بن الحسن الدمشقى الشافعى المعروف بابن عساكر (499-571هـ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1421هـ 2001م
تاريخ الطبرى	لأبى جعفر محمد بن جرير الطبرى (المتوفى310هـ)	مطبعة الاستقامة	القاهرة	1358هـ 1939م
التاريخ الكبير	للإمام أبى عبدالله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم الجعفى (194-256هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1414هـ 1993م
تحفة الأحوذى	للإمام الحافظ أبى العلاء محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحيم المباركفورى(المتوفى1353هـ)	دارالفكر	بيروت لبنان	1415هـ 1995م
تحفة الأخيار	لأبى جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوى (239-321هـ)	داربلنسية	الرياض السعودية	1420هـ 1999م
تحفة الأشراف	للحافظ جمال الدين أبى الحجاج يوسف المزى (654-742هـ)	دارالغرب الإسلامى	بيروت	1999م
التخويف من النار	لأبى الفرج عبدالرحمٰن بن أحمد، الشهير بابن رجب الحنبلى (المتوفى 795هـ)	مكتبة دارالبيان (C.D)	دمشق	1399هـ
تدريب الراوى	للحافظ جلال الدين عبدالرحمن بن أبى بكر السيوطى(849-911 هـ)	دارالكتاب العربى	بيروت لبنان	1414هـ 1993م
تذكرة الحفاظ	للإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبى (المتوفى 748هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1419هـ 1998م

الترغیب والترھیب	للإمام الحافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری (المتوفی 656ھ)	دارالحدیث	القاھرة	1407ھ 1987م
تغلیق التعلیق	لأحمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی 852ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت دمشق	1470ھ 1999م
تفسیر البحر المحیط	لابی حیان محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الأندلسی654-745ھ 1256-1344م	(C.D)		
تفسیر البغوی	للإمام أبی محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی (المتوفی 516ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1420ھ 2000م
تفسیر البیضاوی	للإمام ناصر الدین أبی الخیر عبداللّٰہ بن عمر بن محمد الشیرازی الشافعی البیضاوی (المتوفی 691ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1418ھ 1998م
تفسیر الثعالبی (الجواھر الحسان)	للإمام عبدالرحمٰن الثعالبی	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1416ھ 1996م
تفسیر الثوری	لسفیان بن سعید بن مسروق الثوری أبو عبداللّٰہ (المتوفی 161ھ)	دارالکتب العلمیة (C.D)	بیروت لبنان	1403ھ
تفسیر ابن أبی حاتم	للإمام الحافظ عبدالرحمٰن بن محمد بن إدریس الرازی ابن أبی حاتم (المتوفی 327ھ)	مکتبة نزار مصطفی الباز	الریاض مکة المکرمة	1417ھ 1997م
تفسیر الرازی	للإمام فخر الدین الرازی (المتوفی 606ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1415ھ 1995م
تفسیر السمعانی	للإمام أبی المظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار التمیمی المروزی الشافعی (426-489ھ)	دار الوطن	الریاض	1418ھ 1997م

تفسیر الطبری	لأبی جعفر محمد بن جریر الطبَری (المتوفی 310ھ)	دار الفکر	بیروت لبنان	1415ھ 1995م
تفسیر عبدالرزاق	للإمام المحدث عبدالرزاق بن همام الصنعانی (المتوفی211ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1419ھ 1999م
تفسیر القرطبی	لأبی عبداللّٰه محمد بن أحمد الأنصاری القُرطبی (المتوفی 671ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1413ھ 1993م
تفسیر الماوردی	لأبی الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری (364-450ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1412ھ 1992م
تفسیر معانی القرآن	للنحاس (المتوفی 338ھ)	جامعة أم القری (C.D)	مكة المكرمة	1409ھ
تلخیص الحبیر	للإمام الحافظ أبی الفضل أحمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی 852ھ)	دار المعرفة	بیروت لبنان	1406ھ 1986م
تلقیح فهوم أهل الأثر فی عیون التاریخ والسیر	للإمام عبدالرحمٰن بن الجوزی 508-597ھ 1111-1204م	ادارة إحیاء السنة گهرجا کهه گوجرانواله	پاکستان	
تمام المنة	للشیخ محمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ)	دار الرایة	الریاض السعودیة	1417ھ
التمهید	للإمام الحافظ أبی عمر یوسف بن عبداللّٰه بن محمد بن عبدالبر النمری الأندلسی (368-463ھ)	مکتبة السوادی	جدة	1387ھ 1967م
تنزیه الشریعة المرفوعة عن الأحادیث الشنیعة الموضوعة	لأبی الحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی (907-963ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1401ھ 1981م

تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس	للإمام السید حبر الأمة عبداللّٰه بن عباس الهاشمی القرشی رضي الله عنهما (المتوفی 68ھ)	مطبعة الأمیر	قم ایران	
تیسیر مصطلح الحدیث	للدکتور محمود الطحان	نشر السنة	ملتان باکستان	
جامع الأصول	للإمام أبی السعادات مبارك بن محمد ابنُ الأثیر الجزری (544-606ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1404ھ 1984م
جامع الترمذی	للإمام الحافظ أبی عیسی محمد بن عیسی بن سَورة الترمذی (200-279ھ)	دارالسلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
جامع العلوم والحکم	لأبی الفرج عبدالرحمٰن بن أحمد، الشهیر بابن رجب الحنبلی (736-795ھ)	مؤسسة الرسالة	بیروت لبنان	1417ھ 1997م
جامع المسانید والسنن	للإمام عماد الدین أبی الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی الشافعی (700-774ھ)	دار الفکر	بیروت	1420ھ 2000م
حلیة الأولیاء	للإمام الحافظ أبی نُعَیم أحمد بن عبداللّٰه الأصفهانی الشافعی (المتوفی430ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1418ھ 1997م
الحوض والکوثر	للإمام بقی بن مخلد القرطبی (201-276ھ)	مکتبة العلوم والحکم (C.D)	المدینة المنورة	1413ھ
الدر المنثور فی التفسیر المأثور	للإمام جلال الدین عبدالرحمٰن بن أبی بکر السیوطی (المتوفی 911ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1421ھ 2000م
دلائل النبوة	لأبی بکر أحمد بن الحسین بن علی البیهقی (384-458ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1405ھ 1985م
الدِّیباج علٰی صحیح مسلم بن الحجاج	للحافظ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی (849-911ھ)	شرکة دار الأرقم بن أبی الأرقم	بیروت لبنان	

الرحيق المختوم (اردو)	للشيخ صفى الرحمٰن مباركفورى (المتوفى 2006م)	المكتبة السلفية	لاهور پاكستان	1416ھ 1995م
روح المعانى	للعلامة أبى الفضل شهاب الدين السيد محمود الآلوسى البغدادى (المتوفى 127ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1417ھ 1997م
الروح	للإمام أبى عبداللّٰه محمد بن أبى بكر الدِمشقى، الشهير بابن قيم الجوزية (المتوفى 751ھ)	دارالكتاب العربى	بيروت	1422ھ 2001م
الروض الأنف فى تفسير السيرة النبوية لابن هشام	للإمام أبى القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللّٰه بن أحمد بن أبى الحسن الخثعمى السهيلى (المتوفى 581ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	
الروض الدانى إلى المعجم الصغير للطبرانى	للحافظ أبى القاسم سليمان بن أحمد الطبرانى (260ھ - 360ھ)	المكتب الإسلامى، دار عمار	بيروت عمّان	1405ھ 1985م
الزهد	للإمام أحمد بن حنبل (164-241ھ)	دارالكتاب العربى	بيروت لبنان	1425ھ 2004م
زاد المسير	للإمام أبى الفَرَج جمال الدين عبدالرحمٰن بن على بن محمد الجوزى (المتوفى597ھ)	دار الكتب العلمية	الرياض	1414ھ 1994م
زاد المعاد	للإمام شمس الدين أبى عبداللّٰه محمد بن أبى بكر الزرعى الدمشقى المشهور بابن قيم الجوزية (691-751ھ)	مؤسسة الرسالة	دمشق بيروت	1415ھ 1995م
سلسلة الأحاديث الصحيحة	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420ھ)	مكتبة المعارف	الرياض السعودية	1415ھ 1995م
سلسلة الأحاديث الضعيفة	// // //	//	//	1420ھ 2000م

سنن الدارقطنی	للإمام الحافظ علی بن عمر الدارقطنی (المتوفی 385ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1417ھ 1996م
سنن الدارمی	للإمام أبی محمد عبداللّٰه بن عبد الرحمٰن بن الفضل بن بهرام التمیمی السمرقندی الدارمی (المتوفی 255ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1417ھ 1996م
سنن أبی داود	للإمام الحافظ أبی داود سلیمان بن الأشعث السجستانی (المتوفی 275ھ)	دارالسلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
سنن سعید بن منصور	للحافظ سعید بن منصور الخراسانی (المتوفی 227ھ)	دار الصمیعی	الریاض السعودیة	1420ھ 2000م
السنن الکبریٰ	للإمام أبی بکر أحمد بن الحسین بن علی البیهقی (384-458ھ)	إدارة تألیفات أشرفیة	ملتان باکستان	1414ھ 1993م
السنن الکبریٰ	للإمام أبی عبدالرحمٰن أحمد بن شعیب النسائی (المتوفی 303ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1411ھ 1991م
سنن ابن ماجه	للإمام الحافظ أبی عبداللّٰه محمد بن یزید الربعی ابن ماجه القزوینی (209-273ھ)	دارالسلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
سنن النسائی	للإمام الحافظ أبی عبد الرحمٰن أحمد بن شعیب بن علی النسائی (215-303ھ)	دارالسلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
السیرة النبویة	لولی الدین أبی زید عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالرحیم الحضرمی الأشبیلی المالکی المعروف بابن خلدون (723-808ھ)	مکتبة المعارف	الریاض السعودیة	1418ھ 1998م
السیرة النبویة	لابن إسحاق (المتوفی 151ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1424ھ 2004م
السیرة النبویة	لأبی محمد عبدالملک بن هشام بن أیوب الحِمیَری (المتوفی 218ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1415ھ 1995م

السيرة النبوية	للإمام ابن كثير	دار المعرفة (C.D)	بيروت لبنان	
شرح السنة	للإمام الحافظ محى السنة أبى محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوى (436-516هـ)	المكتب الإسلامى	بيروت	1403هـ 1983م
شرح صحيح الأدب المفرد	للإمام العلّامة محمد ناصر الدين الألبانى رحمه الله المتوفى1420هـ1999م	المكتبة الإسلامية	بيروت لبنان	1423هـ 2003م
شرح صحيح البخارى	لابن بطّال أبى الحسن على بن خلف بن عبدالملك (المتوفى 449هـ)	مكتبة الرشد	الرياض السعودية	1420هـ 2000م
شرح العقيدة الطحاوية	للعلامة ابن أبى العز الحنفى، بتحقيق وتخريج محمد ناصر الدين الألبانى	المكتب الإسلامى	بيروت	1408هـ 1988م
شرح معانى الآثار	لأبى جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوى (239-321هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1407هـ 1987م
شرح النووى	لمحى الدين أبوزكريا يحى بن شرف بن مرى الحزامى الحورانى الشافعى (المتوفى 676هـ)	مؤسسة قرطبة	بيروت لبنان	1414هـ 1994م
شعب الإيمان	للإمام أبى بكر أحمد بن الحسين البيهقى (384-458هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1410هـ 1990م
الشمائل المحمدية	للإمام أبى عيسٰى محمد بن عيسٰى الترمذى (209-279هـ)	داراليسر	المدينة المنورة	1428هـ 2007م
الصحاح	لأبى نصر إسماعيل بن حماد الجوهرى الفارابى (المتوفى 398هـ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1419هـ 1999م
صحيح البخارى	للإمام أبى عبدالله محمد بن إسماعيل البخارى الجعفى (194-256هـ)	دار السلام	الرياض السعودية	1419هـ 1999م

صحيح الترغيب والترهيب	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ-1999م)	مكتبة المعارف	الرياض	1421هـ 2000م
صحيح الجامع الصغير وزيادته	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ-1999م)	المكتب الإسلامى	بيروت لبنان	1408هـ 1988م
صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان الفارسى	للإمام الحافظ محمد بن حبان بن أحمد بن حبان	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1414هـ 1993م
صحيح ابن خزيمة	للإمام أبى بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة السلمى النيسابورى (المتوفى 311هـ)	المكتب الإسلامى	بيروت لبنان	1412هـ 1992م
صحيح سنن أبى داود	للإمام المحدث الشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ-1999م)	مؤسسة غراس	الكويت	1423هـ 2002م
صحيح السيرة النبوية ما صح من ”سيرة رسول اللهﷺ وذكر أيامه وغزواته وسراياه والوفود إليه“ للحافظ ابن كثير	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ -1999م)	المكتبة الإسلامية	عمّان أردن	1421هـ 2000م
صحيح مسلم	للإمام أبى الحسين مسلم بن الحجاج القشيرى النيسابورى (204-261هـ)	دارالسلام	الرياض السعودية	1419هـ 1998م
صفة الجنة	لأبى نعيم أحمد بن عبدالله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصفهانى (336-430هـ)	دارالمأمون للتراث (C.D)	بيروت لبنان	1406هـ
ضعيف الجامع الصغير وزيادته	للإمام المحدث الشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ-1999م)	المكتب الإسلامى	بيروت لبنان	1410هـ 1990م
ضعيف سنن ابن ماجه	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ-1999م)	المكتب الإسلامى	بيروت	1415هـ 1994م

الطبقات الكبرىٰ	للحافظ محمد بن سعد بن منيع (المتوفى 230ھ)	دار صادر	بيروت	1418ھ 1998م
طبقات المحدثين بأصبهان	لعبد اللّٰه بن محمد بن جعفر بن حيان أبى محمد الأنصارى (274-369ھ)	مؤسسة الرسالة (C.D)	بيروت	1412ھ 1992م
علل الحديث	للإمام ابن أبى حاتم الرازى (240-327ھ)	المكتبة الأثرية	شيخوپوره پاكستان	
عمدة القارى	للشيخ الإمام العلامة بدر الدين أبى محمد محمود بن أحمد العينى (المتوفى 855ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1418ھ 1998م
عون المعبود	للعلامة أبى الطيب محمد شمس الحق العظيم آبادى	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1410ھ 1990م
غريب الحديث	لإبراهيم بن إسحاق الحربى أبى إسحاق (198-285ھ)	جامعة أم القرىٰ (C.D)	مكة المكرمة	1405ھ
فتح البارى	للإمام الحافظ أحمد بن على بن حجر العسقلانى (773-852ھ)	دار نشر الكتب الإسلامية	لاهور پاكستان	1401ھ 1981م
فتح البيان	لأبى الطيب صديق بن حسن بن على الحسينى القنوجى البخارى (المتوفى 1307ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1420ھ 1999م
فتح القدير	لمحمد بن على بن محمد الشوكانى (1173-1250ھ)	دارابن كثير، دارالكلم الطيب	دمشق بيروت	1414ھ 1994م
الفصول فى سيرة الرسول ﷺ	للإمام الحافظ عماد الدين أبى الفداء إسماعيل ابن كثير (المتوفى774ھ)	مدار الوطن للنشر......	الرياض	1424ھ 2003م
فضائل القرآن	لأبى عبيد القاسم بن سلام الهروى (157-224ھ)	دار ابن كثير	دمشق بيروت	1420ھ 1999م

القدر	لأبى بكر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض (207-301ھ)	أضواء السلف (C.D)	السعودية	1418ھ 1998
الكامل فى ضعفاء الرجال	للإمام الحافظ أبى أحمد عبداللّٰه بن عدى الجرجانى (المتوفى 365ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1418ھ 1997م
الكامل فى التاريخ	للإمام أبى الحسن على بن أبى الكرم محمد بن محمد بن عبدالكريم بن عبدالواحد الشيبانى المعروف "بابن الأثير" الجزرى (المتوفى 630ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1415ھ 1995م
كتاب الأسماء و الصفات	للإمام الحافظ أبى بكر أحمد بن الحسين بن على البيهقى (المتوفى 458ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	
كتاب الجهاد	لابن أبى عاصم(206-287ھ)	مكتبة العلوم و الحكم	المدينة المنورة	1409ھ 1989م
كتاب الزهد	للإمام الشيخ عبد اللّٰه بن المبارك المروزى (المتوفى 181ھ)	المكتب الإسلامى	بيروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
كتاب السنة ومعه ظلال الجنة فى تخريج السنة	لأبى بكر عمرو بن أبى عاصم الضحاك بن مخلد الشيبانى (المتوفى 287ھ)	المكتب الإسلامى	بيروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
كتاب العرش	لأبى عبداللّٰه محمد بن أحمد بن عثمان الذهبى (المتوفى 748ھ)	مكتبة أضواء السلف	الرياض السعودية	1420ھ 1999م
كتاب العظمة	لأبى محمد عبداللّٰه بن محمد بن جعفر بن حيّان (274-369ھ)	دار العاصمة	الرياض السعودية	1419ھ 1998م
كتاب العين	لأبى عبدالرحمٰن الخليل بن أحمد الفراهيدى (100-175ھ)	دارالهجرة	قُمّ إيران	1405ھ

كتاب المغازى	لأبى عبدالله محمد بن عمر بن واقد الواقدى (المتوفى 207ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1424ھ 2004م
کتاب مقدس	بائبل سوسائٹی	انارکلی	لاہور	
الكشّاف	للإمام محمود بن عمر الزَّمَخْشَرى (المتوفى 528ھ)	دار الريان للتراث	القاهرة	1407ھ 1987م
كشف الأستار عن زوائد البزار	للحافظ نور الدين على بن أبى بكر الهيثمى (735-807ھ)	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1399ھ 1979م
كشف الظنون	للمؤرخ الكامل مصطفى بن عبدالله المشهور بحاجى خليفة (1017-1067ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	
اللآلى المصنوعة فى الأحاديث الموضوعة	للإمام جلال الدين أبى الفضل عبدالرحمٰن بن الكمال السيوطى (849-911ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1417ھ 1996م
مجمع الزوائد	للحافظ نور الدين على بن أبى بكر الهيثمى (المتوفى 807ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1414ھ 1994م
المجموع شرح المهذب للشيرازى	للإمام أبى زكريا محى الدين بن شرف النووى (المتوفى 676ھ)	دارالنفائس	الرياض	1415ھ 1995م
مجموعة الفتاوى	لشيخ الإسلام تقى الدين أحمد بن تيمية الحرّانى (المتوفى 728ھ)	مكتبة العبيكان	الرياض السعودية	1419ھ 1998م
المحرر الوجيز	لغالب بن عطية الأندلُسى (المتوفى 546ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1413ھ 1993م
المحلى	لأبى محمد على بن أحمد بن سعيد بن حزم (المتوفى 456 ھ)	دارالجيل دارالآفاق	بيروت	
مختصر زوائد مسند البزار	للحافظ شهاب الدين أبى الفضل أحمد بن حجر العسقلانى (المتوفى 852ھ)	مؤسسة الكتب الثقافية	بيروت لبنان	1412ھ 1992م

مختصر سنن أبی داود	عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبدالله بن سلامة بن سعد زکی الدین أبومحمد المنذری الشامی المصری (المتوفی 656ھ)	مکتبة السنة المحمدیة مکتبة ابن تیمیة	القاهرة	1423ھ 2002م
مختصر قیام اللیل	للشیخ أبی عبدالله محمد بن نصر المروزی (المتوفی 294ھ)	مکتبة المنار	الأردن	1413ھ 1993م
المراسیل	للإمام الحافظ أبی داود سلیمان بن الأشعث السجستانی (المتوفی 275ھ)	مؤسسة الرسالة	بیروت لبنان	1418ھ 1998م
مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق ابن راهویه	روایة إسحاق بن منصور الکوسج	دارالهجرة للنشر والتوزیع	الریاض السعودیة	1425ھ 2004م
مساوئ الأخلاق وطرائق مکروهها	للإمام أبی بکر محمد بن جعفر بن محمد بن سهل بن شاکر الخرائطی	الکتب الثقافیة (C.D)	بیروت لبنان	1413ھ 1993م
المستدرک	للإمام أبی عبدالله محمد بن عبدالله الحاکم النیسابوری (المتوفی 405ھ)	مکتبة نزار مصطفی الباز	مکة المکرمة السعودیة	1420ھ 2000م
مسند أحمد (طبع میمنیة)	للإمام الحافظ أبی عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل الشیبانی البغدادی (164-241ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت دمشق	1403ھ 1983م
مسند أحمد (مجلد واحد)	للإمام الحافظ أبی عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل الشیبانی البغدادی (164-241ھ)	بیت الأفکار الدولیة	الریاض السعودیة	1419ھ 1998م
مسند ابن الجعد	لأبی الحسن علی بن الجعد بن عبید الجوهری (214-317ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1417ھ 1996م
مسند أبی داود الطَّیالِسی	لسلیمان بن داود بن الجارود (المتوفی 204ھ)	هجر	إمبابة	1419ھ 1999م

مسند إسحاق ابن راهويه	للإسحاق بن إبراهيم بن مخلد بن راهويه الحنظلى (161-238)	مكتبة الإيمان (C.D)	المدينة المنورة	1412ه 1991م
مسند الحميدى	للإمام الحافظ الكبيرأبى بكر عبداللّٰه بن الزبير (المتوفى 219ه)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1409ه 1988م
مسند الربيع	للإمام الربيع بن حبيب	مكتبة الثقافة الدينية	......	......
المسند الضعيف	للإمام أبى جعفر محمد بن عمرو بن وهبى بن حماد العقيلى (المتوفى 322ه)	مكتبة نزار مصطفى الباز	مكةالمكرمة السعودية	1422ه 2001م
مسند أبي عوانه	للإمام أبى عوانه يعقوب بن إسحاق الإسُفَرايِينى (المتوفى 316ه)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1419ه 1998م
مسند أبي يعلى المَوصِلى	للإمام الحافظ أحمد بن على بن المثنى التميمى (210-307ه)	دار الثقافة العربية	بيروت دمشق	1412ه 1992م
مسند عبد بن حميد	لعبد بن حميد بن نصرأبو محمد الكِسّى	مكتبة السنة	القاهرة	1408ه 1988م
مسند الفردوس بمأثور الخطاب	لأبى شجاع شِيرويه بن شهر دار بن شيرويه الديلمى الهمذانى، الملقب 'إلْكِيا' (445-509ه / 1053-1115م)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1406ه 1986م
المصنف	للإمام الحافظ أبى بكر عبداللّٰه بن محمد بن أبى شيبة (المتوفى 235ه)	دار الكتب العلمية	بيروت دمشق	1416ه 1995م
المصنف	للحافظ الكبير أبى بكر عبدالرزاق بن همام الصنعانى (المتوفى 211ه)	المكتب الإسلامى	بيروت دمشق	1403ه 1983م
المطالب العالية	للحافظ ابن حجر أحمد بن على العسقلانى (773-852ه)	دار المعرفة	بيروت دمشق	1414ه 1993م

المعجم الأوسط	لأبى القاسم سليمان بن أحمد الطبرانى (260-360ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1420ھ 1999م
معجم البلدان	للإمام شهاب الدين أبى عبداللّٰه ياقوت بن عبداللّٰه الحموى الرومى البغدادى (المتوفى 626ھ)	دار صادر	بيروت	1993م
معجم الصحابة	لأبى القاسم عبداللّٰه بن محمد بن عبدالعزيز البغوى (المتوفى 773ھ)	مكتبة دار البيان	الكويت	1421ھ 2000م
المعجم الكبير	للحافظ أبى القاسم سليمان بن أحمد الطبرانى (260–360ھ)	مكتبة العلوم والحكم	موصل	1420ھ 2000م
معجم لغة الفقهاء	محمد روّاس قلعه جى و حامد صادق قنيبى	إدارة القرآن والعلوم الإسلامية	كراچى پاكستان	
معجم ما استعجم	لعبداللّٰه بن عبدالعزيز البكرى الأندلسى (المتوفى 487ھ)	عالم الكتب	بيروت	1403ھ 1983م
المغنى	للإمام موفق الدين أبى محمد عبداللّٰه بن أحمد بن قدامة (المتوفى 620ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1414ھ 1994م
المقاصد الحسنة	للشيخ محمد عبدالرحمن السخاوي (831-902ھ)	دارالكتاب العربى	بيروت لبنان	1414ھ 1994م
المنتقٰى	لأبى محمد عبداللّٰه بن على بن الجارود النيسابورى (المتوفى 307ھ)	المكتبة الأثرية	شيخوپوره پاكستان	
منهاج السنة النبوية	لأبى العباس تقى الدين أحمد بن عبدالحليم ابن تيمية الحرانى الدمشقى (المتوفى 728ھ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1406ھ 1986م
منهج الحافظ ابن حجر العسقلانى فى العقيدة من خلال كتابه (فتح البارى)	محمد إسحاق كندو	مكتبة الرشد	الرياض	1419ھ 1998م

موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان	للحافظ نور الدين على بن أبى بكر الهيثمى (807-735 ھ)	دارالثقافة العربية	بيروت دمشق	1412ھ 1992م
موسوعة الأحاديث والآثار الضعيفة والموضوعة	على حسن على الحلبى، الدكتور إبراهيم طه القيسى، الدكتور حمدى محمد مراد	مكتبة المعارف	الرياض	1419ھ 1999م
موسوعة الأديان (الميسرة)	المشاركون فى التحرير عدد من المؤلفين	دارالنفائس	بيروت لبنان	1426ھ 2005م
الموسوعة الحديثية (مسند الإمام أحمد)	للجماعة من العلماء، تحت إشراف عبدالله بن عبدالمحسن التركى	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1420ھ 1999م
الموضوعات	لأبى الفرَج عبدالرحمٰن بن على بن الجوزى القرشى (597-510ھ)	مكتبة ابن تيمية	القاهرة	1407ھ 1987م
الموطأ	للإمام مالك بن أنس	دارالمعرفة	بيروت لبنان	1420ھ 1999م
ناسخ القرآن ومنسوخه 'نواسخ القرآن'	للحافظ عبدالرحمٰن بن على بن عبدالله ابن الجوزى (597-510 ھ)	دارالثقافة العربية	دمشق بيروت	1411ھ 1990م
النجوم الزاهرة فى ملوك مصر و القاهرة	لجمال الدين أبى المحاسن يوسف بن تغرى بُردى (874-813ھ)	وزارة الثقافة	مصر	
النكت الظراف على الأطراف فى ذيل تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف	للحافظ ابن حجر العسقلانى (المتوفى 852ھ)	المكتب الإسلامى الدارالقيمة	بيروت، الهند	1403ھ 1983م
النهاية فى غريب الحديث والأثر	للإمام مجد الدين أبى السعادات المبارك بن محمد الجزرى، ابن الأثير (606-544 ھ)	مؤسسة إسماعيليان	قم، ايران	1364ھ 1985م
نوادر الأصول فى معرفة أحاديث الرسول	لأبى عبدالله محمد الحكيم الترمذى	دارصادر	بيروت	

نيل الأوطار	للشيخ محمد بن على بن محمد الشوكانى (1172-1250ه)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	
هداية الرواة	للحافظ أحمد بن على بن حجر العسقلانى (المتوفى 852ه)	دار ابن القيم، ودار ابن عفان	الدمام القاهرة	1422ه 2001م